

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

علمائے دیوبند کی کفریہ اور متضاد عبارات سے متعلق

دیوبندیوں سے لاجواب سوالات

WWW.NAFSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"

مرتبہ : محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی بی ایڈ
ایم اے عربیہ و پنجابی سائنس

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونگی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب دیوبندیوں سے لاجواب سوالات

مرتبہ محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی۔ بی ایڈ

ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر فیضان مدینہ پبلیکیشنز کامونکے

صفحات ۱۱۳۶

فروری ۲۰۰۳ء

پارا اول

450/- روپے

قیمت

WWW.NAFSEISLAM.COM
"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"

تقسیم کار

نوری بک ڈپو

دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور

فون: 042-7112917



نوری کتب خانہ

معصوم شاہ روڈ بالمقابل ریلوے اسٹیشن، لاہور

فون: 042-6366385

فہرست رسائل

صفحہ نمبر

بر شمار

- ۱۔ عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف (مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطفی) ۵
- ۲۔ مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا (علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب) ۵۲
- ۳۔ مسئلہ تکفیر جواب آں غزل (سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب) ۱۰۰
- ۴۔ مسئلہ تکفیر اور تحذیر الناس (علامہ مولانا غلام علی قادری اشرفی اوکاڑوی) ۱۳۱
- ۵۔ موت کا پیغام (شیخ الحدیث حضرت علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ) ۱۸۲
- ۶۔ تازہ فتوائے حرم مکہ و مدینہ (الجبیل الثانوی علی کلوة التھانوی) ۲۱۳
- ۷۔ ظفر الدین البجید معروف بہ عطش غیب ۲۲۹
- ۸۔ مذہب کی پہچان کا پاکیزہ فوٹو (حضرت حاجی غلام حسن صاحب سی خٹکی قادری) ۳۱۷
- ۹۔ امکان کذب کا فتنہ (علامہ مفتی بدر الدین احمد صاحب علیہ الرحمۃ) ۳۳۹
- ۱۰۔ کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے؟ (مبارک حسین مصباحی) ۳۵۳
- ۱۱۔ ضیاء القاسمی کا پُر فریب چیلنج قبول (سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب) ۳۸۳
- ۱۲۔ ”سپاہ صحابہ“ کیلئے لمحہ فکریہ (سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب) ۴۳۰
- ۱۳۔ سرپرست ”سپاہ صحابہ“ کے نام (سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب) ۵۱۲
- ۱۴۔ غلط فہمی کا ازالہ (مولانا محمد حسن علی رضوی میلی) ۵۳۶
- ۱۵۔ حرم سے دھرم تک (دیوبندیت اور ہندو فوازی) مولانا قاضی غلام رسول غازی سیالوی ۵۴۴
- ۱۶۔ تحریک انسداد گاوٹ کشی اور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ (زین الدین ڈیروی صاحب) ۶۰۷
- ۱۷۔ شمع ہدایت (علامہ مولانا ابوالفیض محمد عبدالحق قادری) ۶۳۳
- ۱۸۔ سید احمد بریلوی انگریز دوست یا انگریز دشمن (جناب عنایت اللہ چشتی چکڑالوی) ۷۳۷

فہرست رسائل

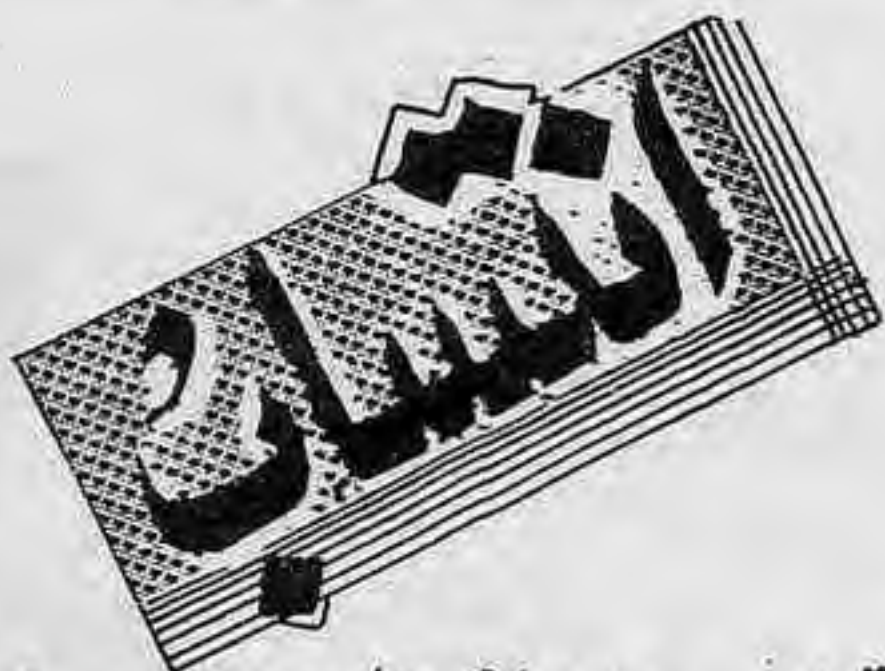
- صفحہ نمبر
- غیر شمار
- ۱۹۔ پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار (مولانا ضیاءالحامدی نقشبندی مجددی) ۷۸۳
- ۲۰۔ اشرف الافادات (مولانا عبدالواحد صاحب دیوبندی) ۸۲۰
- ۲۱۔ دیوبندی شاطر اپنے منہ کا قر (مولانا علامہ حسن علی قادری رضوی) ۸۳۸
- ۲۲۔ مرثیہ گنگوینی (حکیم اللہ بخش انصاری اسد نظامی) ۸۶۹
- ۲۳۔ مبالغہ کا جواب (محمد شمیم الحسن قادری رضوی) ۸۹۱
- ۲۴۔ آئینہ حق و باطل ۹۰۷
- ۲۵۔ ڈاکٹر خالد محمود کی ایمان سوز فریب کاریاں (سید بادشاہ نجم بخاری صاحب) ۹۳۳
- ۲۶۔ گستاخان رسول ﷺ سے قطع تعلق (علامہ مولانا محمد عبدالرشید صاحب قادری) ۱۱۲۵
- THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLE SUNNAT WAL JAMAAT

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداد سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

فرقہ ہائے باطلہ، نجدی، دیوبندی، وہابی کے عقائد
کی نقاب کشائی پر ایک کتاب۔ بنام!
عقائد علم کے آدم لوہند

اکشاف

از:
ڈاکٹر مولانا محمد اعجاز انجم لطیف
مدرسہ مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی شریف



راقم الحروف اپنی اس کتاب کا انتساب اپنے والدین کریمین
 معقورین کے نام کرتا ہے کہ جن کی محبت و شفقت اور دعا و سحر گاہی
 سے یہ راقم حصول تعلیم کی طرف راغب ہوا اور علم دین حاصل کیا۔ ساتھ ہی
 ساتھ ان اساتذہ کرام کی طرف منسوب کرتا ہے کہ جن کی تربیت و تعلیم و
 کئی وجہ سے راقم الحروف تصنیف و تالیف کے لائق ہوا۔ دعا ہے کہ
 اللہ تعالیٰ میرے والدین کریمین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور
 اساتذہ کرام کے درجات میں ترقی عطا فرمائے۔ اور ان کا سایہ ہدایہ ہمارے
 سرور پر قائم و دائم رہے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد اعجاز انجم لطیفی

مقام و پوسٹ ماڈلے پور
 وایا بارہ سوئی گھاٹ ضلع کٹیہار بہار

حضرت علامہ مولانا الحاج
محمد سبحان رضا خاں صاحب
سبحانی میان قبلہ مدظلہ العالی

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ حامدیہ نوریہ رحمانیہ سوداگران بریلی شریف

فقیر نے مکرّمی حضرت مولانا اعجاز انجم صاحب لطیفی زید مجیدہ مدرس مرکز
اہلسنت دارالعلوم منظر اسلام کی تالیف لطیف بنام "عقائد علماء دیوبند کا
انکشاف" مطالعہ کی ما شا اللہ تعالیٰ احقاق حق و ابطال باطل میں بہت
کامیابی تالیف ہے۔ اپنے مذہب و مسلک کے اظہار اور اہل باطل دیوبند
وہابیہ کے رد و انکار میں مولانا نے جو کاوش کی ہے وہ لائق تحسین ہے۔
اہل باطل کے سامنے ایک آئینہ دکھ دیا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو اور اپنے
باطل مذہب کو دیکھیں گے یا پھر انہیں کا جوتا اور انہیں کا سر ہے جس کی ضرب
کی شدت وہ ہمیشہ محسوس کریں گے۔ مولیٰ تعالیٰ مسلک اہل سنت کی تائید اور
میرے جد کریم مجدد دین و ملت امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں اٹھے ہوئے مولانا محترم کے قلم کو دارین میں
سرفرازی بخشے اور ان کی اس قلمی خدمت دینی کو مقبول علوم و خواص فرما
اپنے مذہب مہذب کی تائید و اہل باطل کی تردید میں مزید تصنیف
و تالیف کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین آمین یا رب العالمین بجاہ النبی
الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

افقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی
خادم و سجادہ خانقاہ رضویہ رحمانیہ بریلی شریف
۱۹ ربیع النور شریف ۱۴۱۹ھ

تقریب علی

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق قادری
صدر مفتی دارالافتاء مرکز اہل سنت منظر اسلام سوداگران بریلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۝ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ
زَهُوًّا قَاہً۔ گرامی وقار قارئین کرام! کہنے والے نے کتنی سچی اور اچھی بات کہی ہے کہ :
ہر گلے راز نگ و بوسے دیگر است

اسی حقیقت کے پیش نظر خطیب ملت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت

مناظر اہل سنت حضرت علامہ محمد اعجاز انجم لطیفی صاحب مدرس مرکز اہل سنت دارالعلوم منظر اسلام
بریلی شریف ایک باصلاحیت مدرس قادر الکلام خطیب اور ایک صاحب قلم عالم دین ہیں۔ حضرت
مولانا موصوف ملک کے مختلف جرائد و رسائل سے اپنی پیچیدہ و بے باک تحریرات کے ذریعہ
تخریج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ بالخصوص مرکزی ماہنامہ (رسالہ اعلیٰ حضرت) میں آپ کی تحریرات
کسی نہ کسی عنوان سے منصفہ شہور پر آتی رہتی ہیں۔ اور علامہ موصوف ان تحریرات کے ذریعہ
ملک و بیرون ملک سے داد و تحسین حاصل کرتے رہتے ہیں۔ حضرت علامہ موصوف کی تحریر
احقاق حق اور الباطل باطل کی آئینہ دار ہوتی ہے اور پرمغز اور دلائل و براہین سے آراستہ
کہ مخالفین کو دم مارنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ قارئین کرام! زیر مطالعہ کتاب مستطاب
بنام عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف، حضرت علامہ موصوف کا ایک عظیم قلمی شاہکار ہے۔
جو اتفاقی طور پر وجود پذیر ہوا ہے۔ اگر وہ اتفاق نہ ہوتا تو شاید یہ پُر دلائل و یا حوالہ کتاب
منظر عام پر نہ آتی۔ کتاب کے منظر عام پر آنے کا سبب خود صاحب کتاب علامہ موصوف نے پیش کش کی سرحد
تحت نہایت شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے۔ جو حقیقت و صداقت کا غماز ہے۔
حقیقت اور صدقہ حقیقت ہے کہ فرقیات باطلہ بالخصوص دیوبندیوں
وہابیوں کے مقابل اہل سنت کا ہر عالم بفضلہ تعالیٰ و بکرم حبیبہ الہی منظر ہے زمانہ جاننا
ہے کہ جس علاقہ میں حبیب بھی دیا بیوں دیوبندیوں نے سراپا بھارا اور اپنی جہالت و بے دینی

کی آواز بلند کی۔ اللہ رب العزت نے اسی علاقہ میں بلا تاخیر کسی نہ کسی عالم اہل سنت کو ان کی سرکوبی کے لئے اُن کے مقابل کھڑا کر دیا۔ یہ بات میں نے تنزل الاعراض لکھی ہے ورنہ بلا مبالغہ عرض کر رہا ہوں کہ اہل سنت کے علماء کی شان علمی تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے اُن کے تلامذہ ان کے مدارس کے طلبہ کا علمی وقاریہ ہے کہ مدارس اہل سنت کے طلبہ کے سامنے اہل باطل و یا بتہ و ہابیت آنے کی جرأت نہیں کر سکتے : ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء مناظرہ کرنے کی دھمکیاں دینا۔ لایعنی اعتراضات کرنا۔ عوام کو گمراہ کرنے کے لئے بے ثبوت و بلا دلیل باتیں کرنا یہ آج کے دیوبندیوں و ہابیوں کو اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا ہے۔ مناظرہ کرنے کی تو اُن کے پُرکھوں کو جرأت نہ ہو سکی تو آج کے یہ نادان دوست اہل سنت کے سامنے آنے کی کیا ہمت کر سکتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ گیدڑ کی جیب موت آتی ہے تو وہ آبادی کی طرف بھاگتا ہے مثال صادق آئی اور اس علاقہ کے دیوبندیوں و ہابیوں نے سر اُبھارا عقائد حقہ اہل سنت کے خلاف باتیں کیں۔ اپنی نجس ناپاک تقاریر کے ذریعہ امام اہل سنت مجدد دین و ملت سیدنا علی حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کے دامن عزت و وقار پر بیہودگی کی کیچڑ اچھالی اور بریلی شریف کی جانب بد نگاہی سے دیکھا۔ بس کیا ہوا کہ فوراً پکڑے گئے اور حضرت مناظر اہل سنت علامہ اعجاز انجم لطیفی صاحب کے آہنی پنجوں کے شکار ہو گئے۔ علامہ موصوف نے ایسے شکبہ میں پھانسل دیا کہ اب مرتے دم تک دیوبندیوں و ہابیوں کا اس شکبہ سے نکلنا غیر ممکن ہے۔ یہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کی طرف بد نگاہی سے دیکھنے کا نتیجہ ہے کہ مذہب و ہابیت ہمیشہ سسکتی رہے گی۔

حضرت علامہ موصوف کی کتاب لاجواب حوالہ جات کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ کوئی دیوبندی و ہابی اگر انصاف پسندی پر آیا تو وہ کتاب میں درج شدہ حوالوں کو خود دیوبندیوں و ہابیوں کی کتابوں سے مطابقت کر سکتا ہے اور

دیکھ سکتا ہے کہ اہل سنت بحمدہ تعالیٰ غلط بیانی و بے سرو پا باتوں کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے دکھانا۔ علماء اہل سنت کا طرہ امتیاز ہے۔ اور یہی ہمارے محترم خطیب الہند مناظر اہل سنت علامہ اعجاز انجم لطیفی صاحب نے کر کے دکھایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بیان کی تصدیق قارئین کرام مطالعہ کتاب کے بعد ضرور فرمادیں گے۔ مولیٰ تعالیٰ علامہ موصوف و محمد وح کو اس دینی کارنامہ کی بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے اور وہ عوام جو کسی بھی سبب سے دیوبندیت و مابیت سے متاثر ہیں۔ انہیں قبول حق کی توفیق ہو۔
آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

فقیر قادری محمد فاروقی خدام الافتار
دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف

از قلم: حضرت علامہ مولانا محمّد النور علی صاحبہ

ایم۔ اے۔ مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام سوڈان

بریلی شریف

تازہ ترین

محب گرامی فاضل نوجواں ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا محمد عجاز انجم لطیفی
کی یہ تازہ ترین کتاب "عقائد علماء دیوبند کا انکشاف" میری نظر سے گزری
اس کتاب میں انہوں نے علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ کو مدلل و واضح طور پر
بیان کیا ہے اور ان عقائد باطلہ کو انہیں کے اکابر کی تحریر کردہ کتابوں
کے حوالوں سے ثابت کیا ہے۔ صاحب عقل و دانش اور منصف مزاج ایسے
گندے باطل عقائد کو سن کر یقیناً بغیر لاجل پڑھے اور لعنت بھیجے ہوئے
نہیں رہ سکتا۔ لہذا ہر مسلمان پر ہر آن لازم ہے کہ ایسے بد عقیدہ لوگوں
ہمیشہ دور و نفور رہے۔ اور اپنے اہل و عیال و متعلقین کو بھی ان کی صحبت
سے بچائے۔

مولانا موصوف ایک باصلاحیت مدرس ہونے کیساتھ بہترین قلم کار
اور مضمون نگار ہیں۔ عربی فارسی، اردو، ہندی اور انگلش زبان سے واقف
ہیں اسی لئے آپ کی تحریریں عوام و خواص علماء و ادباء و عظام میں و فوری شوق اور
کمال فکر کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ آپ کے مضامین و مقالات دنیا سے
سنیت میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ زبان و بیان سے آشنا ہیں۔
اور میدان صحافت و خطابت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مولانا موصوف نے
جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی سے فاضل درس نظامی، فاضل دینیات
الہ آباد پورٹ، فاضل پرکشین مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ بہار، ادیب کامل معلم،
اردو علی گڑھ، ڈی، ایم۔ پی بریلی کالج بریلی، ایم۔ اے اردو و ہیلکھنڈ،

یونیورسٹی بریلی، پی۔ ایچ۔ ڈی بہاؤ الدین نورسٹی مظفر پور بہار، عربک بائی ریڈیو مصر
کی ڈگریاں حاصل کیں اور ماہنامہ اعلیٰ حضرت ڈائجسٹ کے مدیر بھی ہیں اور
مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کی عظیم درسگاہ کے مسند تدریس
پر فائز ہیں۔

اس کتاب کے ذریعہ عقائد و ہابیہ دیوبندیہ کے اصلی چہرے کی نقاب
کشائی کی گئی ہے کہ وہابیت کی بنیادیں واقعی دروغ بیانی اور بہتان
تراشی اور رسول دشمنی پر کھڑی کی گئی ہیں۔۔۔۔۔ وقت کی سخت ضرورت
اور اسلامی دینی حیثیت نے آواز دی اور مناظر اہل سنت حضرت علامہ اعجاز نجم
صاحب لطیفی ایک مرد مجاہد کی طرح قلم کی تلوار لیکر میدان میں کود پڑے اور
اردو زبان میں ایک حقائق بیان مدلل کتاب ”بنام عقائد علماء دیوبند
کا انکشاف“ تصنیف فرمائی۔ ہم ان سے گزارش کریں گے کہ تصنیف
و تالیف کے میدان میں رہ کر اپنے زور قلم سے قوم مسلم کی صحیح رہنمائی
فرماتے رہیں اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔

دیکھنے میں یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر افادیت میں کہیں زیادہ۔ صاحب
سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خان صاحب قبلہ اور قادر الکلام
حضرت علامہ مولانا محمد فاروق صاحب مدنی مفتی مرکزی دارالافتار بریلی نے اس پر دعائیہ کلمات
اور تقریظ تحریر فرمائیں جو کتاب کے وزن و وقار میں اضافہ کر رہی ہیں۔
مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے و طفیل اس کتاب کو شرف
قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

فقیر نوری عبید المصطفیٰ محمد نوری علی رضوی نانی پور وی

ایم۔ اے۔ مدرس جامعہ منظر اسلام بریلی شریف۔ یو پی

پیش کشا

نہ تم صدے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں !!

مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام سو ڈاگراں بریلی شریف سے احقر
(محمد اعجاز انجم لطیفی) بقرعید کی تعطیل میں اپنے گھر بمقام مادھے پور ضلع کٹیہار
پہنچا۔ تعطیل میں مدارس اسلامیہ میں زیر تعلیم طلبہ بھی اپنے اپنے گھر آئے ہوئے
تھے۔ موقع غنیمت بجاں کر میرے چچا محترم جناب حبیب ڈیلر صاحب اور ان کے
برادران نے اپنے دروازے پر ۱۰ اپریل ۱۹۹۵ء کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا پروگرام رکھا مجمع عام کو خطابت کرنے کے لئے انہوں نے احقر کو دعوت دی۔
احقر کے علاوہ طلبہ بھی شریک بزم تھے۔ طلبہ نے یکے بعد دیگرے نعت
و منقبت کے اشعار پڑھے پھر افتتاحی تقریر بھی کی آخر میں راقم الحروف نے
میلاد مصطفیٰ اور علم غیب کے موضوع پر ایک بصیرت افروز تقریر احادیث کی
روشنی میں کی۔ جس سے عوام کے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی لغزہ سنجیدہ اور لغزہ
رسالت کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اثناء تقریر احقر نے کہا کہ کفار و مشرکین
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو دیکھ کر ایمان لایا کرتے تھے
لیکن آج اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے روزہ نماز کی تبلیغ کرنے والے
دلو بند کی و ہابی تبلیغی لوگ نبی کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ اس پر احقر نے
کہا کہ اگر علماء دلو بند کے باطل عقائد کو عوام الناس پر ظاہر کیا جائے تو انہیں
کے عقیدہ مند جوان کے نام ترز ویر میں اچھنسنے ہیں اور انہیں فرشتہ
صفت تصور کرتے ہیں وہی لوگ ان کے منہ پر جوتے اور طماچے رسید

کرتے نظر آئیں گے۔ یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد تقریباً اربعے شب
جلسہ صلوٰۃ و سلام پر ختم ہوا۔ فاتحہ کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی۔

پانی وہیں مڑتا ہے جہاں گڑھا ہوتا ہے

اس مقولے کے عین مطابق فدایان دیوبند و شیدائیان سہارن پور
کے پیٹ میں درد شروع ہو گیا۔ میرے خلاف اپنے لوگوں کو بھڑکانا شروع
کیا۔ میری زبان کھینچنے اور مارنے کی دھمکی دی جانے لگیں۔ میرے محبوبین نے
بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا جب مجھے مرعوب کرنے کی ساری سازشیں ناکام
ہو گئیں تو دوسرے دن ان نام نہاد مولویوں نے اپنے حواریوں کی مشنگ
کمر کے میری تقریر کے رد میں جو انی تقریر کا اعلان کیا۔ اپنی برادری میں
کافی وقت وراپٹیا شام کو جب ان لوگوں کے اپنے پیشوا اور مقتدا کی روشنی
کے مطابق ایران و توران کا رنگ چھڑا اپنے آپ سنگیں مارنے لگے۔ بقرہ و سقر ادا کر کے اپنے
مقابل میں راقم الحروف کو بے علم و جاہل، یتیم العقل و غیرہ کہنا شروع کیا تو میں
نے ان کی لاف زنی کو ریکارڈ کرنے کے لئے اپنے لوگوں کو ٹھیک ریکارڈ
لے کر ان کے جلسے میں بھیج دیا تاکہ ان نام نہاد مولویوں کے بیان کردہ
تضادات کو عوام کے سامنے وقت ضرورت پیش کیا جاسکے جس اتفاق
کھتے کہ اسی دن شام کو حضرت مولانا امام اختر نواری صاحب قبلہ صدر المدین
الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملک پور ضلع کٹیہار میرے غریب خانے پر ایک
تقریب سعید کی دعوت دینے آئے تھے۔ وہ واپس جا رہے تھے میں نے
ان کو بالقصد روکا۔ انہوں نے بھی ان کی واہی تباہی سنی۔ کم سخنوں نے
ان پر بھی کچھ چھینٹا کشی کی مجھے تو ان نام نہاد مولویوں نے دریدہ دہنی کے
ساتھ برا بھلا کہا۔ دل کھول کر گالیاں دیں۔ جس کی مجھے کوئی پروا نہیں۔

کیونکہ جن کا شعار نبی، رسول، ولی وغیرہ کو گالی دینا ہو، وہ اگر مجھ احقر کو گالی دیں تو اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے؛ لیکن ان نام نہاد مولویوں نے مجھ پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان لوگوں نے پیشوائے اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات پر بہتان تراشی کی۔ ان کی علمی شخصیت کو مجروح کرنے کی۔ ناکام کوشش کی۔

ان سب کے سر عنہ مولوی منظور نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو اپنے حواریوں کے سامنے رسوا کرنے کی تمہید اس طرح گانتھی۔

اس نے کہا کہ بریلوی حضرات احمد رضا کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں لفظ اعلیٰ، پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کچھ دنوں قبل وزیر اعلیٰ لاہور ساد تھا۔ اس نے اپنے دورہ حکومت میں اعلیٰ گھٹالہ کیا۔ چارہ گھٹالہ وغیرہ۔ اسی طرح ان کے اعلیٰ حضرت احمد رضا ہیں۔ میں ان کا سی۔ بی۔ آئی ہوں ان کے اعلیٰ حضرت نے بھی گھٹالہ کیا ہے۔ گھٹالے کی مثال اس کم عقل بے علم نے دی کہ اعلیٰ حضرت نے ایک سلام لکھا ہے اور وہ سلام اپنے بیٹے پر لکھا ہے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

صرف اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے خود ساختہ سی۔ بی۔ آئی نے جو وضاحت کی ہے یقیناً وہ اس کی سقاہت اور جہالت پر دال ہے۔ اس کی جہالت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اسے دو کا پہاڑ یا دینیں جوڑ، گھٹاؤ کا حساب یاد نہیں۔ لاعلمی کی حد تو یہ ہے کہ اسے یہ نہیں معلوم کہ سال میں کتنے دن ہوتے ہیں۔ اس خود ساختہ سی۔ بی۔ آئی نے اپنی

تقریب میں کہا کہ سال میں ۳۶۰ دن ہوتے ہیں اس بے علم نے کہا کہ احمد رضا کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام حامد رضا دوسرے کا نام مصطفیٰ رضا تھا اور مصطفیٰ رضا کی مال کا نام رحمت ہے۔

نام نہاد مولوی نے "مصطفیٰ جان رحمت" کی بے بنیاد اور غلط توضیح کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی بھرپور کوشش کی "مصطفیٰ جان رحمت" سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی جامع تعریف ہے کہ آج تک کسی شاعر نے ایسی تعریف نہیں کی۔ سرکارِ دو جہاں کو شعرا کرام نے رحمتِ عام رحمت کو نہیں جیسے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔ لیکن "جان رحمت" تو صرف اور صرف عاشقِ صادق فاضلِ بریلوی نے کہا ہے۔ اب رہا سوال علیٰ حضرت کی بیوی کا نام۔ تو ان کا نام رحمت نہیں بلکہ ارشادِ بیکیم ہے "حیاتِ علیہ حضرت" میں خاندان کا پورا شجرہ نسب مذکور ہے

میں نام نہاد مولوی سے پوچھنا چاہوں گا کہ آیا تم نے پورا اسلام پڑھا ہے یا کسی اندھے کا قول نقل کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلام مذکور دنیا کے شاعری میں ایک اچھوتا سلام ہے جو فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے۔ ایسا سلام کہ جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے ایک ایک عضو کی تعریف ہو اور ان کے اوصاف حمیدہ و خصائل مبارکہ کا ذکر ہو۔ آج تک منصفہ شہود پر نہیں آیا ہے یہ صرف اعلیٰ حضرت کے عشقِ رسول کی بات ہے کہ انہوں نے ایسا انوکھا پیارا سلام پیش کیا کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ جہاں پر اس سلام کو اینٹوں نے سراہا ہے وہیں پر غیروں نے بھی ہر ملا اعتراف کیا ہے کہ "احمد رضا نے سلام والہانہ و عاشقانہ لکھ کر اپنی بخشش کا سامان مہیا کر لیا ہے"۔ (حاشیہ نگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

سلام والہانہ بہت ہی طویل اور بے عدیل ہے۔ تقریباً ایک سو ستر اشعار پر مشتمل ہے جس میں انہوں نے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر بعد میں علی الترتیب صحابہ، اہلبیت، ائمہ عظام اور پیامبر اکرم، مؤمنین و مومنات پر سلام لکھا ہے۔ آخر میں فاضل بریلوی نے لکھا ہے۔

ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام
مذکورہ سلام پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ ”احمد رضا
زبان سے ایک بار سلام پیش کرتا ہے لیکن تحریر میں اس ایک بار
کو لاکھوں سلام سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ گھٹالہ نہیں تو اور کیا ہے۔
اس نام نہاد مولوی سے کوئی پوچھے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی
کو ایک ہی بار میں لفظ تین سے تین طلاقیں دیں تو بیوی پر کسی
طلاقیں واقع ہوں گی۔؟ اسی طرح سے حدیث و فقہ کی کتابوں
میں جا بجا الف الف مرة کا لفظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا کیا مطلب
ہے؟

ہر عقل و دانش بباہر گریست
کھسیانی بلی کھمبالوچے
اس مقولے کے مصداق ان نام
نہاد مولویوں نے اپنی اپنی تقریر
میں ایسی باتیں کہہ ڈالیں کہ اس سے ان ہی لوگوں پر کھڑا فتویٰ عائد

۱۔ اس بات کی روایت مجھ سے خواجہ حکیم و فن حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب نے اس طرح کی کہ ”وہ ایک
بار ٹرین میں سفر کر رہے تھے حسن اتفاق سے اس ڈبے میں دیوبند و سہارنپور کے طلبہ بھی تھے صبح کے وقت

ہو تلہ ذیل میں ان کی تقریر کے چند جملے پیش کرتا ہوں جو ٹیپ شدہ ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

(۱) ہم دیوبندی، آقائے دو جہاں کی نسل سے ہیں۔ تم

(بریلوی) ابو جہل کی نسل سے ہو۔

آقائے دو جہاں کی نسل کے صرف سادات کرام ہیں غیر سادات کو
سرکار دو جہاں کی نسل بتانا کیسا ہے؟ جب کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ
من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنہ اللہ والملتکۃ والناس اجمعین ؎ دوسری روایت
میں ہے من ادعی الی غیر ابیہ فالجنتہ علیہ حرام ؎ مذکورہ احادیث کی روشنی میں
مسئلہ علماء دیوبند سے دریافت کریں جو حکم عائد ہو اس پر عمل کریں۔

(۲) فاتحہ کی شیرینی اہل نصاب کے لئے کھانا حرام ہے۔

حرام ہے حرام ہے۔

فاتحہ کی شیرینی جو صدقہ واجبہ بھی نہیں ہے آخر اس میں وہ کونسی
ایسی چیز شامل ہو جاتی ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، شیرینی خواہ مٹھائی
ہو یا علوہ یا کوئی اور دوسری میٹھی چیز جس کو آدمی روزمرہ استعمال کرتا ہے

مصلطہ جان رحمت پر لاکھوں سلام، کی آواز ان کو سنائی دی انہوں نے جھانک کر دیکھا تو کچھ طبلہ کوہی
والہانہ سلام پڑھتے ہوئے پایا۔ وہ ان کے قریب جا کر بیٹھ گئے اور ان خود ان سے بات چیت
شروع کر دی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ دیوبند سپہان پور کے طالب علم ہیں۔ آپ نے مزید
دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے آپ لوگ سلام پڑھ رہے تھے کیا بتا سکتے ہیں کہ یہ کس کا لکھا
ہو اسلام ہے ان لوگوں نے منہ بکاڑتے ہوئے کہا کہ یہ سلام احمد رضا کا لکھا ہوا ہے جو نہایت عمدہ ہے
ہمارے اساتذہ فرمایا کرتے ہیں کہ احمد رضا گریحہ بدعتی ہو گئے ہیں لیکن اگر ان کی بخشش ہوگی تو اسی سلام والہانہ

مٹھائی اور حلوہ کے تمام اجزاء ترکیبی حلال جس مصلے پر یا جس جگہ رکھ کر فاتحہ دی جاتی ہے وہ جگہ پاک و صاف آخر وہ کونسی چیز شامل ہو گئی کہ جس سے اس کا کھانا حرام ہو گیا۔ سوائے اس کے کہ اس پر قرآن کی سورتیں پڑھی جاتی ہیں اور اس میں نبی، رسول، اولیاء اور مؤمنین و مؤمنات کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ کیا اس کے حرام ہونے کی یہی وجہ ہے ؟ جواب دیں۔

(۳۱) تین مسجدوں کے علاوہ سفر کرنا حرام ہے۔

اگر فی الواقع حدیث کا یہی مفہوم ہے جیسا کہ ان نام نہاد مولویوں نے سمجھا ہے۔ یا شریعت مطہرہ کا یہی حکم ہے تو سب سے پہلے حرام کا ارتکاب دیوبندی لوگ ہی کرتے ہیں اور حرام کا یہی کثرت سے کرتے ہیں۔ کیونکہ ہندو بیرون ہند اجتماع میں شریک ہونے کے لئے انہیں کے برادران اکثر سفر کرتے رہتے ہیں۔ آیا وہ لوگ حرام کاری کرتے ہیں۔ یا کارِ ثواب کی نیت سے سفر کرتے ہیں ؟ جواب دیں۔

(۳۲) تبلیغی جماعت والوں کا گھر بار مسجد ہے۔

مسجد تو صرف خدا کا گھر ہے اور وہ عبادت کے لئے وقف ہے غیر متکلف کو اس میں کھانا، پینا، سونا اور دیگر دنیاوی امور انجام دینا حرام ہے۔ لیکن اس کو گھر بار کہہ کر مسجد کو گھر جیسا برتنا یعنی اس میں کھانا پکانا دسترخوان بچانا، ہمبستر ہونا اور دنیاوی امور کی انجام دہی روا سمجھنا عند الشریع کیسا ہے ؟ کیوں کہ ”گھر بار“ کے لفظ سے صاف واضح ہے تبلیغی جماعت والے مسجد کو اپنا گھر تصور کرتے ہیں۔ اور جو شخص

کی بنیاد پر ہوگی۔ اس پر کہنے والوں نے کہا کہ: الفصل ما شهدت به الاعلاء۔

مسجد کو اپنا گھر تصور کرے۔ یا گھر بار کہے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔ دیوبند کے دارالافتاء سے رجوع کریں۔

(۵) مردود، نالائق، جوتاخور، ایسے الفاظ سے مومن

کو گالی دینا فسق و کفر ہے۔

نام نہاد مولویوں کے فتوے کی زد میں وہ اپنے آپ ہی کافر ہو گئے کیوں کہ ان میں سے اکثر نے دورانِ تقریر راقم الحروف نیز علماء اہلسنت کو مردود، نالائق، جوتاخور، کمینہ اور اعلیٰ طرح کے ذلت آمیز الفاظ سے گالیاں دی ہیں۔

اس کے علاوہ اور بہت سے جملے ہیں طوالت سے بحث کے لئے انہیں چند جملوں پر اکتفا کرتا ہوں کیوں کہ سو کفر یا ایک کفر بکثرت یا کفر نادونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ یعنی وہ انسان شریعت کی روشنی میں کافر ہو جاتا ہے۔ خود پھنسنے پھندے میں بلبل کیا نطا صیاد کی

فدایانِ دیوبند و شیدائیانِ سہارنپور کی بے ہودہ گوئی۔ الزام تراشی اور کفریات کی نشاندہی کرنے اور عوام کو علماء دیوبند کے عقائدِ باطلہ سے آگاہ و روشناس کرانے کے لئے راقم الحروف نے ۱۸ اپریل ۱۹۹۸ء کو ایک جلسے عام کا پروگرام رکھا جس میں حضرت علامہ مولانا رحمت حسین صاحب کلیدی سربراہ اعلیٰ تنظیم المسلمین بالسی پور نیہ۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب قبلہ مدرس تنظیم المسلمین بالسی، حضرت علامہ مولانا امام اختر نوری صاحب قبلہ صدر المدرسین الجامعة النظامیہ فیض العلوم ملک پور کٹیہار، حضرت مولانا مختار عالم اشرفی صاحب قبلہ، نائب صدر المدرسین الجامعة النظامیہ فیض العلوم حضرت علامہ اعجاز اصغر نوری صاحب قبلہ تیلتا سیہ پور کو میں نے دعوت دی۔ بحمدہ تعالیٰ میری آواز پر بھی حضرات تشریف لائے اور سب نے عقائدِ باطلہ

کی تردید میں تقریریں کیں اور ساتھ ہی ساتھ مذہب اہل سنت کو قرآن و احادیث سے ثابت کیا۔ جلسہ نہایت کامیاب ہوا۔ آخر میں راقم الحروف نے علماء دیوبند کے عقائد باطلہ کا انکشاف کیا اور اعلان عام کر دیا کہ اگر کسی نے مذکورہ عقائد کو اسلامی عقائد ثابت کر دیا یا درج شدہ حوالہ جات کو غلط یا جعلی ہونا ثابت کر دیا تو میں ان کو اپنی جیب خاص سے پچپن ہزار روپے نقد انعام دوں گا۔ اعلان عام کے بعد بھی کوئی سُرور ماسوائے نہیں آیا۔ عوام میں اپنے آپ کو شیر بر کھلانے والے چوہوں کی طرح بل میں گھس گئے۔

کیا دے جس پہ حمایت کا ہو نتیجہ شیر
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتابت شیر

در سے کی چھٹی ختم ہو گئی تھی۔ میری واپسی کا ریزرویشن ۲۲ اپریل ۱۹۸۸ء کا بنا ہوا تھا۔ میں نے اپنے لوگوں سے تاکید کیا کہ اگر وہ لوگ مناظرہ کرنے پر راضی ہو جائیں تو مجھے اطلاع کر دیں۔ تا دم تحریر کوئی اطلاع نہیں آئی۔ اس لئے میں نے سوچا کہ علماء دیوبند کے عقائد کو جو ان کی کتابوں میں درج ہیں (جن عقائد کو پڑھنے کے بعد فاضل دیوبند جناب مولوی عامر عثمانی، ایڈیٹر ماہنامہ تجلی دیوبند نے لکھا ہے کہ ”تقویۃ الایمان، فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ، ہشتی زیور، حفظ الایمان، جیسی کتابوں کو چورس ہے پھر رکھ کر آگ لگا دی جائے اور قرآن اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں) ان عقائد کو کتاب کی صورت میں شائع کر دیا جائے تاکہ عقائد دیوبند سے عوام کو مکمل طور سے واقفیت ہو جائے اور یہ جو عوام میں مشہور کیا گیا ہے کہ علماء دیوبند کا ہرگز ایسا عقیدہ نہیں ہے اور

نہی کوئی ایسی کتاب ہے جس میں یہ کفریات مندرج ہیں۔ یہ علماء دیوبند
پر بریلوی علماء کا الزام ہے۔

مذکورہ ڈھٹائی اور افتراء کا علم تو مجھے تھا ہی لیکن مزید یقین اس
وقت ہوا کہ جب جناب جمال تیلی ساکن ماوے پور سے پیدا شدہ حالات
کے بعد گفتگو ہوئی۔ موصوف بہت ہی سیدھے اور سبھولے سہلے انسان
ہیں۔ وہ بھی انہیں نام نہاد مولویوں کے دام تزدیر میں پھنسنے ہوئے ہیں
انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کے والد مجھ سے محبت و انسیت رکھا
کرتے تھے اور برابر آیا جایا کرتے تھے مگر آپ میرے گھر تشریف
نہیں لاتے ہیں۔ میں نے جواباً کہا کہ آپ دیوبندیت کی اشاعت کرتے
ہیں۔ اس لئے میں نے قطع تعلق کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ”دیوبندی
بریلوی میں آخر کیا فرق ہے؟ مجھے ذرا تفصیل سے بتائیے۔ میں نے ان
کے سامنے علماء دیوبند کے عقائد باطلہ کو بیان کیا۔ عقائد باطلہ سنتے ہی
وہ ان لوگوں پر لعنت اور لائحول پڑھنے لگے لیکن آخر میں انہوں نے
بھی یہی کہا کہ یہ عقائد باطلہ ان کے نہیں ہیں کیوں کہ ایسا عقیدہ جو بھی انسان
رکھے گا وہ کافر و مرتد ہو جائے گا۔ ایسا ہی منظر یہ عام پڑھے لکھے
انسانوں کا بھی ہے۔

لہذا: اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے میں نے علمائے
دیوبند کے عقائد باطلہ کو مع حوالہ کتب و عنوان میں تقسیم کیا ہے۔
پہلا عنوان ”اللہ اور اللہ کے رسول سے علمائے دیوبند کی بدعتیں“
دوسرا عنوان ”اکابر دیوبند سے علمائے دیوبند کی خوش عقیدگی“
اس کے بعد میں نے فاضل دیوبند مولوی عامر عثمانی ایڈیٹر ماہنامہ تجلی
دیوبند کا وہ بے لاگ تبصرہ جو انہوں نے حضرت علامہ ارشد القادر علی صاحب

قبلہ کی کتاب ”زلزلہ“ پر لکھا ہے اسے آخر میں شامل کر دیا ہے۔
میری یہ کوشش صرف اور صرف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کیلئے ہے
ہے۔ اللہ تعالیٰ عوام کو بہتر سمجھ عطا فرمائے۔ حق و ناحق میں امتیاز کرنے کی توفیق
رفیقِ بخششے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد عجاز انجم لطیف

مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام سوڈا گران بریلی شریف
۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۹۸ء بروز پیر

WWW.NAFSEISLAM.COM

THE NATURAL PHILOSOPHY

OF QUR'AN AND HADIS

انتباہ

کتاب میں مذکورہ حوالہ جات اور صفحات کے بارے میں یہ بتا دینا
اور واضح کر دینا نہایت ضروری ہے کہ جن کتابوں سے حوالہ اخذ کیا
گیا ہے وہ کتابیں مختلف مطبع، مکتبہ سے بار بار چھپتی رہتی ہیں، سائز
میں بھی فرق یعنی چھوٹا بڑا ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے درج شدہ صفحات
میں فرق ہونا ممکن ہے۔

لیکن حوالہ سو فیصد درست ہے کسی بھی حوالہ کو غلط ثابت
کرنے پر یحییٰ بن سو روپے کا نقد النعام ہے۔

اللہ اور اللہ کے رسول سے

عقیدہ نمبر ۱

عقیدہ نمبر ۱

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا علم غیب تو بیچوں، پاکلوں اور جانوروں و دیگر رذائل کو بھی حاصل ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید

صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب

ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے

ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمع حیوانات و بہائم

کے لئے بھی حاصل ہے کتاب حفظ الایمان صفحہ ۸ مصنفہ سردار بابیہ

مولوی اشرف علی تھانوی ۔

عقیدہ نمبر ۲ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم شیطان لعین کو ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم

محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس، فاسدہ

سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک

الموت کو یہ وسعت نفس سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی

نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے

کتاب براہین قاطعہ صفحہ ۵۵ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ رشید احمد گنگوہی

عقیدہ نمبر ۳

اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو
بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے

”اگر بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی
میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ کتاب تحذیر الناس صفحہ ۲۸، مصنف مولوی قاسم
نانوتوی بانی مدرستہ دیوبند۔

عقیدہ نمبر ۴

اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے حوالہ ملاحظہ کیجئے :

والف ”لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد“ ترجمہ
ہم نہیں ملتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہے۔ ”رسالہ بکر وزہ صفحہ
۱۷، مصنف امام الوہاب بیہ اسماعیل دہلوی (ب) امکان کذب کا مسئلہ
تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہو رہا ہے کہ خلف و عید
آیا جائز ہے کہ نہیں، ”برائین قاطعہ صفحہ ۶، مصنف خلیل احمد انیسوی۔

عقیدہ نمبر ۵

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیثیت عام انسانوں سے
بھی کمتر ہے حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا (نبی ہوا ولی) وہ اللہ کی شان کے
آگے چارے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۱۳ مصنف
امام الوہاب بیہ اسماعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر ۶

انبیاء اولیاء ذرۃ ناجیز سے بھی کمتر ہیں حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء
اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۃ ناجیز سے بھی کمتر ہیں۔ کتاب تقویۃ الایمان
صفحہ ۳۸ مصنف امام الوہاب بیہ اسماعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر ۷

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات النبی نہیں بلکہ مرگ مٹی میں
مل گئے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۵۳ مصنفہ امام الوہاب بن اسماعیل دہلوی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قوم کے چودھری اور گاؤں کے زمیندار جیسے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

عقیدہ نمبر ۸

”جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوا ان

مسنوں کو ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے“ تقویۃ الایمان صفحہ ۵۵۔

اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم نہیں البتہ وہ اگر چاہے تو دریافت کر سکتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

عقیدہ نمبر ۹

”سوا اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جیت

چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے“ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۸۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہئے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

عقیدہ نمبر ۱۰

”انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی

ہے سوا اس کی بڑے بھائی کی سنی تعظیم کیجئے۔ تقویۃ الایمان ۵۲۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا علم غیب ماننا بھی شرک ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

عقیدہ نمبر ۱۱

”لمخصافنا وی رشیدیہ صفحہ ۴۳، تقویۃ الایمان صفحہ ۲۳، ۵۰۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر اور بھی کر وڑوں پیدا ہونا ممکن ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

عقیدہ نمبر ۱۲

”اس شہنشاہ کی تو بیٹا ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے

چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبریل اور محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے“ تقویۃ الایمان صفحہ ۲۶۔

ناز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال لانا اپنے

عقیدہ نمبر ۱۳

گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوبنے سے بھی بدتر ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”زنا کے و سو سے اپنی بیوی کی جماعت کا خیال بہتر ہے۔ اور
 شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں خواہ جناب رسالت اکبر ہی ہوں
 اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے
 سے بڑا ہے۔“ صراطِ مستقیم صفحہ ۹۵ مصنف امام الوہاب سیہ
 اسماعیل دھلوی۔

عقیدہ نمبر ۱۴ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد کرنا اور قیام
 تعظیم کرنا اسلام کیلئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے۔ مثل کنھیا
 کے جنم کے ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”برائین قاطعہ صفحہ ۱۵۲۔“
عقیدہ نمبر ۱۵ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام
 و اولیاء کرام سے مدد مانگنا شرک ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”ملخصاً، فتاویٰ رشیدیہ ۹۱، تقویۃ الایمان صفحہ ۷، ۳، ۱۰، ۱۱۔“
عقیدہ نمبر ۱۶ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔
 حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں“
 براہین قاطعہ صفحہ ۷

عقیدہ نمبر ۱۷ اعمال میں امتی انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم
 میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل بسا اوقات بظاہر امتی مساوی
 ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔“ تحذیر الناس صفحہ ۵ مصنف مولوی قاسم
 نانوتوی۔

عقیدہ نمبر ۱۸

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ کہنا شرک ہے حوالہ
ملاحظہ فرمائیے :

”مختصاً فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر ۶۶، بہشتی زیور حصہ اول صفحہ ۳۴۔

عقیدہ نمبر ۱۹ | حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدرسہ دیوبند کے تعلق سے
اُردو بولنا آگئی حوالہ ملاحظہ کیجئے :

”ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے
تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی
آپ تو عربی میں فرمایا کہ جب سے علماء دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو
یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔“

(برائین قاطعہ صفحہ ۳۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی آخرت کا حال بھی معلوم
نہیں حوالہ ملاحظہ کیجئے :

عقیدہ نمبر ۲۰

”جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ

قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی

کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا، تقویۃ الایمان صفحہ ۲۳۔

وہابیوں کے نزدیک رام چندر اور لکھن اور کرشن نبی ہیں
جو ہندوؤں میں مشہور ہے۔ اسی طرح فارسیوں میں زرتشت

عقیدہ نمبر ۲۱

اور چین و جاپان والوں میں نفسیوس۔ اور بدھ و سقراط اور فیثاغورس یونانیوں
میں۔ مولوی وحید الزماں وہابی لکھتے ہیں۔

”ہم ان کی نبوت کا انکار نہیں کر سکتے۔ یہ انبیاء صلحاء تھے“ ہدایۃ اللمہدی صفحہ

وہابیوں کا مذہب ہے کہ مرد ایک وقت میں جتنی عورتوں سے
چاہے نکاح کر سکتا ہے اس کی حد نہیں کہ چار ہی ہو۔

عقیدہ نمبر ۲۲

”ظفر الراضی صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲، نواب صاحب (غیر مقلد کی عرف الجاوی ص ۱۱۵)

کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ اس کا کھانا جائز ہے
 (دلیل الطالب صفحہ ۴۱۳، مؤلف نواب صدیق حسن

عقیدہ نمبر ۲۳

خال، (و عرف الجاوی صفحہ ۲۴۴، مؤلف نواب حسن خاں،

علمائے دیوبند کے نزدیک قرآن مجید و حدیث پاک
 کے معنی و مفہام سمجھنے کے لئے عالم دین ہونا ضروری

عقیدہ نمبر ۲۴

نہیں۔ غیر عالم بھی قرآن و حدیث فہمی کی صلاحیت رکھتا ہے حوالہ ملاحظہ کریں:

”عوام الناس میں یہ مشہور کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے

اس کو بڑا علم چاہیے سو یہ بات غلط ہے۔ انتہی لمن خوا تقوتہ الا بالکمال“

دیوبندیوں کے نزدیک قرآن مجید و حدیث کی تعلیم
 دیتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

عقیدہ نمبر ۲۵

”حوالہ: ع۔ اغنہم اللہ ورسولہ من فضله۔ ترجمہ: انہیں

دولت مند کرو یا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔

تنبیہ: خوب یاد رہے اللہ اور اللہ کے رسول دونوں نے دولت مند

کیا ع۔ و تبری الاکمہ والابرص باذنی۔ ترجمہ: اے عیسیٰ تو

تندرست کرتا ہے اور زرا داندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم

سے۔ تنبیہ: یاد رکھنا اللہ کے حکم سے عیسیٰ علیہ السلام

تندرست کرتے ہیں۔

ع۔ ابری الاکمہ والابرص و احی الموتی

باذن اللہ۔ ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں مادر زاد

اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہوں اور مردے جلاتا ہوں

اللہ کے حکم سے۔

تذیبِ ما : یاد رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادر زاد
اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے
مردے جلاتے ہیں۔

اب مذکورہ آیتوں پر دیوبندیوں کے شہید اور علم بردار توحید مولوی اسماعیل
دہلوی کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے :

”روزِ ی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کر دینا ،
حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب
اللہ ہی کی شان ہے۔ اور کسی انبیاء و اولیاء بھوت پری کی یہ
شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اس سے مراد میں
مانگیں مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک
ہو جاتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو
خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قدرت
بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (انتہی ملخصاً)
(تقویۃ الایمان ص ۱۱ مطبع صدیقی دہلی)



عقل ہونی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور ہو گئیں
نا میرا



خوش عقیدہ کی اکابر دیوبند سے

عقیدہ نمبر ۱ | علامہ دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی
مرنی خلائق ہیں۔ جو رب العالمین کے ہم معنی ہے۔

حوالہ ملاحظہ کیجئے :
خدا ان کا مرنے والے مرنے والے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے بادی تھے بیشک ربانی
(مرثیہ رشید احمد مصنفہ مولوی محمود حسن - ص ۱۲)

وضاحت : مذکورہ شعر میں مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی رشید احمد
صاحب کو "مرنی خلائق" لکھا ہے جو رب العالمین کے ہم معنی
ہے۔ (سارے جہان کا پالنے والا) شاید ضرورت شعری کی وجہ سے رب العالمین
نہیں لکھا۔

عقیدہ نمبر ۲ | اہل دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی
مسیحا ہیں۔ یعنی مردے کو جلاتے ہیں۔ صرف جلاتے ہی
نہیں بلکہ زندوں کو مرنے نہیں دیتے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے :

مردوں کو زندہ کیا نہ تلوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم
(مرثیہ رشید احمد ص ۳۳)

وضاحت: دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب کی سیما

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت آگے نکل چکی ہے۔ کیوں کہ جو کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت پیغمبر نہ کر سکے اس کام کو رشید احمد صاحب نے کر کے دکھا دیا۔ مردے جلانے میں رشید احمد صاحب بزرگ مرثیہ نگار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر ہی تھے۔ مگر زندوں کو موت سے بچانے میں سہقت لگے۔ لیکن مجھے حیرت ہے اس بات پر کہ آنجناب خود موت کے چنگل میں پھنس گئے اور مر بھی گئے۔

عقیدہ نمبر ۳ | علامہ دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی کو بانی اسلام (خدا) کا ثانی

جانتے اور مانتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

نہاں یہاں اہل اہوا کی ہے کیوں اعلیٰ صیل شاید

اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی۔

(مرثیہ رشید احمد ص ۷)

وضاحت: مذکورہ شعر میں مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی رشید احمد صاحب کو بانی اسلام کا ثانی لکھا ہے۔ اشرف

علی تھانوی نے اپنے وعظ ذکر الرسول مطبع کانیپور کے صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے کہ "بانی اسلام خدا سے تعالیٰ ہے"۔ مذکورہ شعر میں بانی اسلام کا ثانی لکھ کر مرثیہ نگار نے بھی عوام کو یہ ذہن اور تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مولوی رشید احمد خدا کا ثانی ہے۔ یعنی دوسرا خدا ہے (معاذ اللہ)

عقیدہ نمبر ۴ | علامہ دیوبند کے نزدیک گنگوہی کی خانقاہ کا مرتبہ اتنا عظیم ہے کہ وہ کعبہ شریف سے بھی بڑھ کر ہے۔ جبھی تو عرفائے دیوبند

نے کعبہ شریف پہنچ کر گنگوہی کا راستہ ڈھونڈا۔

حوالہ ملاحظہ کریں:

پھرے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی
(مرثیہ رشید احمد ص ۱۱)

وضاحت: خانہ کعبہ وہ عظیم بابرکت جگہ ہے جہاں پر ایک رکعت کا ثواب
ایک لاکھ رکعت کے برابر ہے۔ ایسی بابرکت جگہ پہنچ کر
بھی اہل دلیوبند کو تسکین نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنی اندھی عقیدت کے مطابق گنگوہ
جو کعبہ سے بھی بہتر اور افضل ان کی نگاہ میں ہے اس کا راستہ دوسروں سے
معلوم کرتے رہے اور گنگوہ پہنچنے کی دھن میں حج کے سارے انتظام کو
پس پشت ڈال کر گنگوہ، گنگوہ کی رٹ لگاتے رہے۔

عقیدہ نمبر ۵ علماء دلیوبند کے نزدیک روحانی اور جسمانی سب
حاجتوں کا قبلہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں۔ ساری
حاجتیں انہیں سے طلب کرنا چاہئے ان کے سوا کوئی دوسرا حاجت روا نہیں۔

حوالہ ملاحظہ کریں :

حوائج دین و دنیا کے کہاں ہم لیجاویں یا رب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(مرثیہ رشید احمد ص ۱۱)

وضاحت: مولوی رشید احمد صاحب نے غیر اللہ سے مدد مانگنے کو
شُرک بتایا ہے فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۶ پر ہے
”غیر اللہ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی ہو یا نبی۔ شرک ہے۔“ اس کے برخلاف
مولوی محمود حسن صاحب دولوں جہان کی حاجتیں انہیں (مولوی رشید احمد)
سے مانگ رہے ہیں۔ قبلہ حاجات انہیں کو کہہ رہے ہیں۔ لہذا فتاویٰ
رشیدیہ کے حکم سے مولوی محمود حسن صاحب مشرک ہوئے اور

اگر مولوی محمود حسن صاحب کے موجد کہا جائے تو مولوی رشید احمد صاحب کو ضرور خدا کہنا پڑے گا۔ فیصلہ اہل دیوبند خود کریں۔

عقیدہ نمبر ۶ | علامہ دیوبند کے نزدیک امتی کو رحمة اللعالمین کہہ سکتے ہیں۔ اس مقولے کے بموجب مولوی رشید احمد صاحب رحمة اللعالمین ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کریں :

”رحمة اللعالمین“، صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی نہیں ہے۔ بلکہ دیگر اولیائے کرام اور علمائے ربانیین (علامہ دیوبند) بھی بموجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۲

وضاحت : علامہ دیوبند کے نزدیک چونکہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی ہیں اور انہیں کا حکم بھی ہے کہ عالم ربانی کو رحمة اللعالمین کہنا درست ہے لہذا مذکورہ حکم کے مطابق اہل دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب رحمة اللعالمین ہیں حالانکہ قرآن مجید میں صرف رسول پاک صاحب لولاک کو رحمة اللعالمین کہا گیا ہے اور یہ صفت خاص ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے۔

عقیدہ نمبر ۷ | علامہ دیوبند کے نزدیک مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔ حوالہ ملاحظہ کریں :

”واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پیر دھو کر پینا نجات

اخروی کا سبب ہے۔“ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۱۱۱)

وضاحت : مذکورہ عقیدے میں شک و شبہات کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ کیوں کہ لفظ واللہ العظیم جو قسم کے لئے مستعمل ہے اس سے مذکورہ جملے کے شک و شبہات کو یکسر ختم کر دیا گیا ہے۔ اب کسی بات کا کوئی کھٹکا نہیں۔ اگر کھٹکا ہو بھی تو مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر دھو کر پینا

آخرت میں نجات مل جائے گی۔

عقیدہ نمبر ۸ | علماء دیوبند کے نزدیک امتی اعمال میں نبی سے بڑھ جاتے ہیں حوالہ ملاحظہ کریں۔

وہ انبیاء اپنی امت کے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز نہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

تحدیر الناس مصنف مولوی قاسم نانوتوی ص ۵

حکایت | ”تھانوی صاحب نے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو عام انسان کے علم سے گھٹایا نانوتوی صاحب نے حضور

کے عمل کو امتی سے گھٹایا۔ لہذا دونوں فضیلتیں ختم ہو گئیں۔ اگر علم و عمل میں فضیلت ہے تو صرف علماء دیوبند کو حاصل ہے

عقیدہ نمبر ۹ | دیوبندی مذہب میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کا گھر میں رکھنا۔ پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے۔ حوالہ ملاحظہ کریں۔

”اس کا (تقویۃ الایمان) رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام

اور موجب اجر کا ہے۔“ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۵

وضاحت: جب تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے تو ضروری ہے کہ جس شخص نے تقویۃ الایمان نہ پڑھی

اور جس نے اپنے پاس نہ رکھی وہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ جب کہ

قرآن پاک کا پڑھنا اور رکھنا عین اسلام نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی محروم القسمت

نے قرآن پاک نہیں پڑھایا اپنے گھر میں نہیں رکھ سکا پھر بھی وہ داخل

اسلام ہی رہے گا۔ لیکن فتاویٰ رشیدیہ کی روشنی میں وہ شخص اسلام سے

خارج ہے کہ جس کے پاس تقویۃ الایمان نہیں ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی نکلا

کہ تقویۃ الایمان کے لکھنے اور چھیننے سے قبل کوئی شخص بھی مسلمان نہیں تھا۔
عقیدہ نمبر ۱ | علماء دیوبند مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں جس سے چاہتے ہیں بات چیت کر لیتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کریں

” ایک صاحب کشف حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں؟ بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ کسی مردہ پر پڑھیو۔ یہاں زندہ دل پر پڑھنے آئے ہو۔“

(اگر و اح ثلاثہ مصنف مولوی امیر شاہ خان) ص ۲۰۳

وضاحت: عالم غیب کا پیر وہ اٹھا کر جس سے چاہنا بات کر لینا اور جب چاہنا جھانک کر وہاں کا حال معلوم کر لینا۔ انبیاء و رسول کے لئے مشکل ہو تو ہو لیکن ان علماء دیوبند کے لئے تو گویا شب و روز کا معمول ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۱ | قبر اور صاحب قبر سے علماء دیوبند کو فیض ملتا ہے۔ قبر کی مٹی مرین کو شفا بخشتی ہے جو الہ ملاحظہ کریں:

” (مولوی خیر الدین سے) وصال کے بعد ایک مدت تک مرزا شریف پر لوگوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اور پانی، تیل، نمک وغیرہ قبر شریف کے پاس لے جا کر لوگ رکھ دیتے۔ اور کچھ دیر کے بعد اٹھا لیتے۔ اس سے بکثرت لوگوں کو فوائد حاصل ہوئے۔“

” وصال کے بعد لوگوں کا ہجوم جو مرزا کے پاس آیا وہ پانی وغیرہ رکھنے یا یوں کہئے کہ دم کرانے کے بعد تھوڑی تھوڑی مٹی بھی ہر ایک

اسٹاکر لے جانے لگا۔ چنانچہ چند روز میں ضرورت پڑ جاتی
 کہ دوسری مٹی مزار شریف پر ڈالی جائے۔ چنانچہ مولانا ایوب صاحب
 مرحوم (حضرت کے صاحبزادے) کچھ عرصہ تک جب مٹی کم ہو جاتی
 نئی مٹی ڈال دیا کرتے۔۔۔ درس حیات مصنفہ مولوی فخر الدین ^{۲۵۴}/_{۲۵۵}

وضاحت: اہل دیوبند کو صاحب قبر اور قبر سے فیض حاصل ہوتا ہے۔
 اور اس قدر ہوتا ہے کہ لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اس کے
 برخلاف ”انکشاف“ کی ایک عبارت پڑھئے جس سے علماء دیوبند کی تضاد
 بیانی کا مکمل اندازہ ہو جائے گا۔

”جو شخص اپنی حاجت روائی کے لئے اجیر جائے۔ یا سید
 سالار مسعود غازی کے مزار پر یا اسی طرح دوسری جگہ پر مراد
 مانگے۔ یقیناً اس کا گناہ رہا اور نہایت قتل کرنے سے بھی بڑا ہے“
 (انکشاف ص ۱۰۴)

نوٹ: علماء دیوبند کی تحریر میں تضاد بیانی کا واضحہ آخروں
 ہے؛ میرے خیال سے وہ اس لئے ہے کہ ان لوگوں کا کوئی مستحکم عقیدہ
 نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی موقف ہے۔ اول الذکر عبارت اپنے لوگوں
 سے متعلق تھی۔ اس لئے اس میں بھرپور عقیدت و محبت کا اظہار ہے۔
 آخر الذکر عبارت کا تعلق بریلوی مسلک سے ہے۔ اس لئے اس میں شہوت
 و عداوت کا عنصر غالب ہے۔ اس کے علاوہ ایک خاص بات یہ بھی ہے
 کہ علماء دیوبند کو مذہب و ملت سے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور
 نہ ہی اس کی اشاعت مقصود ہے۔ اس کا مقصد صرف اور صرف نجدیت
 پھیلانا۔ اور مسلمانان عالم کے درمیان افتراق و انتشار پیدا کرنا ہے۔
 جیسا کہ کتاب ارواح ثلاثہ میں مذکور ہے۔

در اس لئے میں نے یہ کتاب (تقویۃ الایمان) لکھ دی ہے
گو اس سے شورش ہوگی۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک

ہو جائیں گے۔

صاحب کتاب کو مکمل یقین ہے کہ میری کتاب سے مسلمانوں کے
اندر جنگ وجدال ہوگی۔

امر واقعہ بھی یہی ہے کہ جب سے تقویۃ الایمان شائع ہوئی ہے تب ہی
سے بھائی بھائی کا دشمن ہے۔ باپ بیٹے میں اختلاف ہے۔ شہر شہر
اور گاؤں گاؤں میں افتراق و انتشار ہے۔ اس کا جیتا جاگتا ثبوت
ماورے پور ضلع کیٹھار کا گذشتہ تازہ واقعہ ہے۔ فاعتبہ روایا
اولی البصائر۔

اکابر دیوبند ایک ہی وقت میں کسی جگہ موجود رہتے
ہیں یعنی کعبہ معظمہ میں بھی نہایت بڑھتے ہوتے ہیں اور

عقیدہ نمبر ۱۲

خانقاہ گت گود میں بھی تشریف فرما ہوتے ہیں حوالہ ملاحظہ کریں:

مولوی محمود حسن صاحب نگنوی فرماتے ہیں کہ میری
خوش دامن صاحبہ جو اپنے والد کے ہمراہ مکہ معظمہ میں بارہ سال
تک مقیم رہیں نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ تھیں بمسکڑوں اتحاد
بھی ان کو حفظ تھیں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا حضرت
(گنگوہی) کے بہت شاگرد ہیں مگر کسی نے حضرت کو نہیں پہچانا
جن ایام میں میرا قیام مکہ معظمہ میں مستحارہ زمانہ میں نے صبح کی
نماز حضرت کو حرم شریف میں پڑھتے دیکھا اور لوگوں سے سنا
بھی کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں گنگوہہ سے
تشریف لایا کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الرشید از مولوی عاشق الہی صدیقی

وضاحت: روزانہ کا لفظ بتا رہا ہے کہ کسی دن بھی مولوی رشید احمد صاحب صبح کی نماز حرم شریف میں ناغہ نہیں کرتے تھے۔ نہایت پارہ سادہ زاہدہ خوش دامن صاحبہ کی مدت قیام کے مطابق یہ سلسلہ بارہ سال تک جاری رہا۔ روایت میں لفظ نہایت، پارہ سا، عابدہ زاہدہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ کذب بیانی کا ذرہ بھر بھی احتمال نہیں ہے۔ اس کے برخلاف مولوی عاشق الہی میرٹھی نے اپنی اسی کتاب میں مولوی رشید احمد صاحب کے معمولات شبانہ روزہ کا جو گوشوارہ پیش کیا ہے۔ اس میں مولوی گت گوی کو چوبیس گھنٹے گنگوہ میں موجود دکھایا ہے۔ دونوں روایت کی صداقت پر ملاحظہ فرمائیے کہ مولوی گنگوہی ایک ہی وقت میں مکے میں بھی موجود ہوتے تھے اور گنگوہ میں بھی حاضر رہتے تھے۔ مگر یہ کس قدر حیرت انگیز اور افسوسناک بات ہے کہ اگر کوئی سنی صحیح العقیدہ انسان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ علما و دیوبند کی نظر میں کافر و مشرک ہو جاتا ہے۔ کیا یہ رسول سے دشمنی اور اقرار پارہ نوازی کی واضح ترین مثال نہیں ہے؟

عقیدہ نمبر ۱۳ | علما و دیوبند کو علم غیب حاصل تھا وہ ہونے والے واقعات و حالات کو پہلے سے بیان کر دیا کرتے تھے۔

حوالہ ملاحظہ کریں۔

د ایک دن تھانوی صاحب نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بابت فرمایا کہ انہوں نے خبر دے دی تھی اس وبا کی جس میں ان کے اعزہ نے وفات پائی

تھی۔

پھر فرمایا کہ مولانا تھے بڑے صاحب کشف! رمضان ہی میں
خبر دے دی تھی کہ ایک بلا سے عظیم رمضان کے بعد آوے گی۔
ابھی آجاتی لیکن رمضان کی برکت سے رکی ہوئی ہے۔ اگر لوگ
بیچنا چاہیں تو ہر چیز میں صدقات دے دیں۔ (حسن العزیز ج ۱ ص ۲۹۳)

وضاحت: آنے والے کل میں کیا ہوگا اس کا تعلق بھی علم غیب

سے ہے جس کے بارے میں علماء دیوبند ہی کا
کہنا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی نبی و
رسول، ولی کو ہرگز حاصل نہیں، مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ
الایمان صفحہ ۱۲ پر درج ہے۔

”جو کوئی دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب

میں چاہوں اس سے غیب کی باتیں معلوم کر لوں۔ اور آئندہ

باتوں کا معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے۔ سو وہ بڑا جھوٹا

ہے۔ کہ وہ دعویٰ خدائی کرتا ہے۔“

حسن العزیز کی مذکورہ بالا عبارت سے صاف واضح ہے کہ مولوی
محمد یعقوب صاحب کو آنے والے کل کا مکمل علم حاصل تھا صرف اتنا ہی
نہیں بلکہ یہ بھی معلوم تھا کہ وہ بلا ابھی آجاتی مگر رمضان کی برکت سے
رک کی رہی۔ مزید اس کا بھی علم تھا کہ اگر لوگ صدقہ دیدیں تو وہ بلا واپس بھی
لوٹ جائے گی۔ بروایت تھانوی صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب کو علم
غیب حاصل تھا جب کے یہی تھانوی جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے علم غیب کے بارے میں اپنی کتاب حفظ الایمان میں رقمطراز
ہیں۔

ایسی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلبت امر ہیکہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و نباتات کے لئے بھی حاصل ہے۔ حفظ الایمان ص ۷

علماء دیوبند جواب دیں کہ آیا حسن العزیز کی عبارت درست ہے یا تقویۃ الایمان اور حفظ الایمان کی عبارت صحیح ہے کسی صورت میں گلو خلاصی ممکن نہیں ہے۔

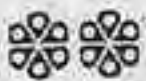
الجہا ہے پاؤں یارہ کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا
اس طرح کی بے شمار خوش عقیدہ گیاں علماء دیوبند کی کتابوں میں
مذکور ہیں۔ میں انہیں چند پر اکتفا کرتا ہوں اس شعر کے ساتھ
طوفان لوج للنسے سے چشم فائدہ !
اک بوند ہی بہت ہے اگر کچھ اثر کرے

آپ حضرات نے گزشتہ صفحات میں علماء دیوبند کی بدعقیدگی اور
خوش عقیدگی دونوں کا مطالعہ کیا۔ مذکورہ بالا دونوں عنوان کی روشنی میں
یہ بات مکمل طور سے واضح اور ثابت ہو گئی کہ علما دیوبند کے یہاں دو
طرح کی شہر لیتیں ہیں۔ ایک ہی عقیدہ انبیاء و اولیاء کے حق میں شرک و کفر
ہے۔ اور اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں عین اسلام ہے۔ علماء
دیوبند کے انہی خرافات اور متضاد عبارات کو پڑھ کر فاضل دیوبند مولوی
عام عثمانی مدیر تجلی دیوبند نے حقائق کا انکشاف کرتے ہوئے ایک
بے لاگ تبصرہ قلم بند کیا تھا۔ آپ حضرات کی معلومات کے لئے تبصرہ

کا کچھ اقتباس آنے والے صفحات میں پیش کر رہا ہوں۔ خالی الذہن ہو کر آپ حضرات اس کا مطالعہ کریں۔ اور تبصرہ کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ راہِ حق پر کون ہے۔ ۹۷

مالونہ مالو اس کا تمہیں اختیار ہے

ہم نیک و بد جناب کو سمجھاتے جاتے ہیں۔



اِنَّا رَسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتَعَزَّوْهُ وَتُقِرُّوْهُ وَاَتَوْا قُرُوْهُ وَتَسْتَحْوَهُ بَكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ پارہ ۲۶ سورہ فتح۔ رکوع ۱

اطاعت رسول و رجم نبی

نہاز: روزہ اور دیگر اعمال سے مقدم ہے۔

(اعلیٰ حضرت قاضی بریلوی رحمہ اللہ)

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ منی ۝ لولاک ولے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز ۝ اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غامی میں جان اس پہ چکے ۝ اور حفظ جان تو جانِ فروضِ عمر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی ۝ پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروغ ہیں ۝ اصل الاصول بندگی اس تا جود کی ہے



اظہارِ حقیقت

بمعنوان تبصرہ

فاضل دیوبند مولوی عامر عثمانی مدیر ماہنامہ تجلی دیوبند کا تبصرہ ڈاک نمبر
۱۹۶۲ء میں شائع ہوا تھا۔ سادہ لوح مسلمانوں کے فائدے کے لئے ہم
تبصرہ کا کچھ اقتباس شائع کر رہے ہیں۔

”مصنف: ارشد القادری صفحات: ۳۰۴۔ کاغذ سفید،

سائز: چھوٹا۔ کتابت و طباعت: مولیٰ قیمت: چار روپے۔ مکتبہ
جام نور فیض العلوم جہانپور۔

اس کتاب کے فاضل مصنف بریلوی مکتب فکر سے تعلق
رکھتے ہیں۔ اس میں یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ ان کا انداز
تحریر عام بریلوی ارباب قلم کی معروف خامیوں سے خاصی حد تک
پاک ہے اور ان کے علم کلام میں معقولیت کا عنصر بڑی مقدار میں
پایا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ابھی ان میں پوری پختگی نہ آئی ہو۔

اس کتاب میں صاحب کتاب نے علماء دیوبند کی تحریروں سے
یہ واضح کیا ہے کہ یہ حضرات عقائد کے معاملہ میں سخت تضادات کا شکار
ہیں اور جن امور کو یہ بریلویوں کے تعلق سے بدعت، شرک، اور کفر وغیرہ
لکھتے ہیں۔ انہیں وہ اپنے بزرگوں کے لئے عین ایمان قرار دیتے ہیں۔
بات اگر اس اوندھے علم کلام کی ہوتی جس کا مظاہرہ بریلوی مکتب فکر
کی طرف سے بالعموم پمفلٹوں اور پوسٹروں وغیرہ میں کیا جاتا رہا ہے تو ہم

نوٹس ہی نہ لیتے مگر یہ کتاب دستاویزی حقائق اور ناقابل تردید شواہد پر
 مشتمل ہے۔ اور فاضل مصنف اکثر و بیشتر سنجیدگی کا دامن ہتھ میں
 رہے ہیں۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ ہم بے لگ تبصرے کا فرض ادا نہ کریں۔ کتاب
 کی ترتیب یوں ہے کہ مصنف ایک طرف تو حضرت اسماعیل شہید کی
 تقویت الایمان اور بعض علماء دیوبند کی کتابوں سے یہ دکھاتے جلاتے ہیں
 کہ انبیاء اولیاء کے حق میں علم غیب اور تصرف وغیرہ کے عقیدے کو علماء
 دیوبند نے شرک و بدعت اور خلاف توحید کہلایا ہے۔ اور دوسری طرف
 یہ دکھاتے ہیں کہ خود اپنے بزرگوں کے حق میں یہ سارے عقائد علماء دیوبند
 کے یہاں موجود ہیں۔ بات یقیناً تشویشناک ہے۔ مصنف نے ایسا ہرگز
 نہیں کیا ہے کہ ادھر ادھر سے چھوٹے موٹے فقرے لیکر ان سے مطالب
 پیدا کئے ہوں بلکہ پوری پوری عبارات نقل کی ہیں اور اپنی طرف سے ہرگز
 کوئی معنی پیدا نہیں کئے ہیں ہم اگرچہ حلقہ دیوبندی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن
 ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں باری
 معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا۔ اور ہم حیرت زدہ رہ گئے۔ کہ دفاع
 کریں تو کیسے۔ دفاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی بڑے سے بڑا
 منطقی اور علامۃ الدھر بھی ان اعتراضات کو دفع نہیں کر سکتا جو اس کتاب
 کے مشتملات متعدد بزرگان دیوبند پر عائد کرتے ہیں۔ ہم اگر عام روش
 کے مطابق اندھے مقلد اور فرقہ پرست ہوتے تو بس اتنا ہی کر سکتے
 تھے کہ اس کتاب کا ذکر ہی نہ کریں۔ لیکن خدا بچائے! اشخاص پرستی اور گروہ
 بندی کی باطل ذہنیت سے کہ ہم اپنا دیا نندارہ فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق
 کہیں۔ اور حق ہی ہے کہ متعدد علماء دیوبند پر تضاد پسندی کا جو الزام اس
 کتاب میں دلیل و شہادت کے ساتھ عائد کیا گیا ہے وہ اٹل ہے۔

یہ دیوبندیوں کے لٹریچر کی خاصی مشہور کتابیں۔ اردو لوح ثلاثہ، تذکرۃ الرشید، سوانح قاسمی، اشرف السوانح، الجلیقہ کا شیخ الاسلام نمبر، النفاس قدسیہ وغیرہ۔ ان کی صورتیں دیکھنے اور کہیں کہیں سے پڑھنے کا تو شاید ہمیں بھی اتفاق ہوا ہو۔ لیکن یہ ”زلزلہ“ ہی سے منکشف ہوا کہ ان میں کیسے کیسے عجوبے اور کیسی کیسی ان کہنیاں محفوظ ہیں۔
استغفر اللہ۔ ثم استغفر اللہ۔

واقعہ یہ ہے کہ فحش ناول بھی اپنے قارئین کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا ان کتابوں نے پہنچایا ہو گا۔ ان کے باقی اوراق پر چاہے حقائق و معارف کے ڈھیر لگے ہوئے ہوں۔ لیکن جو اقتباسات ”زلزلہ“ میں نقل کئے گئے ہیں وہ بجا سے خود اس کے لئے کافی ہیں۔ کہ سادہ لوح قارئین کے تصور توحید کی دھندلیاں اڑا دیں اور خدا پرستی کی جگہ انہیں ”بزرگ پرستی“ کا ایسا سبق دیں جس کے زہر کا کوئی تریاق نہ ہو مصنف بار بار پوچھتے ہیں کہ علماء دیوبند کے اس تضاد کا جواب کیا ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ اس سوال کا جواب مولانا منظور نعمانی یا مولانا محمد طیب صاحب کو دینا چاہئے مگر وہ کبھی نہ دیں گے کیوں کہ جو عمر انہیں ایک ناقابل تردید صداقت کی حیثیت رکھتا ہو اس کا جواب دیا بھی کیا جا سکتا ہے۔؟

ہمارا خیال ہے کہ تذکرۃ الرشید، اور سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے کبھی یہ توقع رکھنی ہی نہیں چاہئے کہ وہ افسانہ تراشیوں اور مغالطوں کی آمیزش سے پاک ہوں گی۔ ارادتمند حضرات جب اپنے ممدوحوں کے تذکرے لکھتے ہیں تو نا ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ فن روایت کے اس اعلیٰ اور احوط معیار کا لحاظ رکھ سکیں جس کے ذریعہ

احادیث کو جانچا پرکھا جاتا ہے۔ اسی لئے روزِ ناصرف ان مریدان
 باصفا کا نہیں جو غیر عالم ہیں بلکہ اس وادی میں تو اچھے اچھے علامہ اور
 نہ روشن فکر، حضرات بھی ایک ہی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔ یہ
 سوانح قاسمی کے فاضل مرتب مولانا مناظر احسن گیلانی نور اللہ مرقدہ
 کیا معمولی درجہ کے عالم تھے، یہ تذکرۃ الرشید کے عالی قدر مرتب
 مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا جہلا کی صف میں تھے
 یہ انقاس قدسیہ کے محترم مدون مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری
 کیا بے پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ یہ الجمیعۃ کا شیخ الاسلام نمبر اور
 خواجہ غریب نواز نمبر شائع کرنے والے کیا غیر عالم ہیں اور یہ درجہ
 تلاش کے مصنف امیر شاہ خاں کیا کباڑی بازار کی جنس تھے۔ نہیں
 یہ سب ماہر اللہ لائق فائق علماء شریعت ہیں اور دوسروں کے
 افکار و عقائد پر اعتراضات کی بوجھا کر کرنے میں انکی اہلیت مشین
 گن سے کم نہیں ہے۔ مگر یہی مکرم حضرات جب اپنے ممدوحوں
 اور بزرگوں کے احوال بیان کرنے بیٹھتے ہیں تو نقد و نظر کی
 ساری صلاحیتوں کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور یہ تک بھول
 جاتے ہیں کہ ہم نے کب کیا فتویٰ اور فیصلہ دیا تھا۔ خود سہم نے اور
 ہمارے معتمد بزرگوں نے کس قدر رشد و مد سے توحید و شرک اور
 سنت و بدعت کے کیا کیا عقدے کھولے تھے۔ بات تلخ ہے
 مگر سو فیصدی درست کہ دیوبندی مکتب فکر کے خمیر میں بھی
 اندھی تقلید اور مسلکی تعصبات کی اچھی خاصی مقدار گندھی ہوئی ہے
 اس مکتب کا کم و بیش ہر عالم پہلے دن سے اس خوش فہمی میں مبتلا
 ہے کہ اگر کسی نے قرآن کو پوری طرح سمجھا ہے تو وہ ہمارے فلاں

شیخ التفسیر ہیں۔ اگر علم الحدیث کی تہ تک کوئی پہنچا ہے تو وہ ہمارے
 فلاں شیخ الحدیث پہنچے ہیں۔ اگر ولایت و نبوت اور طریقت و تصوف
 کے اسرار و معارف پر کسی نے عبور حاصل کیا ہے تو ہمارے فلاں
 فلاں شیوخ ہیں۔ اس خوش فہمی کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی دلوں
 میں جاگزیں کر لیا گیا ہے کہ وہ محفوظ عن الخطا بھی ہیں۔ معصوم تو اس
 لئے نہیں کہہ سکتے کہ ایک عامی بھی عصمت کو انبیاء کا مخصوص وصف
 سمجھتا ہے مگر محفوظ کی اصطلاح کا سہارا لیکر وہ عملاً انہیں معصوم
 ہی تصور کئے ہوئے ہیں۔ ان کا پختہ خیال ہے کہ ان کا ہر بزرگ
 زہد و تقویٰ کے علاوہ عقل و دانش میں بھی بقراط و اسطو سے کسی
 طرح کم ہرگز نہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اگر مولانا حسین احمد رحمۃ اللہ
 تعالیٰ علیہ نے روم و ودیت کی بسم اللہ کی تو اب سارے متوسلین
 اور ارباب حلقہ اور اہل تعلق پر واجب ہو گیا کہ یہی رگ مسلسل الپے
 جائیں اور ایک ایک اعتراض و الزام کا جواب خواہ کتنی ہی قوت
 اور معقولیت کے ساتھ دے دیا گیا ہو مگر خدا اور اندھی تقلید
 کے محاف سے بے تکان و گڑھے گڑھا سے نعرے اور ڈھلی ڈھلائی
 چرب زبانیاں نشر کئے جائیں۔

خیر مولانا مودودی کا اور ان صحابہ کا فیصلہ تو انشاء اللہ
 اب یوم حشر میں ہو گا۔ مگر یہ کتاب زلزلہ جو نقد جواب طلب کر
 رہی ہے اس سے عہدہ برآ ہونے کی صورت آخر کیا ہو گی اپنی
 کسی غلطی کو تسلیم کرنا تو ہمارے آج کے بزرگان دلیوبند نے سیکھا
 ہی نہیں۔ انہوں نے صرف یہ سیکھا ہے کہ اپنی کہے جاؤ اور کسی کی مت
 سنو۔ انشاء اللہ اس کتاب کے ساتھ بھی ان کا سلوک مختلف نہ ہو گا

اس کتاب نے ہمارے بزرگوں کی جن محیر العقول کرامتوں سے آگاہ کیا ہے
ان کو تو خیر کیا کہیے ایک نا در افتاب اس یہاں ہم ضرور نقل کریں گے۔
جس نے ہمیں ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے

سید اسماعیل شہید کے بارے میں ہم یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے
اعلائے کلمۃ الحق کی راہ میں جان دی اور آج بھی یقین رکھتے ہیں :-
مگر یہ ہمارے مرحوم و مغفور استاد مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی
کتاب ”نقش حیات“ میں فرماتے ہیں ”سید صاحب کا اصل مقصد
جو کہ ہندوستان سے انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع مٹ کرنا تھا
جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے۔ اس بنا پر
پہلے آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور
صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے بددلی
لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی اس سے
آپ کو غرض نہیں ہے۔ جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے۔ ہندو یا
مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے (نقش حیات جلد ۲ ص ۱۰۱)
زلزلہ ص ۱۴۲) اس پر زلزلہ کے مرتب نے جو یہ باریک دیا ہے
وہ یہ ہے :- آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی
میں سید صاحب کے اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم
کی جاسکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضا کاروں کا
ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم
کرنے کے لئے اٹھا تھا ص ۱۴۲۔ ہم کتنی ہی جانبداری سے کام لیں
زیادہ سے زیادہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ریمارک میں لفظ تلخی آگئی ہے۔
لیکن کیا معنوی اور منطقی اعتبار سے سبھی ہمیں کوئی نقص ہے۔ کوئی افترا

ہے کوئی زیادتی ہے۔ کوئی شک نہیں اگر استاذ محترم حضرت مدنی کے ارشاد گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسماعیل کی شہادت محض افسانہ بن جاتی ہے۔ مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لئے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں۔ اس نصب العین ہیں کافر و مومن سب یکساں ہیں۔ اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا۔ جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے۔ اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجہ میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا بھلا اجر آخرت کا موجب کیوں ہوگا اگر ہم فرض کر لیں کہ ان بزرگوں کی طرف دیگر مصنفین نے جو کچھ منسوب کر دیا ہے وہ بالکل آئینہ ہے، غلط ہے حقیقت سے بعید ہے تو بیشک ان بزرگوں کی حد تک ہمیں اعتراض سے خلاصی مل جائیگی لیکن یہ دیگر مصنفین بھی تو علماء دیوبند ہی ہیں۔ ان کی یہ کتابیں بھی حلقہ دیوبندی ہیں بڑے ذوق و شوق سے تلاوت فرمائی جاتی ہیں۔ اور کسی الشک کے بندے کی زبان پر یہ اعلان جاری نہیں ہوتا کہ ان خرافات سے ہم برأت ظاہر کرتے ہیں۔ برأت کیا۔ معنی ہمارے موجودہ بزرگ تو پورا یقین رکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں علم غیب اور فریادرسی اور تصرفات روحانی اور کشف والہام کے جو کمالات ہمارے مرشدین کی طرف منسوب ہیں وہ بالکل جی ہیں۔

سچے ہیں۔ پھر آخر از الاعتراض کی صورت کیا ہو؟ ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک راہ ہے کہ یا تو تقویۃ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ امدادیہ اور بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو جوڑ لے پر رکھ کر آگ دے دی جائے۔ اور صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔

ایمان کے بغیر اعمال بے کار

برادران اسلام! مذہب اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، مذکورہ پانچوں چیزوں میں پہلا درجہ ایمان کا ہے۔ یعنی ایمان لانے کے بعد ہی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا اعتبار ہوتا ہے۔ ایمان کے بغیر ان چیزوں کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے۔ جب اعتبار نہیں تو باعث اجر و ثواب بھی نہیں اس سے واضح ہو گیا کہ اعمال کے لئے ایمان شرط ہے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے یہ اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
یعنی اگر کسی مرد مومن کے دل میں محبت رسول نہیں ہے۔ تو اس کا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور دیگر اعمال صالحہ کرنا بے کام ہے۔ سب کچھ نامکمل ہے۔
نہ ہو تعظیم جس کے دل میں سرکارِ مدینہ کی بی عبادت لاکھ وہ کر لے مسلمان ہو نہیں سکتا
سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتَّىٰ یُحِبَّ
أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ۔ ترجمہ تم میں سے کوئی اس وقت تک
مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہارے والد اور تمہارے لڑکے اور تمام
لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، فاضل بریلوی عظمت رسول بیان کرتے ہوئے۔
حدائق بخشش میں رقمطراز ہیں۔

اللہ کی سرتابہ قدم شان ہیں یہ نہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں نہ ایمان یہ کہتا ہے کہ مری جان ہے یہ
مذکورہ حدیث اور اشعار سے یہ واضح ہو گیا کہ ایمان محبت رسول اور عظمت رسول کا نام ہے
اگر کسی کے دل میں محبت رسول اور عظمت رسول نہیں ہے تو وہ ایمان سے خارج اور اسلام سے
منحرف ہے۔ اگرچہ وہ نماز، روزے کا پابند ہو۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔
گیا شیطان مارا اک سجدے کے نہ کرنے پر نہ ہزاروں سال گزرے ہیں سہرا لٹو گیا مارا
لہذا جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کی شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ لوگ
اسلام سے خارج ہیں۔ ان کی ظاہری تقویٰ و طہارت، عبادت و ریاضت پر
انہیں فرشتہ صفت ہرگز تصور نہ کریں بلکہ وہ تو شیطان سے بھی بدتر ہیں۔

ماخذ ومراجع

۱۰ اسماء کتب

مصنفین

قرآن مجید
بخاری شریف
حدائق بخشش
حیات اعلیٰ حضرت
المصباح الجدید
الذلو بندیت

نزلہ

حضرت الامامان

بہشتی زیورہ

وعظ ذكر الرسول

تخذیر الناس

تَقْوِيَةُ الْإِيمَانِ

عراق المستقیم

فتاویٰ رشیدیہ

عمر شیخ رشید احمد

تذكرة البراشيد

ارواح ثلاثه

درک حیات

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

دیں انکے لیے

بایه امیر

کلام الہی
شیخ امام محمد بن اسماعیل بخاری
امام احمد رضا خان فاضل بریلوی
مولانا ظفر الدین بہاری
عبدالعزیز مراد آبادی

///

ۛ ارشد القادری

ملک شرف علی گھانی

"THE PLATON

OF ABLESUNN

== قاسم نالوتوی

== اسماعیل دہلوی

111

بشداد و گم گوی

حکومت

عاشق الہی صدیقی

امیر شاہ خاں

11.9

محمد الدين

بِاسْمِهِ تَعَالَى
 اُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا
 یہ لوگ یقیناً کافر ہیں (سورہ نسا آیت ۱۵)

مستکفیر

www.NATSEISLAM.COM
 "THE NATURAL PHILOSOPHY
 OF MUHAMMAD AWL JAMAAT"

امام احمد رضا

از

فقیر الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی شاج بخاری
 دامت برکاتہم القدسیہ صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور
 اعظم گڑھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ماضی قریب کے عظیم المرتبت جامع جمیع علوم عالم تھے کہ ان کے مثل ان کے ہم عصروں میں تو کوئی کیا ہوگا اگر تعصب، عناد سے ہٹ کر انصاف و دیانت اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر دیکھا جائے تو زمانہ ماضی میں صدیوں پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں اکاؤن^{۵۱} یا باؤن^{۵۲} فنون میں ان کی تقریباً ایک ہزار تصنیفات جو ایک اندازہ کے مطابق کتابی سائز کے ایک لاکھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں جن کے تقریباً چار کروڑ ساٹھ لاکھ الفاظ ہوتے ہیں یہ میرا تخمینہ ہے اور امید ہے کہ صحیح ہوگا، ویسے بعض حضرات نے

فرمایا کہ ایک بار اندازہ لگایا گیا تو یومیہ تحریر کا اوسط ساڑھے تین جز آیا، ایک جز سولہ صفحات کا، تو حاصل یہ نکلا کہ یومیہ ۵۶ صفحے تحریر فرماتے تھے۔

دس شوال ۱۲۷۲ھ کو ولادت ہوئی، ۲۵ رجب ۱۲۸۶ھ کو وصال فرمایا اس حساب سے عمر مبارک ۱۴ سال ۵ مہینے ۱۵ دن کی ہوئی۔

اگرچہ منصب افتاء پر فائز ہونے کی تاریخ ۱۲ رجب ۱۲۸۶ھ ہے اس طرح منصب افتاء پر فائز رہنے کی کل مدت ۵۳ سال ۶ ماہ گیارہ دن ہے۔

لیکن تصنیف و تالیف کا مشغلہ اس سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا، چنانچہ آٹھ سال کی عمر میں ”ہدایۃ النہج“ کی عربی شرح لکھی نیز بہت سے فتاویٰ لکھے جو حضرت والد ماجد کی تصحیح و تصدیق سے مزین ہوئے، ان سب کو چھوڑ دیجئے صرف مسند افتاء پر فائز ہونے کے وقت سے حساب لگائیے تو (۱۳۸۶ھ) دس لاکھ پینسٹھ ہزار آٹھ سو تینتالیس صفحات ہوتے ہیں۔

اور اگر یہ نکتہ ذہن میں رکھا جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فل اسکیپ سائز پر لکھتے تھے اور خط بہت باریک ہوتا تھا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فل اسکیپ سائز کی تحریر کتابی سائز پر کم از کم ڈیڑھ صفحے ضرور ہوتی تھی تو کتابی سائز پر صفحات کی تعداد تقریباً سولہ لاکھ ہو جائے گی اس تفصیل کی روشنی میں میرا تخمینہ بہت کم ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کے بارے میں واقف کاروں کی تحقیق یہ ہے کہ لگ بھگ ایک ہزار ہیں اور یہ صحیح ہے، حضرت مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی مدظلہ العالی نے بڑی کدوکاوش اور تلاش و جستجو سے ایک فہرست تیار کی ہے جس میں ساڑھے سات سو کی تعداد درج ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ہزار ہا ہزار فتاویٰ رجسٹر میں درج نہ ہو سکے ہیں نے خود ماہرہ مطبعہ اور جبل پور میں بہت سے ایسے فتاویٰ دیکھے ہیں جو مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں خود فتاویٰ رضویہ کی کئی جلدیں غائب ہو گئیں کتاب

الطلاق، کتاب السیر، کتاب المحظرات والاباحہ غائب ہو گئیں۔ اب جو کچھ چھپے ہیں وہ ان جلدوں کے غائب ہونے کے بعد جو لکھے گئے ہیں وہ چھپے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ”کتاب الطلاق“ پہلی جلد سے بھی زیادہ ضخیم تھی یہی وجہ ہے کہ بجائے ۱۲ ہزار صفحات کے مطبوعہ فتاویٰ رضویہ کے کل صفحات سات ہزار سے کچھ زائد ہیں۔

رسائل کا حال یہ ہے کہ سیکڑوں رسائل غیر متعلق لوگوں کے پاس اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دست مبارک کے تحریر کردہ موجود ہیں۔

رسالہ مبارکہ ”فوز مبین در رد حرکت زمین“ اعلیٰ حضرت کے کتب خانے سے غائب ہے وہ ایک مولوی صاحب کے یہاں ملا جسے انھوں نے کثیر رقم کے عوض فروخت کیا۔

رسالہ مبارکہ ”مطلع القمین فی ابیانہ سبقة العزمین“ میں ایک صاحب کے پاس دیکھا اس وقت زیر و کس کی مشین ہندوستان نہیں آئی تھی میں نے مانگا کہ دیجئے نقل کر کے واپس کر دوں گا انھوں نے انکار کر دیا اب کہتے ہیں کہ غائب ہو گیا۔

مطبوعہ فتاویٰ میں جگہ جگہ ملے گا۔ کہ تحریر فرمایا۔ عما فصدنا فی فتاویٰنا، مگر تفصیل کہیں نہیں ملتی ”انما اشکو بقی و حوائی الی اللہ۔۔۔ ان تفصیلات کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جن صاحب کا اندازہ یہ ہے کہ یومیہ ۵۶ سطروں کے لکھنے کا اور سطحیاً تو یہ مستعد نہیں۔ میں بہت تو کیا زرد نویس بھی نہیں مگر بعض دنوں میں دو دو سطریں لکھیں۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زرد نویس کا حال یہ تھا کہ جناب سید قناعت علی صاحب فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اتنا تیز لکھتے تھے کہ جب تحریر فرماتے تو معلوم ہوتا کہ لکھ نہیں رہے ہیں، ہاتھ میں ریشہ ہے، کبھی کبھی ہنگامی

ضرورتوں کے موقع پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک صفحہ لکھ کر ہم لوگوں کو صاف کرنے کے لئے دیتے ہم لوگ جتنی دیریں ایک صفحہ صاف کرتے اعلیٰ حضرت قدس سرہ چار یا پنج صفحات لکھ لیتے حالانکہ ہماری زور و نویسی مشہور تھی، ایسا زور نویس شخص ۵۳ سال تک روزانہ سولہ سولہ، سترہ سترہ گھنٹے ٹیک مسلسل تصنیف و تالیف کا کام کر لے تو کوئی مستبعد نہیں کہ اس کی تصانیف کے صفحات دس پندرہ لاکھ تک پہنچ جائیں لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ اپنی تحقیق کے لحاظ سے لگایا ہے، یہ معاملہ جذبات کا نہیں، حقائق کا ہے، اسلئے اس پر بہت سنجیدگی، اہمیت اور ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی حاجت ہے۔ بات ایسی کہی جائے کہ اگر کوئی اسے چیلنج کرے تو ثابت کیا جاسکے اگر ضرورت ہوگی تو میں ثابت کر دوں گا کہ تصانیف کے صفحات کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں۔

اصل وقت میں غریبہ القاری جلد ہشتم کی تصحیح اور پھر صحت سازی میں مصروف ہوں۔ معاندین نے اب نیا شکوہ چھوڑا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کل یا اکثر رسائل فتاویٰ رضویہ کے جز ہیں اہلسنت یہ فریب دیتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ کو الگ شمار کرتے ہیں اور فتاویٰ رضویہ میں جیسے ہوئے رسائل کو الگ۔

اس پر گزارش یہ ہے کہ کچھ رسائل فتاویٰ رضویہ میں شامل کر کے چھاپ دیئے گئے ہیں جس کی تعداد ایک سو اکتالیس (۱۳۱) ہے۔ چلے مجموعی میزان سے (۱۳۱) نکال دیجئے پھر بھی تعداد آٹھ سو سے زائد ہوتی ہے یہ کیا کم ہے۔

رسائل کی تعداد تو ایک ضمنی بات ہے اور تحقیقی بات تو یہ ہے کہ معاصرین کے سارے فتاویٰ ایک طرف رکھیں سب پر فتاویٰ رضویہ جلد اول بھاری ہوگا انصاف و دیانت شرط ہے جو تحقیقات اور استیعاب اور اباحت اس میں موجود ہیں ان سے معاصرین کے معاملے فتاویٰ خالی ہیں بلکہ اس کی گرد تک نہیں پہنچے ہیں مثال کے طور پر ایک سوال ہے کہ کن کن چیزوں سے تیمم جائز ہے اور کن کن چیزوں سے جائز نہیں اس کا مجمل جامع جواب فقہ کی کتابوں

میں یہ ہے کہ زمین اور زمین کی جنس سے جو چیزیں ہیں ان سے نیم جاڑے زمین کیا چیز ہے سب کو معلوم ہے زمین کی جنس سے کیا کیا چیزیں ہیں اور جنس ارض سے مطلب کیا ہے اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مطالعہ کی وسعت اور ساتھ ہی ساتھ تحقیق و تفتیش دیکھئے تو عقل دنگ رہ جائے گی زمین میں کیا کیا چیزیں پیدا ہوتی ہیں کیسے پیدا ہوتی ہیں ان کے مادے کیا ہیں ان سب پر وہ اعلیٰ درجے کی تحقیق فرمائی کہ معدنیات کا بڑا حصہ بڑا ماہر بھی اس کی گوردنگ نہیں پہنچ سکتا۔ تحقیق فرمائی کہ ایک سو اسی (۱۸۰) چیزوں سے نیم جاڑے ہے اور ایک سو تیس چیزیں ایسی ہیں جن پر بظاہر جنس ارض کا شبہ نہ ہوتا ہے مگر حقیقت میں جنس ارض سے نہیں اس لئے ان سے نیم صحیح نہیں قسم اول میں ایک سو سات چیزیں

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی استخراج ہیں اور قسم ثانی میں تہتر (۲۷) کا استخراج ہے میں نے تو بار بار علانیہ کہا کہ صرف قادیانوی رضویہ جلد اول اس کی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے معاصرین سے ہر علم میں بدرجہا فائق تھے۔ اور ہر تصنیف تحقیق و تدقیق کے اس اعلیٰ درجہ پر ہے جس میں کسی موافق کو نہ کسی اضافے کی گنجائش اور نہ کسی مخالف کو مجال دم زدن جس موضوع پر تسلیم اٹھایا اس کی بحث کے تمام گوشوں کو ایسا واضح و آشکارا اور جبریں، مدلل کر دیا جس میں نہ کہیں لوپ ہے نہ ابہام نہ خفا۔ علما و محرمین طیبین نے جنکی چند تصنیفات کے مطالعہ کے بعد ان کے وسعت معلومات، تبحر علمی، نکتہ رسی، تحقیق و تدقیق سے متاثر ہو کر یہ فرما دیا۔

نیس علی اللہ بمستنکر
۲۱ یجمع العالم فی واحد
کے مصداق ہیں۔ ترجمہ۔ اللہ کے لئے یہ بیڑی بات نہیں کہ ساری دنیا ایک شخص میں جمع فرمادے اور ان کے ایک قویٰ کو مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا ”لو سألہ ابو حنیفہ لقرت عینہ ولجعلہ من اصحابہ“ اگر انھیں امام ابو حنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو جاتی اور انھیں اپنے اصحاب میں شامل کر لیتے۔

لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان سب فضائل و کمالات پر پردہ ڈالنے کے لئے جوش غبار و تعصب میں انھیں بدنام کرنے کے لئے یہ رات دن پروگنڈہ کرتے رہتے

ہستے ہیں کہ انھوں نے سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں کیا ہے کہ اپنے سوا سب کو کافر کہہ کر مسلمانوں کو آپس میں لڑایا ہے اور فتنہ و فساد پھیلا یا ہے اس لئے آج کے اس عظیم الشان اماں احمد رضا سمینار میں جس میں ملک کے مختلف طبقات کے ارباب علم و دانش اور محققین مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کی زندگی کے بہت سے گوشوں پر روشنی ڈالیں گے میں نے اپنے لئے یہ تجویز کیا کہ مسئلہ تکفیر پر کچھ لکھوں سمینار کے ارکان کی بھی یہی خواہش تھی جو لوگ داور محشر کے دو برو حاضر ہونے اور ذرے ذرے کے حساب دینے پر اعتقاد رکھتے ہیں ان سے میری یہ گزارش ہے کہ وہ فرقہ دارانہ عصبیت اور طبقاتی عناد سے بالاتر ہو کر میری ان سطور کو ٹھنڈے دل اور دیا نت کے ساتھ پڑھیں اور پھر غور کریں اور حقیقت کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں اس سلسلے میں پہلے چند بنیادی باتیں ذہن نشین کر لیں جن پر ان تمام لوگوں کا اتفاق ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور جو مسئلہ تکفیر کے اصل الاصول ہیں۔

کیا تکفیر جرم ہے؟ | اس سلسلے میں پہلی بحث یہ آتی ہے کہ کوئی شخص

اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اس کا بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں لیکن اس سے کوئی ایسا فعل یا اس کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو واقعی کفر ہو تو کیا اس صورت میں اسے کافر کہنا جرم ہے یا اسے کافر کہنا فرض ہے۔ اسے کافر کہنا تخریب ہے یا تعمیر ہے، فتنہ پھیلا نا ہے یا فتنہ ختم کرنے کی جدوجہد ہے ایسے شخص کو کافر کہنا تعمیر نہیں تخریب ہے اور فتنہ فرو کرنے کی جدوجہد نہیں بلکہ فتنہ انگیزی ہے۔

اس سوال کے جواب میں ہم حقیقت حال پر مطلع ہونے کی خواہش رکھنے والوں کو دینیات کی کتابوں کے ابواب میں سے باب المرتد کے مطالعہ کی زحمت دیں گے۔ اسلاف کے عہد ہی سے عقائد و فقہ کی کتابوں میں بالاتفاق ہر طبقہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں ایک مستقل باب رکھا ہے جس میں ان

افعال اور ان کلمات کو تفصیل کے ساتھ لکھتے آئے ہیں اور نہایت صراحت کے ساتھ بغیر کسی اشتباہ کے واشکاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کیا وہ کافر اور جس نے یہ قول کیا وہ کافر۔

بلکہ خود قرآن مجید یہ نظر کی جاٹے تو اس میں عہد رسالت کے بہت سے نمازیوں غازیوں بم قسمیں کھا کھا کر کلمہ پڑھنے والوں کو اس بنا پر کہ انھوں نے کوئی کلمہ کفر بکا کافر فرمایا۔ ابن ابی شیبہ ابن منذر ابوالشیخ عدی بن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی کہ کچھ لوگوں نے یہ کہہ دیا تھا "یحد ثنا محمد ان ناقة فلان بوادی عدا و عدا فی یوم عدا و عدا و ما یدریہ بالغیب" محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے انھیں غیب کی کیا خبر۔ یہ کہنے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے بارے میں یہ اعلان کر دیا تھا "أمتنا باللہ و بالیوم الآخر ہم اللہ اور کھلے دن پر ایمان لائے اور جنہوں نے ان زور دار الفاظ میں رسالت کا اقرار کیا تھا "تستہد انک لرسول اللہ" ہم کو اسی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ ضرور اللہ کے رسول ہیں جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ اور ان کے جھنڈے کے نیچے جہاد کے لئے نکلتے تھے مگر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کی کیا خبر تو انھیں بلوایا اور ان سے مواخذہ فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ تو انھوں نے کہا **وَإِنَّمَا كُنَّا نَخْوَفُ مِنْهُ وَنَلْعَبُ بِهِ** ہم تو یونہی ہنسی اور کھیل کر رہے تھے اس پر اللہ عز و جل نے ان زور دار کلمہ پڑھنے والے نمازیوں غازیوں مدنیوں کے بارے میں یہ حکم ارشاد فرمایا **قُلْ آيَاتُ اللَّهِ وَآيَاتُهُ وَسَيُؤَلِّهُم مَّا كُنْتُمْ**

لَسْتَ تَهَيُّ وَنَا لَا تَعْتَدِي سِوَا قَدْ كَفَرْنَا بِعَدَايَا نِكْمُ
(آیت ۶۵-۶۶ سورہ توبہ) اے محبوب ان سے فرما دو کیا اللہ اور اسکی آیتوں اور
اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو یہاں نہ بناؤ۔ مسلمان ہونے کے بعد تم بلا شبہ
کافر ہو گئے۔

عہد رسالت میں دو شخصوں میں جھگڑا ہوا مقدمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا حضور نے ایک کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ جس کے خلاف
فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اس کی حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں۔ دونوں حضرت عمر کی
خدمت میں حاضر ہوئے معاملہ عرض کرنے کے اثناء میں جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے
یہ بھی بتا دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے موافق فیصلہ فرما دیا ہے
دریافت فرمایا کیا رسول اللہ نے فیصلہ فرمایا ہے۔ عرض کیا جی۔ ہاں! فرمایا تم
دونوں اپنی جگہ رہو گھر کے اندر تشریف لے گئے اور تلوار لے کر باہر تشریف لائے
اور اسے قتل کر دیا جس نے کہا تھا کہ حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں دو بھرا بھاگ کر
خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ عمر نے میرے حریف کو قتل کر دیا۔ فرمایا عمر
کسی مسلمان کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فَلَا دَرَسَ بَلَا لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى
يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ
حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا۔ (نساء آیت ۶۵)

اے محبوب میرے رب کی قسم وہ مسلمان
نہ ہوں گے جب آپ کے جھگڑوں میں ہمیں حاکم
نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کر دو اس سے دلوں میں
رکاوٹ نہ پائیں اور اسے کما حقہ
مان نہ لیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قتل پر قصاص یا دیت کچھ
بھی نہیں واجب فرمائی یہ بد نصیب جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں

اپیل کرنے گیا تھا۔ کلمہ گو تھا اپنے کو مسلمان کہتا تھا مگر اللہ عز وجل نے نہایت واضح غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ ایسے لوگ جو میرے رسول کے فیصلے کو نہ مانیں مسلمان نہیں۔ اب نص قرآن سے ثابت ہو گیا کہ اگر کسی سے کوئی کفر سرزد ہو یا اس نے کوئی کلمہ کفر بکا تو وہ بلاشبہ کافر ہے اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو، نماز پڑھتا ہو جہاد کرتا ہو اور اگر بالفرض یہ جرم اہانت رسول کا ہے تب تو معاملہ بہت ہی سنگین ہے اور ایسا سنگین کہ علماء نے یہ تشریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی گستاخ رسول تو بھی کالحاکم اسلام اسے زندہ نہ چھوڑے گا۔ اٹھا کے دیکھئے شفاء اور اس کی شرح، درر غرر، درمختار وغیرہ۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اور نماز پڑھے، زکوٰۃ دے، روزے رکھے، حج کرے دن رات قال اللہ قال الرسول کا درس دے اور انہیں اطمینان ہو کہ کبھی خلاف شرع تھو کے بھی نہیں لیکن اگر اس سے کوئی فعل کفر سرزد ہو جائے یا کوئی کفری قول بک دے تو اسے کافر کہنا بعض قرآن فرض ہے یہ جرم نہیں بہت بڑی عبادت ہے یہ جہاد بالقلم ہے، جہاد باللسان ہے اور اسلامی شریعت کو فاسد مادوں سے پاک کرنے کی سعی مشکور بلکہ حقیقت میں محنت خدا ہے سنت رسول ہے اسے جرم نہ کہنا ایسے فرض شناس عالم کو مورد طعن و تشنیع بنانا خود بہت بڑا جرم ہے اس سلسلے میں ایک بہت بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ عقائد کا یہ مسلم البتوت قاعدہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں یعنی جو کعبہ مقدسہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اسے کافر کہنا درست نہیں اس پر ہماری دو گزارش ہے کہ جو لوگ علماء کے اس ارتداد کو اپنے لئے بطور سپر استعمال کرتے ہیں خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے مثلاً قادیانیوں کی تکفیر یہ لوگ بھی کرتے ہیں جب کہ قادیانی بھی ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اب ہر شخص کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر اہل قبلہ کا مطلب ہے کہ جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہ بہر حال مسلمان ہے

خواہ کتنے ہی بڑے کفر کا ارتکاب کرے تو پھر آپ لوگ قادیانیوں کو کافر
 کیوں کہتے ہیں — دوسری بات یہ ہے کہ اہل قبلہ کا یہ معنی نہیں جو آپ بتا کر
 اپنے لئے ڈھال بناتے ہیں اہل قبلہ کے معنی یہ ہیں کہ جو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز
 پڑھنے کے ساتھ ساتھ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو۔ ضروریات دین
 میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتا ہو۔ لیکن اگر کوئی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز
 پڑھتا ہے اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ
 میں سے ہے ہی نہیں — آئیے اس توضیح کو اپنے عہد کے سب سے بڑے
 فقیہ اور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے **اعلم**
 ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضرورات
 الدين كحدوث العالم وحشر الجساد وعلم الله بالکلیات
 والجزئیات وما اشبه ذلك من المسائل فمن واطب طول
 عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم ونفي
 الحشر ونفي علمه سبحانه بالجزئیات لا يكون من اهل
 القبلة وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة
 عند اهل السنة انه لا يكفر ما لم يوجد شيء من
 امارات الكفر وعلاماته ولم يصد عنه شيء من موجباته۔
 (شرح الفقہ الاکبر ص ۱۸۹)۔

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر اتفاق رکھتے ہیں جیسے
 عالم کا حادث ہونا جسموں کا حشر اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام کلیات و جزئیات کو جانتا
 ہے اور اس کے مثل اور مسائل — اور جو شخص اپنی زندگی بھر طاعات و عبادت
 کا پابند رہے اور عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کرے یا حشر کا انکار کرے یا اللہ
 تعالیٰ کے جزئیات جاننے سے انکار کرے وہ اہل قبلہ سے نہیں ہوگا —

اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے سے اہلسنت کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا جب تک کفر کی نشانیوں اور اس کی علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے اور کفر کے موجبات میں سے کوئی چیز اس سے صادر نہ ہو۔

اس سلسلے میں سب اہم اور قابل توجہ اور قابل حفظ امر یہ ہے کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام کلمہ گو افراد کے رہنماؤں کا طریقہ عمل کیا تھا

صحابہ کرام کا عمل انیسر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک میں خوارج پیدا ہوئے جنہوں نے صرف اس بنا پر کہ حضرت علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے صفین کے موقع پر حکم قبول کر لی تھی کہ دونوں فرق اپنا اپنا ایک ایک حکم بنالیں اور وہ جو فیصلہ کریں اسے دونوں فرق قبول کریں حضرت علی کو مشرک کہا اور دلیل میں یہ آیت پیش کی۔ ان المحکم الا للہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے شدید قتال فرمایا حتیٰ کہ اس کی پوری جدوجہد فرمائی کہ ان سب کو نیست و نابود کر دیں جنگ کے اختتام کے بعد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب تم نے بدترین خلق کو قتل کیا۔ انھیں کے عہد پاک میں وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود کہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ انھیں پکڑ کر آگ میں جلا دیا جائے چنانچہ اسی پر عمل درآمد ہوا۔

تابعین کرام تابعین کے عہد میں خوارج اور معتزلہ پیدا ہوئے جن میں خوارج نے بہت قوت پکڑ لی۔ تابعین کرام نے مسلسل ان سے جہاد کیا اور ان کے گمراہ کن اقوال کا شدید رد فرمایا ان کے مجتہدین کے عہد میں اور کچھ مزید گمراہ فرقے پیدا ہوئے۔ قدریہ، جہمیہ وغیرہ مجتہدین کرام نے ان سب کا پوری قوت کے ساتھ رد فرمایا۔ جب مامون کے عہد میں معتزلہ ابھرے تو تمام محدثین فقہاء نے عمل جل کر ان کا قلع قمع کرنے کی جدوجہد کی۔

روافضی دوسری صدی ہی میں پیدا ہو چکے تھے لیکن ان کی نہ کوئی تنظیم تھی اور نہ ان کے عقائد منضبط لیکن جب کسی بھی بزرگ کو ان کے گمراہ کن اقوال کی اطلاع ملتی تو اس کا شدید رد فرماتے یہاں تک کہ حضرت زید شہید سے جب دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ان روافضی نے یہ مطالبہ کیا کہ حضرت شیخین پر تبر کیجئے تو انھوں نے انکار فرمادیا اور انھیں اپنی جماعت سے الگ کر دیا اور صاف صاف ارشاد فرمادیا رافضیوں کا خوفناک ہے۔ انھوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم نے بھی ان کو چھوڑ دیا اور جب روافضی منظم ہو گئے اور ان کے عقائد مدون ہو گئے تو علماء اسلام نے ان کا مکمل رد کیا۔

ہمارے ہندوستان میں فرقہ ہمدردیہ پیدا ہوا تو علماء ر خاموش نہیں بیٹھے اور ان کے استیصال کی حتی الوسع پوری جدوجہد فرمائی۔
غرض کہ اسلام کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے کہ جب بھی عہود اہل اسلام کے خلاف کوئی کلمہ گو غلط عقائد و نظریات لے کر اٹھا تو علماء نے اسے نہیں بخشا کیسے بخشتے پھر نور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ۱۵۱
ظہرات الفتن أو البدع ولم يظهر العالم علمه فعليه لعنة
الله والملائكة والناس أجمعين جب فتنے یا گمراہیاں ظاہر ہوں
اور عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی
لعنت ہے۔

ہماری اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی کلمہ گو عہود اہل اسلام کے خلاف کسی عقیدے یا نظریے کو پھیلانے کی کوشش کرے تو ذمہ دار علماء و مشائخ مفتیان عظام پر فرض ہے کہ اپنی وسعت و قوت بھر اسکا رد کریں اس کے باطل نظریات کو غلط ثابت کریں اور شریعت کی رو سے اس پر جو حکم عائد ہوتا ہو اسے بر ملا بیان کریں۔

آمد ابرسر مطلب | مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے جن افراد کی تکفیر کی ہے وہ مذکورہ بالا الشرح و حل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ سے لے کر آج تک کے تمام علماء اہل سنت کے اسوہ اور طریقہ کی پیروی میں کی ہے اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جن لوگوں کی تکفیر کی ہے واقعی ان لوگوں سے کفر سرزد ہوا ہے یا نہیں؟ اور وہ کفر کے مجرم ہیں یا نہیں۔ اس سلسلے میں چار نام قابل ذکر ہیں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا خلیل احمد انبلیسی، مولانا اشرف علی تھانوی قبل اس کے کہ ہم ان کا جائزہ لیں پہلے یہ بتادیں کہ ان لوگوں کا رابطہ کس طبقہ سے ہے یہ چار افراد مولانا اسماعیل صاحب دہلوی کے پیرو اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، یکروزہ، ایضاح الحق وغیرہ کے مطابق عقیدہ رکھنے والے اور عمل کرنے والے ہیں ان چاروں میں صوبہ سے مکرم و محترم مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھا ہے —

”تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی ص ۱۴

یہ مولوی اسماعیل دہلوی وہی ہیں کہ جب اسٹھوں نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان لکھی تو ان کے ہم عصر دہلی کے تمام علماء اہلسنت بالاتفاق ان کا رد لکھا اور ان کی تکفیر کی جس کی تفصیل اساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب تحقیق الفتویٰ بابطال الفتویٰ میں مذکور ہے جس کی تصدیق اس عہد کے تمام ان علماء دہلی نے فرمائی ہے جو مسلم البتوت، مقدم علیہ تھے اسی کتاب تقویۃ الایمان کے رد میں خود انھیں کے اہل خاندان بلکہ عم زاد مولانا محمد موسیٰ

اور مولانا مخصوص اللہ نے معید الایمان لکھی اس کے علاوہ ملک کے ہر طبقہ سے
 اس کتاب کا رد لکھا گیا۔ مولوی اسماعیل کے مارے جانے کے بعد ان کے ہمنواؤں
 نے ان کی تائید میں جو کتابیں لکھیں ان سب کا رد مسلسل ہوتا رہا جس کی ایک
 بہت بڑی نظیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی کتاب فیصلہ ہفت مسئلہ ہے
 دوران کے مرید اور خلیفہ مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری کی کتاب انوار مہالو
 ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ جب صدر مشدو
 ہدایت پر فائز ہوئے تو ملک کا ماحول یہ تھا کہ انھیں مولوی اسماعیل دہلوی کے
 بیروکار مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے خلاف پورے ملک میں
 ایک شورش برپا تھی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اور انھیں مولوی اسماعیل
 دہلوی کے مذہب کی نشر و اشاعت کرنے والے مولوی رشید احمد گنگوہی اور
 مولوی خلیل احمد انبیٹھی کی کتاب براہین قاطعہ نے ملک میں آگ لگا رکھی تھی جس کے
 نتیجے میں ۱۳۰۶ھ میں ریاست بھاول پور میں خود کتاب کے مصنف مولوی خلیل احمد
 انبیٹھی اور حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے مابین ایک اہم تاریخی مناظرہ
 ہوا جس مناظرہ کے حکم نے مولوی خلیل احمد انبیٹھی وغیرہ کے خلاف اپنا فیصلہ
 دیا۔ جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ تحذیر الناس
 براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی ان عبارتوں پر مطلع ہوئے جن میں ضروریات دین
 کا انکار اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سمجھی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ
 اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسے برداشت فرماتے آپ نے پہلے ان لوگوں کے رد میں
 رسائل لکھے جنہ میں اللہ عدوہ سبحان السبوح وغیرہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں
 مگر ان لوگوں نے نہ تو اعلیٰ حضرت کے رسائل کا کوئی جواب دیا اور نہ ان عبارتوں
 سے رجوع اور توبہ کیا اسی لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ۱۳۱۰ھ میں ان کی تکفیر

فرمائی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تکفیر حق ہے یا باطل، صحیح ہے یا غلط — اب آئیے اسے عقائد کی کسوٹی پر رکھتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے اور صلف و قلف پورے امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیاء بتایا یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکتا اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا — وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی۔ تصریحیں فرمادیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرے تو وہ کافر ہے جس پر احادیث کریمہ اور ارشادات صلف و قلف نص جلی ہیں جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ (جز اول اللہ عدوہ باباۃ ختم النبوة) کا مطالعہ کرے جس میں ایک سو تیس احادیث کریمہ و ارشادات علماء سے ثابت فرمایا ہے۔

کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ایسا قطعی یقینی معلوم و مشہور ہے جس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں۔ جسے علماء تو علماء عوام بھی جانتے ہیں۔ اگر عوام سے پوچھا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی کیا ہیں؟ تو وہ بھی بلا توقف بتا دیں گے کہ آخری نبی "اسی وجہ سے یہ ضروریات دین سے ہے امام قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں۔

(۱) لانه أخبر صلى الله	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ وہ
تعالى عليه وسلم انه	خاتم النبیین ہیں اور یہ خبر دی کہ اللہ
خاتم النبیین لا نبی بعدہ واخبر	عز وجل نے انھیں خاتم النبیین
عن الله تعالى انه خاتم النبیین	بتایا اور پوری مخلوق کا رسول
وانه ارسل كافة للناس	بنایا تمام امت کا اصل پر اجماع

جمعت الامة على حمل
هذا الكلام على
ظاهري وان مفهومه
لمراد به دون تاويل
لا تخصيص فلا شك في كفا
صواعق الطوائف كلها قطعاً جلد دوم

ہے کہ یہ کلام (خاتم النبیین) اپنے
ظاہری معنی پر محمول ہے اس کا جو مفہوم
ہے یعنی آخری نبی ہونا یہی مراد ہے جس
نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص ہے تو
مذکورہ بالا لوگوں کے کافر ہونے میں ہرگز
کوئی شک نہیں۔

۲، شفا کی اس عبارت کو محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند نے بھی اپنی
کتاب ختم النبوة فی الآثار میں قادیانیوں کے خلاف بطور سند ذکر کیا ہے۔
۳، حجة الاسلام امام غزالی کتاب الاقتصار میں فرماتے ہیں۔

ان الامة فتحت من هذا اللفظ
فانه افهم عدم نبی بعد ابد
عدم رسول بعد ابد و انه
یس فیہ تاویل ولا تخصیص
ومن اول بتخصیص فکلامه
من التواتر الهدیان لا یجتمع
تکفیراً لانه مکذب
بهذا النص الذی
جمعت الامة على انه
نیر مؤول ولا مخصوص

اس میں شک نہیں کہ امت نے خاتم النبیین
سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ
حضور کے بعد کبھی شعی کوئی نبی ہو گا
نہ کوئی رسول نیز یہ کہ اس میں نہ کوئی
تاویل ہے نہ کوئی تخصیص اگر کوئی اس
میں تاویل و تخصیص کر لے تو وہ ہدیان کی
قسم سے ہے اور اسے کافر کہنے سے کوئی
چیز مانع نہیں کیونکہ وہ قرآن کی اس نص
کو جھٹلا رہا ہے جس کے بارے میں امت
نے اجماع کیا ہے کہ اصل میں تاویل ہے نہ
تخصیص۔

۴، علامہ عبد الغنی نابلسی شرح القوائد میں لکھتے ہیں۔
ساد مذہبهم غنی

یعنی فلاسفہ کا یہ قول کہ نبوت کسی سے

عن البیان بمشاهدة
العیان کیف وهو یودی
الی تجویز نبی مع نبینا
صلی اللہ علیہ وسلم
اول بعدہ وذلک لیستلزم
تکذیب القرآن
اذ قد نص علی انه
خاتم النبیین و آخر
المرسلین و فی السنة
انا العاقب ولا نبی
بعدی واجتمعت الامم علی
ابقاء هذا الکلام علی ظاہر لا
وهذه احادی المسائل المشهورة
کفرنا بها الفلاسفة لعنهم الله تعالى

مل سکتی ہے۔ ایسا کھلا ہوا فساد ہے
جو محتاج بیان نہیں کیسے قاصد نہ ہوگا
جب کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا حضور کے
بعد کسی نبی کا ہونا جائز ہے اسے قرآن
کی تکذیب لازم ہے اس لیے قرآن نے
اس پر نص فرمادی ہے کہ حضور خاتم النبیین
اور آخر المرسلین ہیں اور حدیث میں ہے
کہ میں سب میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد
کوئی نبی نہیں اور امت نے اس پر اجماع
کیا ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہری معنی پر باقی ہے
اور یہ ان مسائل میں سے ایک ہے جسکی
بنیاد پر ہم نے فلاسفہ کو کافر کہا ہے اللہ
تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے۔

(۱) ناظرین! غور کریں کہ ان تینوں عبارتوں سے ظاہر ہو گیا کہ پوری امت
کا اس پر قطعی یقینی اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لانی بعدی کے معنی صرف
یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی آخری رسول ہیں حضور کے زمانہ
میں یا حضور کے بعد کسی نبی ہونے کو جائز جاننے والا کافر ہے خواہ وہ نبی بالعرض
مانے یا ظلی بروزی بہر حال کافر ہے۔

(۲) حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی جائز ماننا خاتمیت محمدی کے
منافی ہے اس کے معارض ہے، قرآن کی تکذیب ہے۔

(۳) لہذا یہ کہنا اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو آپکا

خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا قرآن کی تکذیب ہونے کی وجہ سے کفر ہے اور ایسا کہنے والا کافر ہے۔ (۳) ان عبارتوں نے بتایا کہ امت کا اصل پر بھی اجماع ہے کہ اس میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی بلکہ کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرنے والا کافر ہے اس لئے یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں نبی بالذات کے ہیں ضرور کفر ہے اور ایسا کہنے والا ضرور کافر ہے۔ اب آئیے اس خصوص میں دیوبندی مکتب فکر کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیے۔

WWW.NAFSISLAM.COM
"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAT"

نالوتوی صاحب کی کفری عبارت

مولوی قاسم نالوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں۔

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہیے کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ صلب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا آخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

پھر مقام مدح میں و لکن الرسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیں اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدائی جانب زیادہ گوئی کا وہم ہے۔

آخر اس وصف میں اور قد و قامت شکل و رنگ حسب و نسب سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اولہ فضاہل میں کچھ دخل نہیں۔ کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔

دوسرے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سردباب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلافت کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔

پر حملہ، "ماکان محمد اباً احد من سجالکم۔ اور حملہ، و لکن س رسول اللہ و خاتم النبیین میں کیا تناسب تھا؟ جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سردباب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں مواقع تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سردباب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے۔

خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار

ہم نے تحذیر الناس کی اس موقع کی عبارت پوری لفظ بلفظ نقل کر دی ہے۔ ناظرین اسے بغور پڑھیں۔ کیونکہ عبارت بہت گنجلک اور مجیدہ ہے ہو سکتا ہے کہ ایک بار پڑھنے سے نہ سمجھ میں آئے تو بار بار پڑھیں اور عربی فارسی الفاظ کے ترجمے کسی لغت کی کتاب میں دیکھ لیں ہم نے کوئی تشریح اس لئے نہیں کی کہ ہو سکتا ہے نالوتوی صاحب کے کسی نیاز مند کو یہ کہنے کی گنجائش مل جائے چونکہ تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب غلط بتایا ہے اس لئے اس کے معنی کفری ہو گئے۔ البتہ ناظرین ہماری مندرجہ ذیل گزارش کو بغور پڑھ لیں اور خود فیصلہ کریں۔

نالوتوی صاحب نے اس عبارت میں بڑے شد و مد اور شور سے یہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں ہیں نہ یہ معنی کسی طرح بن سکتے ہیں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہونے کو انھوں نے سترہ طریقوں سے باطل مانا ہے اول۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا، نا سمجھ عوام کا خیال ہے۔ واضح ہو کہ یہاں اس عبارت میں عوام کے مقابل میں اہل فہم بولے ہیں جس سے متیقن ہے کہ عوام سے مراد نا سمجھ لوگ ہیں۔

دوم۔ اسے خیال بتایا عقیدہ نہیں خیال کا معنی وہم گمان، رائے وغیرہ کے ہیں اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عقیدہ نہیں

جو قطعی یقینی غیر متزلزل ہوتا ہے۔ بلکہ نامحجہ عوام کی رائے ہے جو انھوں نے
از خود قائم کر لی ہے قرآن و حدیث و اقوال سلف سے ثابت نہیں۔

سودم۔ آخری نبی ہونے کو مقام مدح میں یعنی تعریف کے موقع پر ذکر کرنا صحیح نہیں۔
اور یہ آیت کریمہ مقام مدح میں ہے۔ اس لئے اس آیت میں
خاتم النبیین آخری نبی کے معنی میں نہیں۔ اس کا صاف صاف مطلب
ہو کہ آخر الانبیاء ہونے میں کوئی مدح نہیں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات
نہ بالعرض۔

چہارم۔ اس آیت کو مقام مدح میں نہ مانیں اور خاتم النبیین کو اوصاف مدح
میں سے تسلیم نہ کریں۔ تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا درست
ہو سکتا ہے مگر چونکہ یہ آیت مقام مدح میں ہے اور خاتم النبیین وصف
مدح ہے اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست
نہیں۔

پنجم۔ اگر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مراد لیں گے تو خدا کے بے ہودہ گولٹو
گوہونے کا وہم ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ آخری نبی ہونا یہود اور
نور و صف ہے جس میں کچھ بھی فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

ششم۔ آخری نبی ہونا قد و قامت وغیرہ ایسے اوصاف میں سے ہے جنہیں فضائل
میں کچھ دخل نہیں اس کا صاف صاف بالکل واضح غیر مبہم یہ معنی ہو کہ آخری
الانبیاء ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہفتم۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے نقصان قدر کا احتمال لازم آئے گا یعنی یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کا مرتبہ کم ہے۔ اس کا یہ مطلب ہو کہ آخری نبی ہونا ایک ناقص
وصف ہے جس میں کچھ فضیلت نہیں ہے نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہشتم۔ آخری نبی ہونا ایسے ویسے یعنی معمولی درجہ کے لوگوں کے عام اوصاف کی طرح ہے اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

نہم۔ اگر خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین لیں گے تو اس آیت کے پہلے والے جملے اور اس میں تعاقب نہ رہے گا۔

دھم۔ ایک کا عطف دوسرے پر درست نہ ہوگا۔

یا ز دھم۔ ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک بنانا صحیح نہ ہوگا۔

دوا ز دھم۔ اللہ کے کلام معجز نظام میں بے ارتباطی لازم آئے گی۔

ہین دھم۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے اتباع کو روکنے کے لئے اس

آیت میں خاتم النبیین نہیں فرمایا گیا اگر یہ روکنا مقصود ہوتا تو ضرور

خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہوتے۔ مگر چونکہ روکنا اس سے

مقصود نہیں اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں۔

چہار دھم۔ اس کا یہ موقع نہیں اس کے بیسیوں اور دوسرے مواقع تھے۔

پانز دھم۔ آخری نبی ہونے پر بنائے خاتمیت نہیں کسی اور بات پر ہے۔

خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں خاتمیت کی بناء آخری ہونے پر

نہیں۔ یہ ثابت کرنے کے بعد نانو تو ہی صاحب خاتم النبیین کے معنی اور

جس پر خاتمیت کی بناء ہے صفحہ ۴ پر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سوا اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی

آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں۔ اور سوائے آپ کے اور نبی

موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اور وہی کی نبوت آپ کا فیض ہے

پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔

اب یہ بات بالکل صاف ہو گئی کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں بلکہ بالذات نبی ہوتا ہے اور خاتمیت کی بنیاد نبی بالذات ہونے پر ہے شانزدہم: اس لئے صفحہ ۱۴ پر یہ نتیجہ نکالا — "غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا ابتیار گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

نیز صفحہ ۲۸ پر مزید نتیجہ یہ نکالا — اگر بالفرض بعد زمانہ بنوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

یہ کل سترہ وجوہ ہوئے جن سے نانو تووی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں بلکہ نبی بالذات کے ہیں۔

نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم نہیں۔

(اولاً) نانو تووی صاحب جیسا بیدار مغز محقق ماہر مناظر اگر نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم مانتا تو صفحہ ۱۴ پر یہ نہیں لکھتا۔
بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

(ثانیاً) صفحہ ۲۸ پر یہ نہیں لکھتا۔

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں ہوں۔ یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی نبی تجویز کیا جائے۔“

ظاہر ہے کہ اگر واقعی خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم ہوتی تو حضور کے زمانہ میں کسی نبی کے ہونے سے آپ کا خاتمہ ہو جاتا اور آپ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت محمدی رخصت ہو جاتی۔ اس لئے کہ ہر ادنیٰ عقل رکھنے والے پر یہ بات واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس کے منافی ہے کہ حضور کے عہد مبارک میں یا بعد میں کوئی نیا نبی کہیں بھی پیدا ہو۔ اور تا تو تو ہی صاحب جب یہ تصریح کر رہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی جدید نبی ہونے کے باوجود آپ کا خاتمہ ہوتا بدستور باقی رہے گا۔ اور آپ کے خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ تو ثابت کہ وہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم نہیں مانتے۔ اس لئے کہ جو چیز لازم کے منافی ہے وہ ملزوم کے بھی ضرور منافی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا بعد میں کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی ضرور ختم ہو جائے گی اور جب یہ ختم تو اس کا ملزوم خاتمیت ذاتی بھی ختم۔ جب صورت حال یہ ہے کہ خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم مانتے تو دونوں ختم۔

ثالثاً۔ نا تو تو ہی صاحب ابتداء ہی میں چودہ وجوہ سے یہ ثابت کر آئے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہونا باطل ہے اور بطلان لازم بطلان ملزوم کو مستلزم تو اگر ان کے عقیدے کے خلاف کوئی صاحب خاتمیت ذاتی کو لازم مانتے تو لازم آئے گا کہ خاتمیت ذاتی بھی باطل۔ اب نہ ذاتی رہی نہ زمانی۔

دابعاً۔ نانوتوی صاحب کے نیازمند ناحق ان پر تہمت رکھتے ہیں اس کا ہمارے پاس یا اگر خود نانوتوی صاحب ہوتے تو انھیں کے پاس کیا علاج نانوتوی صاحب نے خود لکھا۔

”ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم حجاز اس خاتمیت کو زمانی اور رُتبی سے عام لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔
 ہر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی خاتمیت رُتبی ہے نہ زمانی۔“ تحذیر الناس صفحہ ۸

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ خاتمیت زمانی یعنی آخر الانبیاء ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں تو اسے لازم ماننے سے کیا فائدہ۔ بلکہ ایسے لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان جو وصف نہیں اسے حضور کے لیے ثابت مانا گیا اس میں نقصان قدر کا احتمال اور اللہ عز وجل کی طرف بیہودہ بکواس کا توہم ہوگا۔ بلکہ آخر کے اس جملہ میں خاتمیت زمانی کا بالکل صفایا کر دیا خواہ خاتمیت کو مطلق مانیں خواہ اس میں عموم حجاز کا قول کریں۔ کہ جب یہ شایان شان نہیں تو اس کا اثبات حضور کے لئے لغو بے فائدہ ہی نہیں نقصان قدر کا صیب ہوگا۔

ان سب سے ہٹ کر خود نانوتوی صاحب کا ایک اعتراف سُن لیجئے وہ اپنے مکتوب میں ایک معتمد علیہ خصوصی کو لکھتے ہیں۔

معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر	خاتم النبیین کا معنی ظاہر پرستوں کی نظر
پرستوں ہی باشد کہ زمانہ نبوی آخر	میں یہی ہے کہ زمانہ نبوی گذشتہ انبیاء
است از زمانہ گذشتہ بعض نبی	کے زمانہ سے آخر ہے اور اب کوئی نبی
دیگر نخواہد آید مگر می دانی این	نہ آئے گا مگر تم جانتے ہو کہ یہ ایسی بات
ممن ایست کہ نہ در آئے	ہے کہ اس میں نہ تو کوئی تعریف آوری نہ کوئی

نہ ذرے —

برائی۔ قاسم العلوم ۵۵ مکتوب اول بنام

مولوی محمد قاضی —

ہر شخص جانتا ہے کہ مصنف اپنی مراد کو بخوبی جانتا ہے جب نالوتوی صاحب نے بغیر کسی ایچ پیج کے صاف صاف بیان کر دیا کہ آخر الانبیاء ہونا مدح اور تعریف کی بات نہیں اس میں کوئی مدح نہیں — جب کہ اس میں کوئی مدح نہیں تو اسے خاتم بالذات کو لازم مان کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنا بقول نالوتوی صاحب یہودہ لغو وغیرہ وغیرہ ضرور ہو گا پھر یہ کہتا کہ نالوتوی صاحب ختم ذاتی کے لئے ختم زمانی لازم مانتے ہیں تو ان پر تہمت اور افترا کے سوا اور کیا ہے۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ص ۱۳ پر ”بالذات کچھ فضیلت نہیں“ میں بالذات کی قید صرف ”داشتہ بکار آید“ کے طور پر ہے —
ثابت ہو گیا کہ نالوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں صرف نبی بالذات کے ہیں جسے آخر الانبیاء ہونا لازم بھی نہیں —

اسی وجہ سے انھوں نے ص ۱۴ پر صاف صاف بلا کسی ابہام کے لکھ دیا —

اگر حضور کے زمانہ میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

نالوتوی صاحب نے دیدہ و

داشتہ بالقصد والا ارادہ

نالوتوی صاحب شرعی مواخذے

تخذیر الناس کی ان عبارتوں میں مندرجہ ذیل قطعی یقینی ایسے کفریات کا ارتکاب کیا جس میں کسی قسم کے ذرہ برابر شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں جس میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں نہ تاویل قریب کی نہ تاویل بعید کی۔

(۱) قرآن مجید کے ارشاد خاتم النبیین کے معنی سب میں پچھلانی تاخیری نبی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے صحابہ کرام نے بتائے۔ پوری امت نے بتائے اور اس پر پوری امت نے قطعی یقینی اجماع کر لیا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں۔ وہ بھی اس تشریح کے ساتھ کہ اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی ذرہ برابر کوئی گنجائش نہیں اس کو نانو تووی صاحب نے عوام بھٹی نا سمجھ لوگوں کا خیال بتلایا۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نافع عوام میں داخل کیا۔

(۳) اس اعلیٰ درجہ کے وصف مدح کو مقام مدح میں ذکر کے قابل ہونے سے انکار کیا اور اس کو وصف مدح ماننے سے بھی انکار کیا۔

(۴) اسے زیادہ گوئی یعنی بیہودہ گوئی لگو گوئی کہا۔

(۵) اسے فضیلت سے بالکل خالی کہا۔

(۶) اسے ایسے ویسے گئے گذرے لوگوں کے احوال میں داخل کیا۔

(۷) اسے اللہ عز و جل کے کلام مجز نظام کے منافی کہا۔

(۸) اسے قرآن کے تناسب اور ارتباط میں محل مان کر کہا۔

(۹) اسے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے دعوائے نبوت کے سد باب

کے لیے نہیں مانا۔ اس آیت مبارکہ کو اس کا موقع نہیں مانا۔

(۱۰) اسے بناوٹے خاتمیت ماننے سے انکار کیا۔ بناوٹے خاتمیت دوسری بات پر رکھا۔

(۱۱) خاتم النبیین کا معنی اپنے جی سے یہ گڑھا آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں

اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف بوصف۔

نبوت بالعرض۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جدید نبی پیدا ہوتے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہ مانتا۔

(۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہوتے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہیں مانتا۔

اب ناظرین سے سوال ہے؟ کیا اتنے کفریات کے ارتکاب کے باوجود بھی تحذیر الناس کے مصنف نانوتوی صاحب مسلمان ہی ہے؟ کیا اب بھی ان کی تکفیر فرض نہیں تھی اس کا فیصلہ آپ حضرات پر چھوڑتا ہوں۔

تحذیر الناس کے خلاف شورش

یہی وجہ ہے کہ تحذیر الناس جہاں بھی پہنچی خود نانوتوی

صاحب کے زمانے میں وہاں کے علماء نے اس سے بیزاری ظاہر کی۔ اسکا زبانی بھی اور تحریری بھی رد کیا۔ تحذیر الناس سے پوری امت بیزار تھی اس کو اشرف علی تھانوی نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا۔

جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں بجز مولانا عبدالحی کے۔

(الافاضات الیومیہ جلد چہارم صفحہ ۵۸۵ ملفوظات صفحہ ۹۲)

نانوتوی صاحب ایکبار دیاست راجپور گئے اس کا قصہ الوداع ثلثہ میں یوں لکھا ہے۔

اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا اس لئے کہ خفیہ پہنچیں جب راجپور پہنچے تو جناب

نے اپنا نام خورشید حسن بنلایا اور لکھوا دیا۔ اور ایک
ہنایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے اس میں
بھی ایک کمرہ چھت پر لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس
کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا۔ مولانا کی تکفیر
تک یہودی تھی حضرت کی غرض اس اخفاء سے یہی تھی
کہ میرے علانیہ پہنچنے سے اس بارہ میں جھگڑے اور
بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں۔ (ارواحِ ثلاثہ صفحہ ۳۶۱)

ارواحِ ثلاثہ کے جاہل متعصب راوی نے تحذیر الناس کے رد کرنے والے
علماء کو اہل بدعات قرار دیا۔ اب آئیے ان کے ایک نیاز مند دیوبندی
جماعت کے بہت بڑے عالم جن کی حیثیت دیوبندی برادری میں ایک عالم ہی
کی نہیں بلکہ جمیعۃ العلماء کی ہے۔ وہ ہیں انور شاہ کشمیری بلکہ ڈھابیلی یہ تحذیر الناس
کی تردید کرتے ہوئے اپنے رسالہ خاتم النبیین کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں۔

وارادۃ ما بالذات وما بالعرض عرف	یعنی ما بالذات وما بالعرض کا ارادہ (جیسا
فلسفاست نہ عرف قرآن مجید و حواہر عرب	کہ تحذیر الناس میں ہے) فلسفہ کا عرف ہے
و نہ نظم قرآن راہم چوں گو نہ ایمان و	قرآن مجید کا عرف یا عرب کا محاورہ نہیں اور
دلالت برآں پس اضافہ استفاضۂ نبوت	نہ نظم قرآن کا اس کی طرف کوئی اشارہ ہے
زیادت است بر قرآن محض اتباع	پس اضافہ استفاضۂ نبوت محض اتباع ہوا
ہوا۔	کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔

یہی بزرگ قریب قریب یہی مضمون اپنے دوسرے رسالہ ”عقیدۃ الاسلام“
کے صفحہ ۲۵۶ پر لکھ چکے ہیں۔

دیکھئے انور صاحب نانو تو ہی صاحب کے بہت نیاز مند ہیں مگر تحذیر الناس

ہیں کلام مجید کی تمام امت کے خلاف جو تفسیر بالرائے کی ہے اسے رد کرتے ہیں صرف رد ہی نہیں اسے ابتداء ہوا یعنی خواہش نفسانی کی پیروی میں قرآن مجید پر زیادتی قرار دے رہے ہیں۔ اب یہ فیصلہ ناظرین کریں کہ تمام امت کی قطعی یقینی اجماعی تفسیر کے خلاف خواہش نفسانی سے قرآن مجید پر زیادتی کرنے والا مسلمان ہے یا کافر؟ غالباً انور صاحب کا یہی جرم وہ جرم ناخوشیدہ ہے جس کی سزا میں انھیں دارالعلوم دیوبند چھوڑنا پڑا جس کو وہ بڑی حسرت و یاس سے کہا کرتے تھے ”ہم نے کلمہ حق کہا تو اس کی وجہ سے یہاں ڈھابیل میں آنا پڑا“

گنگوہی اور انبی پھوری صاحب

کی مشترکہ کفری عبارت

جب دیوبندیوں نے میلاد، قیام، عرس، چادر وغیرہ کے خلاف پوری قلمبندی سے ہم چلائی۔ متعدد فتاویٰ کتابچے شائع کئے تو جناب حاجی امداد الشرح صاحب ہاجرہ ممبئی کے مرید خلیفہ مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری نے انتہائی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ان معمولات کے ثبوت میں ایک مبسوط کتاب انوار الساطع لکھی جس پر گنگوہی صاحب کو بہت طیش آیا اور انھوں نے اس کے رد میں مبرہین قلم

لکھی جو اپنے مرید خلیفہ خلیل احمد انبیسی صاحب کے نام سے چھپوائی یہ کتاب گنگوہی صاحب ہی کی لکھی ہوئی ہے اس کا دلیل یہ ہے کہ ان کے مؤرخ عاشق الہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۳۴ پر اسے ان کی تصنیفات کی فہرست میں داخل کیا ہے۔ لکھتے ہیں ناظرین ملاحظہ کریں۔

براہین قاطعہ — یہ انوار ساطعہ کا جواب اور رد بدعات و تحقیق سنت میں وہ لاثانی کتاب ہے جس کو حضرت کے (گنگوہی) کمالات علیہ و علیہ کا منظر کہیں تو بجایا ہے سنت کے عشق میں جو غصا وہ انداز اور شان جلالی کا اظہار اس میں نظر آتا ہے دیگر تصانیف میں کم ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ — مولوی عبد المجار عمر پوری دیوبندی نے لکھا تھا۔ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے تشریف لاتے ہیں شرک ہے۔ ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ ہے اللہ سبحانہ نے اپنی یہ صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی۔ انوار ساطعہ بالائے براہین قاطعہ صفحہ ۵۲۔

نانو تو می گنگوہی تھا نوی صاحبان کے پیر بھائی مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انوار ساطعہ میں اس کو دو طریقہ سے رد فرمایا۔ (۱) ایک یہ کہ جہاں جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں وہاں تشریف لانے کا مطلب ہر جگہ موجود ہونا کہاں ہے؟

(۲) زمین میں ہر جگہ تشریف لے جانے کو اللہ عز و جل کا خاصہ جاننا باطل ہے کیونکہ شرق سے غرب تک ہر روح کو حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) قبض کرتے ہیں۔ ہر جگہ کورات دن دیکھتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا ان کے آگے مثل چھوٹے سے خوان کے کر دیا ہے۔ یہ تو ایک فرشتہ مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ تمام بنی آدم کے

ساتھ رہتا ہے حاصل یہ ہے کہ جب مخلوق اور غیر اللہ کو یہ قدرت دی گئی ہے تو ہرگز یہ خاصۃ الوہیت نہیں اور جب یہ خدا کی خاص صفت نہیں تو رسول کیم کے لئے اسے ثابت کرنا ہرگز ہرگز شرک نہیں۔ اس رد کا گنگوہی صاحب سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اور نہ قیامت تک کسی سے بن پڑے گا۔ گنگوہی صاحب نے اپنے دل میں یہ فرض کر لیا یہ رد نہیں استدلال ہے۔ یعنی یہ کہ مولانا عبد السمیع صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے پر یہ دلیل دی ہے۔ کہ جب شیطان اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہیں تو حضور چونکہ ان دونوں سے افضل ہیں اس لئے وہ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ حالانکہ مولانا موصوف پر یہ کھلا ہوا افتراء ہے۔ مولانا عبد السمیع صاحب نے عمر پوری پر نقض وارد فرمایا تھا۔ نہ کہ اپنے مدعی پر استدلال کیا تھا۔ مگر ان بزرگوں کی یہ عادت متواتر ہے کہ اپنے حریف پر افتراء کرنے سے نہیں چوکیے گنگوہی صاحب نے اس نقض کو استدلال ٹھہرا کر اس پر لکھا۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو غلات نصوص قطعہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ (علم کی) وصفت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وصفت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شخص ثابت کرتا ہے۔
براہین قاطعہ صفحہ ۵۵

اس پر ہمالے مواخذے

(۱) زمین کا علم محیط گنگوہی صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لئے نص یعنی

قرآن وحدیث سے ثابت مانا۔ پھر اسی علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے شرک بتایا۔ اور یہ شرک اسی وقت ہوگا جب کہ اسے باری عز اسمہ کی صفت خاصہ مانیں۔ اور جب اسے اللہ عز وجل کی صفت خاصہ مانیں گے تو شیطان اور ملک الموت کے لئے اسے ثابت ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان اور ملک الموت خدا کے شریک ہیں۔ اور گنگوہی صاحب نے ان دونوں کیلئے ثابت مانا۔ اب لازم آیا کہ انھوں نے شیطان اور ملک الموت کو خدا کا شریک مانا۔ یہ اس عبارت کا ایک مرتجح کفر ہوا۔

(۲) پھر اس کفر و شرک کو نص یعنی قرآن واحادیث سے ثابت مانا یہ دوسرا کفر ہوا۔

(۳) اخیر میں ہے شیطان ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی مگر

عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام لٹھوں کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

یعنی شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت اور زیادتی نص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس لئے شیطان و ملک الموت کا علم وسیع اور زیادہ ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم یعنی علم کا زیادہ ہونا چونکہ نص قطعی سے ثابت نہیں اس لئے حضور کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے اس کا مرتجح مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ نہیں۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک شیطان کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ تعاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدًا ۱۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے۔ زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھ جائیں۔ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا۔ کیا اسے اس میں شرک ہوگا کہ یہ کلمہ کفر نہیں کیا اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین نہیں؟ کیا اس کفر مرتجح کے بعد بھی گنگوہی صاحب اور ان کے مرید

اور خلیفہ انبیسی صاحب کے کافر ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے؛ ایسے شیعہ قول پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے گنگوہی اور انبیسی صاحبان کو کافر کہا تو کیا جرم کیا؟

لطائف اس صریح و شیعہ کفریات کے علاوہ یہیں برائین قاطعہ میں کچھ مزید باتیں ہیں۔ ناظرین ان سے محفوظ رہیں۔

(۱) شیطان کی وسعت علم کے ثبوت کے لئے صرف نص پر قناعت کی گئی مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کے لئے صرف نص کو کافی نہیں جانا۔ نص قطعی کا مطالبہ کیا۔

(۲) اس کے برخلاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی نفی کے ثبوت میں ایک بے اصل روایت پیش کیا۔ اور شیخ عبدالحی محمد دہلوی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کر دیا۔ عبارت مذکورہ بالا کے چند سطور پہلے ہے۔

شیخ عبدالحی
روایت کرتے ہیں کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

یہ حضرت شیخ قدس سرہ پر افتراء ہے۔ روایت تو بہت دور ہے انہوں نے مدارج النبوة جلد اول ص ۹ پر اس روایت کو بالکل رد فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں

ایہجا اشکال می آرند کہ در بعض روایت
آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم من بعدہ ام نمی دانم آنچه در
پس این دیوار است جوابش آنست
کہ این سخن اصل ندارد و روایت
اس جگہ اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایتوں
میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں بندہ ہوں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے
پیچھے کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت
کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح

بدال صحیح نشدہ است۔ نہیں۔

کیا کسی مسلمان سے ایسی جسارت ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو گھٹانے کے لیے خود حضور پر جھوٹ باندھے اور من کذب علی فلیتبوا مقعده من النار۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا بھی خوف نہ کرے پھر جرأت بالائے جرأت یہ کہ جن بزرگ نے اسے رد فرمایا انہیں کو راوی بتائے۔

آج سے ایک صدی ترائند ۱۳۰۶ء کی دوسرے علماء کی تائیدات

بات ہے ریاست بھاؤل پور میں برہمن قاطعہ کی گمراہ کن عبارتوں پر ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا جس میں دیوبندیوں کی طرف سے اس وقت کے دیوبندی جماعت کے سب سے بڑے عالم ان کے شیخ الہند محمود الحسن کانگریسی اور خود انجیلیٹی صاحب جن کے نام سے یہ کتاب چھپی ہے شریک تھے اور اہل سنت کی طرف امام المناظرین علامہ غلام دستگیر نقوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مناظر تھے یہ مناظرہ تحریری تھا اس مناظرہ کے حکم شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف نواب کے مرشد تھے۔ موصوف نے اس مناظرہ پر جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے۔

مؤلف مذکور خلیل احمد انجیلیٹی مع اپنے معاونین کے وہابی اہل سنت سے خارج ہے۔ تقدیس الوکیلؑ یہ مناظرہ تحریری تھا۔ اس کی رواد تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخیل کے نام سے چھپ چکی ہے۔ اس میں حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب نے برہمن کی اس عبارت پر یہی اعتراض کیا ہے کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا ہے۔

فقیر کان اللہ لہ کا اعتراف یہ ہے کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم کا جوا نکال دیا ہے اور شیطان
 کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے یہ نہایت درجہ کی توہین
 ہے۔ ۱۹۳

اسی تقدیس الوکیل کی تصدیق میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی ہاجر مکی نے
 لکھا ہے۔

میں مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان
 کے خلاف کچھ اور ہی نکلے بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت
 کا علم شیطان لعین کے علم سے کتر ہے اور اس عقیدہ کے
 خلاف کو شک فرمایا۔ تقدیس الوکیل ص ۲۱۹

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی وہ بزرگ ہیں جنہیں سلطان ترکی نے پایہ
 حریم کا خطاب دیا جنہیں خود پیرا ہیں میں ہمارے شیخ الہند مولوی
 رحمت اللہ لکھا۔ جو لوگ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ
 پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے بلا وجہ ان لوگوں کو کافر کہا ہے وہ آئیں
 اور دیکھیں۔ شیخ الہند مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا غلام دستگیر
 قدس سرہ العزیز اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں نہ خلیفہ نہ پیر بھائی ان لوگوں نے
 بھی یہی کہا۔ لکھا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے
 علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا گیا ہے۔ اور یہ حضور
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی اعلیٰ حضرت
 قدس سرہ کو یہ طعن دینا درست ہے کہ انہوں نے ان دونوں کی بلا وجہ تکفیر
 کی کسی مسلمان کو اس میں شک ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 کی توہین کرنا کفر ہے۔

اور توہین کرنے والا کافر ہے

تھانوی صاحب کی کفری عبارت

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے کتابچہ حفظ الایمان کے صفحہ ۷ پر لکھا۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب — اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بکر و ہر کسی پر بھی ہے بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

چند سطر بعد ہے: اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔

اس عبارت کا صاف صاف مزج وہ بھی صحیح متعین مطلب یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس زید و عمر بکر بلکہ بچوں پگلوں جانوروں چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ان کے مساوی بتایا اور اس پر فریقین کا

یہ زید اس بنا پر ہے کہ تھانوی صاحب کے نیاز مند خود آپس میں الجھے ہوئے ہیں کہ اس عبارت میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے یا "اتنا" امد اس قلم کے معنی میں ہے

اسی کو اور مختصر عبارت میں یوں کہہ دیجئے۔ کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بقول زید جو علم غیب حاصل مانا اس کی دو قسمیں کیں بعض غیب اور کل غیب۔ کل کے حاصل ہونے کو عقلاً نقلاً باطل کہا تو لازم کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض علم غیب حاصل مانا۔ اور اسی کے بارے میں لکھا کہ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو و بکر یعنی ہر کس و نا کس بچوں یا گلوں تمام حیوانوں تمام چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔

اب اگر لفظ ایسا کو تشبیہ کے لئے مانیں جیسا کہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ڈانڈوی کی تحقیق ہے تو انھوں (یعنی تھانوی) نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ارفع و اعلى کو ان خسیس چیزوں کے ہر وادنیٰ علم تشبیہ دی۔ اس میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ اور اگر لفظ ایسا کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں جیسا کہ مرتضیٰ حسن و حسن کی ناظم تعلیمات کی تحقیق ہے تو لازم کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وافر و کثیر علم کو جس کی مقدار کوئی مذاک متقرب اور نبی مرسل بھی نہیں جمان سکا۔ ان روایات چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ یہ بھی بدترین توہین ہے۔

غیر جانبداروں کی شہادتیں

دہلی کے مشہور سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ ابوالخیر

دہلوی میرٹھ آٹھنی بخش صاحب کی کوٹھی میں تھے وہاں امام المناظرین حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے حامی ایک بزرگ پیرسید گلاب شاہ اور تھانوی صاحب اور قادری طیب کے والد حافظ احمد بھی تھے

اب آگے کا قضیہ مولانا زبید ابوالحسن صاحب کی زبانی سنئے۔

پیرسید گلاب شاہ نے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب

حفظ الایمان کے ص ۱ کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا۔ دریافت

طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے۔ الی آخر۔ یہ سنکر

آپ مولانا ابوالخیر صاحب نے مولوی اشرف علی سے کہا کیا یہی دین

کی خدمت ہے تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس کے

خلاف کیوں کیا مولوی صاحب (اشرف علی) نے کہا میں نے اس

عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالے میں کر دی ہے۔ آپ مولانا

ابوالخیر صاحب نے جواب ارشاد فرمایا۔ تمہارے اس رسالے کو پڑھ کر

کتنے لوگ گمراہ ہو گئے ہم دوسرے رسالے کھلے کر کیا کریں گے۔

(بزم خیر از زبید ص ۱۱ مقامات خیر ص ۲۳۹)

اور خود تھانوی صاحب نے اسے بیان کیا کہ مولانا ابوالخیر صاحب نے تھانوی

صاحب کو اپنی جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا یہ دوسری بات ہے کہ

اپنی فطری موروثی خوش اخلاقی کی وجہ سے خوش اسلوبی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

جب جماعت تیار ہو گئی تو مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلے پر جانے

ہوئے فرمایا میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں وہ

علیحدہ ہو جائیں (بزم جمشید)

حالانکہ جب تھانوی صاحب آئے تھے تو شاہ ابوالخیر صاحب باوجود پیرانہ

صالی اور ضعف کے کھڑے ہو کر ملے تھے۔ مگر محبوب خدا کی شان اقدس میں

گستاخی پر مطلع ہونے کے بعد نماز میں شریک نہ ہونے دیا۔

دوسری شہادت | انھیں حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے صاحبزادہ جناب مولانا ابوالحسن زید صاحب لکھتے ہیں۔

حفظ الایمان کی عبارت براہین قاطعہ کی (کہنیا) والی عبارت سے قباح و شاعت میں بڑھی ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب۔ الی آخرہ۔ اس رسالے کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بیچینی کی لہر دوڑ گئی اللہ کے نیک بندے متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے کہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف چاہے وہ علم شریف لیکن یہی امر کا کیوں نہ ہو اور کہاں زید و عمر اور بھی و مجنون اور حیوانات و بہائم کا علم (بہزم خیر اللہ زید ص ۲۱)۔

اس رسالے کے چھپتے ہی مولوی صاحب اعتراضات شروع ہو گئے مولوی صاحب اپنی عبارت پر صاف دل سے غور کرتے تو یقیناً ان پر ظاہر ہو جاتا کہ عبارت میں بڑا سقم ہے اور اس کا ازالہ واجب ہے لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی اور ۱۳۲۹ھ کو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب (در کجنگی) کے استفسار پر مولوی صاحب نے چار پارچہ صفحہ کا رسالہ بسط البنیان تحریر کر دیا اسی رسالہ میں انھوں نے اپنی عبارت کی تاویل کی ہے۔ حالانکہ یہ ایک امر بدیہی ہے کہ تشریح اور تاویل اسی وقت کی جاتی ہے جب کہ کلام میں کوئی غموض یا ابہام ہو یا پھر اس کے سمجھنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں، مولوی صاحب کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لیے نہیں آتا۔ بلکہ اہل لسان

اپنے محاورات میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے مثلاً
 الی آخرہ۔ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہیے تھا کہ یہ رسالہ عوام کے
 لئے لکھا گیا ہے اس میں ایسی عبارت لکھنے کی کیا ضرورت تھی جسکے
 سمجھنے سے عوام کیا خواص اور علماء تک قاصر ہیں پھر لفظ ایسا تو
 لغوی بحث ہے اردو کی مستند کتابوں میں اس کو دیکھ لیا جائے
 صورت حال ظاہر ہو جائے گی کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ ایسا
 دو طرح استعمال ہوتا ہے — یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا
 ہے اور اس صورت میں اس کے معنی مماثل مساوی اور اس
 قسم کے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ خط تم نے لکھا ایسا خط تو بچہ بھی لکھ
 لے۔ یہ کام تم نے کیا ایسا کام تو کوئی ہوش مند نہ کرے —
 اور یا یہ (ایسا) لفظ مایع فعل واقع ہوتا ہے اور اس صورت
 میں اس کے معنی اس قدر اور عمدہ کے ہوتے ہیں مثلاً تم نے
 ایسا خط لکھا کہ دل خوش ہو گیا۔ ایسی بات کہی کہ دل بیٹھ گیا
 مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا صفت واقع ہوتا ہے
 اور یہ عبارت کہ حضور ہی کی کیا تخصیص معاملہ کو واضح کر رہی ہے
 مولوی صاحب نے اس رسالہ میں اپنی دس سالہ خاموشی کی وجہ
 اس طرح بیان کی ہے کہ کسی نے پہلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی
 نہیں تھا —

سبحان اللہ کیا خوب علت بیان کی ہے مسئلہ کی نزاکت کا خیال
 نہیں عوام کے ایمان برباد ہونے کا احساس نہیں اور پہلے مانسوں اور
 برے مانسوں کے لکھنے کا اثر لیا جا رہا ہے آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں
 جس سے مسلمانوں کے دل متاثر (دکھی) ہوتے (بزم خیر ص ۲۲)

ان دونوں حضرات کو مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہیں تھا نہ استاذی شاگردی کا نہ پیری مریدی کا نہ نسبت کا نہ رشتہ کا حتیٰ کہ دوستی کا بھی لگاؤ نہیں تھا۔ بلکہ ان میں سے مؤخر الذکر نالوتوی صاحب کے تلمیذ مولوی عبدالعلی میرٹھی کے شاگرد تھے اور نالوتوی گنگوہی صاحبان شاہ عبدالغنی صاحب کے تلمیذ تھے جو حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے دادا شاہ احمد سعید کے بھائی تھے بلکہ گنگوہی صاحب شاہ احمد سعید کے تلمیذ بھی تھے اس طرح دیوبندی مذہب کے بانیوں سے ان حضرات کا یگونیہ تعلق تھا مگر پھر بھی انھوں نے حفظ الایمان کی عبارت کو ایمان برباد کرنے والی مسلمانوں کے دلوں کو رنجیدہ کرنے والی وغیرہ فرمایا۔ اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتایا۔ انھیں کیا حسد تھا کیا عناد تھا کیا غرض والبتہ تھی صاف تصریح ہے کہ —

اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔

کیا پورا ہندوستان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا مرید تلمیذ تھا بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایمان نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر انھیں بے چینی کر دیا۔

تیسری شہادت

مقامات خیر ص ۶۱۶ کے حاشیہ پر حضرت مولانا پیر سید محمد جیلانی بغدادی

رفاعی قادری نقشبندی خالیدی حیدر آبادی ثم المدنی کے بارے میں
 لکھا ہے کہ ان کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین کہتے ہیں۔

میرے دادا (پیر سید محمد بغدادی) کے پاس حیدر آباد کے
 لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ حفظ الایمان لائے اور
 اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے رسالہ پڑھ کر
 فرمایا علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح
 عبارت لکھی ہے اس کے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی
 اشرف علی بیٹھے تھے میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی
 کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے
 بونے کفر آتی ہے پھر حیدر آباد بعد مولانا حافظ احمد (فرزند
 مولانا محمد قاسم) کے مکان پر علماء کا اجتماع ہوا چونکہ
 حافظ احمد صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لئے
 انھوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے وہاں
 حفظ الایمان کی عبارت پر علماء نے اظہار خیال فرمایا آپ نے اس
 رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ
 دیا پھر حقوڑے دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ
 وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو تہجیح کہنے
 پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے
 فرمایا ہم تم سے خوش ہوتے تم کیا چاہتے ہو تو آپ نے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ
 اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ پاک کی مٹی میں
 مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد
 مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے دس سال وہاں

مقیم رہے اور ۱۳۶۴ھ میں رحلت فرما گئے۔

حفظ الایمان کی اس عبارت کے سلسلے میں جو حضرات بھی کسی قسم کے تذبذب کے شکار ہوں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ان مولانا حضرت سید محمد صاحب بخدادی کو تھانوی صاحب سے کیا حسد تھا کیا عداوت تھی کہ انھوں نے اس عبارت کے خلاف فتویٰ زیادہ بھی تھانوی صاحب کے محب خاص کے گھر بیٹھ کر اور تھانوی صاحب کے روبرو روکار فرمایا اور صاف صاف فرمایا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے اصل بات وہی ہے کہ یہ عبارت چینی جاپانی لائینی سنسکرت میں نہیں کہ اسے کوئی سمجھے ہر اردو واں جو معمولی سمجھ بوجھ رکھتا ہے وہ اس کو پڑھ کر اول دہلی میں کہہ دیگا۔ اس میں بلا کسی شک و تردد کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین ہے۔

اب تمام دیندارانہ اصناف پسند مسلمانوں سے سوال ہے کہ جب تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی صریح توہین کی تو اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے تھانوی صاحب کو کافر کہا تو یہ جرم ہے یا ایک دینی و ملی فریضہ؟

شفاء اور اس کی شروح اور شامی میں ہے اجمع المسلمون علی ان شاتم النبی کافر۔ من شتم فی عذابہ و کفرہ کفر۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اب ہم اس بحث کو دیوبندی جماعت کے بہت بڑے مناظر اور بقلم خود تھانوی صاحب کے وکیل مرتضیٰ حسین صاحب در بھنگی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کے ایک اہم بیان پر ختم کرتے ہیں انھوں نے اشد العذاب میں لکھا کہ اگر خالص صاحب فاضل بریلوی کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا

کہ انھوں نے سمجھا تو خالصاً صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ اب رہ گیا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے علمائے دیوبند کو جیسا سمجھایا سمجھنا صحیح اور واقعہ کے مطابق ہے یا نہیں اس کی پوری تفصیل اوپر گزر چکی اور اگر کوئی صاحب مزید تفصیل کے خواہش مند ہوں تو میرا رسالہ مصنفانہ جائزہ کا مطالعہ کریں مجھے امید ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد جس کے اندر ایمان کی حقوڑی سی بھی رہتی باقی ہے تو وہ ضرور بالفروہی فیصلہ کرے گا کہ جماعت دیوبند کے یہ اکابر یعنی قاسم نانوتوی صاحب رشید احمد گنگوہی صاحب خلیل احمد انبیشی صاحب اشرف علی سہاونی صاحب نے ضروریات دین کا انکار کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس کے بعد ایک مسلمان کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ ان چاروں کو یقیناً حتماً کافر جانے اس لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو بدنام کرنا کہ انھوں نے بلا وجہ علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے دیانت نہیں بہت بڑی خیانت ہے اصلاح نہیں بہت بڑا فساد ہے

تمت بالخير

شعبہ ہشتم سوال ۱۴۱۲ھ
گیارہ اپریل ۱۹۹۲ء

تصحیح :- مولانا مفتی محمد نسیم صاحب مصباحی، مولانا نفیس احمد صاحب مصباحی
اساتذہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

مسئلہ تکلف

جواب اے غزل

از جناب سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب

حمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس جمل ملک میں مسئلہ تکلف پر طرح طرح کی موٹگافیاں کی جا رہی ہیں۔ جن چند مخصوص تعلیم یافتہ حضرات کی رسائی اخبارات تک بہت زیادہ ہے وہ بھی اپنے خیالات کو غلط سلط انداز میں کھلم کھلا پیش کرنے لگے ہیں۔ اخبار والے چونکہ ہر اس مضمون کو شائع کرنے کے حق میں ہیں جسے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ مذہبی اختلافات کو ختم کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو رہا ہے (حالانکہ اخبارات والوں کی یہ سوچ اس وقت تک انتہائی غلط ہے جب تک وہ مکمل طور پر اسلامی تعلیم سے ناواقف ہیں) لہذا اس جذبے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ مخصوص طبقہ اپنی ”پیج“

۱۔ ”احقر نے یہ مضمون روزنامہ ”پاکستان“ میں شائع ہونے والے ایک مضمون کے جواب میں لکھا تھا تا کہ بہت سے لوگ گمراہی کا شکار نہ ہوں، مگر جیسا کہ ہفت روزہ ”ختم نبوت“ ۳ اکتوبر تا ۵ نومبر ۱۹۹۲ء نے صفحہ ۱۴، ۱۵ پر

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کے بل بوتے پر اپنے مضامین میں بڑی عمدگی سے باطل نظریات بھی سمو رہا ہے۔ اس نازک مسئلہ کو اس قدر الجھا دیا گیا ہے اور اس قدر غلط رنگ و روپ میں اور عجیب طرح کا لیب پوت کر کے پیش کیا جا رہا ہے کہ اصل حقیقت کہیں تہہ میں مستور ہو کر رہ گئی ہے۔ آٹے روز اخبارات میں مضامین شائع ہو رہے ہیں کہ فرقہ واریت کو ختم کیا جائے مگر فرقہ واریت ہے کیا، یہ کسی کو معلوم نہیں اور معلوم اس لیے نہیں کہ مذہبی مسائل میں بھروسہ اور یقین اُن افراد پر کیا جاتا ہے جو پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھتے ہوں۔ اُن کے نام کے ساتھ ڈاکٹر اور پروفیسر آتا ہو۔ اس کے برعکس جن علمائے حق کی تمام عمر علوم دینیہ پڑھانے میں صرف ہو چکی ہے ان کی باتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے ایک واقعہ

دربقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ، یہ لکھا ہے کہ ”یہ اخبار قادیانیوں کی ترجمانی میں پاکستان کے تمام اخبارات میں ایک مقام رکھتا ہے“ اخبار نے اسی ترجمانی کے جذبے سے مغلوب میرا مضمون بھی شائع نہ کیا۔ حفیظ الرحمن شیخ صاحب کا ایک اور مضمون غالباً یکم یا ۲ نومبر کو بھی شائع ہوا۔ جس میں کھل کر قادیانیوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔ ۲۱ نومبر کو جناب عبدالعزیز خالد کا ایک مضمون ”شعائر اسلامی کا تحفظ“ شائع ہوا ہے جس میں اصغر گھرال صاحب کے کسی مضمون کی تائید کی گئی ہے جو اسی عنوان سے روزنامہ ”پاکستان“ میں شائع ہوا۔ حالانکہ ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کے مطابق اصغر گھرال، قاضی جاوید، ڈاکٹر اجمل نیازی اور عبداللہ ملک، یہ وہ کالم نگار ہیں جو روزنامہ ”پاکستان“ میں قادیانیوں کی ترجمانی اور وکالت کا فریضہ نمبر بہ نمبر ادا کرتے ہیں۔ بندہ نے اس مضمون کی ترتیب میں مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کی تصنیف لطیف (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

عرض ہے۔ میرے ایک دوست ٹیچر ہیں، چند دن وہ ترقی پسندوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نماز روزے سے لائق ہوتے چلے گئے اب اللہ کے فضل و کرم سے وہ نماز روزے سے رغبت رکھتے ہیں) ایک روز اخبار میں محترم جناب ڈاکٹر یاقوت علی خان نیازی کا ایک مضمون تراویح سے متعلق شائع ہوا انہوں نے مضمون پڑھا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ پہلے تو مجھے تراویح کے بارے میں کوئی خاص یقین نہ تھا مگر اب چونکہ ایک پی۔ ایچ۔ ڈی شخص نے بیس تراویح کو ثابت کیا ہے لہذا اب مجھے اعتراف ہے کہ واقعی اسلام میں تراویح کا وجود بھی ہے۔

جب حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہوں تو ہم جیسے واجبی سے تعلیم رکھنے والوں کی حیثیت کسی اخبار والے یا عوام کے نزدیک کیا ہوگی۔ بہر حال اللہ کے بھروسے پر مضمون بھیج کر اپنا فرض ادا کیا جا رہا ہے۔

مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو روزنامہ ”پاکستان“ کے ادارتی صفحے پر جناب حفیظ الرحمن شیخ کا ایک مضمون بعنوان ”تکفیر المسلمین“ شائع ہوا۔ اس مضمون میں اس قدر فاش غلطیاں اور شدید مغالطے دیئے گئے ہیں کہ جس کے نتیجے میں ان کے اقوال سے استدلال کر کے منکرین ضروریات دین کی بھی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ”تمہید ایمان“ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔
 اے حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی پی۔ ایچ۔ ڈی کسی صحیح عالم دین کے سامنے طفل مکتب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ہو سکتا ہے اس سے ہمارے کچھ دوست ناراض ہوں مگر کیا کریں حقیقت یہی ہے :-

شیخ صاحب مضمون کے شروع میں فرماتے ہیں :-
 ”قرآن مجید اور احادیث نبوی کی روشنی میں اکثر فقہائے کرام
 اور صائب الرائے آئمہ دین کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ ہر
 ایک شخص جو خود کو مسلمان کہلاتا ہے اس کے لیے قرآن اور حدیث نبوی
 کے سوائے کوئی حجت نہیں۔“

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی کا ہر پہلو قرآن و
 حدیث کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ گویا حیات انسانی
 کے سارے شعبے مکمل طور پر اسلام سے ہم آہنگ ہوں۔ اگر ہم اس
 عبارت کو دو لفظوں میں بیان کرنا چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک
 مسلمان کے لیے بنیاد پرست ہونا بہت ضروری ہے۔ بنیاد پرستی اور
 کیا ہے یہی کہ اعمال و افعال کو مکمل طور پر قرآن و حدیث کے سامنے
 میں ڈھال لیا جائے یعنی خود کو آیت مقدسہ اَدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ
 کَافَّةً کا مصداق بنایا جائے کہ پورے پورے اسلام میں
 داخل ہو جاؤ۔ عقائد و اعمال اور ایمان و یقین کی بنیاد قرآن حکیم ہی
 تو ہے۔ اگر بنیاد قرآن مقدس ہے تو پھر اس پر دل و جان سے
 عمل کرنے والے اپنے مفاد پرست ہونے پر ہزار بار نازاں اور
 لاکھ بار شادیں و فرحان ہیں۔ اس بنیاد کی اس قدر اہمیت ہے کہ
 اسے ہمیشہ محفوظ رکھنے کے لیے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ
 تعالیٰ نے لے لیا تاکہ بے دین انسانی ہاتھ کی کارگزاریوں سے محفوظ
 و مامون رہے۔ فرمایا :-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ہ یہ بنیاد
 تو اللہ کا وہ بے مثال اور فیض و بلیغ کلام ہے کہ جس کے مقابلے میں
 عرب کے بڑے بڑے فصحاء و شعراء اس کی فقط ایک آیت کی

مثل تک نہ لاسکے۔

حیرت تو شیخ صاحب کی تحقیق پر ہے کہ اس بنیاد یعنی قرآن و حدیث کے حجت ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے والے علمائے کرام کو مضمون کے آخر میں ”بنیاد پرست“ ہونے کا طعنہ بھی دیتے ہیں بلکہ شدید طنز کرتے ہوئے تحقیر آمیز لہجے میں فرماتے ہیں: ”بنیاد پرستی کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے پہلے ہی پاکستان کو ملکی و بین الاقوامی سطح پر متعدد مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے حال ہی میں موجودہ حکومت نے بعض بنیاد پرست ملائوں کے دباؤ میں آکر قومی شناختی کارڈوں میں مذہب کا خانہ رکھنے کا مطالبہ بھی منظور کر لیا ہے جو نہ صرف انسانی حقوق کے بین الاقوامی چارٹر اور

بین الاقوامی قانون انصاف کی سرکج خلاف ورزی ہے بلکہ مساوات نسل انسانی کے موید اسلامی اصولوں اور رواداری کی تعلیمات کے بھی بالکل برعکس ہے۔“

یہ وہ خالص لادینی زاویہ نگاہ ہے جو مسلمانوں کے اذہان و قلوب سے توحید و رسالت کی ایمانی و نورانی شمعیں بجھا کر گمراہیوں کے تاریک غاروں میں دھکیلنا چاہتا ہے، جو قرآن و حدیث کی پاکیزہ آفاقی تعلیمات سے بدظن کرنے کے درپے ہے، یہ سوچ اور زاویہ فکر وہ ہے جو چاہتا ہے کہ

قرآن کی عزت و حرمت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال دیا جائے۔

دینی مدارس سے نئی پود کو متنفر کر دیا جائے۔
علمائے حق کو تہمت طرازیوں اور الزام تراشیوں سے خوب رسوا و بدنام کیا جائے۔

مسلمانوں کے مزاج، طبائع اور اندازِ فکر کو لادینی افکار و نظریات میں ڈبو دیا جائے۔
 دینی روایات اور اسلامی ثقافت میں جدید مغربی تہذیب و تمدن کا رنگ بھر دیا جائے۔
 آزاد خیالی کو خوب ہوادی جاتے اور
 مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی افرادی قوت کو مختلف حیلوں بہانوں سے کنٹرول کیا جائے۔

اس خالص لادینی زاویہ نگاہ نے علماء اور عوام کے درمیان ایک اچھی خاصی خلیج حائل کر دی ہے، اس زاویہ نگاہ کے حامل افراد نے اعلیٰ درجوں تک رسائی حاصل کر لی ہے اور اب عامۃ المسلمین کو مذہب سے بیزار کرنے کے لیے شب و روز مصروف و کوشاں ہیں۔
 جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ بنیاد پرستی و اصل قرآن و حدیث کے عین مطابق زندگی گزارنے کا نام ہے اس لیے شیخ صاحب کے مندرجہ بالا اقتباس میں اگر بنیاد پرستی کے الفاظ کی بجائے اس کا مفہوم رکھ دیا جائے تو عبارت پھر یوں بن جائے گی۔

”قرآن و حدیث پر عمل کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے پہلے ہی پاکستان کو ملکی و بین الاقوامی سطح پر متعدد مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے..... الخ۔“

دیکھ لیجئے کس طرح زہرِ ہلاہل کو قند کے ملمع میں لپیٹ کر پیش کیا جا رہا ہے۔ کون کہتا ہے کہ تنگ نظری اور تعصب کو بنیاد پرستی کہتے ہیں۔ قرآن کریم تو غیر قوموں کے ساتھ حسن سلوک، حسن اخلاق اور رواداری کا وہ سبق دیتا ہے کہ جس کا عشرِ پیشیر بھی دیگر اقوام میں نہیں ملتا اگر بنیاد پرستی کی تعبیر و تشریح یہ نہیں جو احقر

عرصہ کمر چکا ہے تو پھر اس کی تعریف ہی بتادی جائے۔ کیا رواداری
 اور مساوات نسل انسانی اس بات کی مقتضی ہے کہ ایک جانب حرم
 کا طواف کیا جائے اور دوسری جانب مندر میں گھنٹیاں بجائی جائیں
 اور سنکھ پھونکے جائیں۔ یا ایک طرف مسجدوں میں اذانیں دی جائیں
 اور وہاں سے نکل کر چرچ کے اندر صلیبوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا
 جائے، کیا انسانی حقوق کا بین الاقوامی چارٹر اور قانون انصاف
 اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مسلمانوں کی خاطر گائے بکری اور یہود و
 نصاریٰ کی دلجوئی کے لیے خنزیر کو بھی حلال سمجھ لیا جائے۔ غالباً
 آپ کے خیال میں وہ آدمی طلال ملوانا، تنگ نظر، متعصب، کنوٹس
 کا سینڈک، دقتیانوسی اور بنیاد پرست ہے جو اپنا ہر فعل قرآن وحدیث
 کی روشنی میں سر انجام دینا چاہتا ہے اور روشن خیال مسلمان وہ ہے
 جو ایک طرف ڈاڑھی مونچھیں چٹ کرائے، ہاف بازو کی شرٹ پہنے،
 پتلون لگائے، ٹائی باندھے ننکے سر مسجد میں بھی جا کھڑا ہو اور وہاں
 سے فارغ ہو کر نائٹ کلبوں میں رقص و سرود کی محفلیں سجاتے اور
 بادۂ عشرت کے جام بھی لندھلاتے، جو اپنے مسائل کا حل آیات و
 احادیث میں نہیں بلکہ لینن، برٹنڈرسل اور مرزا قادیانی کی کتابوں
 میں تلاش کرے۔ اگر شناختی کارڈ میں ایک مسلمان کا دین اسلام
 درج ہو جائے تو اس میں کون سی رواداری کا وجود مٹ جائے
 گا اور بین الاقوامی چارٹر کی عمارت کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ آپ
 کے نزدیک رواداری کا مطلب شاید یہ ہے کہ ہنود و یہود اور نصاریٰ
 و مجوس کی رضا و خوشی کے لیے تمام اسلامی شعائر کو ان کے مذاہب
 پر قربان کر دیا جائے اور اسلام کا نام لینا اور لکھنا ہی چھوڑ دیا جائے۔
 اللہ اللہ! اتنی خود پسندی کہ شناختی کارڈ میں لفظ اسلام گوارا نہیں

اور وہ بھی مسلمان ہو کر۔

شیخ صاحب! یاد رکھیے، مسلمانوں کے لیے ”بنیاد پرستی“ کا طعنہ دراصل اُن دہریوں اور کمیونسٹوں کا تجویز کردہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں، حضور کی توہین کرتے ہیں۔ احادیث کا مذاق اڑاتے ہیں اور تمام اسلامی شعائر کو مسخر کا نشانہ بناتے ہیں۔ شناختی کارڈ میں مذہب کے اندراج سے نہ تو کسی قوم کے جذبات مجروح ہونے کا اندیشہ ہے اور نہ یہ ملازمتوں کے حصول، تعلیمی اداروں میں داخلے اور ملکی مراعات حاصل کرنے میں رکاوٹ بنے گا۔ اگر آپ کے خیال میں حسن سلوک، رواداری، روشن خیالی اور وسعت قلبی وہ ہے جس کا مظاہرہ تقریباً پون صدی تک روس نے کیا ہے تو اس سے ہزار بار توبہ اور اللہ کی پناہ۔

آپ نے اپنے مضمون کا عنوان ”تکفیر المسلمین“ رکھا ہے یعنی مسلمانوں کو کافر کہنا۔ عنوان واقعی اپنی طرف کھینچتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہیے اور آپ نے دلائل بھی دیئے ہیں مگر یا تو یہ مسئلہ تکفیر آپ کی ذہنی اپرووٹج سے ماورا تھا کہ آپ سارے مضمون میں ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتے رہے اور یا پھر کسی خاص وجہ سے قصہ اوہ دلائل دیئے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کو بھی کافر نہ کہہ سکے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ کے مضمون کا پخوڑ درج ذیل ہے (خوف طوالت سے کچھ اقتباسات درج نہیں کیے جا رہے)۔

- ۱۔ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے۔
- ۲۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ دے اُسے کافر نہ کہا جائے۔
- ۳۔ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ

اسلام کی ہو تو اُسے مسلمان ہی سمجھا جائے۔

۴ مودودی صاحب کے حوالے سے آپ نے لکھا ہے:
 ”جس شخص کے طرزِ عمل سے صاف طور پر نفاق ظاہر ہو رہا،
 جس کا حال صاف بتا رہا ہو کہ وہ دل سے مسلمان نہیں ہے وہ بھی اگر
 کلمۂ اسلام اپنی زبان سے پڑھ دے تو اُسے کافر کہنا اور اس کے
 ساتھ کافروں کا سا معاملہ کرنا پس گزرتا جائز نہیں“ ۱۰

۵ ”جمہور کا تو اس امر پر کُلّی اتفاق ہے کہ مؤول اپنی تاویل
 کے باعث کافر نہیں ہوتا“ یعنی کسی کفریہ عبارت کی تاویل کرنے
 والے کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

۶ ”کوئی شخص کسی نص (آیت قرآنی) کے عام معنوں کا
 مُنکر ہے اور وہ اُس کی اپنے طور پر تاویل کرتا ہے تو اُسے کافر تو
 درکنار فاسق بھی قرار دیا جائے“ ۱۱

۷ ”جس شخص میں اسلام کے صرف موٹے موٹے ظاہری نشانات
 ہی موجود ہوں مثلاً یہ کہ وہ میل جول کے وقت اسلام علیکم کہتا ہو،
 مسلمانوں کی نماز پڑھتا ہو، نماز پڑھتے وقت قبلہ کی طرف مُنہ کرتا
 ہو۔ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو تو اُسے قرآن
 و حدیث نبوی اور اقوالِ ائمہ کرام اُس کے مسلمان ہونے کے لیے
 یہی باتیں کافی ہوتی ہیں اور اس کے خلاف فتویٰ کفر جاری کرنا
 کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ بلفظہ“

مندرجہ بالا دلائل کہنے کی حد تک اگرچہ حدیث اور علماء کی کتب سے
 لیے گئے ہیں مگر جس خاص انداز، خاص حالات اور ایک خاص موقع پر

دیئے گئے ہیں ان سے قادیانیت بھی عین اسلام ثابت ہو رہی ہے۔ تحقیق کی یہ طرز اگر قبول عام کا درجہ حاصل کر لے تو دنیا کا کوئی فرد کافر نہ رہے۔ مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی ہی کو لے لیجئے وہ قبلہ کی طرف ہی نماز پڑھتا تھا، کلمہ اسلام بھی پڑھتا تھا، اُس میں ایک وجہ اسلام کی نہیں بلکہ بہت ساری وجوہ اسلام کی تھیں، تاویل کے ذریعے ہی خود کو بنی کہتا تھا یعنی نص قرآنی و خاتم النبیین کے عام اور مشہور معنی کا منکر تھا۔ اور اپنے طور پر اپنی رائے سے اُس میں تاویل کر کے خود کو بنی کہتا تھا، میل جول کے وقت اسلام علیکم کہتا تھا اب فرمائیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو آپ مسلمان ہی کہیں گے یا کافر؟ دیئے گئے اپنے دلائل کی روشنی میں آپ کا جواب اخبار میں آنا چاہیے۔ خیال رہے کہ اسلام کا سارا دار و مدار آپ نے انہی ظاہری موٹے موٹے نشانات پر رکھا ہے اور یہ لکھ کر فرمایا: "کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کے لیے پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے اور باریک تاویلات کو مہارا بنانے کی اسلام میں سخت ممانعت کی گئی ہے۔"

اگر آپ فرمائیں کہ اُس نے اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اس لیے کافر قرار پایا تو پھر میں یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ جن موٹے موٹے ظاہری نشانات پر آپ نے اسلام کا دار و مدار رکھا ہے اُن کی موجودگی میں وہ کس طرح کافر قرار پائے گا؟ اور اگر ان نشانات کے باوجود وہ آپ کے نزدیک بھی کافر ہی ہے تو آپ کے دلائل عرق ہو گئے۔

جناب! جن پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے کی ممانعت اسلام میں ہے وہ دنیا کے دیگر معاملات اور گھریلو حالات ہیں نہ کہ کسی

کی کفریہ حالتوں پر بھی نہ بولا جائے اور جستجو نہ کی جائے۔ اگر کوئی چھپ کر بھی کفر کا ارتکاب کرتا ہے تو ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو باز رکھنے کی کوشش کرے اور توبہ کروانے بصورت دیگر اُس کی تشہیر کرے تاکہ دیگر مسلمان اُس کے مضر سے محفوظ رہیں۔ آپ کی تحقیق اور دلائل کی حقیقت و وقعت تو آپ پر ظاہر ہو گئی ہوگی مگر بندہ قرآن اور آئمہ کی کتب سے آپ کو آگاہ کرتا ہے کہ آپ کا نقطہ نظر مکیر اسلام کے برعکس ہے۔ چونکہ عام طور پر انہی دلائل کا حوالہ دیا جاتا ہے اس لیے دیگر قارئین بھی انشاء اللہ العزیز اس سے مکمل رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔ صا تو فیضی
 اَللّٰہُ عَلٰی الْعَظِیْمِ .

پہلی بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے | سب سے پہلے یہ
 تعین کرنا ہوگا کہ اہل

قبلہ کون ہیں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”اہل قبلہ کو یعنی وہ لوگ جو نماز قبلہ رُو ہو کر ادا کرتے ہوں اور کتاب و سنت پر ایمان رکھتے ہوں اور خدا اور اس کے رسول کی وحدانیت و رسالت کی شہادت کا اقرار کرتے ہوں کافر نہیں کہنا چاہیے۔ اگر اُن کے بعض کلمات سے کفر بھی لازم آئے و لیکن ایسے کفریہ کلمات پر تو اترے سے اقرار کرنے والے کو ضرور کافر کہنا پڑے گا بلکہ“
 اس عبارت کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر کسی میں ساری باتیں اسلام کی ہوں مگر کسی ایک کفر پڑ جائے اور اُس کا مسلسل اقرار کرنے لگے تو پھر اُس کی اسلامی باتوں کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ اُسے کافر ہی کہنا

پڑے گا۔ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اتر کا لفظ فرمایا ہے یہ لزوم کفر اور التزام کفر کے فرق کی وجہ سے ہے یعنی کسی مسلمان سے کوئی کفر یہ کلمہ یا فعل سرزد ہو جائے تو اُسے اس کے اس کفر پر آگاہ کیا جائے گا فوراً کفر کا فتویٰ نہیں جڑ دیا جائے گا۔ اُس کے کلمے یا فعل کو کفر یہ کہا جائے گا خود اُسے کافر نہیں کہیں گے۔ مگر مطلع ہونے کے بعد بھی اگر وہ تو بہ نہ کرے اور اپنی بات پر اڑ جائے یا اُس صریح کفر یہ فعل کی فاسد تاویل کرے تو اب اُسے بھی کافر کہا جائے گا۔ تو اہل قبلہ وہ شخص ہو گا جس کے اندر کفر کی کوئی ایک بات بھی نہ ہو آپ نے جو لکھا ہے کہ ”حضرت امام ابو حنیفہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے“ اس کا اگر فقط یہی مطلب لیا جائے کہ جو قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اُسے کافر نہ کہا جائے چاہے اُس کے اندر اور ہزار کفر موجود ہوں تو میرے خیال میں یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہت بڑا افتراء و استہام ہو گا۔ دیکھئے قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ترجمہ :- ”کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو یاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔“

صاف پتہ چل گیا کہ ضروریات دین پر ایمان لانا ہی اصل اسلام ہے صرف قبلے کی طرف منہ کرنا کافی نہیں۔ ایک اور آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے :-

ترجمہ :- ”اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند

نہ ہوا مگر اسی لیے کہ وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوتے اور بن زکو
نہیں آتے مگر جی لمبرے اور خرتج نہیں کرتے مگر ناگواری سے؛
یہاں جن لوگوں کو اللہ و رسول کا منکر کہا گیا ہے وہ نماز بھی
پڑھتے تھے یعنی اہل قبلہ میں سے تھے مگر اس عمل کے باوجود انہیں
اللہ و رسول کا منکر کہا گیا اور ایسے لوگ ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے۔
دین پر طعن و تشنیع کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے کافر قرار

دیا ہے۔ ارشاد باری ہے :

ترجمہ :- ”پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ
دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم آیتیں مفصل بیان کرتے
ہیں جانتے والوں کے لیے۔ اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑیں اور
تمہارے دین پر ممتہ آئیں (یعنی طعن کریں) تو کفر کے سرغول
سے لڑو بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں رہیں۔“

یہاں تو انہیں بھی کافر کہا جا رہا ہے جو نماز پڑھتے تھے اور
زکوٰۃ بھی دیتے تھے گویا مسلمان ہی کہلاتے تھے مگر دین پر طعن
کرنے کی وجہ سے اللہ نے اُن کی نماز زکوٰۃ نہیں دیکھی اور صرف
کافر ہی نہیں اُن کا پیشوا قرار دیا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو اللہ و رسول رحل جلالہ و صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اور دیگر نماز روزے کو بڑا کہے گا یا شاعر اسلام
کا مذاق اڑائے گا وہ کفر کا پیشوا ہے۔

شیخ صاحب! آپ نے اہل قبلہ والی پوری عبارت لینے
کی بجائے نامکمل عبارت لے کر اپنی منشاء پوری کر لی جیسے آیت

ولا تقربوا الصلوة لى جائى اور وانتم سكارى والا حصہ چھوڑ دیا جائے۔ آپ نے بھی یہی کچھ کیا ہے۔ اس لیے کہ شرح فقہ اکبر میں ہے :- ”موافق میں ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے مگر جب ضروریات دین یا اجتماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام کو حلال جاننا“ مزید آگے لکھا ہے :-

”اور بعض تو حضرت علی کو خدا کہتے ہیں یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں مسلمان نہیں اور اس حدیث کی بھی یہی مراد ہے جس میں فرمایا کہ جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے یعنی جبکہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو اور کوئی بات ایمان کے منافی نہ ہو“ اور اسی شرح فقہ اکبر میں ہے :-

”جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین میں موافق ہیں“

پھر آگے درج ہے :-

”اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں کسی کو کافر نہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اُسے کافر نہ کہیں گے جب تک اُس میں کفر کی کوئی علامت اور نشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجب کفر اس سے صادر نہ ہو۔“

بتائیے آپ نے حوالہ لیتے وقت یہ اگلی عبارتیں کیونکر چھوڑ دیں۔ پس پردہ بات کیلئے ؟

امام اجل عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی تحقیقی شرح اصول حسامی میں فرماتے ہیں :-

”بد مذہب اگر اپنی بد مذہبی میں غالی ہو جس کے سبب اُسے

کافر کہنا واجب ہو تو اجماع میں اس کی مخالفت موافقت کا کچھ اعتبار نہ ہو گا کہ خطائے معلوم ہونے کی شہادت تو اُمت کے لیے آئی ہے اور وہ اُمت ہی سے نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان اعتقاد کرتا ہو اس لیے کہ اُمت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا نام ہے اور یہ شخص کافر ہے اگرچہ اپنی جان کو کافر نہ جانے۔
اور ردالمحتار میں ہے :-

”مذوریات اسلام سے کسی چیز میں خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے ہو۔“
اسی طرح چاہے کوئی کتنا بڑا مسلمان کہلائے مگر پیغمبر کی طرف ایک گستاخی اُسے کافر بنا دے گی۔
دیکھئے شفا شریف، بزاز، دور، غرر اور فتاویٰ خیرہ وغیرہ میں ہے :-

”تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور جو اُس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“
یہی عبارت مجمع الانہر اور رد المحتار میں بھی ہے۔ لہذا جو مطلب و مفہوم اہل قبلہ ہونے کا آپ نے لیا ہے وہ قطعی طور پر غلط اور گمراہ کن ہے۔ اہل قبلہ صرف اُسے کہیں گے جو ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتا ہو۔ یہ نہیں کہ دنیا جہان کے کفر کرتا پھرے اور محض قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے کافر نہ ہو مسلمان ہی رہے۔ نعوذ باللہ من هذا الخرافات۔
آپ کی دوسری دلیل کہ جو شخص کلمہ اسلام پڑھ لے اُسے

کافر نہ کہا جائے۔ یہ دلیل بھی مکہ و فریب کے سوا کچھ نہیں۔
 کلمہ اسلام اُسی وقت مقبول ہے جب دیگر کوئی بات کفریہ نہ
 ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ترجمہ :- ”کیا لوگ اس گھنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ
 دیتے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ
 ہوگی۔“

یہ آیت کریمہ تو اہل اسلام کو خبردار و ہوشیار کر رہی ہے
 کہ صرف کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر نہ بیٹھے رہنا، صرف
 اس پر چھٹکارا نہیں بلکہ ہماری آزمائش بھی ہوگی۔ ظاہر ہے
 ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی
 واقعی ہونے میں درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں اسی لیے زمانہ
 نبوی میں لوگوں کو شہادتِ کالیف، انوارِ مصائب، ذوقِ
 طاعات، جان و مال، بھوک و پیاس، اولاد و وطن اور جہاد
 وغیرہ کے ذریعے آزمایا۔ سچے مسلمان اس پر پورے اُترے
 اور جو منافق و غیرہ تھے وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے حالانکہ بظاہر وہ
 بھی زبان سے کلمہ پڑھنے والے تھے۔ ان منافقین کو کلمہ اسلام کام
 نہ آیا بلکہ اُنہیں فی الدرک الاسفل کی ہولناک وعید سنائی گئی۔
 حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ
 الْجَنَّةَ اس کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو آپ نے اپنے مضمون میں بتایا
 ہے۔ کلمہ اسلام پڑھ لینے کے باوجود دیگر کسی کفریہ عمل سے انسان
 کافر ہو جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت پر خصوصاً دعوتِ فکر ہے :-

ترجمہ :- ”جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اُس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔“

اس آیت کو بار بار پڑھیے اور فرمائیے کہ کلمہ اسلام اور کیا ہے؟ منافق یہ پڑھا کرتے تھے یا نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے جھوٹے ہونے کی گواہی دی۔ اگر واقعی آپ قرآن کو حجت تسلیم کرتے ہیں تو اب مان لیجئے کہ صرف کلمہ اسلام پڑھ لینا ہی مسلمان ہونے کے لیے کافی نہیں بلکہ تمام ضروریات دین پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی ہزار کفر کرتا پھر بے اور ہم صرف کلمے کی وجہ سے اُسے کافر قرار نہ دیں تو یہ صراحت قرآن عظیم کا رد ہو گا۔ (مودودی صاحب کی عبارت پر بھی ذرا غور کر لیجئے)

زمانہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کچھ لوگ بظاہر تو کلمہ پڑھتے تھے مگر حضور اکرم کی گستاخی کے سبب کافر کہلائے اللہ نے اُن کا زبان سے کلمہ رٹ لینے کو ہرگز نہ دیکھا۔ فرمایا :

ترجمہ :- ”اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہو گئے۔“

قرآن حکیم سے ثابت ہوا کہ نبی کی شان میں گستاخی و بے ادبی کا کلمہ خالص کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانوں کا دعویٰ کرتا پھر لے اور کروڑ بار کلمہ گو و اہل قبلہ ہو کافر ہو جاتا ہے۔ اس طرح

جو لوگ زمانہ نبوت میں اللہ، اس کے رسول اور اس کی آیات سے ہنسی مذاق کرتے تھے انہیں بھی کافر کہا گیا۔ ارشاد فرمایا گیا :-
 ترجمہ :- ”بہان نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر“۔
 قرآن حکیم میں جن کو کافر کہا گیا وہ کلمہ گو نہ تھے ؛ کیا وہ اہل قبلہ میں سے نہ تھے ؛ سب کچھ تھے مگر ایک بے ادبی رسول نے انہیں کافر بنا دیا۔ حضرت شیخ مجد الف ثانی فرماتے ہیں :-

ترجمہ :- ”اسلام میں صرف کلمہ شہادت پر ایمان کافی نہیں ہے بلکہ دین کی دوسری ضروری باتوں کی تصدیق کرنا بھی ضروری ہے اور کفر اور کافر پر اپنی برتری قائم کرنا بھی ضروری ہے، تب اسلام کی صحیح صورت قائم ہوتی ہے“۔
 آپ کی تیسری دلیل کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اُسے مسلمان ہی کہا جائے کافر نہ مگر دانا جائے۔

یہ اتنا خوبصورت دھوکہ اور فریب ہے کہ اس میں اچھے خاصے پڑھے لکھے حضرات مبتلا ہیں۔ اگر اس دلیل کو برج مان لیا جائے تو سوائے دہریوں کے دجو بہرے سے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرتے ہیں (باقی تمام کفار، مشرکین، مجوس، نصاریٰ اور ہنود و یہود وغیرہ سب کے سب بڑے بھاری مسلمان ٹھہرتے ہیں کیونکہ ایک بات ان سب میں اسلام کی موجود ہے اور وہ ہے خدا کا قائل ہونا اور یہ بات سب اسلامی باتوں سے بڑھ کر بلکہ تمام اسلامی باتوں کی اصل الاصول ہے۔ اگر محض ایک اسلامی وجہ سے کسی کو مسلمان سمجھ

لیا جائے چاہے اور سب کا سب کافر ہو تو بیان کردہ تمام آیات کریمہ سے ایمان اٹھانا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ننانوے اسلام کی وجوہ کیوں نہ دیکھیں اور صرف ایک کفر کی وجہ سے کیوں کافر قرار دیدیا۔ ویسے اگر بات کہنے والی ہوتی تو ہم اللہ تعالیٰ کے حضور ضرور عرض کرتے کہ اے علیم وخبیر عالم الغیب رب اکاش تم نے شیخ صاحب جیسے محقق وریفا رمر سے اُس وقت مشورہ لے لیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے جو اللہ کے کلام کے کچھ حصہ کے منکر ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت کا عذاب بھی کبھی موقوف نہ ہوگا۔

کیا یہ لوگ جس حصہ کو مانتے تھے وہ اللہ کا کلام نہیں تھا؟ کیا یہ اللہ کے کلام کو مانتے والے کلمہ گو اور اہل قبلہ میں سے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ۹۹ حصہ کا اقرار کیوں رد کر دیا۔ اور ایک حصہ نہ ماننے کی وجہ سے کس لیے کافر قرار دے دیا؟ ننانوے اسلامی وجوہ کیوں لائق التفات نہ سمجھی گئیں؟ ہے کوئی جواب آپ کے پاس؟ آپ کے لیے مقام غور و فکر ہے۔

فقہاء کرام نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں سخت تحریف کر دی گئی اور من مانے مفہوم و مطالب کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے لفظوں کی تبدیلی نے مسئلے کو کچھ کا کچھ بنا کر رکھ دیا ہے۔ وگرنہ ۹۹ کروڑ ۹۹ لاکھ ۹۹ ہزار نو سو ننانوے سجدے اللہ کو کیے جائیں اور صرف ایک سجدہ بت کے آگے کر دیا جاتے تو وہ صریح کافر ہو جائے گا۔ ننانوے قطرے گلاب کے ہوں اور ایک بوند پیشاب کی ملا دی جائے تو سب کا سب پیشاب سمجھا جائے گا مگر شیخ صاحب مقرر ہیں کہ ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب ڈال دیا جائے

تو سب طیب و طاہر ہو جاتے گا۔

اصل مسئلہ | اصل مسئلہ یوں ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس ایک لفظ کے سو پہلو نکل سکیں۔ ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے، آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے، کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد لیا ہو اور ساتھ ہی فقہاء کا بھی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلو کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا۔ مسئلہ تو یہ تھا کہ ایک لفظ کے سو پہلو ہوں مگر لوگوں نے سو "وجہ" اور سو "باتیں" بنالیں۔ لفظوں کے فرق نے مسئلے کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ مثلاً ایک آدمی اللہ کو نہیں مانتا، انبیاء کا انکار کرتا ہے، آسمانی کتابوں پر یقین نہیں رکھتا، ملائکہ کا منکر ہے یوں کرتے کرتے ننانوے باتیں کفر کی رکھتا ہے مگر ایک وجہ اسلامی بھی رکھتا ہے کہ قیامت برحق ہے اب بتائیے وہ آدمی مسلمان کہلائے گا یا کافر؟ کوئی جاہل سے جاہل بھی اسے مسلمان نہیں سمجھے گا۔ اور پھر فقہاء کا یہ قول بھی دیکھئے کہ اس لفظ کے سو پہلوؤں میں سے اگر اس نے وہ ایک پہلو اسلام کا نہیں لیا تو کافر ہے۔

چوتھی دلیل جو آپ نے مودودی صاحب کے حوالہ سے دی ہے کہ جو زبان سے کلمہ پڑھ لے مگر دل سے اس کا مسلمان نہ ہونا واضح اور کھلے طور پر ثابت ہو اس کے ساتھ کافروں جیسا سلوک نہ کیا جائے۔ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ کھلی سطور میں دیئے گئے دلائل کی روشنی میں آپ کی اس دلیل کا بھی برقی بھرو وزن نہیں رہتا۔ دوسرے

مودودی صاحب کی عبارت ہمارے لیے ہرگز حجت نہیں اس لیے کہ وہ خود الزامات کی زد میں ہیں۔ اور اگر آپ انہیں بطور حجت ہی لاتے ہیں تو کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایسے منافقوں کو حضور اکرم نے نام لے لے کر مہدی سے نکال باہر کیا تھا کیا عبد اللہ بن ابی زبان سے کلمہ نہیں پڑھتا تھا پھر اُس کی نماز جنازہ پڑھنے پر اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لیے جنازے کی نماز اور دفن کی شرکت سے کیوں منع فرمایا دیا کہ جو بنظاہر کلمہ پڑھیں مگر دل سے مسلمان نہ ہوں ان کے ساتھ یہ مسلمانوں جیسا سلوک نہ کیا جائے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ :- ”اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔“

جن کے متعلق یہ فرمایا گیا وہ کھلم کھلا کافر ہرگز نہیں تھے بلکہ زبان سے کلمہ پڑھتے تھے مگر دل سے مسلمان نہ تھے لہذا اُن سے کافروں جیسا سلوک کرنے کو کہا گیا۔ اس مخالفت کے بعد آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور اکرم نے پھر بھی ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھائی یا اُن کی قبر پر بغرض دُعا کھڑے ہوئے۔ اسی آیت سے ایک سطر پہلے دیکھئے کہ منافقین کو جہاد میں شامل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو منع فرمادیا ہے۔ فرمایا :-

ترجمہ :- ”اور وہ تم سے جہاد کو نکلنے کی اجازت مانگے تو تم فرمانا کہ تم کبھی میرے ساتھ نہ چلو اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو، تم نے پہلی دفعہ بیٹھ رہنا پسند کیا تو بیٹھ رہو تیجھے

رہ جانے والوں کے ساتھ۔^۱
 ثابت ہوا کہ جس شخص سے مکر و خدع ظاہر ہوا اُس سے انقطاع
 اور علیحدگی ضروری ہے۔ ایک طرف مسلمانوں کو جہاد میں شامل کیا جا
 رہا ہے اور منافقین کے لیے آیت نازل ہو رہی ہے کہ یہ آزمائش
 میں چونکہ پورے نہیں اترے اس لیے انہیں جہاد میں ہرگز ساتھ
 نہ لے جانا۔

بتلئے شیخ صاحب! یہ سلوک جو منافقین کے ساتھ فرمایا
 گیا کیا یہ مسلمانوں والا سلوک اُن کے ساتھ تھا یا انہیں کافر سمجھ کر
 اور دشمن دین جان کر بیٹھ رہنے کو کہا گیا۔

قرآن کریم کا حکم چونکہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے ثابت
 ہوا کہ جو بظاہر تو زبان سے کلمہ پڑھے لیکن اگر دل سے مسلمان نہیں تو اُس
 کی نہ نماز جنازہ ہوگی نہ کفن دفن ہوگا نہ اُس کی قبر پر کھڑا ہونا ہے اور
 نہ اُس کے لیے استغفار جائز ہے اور نہ ایسے لوگوں کو جہاد میں
 شامل کیا جائے گا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :-

ترجمہ :- ”یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل
 سے کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو اب وہ کچھ
 نہیں سمجھتے۔“

جب صرف زبان سے کلمہ پڑھنے والوں مگر باطن کافروں کے
 دلوں پر اللہ تعالیٰ نے پکی مہر کر دی تو اُن سے مسلمانوں جیسا
 سلوک کس لیے؟

جب دل کافر آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے تو پھر

اُس سے مسلمانوں جیسا سلوک مودودی صاحب اور آپ ہی کر سکتے ہیں ہمارا ذہن اس کی اجازت نہیں دیتا۔ مودودی صاحب کی عبارت کے یہ الفاظ خصوصی توجہ چاہتے ہیں :

”جس شخص کے طرزِ عمل سے صاف طور پر نفاق ظاہر ہو رہا، جس کا حال صاف بتا رہا ہو کہ وہ دل سے مسلمان نہیں ہے“
بتائیے جب کفر اتنا کھل کر سامنے آجائے پھر کس آیت یا حدیث کی رو سے آپ اُسے مسلمان ہی سمجھیں گے اور مسلمانوں جیسا سلوک کریں گے۔

آپ کی پانچویں دلیل کہ ”کفر یہ عبارت کی تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا“ اگر آپ کی اس دلیل کو مان لیا جائے تو مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی کافر نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ وہ

تاویل سے ہی خاتم النبیین کے معنی بدل کر اپنی نبوت ثابت کرتا ہے۔ تاویل سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ثابت کرتا ہے اور تاویل ہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ معراج کو روحانی طور پر ثابت کرتا ہے جہاں فی طور پر نہیں۔

بلکہ آپ کی یہ دلیل تو ہر بد دین و بد باطن کے کام آ سکتی ہے کہ اللہ و رسول کی شان میں جو چاہے بکتا بھرنے مگر گرفت پر تاویل کی ”برکت“ سے خلاصی حاصل کرے۔ گویا آپ کے نزدیک لفظ ”تاویل“ جادو کی ایک ایسی چھڑی ہے کہ جس کفر کے ساتھ لگائی اسلام بن گیا۔
والیہذا باللہ

مگر ہمیں مکتب و ہمیں ملاں کارِ طفلان تمام خواہ شد

شفا شریف میں ہے اد عاۓ التاویل فی لفظ صراح
لا یقبل یعنی صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ نہیں سنا جاتا۔ ورنہ
تو کوئی بات بھی کفر نہ رہے مثلاً زید کہتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں
اور تاویل یہ گھڑ لی جاتے کہ لغوی معنی مراد ہیں یعنی اللہ ہی نے میری
روح بدن میں بھیجی تو ایسی تاویلیں ہرگز مسموع نہیں۔
شرح شفا کے قاری میں ہے :-

ہو مردود عند قواعد الشرع یہ یعنی ایسا دعویٰ التبرع
میں مردود ہے :-
نسیم النیاض میں ہے :-

لا یلتفت لمثلہ ویحدہ ذیافا یعنی ایسی تاویل کی طرف
الفتات نہ ہوگا اور وہ ہن بیان سمجھی جائے گی۔
فصول عمادیہ و جامع الفصولین -
اور فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے :-

واللفظ للحمادی قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیہ
من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می بوم یکفر یعنی اگر کوئی
شخص اپنے آپ کو اللہ کا رسول یا پیغمبر کہے اور معنی یہ لے میں پیغام
لے جاتا ہوں، قاصد ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا اُس کی یہ تاویل
نہ سنی جائے گی۔

اسی طرح اگر کوئی کسی سے کہے کہ تُو ولد الحرام ہے اور تاویل
یہ کرے کہ حرام بمعنی حرمت و عزت۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے -
مسجد الحرام۔ تو کیا اس کی یہ تاویل سنی جائے گی اور کیا کوئی غیرت مند
مسلمان اپنے لیے ایسے الفاظ برداشت کر سکتا ہے۔ کتابیں اٹھا کر دیکھ
لیجئے تمام علماء نے صراحت سے بیان کیا ہے کہ ضروریات دین میں تاویل

کفر کو دفعہ نہیں کرتی بلکہ تاویل فاسد مثل کفر کے ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ و زکوٰۃ میں بھی ہرگز کوئی تاویل نہیں سنی جائے گی بلکہ ان کی ادائیگی اسی طرح ہوگی جیسے تواتر سے ثابت ہے۔ ایسے صریح اور متواتر امور میں تاویل کرنا استہزاء اور دین کے ساتھ تمسخر ہے۔ آپ کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ کوئی شخص جب کسی نص (یعنی آیت) کے عام معنوں کا منکر ہو اور وہ اس کی اپنے طور پر تاویل کرتا ہو تو اُسے کافر تو درکنار فاسق بھی قرار نہ دیا جائے۔

یہاں میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم میں جو لفظ خاتم النبیین آیا ہے، اس کا مشہور و معروف اور عام معنی ”آخری نبی“ ہے۔ یہ معنی متواتر ہے اور اجماع اُمت مسلمہ سے ثابت ہے، آج اگر کوئی شخص اس متواتر اور اجماعی معنی کا انکار کر دے اور کہے کہ یہ معنی تو ویسے ہی عوام میں مشہور ہے درحقیقت اس کا معنی اوہ صحیح ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا ہے یعنی جو بھی نبی آیا یا آئیگا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر سے آئے گا۔ مطلب یہ کہ وہ عام معنی کا منکر ہے اور اپنے معنی کو تاویل سے ثابت بھی کرتا ہے، بتائیے اُسے کافر کہا جائے گا یا نہیں؟

بیٹو! تو جروا۔

اور ساری دُنیا جانتی ہے کہ جب ہم لفظ ”رسول اللہ“ بولتے ہیں تو اس کا معنی صرف اور صرف اللہ کا رسول یا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو رسول اللہ کہنے لگے یعنی اس کے عام معنوں کا منکر ہو اور اس کی تاویل یہ کرے کہ میں لغوی معنی مراد لیتا ہوں تو کیا وہ شخص مسلمان ہی رہے گا یا کافر ہو جائے گا اُس کی یہ تاویل سنی جائے گی یا نہیں؟ یا آپ خود کیا ”رسول اللہ“ کے عام معنوں

کا انکار کر کے تاویل کسی کو لغوی معنوں کے لحاظ سے ”رسول اللہ“
 کہنا گوارا فرمائیں گے؟ بیٹو! تو جروا۔
 یاد رکھئے کہ جو کسی نص کے عام، قطعی اجماعی اور متواتر
 معنی کا منکر ہوا اور اپنی ذاتی رائے سے خلاف اجماع تفسیر کی
 تو وہ ہرگز مسلمان نہیں رہے گا۔ مَنْ قَسَرَ الْقُرْآنَ
 بِرَأْيِهِ فَقَدْ كَفَرَ۔

آپ کی ساتویں دلیل کا ردّ سابقہ تمام سطور میں ہو گیا کہ
 جس میں مسلمانوں کے موٹے موٹے ظاہری نشانات ہوں اُسے
 ہرگز کافر نہیں کہا جائے گا تا وقتیکہ وہ ضروریات دین میں سے کسی
 ایک کا بھی منکر نہ ہو۔ البتہ اگر کسی شخص نے دل کا کفر ظاہر نہ ہونے
 دیا اور بظاہر تمام ضروریات دین کا اقرار رہا تو یہ چونکہ غیب کی
 بات ہے اور عالم الغیب فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لیے
 ہم اُس پر کفر کا حکم نہیں کر سکتے، وہ اگر دل سے کافر ہے تو پھر
 عند اللہ کافر ہی ہو گا۔ لیکن جب کسی کا کفر آفتاب سے زیادہ روشن
 ہو جائے اور توبہ بھی نہ کرے تو اُسے کافر ہی کہا جائے گا۔

ور نہ تو کیا منافقین میں موٹے موٹے ظاہری نشانات موجود نہ تھے؟
 کیا وہ توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے؟

کیا وہ پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے؟

کیا وہ اسلام علیکم نہ کہتے تھے؟

کیا وہ مسلمانوں کا ذبیحہ نہ کھاتے تھے؟

کیا وہ کلمہ لا الہ الا اللہ نہ کہتے تھے؟

اگر یہ سب ظاہری نشانات اُن میں موجود تھے تو پھر اللہ تعالیٰ
 نے ان منافقین کو یہ وعید کس لیے سنائی۔ ذرا توجہ سے پڑھیے گا۔

ارشاد پروردگار عالم ہوا :-

ترجمہ :- ”اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ انہیں بس ہے، اور اللہ کی ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا انجام کفار کے ساتھ کیا ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔ ایک آپ ہیں کہ فرما رہے ہیں کہ جس کے دل کا کفر بھی صاف ظاہر ہو جائے اُسے کافر تو کیا فاسق بھی نہ کہا جائے کیونکہ اُس نے زبان سے کلمہ رٹ کر جو ہمیں سنا دیا ہے۔ لہذا وہ فاسق بھی نہیں بلکہ بڑا پکا سچا مومن ہے۔ نفوذ باللہ من ہذا المخدرات۔

اس مسئلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ اس میں یہی احتیاط ہے۔ احتیاط یہ ہرگز نہیں کہ کافر کو بھی کافر نہ کہا جائے۔ اور کافر صرف وہی لوگ نہیں جو اپنا نام دھوا ناسخ اور ارجن داص رکھتے ہیں اور بتوں کو پر نام کرتے ہیں یا رام رام جیتے رہتے ہیں بلکہ وہ بھی ہیں جو آیات و احادیث پر طعن کرتے ہیں اور اسے پرانے زمانے کے قصے کہانیاں قرار دیتے ہیں، وہ بھی ہیں جو مسلمان کہلو کر ختم نبوت کا انکار بھی کرتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو ان عقائد والوں کو یکا سجا مسلمان ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ قرآن و حدیث کا بظاہر علم بھی رکھتے ہیں۔ تو دیگر تمام

ناظرین کرام بھی یہ بات پلے سے باندھ لیں کہ اس مسئلہ میں حقیقت
 اسی کا نام ہے کہ جو ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی منکر
 ہو اُسے کافر کہا جائے بظاہر وہ کلمہ گو ہی کیوں نہ ہو۔ باقی رہا
 کفر کے فتووں کا رواج تو عرض ہے کہ علمائے حق نہ جلد باز ہیں اور
 نہ کم فہم کہ بلا سوچے سمجھے فتویٰ دیں گے۔ اور کسی کو کافر قرار دینے سے
 پہلے تو سو بار نہیں ہزار بار سوچنا پڑتا ہے، یہ کام کسی عام مفتی اور عالم
 کا نہیں ہوتا بلکہ کسی اجل، جید، معتبر، جلیل القدر اور متبحر عالم و
 مفتی کا کام ہے یہ ہر ایرے غیرے کے بس کا روگ نہیں۔ اسی
 طرح سابقہ مفسرین و محدثین اور فقہائے کرام نے جس عقیدہ کو
 کفر یہ کہا ہو وہ آج بھی کفر یہ ہو گا مثلاً حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ
 نے فرمایا کہ جو شخص کسی جھوٹے مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرے
 وہ کافر ہے۔ اس لیے کہ حضور اکرم آخری نبی ہیں اور اس پر غیر متمثل
 یقین ہو نا چاہیے۔

شناختی کارڈ کے اندر مذہب کا خانہ رکھنے کو آپ نے جو انسانی
 حقوق کے بین الاقوامی چارٹر اور قانون انصاف کی صریح خلاف
 ورزی قرار دیا ہے۔ اس کا پول بھی اگر کھول دیا جائے تو مناسب
 رہے گا۔ اس سے آپ کی باطنی کیفیت کا آسانی سے پتہ چل جائیگا۔
 آرڈی ننس نمبر ۲۰ مجریہ ۱۹۸۳ء، جو قادیانی گروہ، لاہوری
 گروہ اور احمدیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی مخالفت اور
 سزا کا آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۳ء کہلاتا ہے، گنٹ آف پاکستان کی
 غیر معمولی اشاعت مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اس
 آرڈی ننس نے مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۳۵ مجریہ ۱۹۸۶ء)
 اور پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۳ء کی بعض دفعات

میں ترمیم کر دی۔ دو درخواستیں، ایک قادیانی گروہ کے چند ارکان کی جانب سے اور دوسری لاہوری گروہ کے دو ارکان کی جانب سے بمطابق نمبر ۱۷/آئی ۱۹۸۳ء اور ۲/ایل ۱۹۸۳ء وفاقی شرعی عدالت میں دائر کی گئیں۔ جن میں آرڈی ننس کے مندرجات کو چیلنج کیا گیا تھا۔ درخواست دہندگان کے حق میں دلائل دینے والوں میں سے ایک ایڈووکیٹ مسٹر مجیب الرحمن بھی تھے۔ چیف جسٹس جناب فخر عالم نے مزید تین جج صاحبان کی موجودگی میں مورخہ ۸۳-۸-۱۲ کو فیصلہ سنایا اور آخر میں لکھا:-
”مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر ان دونوں پٹیشنز میں کوئی وزن

نہیں ہے اور انہیں خارج کیا جاتا ہے۔“
دلائل کے دوران مسٹر مجیب الرحمن نے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اس اعلان سے بھی حوالے پیش کیے جو ۱۹۴۸ء میں منظور ہوا تھا۔ دفعہ ۱۸ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا:-
”ہر شخص کو صحت، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے اس حق میں اپنا مذہب یا عقیدہ بدلنے کی آزادی اور خواہ انفرادی طور پر یا برادری میں دوسروں کے ہمراہ یا عوام میں یا نجی طور پر، اپنے مذہب یا عقیدے کو تعلیم، عمل، عبادت اور رسوم میں ظاہر کرنے کی آزادی شامل ہے۔“
یہ چارٹر چونکہ اقوام متحدہ میں مختلف غیر اسلامی مذاہب کے زیر اثر ترتیب دیا گیا ہے اس لیے اس کے مندرجات کے بھی قرآن و حدیث کے دلائل سے پرچھے اڑائے جاسکتے ہیں مگر احقر

کو یہاں صرف اپنا مدعا مقصود ہے لہذا شیخ صاحب! اس چارٹر کے اندر تو یہ کہا جا رہا ہے کہ ہر شخص کو ہر طرح سے مذہبی آزادی حاصل ہے پھر آپ کے پاس وہ کون سا بین الاقوامی انسانی حقوق کا چارٹر ہے کہ مذہب کا خانہ درج کرنے سے اُس کی خلاف ورزی ہو جائے گی۔ چارٹر تو ہمیں یہ حق فراہم کر رہا ہے کہ ہم اپنے مذہب کا خانہ شناختی کارڈ میں بلا روک ٹوک رکھ سکتے ہیں۔

آپ کے تحقیقی ثبوت میں آخری کیل کے طور پر آپ ہی کے مضمون سے دو بیڑے درج کر رہا ہوں۔ ایک چھوٹے سے مضمون میں اتنا بڑا تضاد، یہ آپ ہی کی تحقیق کا حصہ ہے۔ ایک طرف آپ فرماتے ہیں:- ”کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کے لیے پوشیدہ حالات کی جستجو مکمل کرنے اور بارہک تاویلات کو سہارا بنانے کی اسلام میں سخت ممانعت کی گئی ہے۔“

ان سطور کی سیاہی ابھی خشک بھی نہ ہونے پائی تھی کہ شیخ صاحب نے فرمایا:

”پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں رکھتا ہو اور جس کو اس کا کچھ احساس ہو کہ کفر میں مبتلا ہو جانے کا کتنا بڑا خطرہ ہے وہ کبھی کسی مسلم کی تکفیر کی جرأت نہیں کر سکتا تاوقتیکہ اسے خوب چھان بین کرنے کے بعد اس کے مبتلائے کفر ہو جانے کا پورا علم نہ ہو جائے۔“

شیخ صاحب یہ کیا؟ ابھی تو آپ فرما رہے تھے کہ پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے کی اسلام میں سخت ممانعت کی گئی ہے اور چند سطور بعد یہ فرماتے ہیں کہ خوب چھان بین کرنا بہت ضروری ہے۔ ”پوشیدہ حالات کی جستجو“ اور ”خوب چھان بین“ کا فرق

تو بتائیے۔
 تمام علماء ایک جیسے نہیں ہوتے اس لیے علماء کی توہین سے باز رہنا چاہیے۔ کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۷۷ میں کہا گیا ہے کہ
 ”علماء دنیا کے چراغ اور انبیاء کے جانشین ہیں“
 اسی میں ہے :- ”و علماء کی عزت کرو اس لیے کہ وہ نبیوں کے وارث ہیں۔“
 اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

www.NAFSEISLAM.COM

“THE NATURAL PHILOSOPHY
 OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT”

مَنْ تَقَدَّرَ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ يَنْدُ مَنَّهُ قَلْبًا حَسَدًا هَاقًا وَتَكَلَّمَ الْوَيْلُ لِمَنْ تَبَعَهُ مِنْ سَوِيَّةٍ
بَلَدِهِمْ حَقَّ كِبَالِهِمْ بِرَيْبِكَ مَا تَسْتَمِيزُ لَوْهَ اسْكَاهِجًا نَكَالًا دِيَّانًا تَوْجِيهِ وَهَ مَدَّ كَرِهَ جَانًا هَ اَوْر
تَبَادِي خِرَالِي هَ اُنْ بَاوْنِ سَ جَوْبَانِ سَ هُوَ كُنْزِ اَوِيَانِ

التنوير

لدفع ظلام

www.NAFSE-ILAM.COM
"THE JOURNAL OF THE
OF AHLESUNNAH WAL JAMAAT"

از قلم

ابوالفضل حضرت علامہ مولانا غلام علی قادری شری فیض
شیخ القرآن والحديث جامع حنفیہ دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑہ

مسئلہ تکفیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الحمد للہ والصلوة والسلام علی من لا نبی بعدہ۔

اما بعد کہ یہ مقالہ ہدایت قبائلیہ و علمی محترم جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری اور عزیز محترم جناب اختر شاہچہانپوری اور دیگر احباب کی فرمائش پر تحریر کیا گیا ہے۔

اس مقالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت قدس سرہ العزیز نے جن اکابر دلیوبند کی تکفیر کی ہے۔ وہ بالکل برحق ہے۔ دیوانہ کی وہ عبارات صریح کفر اور گستاخی ہیں۔ ہرگز مؤول نہیں ہیں اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ مندرجہ حسام الحرمین جذباتی نہیں بلکہ واقعاتی ہیں۔ اکابر علمائے عرب و عجم نے اعلیٰ حضرت کے ان فتاویٰ کی تصدیق و توثیق فرمائی ہے۔ فقیر نے برہمت اس مقالہ میں اولاً تو چند مسئلہ اصول نقل کیے ہیں۔ جو مسئلہ تکفیر کو صحیح طور پر سمجھنے میں ضروری مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بعد ازاں مسئلہ ختم نبوت میں اہمت مسئلہ کا اجتماعی عقیدہ بیان کیا ہے۔ پھر کتاب وصفت سے اس کا ثبوت قطعی۔ اس کے بعد مٹھیر الناس کی عبارات کفریہ مع ان کی شرح کے بیان کی گئی ہیں۔ اور آخر میں ان تمام تاویلات فاسدہ کاسدہ کا تفصیلی طور پر پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ جو دلیوبندی مناظرین اور محترمین نے نافو قوی کی عبارات کو کفر سے بچانے کے لیے بے جا طور پر بیان کی ہیں۔ اور وہ تاویلات حقیقت میں تمام دلیوبندی علم کی غنٹ اور کاوش کا آخری نتیجہ ہیں۔ اسی لیے مولوی محمد تقی صاحب نے ان تحریفات اور مردودات کا نام بھی معرکہ القلم الملقب برفیصلہ کن مناظرہ رکھا ہے۔ یہ مقالہ فی الحال مجموعہ الوار الرضا کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو انشاء اللہ اس میں باقی عبارات دلیوبندیہ پر تفصیلی بحث شامل کی جائے گی اور الگ بھی اچھوٹا شائع کیا جائیگا۔

احقر الانصر غلام علی القادری غفرلہ ولوالدیہ ولشائخہ

اوکاڑہ منسلح ساہیوال

مسئلہ کفر کے متعلق چند مسئلہ اصول

کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے

۱۔ علمائے اسلام جلد باز ہیں۔ نہ فردعی اور ظنیات اور اجتہادی امور میں کوئی تحفیر کرتا ہے بلکہ جب تک آفتاب کی طرح کفر ظاہر نہ ہو جائے۔ یہ مقدس جماعت کبھی ایسی جرأت نہیں کرتی۔ حتیٰ الوسع کلام میں تاویل کر کے صحیح معنی بیان کرتے ہیں۔ مگر جب کسی کا دل ہی جہنم میں جایکو چاہے اور وہ خود ہی اسلام کے وسیع دائرہ سے خارج ہو جائے تو علمائے اسلام مجبور ہیں جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے۔ اس طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ (اشد العذاب ص ۷) علمائے بہت احتیاط کی مگر جب کلام میں تاویل کی گنجائش نہ رہے۔ اور کفر آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تو تحفیر کفر کے چارہ ہی کیا ہے؟

۱۔ ایسے وقت میں اگر علماء سکوت کریں اور خلقت گمراہ ہو جائے تو اس کا جوابی کس پر ہوگا؟ آخر علماء کا کام کیا ہے؟ جب وہ کفر اور اسلام میں فرق بھی نہ بتائیں تو اور کیا کریں گے؟ (اشد العذاب ص ۷) ۲۔ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے۔ (اشد العذاب ص ۹) ۳۔ احتیاط۔ جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے۔ کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا۔ اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بتایا۔ حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے اس مسئلہ کو مسلمان خراب اچھی طرح سمجھیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں۔ حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروریات دین ہو اُسے کافر کہا جائے کیا منافقین توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے؟ پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے؟ میلہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اہل قبلہ نہ تھے؟ انہیں بھی مسلمان کہو گے؟

(اشد العذاب ص ۱۰ احسن البیان محمد ادریس کاندھلوی، کفر و ایمان منشی محمد شفیع)

۴۔ جو کافر اور مرتد کو کافر اور مرتد نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ (اشد العذاب ص ۱۰ کفر و ایمان - احسن البیان)

۵۔ دیوبندی مناظر کا اعتراف حقیقت :-

اعظم حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ مولوی مرتضیٰ حسن درجہ بھنگی لکھتے ہیں: "بعض علمائے دیوبند کو خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے (جیسا کہ قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے) چوپاٹے و جمانین کے علم کو آپ کے علم کے برابر کہتے ہیں۔ (جیسا کہ حفظ الایمان میں تھانوی کی عبارت، شیطان کے علم کو آپ کے (صلی اللہ علیہ وسلم) علم سے زائد کہتے ہیں لہذا وہ کافر ہیں۔ تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہنے وہ کافر ہے۔ مرتد ہے۔ ملعون ہے لاؤہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں۔ بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ یہ عقائد بیشک کفریہ عقائد ہیں (اشد العذاب ص ۱۳)۔

اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تحقیر فرمنا بھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔ جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے۔ تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرما دیا ہوگا اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں، چاہے وہ ہوری ہوں یا قادیانی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے۔

کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ (اشد العذاب ص ۱۳، ص ۱۴)۔

۶۔ کلمات کفر کہنے والا جب تک اپنے ان کفریات سے توبہ نہ کرے اس کا دعویٰ اسلام بیکار ہے۔ درجہ بھنگی اسی اشد العذاب میں لکھا ہے۔

”مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات پیش کر دیتے ہیں۔ جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم اور عظمت شان کا اقرار ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے۔ ایک بدست تک مسلمان تھے اور چونکہ دجال تھے اسوجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے۔ تو پہلی عبارات مفید نہیں۔ جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھائیں کہ میں نے جو فلاں معنی ختم نبوت کے کیے ہیں وہ غلط ہیں۔ صحیح معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی حقیقی نہ ہوگا یا عیسیٰ علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دیکر کافر ہوا تھا۔ اس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں۔ ورنہ ویسے تو مرزا صاحب اور تمام مرزائی الفاظ اسلام ہی کے بولتے ہیں

اس وجہ سے مسلمان دھوکا میں آجاتے ہیں کہ یہ تو ختم نبوت کے قائل ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کرتے ہیں۔ قرآن کو بھی مانتے ہیں۔ لیکن معنی وہ نہیں جو قرآن و حدیث نے بتلائے ہیں۔ معنی ان کے وہ ہیں جو مرزا صاحب نے تصنیف کر کے کفر کی بنیاد ڈالی ہے۔ لہذا جو عبارات مرزا صاحب اور مرزاٹیوں کی لکھی جاتی ہیں۔ جب تک ان مضامین سے صاف تو بہ نہ دکھائیں یا تو بہ نہ کریں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں (اشد العذاب ص ۱۷) اب دیوبندی مناظر کی اس تحریر کو پیش نظر رکھ کر مرزا اور مرزاٹیوں کی جگہ علمائے دیوبند اور دیوبندی رکھ لیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ دیوبندیوں کا ختم نبوت اور قرآن پاک کو ماننے کا دعویٰ اس وقت تک بیکار ہے جب تک کہ یہ اپنی عبارات کفریہ سے تو بہ نہ کریں۔

۷۔ کیا بغیر قصد و ارادہ کے بھی حکم کفر عائد ہوگا؟

اگر کوئی شخص عمداً کلمات کفریہ اور بعد میں یہ کہہ دے کہ میری نیت تو سچ کی نہیں تھی۔ تو اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور اس پر کفر عائد ہوگا۔ اگر اس قسم کا عذر قابل قبول ہو تو اسکایہ نتیجہ ہوگا کہ کسی بڑے سے بڑے گستاخ کو بھی جب کہا جائیگا کہ تو نے کفر کیا ہے۔ گستاخی کی ہے۔ شان رسالت میں مروج توہین کی ہے۔ تو وہ جواب میں کہہ سکے گا کہ میری نیت توہین کی نہیں تھی۔ دیکھئے اگر کوئی شخص دوسرے کو گالی دے کہ اے ولد الحرام! اور وہ جواب دے کہ اُس کے سر پر سوار ہو جائے تو کیا مروج گالی دینے والا یہ کہہ کر بیچ سکتا ہے کہ میری نیت گالی کی نہیں تھی۔ دیکھو قرآن کریم میں المسجد الحرام موجود ہے۔ حرام، حرمت اور عزت سے ماخوذ ہے۔ لہذا علمائے اسلام نے اس مسئلہ میں یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ:-

اذا الملامت علی حکم بالکفر علی انطواہد ولا نظروا لقصود والنیات
ولا نظروا لقرائن حالہ (الاعلام بقواطع الاسلام علی هامش التذواید
جلد دوم ص ۱۳۸۔ اکتاف الملحدین ص ۷۲)۔

(ترجمہ) اس لیے کہ کفر کے حکم کا دار و مدار طواہر پر ہے۔ ارادوں غیبتوں اور قرائن حال پر نہیں۔

ایسے ہی انور شاہ صاحب کشمیری نے اکتاف الملحدین ص ۸۶ پر لکھا ہے۔ "وقد ذکر العلماء التهود فی عرض الانبیاء وان لم یقصد السب کفر"۔ اور علمائے اسلام نے فرمایا

ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان میں جُبرأت اور دلیری کفر ہے۔ اگرچہ کہنے والے نے توہین کا قصد نہ کیا ہو۔ دیوبندیوں کا مطالع النکل مولوی رشید احمد گنگوہی خود لطائف رشیدیہ ص ۲۴ پر لکھتا ہے۔

”جو الفاظ مومن تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں۔ اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو۔ مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔“ (شہاب ثاقب ص ۶۱)۔

ان عبارات مذکورہ کو پیش نظر رکھ کر تھانوی کے اس منافقانہ عذر لنگ کا جائزہ لیں۔ ”جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرتا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے؟“ ہاں جناب آپ کی مراد ہر یا نہ ہو یہ مضمون خبیث ہے جو حفظ الایمان میں آپ نے لکھا ہے۔ گستاخی اور توہین کے لیے الفاظ کو دیکھا جاتا ہے قائل کی مراد نہیں دیکھی جاتی خود تھانوی لکھتا ہے۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد مراہیہ یا اشارۃً یہ بات کہے (جو تھانوی نے کہی ہے) میں اُس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں (بسط البنان)۔

۸۔ تمام علمائے اُمت کا اجماع ہے کہ سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی و توہین کفر ہے۔

شرح شفاء میں ہے۔ محمد بن سحنون نے فرمایا کہ ”اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المستنقص للہ کافر ومن شک فی کفرہ وعذابه کفر“۔ یعنی تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شاتم اور تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو اُس کے کافر اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (شرح الشفاء مولانا علی القاری ص ۳۹۳ ج ۲۔ اکفار اللہین۔ اشد العذاب ص ۵۱)۔

۹۔ صریح کلام میں تاویل مقبول نہیں ہوتی۔

”قال حبیب بن الربیع ادعا التاویل فی لفظ صراح لا یقبل“۔ حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ صریح لفظ میں ادعائے تاویل مقبول نہیں ہے۔ (لیم الریاض ص ۳۴۸ ج ۲، اکفار اللہین ص ۵۲، شرح شفاء للقاری ص ۳۹۱ ج ۲، احسن البیان ص ۱)۔

۱۔ حضور علیہ السلام کو خاتم النبیین یعنی آخر الانبیاء ماننا ضروریاتِ دین سے ہے۔
 ”قال فی الاشیاء فی کتاب التفسیر اذالم یعرف ان محمدا علیہ السلام آخر
 الانبیاء فلیس بمسلم لانه فی الضروریات جو شخص حضور علیہ السلام کو آخر الانبیاء نہ مانے
 وہ مسلمان نہیں ہے اس لیے کہ حضور کو آخری نبی ماننا ضروریاتِ دین سے ہے۔“

۱۱۔ ضروریاتِ دین میں تاویل کفر کو دفع نہیں کرتی۔

”ان التاویل فی ضروریات الدین لا یدفع القتل بل لا یدفع الکفر۔“

(اکفار الملحدین ص ۶۵)

”فالتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر۔“ (حاشیہ علامہ سیالکوٹی علی المینالی)

بلکہ تاویل فاسد مثل کفر کے ہے۔ ”وجعل فی الفتاویٰ ص ۸۵“ ”التاویل الفاسد کا کفر“
 (اکفار الملحدین ص ۵۹)۔

۱۲۔ متواترات میں تاویل بھی کفر ہے۔

جس طرح دین کے کسی حکم قطعی اور متواتر کا صریح انکار کفر ہے اسی طرح قطعیات اور متواترات
 میں تاویل کرنا بھی کفر ہے کیونکہ قطعی امور کی تاویل بھی انکار کے حکم میں ہے مثلاً جس طرح نماز اور روزہ
 کا صریح انکار کفر ہے اسی طرح نماز اور روزہ میں ایسی تاویل کرنا جو امت محمدیہ کے اجماعی معنی اور اجماعی
 عقیدہ کے خلاف ہو وہ بھی کفر ہے اور اس قسم کے تاویل کفر کو اصطلاح شریعت میں الحاد و زندقہ
 کہتے ہیں۔ (احسن البیان ص ۲۰۰ اکفار الملحدین ص ۵۷ بالمعنی)۔

ختم نبوت کے بارے میں تمام امت کا اجماعی عقیدہ

اللہ عزوجل سچا اور اس کا کلام سچا مسلمان پر جس طرح ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پڑھنا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ
 کو احمد و حمد اور لا شریک نہ جانتا فرضِ اول و مناطِ ایمان ہے یونہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا اُن کے زمانے میں خواہ اُن کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال

باطل جانتا فرض اہل دین و ایمان ہے۔ وَلَکِنْ رَّسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ نَصْرٌ قُلُوبِیْ قُرْآن
 ہے اسکا منکرہ منکر بلکہ شک کرنے والا نہ شاک بلکہ ضعیف احتمال، خفیف سے توہم سے خلاف
 عقیدہ رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر طعون محکمی النیران ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعون
 پر مطلع ہو کر اُسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک اور تردد گمراہ دے
 وہ بھی کافر بن الکتز جلی الکفران ہے۔ (برازیر، در مختار، شفاء الاعلام بقواطع الاسلام و فتاویٰ
 حدیثیہ وغیرہ۔ از جزاء اللہ عدوہ ص ۳، ص ۴۔ از امام الہدٰی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

”ختم نبوت کا عقیدہ اُن اجماعی عقائد میں سے ہے جو کہ اسلام کے اصول اور ضروریات دین
 میں سے شمار کیے گئے ہیں اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ہر مسلمان اُن پر ایمان رکھتا
 آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النبیین ہیں اور یہ مسئلہ
 قرآن کریم کی آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے جسکا منکر قطعاً کافر مانا گیا
 ہے اور کوئی تاویل و تخصیص اس بارے میں قبول نہیں کی گئی۔ (مسک الختام ص ۱۸۵ از محمد درویش کاندھلوی)
 دیوبندی علامہ الورثہ کشمیری اپنے رسالہ عقیدۃ الاسلام ص ۲۱۵ پر لکھتے ہیں۔ ”فہو
 ان الامۃ اجمعت علی ان لا نبوت بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا رسالۃ
 اجماعاً قطعياً وتواترت بہ الاحادیث تحو ملئۃ حدیث فتاویٰ لہ بحیث
 ینتفی بہ الختم الزمانی کفر بلا شبہۃ۔“

یہی علامہ صاحب افکار المحدثین ص ۳۴ پر لکھتے ہیں۔ ”وکذا لک نکفر من ادعی نبوتہ
 احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ای فی زمانہ کملۃ الکذاب والاسود
 الغیۃ او ادعی نبوتہ بعدہ یعدہ فانہ خاتم النبیین بنص القرآن والحديث
 فہذا تکذیب للہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم کالیسویۃ (فرقہ من الیہود)
 بلکہ اسی کتاب کے ص ۳۴ پر لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد جو کسی نبی کا آنا جائز مانے
 وہ بھی کافر ہے۔ ”او کذب رسولاً و نبیاً و نقصہ بای منقص کان صغیراً
 مریداً تحقیقاً او جواز نبوت احد بعد وجود نبینا صلی اللہ علیہ وسلم و علی
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی قبل فلا یرد۔“ (تحفہ شرح منہاج)۔

اسکے بعد لکھا ہے۔ "فساد مذہبہم غنی عن البیان بشهادة العیان کیف وهو
یؤدی الخ تجویر نبی مع نیبناصلی اللہ علیہ وسلم او بعداً و ذلک یتلزم
تکذیب القرآن اذ قد نص علی انه خاتم النبیین و آخر المرسلین و فی السنة انا العاقب
لا نبی بعدی واجمعت الامة علی البقاء هذا الکلام علی ظاهره و احادی المسائل
المشہودۃ الّتی کفرنا بها الفلاسفة لعنہم اللہ تعالیٰ" (شرح الفرائد للعلامة
العارف باللہ عبد الغنی ابلیسی رحمۃ اللہ علیہ)۔

اب مفتی محمد شفیع دیوبندی کی بھی سنئے۔ "اگر خاتم النبیین اور لا نبی بعدی میں تاویلات باطلہ
کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو پھر بہت پرست اور شرکین کو بلکہ ان کے معلم
امام، ابلیس کو بھی دائرہ اسلام سے خارج و کافر نہیں کہہ سکتے۔ اور جو لوگ ایسی تاویلات باطلہ کر کے
امت کے اجماعی عقائد اور قرآن و حدیث کی واضح تصریحات کی تکذیب کرتے والوں کو امت اسلامیہ
سے علیحدہ کرنے کو اس لیے برا سمجھتے ہیں کہ اس سے اسلامی برادری کو نقصان پہنچتا ہے، ان کی
تعداد کم ہوتی ہے یا ان میں تفرقہ پڑتا ہے تو انہیں غور کرنا چاہیے کہ اگر تفرقہ اور اختلاف سے بچنے
کے یہی معنی ہیں کہ کوئی کچھ گیا کرے اور کہا کرے مگر اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو
پھر ان سمجھی بھرملا صدہ و زنا و دقہ سے ملت کو کیا سہارا لگتا ہے؟ ایسی پونج تاویلات کے ذریعے تو
سارے جہان کے کافروں کو ملت اسلامیہ میں شامل کیا جاسکتا ہے اگر ایسی ہی رواداری کرنا ہے
تو پیٹ بھر کے کی جائے تاکہ دنیا کی ساری قومیں اور صلیفیں اپنی ہو جائیں اور یہ کفر و ایمان کی جنگ
یہی ختم ہو جائے" (کفر و ایمان، قرآن کی روشنی میں ص ۳۸)۔

عبدالنبوت سے لیکر اب تک تمام امت کے علماء، علماء مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین اور
اولیائے عارفین سب کے سب ختم نبوت کے یہی معنی (حضور کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) سمجھتے چلے
آئے ہیں اور بطریق تواتر یہ عقیدہ ہم تک پہنچا ہے۔

جس طرح صلوٰۃ و زکوٰۃ کے معنی میں کوئی تاویل قابل التفات نہیں اُسی طرح ختم نبوت کے
معنی میں بھی کوئی تاویل قابل التفات نہ ہوگی بلکہ ایسے مریخ اور متواتر امور میں تاویل کرنا استہزا اور
تسخیر کے مترادف ہے۔ (احسن البیان ص ۳۸)۔

اگے لکھا ہے۔ ”ہمیں اس بحث کی ضرورت نہیں کہ مرزا صاحب (اور نانوتوی صاحب) کی تاویلات جملہ کی طرف کوئی توجہ کریں۔ دیکھنا یہ ہے کہ جس نبی پر خاتم النبیین کی آیت اتاری اُس نے اس آیت کے کیا معنی سمجھے اور اُمت کو کیا معنی سمجھائے اور عہدِ صحابہ سے لے کر اس وقت تک پوری اُمت اس آیت کا کیا معنی سمجھتی رہی؟ کیا تیرہ سو سال کے علمائے اُمت اور اکابرِ لغت و عربیت کو اتنی بھی خبر نہ تھی جتنا کہ قادیان کے درہقان (اور نانوتہ کے بقولہ کو دک نادان) کو ٹوٹی پھوٹی معرزی کی خبر تھی؟ (احسن البیان ص ۷۷)۔

خاتم النبیین کا معنی اہل لغت کے نزدیک

”الْخَاتَمُ وَالْخَاتِمُ“ فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالفتح اسعای الختم و بالکسر اسم فاعل۔ (مجمع سبجہ الاولیاء جلد اول زیر لفظ ختم خاتم النبیین)۔
 ”لانہ ختم النبوة“۔ تصنیفہا بصیغہ۔ یعنی حضور کو خاتم النبیین اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا یعنی اپنی تشریف آوری سے اس کو مکمل کر دیا۔ (مغزات امام راغب اصفہانی علی ہامش النہایہ ابن اثیر جلد اول ص ۳۱۲)۔

ختم نبوت اور قرآن کریم

قال اللہ تعالیٰ۔ ما کان محمد ابداً احد من رجاکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیماً محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

ختم نبوت اور مفسرین عظام

۱۔ اس آیت میں لفظ خاتم النبیین کی تین قرأتیں ہیں۔ ۱۔ حسن اور عامم کے باقی قرأت ”خاتم معنی

اللہ ختم النبیین ہے۔ عبد اللہ بن مسعود کی قرأت میں ولكن نبياً ختم النبیین ہے۔ پس یہ قرأت بھی دلیل ہے بمعنی انہ الذی ختم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم حسن اور عام کی قرأت خاتم النبیین بمعنی انہ آخر النبیین ہے ختامہ مسک میں بھی ایک قرأت خاتمہ مسک بمعنی آخرہ مسک ہے۔ (ابن جریر جلد ۲۲ ص ۱۹)

۲۔ روح المعانی میں یہ قرأتیں بیان کرنے کے بعد مزید فرمایا: "وكونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبیین مما تعلق به الكتاب وصرحت به السنة واجمعت عليه الامم فيكفر مدعى خلافه ويقتل ان اصر" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا کتاب و سنت سے مراسمہ ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے۔ اور اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اگر اصرار کرے تو قتل کیا جائے گا۔ (روح المعانی جلد ۲۲ ص ۲۳)

۳۔ ابن کثیر میں ہے: "فهذه الآية نص في انه لا نبی بعده واذ كان لا نبی بعده فلا رسول بالطريق الاول والاخرى۔۔۔ وبذلك وردت الاحاديث المتواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من حديث جماعة من الصحابة روى الله تعالى عنهم"۔ پس یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور حیب آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا تو بطریق اولیٰ اور انسب رسول بھی نہیں ہو سکتا (کیونکہ جمہور کے نزدیک نبی، رسول سے عام ہے جب عام کی نفی ہوگی تو خاص کی نفی بھی ہو جائے گی)۔ اس مضمون کی احادیث متواترہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہیں۔

پھر آخر میں فرمایا: "فمن رحمة الله بالعباد ارسال محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ثم من شريعة الله ختم الانبياء والمرسلين به واكمال الدين الحنيف له وقد اخبر الله في كتابه ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم في السنة المتواترة عنه انه لا نبی بعده ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب افك دجال ضال مضل"۔

ترجمہ :- پس حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ

ہے پھر مزید شرف یہ کہ نبیوں اور رسولوں کو حضور کی تشریف آوری بختم کر دیا اور حضور علیہ السلام کے دین حنیف کو کامل فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اللہ کے رسول نے سنت متواترہ میں خبر دی ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تاکہ لوگ جان لیں کہ جو شخص حضور کے بعد منصب نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب افتاک و جال منال اور مفصل ہے۔

پھر علامہ ابن کثیر نے مسلمہ کذاب اور اسود غسی لعنة اللہ علیہما کا ذکر کرنے کے بعد لکھا وکذا لک کل مدع لذلک الخ۔ یوم القیامة حتی یختصموا بالمسیح الرجالی۔ اسود غسی اور مسلمہ کذاب کی طرح قیامت تک جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب و جال منال ہوگا۔ یہاں تک کہ یہ دو جاحل، مسیح کے و جال پر ختم ہونگے۔ (ابن کثیر جلد ۳ ص ۱۳۳)

جو شخص مزید تفصیل کا خواہاں ہو اس کی سہولت کے لیے باقی معروف تفاسیر کے حوالے درج کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو متعلقہ عبارتیں بھی نقل کر دی جاتیں حوالے ملاحظہ ہوں۔
تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۸۶۔ ابوالسعود جلد ۲ ص ۸۸۔ راجح البیان جلد ۶ ص ۱۸۸۔ (بیضاوی، خازن، مدارک، ابن عباس ج ۵ ص ۱۲۳)۔ مآذی ج ۲ ص ۲۱۳ تفسیرات احمدیہ ص ۴۶۔ مراح لبید و واحدی جلد دوم ص ۱۸۵۔ جمل علی الجلالین و منہرہ ج ۱ ص ۱۳۳ تحت هذه الآية۔ جلد چودہ مذکورہ تفاسیر اس وقت پیش نظر تھیں سب میں خاتمیت کا مطلب بلحاظ زمانہ آخری نبی بتایا ہے۔

خاتم النبیین کی تفسیر و شرح احادیث صحیحہ مرفوعہ کی روشنی میں

یہ امر ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت کی جو تفسیر خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام نے بیان فرمائی ہو اس کے خلاف کسی نادیدنی یا نالوثوقی کا قول کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) مسلم شریف پھر مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوبکر پرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ والعلوۃ والسلام نے فرمایا: فضلت علی الانبیاء بیت اعطیت جوامع الکلم و نصبت بالرعب و اخلت لی القنادم و جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً و ارسلت الی الخلق كافة و ختمت بى النبیون۔ (ترجمہ) مجھے نبیوں پر چھ فضیلتیں دی گئیں۔ مجھے

کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے، رعبت سے میری مدد کی گئی، میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں، میرے لیے زمین مسجد اور پاک کر نیوالی قرار دی گئی، مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا اور میرے ساتھ نبی ختم کر دیئے گئے۔ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ختم ماضی کا ضیغہ استعمال کر کے منکرین ختم نبوت کی جملہ تاویلات باطلہ کو ختم کر دیا۔) (مسلم جلد اول ص ۹۹، مشکوٰۃ کتاب النبی ص ۵۱۲)۔

(۲) میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک محل کے مانند ہے جس کی عمارت بہت خوبصورت ہو اُس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ پس دیکھتے والے اُس کا چکر لگائیں اور اس عمارت کے حن سے تعجب کریں مگر اُس اینٹ کی جگہ — سو میں نے اُس اینٹ کی جگہ بند کر دی میرے ساتھ (نبوت) کی عمارت کو ختم کر دیا گیا اور میرے ساتھ رسولوں کو ختم کر دیا گیا — ”وفی روایۃ انا للہنۃ وانا لہنّۃ وانا خاتم النبیین“ اور ایک روایت میں ہے میں ہی وہ آخری اینٹ ہوں اور میں ہی آخر الانبیاء ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۲، بخاری ص ۲۳۸، مسلم ج ۱ ص ۱۰۹، ترمذی ج ۱ ص ۱۰۹)۔

(۳) بخاری و مسلم میں حدیث شفاعت کو بیان کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے کہیں گے کہ آج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جاؤ پس لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔ انت رسول اللہ وخاتم النبیین۔ آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ (رواہ مسلم ج ۱ ص ۱۰۹، نور محمدی عن ابی ہریرہ)۔

(۴) بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کلمات بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلمہ اھلک نبی خلقہ نبی وانہ لا نبی بعدہ۔ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام ان کی نگہداری کرتے تھے۔ جب ایک نبی کا وصال ہو جاتا تو دوسرے نبی اُس کے جانشین ہو جاتے لیکن میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ (بخاری و مسلم۔ واللفظ مسلم۔ کتاب الامارہ ص ۱۲۶)۔

(۵) دارمی پھر مشکوٰۃ شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اول مشافع و مشفع ولا فخر میں رسولوں کا قائد ہوں اور یہ فخر یہ نہیں کہہ رہا۔ اور میں آخری نبی ہوں مگر یہ فخر یہ نہیں کہہ رہا اور سب سے پہلے شفاعت کر نیوالا اور وہ جس کی سب سے پہلے شفاعت

قبول کی جائے گی وہی ہوں لیکن یہ فخریہ نہیں کہہ رہا ہوں۔ (دارمی - مشکوٰۃ ص ۵۱۴)۔

(۷) عرابض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راوی فرمایا: "افی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لم یجدل فی طینتہ"۔ میں بیشک اللہ کے ہاں آخری نبی لکھا ہوا تھا وراں حالیکہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۹۴ - مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

(۸) ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "انا اخرا الانبیاء وانتوا اخر الامم" میں سب نبیوں سے آخری اور تم سب امتوں سے آخری امت ہو۔ (ابن ماجہ ص ۳۷)۔

(۹) سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعلی انت حتی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انتہ لانی بعدی"۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ تجھے میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر تحقیق شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۷۸ - بخاری جلد ۲ ص ۶۳۳ - واللفظ مسلم)

(۱۰) عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب"۔ اگر (بغرض محال) میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا۔ (ترمذی - مشکوٰۃ باب مناقب عمر ص ۵۵۸)

(۱۱) انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ: "ان الرسل والنبي قد انقطع فلا رسول بعدی ولا نبی"۔ بیشک رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔

(احمد - ترمذی - ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۳)

(۱۲) "انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین

لانی بعدی" (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۶، ترمذی ج ۲ ص ۳۲۳ عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

بیشک میرے بعد میری امت میں تیس کذاب ہونگے۔ ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ

نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۱۲) یہی روایت حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جس کے آخر میں یہ بھی فرمایا ہے۔ ”وإني خاتم النبيين لا نبی بعدی“ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (رواہ احمد والطبرانی فی البکیر الاوسط والبرزخ رجال الصبیح: مجمع الزوائد ج ۱، ص ۳۲۲) بارہ کا عدد متبرک سمجھ کر اتنی احادیث پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ اس باب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں جنہیں امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف ”جزاء اللہ عدوہ“ میں اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے ”ختم النبوة فی الاحادیث“ میں جمع کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی تو آخر النبیین ہی کے ہیں جس نبی پر یہ آیت اتری اُس نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور یہی سمجھائے اور جن صحابہ کرام نے اُس نبی سے قرآن اور اُس کی تفسیر پڑھی انہوں نے بھی یہی معنی سمجھے اور اپنے بعد والوں کو بتائے۔ ”حق شلو قلیتہن وصف شفاء فلیکھن“ الثمر من حق روز روشن کی طرح واضح ہے کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ (مسک الختام ص ۲۵)۔

”جملہ لابی بعدی جملہ خاتم النبیین کی تفسیر ہے اور لابی جنس کا ہے جو محجرہ پر داخل ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد یہ جنس ہی ختم ہے“ (مسک الختام ص ۲۲) یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ذاتی، عرضی، اصلی، ظلی، بروزی، تشریحی یا غیر تشریحی اس زمین میں یا کسی اور طبقے میں، حضور کے زمانہ ظاہری میں یا حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا بلکہ کسی نبی کا انا ممکن ہی نہیں ہے۔

”مسند امام احمد اور معجم طبرانی کی روایت کے ماتحت اس روایت میں بھی خاتم النبیین کے بعد لابی بعدی بطور تفسیر مذکور ہے۔ اور اسی وجہ سے اس جملہ کا پہلے جملہ پر عطف نہیں کیا گیا اس لیے کہ بلاغت کا قاعدہ ہے کہ جب جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ کے لیے عطف بیان ہو تو پھر عطف ناجائز ہو جاتا ہے اس لیے کہ عطف نسق چاہتا ہے تغایر کو اور عطف بیان چاہتا ہے کمال اتحاد کو۔ اور کمال وحدت اور مغایرت جمع نہیں ہو سکتی۔“

(مسک الختام ص ۲۳)

خلاصہ کلام

الحاصل آیت کریمہ خاتم النبیین میں لغوی معنی اور احادیث، تفاسیر اور اجماع امت بلکہ خود دیوبندی علماء کی تصریحات کی رُو سے شرعی معنی متواتر اور قطعی اجماعی یہی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ سب انبیائے کرام کے زمانوں کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ اور یہ آخری نبی ہونا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے فضلِ علیل ہے۔ کیونکہ آخری نبی ہونے سے حضور کی شریعتِ مطہرہ کو شرفِ انصافیت حاصل ہوا حضور علیہ السلام ناسخِ الادیان ہوئے اور حضور کے دین متین کا ناسخ کوئی نہیں آئے گا حضور سب سے بلند و بالا رہے اور آپ سے بلند و بالا کوئی نہیں ہوگا۔ خاتم النبیین کے اس معنی پر ایمان لانا ضروریاتِ دین سے ہے اور اس کا انکار قطعاً کفر ہے۔ یہ انکار خواہ صریحاً ہو یا تاویلِ فاسد سے جیسا کہ نانوتوی صاحب اور پھر اُس کی اتباع میں مرزا غلام احمد قادیانی نے تاویلاتِ باطلہ کی ہیں۔ اب قارئینِ کرام اس کے مقابل جناب نانوتوی صاحب کی تحذیر الناس کی پوری پوری عبارتیں معہ سیاق و سباق بغور ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

”بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہمِ جواب میں کچھ وقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا چاہیئے یہ اختصار سوادِ بے سہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور سب میں آخری ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ تفصیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصافِ مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نحوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت و غیرہ اوصاف میں جو کجی و بزرگی یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور

ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں، اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔
 باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سید باب مدعیان نبوت کیلئے جو کچھ بھوٹے و عورے
 کر کے خلافت کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابلِ لحاظ ہے، پر جملہ مآکان محمد ایما احد من رجا مکم
 اور جملہ ملکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں کیا تناسب تھا۔ جو ایک کو دوسرے پر عظمت کیا
 اور ایک کو مستدرک متاخر و دوسرے کو استدارک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور
 بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں، اگر سید باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور
 بیسیوں موقعے تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سید باب مذکور خود بخود
 لازم آجاتا ہے، اور فضیلت نبوی دو بالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض
 کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے، انتھی بلفظ (تخزیر الناس من مطبوعہ کتب خانہ مطبع قاسمی
 دیوبند) اس عبارت مذکورہ کو بغور پڑھیے اور دیکھیے کہ اس میں کتنے کفریات ہیں۔

- (۱) خاتم النبیین کے معنی سب سے آخری نبی کو (جو تفسیر احادیث اور اجماع امت سے قطعی اور
 متواتر ثابت ہو چکے ہیں) عوامِ عالموں کا خیال بنانا، (۲) تمام امت کو عوام اور نا فہم ٹھہرانا۔
- (۳) بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ عوام اور نا فہم کہنا کیونکہ خاتم النبیین کا معنی لاینبی بعدی حضور
 تے خود بیان فرمایا ہے، (۴) معنی تفسیر و حدیث اور اجماع کے مخالفین کو اہل فہم بتانا (۵) معنی
 متواتر و قطعی میں کچھ فضیلت نہ ماننا، (۶) اس معنی متواتر کو مقامِ مدح میں ذکر کرنے کے قابل نہ جانا۔
- (۷) یہ کہنا کہ اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔
- (۸) اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانا جائے اور اس وصف کو مدح قرار دیا جائے تو معاذ اللہ
 خدا کی طرف زیادہ گونی کا وہم ہونا، (زیادہ گونی یہودہ بکواس کو کہتے ہیں اس میں خدا کی توحید
 بھی ظاہر ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ (۹) اور حضور کی جانب نقصانِ قدر اور کم رتبہ ہونے
 کا احتمال پیدا کرنا۔ (۱۰) یہ کہنا کہ تاخر زمانی قد و قامت و شکل و رنگ وغیرہ ان اوصاف سے ہے
 جنکو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ (۱۱) ختم زمانی کو کمالات سے شمار نہ کرنا اور یہ کہنا کہ اہل کمال
 کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں، اور ایسے لوگوں کے اس قسم (آخری نبی ہونا) کے احوال بیان کیا کرتے
 ہیں، گویا نا تو قوی صاحب کے نزدیک تمام امت جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الزمان نبی مانتی ہے

نانوتوی صاحب نے اپنے اس منکھڑت معنی کا نام ختم ذاتی رکھا ہے۔ اور خاتم النبیین کا وہ معنی جو اگلے پچھلے تمام مسلمانوں کا اجماعی اور قطعی عقیدہ ہے۔ اس کا نام ختم زمانی رکھا ہے۔ چنانچہ حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے بھی نانوتوی صاحب کی اس تحقیق جدید سے مستفید ہو کر یہی کچھ لکھا ہے۔ مثلاً:

”ختم نبوت کے دو معنی ہیں۔ اول ختم زمانی کہ جس کے معنی ہیں کہ خاتم کا زمانہ سب نبیوں کے اخیر میں ہو۔ اس کے زمانہ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہ ہو۔ اس کو ختم زمانی کہتے ہیں۔ پس جو شخص سب کے بعد ہو۔ زمانہ میں اس کو خاتم اس اعتبار سے کہہ سکیں گے۔ چاہے وہ اپنے پہلے والوں سے افضل ہو یا سب سے کم درجہ کا ہو۔ یا بعض سے اعلیٰ اور بعض سے اسفل ہو۔

دوم :- ختم رتبی اور ذاتی — اس سے عبارت ہے کہ مراتب نبوت کا اس پر خاتمہ ہوتا ہو۔ اس سلسلہ میں کوئی اس سے بڑھ کر نہ ہو۔ جتنے مرتبے اس سلسلے کے ہوں سب اس کے نیچے اور اس کے محکوم ہوں۔“ (الشہاب الثاقب ص ۸۳)۔

ٹانڈوی کی اس ترجمانی کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر خاتم النبیین سے ختم زمانی مراد لی جائے تو اس سے حضور علیہ السلام کا سب نبیوں سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔

کیونکہ آخر الزمان چلے پہلے والوں سے افضل ہو یا سب سے کم درجہ کا ہو۔ یا بعض سے اعلیٰ اور بعض سے اسفل ہو۔ (مسئل)

اور خاتم ذاتی کا معنی چونکہ سب کا سردار اور رئیس اعظم ہے۔ اگلے پچھلے اور اس کے زمانے والے سب اس کے خورشہ بین ہوں گے۔ وہ ان میں سے کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ لہذا بنظر اس کے علو مرتبہ اور اس کی ذات والا صفات کے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر۔ بالفرض اس کے زمانے میں کوئی نبی پیدا ہو جائے یا اس کے بعد اس زمین یا اور کسی زمین میں تجویز کر لیا جائے تو اس کی خاقیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ کیونکہ اس کے زمانے میں یا اس کے بعد جو نبی پیدا ہوگا۔ وہ اس خاتم ذاتی کا ظل ہوگا۔ عکس ہوگا۔ اس کی نبوت بالعرض ہوگی اس نے نبوت کا استفادہ اس خاتم ذاتی سے ہی کیا ہوگا یہ ہے مفہوم خاتمیت نانوتوی صاحب اور ان کے اتباع کے نزدیک اسی بنا پر نانوتوی صاحب نے ص ۸ پر لکھا ہے۔ ”چنانچہ اضافت الی النبیین بایں اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسام مراتب ہے یہی کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے زمانہ نبوت نہیں“ یعنی حضور خاتم النبیین مراتب

نبوت کے خاتم ہیں۔ زمانہ نبوت کے خاتم نہیں۔ لہذا ان کے بعد بھی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اسی مفہوم کو ثاندوی صاحب نے الشہاب الثاقب ص ۲ پر لکھا ہے۔ پھر اسی کو نانوتوی صاحب ص ۱ پر یوں بیان کرتے ہیں۔ ”شایان شان محمدی خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی“ اسی مضمون کو آگے یوں صراحتاً بیان کیا ہے۔ ”عرض اعتتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو۔ جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے“ (تحدیر الناس ص ۱۴) اس عبارت کا صریح مطلب یہ ہوا۔ کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لیے جائیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ تو بقول نانوتوی صاحب اس میں یہ خرابی ہے کہ حضور اس صورت میں صرف انہیں انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہونگے جو حضور سے پہلے تشریف لائے ہیں۔ لیکن اگر خاتم کا وہ معنی تجویز کیا جائے جو نانوتوی صاحب نے بیان کیا ہے کہ حضور بغیر کسی واسطے کے اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں۔ تو اس میں یہ خوبی اور کمال ہے کہ اگر حضور کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو۔ تو پھر بھی حضور دلیے ہی خاتم النبیین رہیں گے کیونکہ حضور کے زمانے میں جو اور نبی ہونگے وہ بالذات نہیں بالفرض نبی ہونگے یعنی اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور سے ہی فیض حاصل کر کے نبی بنیں گے۔ تو اس طرح خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔

پھر یہی نانوتوی صاحب تجذیر الناس میں لکھتے ہیں۔

”ہاں اگر خاتمیت بمعنی الصفات ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے

۱۔ محمد اور یس صاحب کا نہ صلوٰی نے ماسیہ میں لکھا ہے۔ ”یعنی اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ کیونکہ خاتم کے لیے بنظر اس کے علو مرتبہ اور اس کی ذات والاصفات کے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر“ (کما صرح بہ المتقی عن المدینہ فی الشہاب الثاقب اخذ من تحدیر الناس)۔

۲۔ الصفات ذاتی بوصف نبوت کے معنی اپنی ذات سے خود بخود نبی ہونا۔

تو پھر صواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (تحدیر الناس طبع اول ص ۲۸، طبع ثانی ص ۲۸)۔

اب اس عبارت سراپا شرارت کا صاف صریح مطلب یہی ہوا کہ اگر خاتم النبیین کے یہ معنی لیے جائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار زمانے کے سب سے پچھلے نبی ہیں (جیسا کہ تمام اُمت کا قطعی اجماعی عقیدہ ہے) تو اس میں یہ خرابی ہے کہ حضور کا صرف انہی انبیاء علیہم السلام میں لیے مثل ہونا ثابت ہوگا جو دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں۔ لیکن اگر خاتم النبیین کے وہ معنی مراد لیے جائیں جو خود میں (نالو تو ہی صاحب) نے بیان کیے کہ حضور بخیر کسی دوسرے نبی کے واسطے کے اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں۔ تو اس میں یہ خوبی ہے کہ جو نبی پیدا نہیں ہوئے اور حضور کے بعد ان کا پیدا ہونا مقدر ہے ان سے بھی حضور کا افضل ہونا ثابت ہو جائیگا۔ اور خاتمیت محمدی میں بھی کوئی فرق نہیں آئیگا۔ کیونکہ حضور کے زمانے کے بعد جو نبی پیدا ہوں گے وہ سب کے سب اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور کے واسطے اور حضور ہی کے فیض سے نبی ہونگے۔ پھر اسی مفہوم کو تحدیر الناس میں آگے یوں بیان کیا ہے: ”اور انبیاء میں جو کچھ ہے۔ وہ ظل اور عکس محمدی ہے۔ کوئی کمال ذاتی نہیں۔“ (تحدیر الناس ص ۲۹)۔

آگے لکھا ہے: ”اس صورت میں اگر اہل وظل میں تسادی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت

۱۔ افراد مقصود بالخلق وہ لوگ جو کجا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کو مقصود ہے۔

۲۔ مماثل نبوی کا معنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل۔ ۳۔ انبیاء کے افراد خارجی سے مراد وہ

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو دنیا میں تشریف لائے۔ ۴۔ انبیاء کے افراد مقدرہ سے مراد وہ نبی جو دنیا میں پیدا تو نہیں ہوئے لیکن ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونا مقدر ہے۔

بوجہ اصلیت بھر بھی اصرار رہے گی۔ (تحدیر الناس ص ۱۳)۔

ان دونوں عبارتوں کا صریح مطلب بھی یہی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد نبی پیدا ہوں تو حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئیگا کیونکہ وہ نبی حضور ہی کا ظل اور عکس ہوں گے۔ بلکہ اگر اصل اور ظل میں تسادی بھی ہو یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین اور وہ بھی خاتم النبیین ہوں تو بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ بوجہ اصلی اور ذاتی بنی ہونے کے افضلیت پھر حضور کے لیے ہی ہوگی۔ چنانچہ آگے اور صاف لکھ دیا اب خلاصہ دلائل بھی سنئے کہ دربارہ وصف نبوت فقط اس زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مستفید و مستفیض نہیں۔ ”جیسے آفتاب سے قمر کو اکب بلکہ اور زمینوں کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید و مستفیض ہیں۔ یعنی ساتوں زمینوں میں سات خاتم النبیین ہیں۔ مگر چونکہ باقی زمینوں کے خاتم ہمارے حضور علیہ السلام ہی سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ جیسے چاند اور ستارے سورج سے اس لیے حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئیگا (تحدیر الناس ص ۱۴)۔

مزید لکھا ہے: ”(جیسے) نور قمر نور آفتاب سے مستفید ہے ایسے ہی بعد لحاظ مضامین مسطورہ فرق مراتب انبیاء کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی سے مستفاد (تحدیر الناس ص ۱۵) ناظرین کرام ذرا اس پر غور فرمائیں کہ انبیاء سابق تو وہ ہوئے جو حضور سے پہلے گذر چکے یہ انبیاء ماتحت کون سے ہوئے۔ وہی جن کا آنا حضور علیہ السلام کے زمانے میں اور حضور کے بعد پیدا ہونا جائز مانا ہوا ہے۔ ان صریح اور واضح ترین عبارات کو پیش نظر رکھ کر اب آپ ہی انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے نانو توہی صاحب پر کیا زیادتی کی ہے؟ کونسا افترا کیا ہے؟ کیا نانو توہی صاحب نے ان عبارات میں، مولوی حسین احمد ٹانڈوی، مرتضیٰ حسن درہنجی، عبد الشکور کاکوروی اور محمد منظور سبیلوی وغیرہ کے لیے تاویل کی کوئی گنجائش باقی چھوڑی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ نانو توہی صاحب نے ان عبارات خبیثہ میں حضور پر نور شافع یوم النور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پچھلے بنی ہونے کی صریح تکذیب کی ہے۔ حالانکہ حضور کا خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء ہونا وہ ضروری دینی عقیدہ ہے۔ جبکہ انکار صریح کفر ہے کما تر اور خود اپنی ذاتی رائے سے ختم نبوت کے لیے

معنی گھڑے ہیں جن سے قیامت تک ہزاروں لاکھوں جدید نبیوں کے لیے بروزی ہر منی و ظلی عکسی کی اختراعی اصطلاح کی آرٹ میں نبوت کا دروازہ کھول دیا۔

۱) نانوتوی صاحب نے انبیاء کے افراد مقدرہ بتائے تو مرزا صاحب نے انبیاء کے افراد مقدرہ میں سے خود کو گنوا دیا۔

۲) نانوتوی صاحب نے دیگر انبیاء کی نبوت کو بالعرض کہا تو مرزا نے قادیان بھی اپنی نبوت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیض، خود کو حضور کا غلام اور ظلی بروزی نبوت کا حامل نکھٹا دیا۔

۳) نانوتوی صاحب نے خاتیت زمانی کو غیر اہل فہم کا خیال ٹھہرایا تو مرزا صاحب نے تصدیق کر دی۔

۴) نانوتوی صاحب نے نکھا کہ خاتیت زمانی کو کالات نبوت میں کوئی دخل نہیں تو مرزا جی نے تائید کر دی۔

۵) نانوتوی صاحب نے کہا کہ زیر بحث آیت (و خاتم النبیین) میں جدید و عیان نبوت کے سد باب کا کوئی موقع و جمل نہیں ہے تو مرزا جی نے میرٹک کر کہا چشم مارو شن دل ماشاؤ۔

۶) نانوتوی صاحب نے خدا اور رسول کی تباہی ہوئی خاتیت زمانی کو ٹھکرا کر خاتیت مرتبی تراشی تو مرزا صاحب نے اُسے بسر و چشم کہہ کر قبول کیا۔

۷) نانوتوی صاحب نے جس طرح مصرعہ کہا کہ حضور کے بعد ہزاروں نبی آسکتے ہیں تو مرزا صاحب نے بیوند لگا دیا کہ میں بھی اُن آنے والوں میں سے ایک ہوں۔

۸) نانوتوی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد انبیاء کا آنا تجویز کیا تو مرزا جی نے اُن کی تجویز کو عملی جامہ پہنا دیا۔

۹) نانوتوی صاحب نے نکھا کہ حضور کے زمانہ میں کوئی نبی ہو یا بالفرض بعد زمانہ نبوی تجویز کیا جائے تو اس سے خاتیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ مرزا صاحب پکارے کہ جب بعد زمانہ نبوی اور نبی آنے سے خاتیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا تو لیجئے ہم خود ہی آگئے۔

۱۰) نانوتوی صاحب نے بتایا کہ خاتیت کا مطلب بتانے میں بڑوں سے غلطی ہو گئی اسی لیے خاتیت زمانی کی رٹ لگاتے رہے دراصل انہوں نے بے اتفاقی برقی اصل مفہوم تک اُن کا (خدا اور رسول تک کا)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر

پنابچہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی نانوتوی صاحب کی طرح حضور کو سید الکل اور افضل الانبیاء مانتے
کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے آپ کو ظلی اور عکسی نبی ظاہر کرتا ہے۔ آگے چل کر ہم اس کی بعض
عبارات پیش کریں گے۔

اس موقع پر یہ ضروری بات بھی مجھے عرض کرنی ہے کہ نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کی
جو منکھڑت تفسیر بلکہ تحریف کی ہے۔ وہ تفسیر بالرائے ہے۔ اور خود نانوتوی کو بھی تسلیم ہے کہ اس
سے پہلے کسی نے یہ معنی بیان نہیں کیے۔ وہ خود دیکھتے ہیں۔

”یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانیں تو ان کی تحقیر لغو و بالہ لازم آئیگی یہ انہی لوگوں کے
خیال میں آسکتی ہے۔ جو بڑوں کی بات فقط ازراہ بے ادبی نہیں مانتا کرتے ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں
تو بجا ہے المؤمن یقیس علی نفسہ اپنا یہ دیرہ نہیں۔ نقصان شان اور چیز ہے۔ اور
خطا و نسیان اور چیز۔ اگر بوجہ کم اتفاقی بڑوں کا فہم کسی مستون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا فرق
رہا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا؟
سہ گناہ باشد کہ کودک نادان از غلط بردہف زند تیرے

(تحذیر الناس ص ۲۶)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نانوتوی کو یہ تسلیم ہے کہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی عالم
کسی مفسر، کسی متکلم، کسی محدث، کسی امام کسی تابعی کسی صحابی نے جی کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے آیہ خاتم النبیین کے وہ معنی ہرگز ہرگز نہیں بتائے جو بقولہ کودک نادان نانوتوی صاحب نے
گھڑے۔ پہلوں نے غلطی کی وہ بھول گئے مگر اس خطا و نسیان سے ان کی شان میں کوئی کمی نہیں آئی
اور میرا مرتبہ کچھ بڑھ نہیں گیا۔ کم اتفاقی کی وجہ سے بڑوں (ائمہ دین، تابعین، صحابہ کرام، بلکہ حضور علیہ السلام)

پچھلے صفحے کا حاشیہ۔

ذہن نہیں پہنچ سکا۔ اور میرے جیسے کودک نادان نے غور و فکر کر کے اصلی مفہوم بتایا اور ٹھکانے
کی بات کہی ہے (یعنی خاتمت زمانی) تو مرزا صاحب مارے خوشی کے اُچھل کر بولے :- ع
آپ کا فرمان ہمارا دین و ایمان ہو گیا۔ (اختر شاہ جہان پوری)

کا فہم اس معنوں تک نہیں پہنچا۔ نانوتوی صاحب نے خود یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ تفسیر بالرائے کے تروا
کافر ہے چنانچہ لکھا ہے: "اب یہ گزارش ہے کہ ہر چند آیت اللہ الذی خلق سبع السموات کی
یہ تفسیر (کہ ہر زمین میں ایک خاتم النبیین ہے) کسی اور نے نہ لکھی ہو پر جیسے مفسران متاخر نے مفسران مقدم
کا خلاف کیا ہے میں نے بھی ایک نئی بات کہہ دی تو کیا ہوا معنی مطابق آیت اگر اس احتمال پر منطبق نہ
ہوں تو البتہ گنجائش تکفیر ہے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ موافق حدیث: "مَنْ قَسَّ الْقَدَانَ بِوَايِهِ فَقَدْ كَفَرَ"
ترجمہ: جو شخص قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کرے۔ پس تحقیق وہ کافر ہو گیا۔ (تذکرہ الناس ص ۳۷)

پھر آگے لکھا ہے: "جب کوئی دلیل ہے نہ قرینہ تو پھر ترجیح ابعاداً عن الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا
کا ڈھکوسلا ہے۔ اور اس کو تفسیر بالرائے اعمیٰ تفسیر بالہوی اور تفسیر من عند نفس کہہ سکتے ہیں۔ (تذکرہ الناس ص ۳۷)
اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ بغیر دلیل (کتاب و سنت اور لغت عرب) اور بغیر کسی قرینہ
(سابقہ یا لاحقہ) متفہم لغت عرب اور محاورات عرب اور عرف قرآن مجید کے خلاف محض عرف
فلسفہ و منطق کی بنا پر اپنی ذاتی رائے سے بیان کیا جائے وہ محض عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہے۔ نیز یہ امر
بھی نانوتوی صاحب کی عبارت سے واضح ہوا کہ تفسیر بالرائے تفسیر بالہوی اور تفسیر من عند نفس ایک ہی
چیز ہے۔ اب دیوبندیوں کے مشہور علامہ النور شاہ کشمیری کی سینے اور جناب نانوتوی صاحب کے متعلق
خود ہی فیصلہ کیجئے کہ وہ کیا ہیں؟

نانوتوی اور شاہ کشمیری کی زد میں :-
"وارادہ ما بالذات وما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و ہوا عرب و نہ نظم قرآن
ہو گو نہ ایماء و دلالت بران۔ پس اضافہ استفادہ نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اتباع ہوی
(رسالہ خاتم النبیین ص ۳۱) یعنی ما بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ (جیسا نانوتوی صاحب نے بیان کیا
ہے) عبارت پہلے گزر چکی ہے عرف فلسفہ ہے۔ عرف قرآن مجید اور محاورہ عرب نہیں ہے
اور نظم قرآن کو اس معنی کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اور نہ نظم قرآن اس پر دلالت کرتی ہے۔
پس اضافہ استفادہ نبوت محض اتباع ہوی کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔ استفادہ نبوت کا قول
بھی نانوتوی صاحب کا بیان کردہ معنی ہے۔ عبارت بلفظ پہلے منقول ہو چکی ہے۔ اضافہ استفادہ
نبوت اتباع ہوی ہے۔ اور اتباع ہوی تفسیر بالرائے ہے۔ اور تفسیر بالرائے کرنے والا کافر ہے چونکہ
یہ سب مقدمات نانوتوی اور النور شاہ دیوبندی کے مسلمہ ہیں۔ اس لیے نتیجہ قطعی ہے۔

اور لیجئے یہی نور شاہ کشمیری اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: "وَأَمَّا الْخَتْمُ بِمَعْنَى اتِّحَادٍ
مَا بِالْعَرَضِ إِلَى مَا بِالذَّاتِ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ ظَهَرُ هَذِهِ الْآيَةِ لِأَنَّ هَذَا الْمَعْنَى
لَا يَحْرِفُهُ إِلَّا أَهْلُ الْمُحَقَّقَاتِ وَالْفَلَسَفَةِ وَالْمُتَنَزِّلِ قَازِلِ عِلْمِ مُتَفَاهِمِ
لُغَةِ الْحَرْبِ لَا عَلَى لَذْهَاتِ الْمُخَوَّجَتِ" (عقیدۃ الاسلام ص ۲۵۶)

یعنی نبوت کی یہ تقسیم کہ حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں اور باقی انبیاء بالعرض حضور کی نبوت اصلی
ہے اور باقی انبیاء کی عکسی اور ظلی یہ خالص مرزائی نظریہ کی تائید ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
واسطے سے تمام نعمتوں اور کمالات کے ملنے کا یہ معنی نہیں ہے، کہ جس کو حضور علیہ السلام سے کوئی
کمال ملا ہو۔ اُس کو معاذ اللہ نبی کہا جائے۔ کمالات نبوت اور کمالات رسالت کا حصول اولیاء اللہ کے
لیے ثابت ہے۔ اور یہ سب حضور ہی کے اتباع کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کمالات
کے حاصل کرنے والوں کو نبی نہیں کہا جاتا ہے۔ قادیانیوں اور اُن کے ہمنواؤں کا یہ استدلال سراسر
باطل ہے کہ جو شخص قناتی الرسول ہو۔ اور حضور کی کمال اطاعت و اتباع پر مقام حاصل ہو۔ اُس کو نبی کہہ
سکتا ہے۔

پچھلے صفحے کا حاشیہ
میر تقی خانؒ کی روایت مولوی منظور سنبھلی لکھتا ہے: "تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا
جاسکتا ہے کہ وہ حضرات خاتم الانبیاء کی نبوت سے مستفاد ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر
یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے؟" (فیصلہ کن مناظرہ ص ۳۳) اب دیوبندی ہی بتائیں کہ بقول مولوی نور شاہ کشمیری
استفادہ نبوت کا قول اتباع ہو یا نہیں؟ اور بقول نانوتوی تفسیر بالرائے اور تفسیر بالحدیث ایک ہی
چیز ہے یا نہیں؟ پس نتیجہ ظاہر ہے کہ نانوتوی کی تفسیر خاتم النبیین محض اتباع ہوئی ہے۔ تفسیر بالرائے
ہے۔ اور تفسیر بالرائے خود نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی کفر ہے۔ علامہ نور شاہ نے اگرچہ صراحتاً
نانوتوی صاحب کا نام نہیں لیا مگر خاتم النبیین اور عقیدۃ الاسلام کی ان عبارتوں سے صریح طور پر تحذیر انکار
کی عبارات کفریہ کا رد کیا ہے۔ کَمَا لَا يَخْفَى عَلَى الْعَارِفِ الْعَقَلِيِّ

۱۔ مرزائی حضرات اور اُن کے ہمنواؤں کے اس کھلیے کی رو سے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کو نہ صرف نبی بلکہ خدا ماننا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اُن حضرات سے بڑھ کر قناتی الرسول اور قناتی اللہ
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

سکتے ہیں، اور اس سے حضور کی ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آتا، کیونکہ تمام کمالات کا اصل حضور ہی ہیں، اور فنا فی الرسول کے کمالات ظلی اور عکسی طور پر ہیں اگر اس استدلال کی رو سے فنا فی الرسول کو نبی اور رسول کہہ سکتے ہیں تو کیا جس شخص کو فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہوا اسے اللہ کہا جائیگا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

مولوی حسین احمد صاحب عبارت تحذیر الناس

مشہور کانگریسی مولوی منعی عن المدینہ یعنی صدر دیوبند، مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے مولوی قائم نانووی کی تحذیر الناس والی عبارات کے متعلق اپنے مشہور گالی نامہ "الشہاب الثاقب" کے دو صفحات تو سیاہ کیے ہیں جس میں ادھر نانووی کی دل کھول کر تعریف کا خطبہ دیا اور ادھر امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو خوب گالیاں بھی دیں پھر تحذیر الناس کے مختلف اوراق سے کچھ عبارات بھی پیش کر دیں، اور اپنی خرفی علییت و قابلیت کی ڈھینگیں بھی ماریں، لیکن اعلیٰ حضرت نے جن عبارات تحذیر الناس پر مواخذہ فرمایا اور علمائے عرب و عجم نے جن پر حکم کفر لگایا تھا نہ تو ان عبارات کو ان نو صفحات میں نقل کیا نہ ان کی ایسی توضیح کی جس سے وہ کفری معنی سے بچ جائیں نہ ان کی ایسی تاویلات، یہ سب صفحہ کا حاشیہ۔

کون ہے؟ نیز ان بزرگوں کے کمالات عالیہ میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں، اس کے باوجود وہ حضرات قدسی صفات بھی نبی نہ ہونے تو اور کوئی کس کھیت کی مولیٰ ہے؟

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔

یا علی! اَنْتَ صِیِّیْ یَمْنُوْلَیْ اے علی! تیری میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو حضرت
ہٰدُوْنَ رِیْحٍ مَّوْصِیٍّ وَ لٰکِنْ لَا فِیِّ ہارون کو موسیٰ علیہ السلام کیساتھ تھی، لیکن میرے بعد کوئی
بَعْدِیْ ط۔ نبی نہیں بنایا جائیگا۔

جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسا کامل الولاہیت شخص حضور علیہ السلام کے بعد نبی نہیں ہو سکتا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے ملہم کامل الذی وافق رابیعہ بالوحی و الکتاب کو فرما دیا گیا، اگر میرے بعد کوئی نبی بنایا جاتا تو عمرو بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی ہوتے۔

پیش کیں۔ جن سے اُن کا مفہوم تعلیمات اسلامیہ کے موافق ہو جانا جب مصنف "شہاب ثاقب" کو نانوتوی صاحب کی حمایت ہی مقصود تھی تو چاہیے تھا کہ تحذیر الناس کی اصل عبارات متنازع فیہا کو بلفظ نقل کرتے اور اُن سے کفری الزام کو اٹھاتے اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں اُن عبارات کا صحیح اور بے غبار ہونا ثابت کرتے اور اپنے مخالفین کو بھی نانوتوی صاحب کا حجتہ اللہ علیہ الطین اور مرکز دائرہ الحقیق والہ متیق وغیرہ ہونا یاد دہلاتے، مگر ادھر تو مصنف میں یہ دلیری اور جرأت نہیں تھی اور ادھر اُن عبارات تحذیر الناس میں ایسی گنجائش اور مسامحت ہی نہیں کہ اُن کی کوئی صحیح تاویل ہو سکے۔ اس لیے صدر دیوبند نے یہی مصلحت سمجھی کہ ان عبارات کو نقل ہی نہ کیا جائے۔ ہاں عوام کو قابو میں رکھنے کے لیے نو صفحے محض سخن پروری اور لغویات سے بھر دیئے گویا اپنے اس عمل سے اعتراف کر لیا کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مواخذات لاجواب ہیں۔ کاش! دیوبندی فرقہ کا یہ بائیں باز سپوت تحذیر الناس کی ہر سہ کفری عبارات کو بلفظ نقل کرتا۔ تو ہر شخص اُس کی نقل کردہ عبارات کو اعلیٰ حضرت کی نقل کردہ عبارات سے ملا کر تصحیح نقل کرتا، مطابقت دیکھتا، پھر خود فیصلہ کر لیتا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ان عبارات کو بعینہ بلفظ بالکل مطابق اصل اور موافق نقل شہاب ثاقب نقل فرمایا ہے یا نہیں؟ پھر قارئین پر مصنف شہاب ثاقب کا اس کو صریح کذب و افتراء کہنے کی حقیقت واضح ہو جاتی۔ اس صورت میں وہ ایک بھی تازیبا کلمہ اعلیٰ حضرت کی شان کے خلاف نہیں لکھ سکتے تھے۔ اور یوں نہ بھڑک کر گالیاں نہیں دے سکتے تھے ممکن ہے کہ مصنف نے تحذیر الناس کی کفریہ عبارات کو اس لیے شہاب ثاقب میں نقل نہ کیا ہو کہ اگر ان عبارات کو بلفظ نقل کر دیا۔ اور وہ عبارات اردو زبان میں ہیں۔ اور تحذیر الناس اردو توانوں کے لیے ہی لکھی گئی ہے۔ لہذا ہر اردو جانتے والا جب ان عبارات کو دیکھے گا۔ تو اُن کے معنی کفری پر مطلع ہو جائیگا۔ اور اعلیٰ حضرت کے فتویٰ تکفیر کی تصدیق کے لیے اُس کا ایمان اُس کو مجبور کر لیگا۔ اور نانوتوی صاحب کا کفر آشکارا ہو جائیگا۔ ہم نے اس مقالہ میں ہر سہ کفری عبارات نانوتوی صاحب کو بلفظ نقل کر کے اُن کی توضیح کر دی ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ بالکل برحق ہے۔ اور حسین احمد صاحب اور دیگر علما دیوبند کا یہ کہنا کہ عبارات میں قطع و برید کر کے یا سیاق و سباق کو حذف کر کے اعلیٰ حضرت نے کفر ثابت کیا ہے۔ ہر امر افتراء و بہتان ہے۔ مصنف "شہاب الثاقب" مولوی حسین احمد صاحب جو اعلیٰ حضرت کو مفسری اور کذاب کہنے والے ہیں یہی جب تحذیر الناس کی کفریہ عبارات کا کوئی جواب نہ دے سکے تو اپنی عاجزی اور مجبوری پر پردہ ڈالنے کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کر کے کہتے ہیں "حضرت

مولانا صاف طور سے تحریر فرما رہے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونیکا منکر ہو اور یہ کہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہیں بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکتا ہے

اقول کیا نانوئی صاحب کا یہ صریح کذب اور جیتا جاگتا جھوٹ نہیں کہ مذکورہ بالا تحذیر الناس کی عبارت ہے مصنف شہاب ثاقب تو مرمری میں مل گئے ان کا کوئی پیرو بتائے کہ فلاں صحف پر

یہ عبارت بلفظ تحذیر الناس میں موجود ہے۔ اور اگر اس سے ہم قطع نظر بھی کر لیں اور تسلیم بھی کر لیں کہ یہ عبارت تحذیر الناس میں بلفظ تو نہیں معاً موجود ہے تو بھی یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں اور

اس میں خود اپنے اوپر کفر کا فتویٰ دے کر اپنی ہر سہ کفری عبارات ص ۳، ص ۱۳ اور ص ۲۸ کو کفریہ قرار دے دیا۔ دیوبندی حضرات بتائیں کہ کسی کافر کا محض اقرار کفر اس کو مسلمان ثابت کر سکتا ہے؟ اگر اس عبارت کو نانوئی صاحب کی عبارت تسلیم کر لیا جائے تو اس میں بقول حسین احمد صاحب،

نانوئی صاحب نے خاتم النبیین یعنی آخر النبیین کا انکار کرنے اور آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہ ماننے اور آپ کے بعد اور کوئی نبی کے آسکنے کو کفر قرار دیا اور خود تحذیر الناس کے ص ۳ پر خاتم النبیین کو آخر النبیین کے معنی میں لینے کو خیال عوام قرار دیکر انکار کیا اور اسی طرح آپ

کے زمانہ کو انبیاء کے زمانہ کے بعد ماننے کو خیال عوام ٹھہرا کر اس کا انکار کیا۔ اور اس طرح ص ۱۳، ص ۲۸ کی عبارتوں میں آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکنے کی تصریح کر کے خود اپنے اوپر کفر کا حکم دیا تو یہ عبارت اپنے ہی کافر ہونیکا اقبالی ڈگری ہوئی لہذا مصنف شہاب ثاقب لے اس عبارت کو پیش کر کے

بیچارے نانوئی صاحب کی حمایت نہیں کی بلکہ اسکے کفر کو مزید مستحکم کر دیا ہے۔ گویا (مصرعہ) ہوئے تم دوست جس کے دشمن اُس کا آسمان کیوں ہو؟ اگر کوئی کافر مرد اپنے کفریات سے توبہ نہ کرے

بلکہ عوام کو دھوکا دینے کے لیے یہ بھی کہتا رہے کہ میں ان کفریات کو کفر سمجھتا ہوں۔ تو کیا اس سے اس کا بری ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر نانوئی صاحب اور اُس کے مؤیدین فی الواقع حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو آخر الانبیاء تسلیم کرتے ہیں تو انہیں تحذیر الناس کی ص ۳، ص ۱۳، ص ۲۸ کی عبارات کفریہ سے کھلے طور پر توبہ کرنی چاہیے تھی۔ اس کے برعکس ان صریح کفریات کو تو ایمان ثابت کرنے کی کوشش

کرتے ہیں۔ اپنا دینی بھرم رکھنے کی غرض سے لوگوں کے سامنے یہ کہتے ہیں کہ ہم حضور کو آخری نبی مانتے ہیں اور منکر کو کافر جانتے ہیں۔ جیسے کوئی بُت پرست شب و روز بُت پرستی میں گرفتار رہے

اور یہ اعلان بھی کرتا رہے کہ میں بُت پرستی کو کفر سمجھتا ہوں۔ مجھ پر خواہ مخواہ بُت پرستی کی تہمت لگائی جاتی ہے۔

توبہ کا فرسہ! (شہاب ثاقب ص ۹۹)

تخذیر الناس اور دیوبندی مناظر مولیٰ محمد منظور صاحب سنہلی

مولیٰ محمد منظور صاحب سنہلی "فیصلہ کن منظرہ" میں لکھتے ہیں کہ "اس فتویٰ کے غلط اور غرض تبلیس و فریب ہونے کے چند وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ :- مولیٰ احمد رضا خان صاحب نے اس جگہ تذخیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں نہایت افسوسناک مخربیت سے کام لیا ہے جس کے بعد کسی طرح اس کو تذخیر الناس کی عبارت نہیں کہا جاسکتا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت تذخیر الناس کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں سے جوڑ کر بنائی گئی۔۔۔ خان صاحب موصوف نے فقروں کی ترتیب بھی بدل دی ہے۔ اس طرح کہ پہلے صفحہ ۱۴ کا فقرہ لکھا ہے اس کے بعد صفحہ ۲۸ کا پھر صفحہ ۳ کا خان صاحب کے اس ترتیب بدل دینے کا یہ اثر ہوا کہ تذخیر الناس کے تینوں فقروں کو اگر علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکار ختم نبوت کا دہم بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہاں انہوں نے جس طرح تذخیر الناس کی عبارت نقل کی ہے اس سے صاف ختم نبوت کا انکار منہدم ہوتا ہے۔

جواب :- دیوبندی مناظر کا اعلحضرت کی طرف تبلیس و فریب کی نسبت کرنا اپنے کفریات پر پردہ ڈالنے کے لیے ہے۔ اعلحضرت نے تینوں عبارتیں بلفظ نقل کی ہیں۔ کسی عبارت میں اپنی طرف سے ایک لفظ کی بھی کمی بیشی نہیں کی۔ اور ان عبارات پر جو حکم کفر لگایا ہے، وہ بھی بالکل درست ہے۔ جس کا اعتراف مذکورہ بالا عبارات میں خود مولیٰ منظور صاحب کو بھی کرنا پڑا ہے وہاں وہاں دیوبند کا کہنا کہ تذخیر الناس کے تینوں فقروں کو علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکار ختم نبوت کا دہم بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔ پہلے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ تذخیر الناس کی یہ تینوں عبارتیں اپنی اپنی جگہ مستقل کفر ہیں۔ ان کی تقدیم و تاخیر سے نا تو مولیٰ صاحب کے کفر میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور یہ عبارت منقولہ جن کو مولیٰ منظور صاحب نامکمل فقرے کہہ کر مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک عبارت کلام تام ہے۔

دوسری وجہ :- اور دوسری دلیل سنبھلی صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ خالص صاحب نے عبارت
تخذیر الناس کے عربی ترجمہ میں ایک افسوسناک خیانت یہ کی ہے کہ تخذیر مت کی عبارت اس طرح تھی۔
”مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔“

ظاہر یہ کہ اس میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے جو بطور مفہوم مخالف فضیلت بالعرض
کے ثبوت کو مستلزم ہے۔ مگر خالص صاحب نے اس کا عربی ترجمہ اس طرح کر دیا :- مع انه لا فضل فیہ
اصلاً عند اهل الفہم جس کا یہ مطلب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم
کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں۔ اور اسمیں ہر قسم کی فضیلت کی نفی ہو گئی اور ان دونوں میں زمین و آسمان
کا فرق ہے (گناہ بخفی)۔

جواب :- اس دلیل بندی وکیل نے آنحضرت پر تو یہ الزام لگایا کہ انہوں نے عبارت میں قطع و برید کی
ہے اور سیاق و سباق نقل نہیں کیا ہے۔ مگر اس دوسری وجہ میں خود سنبھلی صاحب نے بدترین خیانت
کا مظاہرہ کیا ہے اور تخذیر الناس کی صرف ایک معطر نقل کر کے بلذات کی اول میں یہ ثابت کرنے کی سعی
کی ہے کہ بطور مفہوم مخالف یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نانوتوی صاحب فضیلت بالعرض کے قائل ہیں۔
جناب سنبھلی صاحب نانوتوی صاحب کے نزدیک خاتم بمعنی آخری نبی ماننا جاہلوں کا خیال ہے اس سے
خدا کی جانب نحوذ باللہ زیادہ گونی گا وہم ہوتا ہے۔ اس وصف کو فضائل میں کچھ دخل نہیں چنانچہ
نانوتوی کی اصل عبارت مت ہم ناظرین بالانصاف کی خدمت میں بلفظ نقل کرتے ہیں۔ ”بعد حمد و
صلوات کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب
میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا ایسی معنی ہے کہ آپ کا زمانہ
انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا
تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں بھر مقام طرح میں و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین
فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، ہاں اگر اس وصف کو اوصاف طرح میں سے نہ کیے
اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ غایت با اعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا

ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نفوذ باللہ زیادہ گونئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسبت و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اور اس کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ایلے ویلے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں۔

(تحذیر الناس مطہرہ مطبوعہ قاسمی دیوبند - یو پی ص ۱۰۰)

عبارت مذکورہ تحذیر الناس کو ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں مندرجہ ذیل کفریات ہیں۔ (۱) خاتم النبیین کا جو معنی تفاسیر احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ اسے عوام جاہلوں کا خیال بتانا (۲) خاتم النبیین بمعنی آخری نبی بتانے والوں کو نافرمانی ٹھہرانا۔ (۳) تمام امت بلکہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عوام اور نافرمانی کہنا نیز مخالفین معنی تفسیر و حدیث و اجماع کو اہل فہم بتانا (۴) خاتم بمعنی آخر کو اوصاف درج سے نہ ماننا (۵) تاخر زمانی کو ان اوصاف میں داخل کرنا جن کو بزرگمانا نو توئی صاحب نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ کائناتیں سنبھلی صاحب تحذیر الناس کے ص ۱۰۰ کی اس عبارت کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ اس وصف میں (یعنی تاخر زمانی) اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟ تو ان کو یہ بات مانتی پڑی کہ نا نو توئی کے نزدیک تاخر زمانی (بالذات یا بالعرض) کو فضائل میں کچھ دخل نہیں جس کا صاف مطلب وہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں۔ فضائل میں کچھ دخل نہیں اور بالکل فضیلت نہیں میں کیا فرق ہے؟ پس سنبھلی صاحب کا نا نو توئی صاحب کی عبارت سے وہ فرضی معہوم اصل عبارت کے خلاف تراشنا کہاں کی دیانت داری ہے؟ عبارت تحذیر الناس پر باقی مواضع ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ فلا نعیدھا۔

تیسری وجہ مولوی منظور سنبھلی نے آنحضرت کے فتویٰ کے خلاف یہ لکھی ہے۔

تیسری وجہ اور تیسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ تحذیر الناس کے جو فقرے مخالف صاحب نے اس موقع پر نقل کیے ہیں ان کا مابقی اور ماحق حذف کر دیا ہے۔

جواب: منجلی صاحب کا یہ خیال خام ہے۔ ہم اس سے پہلے نانوتوی کی ان ہر عبارت کا مابقی اور بالحق بلفظ نقل کر کے ثابت کر چکے ہیں کہ ان عبارات کا سیاق و سباق اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی تائید کرتا ہے۔ سابق اور لاحق کا بیان نانوتوی کو کفر سے نہیں بچاتا۔ جیسا کہ تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ جو بھی وجہ میں منجلی صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نانوتوی ختم زمانی کا قائل ہے اور تصانیف نانوتوی صاحب کی دس عبارتیں پیش کی ہیں جن سے اپنے دعویٰ کی تائید کی ہے منجلی اور اس کے ہم مشرب دیوبندیوں سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر کوئی ختم نبوت کا صراحتہ انکار کرے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ تابعین تبع تابعین اور تیرہ سو سال کے اجتماعی معنی کو عوام اور نا فہموں کا خیال بتائے اور یہ کہے کہ تاخر زمانی کو تفصیل نبوی میں کوئی دخل نہیں اور اگر خاتم الانبیاء کا معنی آخر الانبیاء زمانے کے اعتبار سے لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا کلام بے ربط ہو جاتا ہے۔ خدا کی جانب نحو ذہب اللہ زیادہ گوئی کا وہم ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اہل کمال کے کلمات ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں۔

اگر بقول منجلی صاحب پیش کردہ عبارات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب ختم زمانی کو مانتے ہیں تو نانوتوی صاحب صحت کی عبارت میں تصریح کر چکے ہیں کہ اگر خاتم کو آخر کے معنی میں لیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شمار ایسے ویسے لوگوں میں ہوتا ہے۔ (یہ ایسے ویسے کا لفظ اہل فہم کے مقابلے میں استعمال کیا ہے) اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔ (ص ۱۳) بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا (ص ۱۴) اگر ان مرتب کفریات کا قائل اپنے کفر سے توبہ نہ کرے اور ہزار بار یہ اعلان بھی کرتا رہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور آخر الانبیاء نہ مانے وہ کافر ہے۔ ملحد ہے۔ بے دین ہے تو کیا اس سخن سازی سے اس کا وہ کفر مٹ جائیگا؟ اس صورت میں تو آپ کسی قادیانی کو بھی کافر نہیں کہہ سکیں گے۔ لیکن میں آپ کے سامنے قادیانیوں کی عبارات پیش کرتا ہوں۔

(۱) امکان نبوت بعد از خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کرتے ہوئے قادیانی صاحب لکھتے ہیں: مولوی قاسم صاحب تنذیر الناس ص ۱ پر فرماتے ہیں۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی (مذکور بالا)

عبارت) پھر نتیجہ نکالتے ہیں: پس آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا اور آپ کی شریعت کا کامل ہونا کسی طرح سے بھی ظاہر ثبوت کے دروازوں کو بند نہیں کرتا۔ بلکہ اسکے برعکس پورے طور پر کھول دیتا ہے۔ (تلیغی ٹریکٹ ختم نبوت مطبوعہ قادیان ص ۱)

(۲) اگر یہی معنی جو ہم نے بیان کیے ہیں نہیں ہیں اور خاتم النبیین کا معنی نبیوں کے ختم کرنے والا ہے، تو یہ نہ کوئی فضیلت کی بات ہے اور نہ کوئی کسی قسم کی خصوصیت حضرت سرور کائنات کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ آخری نبی ہر نا کوئی خوبی کی بات نہیں۔ برخلاف اس کے جو معنی ہم نے پیش کیے ان سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت تمام نبیوں پر ثابت ہے۔ (بحث خاتم النبیین ص ۹) (نوٹ) خدا اور خداوند اور تعصب کو چھوڑ کر دیانت اور انصاف سے غور فرمایا جائے کہ قادیانی صاحب کی ان عبارات اور نانوتوی صاحب کی عبارتوں میں کیا فرق ہے؟

(۳) اسی خاتم النبیین کی بحث میں پھر ص ۱۱ پر قادیانی نے اپنی تائید میں لکھا ہے۔ "مستشرقین شہادت اس زمانہ کے مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی محدث اعلیٰ مدرسہ دیوبند ضلع سہارنپور اپنی کتاب تحذیر الناس کے متعدد مقامات پر ص ۲۸ پر فرماتے ہیں۔ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی: الخ۔۔۔۔۔ (اجرائے نبوت از ملک عبدالرحمن بی۔ بی۔ خادم گجرات مطبوعہ احمدیہ کتب خانہ)۔

(۴) "خاتم" یعنی ختم کرنے والا اگر نامعربی زبان سے سخت جہالت کا ثبوت ہے۔ پھر خاتم الشعراء کی مثال دیکر آخر میں لکھا ہیں اس کے معنی بھی افضل الانبیاء کے ہوئے منجھلی اور اس کے ہمنوا غور کریں کہ ان کے نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ خاتم بمعنی آخر ماننا جاہلوں کا خیال ہے اور خاتم کا معنی ختم ذاتی ہے۔ یعنی آپ سب سے افضل ہیں۔ کیونکہ بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ "ثُمَّ الْفَرَقَ بَيْنَ الدَّلِيلِ بِنْدِيهِ وَالْعَلَمِ بَانِيهِ فِي بَذْرِ التَّحْرِيفِ الْقُرْآنِيِّ"۔

(۵) جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ کہ حضرت سرور کائنات خرد و عالم احمد جتیبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن مجید آخری اور کامل شریعت ہے۔ اور اب کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو حضرت کی نبوت کا تابع نہ ہو۔ (نبوت کی حقیقت احمدیہ کتب خانہ قادیان ص ۳)۔

(۶) آنجناب سرور کائنات کی ذات کے لیے خاتم النبیین کے یہی معنی و مفہوم شایاں ہیں (نبیوں کی مہر۔ افضل الانبیاء) اور جو معنی و مفہوم ہمارے مخالف مولوی صاحبان پیش کرتے ہیں وہ آنجناب

کے شایانِ شان نہیں۔

(۷) "خاتم النبیین" علیہ السلام نے نبی کے بالمقابل حکیم خلیل احمد احمدی کی تقریر احمدیہ کتب خانہ قادیان میں اب ذرا نا توڑی صاحب کی تحذیر الناس کی طرف بھی رجوع فرمائی تھکتے ہیں۔ "شایانِ شان محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی؟" اب ناظرین باتمکین سے گزارش ہے کہ دیوبندی تو ضد و عناد کی وجہ سے نا توڑی صاحب کی عبارات کفریہ کی مرتجع غلط تعبیر میں کر رہے ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ قادیانی اور دیوبندی تحریروں میں کوئی فرق نہیں۔ قادیانی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے مخالف مولوی جو معنی خاتم النبیین یعنی آخری نبی زمانا کرتے ہیں وہ انجناب کے شایانِ شان نہیں اور یہی بانی دیوبند نے کہا ہے کہ خاتمیت زمانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں۔

(۸) "خاتم النبیین" کے معنی ختم کلمات۔ ہاں اگر ختم کے معنی ختم کلمات لیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ اکمل اور اتم طور پر نبوت کی انتہائی نعمت آپ پر ختم ہے۔۔۔۔۔ تو ہم کہیں گے کہ بیشک اس معنی سے نبوت آپ پر ختم ہے۔ (خاتم النبیین کتب خانہ احمدیہ قادیان ص ۷۶)۔

(۹) "خاتم النبیین" اور آخر الانبیاء کے معانی۔ اگر اس آخری کے یہ معنی ہیں کہ اس کے بعد کوئی نہیں۔ تو صرف تا نثر زمانی میں کوئی خوبی نہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شایانِ شان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی اس معنی سے ہیں کہ اب تمام انعامات جس میں نبوت بھی داخل ہے حاصل کرنے کا آخری ذریعہ انجناب کی ذات بابرکات ہے۔ ملخصاً

(خاتم النبیین ص ۸ احمدیہ کتب خانہ قادیان)

قادیانی کی یہ تقریر بالکل تحذیر الناس کی ص ۲ کی عبارت کا چرہ ہے۔

(۱۰) "میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا وسیلہ ہے۔۔۔۔۔ اور میں ایمان لاتا ہوں۔ اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کے فرزندوں کے سرور اور رسولوں کے سرور ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا۔ ترجمہ (اثینہ کلمات اسلام مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

(۱۱) "میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو ماننا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلمہ الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ دہی رسالت حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوئی۔ اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو گئی۔“

(مرزا غلام احمد قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۷)
(۱۱)۔ ”ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر المنت دجاعت کا مذہب ہے اب میں مفصلہ ذیل امور کاسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں۔ کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا حکم ہوا اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“

(مرزا غلام احمد کا تحریری بیان جو تاریخ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء جامع مسجد دہلی کے جلسے میں دیا گیا۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۳۴)۔

یہ تینوں عبارات قادیانی مذہب سے منقول ہیں۔ قادیانی مرزا اور اس کے اذناب کی اس قسم کی عبارات بیسیوں پیش کی جاسکتی ہیں جس میں وہ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے ختم نبوت کے منکر کو کافر بے دین۔ ملحد۔ اور خارج از اسلام ہونا قرار دیتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کرتے ہیں اور محمد قاسم صاحب نانوتوی کی طرح ختم ذاتی۔ ختم کلمات۔ ختم مراتب اور افضل الانبیاء وغیرہ اس قسم کے خود ساختہ معنی بیان کرتے ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا سوا دا اعظم جو خاتم کا معنی تاخر زمانی بتاتا ہے۔ اس میں کوئی تفصیلت نہیں۔ کوئی کمال نہیں۔ بلکہ یہ معنی شایان شان محمدی نہیں ہیں۔

مسلمانو! حقیقت یہ ہے کہ ان دیوبندیوں ہی نے مرزا قادیانی کے لیے میدان صاف کیا تھا۔ انہوں نے اپنی تمام تر قوت نانوتوی صاحب کی حمایت میں صرف کر دی ہے۔ اور مزید الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ اگر بالفرض حضور علیہ السلام کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمد میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اس لیے کہ خاتمیت کا مفہوم ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی اور ختم ربی ہے۔ اور اس منگھڑت معنی کے متعلق تفسیر البیان اصحاب المدراء اور شہاب ثاقب اور فیصل کن مناظرہ کے دیوبندی مصنفین نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ نانوتوی نے یہ معنی کر کے حضور علیہ السلام کی شان کو دو بالا کر دیا ہے۔ یہی کچھ مرزا اور اس کے پیروں

کہہ رہے ہیں۔ جیسا کہ مرزاٹیوں کی عبارات مذکور سے خوب ظاہر ہو گیا ہے (دیوبندی مرزاٹیوں کے کیوں مخالف ہیں؟) اب دیوبندی مرزاٹیوں سے اس لیے مخالف ہیں کہ اجرائے نبوت کے لیے میدان تو انہوں نے صاف کر دیا تھا۔ اور دعویٰ قادیانی نے کر لیا۔ پناچہ قادیانی بھی اپنے کتب و رسائل میں دیوبندیوں کو نانوتوی صاحب کی ان عبارات سے خاموش کر دیتے ہیں کہ جب نانوتوی صاحب کے نزدیک جس کو تم پیش خویش بہت کچھ ملتے ہو اُن کے نزدیک حضور علیہ السلام کے بعد نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ تو آخر مرزا صاحب نے کیا قصور کیا ہے؟ ہاں تم نے حضور کے بعد نبی کا پیدا ہونا ممکن کہا اور مرزا صاحب نے بالفعل نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ مگر مرزا صاحب بھی اپنے آپکو مستقل۔ بالذات اور حقیقی نبی نہیں ملتے بلکہ مجازی۔ عرضی۔ بروزی۔ غلیبی ہونے کے دعویدار ہیں۔ اور مرزا صاحب کے ان دعویٰ کی بنیاد زیادہ تر تحذیراتِ اناس ہی پر ہے۔ تحذیراتِ اناس کی عبارتوں کا جواب مولوی محمد منظور صاحب سنہجلی نے جو دیا ہے۔ وہ عموماً سرفراز ہے۔ اور تاویل القول بسمالاً یہ بھی بہ القائل کا مصداق۔ سنہجلی کی اصل عبارت مع رد بلیغ ملاحظہ فرمائیں۔

قولہ :- اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڈر مولوی احمد رضا خان صاحب نے کفر کا مسموق بنالیا ہے۔ ان میں سے پہلا فقرہ ۱۳۱ کا ہے۔ اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا بحث کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں (۱۳۱) اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔

۱۔ (۱) جب دیوبندی حضرات مرزاہی کی عقیدہ ختم نبوت کی بنا پر تکفیر کرتے ہیں تو نانوتوی صاحب کی بھی تکفیر کیوں نہیں کرتے جبکہ عقیدہ مشترک ہے (۲) اگر نانوتوی صاحب نے کفر نہیں کیا تو مرزا صاحب کو دیوبندی حضرات کافر کیوں کہتے ہیں؟ (۳) چونکہ ختم نبوت کے نانوتوی صاحب اور مرزا صاحب ایک جیسے مخالف ہیں اس لیے ملائے ہنسٹ دونوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ لیکن دیوبندی حضرات مرزا صاحب کی تکفیر کے بارے میں اتفاق کرتے اور نانوتوی صاحب کی تکفیر پر ڈٹنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ ایک قادیان کا رہنے والا ختم نبوت کا انکار کرے تو دیوبندی حضرات بھی اُسکی تکفیر پر متفق لیکن نانوتوی کا باشندہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرے تو دیوبندی حضرات کے نزدیک وہ کافر ہو سکی بجلئے حجتہ الاسلام قرار پاتا ہے۔ یہ کیا دھرم ہے؟ (آخر شاہجہان پوری)

غرض اختتام اگر باں معنی تجویز کیا جائے تو میں عرض کر چکا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہو گا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدرستہ رہتا ہے۔ (فیصلہ کن مناظرہ ص ۴۷)

یہ عبارت نقل کرنے کے بعد نانوتوی صاحب کی طرف سے منجلی صاحب نے جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے کہ ”مولانا کی یہ عبارت خاتمت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق“۔ اس کے بعد ص ۲۵ کی عبارت اس طرح نقل کی ہے۔

”ہاں اگر خاتمت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس پیچیدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی بلکہ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائیگی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو پھر بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔“

اس عبارت کا بھی منجلی صاحب کے نزدیک یہ جواب ہے کہ ”یہاں صرف خاتمت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا“۔ ص ۴۸

(دیوبندی گورکھ دھندا) منظور منجلی دیوبندی فرقہ کا مایہ ناز مناظر اور انشاء پرداز ہے جس نے یہ کتاب اُن تمام دیوبندی تصنیفات سے اخذ کر کے آخر میں لکھی ہے۔ جو ان عبارات کفریہ کے جواب میں بزم خود دیوبندی اکابر نے لکھی تھیں۔ اور اسکا نام معرکہ العقلم اور فیصلہ کن مناظرہ رکھا۔ ان عبارات نانوتوی صاحب کا جواب دیتے ہوئے ایسا بوکھلا گیا ہے کہ ایک ہی صفحہ ص ۴۷ میں اوپر جو کچھ شد و مد سے لکھا۔ نیچے اگر خود ہی اس پر پانی بھیر دیا۔ لکھتا ہے ”تحدیر اناس کے ص ۱ پر حضرت مولانا (نانوتوی) نے جس (خاتمت) کو خود سخت اور بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ خاتمت کو جس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دونوں نوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں۔“

لے ہم مسلمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ درود شریف کا لہجہ اختصار نبیوں کی ایجاد ہے۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے مسلک کا اظہار صرف اسی قدر ہے۔ جسکا حامل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں۔ اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لیے اس لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ اسی معنی پر نیچے جاکر مسئلہ کی عبارت کے جواب میں لکھا ہے۔

تحدیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب ان میں پہلا فقرہ مسئلہ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ (حدود غلط لفظ بنانا شد) تو مشہور ہی ہے۔ مگر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ دیوبندیوں کے اس ذمہ دار معتبر وکیل نے کیسی دعا پڑھا کہ مظلوم کیلئے کہ ایک ہی صفحہ میں اور پر تو نانو تری کا غبار و عتق معنی یہ بیان کرتا ہے کہ خاتمیت جنس ہے اور ختم زمانی و ختم ذاتی اس کی دونوں میں ہیں۔ اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم میں۔ یہ دونوں نہیں یک وقت مراد ہیں۔

اور نیچے مسئلہ کی عبارت کی تائید میں یہ کہتا ہے کہ حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اب دیوبندی ہی اس گورکھ دھنداکو حل کریں۔ کہ مذکورہ بالا تحقیق "اور مذکورہ زیریں تحقیق" میں کیا جھڑ ہے۔ اگر مذکورہ بالا تحقیق درست ہے تو سنبھلی صاحب نے نیچے غلط لکھا ہے اور اگر نیچے والی تحقیق ٹھیک ہے تو اوپر بالکل خلاف واقعہ بیان دیا ہے۔ کوئی مرد میدان ہے جو اس صریح تضاد بیانی میں تطبیق دے سکے؟

دیوبندیوں کو اختیار کچھ تو انصاف و دیانت سے کام لو۔ ایسی اکابر پرستی نہیں سیدھی دوزخ میں لے جانے گی۔ قیامت کے روز یہ مولوی جن کی تم ناجائز حمایت اور طرفداری کر رہے ہو۔ کسی کام نہیں آئیں گے بروز قیامت سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کام آئیں گے جن کی عظمت و احترام کو تم پس و پشت ڈالکر اپنے گستاخ اور بے ادب ملاؤں کی صریح کفریہ عبارات کو اسلامی ثابت کرنے کے لیے ایڑنی چوٹی کا زور لگا رہے ہو مگر تمہاری اس بیجا حمایت اور طرفداری نے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ بلکہ ان دوران کار اور باطل مادیات نے ان کو مزید کفر کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ آج بھی اس ناجائز طرفداری سے باز آ جاؤ، بصدق دل توبہ کرو۔ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چتے پتے محب اور غلام بن جاؤ۔ بفضلہ تعالیٰ ہم نے حق کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ

نانوتوی محرف قرآن اور منکر ختم نبوت کا دامن بامعنی میں رکھو یا خاتم النبیین شفیع المذنبین سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت میں آجاؤ۔

یہ چند سطور تو نپید نصیحت کے طور استطراداً نوک قلم پر جاری ہو گئی ہیں۔ اب مجھے ناظرین کرام سے عرض یہ کرنا ہے کہ نانوتوی صاحب کی ص ۱۳ اور ص ۲۸ کی عبارات کو تسلیم کرنے کے بعد نہ تو خاتمیت زمانی باقی رہتی ہے نہ ذاتی۔ سنبھلی اور دوسرے عنوانوں کا یہ توجیہ کہ یہاں پر نانوتوی صاحب نے خاتمیت زمانی نہیں بلکہ خاتمیت ذاتی مراد لی ہے، اگر خاتمیت زمانی مراد ہوتی تو یہ عبارت ضرور کفر ہوتی۔ کیونکہ کوئی ذی ہوش یہ نہیں کہہ سکتا کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اقول۔ جب فرق آتا ہے تو ختم نبوت کا انکار ہوا اور یہ کفر ہے اور مولوی حسین احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا (نانوتوی) صاف طور پر تحریر فرما رہے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا منکر ہو اور کہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہیں بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکتا ہے۔ تو وہ کافر ہے۔“

(نوٹ) یہ عبارت تحذیر الناس میں ان الفاظ کے ساتھ اول سے آخر تک ہرگز کسی جگہ نہیں ہے خود اپنی طرف سے مصنف شہاب ثاقب نے گھڑ کر نانوتوی صاحب کی طرف منسوب کر دی ہے۔ مہر کیف سنبھلی اور ٹانڈوی صاحبان ہر دو کی عبارات سے واضح ہوا کہ خاتمیت زمانی کا انکار کفر ہے اور نانوتوی کو اس کفر صریح سے بچانے کی صورت یہ بتائی ہے۔ ”مذکور یوں کہا جائے کہ تحذیر الناس کی ص ۱۳، ص ۲۸ کی عبارتوں میں خاتمیت سے مراد خاتمیت ذاتی ہے زمانی نہیں۔ کیونکہ مولانا کا معنی مختار اور محقق ذاتی ہی ہے۔ جو وہ پہلے ذکر کر چکے ہیں۔“

(۱) ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دونوں عین قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ سے یہ دونوں نوعیں بیک وقت مراد لی جائیں۔ (فیصلہ کن مناظرہ ص ۴۴)

سنبھلی صاحب نے مذکورہ بالا نسخہ تحذیر الناس ص ۱ کی عبارت سے نکالا ہے۔ نانوتوی صاحب نے لکھا ہے: ”اگر یہاں خاتم مثل رجس جنس عام رکھا جائے تو بدرجہ اولیٰ قابل قبول ہے۔“ میں کہتا ہوں کہ نانوتوی کے اس قول مختار و محقق کو تسلیم کرنے کے بعد یہ کہنا کہ ص ۱۳،

ص ۲۸ میں خاتمت سے مراد اس نے صرف خاتمت ذاتی لی ہے۔ برابر باطل ہے۔ کیونکہ اس کا قول مختار تو بقول تمہارے تھا کہ ”لفظ خاتم سے دونوں نوعیں ایک وقت مراد لی جائیں“ اور اب تم صرف ایک نوع مراد لے رہے ہو۔ جب نافذ تو ہی ان عبارات میں صرف خاتمت ذاتی ہی مراد لیتے ہیں۔ تو ص ۳۶ فیصلہ کن مناظرہ کی وہ قیثوں صورتیں بھی غلط ہو جاتی ہیں جن میں تم نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ نافذ تو ہی صاحب کو خاتمت زمانی اور ذاتی دونوں تسلیم ہیں۔ اور اس کی چند صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمت زمانی اور ذاتی کے لیے مشترک معنوی مانا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیت کریمہ میں بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنی مراد لیے جائیں۔ جو دونوں قسم کی خاتمت کو حاوی ہو جائیں۔ اب ان دونوں صورتوں کے ساتھ اپنی اس تاویل فاسد کو طالعیجے جو ص ۳۷ اور ص ۲۸ کی عبارتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے تم نے بیان کی ہے۔ یہ کہ یہاں صرف خاتمت ذاتی کا ذکر ہے۔ نہ کہ زمانی کا۔ (فیصلہ کن مناظرہ ص ۳۶)۔

ایضاً: ”رہی ختم زمانی اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی ذمی ہوش کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔“ (فیصلہ کن مناظرہ ص ۳۶)۔
 پہلے قدر۔ اس تاویل سے تمہاری وہ دونوں صورتیں باطل کر دیں جن میں تم نے عموم و مطلق کا قول کیا جب خاتمت زمانی باقی نہ رہی تو پھر صرف خاتمت ذاتی پر جنس عام اور مشترک معنوی۔ عموم مجاز کس طرح صادق آئے گا؟

اب رہ گئی تمہاری تیسری صورت جس سے تم نے بزعم خویش یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ختم زمانی ختم ذاتی کو لازم ہے۔ اس لیے جب ختم ذاتی چائی جائے گی تو زمانی بھی ضرور چائی جائیگی۔
 نافذ تو ہی صاحب لکھتے ہیں۔ ”در تسلیم لزوم خاتمت زمانی بدلائل التزامی ضرور ثابت ہے۔“ (تخیر الناس ص ۳۷) منجلی صاحب فرماتے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمت ذاتی مراد لی جائے مگر چونکہ

لہ خاتم کو جنس عام ثابت کرنے کیلئے اس اجس نے مثال بھی اجس ہی بیان کی ہے۔ بلکہ انہی مترشح بانیہ۔

اس کے لیے بدلائل عقلیہ و نقلیہ خاتم زمانی لازم ہے۔ لہذا اس صورت میں بھی خاتمت زمانی پختہ کریمہ کی دلالت بطور التزام ہوگی۔ (فیصلہ کن منظرہ ص ۴۷)۔

صدر دیوبند یہ مولوی حسین احمد صاحب یوں رقمطراز ہیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فقط ایک ہی معنی خاتم سے مراد ہوں اور وہ خاتمت مرتبی (ذاتی) ہے اور اس کو خاتمت زمانی لازم ہے۔ (شہاب ثاقب ص ۸۴) نانوتوی صاحب اور ان کے بھی خواہوں کی ان عبارات مذکورہ الصدر کا حاصل یہ ہے کہ خاتمت ذاتی کو خاتمت زمانی لازم ہے (اقول بحول اللہ اجول) نانوتوی صاحب کی عبارت ص ۲۸ میں جب یہ تسلیم کر لیا کہ اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ تو یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعد نبی تجویز کرنے سے خاتمت محمدی میں تو ضرور فرق آتا ہے کہ اس صورت میں خاتمت زمانی بالکل باطل سے جانی رہتی ہے۔ چنانچہ سنبل صاحب بھی ملتے ہیں: "نہ کوئی ذی ہوش کہہ سکتا ہے۔" کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا: جب خاتمت زمانی اس عبارت نانوتوی سے باطل ہوگئی تو خاتمت ذاتی جبکو نانوتوی اور اسکے پیرو ملزوم مان رہے ہیں وہ بھی باطل ہوگئی۔ کیونکہ بطلان لازم بطلان ملزوم کی دلیل ہے۔ کما لا یخفی علی من لدونہ تعلق بالمقہول۔ لازم کے باطل ہونے سے ملزوم کا باطل ہونا اگرچہ مسلمہ کلیہ ہے تاہم اتمام حجت کے لیے ہم ان حضرات کے محمد علیہ کی شہادت پیش کرتے ہیں حکیم الامتہ الدیوبندیہ جناب اشرف علی صاحب تھانوی جی کتاب حفظ الایمان مع تغیر العنوان کے ص ۱۱ پر لکھتے ہیں:-

"اور لازم باطل ہے پس ملزوم بھی باطل ہے" مدعی لاکھ پہ بجاری ہے گواہی میری۔

ثابت ہوا کہ بانی دیوبند نانوتوی صاحب کی اس عبارت نے خاتمت ذاتی اور زمانی ہر دو کا خاتمہ کر دیا ہے۔ خاتمت ذاتی کا مصفا یا تو سنبل وغیرہ نے خود ہی تسلیم کر لیا اور ذاتی کے انکار سے زمانی کا انکار بھی ان کے کلمات سے پایا گیا۔ تو اب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بالکل حق ہوا اور دایبہ کا اعلیٰ حضرت پر اصرار پروازی اور قطع و برید کا الزام لگانا سراسر باطل ہو گیا۔ یوں دیوبندی تحقیق اور حرف آخر کا بھانڈا بھی چر رہا ہے میں چھوٹ گیا۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

کے چارہ جوئی کا دار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

تخذیر الناس کی کفریہ عبارت ص ۳ کا جواب مولوی منظور نبھلی نے یہ دیا ہے کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں جبر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور عوام کے اس نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے ورنہ خاتمیت زمانی مع خاتمیت ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے جیسا پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ (ص ۵۲ بلفظ از فیصلہ کن مناظرہ)

میں کہتا ہوں کہ یہ حصر کا دعویٰ سراسر باطل ہے۔ نانوتوی کی عبارت ص ۳ میں کوئی کلمہ حصر کا موجود نہیں۔ اگر کسی دلورندی میں بہت ہے۔ تو نانوتوی کی عبارت سے کوئی کلمہ حصر نکال کر دکھائیے سنبھلی صاحب نے عبارت ص ۳ یوں نقل کی ہے: "بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اوّل معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں ————— کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا باین معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء و سابی کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔" سنبھلی صاحب نے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کیا کہ انہوں نے عبادات کا سابق و لاحق نقل نہیں کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ خود سنبھلی صاحب میاق و مباح سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنی طرف سے ایک فرضی مفہوم نکال کر بچارے نانوتوی کے ذمہ مٹھ رہے ہیں۔ اب ہمیں دیکھئے "مع حصر" والی پھر اپنی طرف سے لگائی ہے چنانچہ شروع میں ہم تخذیر الناس کی عبارت کا بیان مع تفصیل کر آئے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء زمانہ کو مصفت تخذیر نہیں مانتا ہے۔ علاوہ انہیں اگر مولانا نانوتوی کا مسلک مختار خاتمیت زمانی اور خاتمیت ذاتی ہے تو اس مسلک مختار کے بالکل برخلاف ص ۱۳، ص ۲۸ کی عبارتوں میں سنبھلی صاحب نے خاتمیت سے مراد صرف خاتمیت ذاتی کیوں لی ہے ہاں جناب اس مسلک مختار کے مطابق اس عبارت کا کیا معنی ہو گا۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ یعنی معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی تجریر کر لیا جائے تو حضور کی خاتمیت زمانی اور ذاتی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔"

الجب ہے پاؤں یا رکاز لاف دراز میں تو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

سوال :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی صحابی سے حصر ثابت نہیں، بلکہ علامہ سنی میں سے بھی کسی نے (ختم زمانی میں) حصر کی تصریح نہیں فرمائی۔

اور اگر علمائے سلف میں سے کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا بھی جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں۔ جو کہ مولانا مرحوم عوام کا خیال بتاتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد حصر اقصائی یا نظریاتی تاویلات الملاحدہ ہے۔
(فیصلہ کن مناظرہ)

جواب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعینؓ اور تمام علمائے اُمت نے خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء زمانا ہی کیا ہے۔ یہ دوسرا معنی آپ کے ”کو روک نادان“ کی اپنی ایجاد ہے۔ درہ درہ بندی بتائیں کہ نانو تووی صاحب سے پہلے یہ معنی کس نے کیے ہیں۔ متحدہ ایراناس میں خود نانو تووی صاحب کو تسلیم ہے۔ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں (حضور علیہ السلام، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور مغربین سابقین) کا ہم کسی مضمون تک نہ پہنچ سکیں تو ان کی شان میں کیا فرق آگیا اور کسی طفل نادان (نانو تووی) نے کوئی ٹھکانے کی بات کر دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔

سہ گاہ بامشہد کہ کو روک نادان از غلط بردہ رفت ز غلط تیرے
(تحدیر ص)

ہاں نانو تووی صاحب نے جو متکفرت معنی بیان کیے ہیں، بالکل اسی کے مطابق مرزا قادیانی اور اس کے اتباع نے لکھا ہے۔ نانو تووی اور قادیانی صاحبان سے قبل ذاتی، عرضی، اصلی اور ظلی کے الفاظ سے نبوت کی تقسیم کسی نے نہیں کی۔

قولہ :- علمائے راستخیزین میں سے کسی نے حصر کی تصریح نہیں کی۔
اقول :- جب حضور علیہ السلام و صحابہ کی تفسیر کو تم نہیں مانتے پھر اس کے بعد دالے علمائے راستخیزین کو کیا مانو گے لیکن کم از کم یہ تو خیال رکھنا تھا کہ تمہارے اپنے اکابر نے بھی حصر کی تصریح کی ہے جن کے راستخیزین فی الروایہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیجئے اپنے شیخ العرب والعجم ہی کی تصریح غلط کیجئے :- ”حضرت مولانا..... کا نزاع عام مفسرین کے ساتھ اس بارہ میں ہے کہ اس آیت میں کوئے معنی لینے چائیں اور کوئے معنی اعلیٰ اور احسن ہیں۔ (شہاب ثاقب ص ۸۴، ص ۸۵)۔

اب بتائے کہ مولانا کا نزاع عام مفسرین سے کیا ہے۔ کیا اس میں تسلیم نہیں کہ عام مفسرین تو یہی

مانتے ہیں کہ خاتم النبیین کا مفہوم زمانے کے اعتبار سے حضور علیہ السلام کا آخر الانبیاء ہونا ہے اور اسی کو نالوقری عوام کا خیال بتاتے ہیں۔

خاتم النبیین کے معنی مفتی شفیع کی زبانی

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں، ان اللغة العربية حاکمته۔ بان معنی خاتم النبیین فی الآئیتہ هو آخذ النبیین لا غیر (بہرہ المہدین ص ۱۷) بے شک لغت عربی اس پر حاکم ہے کہ آیت میں جو خاتم النبیین ہے اس کے معنی آخر النبیین ہیں نہ کچھ اور۔

یہی مفتی صاحب تفسیر روح المعانی سے اس معنی پر اجماع امت نقل کرتے ہیں۔ اجمعت علیہ الامتہ فیکفر مدعی خلافتہ (بہرہ المہدین ص ۳۵) ہے تو اس کے خلاف کا دعویٰ کرنے والا کافر ہے۔ یہی مفتی صاحب ختم النبوة فی الآثار مطبوعہ دیوبند ص ۱ پر تصریح کرتے ہیں: آپ نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شک نہیں جو اس کا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

دیوبندی علامہ نور شاہ کاشمیری خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَالظُّهُمُ الْخَتَمُ الزَّمَانِي وَلَا يَجُوزُ تَدْكُهُ فَاِنْ مَرَادُ الْآيَةِ بِحَسْبِ اللَّفْظِ الْعَرَبِيِّ
اِنَّهُ اَنْتَفَتْ ابُوْتُهَا لِوَحْدِهِ مِنْ رِجَالِكُمْ وَحَلَّتْ مَحَلَّهَا نَبُوْتُهُ وَخَتَمَهَا فَاَكْمَا
اِنْ اَلْبُوْتَةُ اَنْتَفَتْ زَامًا فَكَذَلِكَ النُّبُوَّةُ بَعْدَ لَا ط

وَأَمَّا الْحَقُّ بِمَعْنَى اِنْتِهَاء مَا بِالْعَرْضِ إِلَى مَا بِالذَّاتِ فَلَا يَجُوزُ اِنْ

خاتم النبیین کے معنی انور شاہ کاشمیری دیوبندی کی زبانی

میکون ظم هذه الآية لأن هذا المعنى لا يعرفه إلا أهل العقول
والفلسفة والتدليل نادل متفاهم لغة العرب لا على الذهنيات
المخزجتة ط (عقيدة الاسلام ص ۲۶)

یعنی آیت کا ظہر ختم زمانی ہے اور اس کا ترک جائز نہیں اس لیے کہ لغت عربی کے
اعتبار سے آیت نے مراد یہ ہے کہ تمہارے مردوں میں سے ہر ایک کے لیے ابوت متقی
ہے۔ اور اس کی جگہ ختم نبوت نے لے لی ہے۔ پس جس طرح ابوت بالکلیہ متقی ہے اسی طرح
حضور علیہ السلام کے بعد ختم نبوت بھی بالکلیہ متقی ہے لیکن ختم کا یہ معنی کہ ما بالعرض کا قصہ ما بالذات
پر ختم ہو جاتا ہے (جیسا کہ قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں کیا ہے) پس نہیں جائز ہے
کہ یہ آیت کا ظہر مرد سے اس لیے کہ یہ معنی صرف اہل عقول اور فلسفہ کے ہاں ہی معروف
ہے اور قرآن لغت عرب کے متفہم پر اترتا ہے نہ کہ ذہنیات مخزجہ پر یہی اور شاہ کشمیری
اسی کتاب کے ص ۲۶ پر لکھتے ہیں۔

”ان الآية اجمعت على الختم الزماني والتأتميت الحقيقية فالقرآن
لقطعية الثبوت والاجماع القطعية الدلالة ومثل هذا الاجماع
يكفر مخالفه“ ختم زمانی اور خاتمت حقیقیہ پر امت کا اجماع ہے پس قرآن سے اس

لے۔۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں عرض خاتم ہونا ایک امر اضافی ہے بے مضاف الیہ متحقق نہیں ہو سکتا
سو جس قدر اس کے مضاف الیہ ہونگے۔ اس قدر خاتمت کو افزائش ہوگی۔ (تحذیر ص ۲۳) اس لیے حضور
کے بعد بھی نبی آنے کی تجویز کرتے ہیں۔ اور یہ زعم کیا ہے کہ صرف انبیاء گدازہ کے اعتبار سے
ہی حضور علیہ السلام خاتم نہیں بلکہ بعد میں آنے والوں کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ اور یہ گمان کیا
ہے کہ اس معنی سے حضور کی شان دو بالا ہو جاتی ہے اور یہی مرزا صاحب کہتے
ہیں۔ فما الفرق بينه وبين القاديلاني۔

کے قطعی الثبوت ہونے کی وجہ سے اور اجماع سے اس کے قطعی الدلالت ہو سکی وجہ سے اور
لیے اجماع کا مخالفت کافر ہوتا ہے۔

یہی دیوبندی فاضل اپنے رسالہ خاتم النبیین میں لکھتے ہیں۔

”دارادۃ ما بالذات وما بالعرض عرف فلسفۃ است نہ عرف قرآن مجید و حواہ عربی نہ نظم
راہیچگونہ ایما و دلالت برآن (خاتم النبیین ص ۳) اور ما بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ
عرف فلسفہ ہے نہ عرف قرآن مجید اور محاورہ عرب اور نظم قرآن کی زبان تو ہی کے اس
منکھڑت معنی پر نہ اس پر دلالت ہے نہ ایما۔ یہ ہے دیوبندیوں کے فاضل محقق کی
تحقیق جس نے نالوتوی سنبھلی، ٹانڈوی درہنگی اور کاکوروی کی تمام تاویلات پر پانی پھیر
دیا ہے۔ اور لیجئے خاتم کے عام ماننے کے بعد صرف خاتم ذاتی پر اس کو محمول کرنا اصول
فقہ کی رو سے بھی درست نہیں۔ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔
المقام عندنا لا یحصل علی الخاص ط عام ہمارے نزدیک خاص پر محمول نہیں
ہو سکتا ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۱۹)
دیوبندیوں کی معروف درسگاہ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث مولوی ادیس کاندھلوی
لکھتے ہیں۔

”لفظ خاتم جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مصناف ہوگا تو اس کے معنی صرف آخر
اور ختم کرنے والے کے ہونگے۔ (مسک الختام ص ۵)
یہ صرف کلمہ حصر کا ہے یا نہیں۔

ایضاً۔ ”خاتم النبیین کے جو معنی ہم نے بیان کیے یعنی آخر النبیین تمام امم امت
اور علمائے عربیت اور تمام علمائے شریعت عہد نبوت سے لیکر اب تک سب کے سب
یہی معنی بیان کرتے آئے ہیں۔ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ تعالیٰ ایک حرف بھی کتب تفسیر اور
کتب حدیث میں اسکے خلاف نہ ملے گا۔“ (مسک الختام ص ۲)۔

ایضاً۔ خلاصہ کلام یہ کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہی ہیں جس نبی پر یہ کتاب اتری
ہے اُس نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور سمجھائے اور جن صحابہ نے اس نبی سے قرآن

اور اس کی تفسیر پر بھی انہوں نے بھی یہی معنی سمجھے۔ فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر (مسک الحتام ص ۲۵)۔

خاتمیت زمانی کے ماننے والے بفضلہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت ہیں اور اس میں تاویل و تحریف کرنے والے نانو توہی و قادیانی اور اس کے اتباع ہیں۔

سنبھلی صاحب نے پہلے دوسرے سے ختم زمانی میں حصر سے انکار کیا۔ پھر آخر میں یہ پھر لگائی۔ اور اگر علمائے سلف میں کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں بلکہ حصر اضافی ہے۔ بالنظر الی تاویلات الملاحدة (ملخصاً فیصلہ کن مناظرہ ص ۵۲)

خوب کہی جناب وہ ملاحدہ نانو توہی اور اس کے حمایتی ہی ہیں۔ جنہوں نے معنی خاتمیت زمانی میں فاسد تاویلیں کی ہیں اور قادیانی کے لیے میدان صاف کر دیا تھا۔ ورنہ عام مفسرین اس طرف لگتے ہیں کہ مراد خاتمیت سے فقط خاتمیت زمانی ہے۔

جیسا کہ آپ کے ٹائمر دی صاحب فرماتے ہیں۔ معام مفسرین اس طرف گئے ہیں۔ کہ مراد خاتمیت سے لفظ خاتمیت زمانی ہے۔ (الشہاب شاقب ص ۸۴)

سوال۔ صاحب تحذیر الناس نے خاتمیت محمدیہ کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ اس کی ص ۲۸۹

کی دونوں عبارتوں کے شروع میں لفظ بالفرض موجود ہے اور مراد اس فرض سے فرض محال ہے جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے۔ اِنْ كَانِ لِلْوَحْيِ وَكَدْ قَانَا اَوَّلُ الْعَبْدِ يَتُ

اگر (بالفرض) رحمن کی اولاد ہوتی تو میں پہلے عبادت کرنے والوں سے ہوتا۔ ایسے ہی ہوکان فیہما النہتہ۔ الا اللہ لفسدقا۔ اگر زمین و آسمان میں متعدد الہ ہوتے تو وہ دونوں

فاسد ہو جاتے (ای خرجتا من النظام) یہ دینانہ اور ان کے ہمنواؤں کا زعم خویش مایہ ناز استدلال ہے مگر سنبھلی صاحب نے باقی تحریفات کی طرح اس پر اتنا زور نہیں

دیا۔ صرف فیصلہ کن مناظرہ ص ۵۸ پر صفحہ ۴ کی یہ عبارت نقل کر کے "بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا

ہے۔" نیچے حاشیہ پر ص ۲۸۹ کی ہر دو عبارات کے بالفرض پر یہ حاشیہ لکھا "اے یہ بالفرض کا لفظ بھی قابل لحاظ ہے۔ مگر اس پر کوئی مزید تبصرہ نہیں کیا کہ اس قابل لحاظ سے

وہ کو نسامدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

جواب :- اولاً۔ یہ بالفرض فرض محال کے لیے نہیں ہے۔ کیونکہ تسبیحی وغیرہ نے ان عبارت کی تاویل کی ہے کہ یہاں پر خاتمت ذاتی مراد ہے۔ تو معنی یہ ہوا کہ بفرض محال اگر حضور علیہ السلام کے زمانہ میں یا ان کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ جب خاتمت سے مراد ذاتی ہے تو پھر یہ فرض محال کیسے ہوا۔ اگر اس فرض کا وقوع بھی ہو جائے تو نانو تو ہی کی اس مرحومہ خاتمت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ فرق تو خاتمت زمانی میں آتا ہے جو تیسرہ سو سال سے مسلمانوں کا قطعی اجماعی عقیدہ ہے۔

ثانیاً۔ نانو تو ہی صاحب نے ص ۴۱ کی عبارت کے منہ میں اور سبیلی صاحب نے بھی ص ۴۱ میں لکھا ہے کہ

”اگر بالفرض ایک کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمت میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بالفرض دونوں عبارتوں میں ایک جیسا ہے۔ اب نانو تو ہی ہی کی تحذیر اناس سے میں ثابت کرتا ہوں کہ اس کے نزدیک یہ فرض محال نہیں بلکہ اس کا وقوع بھی مانا جائے تو اس محرف قرآن کے نزدیک حضور علیہ السلام کی شان بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ تو ہفت خاتم کا قائل ہے۔ ایک طبقہ کا حضور کو خاتم ملتے سے حضور کی شان کے پڑھتے کم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ در صورت انکار اثر معلوم خاتمت کے سبب حصول میں سے ایک ہی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔“ (تحذیر ص ۲۵) اور اسی تحذیر کے ص ۳۵ پر لکھا ہے۔ ”بدلحاظ مضامین مسطورہ فرق مراتب انبیاء کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہیں۔ انبیاء سابق کے بالمقابل یہ انبیاء ماتحت کوئی ہوئے؟ رہا جن کے آنے کو حضور کے زمانے میں اور بعد ص ۱۳، ص ۲۸ میں جائز قرار دیا ہے۔ ان کی زیادہ تفصیل دیکھنی ہو تو تحذیر اناس ص ۲۵ کا مطالعہ کیجئے۔“

۱۔ بلکہ اگر لاکھ دو لاکھ اُدھر نیچے اسی طرح زمینیں تسلیم کر لیں (تحذیر ص ۲۵) اور ان سب کا ایک خاتم ہو تو بھی نانو تو ہی خاتمت میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ کیونکہ ان سب کی نبوت عرضی ہوگی۔

نازوتوی صاحب کے نزدیک انبیائے ماتحت والا قول اہل فہم کا ہے اور انبیائے ماتحت نہ مانتے والوں کو بد فہم اور خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء مانتے والوں کو جاہل ٹھہرا دیا۔ مثلاً اگر اس بالفرض کو فرض محال سے بھی تعبیر کیا جائے تو ہمارا کلام بالفرض پر تو نہیں بلکہ اس عبارت پر ہے کہ خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ ہمارے نزدیک اس فرض کے باوجود بھی خاتمت محمدی میں ضرور فرق آئیگا۔ مندرجہ ذیل تینوں فقرے پڑھ کر قارئین کرام فیصلہ خود فرمائیں۔

(۱) اگر بالفرض دو خدا بھی مان لیے جائیں تو تو حید خداوندی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔

دیوبندیو! بتاؤ کیا تو حید میں فرق آئیگا یا نہیں؟

(۲) اگر بالفرض ختم نبوت کے منکرین کے سر تن سے خدا کر دیئے جائیں تو ان کی زندگی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند! فرق آئیگا یا نہیں؟

(۳) اگر بالفرض کوئی گستاخ رسول نام نہاد حنفی حقیقتاً دہلوی دیوبندی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو پھر بھی اس کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔

نازوتوی صاحب کی بیجا حمایت کرنے والے اب بتائیں کہ بالفرض تین طلاقیں دینے کے بعد نکاح میں فرق آئے گا یا نہیں آئیگا؟

تو جناب والا! ہمارا اعتراض بالخصوص اس جملہ پر ہے۔ ”فرق نہیں آئیگا“ اور بالکل بعینہ

اسی طرح دیوبندیوں کے ”حجۃ الاسلام“ بانی دیوبند محمد قاسم صاحب نازوتوی نے بھی لکھا ہے۔

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا“ (تذویر الناس ص ۲۸)

ہماری پیش کردہ مثالوں میں لفظ بالفرض موجود ہے۔ فرض محال ماننے کی صورت میں وہ قابل اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ قابل مواخذہ یہ لفظ ہے۔ ”کچھ فرق نہیں آئیگا“۔

جملہ اہل اسلام کہتے ہیں کہ بالفرض حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمت محمدی میں ضرور فرق آئے گا۔ کیونکہ اس صورت میں حضور زمانے کے اعتبار سے آخری نبی نہیں رہیں گے۔ حالانکہ حضور کی خاتمت قرآن کریم احادیث متواترہ اور قطعی اجماع امت سے ثابت ہے۔

کما ترسابقاً۔ اور نازوتوی صاحب چونکہ اس ختم زمانی کو جہاں کا خیال بتاتے ہیں۔ اس میں

کوئی فضیلت نہیں مانتے اسے اوصاف مدح میں سے شمار نہیں کرتے۔ آیت غاتم البیین سے ختم زمانی ثبوت کی جائے تو قرآن کریم کو بے ربط بتاتے ہیں۔ اور غاتم کا ایک جدا معنی کتاب و سنت و اجماع امت سب کے خلاف گھڑتے ہیں۔ اس لیے یہ لکھتے ہیں کہ حضور کے بعد نبی کے پیدا ہونے سے خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ ناظرین کرام ہم نے بفضلہ تعالیٰ دیباچہ کی تمام تاویلات فاسدہ کا ردِ بیخ کر دیا ہے۔ اہل انصاف اس سے اچھی طرح سمجھ جائیں گے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ کا فتویٰ بالکل برحق ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص عناد اور مہم جوئی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت پر طعن و تشنیع کرے تو اس کی مرضی بے گریہ یاد رکھے۔

فسوف تری اذا انکشف الغبار

افرنس تحسب و یجک اتم حجاز

WWW.NATSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

موت کا پیغام

WWW.AFSEELAM.COM
THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT

شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان

حضرت مولانا محمد سر دار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ از مصنف رسالہ موت کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اما بعد

یہ فقیر سرایا تقصیر غفرلہ المولیٰ القدر حضرت کی خدمت میں مودبانہ گزارش کرتا ہے کہ اس مختصر رسالہ کو ملاحظہ فرمانے سے پہلے بغض و عداوت، حسد و تعصب کو دور کر لیں اور نہایت اخلاص و صدق کے ساتھ اس مختصر رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ فقیر سے جو غلطی اس رسالہ میں صادر ہوئی ہو اس کی تصحیح فرمائیں اور فقیر کو فقیر کی غلطی پر ضرور مطلع فرمائیں۔

جو شخص اردو زبان سے ادنیٰ واقفیت رکھتا ہے اگر وہ فقیر کے اس رسالہ کو اخلاص کے ساتھ مطالعہ کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے عبارت حفظ الایمان میں بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ والہیاذ باللہ تعالیٰ من ذالک۔ مولیٰ عزوجل تبارک و تعالیٰ گمراہوں بد مذہبوں کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور راہ راست دکھائے اور اہلسنت و جماعت کو صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

بیجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ اجمعین و بارک و مسلم۔ ابدالآبدین

مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی ناپاک عبارت

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جاتا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر ضعی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“

اس ناپاک عبارت میں حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو بچوں پاگلوں جانوروں چارپایوں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں

صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ عرب و عجم، ہندو سندھ کے علمائے اہلسنت و جماعت و مشائخ عظام و فضلاء کرام نے اس ناپاک عبارت کو صریح کفر بتایا اور اس ناپاک عبارت کے لکھنے والے پر کفر کا فتویٰ دیا مگر دیوبندی مولویوں نے اس ناپاک عبارت پر پردہ ڈالنا چاہا اسے صاف و بے غبار بتایا لہذا فقیر نے ارادہ کیا کہ ان کی دہن و وزی کے لئے خود ان کے اقرار سے ثابت کر دکھائے کہ یقیناً اس ناپاک عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ اب فقیر علماء و عمائد دیوبند و مدعیان و کالت مولوی اشرف علی تھانوی کے اقرار سے ثابت کرتا ہے کہ بلاشبہ مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ نہایت خلوص و اخلاص کے ساتھ بہ نیت احقاق حق غور سے ملاحظہ فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ ان ارید الا اصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

عبارت حفظ الایمان کی صفائی میں دیوبندی مولویوں کی خانہ جنگی کی پہلی تشکیل

عبارت حفظ الایمان کی صفائی کا پہلا رخ صدر دیوبند کے قلم سے

مولوی حسین احمد صاحب صدر دیوبند نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب کے ص ۱۱۱ پر عبارت حفظ الایمان کی توضیح میں لکھا ہے ”حضرت مولانا (اشرف علی تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (بچوں، پاگلوں، چارپایوں) کے علم کے برابر کر دیا۔“ اس کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر مولوی اشرف علی صاحب حفظ الایمان کی عبارت مذکورہ میں لفظ ایسا کے بجائے لفظ اتنا لکھتے تو اس وقت یہ احتمال ضروری ہوتا کہ مولوی اشرف علی نے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم کے برابر کر دیا۔ والعیاذ باللہ من ذالک۔ مگر جب کہ لفظ ایسا لکھا ہے لفظ اتنا نہیں لکھا تو اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے ساتھ بچوں، پاگلوں، جانوروں اور چارپایوں کے علم کی برابری کا احتمال نہیں۔

صدر دیوبند کی پیش کردہ صفائی غلط ہے

ناظم شعبہ تبلیغ دیوبندی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی کے قلم سے

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی دیوبندی حفظ الایمان کی عبارت مذکور کی شرح میں اپنے رسالہ توضیح البیان کے ص ۷ پر لکھتے ہیں۔ ”عبارت متنازعہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے“ اور اسی رسالہ کے ص ۸ پر ہے ”واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ (یعنی عبارت حفظ الایمان میں) متعین ہیں۔“ ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا کے معنی ہی اتنا اور اس قدر کے ہیں۔

صدر دیوبند کی پیش کردہ صفائی غلط ہے

مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی کے قلم سے

مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے مناظرہ بریلی میں بیان کیا کہ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ بدوں تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے“ اور ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ ”حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسے کہ میں بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں (یعنی لفظ ایسا) بغیر تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔“ پہلی عبارت مناظرہ بریلی کی روئداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ مسماۃ فتح بریلی کا دلکش نظارہ کے ص ۳۴ پر ہے اور دوسری عبارت اس روئداد کے ص ۴۰ پر ہے اور اسی روئداد کے ص ۳۸ پر ہے ”ایسا تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں مستعمل ہے۔“ مولوی منظور صاحب دیوبندی کی ان تینوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ایسا کے معنی تشبیہ کے نہیں بلکہ لفظ ایسا کے معنی اتنا کے ہیں۔

نتیجہ: دوستی کے پردہ میں دشمنی:

حضرات ناظرین! اللہ انصاف! غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ صدر دیوبند نے جو وجہ عبارت حفظ

الایمان کی صفائی میں بیان کی مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے کیے اس وجہ کو صاف اڑا دیا۔ صدر دیوبند کا بیان ہے کہ اگر عبارت حفظ الایمان میں لفظ ایسا کی بجائے لفظ اتنا ہو تو اس وقت عبارت حفظ الایمان سے یہ احتمال ضروری پیدا ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں یعنی بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم کے برابر کر دیا۔ والعیاذ باللہ من ذلک۔ اور مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی اور منظور صاحب دیوبندی دونوں کامل کر یہ بیان ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں لفظ ایسا کے معنی ہی اتنا اور اس قدر کے ہیں۔ اب صدر دیوبند اور ان دونوں دیوبندی مولویوں کے بیانات سے صاف یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو اشارۃ بچوں، پاگلوں، جانوروں و چارپایوں کے علم کے برابر بتایا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

اس نتیجہ پر فتوے خود مولوی اشرف علی تھانوی کے قلم سے

بسط البدان مصنف اشرف علی تھانوی کے ص ۲ پر ہے ”جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے۔ نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔“

حضرات ناظرین! دیوبندی مولویوں کے بیانات اور خود اشرف علی تھانوی کے فتویٰ سے ثابت ہو گیا کہ عبارت حفظ الایمان کے مصنف یعنی مولوی اشرف علی تھانوی اسلام سے خارج ہے۔ مدعی لاکھ یہ بھاری ہے گواہی تیری اسے کہتے ہیں دوستی کے پردے میں دشمنی

صدر دیوبند عبارت حفظ الایمان میں اتنا کا انکار کر رہے ہیں کہ دوسرے دونوں دیوبندی اسی عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو اتنا کے معنی میں لے رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دونوں فریق میں سے ایک سچا اور دوسرا قطعاً جھوٹا ہے۔

سوال نمبر ۱: کیا فرماتے ہیں علماء دیوبند اس مسئلہ میں کہ صدر دیوبند اور اس کے مقابل دونوں دیوبندیوں میں سے بیان بالا میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

صدر دیوبند اور دیوبندی مولویوں کی یہی مخالفت دوسرے پیرایہ میں

صدر دیوبند کا بیان

”حضرت مولانا (اشرف علی تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں) کے علم کی برابر کر دیا۔“ (الشہاب الناقب ص ۱۱۱)

نتیجہ عبارت حفظ الایمان میں اگر لفظ ایسا کی جگہ لفظ اتنا ہو تو یہ عبارت صاف و بے غبار نہیں بلکہ اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا شائبہ اور احتمال ضروری ہے۔

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی دیوبندی کا بیان

”عبارت متنازعہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا“ (توضیح البیان ص ۱۷) ”حفظ الایمان کی عبارت بے شک آمینہ کی طرح صاف و بے غبار ہے۔“ (توضیح البیان ص ۲) نتیجہ عبارت حفظ الایمان میں لفظ ایسا کے معنی اتنا اور اس قدر مراد لینے پر بھی عبارت صاف اور بے غبار رہتی ہے۔

مولوی منظور صاحب دیوبندی کا بیان

”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔“ (رونداد مناظرہ بریلی مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ ص ۳۴) ”بہر حال حفظ الایمان میں جو عبارت ہے اور اس کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ اس میں توہین کا شائبہ بھی نہیں“ (رونداد مذکورہ ص ۶۳)۔

نتیجہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے معنی اتنا ہونے کی صورت میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا احتمال اور شائبہ نہیں حضرات ناظرین! غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ صدر دیوبند عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے بجائے اتنا ہونے کی صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا احتمال ضروری بتا رہے ہیں اور باقی

دونوں دیوبندی مولوی عبارت حفظ الایمان میں ایسا کواتنے کے معنی میں لیتے ہیں اور پھر بھی عبارت حفظ الایمان کو صاف و بے غبار اور توہین کے احتمال سے خالی بتا رہے ہیں ان دونوں فریقوں میں سے ایک فریق سچا اور دوسرا جھوٹا ضرور ہے۔

سوال نمبر ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند اس مسئلہ میں کہ اوپر کے بیانات میں صدر دیوبند اور اس کے مقابل دوسرے فریق دیوبند میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔

صدر دیوبند کو اپنی بد قسمتی پر رونے کی دھمکی اور صدر دیوبند کی عقل کی سبکی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی دیوبندی کے قلم سے

”جس کی عقل سلیم میں اب بھی مطلب نہ آئے اور پھر بھی یہی کہے کہ نہیں اس عبارت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صریح گالی ہے یا کم از کم یہ عبارت تنقیص شان والا کو موہم ہے تو چاہیے کہ وہ اپنی خوش قسمتی پر رونے، کلام کا قصور نہیں اس کی عقل کی خوبی ہے۔“ (توضیح البیان ص ۱۴) یعنی عبارت حفظ الایمان میں ایسا کواتنا کے معنی میں لے کر بھی جو شخص یہ کہے کہ اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں صریح گالی ہے یا اس عبارت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں تنقیص و توہین کا احتمال و وہم ہوتا ہے تو وہ شخص اپنی بد قسمتی پر رونے عبارت حفظ الایمان کا قصور نہیں بلکہ اس شخص کی عقل و سمجھ کا قصور ہے فقیر نے اوپر وضاحت سے ثابت کر دیا ہے کہ صدر دیوبند کے نزدیک عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے بجائے اتنا ہونے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تنقیص کا احتمال ضروری ہوتا ہے۔ تو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی دیوبندی کے اشتہار کے بموجب چاہیے کہ بے چارہ صدر دیوبند اپنی خوش (بد) قسمتی پر رونے، کلام و عبارت حفظ الایمان کا قصور نہیں اس (صدر دیوبند) کی عقل کی خوبی (کی اور سبکی) ہے۔

عبارت حفظ الایمان کی صفائی کا دوسرا رخ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب

در بھنگی دیوبندی کے قلم سے

”اور اگر تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمرو ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے خلاف کلام بلکہ مسخ کلام کا۔“ (توضیح البیان ص ۱۳)

”عبارت متنازعہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی“ (توضیح البیان ص ۱۷) اسی صفحہ پر ہے۔ ”نہ اس میں (یعنی عبارت حفظ الایمان میں) تشبیہ ہے نہ توہین“ اسی رسالہ کے ص ۸ پر ہے۔ ”واضح ہو کہ ایسا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر و اتنا کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں۔“ ان عبارات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے لینا غلط ہے۔ تشبیہ کی صورت میں عبارت حفظ الایمان سرے سے باطل ہے۔ ہاں اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو بے شک عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہے اور اس صورت میں مولوی اشرف علی تھانوی کو کافر کہنا صحیح ہے مگر عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ نہیں لہذا توہین نہیں۔

عبارت حفظ الایمان کی مذکورہ صفائی پر روشنائی

مولوی منظور صاحب دیوبندی کے قلم سے

”ایسا تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے اتنا کے مستعمل ہوتی ہے۔“ (رونداد مناظرہ بریلی مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ ص ۳۸) ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔“ (رونداد مذکورہ ص ۳۳) ”اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں جب تو ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے۔“ (ص ۳۵۔ رونداد وہابیہ) اس فقیر ناچیز نے مناظرہ بریلی میں بیان کیا تھا کہ عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔ لہذا اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین اور گندی گالی ہے۔ مناظرہ بریلی کی رونداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ کے ص ۳۰ پر بھی فقیر کی تقریر میں یہ مضمون درج ہے۔ مولوی منظور صاحب دیوبندی کی

عبارت کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے معنی اتنا ہے لہذا عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ نہیں ہے۔ ہاں اگر عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہو تو اس عبارت میں ضرورت تو یہی ہے اور کفر ہے۔ حضرات ناظرین! غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی دیوبندی اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی دونوں کامل کرا اتفاقیہ بیان ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ نہیں اگر تشبیہ ہو تو اس صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہوتی ہے۔

ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی اور مولوی منظور سنبھلی

دیوبندی کی پیش کردہ صفائی غلط ہے صدر دیوبند کے قلم سے

صدر دیوبند نے عبارت حفظ الایمان کی توضیح میں لکھا ہے۔ ”لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔“ (الشہاب الثاقب ص ۱۱۱) کتاب مذکور کے ص ۱۱۲ پر ہے۔ ”ادھر لفظ اتنا نہیں کہا یعنی مولوی اشرف علی نے بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں۔“ کتاب مذکور کے ص ۱۱۳ پر ہے ”غرض سیاق عبارت اور سیاق کلام ہر دونوں بوضاحت دلالت کرتے ہیں کہ نفس بعضیت میں تشبیہ دی جا رہی ہے۔“ کتاب مذکور کے ص ۱۱۵ پر ہے۔ ”حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کا دامن تقدس بالکل پاک و صاف ہے۔“ ان عبارات سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ موجود ہے مگر پھر بھی اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین نہیں۔ تھانوی صاحب کی عبارت صاف ہے۔ حضرات ناظرین پہلے دونوں دیوبندی مولویوں کا بیان ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہو تو اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہے۔ اب علمائے دیوبند سے سوال نمبر ۳ ہے کہ صدر دیوبند اور اس مقابل کے دیوبندی فریق میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ جواب بغیر رو رعایت ہونا چاہیئے۔

دوستی کے پروے میں کھلی دشمنی

صدر دیوبند کا بیان: مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہے۔

ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور منظور دیوبندی دونوں کا مل کا اتفاقہ بیان

مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین ہے۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین ہے اور جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرے ظاہر ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔ لہذا صدر دیوبند اور منظور دیوبندی کے بیانات سے بھی آخر یہی نتیجہ نکلا کہ مولوی اشرف علی تھانوی اسلام سے خارج ہے۔ اسے کہتے ہیں دوستی کے پردے میں کھلی دشمنی۔

اُردو کے محاورہ سے صدر دیوبند یا منظور دیوبندی کی نادانی ایک دوسرے کی زبانی

”میں (مولوی منظور) نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں جیسا کہ لفظ نہیں ہے۔ لہذا اس میں تشبیہ نہیں“۔ (مناظرہ بریلی کی روداد وہابیہ دیوبندیہ ص ۳۳) اسی روداد کے ص ۳۲ پر ہے۔ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے“ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے نہیں اس لئے کہ اس عبارت میں جیسا نہیں ہے۔

اب عبارت حفظ الایمان کی شرح میں صدر دیوبند کی سنئے

”لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے“۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۱۱) کتاب مذکور کے ص ۱۱۳ پر ہے۔ ”غرض سیاق عبارت و سیاق کلام ہر دونوں بوضاحت دلالت کرتے ہیں کہ نفس بعصیت میں تشبیہ دی جا رہی ہے“۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے اگرچہ اس عبارت میں لفظ جیسا نہیں ہے یہ دونوں نتیجے آپس میں بالکل مخالف ہیں۔ اب علمائے دیوبند سے سوال نمبر ۴ ہے کہ کس کا نتیجہ صحیح اور کس کا غلط؟ صدر دیوبند اور مولوی منظور دیوبندی دونوں میں سے کون اُردو کے محاورہ سے نادان ہے اور کون واقف؟

اُردو کے محاورہ سے صدر دیوبندی یا مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی

کی نادانی ایک دوسرے کی زبانی

صدر دیوبند (عبارت حفظ الایمان میں) لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۱۱)

ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند: عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو تشبیہ کے لئے لینا غلط ہے۔ اس لئے کہ اس صورت عبارت حفظ الایمان میں ایک اور کلام محذوف ماننا پڑے گا بلکہ تشبیہ کی صورت میں عبارت حفظ الایمان کا مطلب ہی خبط اور باطل ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو توضیح البیان اس کے ص ۱۳ پر ہے ”اور اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمر ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے۔ حذف کلام بلکہ مسخ کلام کا۔“

سوال نمبر ۵: کیا فرماتے ہیں علماء دیوبند اس مسئلہ میں کہ صدر دیوبند اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند میں سے کون اُردو کے محاورہ سے نادان ہے اور کون واقف۔

عبارت حفظ الایمان میں دیوبندیوں کی حاشہ جنگی کی تیسری تشکیل

عبارت حفظ الایمان کی صفائی کا تیسرا رخ مولوی عبدالشکور لکھنوی

دیوبندی ایڈیٹر النجم کے قلم سے

مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے مباحثہ مونگیر میں حفظ الایمان کی عبارت کی شرح میں بیان کیا کہ ”جس صفت کو ہم مانتے ہیں اور اس کو رد ذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ لہذا علم غیب کی کسی شق کو رد ذیل چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہو سکتی۔“ ملاحظہ ہو مباحثہ مونگیر کی روئے اد مرتبہ وہابیہ دیوبند مسماۃ نصرت آسمانی ص ۲۷ یعنی مولوی اشرف علی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہی نہیں بلکہ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانے اس کو منع کرتے ہیں ہاں اگر

مولوی اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے تو یقیناً عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین ہوتی۔

ایڈیٹر النجم دیوبندی کی پیش کردہ صفائی پر پہلا وار ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند کے قلم سے

عبارت حفظ الایمان کی شرح توضیح البیان کے ص ۱۳ پر ہے۔ ”بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے۔“ اسی رسالہ کے صفحہ ۳ پر ہے۔ ”حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بے طائے الہی حاصل ہے۔“ یعنی مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔

ایڈیٹر النجم دیوبندی کی پیش کردہ صفائی پر دوسرا وار صدر دیوبند کے قلم سے عبارت حفظ الایمان کی شرح میں صدر دیوبند نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب کے صفحہ ۱۱۴ پر لکھا ہے ”غرض کہ فقط عالم الغیب کے معنی میں دو شقیں فرمائی ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ جو علم غیب رسول علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے بلکہ اس معنی کو سب میں موجود مانتے ہیں“ یعنی مولوی اشرف علی صاحب نے عالم الغیب کے معنی میں دو صورتیں بیان کی ہیں پہلی صورت کل علم غیب اور دوسری صورت بعض علم غیب۔ دوسرے معنی یعنی بعض علم غیب کو مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور باقی سب چیزوں میں موجود مانتے ہیں۔

ایڈیٹر النجم دیوبندی کی پیش کردہ صفائی پر تیسرا وار ایڈیٹر صاحب کے خاص شاگرد مولوی منظور دیوبندی کے قلم سے

”تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیب کا علم حاصل ہے اور یہی حفظ الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔“ (مناظرہ بریلی کی روئداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ ص ۸۱)

اسی روئے او کے ص ۸۹ پر ہے۔ ”حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اور اس میں زید و عمر اور صدیاں و مجائین اور حیوانات و بہائم کے لئے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ وہ علم جو واقع میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔“ ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بلکہ سب چیزوں کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔

دیوبندی مولویوں کی اپنے پیشوا اشرف علی تھانوی کے ساتھ

دوستی کے پردہ میں دشمنی

مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ اگر مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے تو عبارت حفظ الایمان میں یقیناً توہین ہوتی۔ صدر دیوبند و ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند و مولوی منظور دیوبندی سب کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ عبارت حفظ الایمان میں یقیناً توہین ہے (اس لئے کہ وضع مقدم سے نتیجہ وضع ثانی نکلتا ہے کمالاً کفّی)

حضرات ناظرین! ملاحظہ کیجئے علمائے دیوبند ہی کے بیانات سے صاف یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مولوی اشرف علی نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرنے والا خارج از اسلام کافر و مرتد و بددین ہے۔ دیکھا اسے کہتے ہیں دوستی کے پردے میں دشمنی دیوبندیو اب تو توبہ کرو اور ایمان لاؤ۔

سوال نمبر ۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند اس مسئلہ میں کہ ایک دیوبند کا فریق یہ کہتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب نہیں مانتے بلکہ جو مانے اس کو منع کرتے ہیں اور دیوبند کا دوسرا فریق جس میں صدر دیوبند اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند بھی داخل ہیں یہ بیان کرتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں اور ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ مینو اتو جروا

جھوٹے کی پہچان۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان

مولوی اشرف علی تھانوی کا خود بیان۔ ”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی (بچے) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (جانوروں و چارپایوں) کے لئے بھی حاصل ہے۔“ دیکھئے مولوی اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بعض علم غیب مانتے ہیں اور پھر حضور کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ من ذالک۔ ادھر مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کی چال دیکھئے عبارت حفظ الایمان کی تاویل میں بیان کرتے ہیں کہ ”جس صفت کو ہم مانتے اس کو ذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم (مولوی اشرف علی و دیگر دیوبندی) نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ لہذا علم غیب کی کسی شق کو ذیل چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہو سکتی۔“ (نصرت آسمانی ص ۲۷)

حضرات ناظرین! اللہ انصاف مولوی اشرف علی تھانوی تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مان کر حضور کے علم شریف کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم سے تشبیہ دے۔ والعیاذ باللہ اور مولوی اشرف علی کے مذہبی ٹھیکیدار مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی انصاف کا خون کر کے زبردستی مولوی اشرف علی کی عبارت کی یہ تاویل گڑھے کہ مولوی اشرف علی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہی نہیں بلکہ جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ ہاں اگر مولوی اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مان کر بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم سے تشبیہ دیتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہوتی۔ اس ناچیز کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب مولوی اشرف علی تھانوی خود ایک بات کو تسلیم کر رہا ہے تو ایڈیٹر انجم دیوبندی کیوں خواہ مخواہ زبردستی اپنے پیشوا تھانوی کے اقرار کو انکار اور تسلیم کو عدم تسلیم سے بدل رہا ہے۔ یہی ہے جھوٹے کی پہچان۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں بھی کوئی راز ہے کہ دوستی کے پردے میں دشمنی کا ساز ہے یعنی لکھنوی صاحب اپنے پیشوا تھانوی صاحب کو ڈھیل دے رہا ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ اے تھانوی جی تم جو چاہو کہہ جاؤ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی شان میں توہین کرو، ہم تمہارے دیوبندی چیلے جب تک موجود رہیں گے کسی نہ کسی طرح آپ کی باتوں کی تاویل میں گھڑتے رہیں گے خواہ آپ کی مخالفت ہو یا موافقت، دیوبندی اب تو توبہ کرو اور ایمان لاؤ

مولوی منظور دیوبندی سنبھلی کی عمر بھر کی کمائی ان کے تحریری اقرار نے اک دم خاک میں ملائی

مولوی منظور صاحب نے اپنے ماہواری رسالہ میں مناظرہ بریلی کی روئداد بھی شائع کی ہے اور اس روئداد کے ص ۳۳ پر لکھا ہے۔ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدوں تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔“ اس عبارت پر اسی صفحہ میں یہ حاشیہ لکھا ہے ”واضح رہے کہ لفظ ایسا کی طرح لفظ اتنا بھی کبھی تشبیہ کے لئے آتا ہے اور کبھی بلا تشبیہ کے صرف مقدار کے لئے مثلاً کہتے ہیں زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو۔ اس مثال میں اتنا تشبیہ کے لئے ہے اور کہا جاتا زید اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں۔ یہاں لفظ اتنا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ مقدار کے لئے ہے ناظرین ہمارے اس نوٹ کو یاد رکھیں۔“ ناظرین کی خدمت میں فقیر عرض کرتا ہے کہ مولوی منظور صاحب نے عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو اتنا کے معنی میں بتایا اور یہ اس لئے کہ مولوی منظور صاحب کے نزدیک اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہے اور یہ عبارت موجب کفر ہے حاشیہ مذکور سے ظاہر ہے کہ مولوی منظور صاحب اپنے گمان میں تشبیہ سے بچنے کے لئے اگرچہ ایسا کے معنی اتنا کے بیان کئے ہیں مگر پھر بھی عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ کے معنی مولوی منظور صاحب کے نزدیک برقرار ہیں۔ اس لئے کہ اتنا کے معنی تشبیہ کے آتے ہیں اور عبارت حفظ الایمان میں اتنا کے استعمال کی وہی صورت ہے جس میں اتنا تشبیہ کے لئے ہوتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی منظور صاحب نے اتنا کے دو معنی تسلیم کئے ہیں۔ پہلے معنی مقدار میں تشبیہ کے لئے دوسرے معنی صرف مقدار کے لئے پہلے معنی کی مثال یہ دی ہے کہ زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو۔ دوسرے معنی کی مثال یہ دی ہے کہ ”زید اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں۔“ اب عبارت حفظ الایمان ”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا

تخصیص ہے ایسا (اتنا) علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے“ کی طرف توجہ کیجئے۔ یہ عبارت بلاشبہ ”زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو“ کی نظیر ہے جیسے اس مثال میں تشبیہ ہے اور مولوی منظور صاحب کو مسلم ہے اسی طرح حفظ الایمان میں بھی ایسا کو اگرچہ اتنا کے معنی میں لیا جائے بلاشبہ اس عبارت میں تشبیہ موجود ہے۔ اگر کوئی دیوبندی اُردو کے محاورہ سے ناواقف اعتراض کرے کہ اس مثال میں لفظ جتنا ہے لہذا اس میں اتنا تشبیہ کے لئے ہے اور عبارت حفظ الایمان میں لفظ جتنا نہیں لہذا اس میں ایسا بمعنی اتنا تشبیہ کے لئے نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مثال یعنی ”زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو“ کے مضمون نہ، اگر یوں ادا کیا جائے کہ ”بعض مال میں زید کی کیا تخصیص ہے اتنا مال تو عمرو کے لئے بھی حاصل ہے“ تو اصل زبان پر مخفی نہیں کہ اس عبارت میں اور پہلی عبارت میں معنی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں جو معنی پہلی عبارت کے ہیں وہی معنی اس عبارت کے ہیں اگرچہ پہلی عبارت جو مولوی منظور صاحب نے مثال میں پیش کی ہے اس میں لفظ جتنا ہے اور دوسری عبارت میں بھی تشبیہ ہے اسی طرح عبارت حفظ الایمان میں ایسا بمعنی اتنا بھی تشبیہ کے لئے ہے جس طرح اس ناپاک گندی عبارت کہ ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنا علم غیب ہے جتنا زید و عمرو بلکہ بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے لئے حاصل ہے“ میں صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ اسی طرح عبارت حفظ الایمان کہ ”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا (بمعنی اتنا) علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے“ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان ارفع و اعلیٰ میں بھی صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے ان دونوں ناپاک عبارتوں کا مضمون ایک ہی ہے اگرچہ پہلی عبارت میں اتنا کے ساتھ جتنا بھی ہے اور دوسری عبارت میں اتنا کے ساتھ جتنا نہیں، جیسے پہلی ناپاک عبارت میں اتنا تشبیہ کے لئے ہے ایسے ہی حفظ الایمان کی ناپاک گندی گہونی عبارت میں بھی ایسا بمعنی اتنا تشبیہ کے لئے ہے۔ صدر دیوبند نے عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو تشبیہ کے لئے بتایا مولوی منظور نے جب دیکھا کہ ایسا کو تشبیہ کے لئے ماننے کی صورت میں عبارت حفظ الایمان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح توہین نکلتی ہے تو براہ مکاری یہ چال اختیار کی کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ایسا اس عبارت میں

اتنا کے معنی میں ہے پھر اس پر حاشیہ یہ چڑھایا کہ اتنا کے دو معنی ہیں تشبیہ اور غیر تشبیہ اور یہ نہ سوچا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا اگرچہ اتنا کے معنی میں ہو جب بھی اس کے معنی تشبیہ کے رہتے ہیں اور مولوی منظور نے حاشیہ میں دو مثالیں دے کر بالکل واضح کر دیا کہ بے شک عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہے۔ مولوی منظور صاحب نے اتنا کے غیر تشبیہ ہونے کے لئے یہ مثال دی کہ ”زید اتنا مالدار ہے کہ جس کی حد نہیں۔“ اگر عبارت حفظ الایمان یوں ہوتی کہ ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنا علم غیب حاصل ہے جس کی حد نہیں“ تو اس وقت اس میں تشبیہ نہ ہوتی مگر عبارت حفظ الایمان میں یوں نہیں بلکہ وہ یوں ہے ”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا (اتنا) علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“ یہ عبارت مولوی منظور کی اس مثال کہ زید اتنا مالدار ہے جتنا عمر و کی نظر ہے۔ اس میں تشبیہ موجود ہے لہذا عبارت حفظ الایمان میں بھی تشبیہ موجود ہے۔ دیکھئے مولوی منظور صاحب نے جس بات کا انکار کیا اسی کا اقرار انہیں کی زبانی ثابت ہو گیا۔ مدعی لاکھ یہ بھاری ہے گواہی تیری روئے داد دہا بیہ کے اس حاشیہ کی آخری عبارت یہ ہے۔ ”ناظرین ہمارے اس نوٹ کو یاد رکھیں“ فقیر کہتا ہے کہ بے شک یہ نوٹ سینوں کے لئے قیمتی ہے۔ بے شک یہ نوٹ یاد رکھنے کا ہے یہی وہ نوٹ ہے جس نے مولوی منظور کی عمر بھر کی کمائی اک دم خاک میں ملائی ہے۔

نوٹ: حفظ الایمان کی ناپاک عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں اس قدر زیادہ توہین ہے کہ اس میں کوئی صحیح تاویل نہیں ہوتی۔ دیوبندی مولوی جو تاویل کرتے ہیں دیوبندیوں کے اقرار سے اس تاویل میں بھی عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین رہتی ہے۔ دیوبندیو اب تو توبہ کرو۔ اب تو ایمان لاؤ۔

عبارت حفظ الایمان کے متعلق دیوبندی مولویوں کے نام کھلے خطوط

پہلا خط بنام جناب مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی و مدعی وکالت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سلام مسنون! آپ کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں ایک ناپاک عبارت لکھ کر حضور پر نور شافع یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی

گستاخی کی ہے وہ عبارت یہ ہے۔

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جاتا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“ (حفظ الایمان ص ۶)

آپ نے اپنی کتاب ”الشہاب الثاقب“ میں عبارت مذکورہ کی صفائی میں بیان کیا ہے کہ ایسا اس عبارت میں تشبیہ کے لئے ہے۔ اس عبارت میں ایسا کے بجائے اگر اتنا ہوتا تو ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا معاذ اللہ احتمال ہوتا اور آپ کے پیشوا تھانوی صاحب کی وکالت کے دوسرے مدعی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگلی ناظم شعبہ تبلیغ و یوبند نے آپ کی کھلی مخالفت کی ہے اور اسی عبارت کی صفائی میں اپنے رسالہ ”توضیح البیان“ میں بیان کیا ہے کہ ایسا اس عبارت میں تشبیہ کے لئے لیتا غلط ہے بلکہ ایسا معنی میں اس قدر اور اتنا کے ہے ملاحظہ ہو توضیح البیان کے ص ۱۳ پر ہے۔

”اور اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمر ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے

ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے حذف کلام بلکہ مسخ کلام کا۔“

اور اسی رسالہ کے ص ۷ پر ہے:

”عبارت متنازعہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے

تو پھر تشبیہ کیسی۔“

اور اسی صفحہ ۷ پر ہے:

”نہ اس (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں تشبیہ ہے نہ توہین“

اور اسی رسالہ کے صفحہ ۸ پر ہے:

”واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی

اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں۔“

اور تھانوی صاحب کی وکالت کے تیسرے مدعی مولوی منظور سنبھلی دیوبندی صاحب نے بھی امسال مناظرہ بریلی میں آپ کی بات کو غلط ٹھہرایا اور بیان کیا کہ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔“ (ملاحظہ ہو مناظرہ بریلی کی روئداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ مسماۃ فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۳۴) اسی روئداد کے صفحہ ۵۳ پر ہے کہ ”حفظ الایمان کی عبارت میں وہ (یعنی ایسا) تشبیہ کے لئے نہیں ہے“ بلکہ مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے مناظرہ میں علانیہ بیان کیا تھا کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو کفر ہے۔ آپ ایسا کو تشبیہ کے لئے لے رہے ہیں اور اتنا کا رد کر رہے ہیں اور آپ کے دوسرے دونوں ساتھی دیوبندی ایسا کو اتنا کے معنی میں لے رہے ہیں اور تشبیہ کو غلط بلکہ کفر بتا رہے ہیں۔ آپ بظاہر قرآن پاک پر ایمان رکھتے کے مدعی ہیں۔ لہذا قرآن کریم کا فرمان واجب الاذعان لتبینہ للناس ولا تکتھمونہ (یعنی شرعی حکم ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور ہرگز نہ چھپانا) کو یاد کر کے سچ بتا دیجئے کہ آپ اور مولوی مرتضیٰ حسن صاحب درہنگلی دیوبندی اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی میں سے کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ کون حق پر اور کون باطل پر ہے اور آپ کے دونوں ساتھیوں دیوبندیوں نے حفظ الایمان کی عبارت میں جو ایسا کے معنی اتنا اور اس قدر کے بیان کئے ہیں اس معنی کی بنا پر آپ کے نزدیک آپ کے اقرار سے مولوی اشرف علی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی یا نہ۔ انصاف سے سچ بتانا یہ کوئی آپ کا اور میرا دنیوی معاملہ نہیں بلکہ حضور اقدس سرور دو عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا معاملہ ہے لہذا آپ تعصب و عداوت کو دور کر کے اس مکتوب کا انصاف سے جواب ارسال کریں۔ وما علینا الا البلاغ ان ارید الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

نوٹ: آپ نے عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ کے معنی مراد لئے میں اور مولوی منظور سنبھلی دیوبندی نے عبارت مذکورہ میں تشبیہ مراد لینے ۱۰ لے کو عقل کا دشمن لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو دیوبندی سنبھلی صاحب کی سیف یمانی اس کے ص ۶۴ پر ہے۔ ”ان عقل کے دشمنوں (یعنی تشبیہ مراد لینے والوں) کے نزدیک ابطال تشبیہ کا نام ہی تشبیہ ہے۔“ اب آپ فرمان مذکور کو مد نظر رکھ کر سچ بتائیے کہ آپ کے سنبھلی صاحب نے جو آپ کو

عقل کا دشمن لکھا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟

فقیر سردار احمد غفرلہ گورداسپوری خادم جمعیتہ خدام الرضا محلہ سودا گراں

بریلی شریف از دیال گڈھ ضلع گورداسپور پنجاب ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ

دوسرا خط بنام جناب مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی دیوبندی ناظم

شعبہ تبلیغ دیوبند مدعی وکالت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

سلام مسنون! آپ کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان کی جس ناپاک عبارت میں حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے وہ عبارت یہ ہے۔ ”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ بر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان ص ۶) آپ نے اس عبارت کی صفائی میں اپنے رسالہ ”توضیح البیان“ میں دو باتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ اس عبارت میں ایسا کے معنی اتنا اور اس قدر معین ہیں اور ایسا کے معنی تشبیہ کے نہیں ہیں اور آپ کے تھانوی صاحب کے دوسرے مدعی وکالت مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی صدر دیوبند نے اس بارے میں آپ کی بالکل مخالفت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے ایسا معنی میں اتنا کے نہیں ہے اور بیان کیا ہے کہ اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے بجائے اتنا ہوتا تو عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا احتمال معاذ اللہ ضرور ہوتا۔ ملاحظہ ہو صدر دیوبند کی کتاب ”الشہاب الثاقب“ اس کے ص ۱۱۱ پر ہے۔

”جناب یہ تو ملاحظہ کیجئے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (جانوروں، چارپایوں، بچوں، پانگوں) کے علم کے برابر کر دیا۔“ اسی کتاب کی عبارت

مذکورہ کے بعد ہی دوسری سطر میں ہے ”لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے“ اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۲ پر ہے۔ ”ادھر لفظ اتنا نہیں کہا بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں اور دوسری بات آپ نے یہ بیان کی ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم کرتے ہیں اور آپ کے تھانوی صاحب کے تیسرے مدعی وکالت مولوی عبدالشکور صاحب دیوبندی لکھنوی نے آپ کی اس بات کا کھلا ہوا رد کیا ہے اور ”مباحثہ مونگیر“ میں بیان کیا کہ

”جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو ذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم (یعنی میں اور مولوی اشرف علی تھانوی اور دیگر دیوبندی) نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں لہذا (حفظ الایمان) میں علم غیب کی کسی شق کو ذیل چیز (یعنی جانور چار پائیہ یا گل) میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہو سکتی۔“ ملاحظہ ہو مناظرہ مونگیر کی روداد مرتبہ دیوبند یہ مسماۃ نصرت آسمانی ص ۲۷۔

آپ قرآن پاک پر بظاہر ایمان رکھتے لے مدعی ہیں لہذا آپ قرآن کریم کے فرمان واجب الاذعان لتبینہ للناس ولا تکتمونه (یعنی شرعی حکم ضرور ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور ہرگز نہ چھپانا) کو یاد کر کے سچ بتا دیجئے کہ آپ اور مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی دیوبندی اور صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ کون سچا ہے اور کون جھوٹا اور صدر دیوبند نے جو عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو تشبیہ کے لئے بتایا ہے اس معنی کی بنا پر آپ کے اقرار سے مولوی اشرف علی صاحب نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی یا نہ۔ انصاف سے کہنا میرا اور آپ کا کوئی دنیوی معاملہ نہیں ہے بلکہ حضور اقدس سرور دو عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا معاملہ ہے۔ لہذا آپ تعصب و بغض و عداوت کو دور کر کے اس مکتوب کا انصاف سے جواب ارسال کریں۔ وما علینا الا البلاغ ان ارید الا اصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

فقیر سردار احمد غفرلہ گودا سپوری خادم جمعیتہ خدام الرضا اہلسنت والجماعت

محلہ سودا گراں بریلی شریف از قصبہ دیاں گڈھ ضلع گودا سپور پنجاب

تیسرا خط بنام جناب مولوی عبدالشکور صاحب دیوبندی لکھنوی

ایڈیٹر انجم و مدعی و کالت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

سلام مسنون! آپ کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں ایک ناپاک عبارت ”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد کس غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض عام غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاسل ہے۔“

لکھ کر حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ آپ نے اس ناپاک عبارت کی صفائی میں مناظرہ سنجیدہ میں بیان کیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب نہیں مانتے بلکہ جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ ہاں اگر مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم سے تشبیہ دیتے تو البتہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہوتی اور آپ کے پیشوا تھانوی صاحب کے مدعیان و کالت مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی دیوبندی ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی صدر دیوبند اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے اس بارے میں آپ کی کھلی مخالفت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہے۔ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب درہنگی دیوبندی نے عبارت حفظ الایمان کی شرح توضیح البیان کے ص ۱۳ پر لکھا ہے۔

”بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے“ اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے مناظرہ بریلی میں بیان کیا کہ ”تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیب کا علم حاصل ہے اور یہی حفظ الایمان کی

عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔ ملاحظہ ہو مناظرہ بریلی کی روئداد و ہابیہ مسماۃ فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۸۱ اور مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی صدر دیوبند نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب کے ص ۱۴ پر لکھا ہے۔

”غرض یہ کہ لفظ ”عالم الغیب“ کے معنی میں دو شقیں فرماتے ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں (مولوی اشرف علی صاحب) یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ جو علم غیب رسول اللہ علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے بلکہ اس معنی (بعض علم غیب) کو سب میں موجود مانتے ہیں۔“

آپ نے بیان کیا کہ یونی اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے نہیں آپ کے باقی تینوں ساتھی بیان کر رہے ہیں کہ مولوی اشرف علی مانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب حاصل ہے۔ آپ بظاہر قرآن پاک پر ایمان رکھنے کے مدعی ہیں لہذا آپ قرآن کے فرمان واجب الاذعان لتبیننہ للناس ولا تکتھمنہ (یعنی شرعی حکم ضرور ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور ہرگز نہ چھپانا) کو یاد کر کے صاف صاف بتائیے آپ اور آپ کے باقی تینوں ساتھی دیوبندیوں میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ نیز صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب حفظ الایمان کی عبارت مذکورہ میں تشبیہ بتا رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو صدر دیوبند کی کتاب ”الشہاب الثاقب“ اس کے ص ۱۱ پر ہے ”لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے“ اور صدر دیوبند یہ بھی بتا رہے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بعض علم غیب مانتے ہیں اور آپ نے مناظرہ مانگیر میں علانیہ بیان کیا کہ ”جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو ردِ فیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے۔“ ملاحظہ ہو مناظرہ مانگیر کی روئداد و مرتبہ و ہابیہ دیوبندیہ مسماۃ نصرت آسمانی ص ۲۷۔

اب آپ فرمان مذکور کو یاد کر کے سچ سچ بتائیے کہ حفظ الایمان کی ناپاک عبارت کو جو مطلب صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب نے بیان کیا ہے اس کی بناء پر آپ کے نزدیک مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی یا نہیں۔ کہو اور انصاف سے کہو۔ کی اور ضرور کی۔ وسیعلموا الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ میرا اور آپ کا کوئی دنیوی معاملہ نہیں بلکہ

حضور اقدس سرور عالم نور مجسم شفیق معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا معاملہ ہے۔ بغض و عناد دور کر کے انصاف کے ساتھ اس مکتوب کا جواب ارسال کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

فقیر محمد سردار احمد غفرلہ الاحد گورداسپوری
از قہ۔ دیال گڑھ ضلع گورداسپور پنجاب

قطعہ سچا فیصلہ

چوتھا خط بنام جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی مصنف حفظ الایمان
السلام علی من اتبع الهدی

جناب تھانوی صاحب آپ نے اپنی حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں یہ ناپاک عبارت ”پھر یہ کہ آپ ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی (بچہ) مجنون (یا مفلک) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (جانوروں) چارپایوں کے لئے بھی حاصل ہے۔“ لکھ کر دنیا بھر کے مسلمانوں کو بے چین کر دیا ہے۔ علماء حرمین شریفین و مشائخ عرب و عجم نے آپ کی اس ناپاک عبارت کو صریح کفر بتایا اور اس کی بناء پر آپ پر حکم کفر لگایا آپ اپنی بسط البیان میں اس ناپاک عبارت کی تاویل کرنے بیٹھے تو آپ نے اس میں اپنے کفر پر خود رجسٹری کرادی اور اپنے خارج از اسلام ہونے کی قبولیت لکھ دی۔ آپ کے اس اقرار کے بعد امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی قدس سرہ نے آپ کو حق کی طرف توجہ دلائی اور ایمانی معاہدہ کی طرف دعوت دی۔ مگر آپ نے حق سے منہ موڑ کر اپنے منہ پر مہر سکوت لگائی اور اپنے عجز پر اپنے ہاتھوں رجسٹری کرادی۔ آپ اپنے اقرار کفر پر اقرار کرنے سے سکت ہیں مگر آپ کے خاص دیوبندی چیلے جو آپ کی وکالت کے مدعی ہیں یعنی صدر دیوبند و ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند و مولوی منظور سنبھلی و مولوی عبدالشکور لکھنوی ایڈیٹر النجم یہ سب کے سب ملکر آپ پر کفر کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور آپ کو اسلام سے خارج بتا رہے ہیں اپنے رسائل و کتابوں میں

اس کی اشاعت کر رہے ہیں۔ دیوبندی دنیا میں آپ کا بھرم بناتھا اور وہابیہ کے بازار میں آپ کا راستہ کھلا تھا مگر آپ کے خاص ان دیوبندی چیلوں نے آپ کی ہر سکوت کے پردے کھول دیئے اور آپ کو اسلام سے خارج ہونے کے بول مل کر صاف بول دیئے۔ اب آپ کے سکوت کی تمام گلیاں بند ہو گئیں۔ آپ کے دیوبندی چیلوں نے آپ کے بھاگنے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ آپ کی عبارت کی جو تاویلین کرتے ہیں وہ سب دیوبندی آپس میں ایک دوسرے کی تاویل کو غلط ٹھہراتے ہیں۔

صدر دیوبند آپ کی عبارت میں ایسا کو تشبیہ کے لئے بتا رہے ہیں اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولو منظور سنبھلی اس کا رد کر رہے ہیں اور صدر دیوبند کا قول صراحتہ غلط بتا رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو صدر دیوبند کی کتاب ”الشہاب الثاقب“ اس کے ص ۱۱۱ پر ہے ”لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے“ اور ملاحظہ ہو ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند کی ”توضیح البیان“ اس کے ص ۱۳ پر ہے ”اور اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمرو ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے حذف کلام کا بلکہ مسخ کلام کا“ اور ملاحظہ ہو مناظرہ بریلی کی روئے امرتبہ وہابیہ دیوبندیہ اس کے صفحہ ۲۵ پر آپ کے مولوی منظور کی تقریر میں ہے ”اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہے جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں جب تو وہ ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے“ فقیر نے مناظرہ میں یہ بیان کیا تھا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے لہذا اس میں توہین ہے اور آپ کے مولوی منظور صاحب نے بھی اقرار کیا کہ ہاں اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو وہ عبارت کفری ہے۔ ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے آپ کے صدر دیوبند نے جو آپ کی عبارت کے معنی بیان کئے آپ کے ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند مولوی منظور دیوبندی نے اس معنی کی بناء پر آپ پر صریح صاف حکم فرما دیا اور ان دونوں دیوبندیوں نے آپ کی عبارت میں ایسا کو اتنا کے معنی میں بتایا۔ ملاحظہ ہو توضیح البیان ص ۸ واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں اور اسی کے صفحہ ۷ پر ہے۔ ”عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے“ اور ملاحظہ ہو روئے مذاہ وہابیہ اس کے صفحہ ۳۳ پر آپ کے مولوی منظور دیوبندی کا بیان ہے۔ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی

ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔ ان دونوں نے تو آپ کی عبارت میں ایسا کو اتنا کے معنی میں بتایا اور صدر دیوبند نے ان دونوں کے قول کو غلط ٹھہرایا اور بیان کیا کہ آپ کی عبارت میں لفظ ایسا ہے لفظ اتنا نہیں اگر آپ کی عبارت میں لفظ ایسا کی جگہ لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت آپ کی عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کا احتمال ضرور ہوتا۔ والعیاذ باللہ! لحظہ ہوا الشہاب الثاقب اس کے صفحہ ۱۱۱ پر ہے۔ ”حضرت مولانا (اشرف علی تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (بچوں، پاگلوں، جانوروں) کے علم کے برابر کر دیا۔“ دیکھئے آپ کی عبارت کے معنی جو پہلے دونوں دیوبندیوں نے بیان کئے صدر دیوبند نے اس معنی کی بناء پر آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشارۃ توہین کرنے والا ضرور ٹھہرایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشارۃ توہین کرنے والا آپ کے بسط البیان والے اقرار سے قطعاً کافر اسلام سے خارج ہے پھر آپ کو کفر سے بچانے کے لئے آپ کے ناظم شعبۂ تبلیغ دیوبند نے اپنی توضیح البیان کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ ”حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطائے الہی حاصل ہے“ اور صفحہ ۹ پر لکھا ہے کہ ”بعض علوم غیبیہ جو واقع میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہیں اس سے تو نہ یہاں (عبارت حفظ الایمان میں) گفتگو ہے نہ کوئی عاقل مراد لے سکتا ہے“ اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ اگر آپ عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم نہ کرتے تو کفر ہوتا۔ مگر جب آپ کو تسلیم ہے تو اس عبارت میں کفر نہیں۔ دوسری طرف آپ کے خاص مذہبی ٹھیکیدار مولوی عبدالشکور ایڈیٹر النجم نے آپ کو کفر سے بچانے کے لئے یہ بیان کیا ہے ”جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو ذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اسے منع کرتے ہیں۔ لہذا علم غیب کی کسی شق کو ذیل چیز میں بیان ہرگز توہین نہیں ہو سکتی۔“ اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم نہیں کرتے۔ لہذا بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم کے ساتھ تشبیہ نہ توہین ہے نہ کفر ہاں اگر آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے اور پھر تشبیہ دیتے تو آپ کی عبارت میں

توہین ہوتی اور کفر ہوتا دیکھئے جو مطلب ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے بیان کیا آپ کے ایڈیٹر انجم نے اس معنی کی بناء پر آپ کو کفر سے بچانے کے لئے آپ کی عبارت کی جو تاویل صدر دیوبند نے بیان کی اس کو ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولوی منظور دیوبندی دونوں نے غلط بلکہ کفر بتایا اور جو تاویل ان دونوں نے آپ کی عبارت میں گڑھی اس کو صدر دیوبند نے صاف غلط بلکہ آپ کے اقرار سے کفر ٹھہرایا اور جو تاویل ایڈیٹر انجم نے گڑھی اس کو ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے غلط بتایا اور جو معنی ناظم نے بیان کئے اس کو ایڈیٹر انجم نے غلط اور یقیناً آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں یقیناً توہین کرنے والا اور کفر بتایا۔ کیا اس خانہ جنگی کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کے صدر دیوبند اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولوی منظور دیوبندی اور ایڈیٹر انجم دیوبندی کا اتفاق و اجماع مولف ہے کہ آپ نے یقیناً عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ علمائے اہلسنت و جماعت قدست اسرار ہم و مشائخ عرب و عجم نے آپ کو بار بار حنفیہ کی کہ آپ کی ناپاک عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ آپ کی عبارت کی کوئی تاویل نہیں ہوتی۔ آپ نے جواب سے عاجز آ کر سکوت کیا۔ یہی ایک سکوت کی گلی آپ کے لئے کھلی تھی۔ مگر آپ کے خاص چیلوں دیوبندیوں نے آپ کی عبارت میں صریح کفر بتا کر اس گلی کو بھی بند کر دیا۔ علمائے اہلسنت نے جو فرمایا آپ کے دیوبندی چیلوں نے بھی اس کا گیت گایا۔ علمائے اہلسنت نے یہ فرمایا تھا کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ لہذا آپ کافر ہیں آپ کے دیوبندیوں نے بھی یہی بیان کیا کہ آپ نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ آپ اسلام سے خارج ہیں۔ حق اسی کا نام ہے سچ اسے ہی کہتے ہیں جو آپ کے مسلمان ہونے کی جھوٹی اشاعت کرتے تھے وہی آج دنیا میں آپ کے کافر ہونے کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ سچ ہے کہ دروغ کو فروغ نہیں ہوتا۔ آپ اپنے چیلوں کی بات کا پاس کریں اور اپنے کفر کا اپنے قلم سے اشتہار کر کے اپنی توبہ کا اعلان شائع کریں کفر سے توبہ کرنا اور اس توبہ کا اعلان کرنا مولیٰ عز و جل تبارک و تعالیٰ کو نہایت پسند اور خلق کو مقبول ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین - فقیر محمد سردار احمد گورداسپوری

مولوی اشرف علی تھانوی اور دیوبندی مولویوں کی عاجزی اور بدحواسی

یہ خطوط رجسٹری کے ذریعہ سے دیوبندی مولویوں کے نام روانہ کئے گئے مگر آج تک دیوبندی مولوی جواب سے عاجز ہیں۔ بدحواس ہیں اخبار الفقہ امرتسر میں بعض خطوط شائع ہوئے اور پرچہ اہلسنت سنبھل ضلع مراد آباد میں تو ماہ بماء ہر ایک خط شائع ہوا مگر دیوبندی وہابیہ میں سے کسی کو جواب دینے کی جرأت نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک انشاء اللہ العزیز کوئی دیوبندی وہابی اس کا جواب دے سکے، ہے کوئی وہابیت کا فرزند جو اس کا جواب دے سکے، ہے کوئی تھانوی صاحب کا چیلہ جو اس بحث میں کچھ گفتگو کر سکے، ہے کوئی دیوبندیوں کی لاج رکھنے والا تھانوی صاحب کے سر سے کفر اٹھا سکے، ہے کوئی تھانوی جی کو پیشوا ماننے والا جو تھانوی جی کا اسلام ثابت کر سکے اور تھانوی جی کی صفائی میں ایک حرف بول سکے۔

اے تمام دنیا کئے دیوبندیوں سنو اور گوش ہوش سے سن لو اور آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ تمہارے دیوبندی مولویوں کی خانہ جنگی نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ تمہارے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح گستاخی کی ہے اب تو توبہ کر لو۔ اب تو ایمان لے آؤ ہماری نہ مانو تو اپنے دیوبندی مولویوں کی تو مانو کچھ تو غور کرو۔ ذرا تو عقل و انصاف سے کام لو۔ حجت تم پر تمام ہو چکی۔ تمہارا کوئی عذر سنا نہیں جائے گا۔ تمہارا کوئی حیلہ بہانا مسموع و مقبول نہیں ہوگا۔ اگر توبہ نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ ایک دن وہ آنے والا ہے کہ اللہ جل جلالہ کے دربار میں اس کے حبیب حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم بنا کر کھڑے کئے جاؤ گے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

عبارت حفظ الایمان کے متعلق ایک سنی اور دیوبندی کا مکالمہ

زید اور عمر دونوں صاحب ایک ساتھ سفر میں کہیں جا رہے ہیں۔ ان دونوں میں یوں گفتگو ہوتی ہے۔

زید: جناب کا مزاج کیسا ہے؟

عمر: میں اچھا ہوں آپ تو خیریت سے ہیں۔ جناب کا مزاج کیسا ہے؟

زید: الحمد للہ یہ ناچیز بزرگان دین کی دعا سے اچھا ہے۔ ذرا یہ تو فرمائیے کہ جناب کا دولت خانہ کہاں ہے اور جناب اس شدت کی گرمی میں کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔

عمر: میرا غریب خانہ دیوبند ہے اور اس وقت میں اپنے پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ کیا آپ مولانا اشرف علی تھانوی کو جانتے ہیں۔

زید: جی ہاں خوب جانتا ہوں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی وہی تو ہیں جس نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں ایک ناپاک عبارت لکھ کر حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ کیا آپ اور آپ کی جماعت دیوبند کا پیشوا وہی ہو سکتا ہے جو سید الانبیاء حضور پر نور شفیع یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح گالی دے۔

والحیاء باللہ

دیوبندی: آپ عجیب آدمی ہیں آپ نے مجھے تردد میں ڈال دیا اور بتائیے تو کس کتاب میں ہمارے مولانا تھانوی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی ہے۔

سنی: کتاب میں ابھی دکھائے دیتا ہوں مگر آپ ذرا یہ تو بتائیے کہ اگر میں نے آپ کے پیشوا تھانوی جی کی کتاب میں وہ عبارت دکھا دی تو آپ توبہ کر لیں گے۔

دیوبندی: حضرت پہلے وہ عبارت تو دکھائیے توبہ کا مطالبہ بعد میں کرتے رہنا۔ وہ عبارت بری ہوگی تو توبہ کر لوں گا۔

سنی: دیکھئے یہ ہے آپ کے تھانوی جی کی کتاب حفظ الایمان اور یہ ہے وہ ناپاک عبارت ”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا..... حاصل ہے۔ (ص ۶)

دیوبندی: اس عبارت میں تو بظاہر بے ادبی معلوم ہوتی ہے مگر اس عبارت میں اگر لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو اس میں کیا خرابی ہے۔

سنی: معاذ اللہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ دیکھئے آپ کے مولوی منظور سنہلی دیوبندی اور سابق ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے اپنے رسالوں

میں تسلیم کیا ہے کہ اس ناپاک عبارت میں اگر ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو یہ عبارت کفری ہے اور اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہے آپ ایسا کو تشبیہ کے لئے بتاتے ہیں اور آپ کے ان دونوں دیوبندیوں نے ایسا کو تشبیہ کے لئے لینا غلط بتایا ہے فرمائیے آپ اور ان دونوں میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

دیوبندی: اچھا ہم ایسا کو تشبیہ کے لئے نہیں لیتے ایسا کو اتنا کے معنی میں لیتے ہیں۔

سنی: معاذ اللہ ایسا کو اتنا کے معنی میں لینے کی صورت میں بھی توہین رہتی ہے۔ آپ کے دیوبند کے صدر مولوی حسین احمد صاحب نے اقرار کیا ہے کہ اگر اس عبارت میں ایسا کی بجائے اتنا ہوتا تو اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین کا احتمال ضروری ہوتا اور صدر دیوبند نے ایسا کو تشبیہ کے لئے بیان کیا ہے آپ ایسا کے معنی اتنا کے بتا رہے ہیں اور آپ کے دیوبند کے صدر ایسا کو تشبیہ کے لئے بیان کر رہے ہیں آپ دونوں میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

دیوبندی: اچھا ہم ایسا کو تشبیہ کے لئے لیتے ہیں اور نہ اتنا کے معنی ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ عبارت میں توہین اس وقت ہوتی ہے جب اشرف علی تھانوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم

غیب تسلیم نہ کرتے ہمارے تھانوی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں آپ یہ بیان کرتے ہیں اور آپ کے پیشوا تھانوی کے مذہبی ٹھیکیدار مولوی عبدالشکور دیوبندی

ایڈیٹر النجم کا یہ بیان ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم نہیں کرتے ہاں اگر مولانا تھانوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے تو یقیناً اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہوتی۔

ذرا مہربانی کر کے فرمائیے تو کہ آپ اور ایڈیٹر النجم دیوبندی میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

دیوبندی: تمام راستے بند دیکھ کر دیوبندی صاحب پریشان ہیں خاموش ہیں۔ بدحواس ہیں۔ مولوی

اسماعیل سنبھلی دیوبندی کی طرح روٹھ کر عجب انداز سے چپ بیٹھے ہیں۔ (مؤلف)

سنی: دیکھا آپ چنے میں نے آپ کے دیوبندی مولویوں مبلغوں کے اقرار سے ثابت کر دکھایا کہ

بے شک حفظ الایمان کی ناپاک عبارت میں آپ کے تھانوی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ اب آپ بلا پس و پیش و بلا چون و چرا اپنے وعدے کے موافق توبہ کریں اور اپنے پیشوا تھانوی جی کو قطعاً چھوڑ دیں۔ دیوبندی (خاموش ہیں اور نہایت پریشان)

سنی: کیوں جناب آپ خاموش کیوں ہیں توبہ کیجئے اور جلد توبہ کیجئے اپنے وعدے کو پورا کیجئے۔
 دیوبندی: آپ کی نہایت اخلاص سے میرے ساتھ گفتگو کا میرے دل پر اثر پڑا ہے۔ واقعی مولوی اشرف علی تھانوی نے اس ناپاک عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح گستاخی کی ہے۔ میں اس عبارت سے توبہ کرتا ہوں اور اس ناپاک عبارت کے لکھنے والے تھانوی جی کو بھی چھوڑتا ہوں۔ اب میں واپس جاتا ہوں اور دوسرے دیوبندیوں کو بھی اس گفتگو سے مطلع کروں گا۔ کیا بتاؤں دیوبند کے مولویوں نے ایسی باتوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ اگر مولوی تھانوی صاحب کے مریدوں دیوبندیوں کو یہ گفتگو سنادی جائے تو اکثر توبہ کر جائیں اب اس گفتگو کی تبلیغ کروں گا آپ دعا کیجئے کہ اللہ عز و جل مجھے راہ ہدایت پر قائم رکھے
 سنی: میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ عز و جل اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے آپ کو ہدایت پر قائم رکھے۔ آمین۔ دیکھنا حق بات کی تبلیغ کرتے رہنا اور دیوبندی مولویوں سے پرانے تعلقات منقطع کر دینا اور سچ بات کہنے میں کبھی نہ شرمانا۔ والسلام۔

بحمدہ تعالیٰ

تازہ فتوائے حرم مکہ و مدینہ

۱۳۳۸ھ

اشرف علی تھانوی صاحب نے جو اشرف علی رسول اللہ و نبینا اشرف علی کہنے کو تسلی بخش بتایا جناب ماجی بدعت مولانا الحاج الزائر مولوی محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری برکاتی رضوی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حالت موجودہ حجاز میں کہ اکثر علماء حرمین طہیین سے چلے گئے ہیں اور واپسی کا ٹکٹ جس کے لیے عجلت دونوں حرم محترم سے وقت واحد میں یہ تصدیقات لیں مولے جزائے خیر عطا فرمائے۔

مسمی بنام تاریخی

الجبل الثانوی

علی

کلوة التھانوی

۱۳۳۸ھ

اس پر خوشیاں مناتا ہوا بلکہ اپنے مریدوں کو اس طرف بلاتا ہوا کہ اس کی تعظیم اور اس کی فضیلت کی ترجیح فان هذا الجریدة ان یجسدھا فی ارشادہم رشیدة فما حکم الشریعة الغراء فیہما و اشرف علی هذا هو الذی کتب فی رسیلہ لہ لاتزید علی ثلاث و ریقات فی ابطال نسبة علم الغیب الی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه ان اریدہ کل العلوم بحیث لا یشذ منها شی قبطلاتہ ظاہر عقلا و نقلا و ان اریدا لبعض فای خصوصية فیہ لہ فان مثل هذا حاصل لزید و عمرو بل لكل صبی و مجنون بل لكل بهیمة و حیوان و قد حکم علیہ بقولہ هذا اکابر علماء الحرمین الکریمین انه کفر و ارتد و من شک فی کفرہ فقد کفر کما هو مفصل فی حسام الحرمین اقبلونا اجزل اللہ تعالیٰ ثوابکم۔

الجواب

اللہم لک الحمد:۔ صل علی نبیک نبی الحمد: والہ و صحبہ العبد: رب انی اعوذبک من ہمزات الشیطین: و اعوذبک رب ان یحضرورن: ائمة الدین لم یقبلوا عذراً زال اللسان فی الکفر ولا لا جتراء کل خبیث القلب ان یجاہر بسب اللہ و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویقول زلت لسانی قال الامام القاضی فی الشفاء الشریف لا یعذر احد فی الکفر یدعوی زلل اللسان اہ و فیہ ایضاً عن محمد بن ابی زید لا یعذر احد بدعوی زال اللسان فی شتم هذا: و فیہ ایضاً افقی ابو الحسن القاسمی فیمن شتم النبی ﷺ فی سکرہ یقتل لانه یظن بہ انه یعتقد هذا و یفعلہ۔

میں ایسا ہی غلو کریں اس لیے کہ اس رسالہ کا مقصود ہی یہ ہے کہ مریدین اسے اپنی ہدایت میں راہ راست پر جانیں تو ان دونوں شخصوں کے بارے میں شریعت روشن کا کیا حکم ہے اور یہ اشرف علی وہی ہے۔ جس نے اپنی ایک رسلیا میں تین ورق سے زائد نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت باطل کرنے کو لکھا کہ ”اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے اور بعض علوم غیب مراد ہیں تو اس میں حضور کی تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔“ اور بے شک اس کے اس قول کے سبب اکابر علمائے حرمین شریفین نے اس پر حکم لگایا کہ وہ کافر مرتد ہو گیا اور یہ کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جیسا کہ حسام الحرمین میں مفصل ہے ہمیں فائدہ دیجئے اللہ آپ کا ثواب کثیر کرے۔

الجواب

الہی تیرے ہی لیے حمد ہے اپنے نبی پر درود بھیج جو حمد کے نبی ہیں اور ان کے آل و اصحاب پر کہ دین کے ستون ہیں اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے جھٹکوں سے اور اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔ ائمہ دین نے دربار کفر زبان بہکنے کا عذر قبول نہ فرمایا اور نہ ہر خبیث دل والا جرأت کرتا کہ کھلم کھلا اللہ و رسول کو گالیاں دے اور کہے کہ میری زبان بہک گئی۔ امام قاضی عیاض نے شفا شریف میں فرمایا۔ ”کوئی شخص زبان بہکنے کے دعوے سے دربارہ کفر مغذور نہ سمجھا جائے گا اور اسی میں امام محمد بن ابی زید سے ہے کہ ایسی بات میں زبان بہکنے کا عذر کسی کا نہ سنا جائے گا۔ اھ صح اور اسی میں ہے کہ امام ابوالحسن قاسمی نے اس شخص کے بارے میں جس نے نشہ کی حالت

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ فتویٰ دیا کہ قتل کیا جائے اس لیے کہ اس پہ ظن ہوتا ہے کہ یہ اس کا عقیدہ ہے اور اپنے ہوش میں بھی ایسا کہا کرتا تھا فی صحوہ ۱۵ ثم الزللی انما ایکون بحرف او حرفین لا ان تزل اللسان طول النهار هذا غیر مقبول ولا معقول قال ۱۴ جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثین ابتلی بمصیبات متنوعة فقال اخذت عالی وولدی و اخذت کذا و کذا فماذا تفعل ایضاً و ماذا بقی لم تفعله وما اشبهه من الالفاظ کفر کذا حکى عن عبد الکرم فقیل له ارءیت لوان المریض قال وجرى علی لسانه بلا قصد لشدة مرضه قال الحرف الواحد یجرى علی اللسان بلا قصد اشار الی انه یحکم بکفره و لا یصدق ۱۵ فاذا لم یصدق فی نصف سطر کیف یصدق فیما کرره مناما و بقظة طول النهار بل هو قطعاً مسرف کذاب الم تر ان الله تعالی جعل الجوارح تحت ارادة القلب قال نبینا الحق المبین صلی الله تعالی علیه وسلم الا ان فی الجسد مغنعة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب فما فسد قوله و لسانه، الا وقد فسد قبله قلبه و جنانه، و هذا یدعی ان لسانه فی فیہ حیوان مستقل بار ادته غیر تابع للقلب کفرس جموح شديدة الجموح تحت راکب ضعیف قوى الضعف یرید الیمین والفرس لا تنعطف الا للشمال کلما ار ادھا للیمین لم تاخذ الا ذات الشمال

۱۴ قال الامام قاضی خان فی فتاواه انما یجرى علی لسانه حرف واحد و نحو ذالک لمامثل هذه الکلمات الطویلة لا تجرى علی لسانه من غیر قصد فلا یصدق ۱۲ منه قدس سره.

حتی تنازع القلب و اللسان طول النهار فلم یک الغلبة الا للسان هذا غیر معقول ولا مسموع. فلا شک انه محکوم غلبه بالكفر۔

پھر زبان بہکنا اگر ہو تو ایک دو حرف میں نہ یہ کہ دن بھر بہکے یہ نہ قابل قبول نہ کسی طرح معقول جامع الفصولین کی فصل ۳۸ میں ہے۔ ”ایک شخص طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہوا۔ اس پر بولا کہ تو نے میرا مال لیا اور میرا بچہ لے لیا اور یہ یہ چیز لے لی اب تو اور کیا کرے گا۔ اور رہ بھی کیا گیا ہے جو تو نے نہ کیا اور اسی طرح کے اور الفاظ کہے وہ کافر ہو گیا ایسا ہی امام عبدالکریم سے مروی ہوا ان سے عرض کی گئی بھلا اگر بیمار نے ایسا کہا اور شدت مرض کے سبب اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا دو ایک حرف بلا قصد زبان سے نکل سکتے ہیں۔ اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ اسے کافر مانا جائے گا اور زبان بہکنے کا عذر سچا نہ سمجھا جائے گا تو جب آدمی سطر میں زبان بہکنے کا عذر نہ مانا گیا تو اس میں کیونکر مان لیا جائے گا جسے اس نے سوتے اور جاگتے دن بھر رٹا بلکہ وہ بے شک حد سے گزرا ہوا سخت جھوٹا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اعضا کو ارادۂ قلب کا تابع بنایا ہے اور ہمارے سچے اور سچ کے روشن فرمانے والے نبی صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد کیا سنتے ہو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے کہ وہ سنورے تو سارا بدن سنور جائے اور وہ بگڑے تو سارا بدن بگڑ جائے سنتے ہو وہ دل ہے تو اس کی بات اور اس کی زبان نہ بگڑی مگر یہ کہ اس سے پہلے اس کا دل اور اس کا باطن بگڑ چکا تھا اور یہ شخص یہ دعوے کرتا ہے کہ زبان اس کے منہ میں ایک خود سر جانور ہے کہ دل کی تابع نہیں جیسے کوئی سرکش نہایت شریر گھوڑا کسی کمزور حد بھر کے ناتواں سوار کے نیچے ہو کہ وہ تو دہنی طرف جانا چاہتا ہے اور گھوڑا نہیں پھرتا مگر بائیں طرف وہ جب اسے دہنی طرف پھیرتا ہے گھوڑا خاص بائیں جانب جاتا ہے یہاں تک کہ

سارے دن زبان و دل میں جھگڑا رہا۔ اور زبان ہی غالب رہی یہ نہ عقل میں آنے کی بات ہے نہ سنی جائے تو بلاشبہ اس پر کفر کا حکم غیر مدفوع و هل سمعتم با حدید عی الاسلام و يقول طول النهار فلان رسول الله مكان محمد رسول الله او يقول لابیہ یا کلب ابن الکلب یا خنزیر ابن الخنزیر و یکرره من الصباح الی المساء ثم يقول انما کنت اقول یا ابت یا سیدی فینا زعنی اللسان و یذهب من الالب و السید الی الکلب و الخنزیر حاش لله ما کان هذا ولا یکون ولن یقبله احد الا مجنون هذا حکم ذالک القائل اما ما کتب الیه اشرف علی فی الجواب فاستحسان منه لذلک الکفر و استحسان الکفر کفر بلا ارتباب و ما هو الا لما رای فیہ من تعظیم نفسه و وصفه بأنه رسول الله ذی القوۃ و الصلاة علیہ استقلالاً بدل النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم و مدحه بالنبوة. فاتبحج و اجاز کل ذالک. وجعله تسلیة لذلک الهالک. ارثیت لوسبہ و امہ و اباه احد طول النهار ثم قال انما کنت ارید مدحک فلم یطیع اللسان فی الخطاب. و یقیت تسبک و اباک و امک من الصباح حتی توارت بالحجاب هل کان اشرف علی او احد من اراذل الناس و لو خصانا او زبالا او ارزل منهم یقبل هذه المعاذیر. کلابل یحترق غیظاً. و یموت غنظاً. او یفعل به ما قدر علیہ. حتی القتل ان وجد سیلاً الیه. فتسلیة ههنا لیس الا لا ستخفافه بحمد صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم. و بمرتبة النبوة و الرسالة و ختم النبوة الاعظم. و استحسان و عتوا عتوا کبیراً. فلاریب ان اشرف علی و مریده المذکور. کلاهما.

ایسا حکم ہے جو ٹل نہیں سکتا اور کبھی تم نے کسی دعویٰ اسلام رکھنے والے کو سنا کہ دن بھر محمد رسول اللہ کہنے کی جگہ فلاں رسول اللہ کہے یا اپنے باپ سے کہے اے کتے کے پلے کتے اے سور کے بچے سور اور صبح سے شام تک اسے دہراتا رہے پھر کہے کہ میں تو یہ کہنا چاہتا تھا کہ اے میرے باپ اے میرے سردار زبان میری مخالفت کر کے باپ اور سردار سے کتے اور سور کی طرف جاتی تھی۔ پاکی ہے اللہ کو یہ نہ ہو اور اسے پاگل کے سوا کوئی نہ قبول کر لے گا یہ تو اس کہنے والے کا حکم ہے اور وہ جو اشرف علی نے اسے جواب میں لکھا تو وہ کفر کو پسند کرنا ہے اور کفر کو پسند کرنا بلاشبہ کفر ہے اور اس پسند کرنے کا یہی سبب ہوا کہ اس نے اس میں اپنی تعظیم دیکھی اور اپنے آپ کو اللہ قوی کا رسول بتانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے بالاستقلال اپنے اوپر درود اور نبوت سے اپنی تعریف کو شاد و شاد اس سب کو جائز رکھا اور اسے اس تباہ ہونے والے کے لیے تسلی ٹھہرایا۔ بھلا دیکھو تو اگر کوئی شخص تھا نبوی اور اس کے ماں باپ کو دن بھر گالیاں دیتا اور کہتا میں تو تیری مدح کرنا چاہتا تھا زبان نے اس گفتگو میں میرا کہنا نہ مانا تجھے اور تیری ماں اور تیرے باپ کو صبح سے گالیاں دیتی رہی یہاں تک کہ آفتاب چھپ گیا تو کیا اشرف علی یا کوئی کمینہ آدمی اگرچہ چھار یا بھنگی یا ان سے بھی زیادہ کمینہ اس عذر کو قبول کر لیتا اور کہتا اس میں تمہارے لیے تسلی ہے کہ وہ جسے تم دوست رکھتے ہو اور گالیاں دیتے ہو وہ ضرور سوروں کی نسل سے ہے ہرگز نہیں بلکہ غصہ سے جل جاتا اور جھنجھلاہٹ سے مرجاتا جو کچھ بن پڑتا اس کے ساتھ کرتا یہاں تک کہ موقعہ پاتا تو قتل کر دیتا تو اشرف علی کا یہ تسلی دینا اسی سبب سے ہے کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ہلکا کیا اور مرتبہ نبوت و رسالت اور سب سے بڑے رتبہ ختم نبوت کی تحقیر کی اور اپنے نفس امارہ کی طرف جو بکثرت اسے بدی کا حکم دیتا ہے نبوت و رسالت کی نسبت کرنے

کو پسند کیا ہے شک وہ اپنے جی میں جی بہت مغرور ہوئے اور بڑی سرکشی کی تو کچھ شک نہیں کہ اشرف علی اور اس کا وہ مرید مذکور دونوں نے۔

کافر بالرب الغیور: عزتہما الامانی و عزہما باللہ الغرور بل اشرف علی اشد کفرا۔ فان المرید زعم ان ما یقولہ غلط۔ صریح: و باطل قبیح۔ و ہذا لم یقبیح۔

تکرار القول و لا وتبخ قائلہ بل استحسنتہ و جعلہ تسلیۃ لہ و لکن لا غرو فان من یسب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہلک السبۃ الفاحشۃ الماثورۃ فی الشوال عنہ۔ المحکوم علیہ لاجلہا بالکفر والارتداد من اسیادنا علماء الحرمین الکریمین فبائی کفر یتعجب منہ۔ و اذ کان عنہ مثل علم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالغیب حاصل لکل صبی و مجنون و بہیمۃ او لاشک انہ اعلم عنہ من ہؤلاء الاخساء الذمیمۃ۔ فکان بزعمہ اعلم و اکرم من محمد صلی اللہ علیہ وسلم: فحق لہ ان یدعی النبوة والرسالة لنفسہ لا لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ كذلك یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار و لکن واللہ ان رب محمد لبالمصر صا و لمن شافہ عذاب النار۔ واللہ اعلم بما یوعون و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن

المصطفیٰ النبی الامی ﷺ۔



بڑے غیرت والے اللہ کے ساتھ کفر کیا انہیں نفس کی خواہشوں نے فریب دیا اور اس بڑے دھوکے باز نے انہیں اللہ سے دھوکے میں ڈالا بلکہ اشرف علی کا کفر سخت تر اور مرید سے اس کا وبال بڑھ کر کہ مرید نے تو یہ گمان کرنا کہا بھی کہ جو کچھ کہہ رہا ہے صریح غلط اور قبیح باطل ہے اس نے نہ قول کو برا بتایا اور نہ قائل کو جھڑکا بلکہ اسے پسند کیا اور قائل کے لیے تسلی ٹھہرایا مگر کچھ تعجب نہیں کہ وہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی فحش گالی دی جو سوال میں اس سے منقول ہوئی۔

جس کے سبب ہمارے سرداروں علمائے حرمین شریفین نے اس پر کفر کا حکم کیا تو اس نے کس کفر کا تعجب کیا جائے اور جب اس کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سا علم غیب ہر بچے اور پاگل اور چوپائے کو حاصل ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے نزدیک ان بڑے حسیوں سے زیادہ علم رکھتا ہے تو اپنے زعم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اللہ یو ہیں مہر لگا دیتا ہے۔ ہر مغرور ظالم کے دل پر مگر خدا کی قسم بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تاک میں ہے اور ان کے مخالف کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں بھری ہے اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ محمدن
المصطفیٰ النبی الامی ﷺ

محمدی سنی حنفی قادری		
یا مصلیٰ یا رزق الرحمن	من دوست و داماں آل رسول ۱۳۲۸ھ	یا نبی یا خیر العالماں
عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان		

تصديقات مكة المعظمة

(١) لا ريب ان ما اجاب به هذا الفاضل العلامة هو الحق الصريح الذي لا عدول عنه والصواب الذي لا محيص منه. والله اعلم.

(٢) ٢٠ ذى ١٣٣٤ هـ قاضى القضاة ومفتى الاقطار العربية ورئيس العلماء بمكة المحمية -

وما توفيقه الا بالله عبد
الله بن عبد الرحمان سراج
١٣٢٥ هـ

اسعد دهان

١٣٠٠

(٣) مفتى المالكية محمد غابد بن حسين - (٤) مفتى الشافعية

عبد الله محمد صالح الذواوى
(٥) تصديق جده

جميع ما ذكر فى هذا الافتاء صحيح كتبه العبد الفقير على
الطيب امين فتوى الشافعية بالمدينة المنورة.

تصديقات المدينة المنورة

بسم الله الرحمن الرحيم.

(٦) لاشك ان قائل الكلمات المتقدمة ماترك شيئاً من الادب

اي كما قال الله تعالى فى ابن ابى الشا لقين ومن معنه من بشا
الشياطين هم لكفريو منذ اقرب منهم للايمان ولاشك انهم كانوا
اخبث الكافرين ا هـ قدس سره.

مع صاحب الشرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم و من قال
انه ا- قارب الکفر فلا یقبح قوله بل یحسن حتی ینقاد القائل المتقدم
للشرع بالوسن واللہ یوفقنا کلنا لمحابه۔

تصدیقات مکہ معظمہ

- (۱) کچھ شک نہیں کہ ان فاضل علامہ نے جو جواب دیا وہی صریح حق ہے
جس سے عدول کی گنجائش نہیں اور ایسا صواب جس سے مفر نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ء قاضی مکہ معظمہ۔ مکہ معظمہ کے قاضی القضاۃ اور
تمام بلاد عرب کے مفتی اور علمائے معظمہ کے سردار۔

وما توفیقے الا باللہ عبد
اللہ بن عبد الرحمان سراج
۱۳۲۵ھ

اسعد دھان

۱۳۰۰

- (۳) مفتی مالکیہ محمد عابد بن حسین۔ (۴) مفتی شافعیہ عبد اللہ محمد صالح زواوی
تصدیق جدہ۔

- (۵) جو کچھ اس فتویٰ میں ذکر کیا گیا صحیح ہے۔ لکھا اس کو علی طیب نے ایس فتویٰ

شافعیہ مدینہ منورہ

تصدیقات مدینہ منورہ

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے سرغنہ ابن ابی اور اس کے ساتھی خبیث
شیطانوں کے حق میں فرمایا کہ وہ اس دن کفر سے زیادہ نزدیک ہیں بہ نسبت ایمان
کے اور کچھ شک نہیں کہ وہ سب کافروں سے خبیث تر کافر تھے۔ ۱۲ منہ قدس سرہ۔

(۶) کچھ شک نہیں کہ اقوال مذکورہ کے قائل نے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اصلاً کچھ نہ رکھا۔ اور جس نے اسی کفر سے نزدیک بتایا اس نے کچھ برائہ کیا بلکہ اچھا کیا تا کہ وہ قائل شریعت کی طرف رسی کے زور سے کھنچے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب و پسندیدہ باتوں کی توفیق دے۔ آمین۔

عبید ربہ احمد الشمس کان اللہ لہ فی الدارین والدین امین۔
(۷) المقالة المنسوبة لاشرف علی کفر صراح قبیح شحیح لا یقبل من صاحبه زلل اللسان عندنا باجماع من یعتد بہ من علمائنا محمد تقی اللہ۔

(۸) الحمد للہ یقول من لافعل لہ ولا قول حمد ان الویسی خادم العلم بالحرم النبوی الشریف کل من تکلم بکلمة تفید کفرا او تشیر الی اہانة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقبل منه زلل اللسان ولا انه اخطائی للمقال بل یحکم الیہ بالکفر الصراح باجماع و کیف یقول اشرف علی رسول اللہ فی الیقظة من غیر ان یکون مجنوناً ولا غائب العقل ثم یقول زل لسانی هذا ممالا یعذر بہ عند امتنا جمیعہم و من افتاه بغير ذالک قالہ حسیبه و متولی الانتقام منه و اظنہ ان لم یتب من هذه الفتویٰ یحشر الیٰ جہنم بلا زبانہ اعاذنا اللہ والمسلمین من امثال هذه الفتن و جزی اللہ الشیخ احمد رضا خیر الجزاء و متع اللہ المسلمین بوجودہ امین قالہ بلسانہ۔ کتبہ بیدہ حمد ان الویسی المدرس بالحرم لنبوی الشریف۔ تحریر فی ۲۲ ذی الحجہ عام ۱۳۳۷ھ۔

تصدیق بمبئی

(۹) جمیع ماذکر فی هذه الفتوی صحیح کتبہ بینا نہ احمد ابن

الشیخ یوسف امام مسجد اسمعیل حبیب فی بمبئی۔

اللہ کا چھوٹا بندہ احمد شمس اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت و قبر میں اس کا ہوا آمین۔

(۷) وہ قول کہ اشرف علی کی طرف نسبت ہو اوصاف صریح کفر قبیح ہے ہمارے علماء

کے اجماع سے زبان بہکنے کا عذر مقبول نہیں۔

محمد تقی اللہ

(۸) سب خوبیاں خدا کو وہ کہتا ہے جو نہ قول کا مالک نہ فعل کا (کہ سب

کا مالک اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے) یعنی حمد ان الوہیسی کہ حرم شریف نبوی میں علم کا خادم ہے جو ایسی بات کہے کہ اس سے کفر سمجھا جاتا ہو امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف اشارہ کرتی ہو اس کا یہ عذر کہ زبان بہکی یا کہ براہ خط ایسا نقل کیا مقبول نہ ہوگا

بلکہ اجماع اس پر صاف کفر کا حکم لگایا جائے گا اور کیونکر جاتے ہیں اشرف علی رسول

کہے گا حالانکہ نہ پاگل ہے نہ عقل غائب ہے پھر دعویٰ کرے گا۔ میری زبان بہک گئی یہ

ہمارے تمام اماموں کے نزدیک مردود ہے اور جس نے اس پر کفر کا فتویٰ نہ دیا (یعنی

اشرف علی جس نے اسے تسلی بتایا) اللہ اس سے حساب و انتقام لینے والا ہے اور میرا گمان تو

یہ ہے کہ اگر وہ اپنے اس بتانے سے توبہ نہ کرے تو بغیر زبانیہ کے (خود اپنے پاؤں)

جہنم کی طرف اس کا حشر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو ایسے فتنوں سے

بچائے اور حضرت احمد رضا کو بہتر جزا عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے وجود سے

نیضیاب رکھے آمین۔

اسے اپنی زبان سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا حمد ان الوہیسی مدرس حرم شریف نبوی

نے۔

تحریر ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ

تصدیق: بمبئی

(۹) جو کچھ اس فتویٰ میں ذکر کیا گیا صحیح ہے۔ لکھا اس کو اپنی انگلیوں سے احمد بیٹے

شیخ یوسف امام مسجد اسماعیل حبیب: بمبئی۔

☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"

الْحَمْدُ لِلّٰهِ

ظفر الدین الجید معروف بہ بطش غیب ۱۳

جس میں مسلمانوں نے دیوبندی گروہ کے سرگردہوں سے (جنہوں نے اللہ عزوجل در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سخت گالیاں لکھ کر چھاپیں) تصفیہ دینی کے لئے ایمانی سوالات کئے اور سالہا سال گزر گئے پھر بھی وہ سب ان کے جواب سے عاجز رہے ان کے سرغنہ تھانوی صاحب نے مناظرہ سے فرار کا کھلا اقرار کیا اور صاف کہہ دیا کہ آپ جیتے میں ہمارا سرگنہ نفاست یہ کہ معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا

ظفر الدین الطیب معروف بہ صلائے مناظرہ ۱۳

جس میں دیوبندیوں اور غیر مقلد و مایہوں کے احزاب متفقہ کلام ممتاز ہے پرچہ ایسے اہل حدیث میں مناظرہ کی نمائش پکار کا کشف راز ہے دیوبندیوں کی سالہا سال کی چپ توڑنے والی تحریروں صاف صاف تکذیب خدا کی بولتی تصویر مسماۃ اسکات المعتمدی کا پہلا جواب منظر صواب جس سے انکار کہ وہ دیوبندی تحریروں کذب و افترا کا انبار علانیہ ان سب کے عجز و فرار کا مکرر اقرار

مکانز ظفر الدین معروف بہ قرین مضارب ۱۳

جس میں صدر مجلس شرائط مناظرہ بھونڈی میخانہ دیوبندیہ آنجنائی عبدالسلام صاحب لکھنوی کے سوالات جو کہ اسکات المعتمدی سے ماخوذ ہیں، ان کے جوابات جو حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے صادر فرمائے ہیں، حضور مجاہد ملت کے سوالات جو آپ نے قائم مقام آنجنائی عبدالسلام صاحب لکھنوی صدر مجلس شرائط مناظرہ بھونڈی میخانہ دیوبندیہ سے کئے تھے، اور خود حضور مجاہد ملت کے صادر فرمائے ہوئے ایسے ہی سوالات کے جوابات کو جمع کر دیا گیا ہے ان تمام ہی سوالات کے جوابات دیوبندیہ سے بھی طلب کئے گئے تھے اور ابھی تک یہ بوجھ بھی ان پر سالہا سال کے سوالات بوجھ کی طرح لدا ہوا ہے

مُقَدِّمَةٌ نَاشِر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم و علی آلہ و صحبہ اہل الفضل العظیم
ہر فرعونے راموسی۔ وہابیہ اور دیوبندیہ خذلہم اللہ تعالیٰ کی گمراہیاں
اور کفریات سامنے آتی گئیں تو آستانہ عالیہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت صاحبِ حجت
قاہرہ مجددِ زمانہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا رد و تبلیغ ہوتا گیا۔ ۱۲۹۲ھ سے
۱۳۲۵ھ تک ۳۳ سال کے عرصے میں ان کے رد میں صد ہا تصانیف شائع ہوئیں۔
اسی کے درمیان میں حرمین شریفین کے علماء کرام نے اکابر دیوبندیہ قاسم نانوتوی،
اشرف علی تھانوی، خلیل احمد بیہٹوی وغیرہم کی تکفیر فرمائی۔ ان اکابر دیوبندیہ کے رد میں
کثیر تعداد میں رسالے شائع کر کے انھیں ان کے پاس بذریعہ ڈاک رجسٹر ڈ بھیجا گیا۔ کبھی
کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور کبھی شور و شوری رہی کہ جواب لکھا جائے گا لیکن سوا
بے مکملی کے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ انھیں مناظرہ کی دعوت دی گئی۔ لیکن جیسا کہ ”ظفر الدین الطیب“
میں مذکور ہے، گنگوہی صاحب نے لکھ بھیجا ”مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر مجھے
فرصت ملی“ ۱۳۲۳ھ میں چند علماء اہل سنت جو اس وقت مدرسہ اہل سنت جماعت
بریلی شریف کے طلبہ تھے اشرف علی صاحب تھانوی کے پاس چند سوالات لیکر پہنچے تھانوی
صاحب مضطرب ہو گئے اور کہا ”معاف کیجئے“، ”آپ جیتے میں ہمارا“ اور ”میں مباحثہ

کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے
 اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک رہے۔ رسالہ "ظفر الدین المجید"
 میں اسی کا تفصیلی بیان ہے۔ اس طرح ان لوگوں کا عجز ظاہر ہو گیا اور حق انفا
 سے زیادہ روشن ہو گیا۔ جب ان اکابر دیوبندیہ میں سے کچھ اپنے مقر میں پہنچ گئے
 اور کچھ سسکنے لگے، اور آشکار ہو گیا کہ وہ مناظرہ کے نام سے پناہ مانگتے ہیں اور
 ۳۳ سال کے سوالات کا بھاری بوجھ ان پر لدا ہوا ہے، اس وقت نور اللہ مرہٹا
 چاندپوری دیوبندی معروف بہ درکھنگی ان ۳۳ سال کے سوالات مضمم کر کے رہیائی
 سے چند سوالات لیکر آگے بڑھے۔ انہیں سوالات کو ۱۳۲۶ھ میں "اسکاٹ المعتدی"
 میں دیوبندیہ نے جمع کیا ہے اور اسی کا پہلا جواب ہے "ظفر الدین الطیب" جو ۱۳۲۷ھ
 میں شائع کیا گیا۔ اس جواب میں اہل ایمان کے اصول و اضم کو بیان کر دیا گیا ہے دیوبند
 کے اس نئے داؤں کو رد کر دیا گیا ہے اور اکابر دیوبندیہ میں کے زندہ افراد کو دعوت
 دی گئی ہے کہ وہ اصول پر قائم ہو کر جب چاہیں تصفیہ نزاع کو سامنے آئیں، آپ
 ڈرتے ہوں تو درکھنگی یا جسے اپنا مشکلکشا جانیں اسے اپنی ہروں سے وکیل
 بنائیں۔ دیوبندی اس دعوت کو مضمم کر گئے اور آج تک اس کا عملی جواب سامنے
 نہ آیا۔ ۱۳۹۱ھ میں ایک غیر معروف ابن ابی المصباح مچھلی شہری کے نام سے الدہ آباد
 کے دیوبندیوں کا شائع کیا ہوا ایک رسالہ بنام "نسخہ عجیب" نظر سے گذرا۔ ہمیں
 اسی "اسکاٹ المعتدی" میں سے ماخوذ ۱۹ سوالات ہیں جن پر سالہا سال کے
 سوالات کا بوجھ لدا ہوا تھا ان کے اس رسالہ کی اگرچہ کوئی قیمت نہ تھی، پھر بھی
 اس کے جواب میں اہل سنت کی جانب سے ایک کھلی جھٹی شائع کی گئی جو حسبِ علی ہے

کھلی چٹھی بنام

جناب نوزائیدہ ابن ابی المصباح ضیاء
مبسلہ و حامدا و مصلیا و مسلما

جناب کا کتابچہ ”نسخہ عجیب یعنی فیصلہ کن انیس سوالات“ نظر سے گذرا، اب تک ہمیں یہی نہ پتہ چل سکا کہ ابن ابی المصباح الہ آباد میں کون صاحب ہیں۔ اور غالباً ہماری ہی طرح شہر کی ایک بہت بڑی آبادی آپ جیسے غیر معروف اور مجہول شخص سے ناواقف ہو گئی، اس میں تو شبہ نہیں کہ آپ کا ”نسخہ عجیب“ متعدد وجوہ سے عجیب و غریب ہے بلکہ اگر اسے ایک عجائب خانہ ہی کہا جائے تو مقام تعجب نہیں۔

(۱) سنہ اشاعت غائب یہ بھی عجیب ہے | حالانکہ جواب کے لئے وقت اشاعت سے ایک سال کی مدت دی گئی ہے۔

(۲) تاریخ اشاعت غائب یہ بھی عجیب ہے | (جو کسی جماعت کے غیر معروف وغیر مستند شخص کے لئے ہونی چاہئے)

(۳) نسخہ عجیب کس پریس میں چھپا اس کا نام و نشان تک غائب یہ تو عجیب تر ہے۔

(۴) سنہ اور تاریخ اشاعت کے غائب ہونے کے باوجود ایک سال کے اندر جواب کا مطالبہ یہ بھی عجیب ہے۔

سچ ہے آپ کا ”نسخہ عجیب بالکل اسم با اسمی ہے۔ ہر لحاظ سے عجیب ہی عجیب ہے

بہر حال ہر حید عجائب خانہ ہونے کے باوجود آپ نے چھوٹا مسخ اور بڑی بات کے تحت ڈینگ و تعلق اور لاف گزاف کی حد میں توڑ دی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آج کے گناہم شخص کو اگر جواب دیجئے آپ کی جہالتیں و شناعیتیں ظاہر کر دی گئیں تو کیا اساطین دیوبند یہ نجد یہ کہہ کر نہ ٹال دیں گے کہ ایک مجہول و غیر معتد شخص کی حرکت کے نہ تو ہم ذمہ دار ہیں اور نہ ہی اس کا ہماری جماعت پر کوئی اثر لہذا —
جناب سے گزارش ہے کہ سوالات سے متعلق جو جناب کی مفروضہ گل افشائیاں ہیں ان کے متعلق جب ذیل اساطین دیوبند میں سے گل کی یا ایک ہی کی تصدیق حاصل کر لیں۔

قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دیوبند، مفتی دیوبند، مولانا محمد زکریا، شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور، مفتی مظاہر العلوم، مولانا محمد میاں شیخ الحدیث و صدر مفتی مدرسہ اہلبیتہ دہلی، اگر ان لوگوں سے تصدیق حاصل کرنے کی آپ میں ہمت نہ ہو یا ان میں تصدیق کرنے کی جرأت نہ ہو تو کم از کم مولانا وصی اللہ صاحب مدرسہ میں پہنچ جائے۔ صدر مدرس مفتی دونوں یا کسی ایک کی اپنے رسالہ پر تصدیق شائع کریں۔

انشاء المولیٰ تعالیٰ آپ کے مضمون پر ایسی تشفی کر دی جائے گی کہ ہمیشہ ہمیش کیلئے آپ کا کامیاب علاج ہو جائے گا۔ پھر آئندہ اپنے لئے جناب کو ”نسخہ عجیب“ کے ترتیب دینے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے گی۔ اور سوال و جواب کی بیماری کا یہ بھوت سر سے اتر جائیگا۔ کسی بنیادی و کلیدی مسئلہ پر سوال و جواب کا جو حسن طریقہ ہے وہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا تاکہ تقریر و تحریر کی جو عمارت اٹھے وہ نتیجہ رست کی

دیوار نہ ثابت ہو بلکہ دلائل و براہین کا اسے ایک آہنی قلعہ سمجھا جائے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ معتمد علماء دیوبند کی تصدیق آپ کے ”نسخہ عجیب“ کو حاصل ہو جائے۔ ورنہ آپ کا ”نسخہ“ تو ع نیم حکیم خطرہ جان کا نسخہ سمجھا جائے گا۔

”اتنی نہ بڑھایا کی داماں کی حکایت“

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند تبا دیکھ

جناب نے نسخہ عجیب میں جہاں بہت سے عجائبات کا نمائش کی ہے اس میں ایک خاطر انا چال یہ بھی ہے کہ علماء اہلسنت دیوبند اور بریلی کے اختلاف کو ہوا دیتے ہیں کیا خوب یاد دوسروں کی آنکھ میں تنکا دیکھنے والا اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتا وہی حال جناب کا ہے۔ جناب تاسع صاحب ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے ابھی حال ہی میں اختلاف کی دہلی ہوئی جنگاری کو ہوا دینے کے لئے مکتبہ فکر دیوبند سے سعد وز ہرلی کتابیں اور اشتعال پیدا کرنے والے پوسٹر شائع ہوئے ہیں مثلاً ”المحضرت کا دین“ ”حضرت تھانوی اور المحضرت“ چالیس بدعتیں بریلی کا نیا دین“ زواج المفسری ابن الوقت کی خانہ ملاشی، رضا خانی عقائد باطلہ ان کے اقوال کے آئینہ میں آئینہ عبرت شائع کردہ الجمعۃ الصوفیہ بمبئی،

فرمائیے۔ یہ پہل علماء اہلسنت نے کی یا علمائے دیوبند نے اور آج بھی جب ہم آپ کو مخاطب کر رہے ہیں تو اس میں بھی جناب ہی کی پہل ہے نسخہ عجیب کے ذریعہ جناب نے افتراق و انتشار کی آگ نہ بھڑکانی ہوتی تو اس من و تو کی نوبت کیوں آتی؟ ہر جگہ چھپر کی ابتداء آپ کی جماعت کی طرف سے ہوتی رہی اور ہوئی اور جواب دیا جائے تو الٹا چور کو تو ال کو ڈانٹنے کے مطابق

الزام اہلسنت پر یہ بھی ایک نسخہ عجیب ہے۔ چنانچہ خود تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسماعیل دہلوی کا اقرار ہے کہ اس کتاب کی اشاعت پر مسلمانوں میں شورش پھیلے گی، لیکن لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے۔ فرمایئے انفریق و انتشار کی بنیاد کس نے ڈالی اس یقین کے باوجود کہ تقویۃ الایمان کی اشاعت پر مسلمان لڑیں گے مگر کس کو اس کی فکر تھی؟ اپنا الو سیدھا کرنا تھا وہ ہو گیا۔ خواہ مسلمان کا کچھ بھی حشر ہو۔

علی ہذا القیاس۔ صراط مستقیم مصنف مولوی اسماعیل دہلوی تحذیر الناس مصنف بانی دیوبند مولانا قاسم نانوتوی۔ براہین قاطعہ مصنف مولانا خلیل احمد انبیشوی۔ حفظ الایمان مصنف مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ وغیرہ اسی سلسلہ کی کتابیں یہ بھی ہیں کہ آج تک ان کی کفری و گندہ عبارت پر مناظرہ و مجادلہ کبھی کبھ ہو رہا ہے۔ مگر بھیسگی بلی بن کر گویا ”انما نحن مصلحون“ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

خوشخبری

اخیر میں جناب کی ضیافت طبع کے لئے معروض ہے کہ آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب مصنف حفظ الایمان پر ان کے رسالہ مذکورہ وغیرہ سے متعلق ۲۹۲ سوالات ”وَقَعَاتُ السَّانِ إِلَى حَلْقِ الْمِيسَاةِ بِسَطِ الْبَنَانِ“ اور ادخال السَّانِ إِلَى حِنَاكِ الْحَلْقِ بِسَطِ الْبَنَانِ“ میں ۱۳۳۳ھ اور ۱۳۳۴ھ میں کئے گئے تھے (وَقَعَاتُ السَّانِ میں بظاہر ۶ سوالات ہیں جو معنی ۱۳۲ سوالات ہیں اور بقیہ سوالات ادخال السَّانِ میں ہیں) مگر مٹی میں مل گئے لیکن جواب نہ دے سکے۔ ان کے بعد ان کے مشہور خلیفہ مولانا وصی اللہ صاحب جو براہ راست مکر مٹی

میں نہ مل سکے بلکہ غالباً سمندری جانوروں کے پیٹ میں جا کر خاص راستہ سے نکل کر
مٹی میں مل گئے ان سے بھی نہ بن پڑا۔ کذلک العذاب وعذاب الآخرة
اکبر فقط وهو الهادی الی سواء السبیل ان ارید الاصلاح
وما تو فیقی الا باللہ

فقط

(مولانا مولوی) محمد صدر الحق عفی عنہ مدرس درجہ عربی
جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم الہ آباد۔ ۳

مصدقہ مولانا رشید احمد گنگوہی
(۲۸ ذوقعدہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۷۱ء)
عہدہ ملاحظہ ہوا راج تلمذہ صلی

حجاز پریس الہ آباد

اس چٹھی کو بذریعہ ڈاک رجسٹرڈ ابن ابی المصباح مچھلی شہری مذکور کو کتب خانہ
احمدیہ کے پتہ پر بھیجا گیا، صدر مدرس صاحب مدرسہ وصیتہ العلوم کو بھی۔ لیکن
دونوں جگہ سے رجسٹرڈ ڈاک واپس آگئی اور اس کھلی چٹھی میں جس تصدیق کا مطالبہ
کیا گیا تھا وہ آج تک نہ ہوئی۔ اس کے بعد مجلس شریعت مناظرہ بھینڈی منعقد
۵ جمادی اولیٰ ۱۳۹۳ھ کے اختتام پر صدر مجلس مذکور منجانب دیوبند یہ آنجنابی
عبدالسلام صاحب لکھنوی نے دس سوالات بذریعہ ارشاد احمد صاحب فیض آبادی
مبلغ دارالعلوم دیوبند حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ دامت

برکاتہم العالیہ کی خدمت میں بھیجے۔

”ظفر الدین الطیب“ میں مذکور اہل ایمان کے اصول و اصول کی روش سے اکابر دیوبندیہ کے مناظرہ سے گریز کر کے سالہا سال کے سوالات کے بوجھ کو لا کر دنیائے سدھار کر اپنے مقر میں پہنچ جانے کے بعد آنجنائی لکھنوی صاحب مذکور کے ان سوالات کو لینے اور ان کے جوابات دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ تاہم، حضرت مولانا ارشد القادری صاحب کے کہنے پر حضور مجاہد ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے ان سوالات کو لے لیا۔ اس کے کچھ روز بعد عبدالسلام صاحب لکھنوی اپنے مقر میں پہنچ گئے۔ جواب لکھتے وقت حضور مجاہد ملت موصوف کو خیال آیا کہ قائم مقام آنجنائی عبدالسلام صاحب لکھنوی سے بھی ان سوالات کے جوابات طلب کئے جائیں اور چند مزید سوالات کے جوابات قائم مقام لکھنوی صاحب بھی دیں اور حضور خود بھی سوالات سابقہ کے جوابات کے ساتھ ان کا جواب دیں اور ان تمام سوالات کے جوابات مقام مناظرہ پر مناظرہ کے پہلے ہی دن مناظرہ سے قبل ہر فرق اپنے مخالف فرق کو دے دے۔ چنانچہ حضور مجاہد ملت نے مزید سوالات پر مشتمل اپنی تحریر فرق دیوبندیہ کو بھیجی جسے ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو دیوبندیہ کی جانب سے ان کی انجمن کے سکریٹری شبیر احمد صاحب راہی نے وصول کر لیا۔ بتاریخ ۱۱ اربھ ۱۳۹۷ھ مجلس مناظرہ میں حضور مجاہد ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے تمام سوالات کے جوابات قائم مقام آنجنائی عبدالسلام صاحب لکھنوی صدر منجانب دیوبندیہ غاب ارشاد احمد صاحب فیض آبادی مبلغ دارالعلوم دیوبند کو دیدے۔ لیکن

دیوبندیہ کی طرف سے ان کے جوابات آج تک نہ مل سکے نہ آئندہ امید ہے۔ یہاں پر ایک خاص بات قابل ذکر ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور مجاہد ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کے جوابات کی نقل (مثنیٰ) کے اخیر میں ارشاد احمد صاحب نے یہ توخر کر دیا کہ ”جوابات وقت گزرنے کے بعد وصول ہوئے ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۷ نومبر ۱۳۹۳ھ بوقت ۹ بجے دن یوم چہار شنبہ“ لیکن اپنا دستخط نہ کیا۔ جب ان سے اس کے بارے میں کہا گیا وہ اسے دوبارہ لیکر اس کے ہر صفحہ پر دستخط کرنے لگے۔ لیکن بعد میں جب دیکھا گیا معلوم ہوا کہ چھ صفحات پر شتمل جوابات کی اس نقل (مثنیٰ) کے پہلے پانچ صفحات پر انھوں نے دستخط کیا ہے اور چھٹے صفحہ پر ان کی مذکور بالا تحریر تو موجود ہے لیکن دستخط نہیں ہے۔ یہ ہے دیوبندیہ کی مکاری۔ آنجنابی عبدالسلام صاحب لکھنؤ کے سوالات حضور مجاہد ملت موصوف کے مزید سوالات جن میں سے اکثر فقرات السنان الی خلق المسماة بسط البنان“ اور ”ادخال السنان الی خلک الخلق بسط البنان“ سے ماخوذ ہیں، اور حضور مجاہد ملت موصوف کے دئے ہوئے ان تمام سوالات کے جوابات کو ”مکاتفہ الدین“ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی ذکر کر دینا ضروری ہے کہ آنجنابی عبدالسلام صاحب کے ان سوالات میں سے اکثر ”اسکاٹ المعتدی“ ہی سے ماخوذ ہیں اور نسخہ ”عجیب“ میں بھی موجود ہیں۔ ”مکانز ظفہ الدین“ میں جہاں وہ سوالات آئیں گے وہیں بتا دیا جائیگا کہ وہ اسکاٹ المعتدی اور نسخہ ”عجیب“ میں کس جگہ ہیں۔ حضور مجاہد ملت کے جوابات میں پہلے آنجنابی عبدالسلام صاحب کے سوالات کے جوابات ہیں اور ضمیمہ میں خود حضور مجاہد ملت کے قائم مقام آنجنابی عبدالسلام صاحب سے کئے ہوئے سوالات کے اپنی طرف

سے دئے ہوئے جوابات ہیں۔ "اسکاٹ المعتدی" اور "نسخہ ربیعہ" یا "اسکاٹ المفتری" اور نسخہ "غریب" سے یا اس قسم کے سوالات سے نہ دہرایہ دیوبندیہ کی کفریات دور ہو سکتی ہیں نہ ان پر لدا ہوا سا ہا سال کے سوالات کا بوجھ اتر سکتا ہے۔ دیوبندی واقعی چاہتے ہوں تو اصول پر قائم ہو کر تصفیہ نزاع کے لئے سامنے آئیں۔ ان فرید الاصلاح وما توفیقنا الا باللہ علیہ توکلنا والیہ تنیب۔

محمد علی جناح جیسی مدرس درجہ عربی جامعہ حبیبیہ الہ آباد

خریدار است

سان العصر حضرت علامہ الحاج محمد عاشق الرحمن صاحب حبیبی قادری

صدر مدرس جامعہ حبیبیہ الہ آباد

مکتبہ المدینہ
۲۳ ص ۱۳
معروف بہ

بطش غیب

۲۳ ص ۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۲۔ ربيع الاول شریف کو جو واپس نے عین مجلس مبارک میں کہہ...
سے زائد مسلمان جمع تھے ایک مولوی صاحب کو دربارہ علم غیب سوال
کرنے کے لئے آمادہ کیا اور بھلا اللہ تعالیٰ فوراً جواب شافی پایا جسے بر ملا
اُن مولوی صاحب نے تسلیم کیا اور ٹھیک ہے فرمایا جس پر اہل مجلس نے
اُن کی انصاف دہی کی تعریف کی اور وہ تشریف لے گئے اُسی وقت
اُن کے افسر صاحب نے کہا تھا کہ اُن کی زبان بند ہو گئی یعنی تسلیم کر کے
نہیں اُٹھے بلکہ ہیبتِ حق سے بند ہو گئے حاضران مجلس نے فوراً لقمہ
دیا کہ حضرت وہ ٹھیک ہے کہہ کر تو اُٹھے ہیں آپ فرماتے ہیں فقط بند
ہو گئے پھر بار بار خود اُن کے ان افسر صاحب سے فرمایا گیا کہ آپ کو شک
ہو تو آپ سمجھ لیجئے اس کا جواب کچھ نہ تھا۔ آخر مع اپنے ہمراہیوں کے بہت

ناکامی کے ساتھ تشریف لے گئے اُس روز سے تمام وہابیہ شہر کو فکر رہی
 کہ کسی طرح اس عار کو دفع کریں و و مدد سے کہ باہم سخت مخالفت رکھتے تھے
 اہل سنت کے مقابل ملتہ و اخدۃ ہو گئے۔ اہل سنت کے متعدد غلطوں میں
 ان کے طلبہ و مدرسین غول باندھ باندھ کر بڑے ارادوں سے گئے مگر
 بحمد اللہ تعالیٰ کبھی ہمت نہ پڑی آخر یہ ٹھہرائی کہ اپنے اکابر کو بلائیں
 اور اہل سنت کو جس طرح ممکن ہو نقصان پہنچائیں مہینوں سے خبریں
 اڑاتے تھے کہ فلاں فلاں صاحب بلائے جائیں گے مباحثہ ہوگا ہنگامہ
 کریں گے۔ یہاں تک کہ ۱۱ ماہ حال روز دوشنبہ کو قریب عصر خبر آئی
 کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانی اور مولوی خلیل احمد صاحب انہیٹی
 آگئے اور رات کی گاڑی میں مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و مولوی
 احمد حسن صاحب امر وہی بھی آنے والے ہیں بعد عشا ہم طلبہ کو اپنے سبق
 وغیرہ سے فارغ ہو کر خیال آیا کہ ان چاروں حضرات سے مسائل و ائمہ
 کی نسبت بعض شرعی ضروری سوالات کر لیں کہ علماء کا جواب عالمانہ
 ہوتا ہے ممکن کہ اُن کے منصفانہ جواب ہی سے جہالات وہابیہ شہر
 کا علاج ہو جائے اور جب خود اپنے ہی علماء کا جن کو اپنی مدد کے لئے بلایا
 ہے جواب دیکھیں تو ان وہابیہ کا فتنہ بآسانی ازالہ پائے اس توقع پر
 شب ہی کو یہ سوالات لکھ کر صبح معززین و عمائد شہر مثل جناب خواجہ
 محمد حسن صاحب دعائی جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب و رئیس
 ویندار جناب شیخ محمد تصدق حسین خاں صاحب و جناب منشی محمد

ظہور صاحب و جناب محمد عثمان خاں صاحب و دیگر بعض معزز و معظم
سادات کرام کے ہمراہ مولوی اشرف علی صاحب کے فرود گاہ پر حاضر
ہوئے خیال تھا کہ چاروں صاحب وہیں تشریف رکھتے ہوں گے مگر
معلوم ہوا کہ صرف مولوی تھانی صاحب تشریف فرما ہیں باقی صاحبوں
کے آنے کی خبر حضرات نے محض بے پروائی کی اڑائی تھی پھر بھی مولوی صاحب
کا ملنا غنیمت جانا کہ اب بعد مولوی گنگوہی صاحب کے یہی سرگرم
دیوبندیان گئے جاتے ہیں اور یہ کوئی مناظرہ بھی نہیں جس میں مولوی صاحب
کو وہابیہ ہر دو مدرسہ کی طرح استعانت بالغیر کی ضرورت پڑے یہ تو
دینی مسائل کے چند سوال ہیں اور وہ بھی خود آپ کے اور آپ کے
برادر بزرگ مولوی گنگوہی صاحب کے عقائد سے متعلق مگر ہزار افسوس
کہ مولوی صاحب موصوف ان سوالات کا سرنامہ دیکھتے ہی سخت مضطرب
ہو گئے اور بہت مدت سماجت سے انھیں فوراً واپس دیا ہر حید گزارش
کی گئی کہ یہ کوئی مباحثہ نہیں چند مسائل کا جواب مطلوب ہے مگر مولوی صاحب
بات زبان سے نکلنے نہ دیتے تھے برابر معاف کیجئے معاف کیجئے فرماتے
تھے ہوا خواہوں کی اڑائی ہوئی خبر مباحثہ مباحثہ مولوی صاحب کے
کانوں تک پہنچی ہوئی تھی اور وہی تصویر آنکھوں کے سامنے تھی حتیٰ کہ
مجبوراً اس لفظ پر ختم فرمایا کہ آپ جیتے ہیں ہمارا ہم طلبہ اور تمام
اہلسنت حضار واقعہ سخت حیران تھے کہ عالم سے چند مسائل دریافت
کئے جائیں اُس پر اس قدر گھبراہٹ کس لئے آخر مجبوری سب حضرات

واپس آئے اُسی وقت وہی پرچہ سوالات بصیفہ رحبٹری رسید طلب
مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچ دیا آج تیسرے دن انکاری ہو کر
واپس آیا اب بذریعہ طبع حاضر کئے جاتے ہیں مسلمان ملاحظہ فرمائیں کہ
ان سوالات میں ایسی کیا بات تھی جس سے مولوی صاحب کو اس
درجہ وحشت و اضطراب کی حالت ہوئی اہم غریبا طلبہ اُمیدوار کہ اب
بغورہ تنہائی میں انھیں ملاحظہ فرما کر ایک ہفتہ میں یعنی جمعہ ۲۲ ماہ حال
تک باطمینان جواب عطا فرمائیں آیہ کرمیہ کہ آغاز سوالات میں لکھی ہے
پیش نظر رکھ کر عہد انہی کی مخالفت پسند نہ کریں ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ العلیٰ العظیم۔

www.NAFSEISLAM.COM

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

بملاحظہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی و مولوی خلیل احمد صاحب
انبہٹی و مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و مولوی احمد حسن صاحب
امروہی خصوصاً و اولاً و سائر موافقین و متبعین اہل گنگوہ و دیوبند عموماً و
ثانیاً قال اللہ تعالیٰ عز من قائل وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیثَاقَ النَّبِیِّیْنَ اَوْ تَوَاصَّلَ
لہ ان صاحب کے تشریف لانے کی خبر بھی حضرات نے اُڑائی تھی لہذا ان کا نام لکھا گیا کہ مولویوں سے
سوال کو کیا درکار ورنہ ہمیں ان کا بھہرہ وجوہ موافق دیوبندیان پہننا معلوم نہیں ۱۲۔

ہے یا کافر۔

سوال دوم۔ جو شخص باوصف اعتقاد مذکور کذب باری بالاتفاق ممتنع بالغیر ہے قائل وقوع کذب کی حمایت میں مسئلہ خلف وعید پیش کرے اور کہے کہ وقوع خلف وعید کو جماعت کثیرہ علمائے سلف کی قبول کرتی ہے اور واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے گاہ وعدہ گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جس کو مستلزم ہے انسان اگر ہو گا تو حیوان بالضرور موجود ہووے گا لہذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے آیا یہ قائل مسلمان ہے یا کافر اور جو اسے مسلمان کہے وہ مسلمان ہے یا کافر۔

سوال سوم۔ جس وصف کا اثبات مخلوق میں کسی ایک فرد کے لئے شرعاً شرک ہو آیا وہ تمام مخلوق میں جس فرد کے لئے ثابت کیا جائے شرک ہی ہو گا یا بعض کے لئے اس کا اثبات شرک ہو اور بعض کے لئے نہیں کیا شرک میں تفصیل ہے کہ بعض مخلوقات اللہ تعالیٰ کی شریک ہو سکتی ہیں اور بعض نہیں اور اگر یہ تفصیل باطل ہے اور جس صفت کا ایک فرد کے لئے اثبات شرک ہو ہر فرد میں مطلقاً یہی حکم

۱۔ یہ عبارت بھی اسی فتویٰ گنگوہی صاحب کی ہے مسلمان دیکھیں کہ گنگوہی صاحب نے کیسا صراحۃً خدا کا جھوٹا ہونا ثابت کیا ۱۲

ہے تو جو شخص ایک صفت کو ایک فرد کے لئے ثابت ماننا شرک بتائے اور خود اُسی صفت کو دوسرے فرد کے لئے ثابت مانے تو آیا خود وہ اپنے منہ سے شرک ہوا یا نہیں۔

سوال چہارم۔ جس طرح فروع و اعمال میں چار اصول ہیں کتاب و سنت و اجماع و قیاس آیا اصول عقائد میں بھی یہی اصول ہیں یا کچھ اور بر تقدیر ثنائی وہ اصول کیا اور کتنے ہیں کہ جن کے علاوہ کسی اور دلیل سے عقائد میں استدلال ناجائز و باطل ہو۔

سوال پنجم۔ باب عقائد جس میں قطعیات کے سوا احادیث آجاتی ہیں یا کافی سمجھی جاتی ہیں وہ کیا باب ہے آیا متعلقات افعال مکلفین کے سوا ہر مسئلہ مطلقاً اسی باب عقائد سے ہے اور کسی کے لئے کوئی تفصیل ثابت یا اُس سے اُس کا سلب ماننا علی العموم ایسا ہی ہے کہ بے دلیل قاطع باطل و نامقبول یا یہاں کوئی تخصیص و تفصیل ہے اگر ہے تو کیا ہے اور اُس کا ثبوت کہاں سے۔

سوال ششم۔ عقائد میں تقلید جائز ہے یا نہیں اگر ہے تو کس کی آپ عقائد میں صرف امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں یا کس کس عالم محدث منسٹر وغیرہ کے۔

سوال ہفتم۔ جو مسئلہ باب عقائد سے ہو اُس کی دونوں جانب ایجاب و سلب اُسی باب سے ہوں گے یا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک جانب

سہ شخص بھی مولوی محمد رفیع صاحب و مولوی انبہٹی و عام درباریہ ہیں ۱۲

بے قطع نامقبول اور دوسری جانب ظنیات بھی قبول بر تقدیر ثانی
اس کا کیا ثبوت اور وہاں کیا فارق۔

سوال ہشتم۔ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے یا نہیں کہ باب
فضائل میں ضعات بھی مقبول وہ کون سا باب ہے اور نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم یا اہل بیت و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے کسی
فضیلت کا اثبات اس باب سے ہے یا نہیں۔

سوال نہم۔ روز اول سے روز آخر تک ماکان و مایکون جو کچھ
ہوا اور ہوگا متناہی ہے یا غیر متناہی اللہ عز و جل کا علم صرف اسی
ماکان و مایکون میں منحصر اس کے سوا مولیٰ تعالیٰ معاذ اللہ کچھ نہیں جانتا یا
یہ اُس کے علوم سے ایک نہایت قلیل حصہ ہے جو ادنیٰ قطرے اور لاکھوں
بحار کی بھی نسبت نہیں رکھتا بر تقدیر ثانی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے
اس کا اثبات شرک ہے یا کفر یا ضلالت یا ان سب سے پاک۔

سوال دہم۔ روز اول سے روز آخر تک جو کچھ ہوا اور ہوگا
وہ سب لوح محفوظ میں مکتوب ہے یا نہیں اگر ہے تو اللہ تعالیٰ اُس میں
سے کتنی بات کا علم عطا کرنے پر قادر ہے بعض کا یا کل کا اگر اُس مجموعہ
کا علم دینے پر قادر ہے تو دوسرے کے لئے اُس کا بے عطائے الہی ثابت
ماننا کیونکر شرک ہو سکتا ہے کیا اللہ تعالیٰ دوسرے کو اپنا شریک بنالینے پر
قادر ہے۔ اور اگر نہیں تو وہ حد معین کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اتنی باتوں
کا علم دینے پر قادر ہے اس سے زیادہ پر قدرت نہیں رکھتا۔

سوال یازدہم۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بطلان الہی بعض مغیبات کا علم ہے یا کسی غیب کا علم اصلاً نہ دیا گیا جو شخص مطلقاً علم غیب بطلان الہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسلوب مانے وہ قرآن مجید کا مکتذب اور نبوت کا منکر اور زندیق کافر ہے یا نہیں۔

سوال دوازدہم۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کی خبریں بتانے تشریف لاتے ہیں یا شہادت کی جنہیں لوگ خود بھی اپنے حواس و عقل سے سمجھ سکتے ہوں۔ بر تقدیر اول ان علوم غیب میں اُن کو تمام عالم پرفیض ہے یا نہیں اور اُن سب میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن پر فضیلت ہے یا نہیں جو شخص اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت و تخصیص کا منکر ہو مسلمان ہے یا کافر۔

سوال سیزدہم۔ وہ کئے علوم غیب ہیں اور کن باتوں سے متعلق ہیں جو لازم نبوت ہیں اور وہ سب انبیاء میں یکساں ہیں یا بتفاوت اور ہر نبی کو نبوت کے ساتھ معاً عطا ہوتے ہیں یا بتدریج ملتے رہتے ہیں۔ بر تقدیر ثانی بعض کا بعض وقت میں انتفاء و سرے وقت حصول کو منافی ہے یا نہیں۔

سوال چہار دہم۔ آیات و احادیث کے اطلاقات و عمومات جب تک اُن کی تفسیر و تخصیص دلیل و حجت شرعی سے ثابت نہ ہو انہیں اپنے اطلاق و عموم پر نہ گھنا اور نصوص کو اُن کے ظاہر پر حمل کرنا واجب ہے یہ شخص خود مولوی اشرف علی صاحب ہیں اپنے رسالہ حفظ الایمان صفحہ ۷ میں اس کے منکر ہوئے ۱۲

ہے یا نہیں۔

سوال یا نزدہم تخصیصات عقلیہ یا عرفیہ معروفہ عام کو اپنی قطعیت سے نازل کرتی ہیں یا نہیں۔

سوال شانزدہم۔ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام متاخرین مفسرین و شراح کے اقوال غیر ماثورہ و بے سند پر مقدم ہے یا ان کے اقوال خدا و رسول کے کلام پر حجت ہیں ان کے مقابل ان کا پیش کرنے والا مؤمن صالح ہے یا گمراہ فاسق۔

سوال ہفدہم۔ کس دلیل شرعی سے ثابت ہے کہ تمام صبیان و مجانین و بہائم کو بھی علم غیب ہے اگرچہ بعض کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ گدھے کو کتنا علم غیب ہے اور بھینس کتنا غیب جانتی ہے اور اُتو کتنے غیب کا عالم ہے جو شخص ان سب کے لئے علم غیب ثابت کرے مسلمان سنی صالح ہے یا کافر یا گمراہ یا فاسق۔

سوال ہسزدہم۔ جو شخص یہ کہے کہ بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے اُس نے نبی

لے یہ شخص بھی یہی مولوی اشرف علی صاحب اُسی رسالہ حفظ الایمان میں ہیں ۱۲
لے یہ عبارت بھی انھیں مولوی اشرف علی صاحب کی اُسی رسالہ صفحہ ۷ میں ہے
مسلمان دیکھیں ان مولوی صاحب نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
کس درجہ تحقیر کی ہے۔ ۱۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی یا نہیں کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر یاگل اور ہر چوپائے کو حاصل ہے ایسا
کہنے والا مسلمان ہے یا کافر اور جو اسے مسلمان جانے وہ مسلمان ہے
یا کافر۔

سوال نوز دہم۔ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی و مولوی رشید احمد
صاحب گنگوہی اور خود آپ حضرات کہ عالم کہلاتے ہیں آیا ان کا یا آپ کا
علم علم الہی کے برابر اور جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہے یا انھیں اور آپ کو
صرف بعض کا علم ہے بر تقدیر ثنائی اگر کوئی کہے کہ ان اشخاص مذکورین کو
عالم کہنے کی کیا تخصیص ہے مولوی اسماعیل صاحب کا سا علم ہر گائے کو
ہے اور مولوی گنگوہی صاحب کا سا علم ہر بھینس کو ہے اور تھانی انہی
دیوبندی امروہی صاحبان کا سا علم ہر بھیڑ اور بکری کو تو اس مسئلہ
نے دہلوی اور گنگوہی اور آپ صاحبوں کی توہین کی یا نہیں اگر کی تو کیا وجہ
کہ یہ الفاظ آپ صاحبوں کے حق میں تو توہین قرار پائیں اور محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین نہ ٹھہریں اور اگر نہیں تو
وجہ تخصیص بتائیے کہ انھیں اور آپ حضرات کو مولوی کہا جائے اور ان
چوپایوں کو باوصف اس کے کہ آپ کے نزدیک علم میں آپ صاحبوں کے
برابر ہیں اس لقب سے محروم رکھا جائے۔

سوال ستم۔ آپ کے ایمان میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم وسیع تر ہے یا ابلیس لعین کا

لے یہ عبارت مولوی انہی صاحب و مولوی گنگوہی صاحب کی ہے نسبت و قبولاً و کھٹے براہین کاملہ
صفحہ ۴۲ طبع اول ۱۲

کہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وصحت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی
وصحت علم کی کون سی نص قطعی ہے اُس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے علم کی توہین کی یا نہیں ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر۔

آپ کے ملاں و کلال کے خیال سے فی الحال یہ پیش سوال حاضر
خدمت ہیں سوالات مزید انشاء اللہ المجید بعد جواب متعاقب حاضر
ہوں گے۔ اول مخاطب آپ حضرات ہیں آپ چاروں صاحب اگر
جواب سے عجز کا اقرار تحریر فرمائیں تو کسی اور کا جواب قابل التفات
ہو سکے گا اگر آپ نے جواب نہ دیا اور کوئی پانچواں شخص برائے نام مجیب
بنا تو جب تک آپ صراحتہ اقرار عجز نہ فرمائیں اُس کی بات قابل التفات
نہ ہوگی کہ مقصود مفت کی تو توہین میں نہیں بلکہ تصفیہ امور دین اور
جناب گنگوہی صاحب کے بعد آپ ہی چار صاحب فرقہ دیوبندیہ کے
سرگرم وہ دعائی مبین تو آپ کے سوا زید و عمرو سے خطاب نہیں مینوا
توجروا۔ مورخہ ۱۲ جمادی الآخرہ روز سہ شنبہ ۱۳۲۳ھ۔

المستفتی

خادمان اہلسنت عبدالرشید و غلام مصطفیٰ ابراہیم بہاری و غلام محمد
بہاری و ظفر الدین قادری و دیگر اہلسنت۔

پیشی سوالات پر مولوی اشرف علی صاحب کی حالت

آج بتاریخ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ روزہ شنبہ وقت چاشت ہم طلبہ محمد ظفر الدین و محمد عبدالرشید طلبائے مدرسہ اہلسنت و جماعت مع جناب خواجہ محمد حسن صاحب و جناب شیخ تصدق حسین خاں صاحب و جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب و جناب منشی محمد ظہور صاحب و جناب محمد عثمان خاں صاحب و غیر ہم معززین کرام یہ بیس سوال لے کر مولوی اشرف علی صاحب کے پاس میٹ گنج گئے اور سوالات کا مسودہ فقیر عبدالرشید نے اُن کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ ان کے جواب مرحمت فرمائیے مولوی صاحب نے ہاتھ میں لے کر واپس کیا۔ جب کہا گیا کہ آپ انھیں دیکھ تو لیجئے جواب دیا کہ میں نے آپ سے لے لیا اور اب آپ مجھ سے لے لیجئے میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا ہوں اور نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک رہے جو شخص تم سے دریافت کرے تم اُسے ہدایت کرو۔ طبیب کا کام نسخہ لکھ دینا ہے یہی عذر غلط مولوی محکمہ ہی صاحب نے بھی سنایا تھا دیکھئے رسالہ دفع ذیخ نزل غ ۱۲-۲۱

ہے یہ نہیں ہے کہ مریض کی گردن پر چھری رکھ دے کہ تو پی لے تم اپنی اُمت
 میں سب کو داخل کر لو جب کہا گیا کہ یہ مباحثہ نہیں ہے بلکہ چند سوالات
 ہیں تو کہا کہ آپ کتنا ہی کہیں میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اور لکھ چکا ہوں وہی
 کہوں گا اور اگر مجھے تھوڑی دیر کے واسطے معقول بھی کر دیکھے تو وہی
 کہے جاؤں گا۔ مجھے معاف کیجئے آپ جیتے اور میں ہارا اُس وقت
 مولوی صاحب کے پاس حافظ احمد حسن صاحب مہتمم مدرسہ مداری دروازہ
 و مولوی ابراہیم مدرس مدرسہ مذکورہ و حاجی محمد سعید صاحب سوداگر رکن
 مدرسہ مذکورہ و حسین الدین و حسن نواز طلبائے مدرسہ سرائے خدام و
 میر اکبر علی صاحب محصل چندہ مدرسہ سرائے خدام و جناب منشی بیچ الدین صاحب
 ولد ڈپٹی خیر الدین صاحب و مولوی ولی اللہ صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ
 رام پور اور بعض حضرات اور بھی موجود تھے۔ خواجہ محمد حسین بقلم خود
 العبد العبد العبد العبد العبد
 محمد تصدق حسین بقلم خود۔ غلام قادر۔ محمد ظہیر عثمان خان بقلم خود۔ حافظ بنیاد علی

اہل اسلام سے انصاف طلب

مسلمان ملاحظہ فرمائیں کہ عالم کہلا کر دینی مسائل کے نام سے اتنا
 گھبرا جانا کیا معنی رکھتا ہے مگر افسوس کہ مولوی صاحب کو یہ سخت تکلیف
 اُن کی ذریات اہل مدرسین و دیگر وہابیہ شہر کے ہاتھوں پہنچی مولوی صاحب

جسے فساد بتاتے ہیں اس کے بانی وہی حضرات ہیں انھیں نے مہینوں سے
 مناظرہ مناظرہ کی رٹ لگائی اُسی طرف سے آپ کو براے مباحثہ بلانے کی
 خبریں اڑیں ادھر ہی سے آپ کے آنے پر شورشیں ہوئیں اور حکم ان انشاء
 قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ بزعيم خود اہلسنت کے طورے لگا دیوں کے
 آنے کی غلط خبریں دیں ان وجوہ پر سمجھا گیا کہ آپ اُن کے عمدہ ہیں لہذا
 آپ کی خدمت میں سوالات حاضر ہوئے ورنہ پہلے کبھی کسی نے آپ کی طرف
 التفات بھی نہ کیا تھا بہر حال دینی سوالوں کے نام پر اتنا اضطراب عجیب العجاب
 آپ کا اقرار جہل اگرچہ قد یصدق کی تصدیق ہو اور آپ کا فرمانا کہ میرے
 اساتذہ بھی جاہل ہیں آپ کی سعادت مندی مگر مناظرہ دینی کہ زمانہ رسالت
 سے سنت متواتر ہے اُسے فساد بتانا سخت عجیب ہے اور عجیب ترمیم ہے
 کہ خود آپ کا حفظ الایمان ایسی ہی متعلق بعض عقائد سوالات کا جواب ہے
 اگر ایسے سوالوں کا جواب دینا فساد ہے تو یہ فساد تو آپ ہی کا ہے پھر
 دفع فساد کو فساد بتا کر بچنا فساد کا مقام رکھتا ہے اور سُنتے تو جناب مولوی
 گنگوہی صاحب نے جو خاص مناظرہ میں کتابیں لکھیں جیسے رد الطغیان و
 ہدایۃ الشیعہ اور براہین قاطعہ پر وہ حرف بہ حرف قبول کی تقریظ جمائی آپ کے
 نزدیک وہ کتنے بڑے مفسد و فساد پسند تھے یا یہ ٹھہری ہے کہ جہاں
 دو حرف کہنے کی گنجائش سمجھے مناظرہ دینی کام ہوا اور جہاں سخت سے
 مقابلہ پایا مناظرہ فساد ہو گیا لیس انصاف یہ کیا دین یہ کیا دیانت ہے
 کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ سخت توہینیں

کیجئے اور جب کوئی مسلمان اُس کا تصفیہ چاہے تو دینی سوال کو فساد
 کہہ دیجئے اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین پر وہ سخت اصرار
 کہ معقول بھی کہہ دو مگر میں وہی کہے جاؤں گا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
 العلی العظیم خیر ایک ہفتہ کی مہلت آپ کو اور ہے اس میں جواب دیجئے
 یا توہین نبوت سے توبہ کیجئے اللہ توفیق بخشنے آمین۔ العبد محمد ظفر الدین
 و محمد عبدالرشید طلبہ مدرسہ اہل سنت و جماعت واقعہ بریلی۔
 ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۶۳ھ

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کی شہرہ آفاق منتظر عام پر آنے والی اہم پیشکش
 THE NATURAL HISTORY OF HUMANITY
 DE RHASMANI WAL JAMAAT
سرورِ کونین ﷺ کی بشریت و انبیایت

تالیف: محمد نعیم اللہ خان قادری

بی ایس سی۔ بی ایڈ
 ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونکہ

الذین الطیر

۱۳۵۲ھ
معروف بہ

صلائے مناظرہ

۱۳۵۲ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مُحَمَّدٌ ﷺ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

ہدایت طلبی کے نام لیووں کو اسلامی دعوتِ مناظرہ
مناظرہ کی نمائشی پکار کا کشفِ حقیقت

قال الله تعالى وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اِنَّ
انصاف ان معروضات کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں جو سچے دل سے
انصاف کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر حق واضح فرمادیتا ہے وہ اس
آیت کریمہ میں فرما چکا کہ جو ہماری راہ میں کوشش کریں ہم ضرور ضرور
انہیں اپنی راہوں کی ہدایت فرمائیں گے آپ کا نیاز مند اولاد و اصحاب واضح

اصول اہل ایمان و انصاف کے سامنے پیش کرے جس کا جواب کسی ذی عقل کے نزدیک سوا ہاں کے کچھ نہیں ہو سکتا پھر واقعہ خاصہ پر ان کی تطبیق گزارش ہوگی۔

اصول واضحہ (۱) الحمد للہ ایمان ہی وہ نعمت ہے جس کی حفاظت تمام دینی عظیم کاموں سے بھی اہم و اعظم ہے نہ کہ دنیوی مشغلے جن کا مقصود خدا نہ ہو۔

(۲) اہم فالاہم کی ترتیب عقل و نقل کا اجماعی مسئلہ ہے جس پر امر اہم کا بھاری مطالبہ عائد ہو چکا اور وہ اُسے چھوڑ کر غیر اہم میں وقت برائے وہ یا تو عقل سے من نہیں رکھتا یا براہ فریب و مخالطہ اپنا گہرا عیب چھپاتا کاری زخم سے جان بچاتا ہے کہ بالائی باتوں میں عظیم مطالبہ ٹل جائے اور عوام پر اپنا عجز اپنا سخت عیب نہ کھلنے پائے۔ ایک شخص پر دس لاکھ اشرفی کے سرقہ کا دعویٰ دائر ہے وہ اس کا جواب کچھ نہ دے بلکہ یہ کہے کہ دین پیسے جو اس دن میں نے قرض لئے تھے کیا میں ادا نہیں کر چکا۔ آؤ اس میں بحث کر لو عقلا سے انصاف طلب کہ ایسے شخص کو کیا کہا جائے گا۔

(۳) ایک فرقہ کے اکابر کا سوا لہا سال سے رد ہو رہا تھا و خطوط

لہ اسی بیان کے عیاں کرنے کو ان میں اکثر اصول بطرز استفسار معروض ہوئے کہ ہر عقل و انصاف والا اپنے باطن کی طرف رجوع کر کے سمجھ سکتا ہے کہ ان کا جواب ہاں ہی ہو سکتا ہے و بس ۱۲ منہ

رجسٹری ہو کر جائیں اور ہمیشہ لاجواب رہیں بلکہ صراحتاً جواب دینے سے انکار آئے تو اہل انصاف کے نزدیک مناظرہ کس طرف سے ہوا اور سکوت و فرار کس جانب سے جو اُلٹی نسبت کرے وہ پتکا مجنون یا ڈھٹائی کے ساتھ پورا کذاب ہے یا عاقل راستگو۔

(۴) جو مباحث ساہا سال سے بروئے کار آچکے انہیں قطعاً

لاجواب چھوڑنا نہ انہیں قبول کرنا نہ اُن کے جواب سے اپنا عجز ماننا اور پھر عوام کے آگے مناظرہ مناظرہ پکارنا صریح مکاری ہے یا نہیں۔

(۵) جس فرق پر ساہا سالی سے سوالات کا قرضہ ہو کس قانون

عقلی یا نقلی سے اُس کو اختیار ہے کہ اُن کا جواب تو اصلانہ دے اور اپنی

طرف سے سوال لے وہ بڑے کیا یہ صراحتاً جان بچانا اور اپنا عجز و عیب

چھپانا نہیں کیا ایسے سوال اذہروئے قانون مناظرہ مستحق جواب ٹھہر

سکتے ہیں یا اس حیلہ گری سے وہ برسوں کا قرضہ چھوٹ سکتا ہے۔

(۶) جو مضامین ساہا سال سے چھاپ چھاپ کر تمام ملک بلکہ

عرب و عجم میں شائع کئے جائیں وہ موافق مخالف سب کے سامنے پیش

ہوئے یا اُن کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ صاحب مضامین کو خوف ہے اُن

مضامین کی نسبت تزلزل ہے اُن کو مخالف کے رد و رد و پیش کرنے کے قابل

نہیں جانتا کیا ایسے قائل کو نہ کہا جائے گا کہ وہ یا تو کور و کر ہے کہ آنکھ

نہ کان یا پرے درجہ کا بیخیا کذاب کہ دین نہ ایمان۔

(۷) مناظرہ وہ ہے جس میں احقاق حق مقصود ہو بے اس کے شرعاً

حرام و معصیت اور عقلاً جہالت و نفسانیت۔ احتقاق حق میں ہر فرقہ کی قسمت اُس کے اکابر سے وابستہ ہوتی ہے اُنہیں کا عجز اُس سارے فرقہ پر اثر ڈالتا ہے اصاغر کی اسکات میں کوشش بے سود ہوتی ہے کہ اول تو اُن کو بوجہ بے وجہ ہستی و کم حیثیتی بات بدلنے کہنے مکر نے ڈھٹائی کے ساتھ آفتاب کا انکار کرنے کی زیادہ جرأت ہوتی ہے جو بڑے کہلاتے ہیں اپنے نام کی لاج سے پھر بھی کچھ شر مانتے ہیں اور اصاغر تو جانتے ہیں کہ عجب بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

ایسی حالت میں تو تو میں میں کے سوا وضوح حق کی کیا اُمید اور بالفرض طرف مقابل کی قوت نے ایسا ہی دیا کیا کہ ساکت ہی ہونا پڑا پھر بھی کیا فائدہ اُس فریق والوں کا سہل جواب ہے کہ یہ کون تھے ان کی مغلوں سے ہمیں کیا ضرر اہل انصاف نظر فرمائیں کہ یہ امور کیسے حق صریح ہیں کہ جو حقیقتہً طالب حق ہو اُسے ان میں کلام نہیں ہو سکتا پھر ایک فرقہ کے اکابر کہ ساہا سال دوسرے فریق کے معظم سے خائف و ترساں اور اُن کے مقابل طاقت و بے زبان رہے ہوں رُو چھپیں تقاضے ہوں سوالات جائیں کبھی ایک حرف کے جواب کی ہمت نہ ہو تو کیا اُن کا عجز صراحتہً نہ کھل گیا کیا وضوح حق میں کوئی دقیقہ رہا کس قانون کے رو سے اُن کو حق ہو سکتا ہے کہ خود بدستور پروردہ کشین رہ کر معظم فریق مخالف کے مقابل اپنے اصاغر لے یعنی اگر وہ اپنے اذن و اجازت و نیابت و وکالت سے اپنے کسی چھوٹے یا کالے چور کو بھیجیں تو اگرچہ واضح ہوگا کہ وہ عاجز ہوئے تھے اُنہوں نے اس کو اپنا شکل سنا یا مگر عرصے بلا ٹالنے کا الزام نہ لگے گا کہ اب جو بلا اس پر ہے اُن سب پر ہے ۱۲ منہ

کو ہلکاریں کیا اس سے صاف نہ سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے سر سے بلا لٹالتے
اور احقاق حق کو تو تو میں میں پر ڈھالتے ہیں مسلمانو اللہ و قیامت کو
یاد کر کے ان ساتوں اصول کو پیش نظر رکھو۔

اب آپ کا خیر خواہ نیاز مند واقعہ خاصہ پر ان اصول کی
تطبیق عرض کرتا ہے:-

(۱) بفضل الہی و عنایت حضور پر نور رسالت پناہی جل جلالہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲۱۲ ہجریہ قدسیہ سے سال حال ۱۳۲۲ تک بیستیس سال
ہوئے آستانہ علیہ اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت صاحب حجت قاہرہ مجدد المائۃ
الحاضرہ دام ظلہم العالی سے وہابیہ و غیر مقلدین کے عموماً اور مولوی امجد علی دہلوی
مولوی نذیر حسین دہلوی مولوی قاسم نانوتی مولوی رشید احمد گنگوہی
مولوی اشرف علی تھانی کے خصوصاً وقتاً فوقتاً رد ہوتے رہے اور بحمد اللہ
ہوتے ہیں جن سے تمام ملک آگاہ ہے قدرے تفصیل کے لئے رسالہ
المجلد المعداد لتالیفات المجدد مطبوعہ مطبع حنفیہ عظیم آباد ملاحظہ ہو جس میں
سارے تین سو تصانیف کا مع ذکر فن و زبان و سال تصنیف و حال طبع
و تبیض و غیرہ نام بنام شمار ہے بکثرت رسائل چھاپ چھاپ کر شائع کئے
کبرائے طائفہ کے پاس رجسٹری کو کے بھیجی اکثر برصداے برخواست اور بعض
برصوں غوغا رہا کہ جواب لکھا جائے گا لکھ گیا چھاپا جائے گا چھپنے گیا نتیجہ
وہی نکلا کہ حشر تک جاگنا قسم ہے یعنی وہ چھپنا بالکسر تھانہ بالفتح بالآخر مولوی
گنگوہی صاحب نے جواب سوالات میں لکھ بھیجا کہ مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا

نہ اس قدر مجھے فرصت ملی دیکھو دفع زلیخ زراغ صفحہ ۵ جسے طبع ہوئے
 ساتواں سال ہے ادھر مولوی تھانی صاحب نے جواب سوالات میں کہہ دیا
 کہ میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن
 میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک
 رہے دیکھو ظفر الدین الجید صفحہ ۸ جسے طبع ہوئے پانچواں سال ہے ادھر
 مولوی نذیر حسین صاحب کو ان کا رد و بلیغ حاضر البحرین چھاپ کر بھیجا
 جس میں دلائل ساطعہ سے ثبات کر دیا کہ یہ بزرگوار جو آج سارے
 غیر مقلدوں کی ناک اور ان کے یہاں شیخ النکل فی النکل کہلاتے ہیں علم
 حدیث علم رجال علم اصول حدیث علم جرح و تعدیل غرض جملہ فنون حدیث
 سے محض بے مس ہیں کہ اہل سنت کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی اتنا بے تمیز نہ
 ہوگا افسوس کہ وہ کل فی النکل بھی گل در گل ہو گئے اور جواب کے نام وہی
 مہر خموشی یہ وہ ظاہر و باہر و قاطع ہیں کہ مخالفین بھی جن سے انکار نہیں
 کر سکتے انھیں کو تو ہمیشہ رویا کرتے ہیں کہ ہائے کافر کہہ دیا ہائے یہ کر دیا
 ہائے وہ کر دیا مگر اس مرثیہ کے سوا کسی طرح اپنے بزرگوں کی جان چھڑائیں
 ان کے لبوں سے مہر خموشی اٹھائیں یہ بفضلہ تعالیٰ ناممکن۔ اب کچھ دنوں
 سے شمار اللہ صاحب ایڈیٹر اے ایچ ام ترسری بھی اس ہائے وائے اس
 مرثیہ خوانی میں خواہ باجرت یا ملت و احدہ کی علت ان کے شریک ہو گئے
 جو رورور کہ فرماتے ہیں آپ کی مشین میں ہمیشہ کفر کے فتوے ہی چھپا کرتے
 ہیں اس کا جواب مبسوط تو مجبنا مولانا مولوی ظہیر حسن صاحب نے دو

مجلد میں لکھا ہے پہلا مجلد بفضلہ تعالیٰ عنقریب چھپ کر پاس سٹراٹریٹر
 کے پہنچا دیا جائے گا یہاں اتنا مقصود کہ ہمیشہ سے ان بد مذہبوں کا رد
 یہاں سے شائع ہوتا رہنا انھیں بھی قبول۔ رہا جواب وہ نصیب ہوتا
 تو مرتے ہی کیوں پڑھے جاتے خوبی قسمت سے اُن لوگوں کے نام بھی
 گناہے جن کا رد کیا گیا وہ کون یہی صاحبان تھانوی نانوتوی گنگوہی
 نذیر حسین دہلوی خلیل احمد انبہٹی اور ساتھ لگے امیر احمد امیر حسن ہسوانی
 مگر کچھ سوچ سمجھ کر اپنے اور ان صاحب کے امام الائمہ مولوی اسماعیل دہلوی
 کو الگ رکھا یا شاید وہ یوں بُرا لگا کہ جہاں تقویت الایمان میں اُس نے
 وہابیت کا پس بویا صراطِ مستقیم میں اُس کی جڑ بھی کتر گیا غرض یہی لوگ
 کہ ہمیشہ سے جن کا رد یہاں سے ہوا کرتا سب کو مسلم کیا کوئی ان میں سے
 کسی کی کوئی چھوٹی موٹی چوہ ورتی دو ورتی بھی دکھا سکتا ہے کہ اس
 ۳۵ سال میں ادھر کے کسی رسالے کے رد یا سوالات کے جواب میں لکھی
 گئی ہو۔ الحمد للہ حق واضح ہو گیا اب ہم اہل عقل و انصاف کو اگرچہ وہ
 ہمارے مخالف ہی ہوں اصل ہضم کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ الحمد للہ
 اُن کے اکابر کا عجز و دشمن ہو گیا اب اصاغر کا حال سنئے۔

(۲) انھیں دیوبندی حضرات ایک نوپرواز کوئی صاحبِ مرتضیٰ حسن
 سابق در بھنگی حال دیوبندی اصل چاند پوری ہیں جب ان کے اکابر محمد اللہ
 العزیز القادر لوہا مان مان کر اکثر اپنے مقرر کو سدھارے دو ایک رہ گئے
 تھکے ہارے بڑے بڑے سفید جھنڈی ہلا کر مناظرہ سے الامان الحفیظ پکارے

تو اب یہ سوچھی کہ ان نو سکھ کو ابھارو ۳۵ برس کا بوجھ پیٹھ سے اتار دے
ظاہر ہے کہ خصم ناقابل التفات سمجھ کر منہ نہ لگائے گا احمقوں کے سامنے
کہنے کو ہو جائے گا مسلمانو اصل ہفتم پھر ملاحظہ ہو کیا یہ پوتی پھر بودی تدبیر
سراسر ان کے عجز کی تصویر ڈالتے کے سوار سے کچھ بہتر یا یہ وہ بازی قابل
التفات شیر نر۔

(۳) وہ ہابیت کی شومی قسمت کہ بڑے بڑوں کی مشکل کشائی فریاد سی
حاجت روائی ان نو سکھ کے سر رہی جن کی اردو عبارت تک درست
نہیں اہل تک ٹھیک نہیں ان کی دستاویز ہمارے پاس موجود ہے واقعی
ایسی قوم کی غوثیت ایسوی کو نمایاں تھی۔

(۴) صاحب ایڈیٹر اے۔ ایچ۔ امیرسران نو سکھ سے بھی بدرجہا بہتر
ان بیمارے پر اپنے خاص طائفے کے کل فی النکل کی عجز و حکوت کی مصیبت
کیا کم تھی کہ اپنے مخالف دیوبندیوں گنگوہیوں کے سوزخاں ہو کر ان کی علت
اور اپنے پیچھے لگالی طائفے بھر میں کچھ صکت ہوتی تو پہلے اپنے کل فی النکل کی
ہڈیاں بار قرضہ شیر سے چھڑانا فرض تھا وہ تو بچہ نیم اب نیا گٹھ جوڑا باندھا
تو وہ بھی ان سے جن پر ۳۵-۳۵ برس کا قرض تھا۔ لطف یہ کہ اس سے
پہلے صاحب ایڈیٹر اپنے آپ کو بزعم خود محبی مولانا مولوی عبدالاحد صاحب
کا طرف مقابل بننے کے قابل مان چکے ہیں جن کو اس آستانہ سے ایک انتسابی
پر فخر ہے صاحب ایڈیٹر کا مولوی صاحب موصوف سے ادعائے ہمہری اگر
ٹھیک بھی ہو تو براہ طفرہ اس درجہ بلند پر وازی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا

چھوٹا منہ بڑی بات کیا معنی ار باب خرد اس سے یہ نتیجہ لیتے ہیں کہ صاحب ایڈیٹر نے مولوی عبدالاحد صاحب ہی کے حملہ سے ڈر کر جان بچانے کی یہ تدبیر نکالی ہے کہ اُن سے مانا ہوا مناظرہ ایک شرط محال پر معلق کر دو نہ تو من تیل ہوگا نہ صاحب ایڈیٹر مناظرہ فرمائیں گے ورنہ ملنے ہوئے جوڑ سے یوں گریز کیوں ؟

(۵) صاحب ایڈیٹر کا ادعا ہے کہ مولوی سلیمان صاحب پھلواروی نے بھی اُنھیں مناظرہ میں اپنا مشکل کشا مانا ہے پھلواروی صاحب وہ بزرگ ہیں کہ باقیام ندوہ بریلی اعلیٰ حضرت مجدد المائتہ الحاضرہ کے حضور اپنی تحریر بھیج چکے ہیں جو مسئلہ آٹھ میں بھی چھپ کر پھلواروی صاحب کے سامنے شائع ہو چکی پھر اُسی سال رسالہ اشہارات خمسہ میں چھپی جس میں پھلواروی صاحب یوں گلفشاں ہیں اس میں شک نہیں کہ میں ندوہ کا حامی و مددگار ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے اپنی دیانت و عقیدہ کو خراب کر ڈالا مخدوم میں تو آپ کا ہمنیاں ہوں کا براعن کا بر میں بلا تقیہ پکار پکار کر کہوں گا کہ ندوۃ العلماء کے الف لام سے مراد یہی علمائے اہل سنت ہونا چاہئے نہ روافض و خوارج و مجریہ و وہابیہ خذلیم الشرائع و فکون آپ کا خادم محمد سلیمان قادری جشتی از پھلواروی شریف ۱۴۱۱ شوال ۱۳۳۱ھ اس کے بعد جب پھلواروی صاحب نے باوصف وعدہ حتمی شرکت ندوہ نہ چھوڑی اور جلسہ میں پھر وارد بریلی ہوئے یہاں سے دعوت طعام و کلام دونوں محکمیں پھلواروی صاحب نے دعوت طعام قبول کی اور دعوت کلام سے

عدول کو صاف تحریر لکھ دی کہ میں مرد میدانِ مناظرہ نہیں پھر اس اندیشہ سے کہ مبادا طعام میں کلام پیدا ہو قبول کی ہوئی دعوتِ طعام بھی چھوڑی عذر لکھ بھیجا کہ دست آتے ہیں باقی حالات کتاب دربار حق و ہدایت و کتاب بارش بہاری بر صدف بہاری وغیرہ رسائل و زندوہ میں ملاحظہ ہوں بفرض محال عادی اگر صاحب ایڈیٹر نے خلاف عادت یہ صحیح بیان کیا ہو کہ جناب مولوی پھلواروی صاحب نے اُن کو یہ خط لکھا تو صاحب ایڈیٹر پر وہاں تک دو بار تھے ایک کُل فی الکُل کا دوسرا حضرات دیوبند و گنگوہہ کا اب کیا یہ تیسرا انھوں نے اور اپنے اوپر لیا کہ نقیوں کے بھی ناٹب نے اور ۱۹۰۱ء سے زائد سوالات جو قہر الہی کی طرح وقتاً فوقتاً اُن پر اُترے اُن سب کے بھی زیر بار ہوئے ہاں ضرور لیا نہ فقط انھوں نے بلکہ اپنے کبرا مخالفانِ ندوہ کے خلاف درکھنگی صاحب نے بھی کہ اس خط کے صدق و کذب سے قطع نظر درکھنگی صاحب و صاحب ایڈیٹر دونوں ندوہ کے بندہ بے زر جیسا کہ اُن کی تحریرات سے جلوہ گر تو دونوں ضرور اس تیسرے سے بارور۔

(۶) صاحب ایڈیٹر پر اے تینوں قرض جلنے دیں خود اپنے ذاتی قرضہ کی فکر کریں۔ چائیک لیٹ براہل حدیث کہ ان کے مضمون ”ہندوستان میں دو نجد“ کے رد میں مولانا ظہیر حسن صاحب نے تحریر فرمایا اور اس کا حجم دو جلد مبسوط تک پہنچا جلد اول بفضلہ عز و جل قریب تیاری ہے جس میں ان کے ترک اسلام کی بھی پوری ضد متگذاری

ہے پہلی ہی جلد میں صاحب ایڈیٹر پر ایک ہزار تازیانے کے قریب
 تک عدد پہنچا ہے جن میں صاحب موصوف کے صد ہا کفریات
 تازہ کا انھیں کی تحریرات سے ثبوت دیا ہے۔ صاحب ایڈیٹر نے
 آپ ہی خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخت سخت
 گندی گندی توہینیں کیا کم کی ہیں کہ فلاں و فلاں کے غلام و حمایتی و
 مرثیہ خواں بن کر عدد اور بڑھوانے کے ملتی ہیں ع

تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی بیڑ تو

اوسر تو رسالہ اس درجہ طویل ہو گیا اُدھر اخبار پر بہار اہل وقت کا
 انطباع مدتوں معرض القوا میں رہا کچھ تو بوجہ حوادث اور زیادہ یوں کہ
 ہمارے سچی بھائی ہمیشہ الہی پورے پورے اس شعر کے مصداق ہو رہے ہیں
 ۱۔ کریموں کا بدست اندر دم نیست خداوندان نعمت را کرم نیست

بد مذہبوں کے کتنے ماسواری کتنے ہفتہ وار رسالے اخبار حشرات الارض
 کی مانند ملک میں پھیل کر پلید پلگ کی طرح اپنا زہر پلا اشرم پھیلاتے ہیں
 اور ہمارے بھائی عزت و عظمت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے فدائی میٹھی نیند سوتے ہیں کچھ پرواہ نہیں گن جن کہ ہندوستان بھر
 میں دو ایک پرچے حمایت مذہب حق کا بار اپنے دوش ہمت پر اٹھائے
 ہیں نہ ان کی اعانت سے کام نہ اشاعت سے مطلب۔ جاری رہیں یا بند
 ہو جائیں کسی پہلو پر نگاہ نہیں۔ اللہ ہمارے بھائیوں کو توفیق خیر رفیق
 فرمائے کہ دین کو دین دنیا کو دنیا سمجھنے کا وقت آئے آمین یا ارحم الراحمین

یہ دونوں سبب عارض نہ ہوتے تو چاہیک لیث اگر خدا چاہتا
 کب کا سر و پشت تک پہنچ کر کا سر ریاخ مناظرہ ہو جاتا دو حرفی اعتقاد
 کا شیرازہ کھل کر شیریں پنجاب کا نشہ ہرن بناتا خیر اب انشاء اللہ المستعان
 وقت قریب آتا ہے اِنِّیْ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ کا لطف دکھاتا ہے
 و باللہ التوفیق ولہ الحمد۔

(۷) یہود و مشرکین میں دربارہ توہین و تکذیب انبیائے کرام
 علیہم الصلاۃ والسلام گویا عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے محمد رسول اللہ
 و عیسیٰ کلمۃ اللہ علیہما صلوات اللہ کی تحقیر و تکذیب تک تو دونوں ملعون فرقے
 مشفق ہیں مگر جہاں سے پوری غیر مقلدی کی حدود و شروع ہوں یعنی اصلا
 کسی نبوت کو برائے نام بھی نہ ماننا اُس میں مشرکین اکیلے ہیں پھر بھی باوصف
 اپنے بھاری مخالف کے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل
 ملہ واحدہ ہو کر غزوہ احزاب میں دونوں ملعون مل کر مقابلہ طلب ہوئے
 تھے پھر نتیجہ جو ہوا وہ سب نے سنا قال اللہ تعالیٰ وَ سَاءَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ
 کَفَرُوْا بِعَیْظِمْ کَمْ یَنَآئُوْا خَیْرًا وَ کَفٰی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْقِیْتَ اَلْ
 سَانَ اللّٰهُ قُوًیًّا عَزِیْزًا خُدا نے کافروں کو اُن کے غم و غصہ کے ساتھ پھیر دیا
 کہ کچھ بھلائی نہ پائی اور رڑائی میں اللہ ہی مسلمانوں کی طرف سے کافی ہوا
 اور اللہ زبردست عزت والا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ محمد رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ کریم ہیں اُن کی عادت کرم سے کہ
 جو نعمت سرکار عزت سے انہیں عطا ہوتی ہے اپنے غلاموں پر بھی اُس کا

پر تو ڈالتے ہیں جب آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ
 نازل ہوئی کہ اللہ اور اُس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ
 وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ صدیق اکبر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ جو نعمت حضور کو ملتی ہے حضور ہم کو
 بھی اُس کے سایہ کرامت میں لیتے ہیں اس پر آیہ کریمہ اُتری هُوَ الَّذِیْ
 یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ اے مصطفیٰ کے غلامو اللہ اور اُس کے فرشتے اُن کے
 صدقے میں تم پر بھی درود بھیجتے ہیں و لیل الحمد انشاء اللہ العزیز اُسی کرم
 قدیم کی نعمت ہے کہ سرکار نے اپنے غلام مجدد دین اسلام پر بھی اُس واقعہ
 نصرت علی الاحزاب کا سایہ ڈالا انشاء اللہ تقدس و تعالیٰ۔ ریویں بندی و
 گنگوہی و تھانوی وغیرہم۔ مقلد و ہابیوں اور غیر مقلدوں کی وہی نسبت
 ہے جو یہود و مشرکین کی۔ کہ توہینِ شانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم تک سب متفق ہیں اور جہاں سے تبصریح صاف بے پردہ و تقیہ تمام
 ائمہ و اولیاء محبوبانِ خدا سے جدا و بیگانہ اور بالکل بے لگام آزاد و حشیانہ
 ہونے کے حدود آتے ہیں غیر مقلد اکیلے رہ جاتے ہیں خود صاحب ایڈیٹر
 کو اس نسبت کا اقرار ہے اسی پر چہ ۲۰ اگست ۱۹۰۹ء میں فرماتے ہیں یہ منظرہ
 اپنی نوعیت میں ایک ہوگا مرتضیٰ حسن صاحب مقلد ہیں اور حنا کسار
 غیر مقلد۔ شرک و بدعت میں دونوں متفق ہوں گے مگر جہاں سے
 انہوں کی چھ صطریں عبادت میں خلاصہ کی ہے کہ مطلب کا کوئی حرف متروک نہ ہوا۔ صرف
 یہاں یہ غلط تھا کہ شرک و بدعت کی تردید میں متفق ہوں گے تردید بمعنی رد و غلط ہے صاحب ایڈیٹر
 (بقیہ صفحہ آئندہ)

غیر مقلدی کے حدود شروع ہوں اُن میں یہ خاکسار اکیلا ہو گا گویا ہم دونوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوگی یعنی یہ اُن پر ہمیشہ محمول ہوں گے اور وہ اُن پر کبھی کبھی۔ مبارکباد۔ جیسے کافر و مرتد کہ کافر ہر مرتد پر ہمیشہ محمول ہے اور مرتد کا حمل ہر کافر پر نہیں۔ خیر یہ تو اُن کی پس کی چہل ہے مگر اسے اپنی نوعیت میں ایک کہنا صحیح نہیں۔ پہلے یہود و مشرکین بھی یہی کھیل کھیل چکے ہیں قَاتِمْتُمْ بِخَلَاِکُمْ کَمَا اسْتَمْتَحَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ بِخَلَاِ قِیَمٍ وَخُضْتُمْ کَالَّذِیْ خَاصُّوْا۔ وَتَسْتَغْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مَسْقَلٍ یَنْقَلِبُوْنَ ہ اب کہ مشرکین و یہود کی سنت پر قائم ہو کر یہ افواج متفقہ احزاب بنیں تو ضرور تھا کہ یہود و مشرکین ہی کے ہتھیار بھی بکریاں یعنی کذب و افتراء مکر و دغا ان سیاہ نختوں نے پہلی بسم اللہ و سفید جھوٹ سے کی کہ چھپنا۔ خلوت خانہ میں تشریف رکھنا۔ جواب نہ دینا۔ مناظرہ نہ کرنا اور دھر منسوب کیا اور اپنے بڑوں کو جن کی تکفیر کا رونا رو رہے ہیں یوں فرمایا کہ تمام عمر اہل باطل سے مناظروں میں صرف کر دی ہے اب ہم ذی انصاف مسلمانوں کو اصل سوم کی طرف متوجہ کرتے ہیں خُذْ رَا انصاف جس کے ارشادات سے شرق و غرب گونج اُٹھے عرب و عجم (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۷۰) جیسا علامۃ الدہر بھلا غلط معنی مراد لیتا ہے ایک صحیح معنی تکرار میں کیا فی التاج یعنی شرک و بدعت کے بار بار بجالانے میں دونوں متفق ہوں گے اب یہ لفظ بھی انھیں تین سطر زائد سے ہو گیا جن کے حذف سے مطلب میں فرق نہ آیا۔

میں جس کی عظمت شان و حمایت دین و ایمان کے ڈنکے بجے جس نے
۳۵ سال سے اُن گمراہوں کے رد کے رجز طری شدہ اُن پر بھیجے وہ تو
روپوش ٹھہرے اور جنہوں نے ایک حرف کے جواب کا نام نہ لیا بلکہ
صاف صاف استغفا لکھ دیا صریح بر ملا فرار کیا وہ جہنم بھر کے مناظر بنے
اس شوخ چشمی کی کوئی حد ہے۔ کیا اس کی نظیر کوئی اس سے بہتر ہو سکتی
ہے کہ خفاش کہے ہم نے تو بار بار مقابلہ چاہا مگر کیا کیجے کہ آفتاب ہی
سامنے نہیں آتا۔

(۸) لطف یہ کہ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں مناظرہ کا نہ مجھے شوق

ہوا نہ اس قدر فرصت ملی اور اُن کے یہ اذتاب فرمائیں تمام عمر مناظروں
میں صرف کر دی۔ کہتے دونوں میں کون جھوٹا

(۹) تھائی صاحب بولیں میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ

چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں اور
یہ فرمائیں عمر مناظروں میں صرف کی۔
کہتے دونوں میں کون کذاب

(۱۰) تھائی صاحب مناظرہ کو فن فساد بتائیں یہ اُنہیں اور اُن کے

بڑوں کو عمر بھر اسی کا مرتکب ٹھہرائیں

کہتے وہ سب جہنم کے مفسد ہیں یا یہ کذاب اُن کے مرشد ہیں

(۱۱) وہ سوالات کہ گنگوہی صاحب پر رجز طری شدہ کہے اور

اُنہوں نے اُن کے جواب میں مناظرہ سے اپنی نرمی بیگانگی جتائی اور

وہ سوالات کہ تھانی صاحب پر نازل ہوئے اور انھوں نے اُن کو دیکھ کر مناظرہ سے اپنی اور اپنے اُستادوں سب کی جہالت بتائی اگر وہ مناظرہ نہ تھے تو ان صاحبوں کے ان جوابوں کا کیا منشا کیا اُن کو اتنی تمیز نہ تھی کہ مناظرہ اور اس کے غیر میں فرق کریں اب تم تمیز دار پیدا ہوئے یا وہ پہلے کے ایسے خوف زدہ تھے کہ خصم کا ہر مکالمہ انھیں مناظرہ ہی سمجھتا تھا اگر وہ مناظرہ

تھے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ ادھر سے مناظرہ ہوتا اور ادھر سے سکوت و فرار۔ پھر اُسی نسبت وائے کس حد کے کذاب کتنے حیا دار مگر جو اپنے معبودی کو جھوٹا مانیں اپنے لئے جیستی کھیمیاں نگھٹتا خود ہی فرض جانیں ورنہ معبود سے بندے جو افضل ہو جائیں گے۔

(۱۲) اُس سے بڑھ کر سُرخ جھوٹ یہ کہ اعلیٰ حضرت مجدد المائے

الحاضرہ خذل اللہ اعداؤہ فی الدنیا والآخرہ کی نسبت لکھ دیا کہ وہ اور اُن کے گروہ اپنے عقائد کے صدام و لاپرواہی سے ہیں لیکن اُن کی نسبت خود اُن کو تزلزل ہے اُن کے سینے مخوف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مخالف کے روبرو ایک بھی پیش کرنے کے قابل نہیں ہے ہم ذی انصاف مسلمانوں کو اصل ششتم کی طرف توجہ دلاتے ہیں خدا را انصاف جس شیر الہی کی صدا ہا تصانیف ہوں تمام ملک بلکہ عرب و عجم میں ۳۵ سال سے شائع ہو رہی ہوں جس کا رد ہو پہلے اُسی کو جبری شدہ جاتا ہو اُس کی نسبت یہ کلمات لکھنا کسی ایسے کا کام ہو سکتا ہے جسے حیا شرم ایمان دین کسی سے کچھ

علاقہ ہے۔ روشن دن میں مہر نیمروز کی تکذیب بھی تو اس سے بدتر نہ ہوگی۔ وہابیہ کی بدقسمتی کہ اب ان کے مناظرہ کی پگڑی ایسوں کے سر بندھی۔ ایسوں ہی سے مخاطبہ تو احقاق حق کی اُمید دلائے گا جنہوں نے نام لیتے ہی وہ جیتا نکلا کہ اپنے جھوٹے معبود کو بھی مات کر دیا لَبِئْسَ الْمُؤْمِنُ وَاللَّبِئْسَ الْقَشِیْرُ

(۱۳) در بھنگی صاحب اپنی مناظرہ خواہی پر ادھر کا جواب یہ بتاتے ہیں کہ ایک مجدد ملت ایک حقیر امت سے گفتگو نہیں کر سکتا یہ ان کا زرد جھوٹ ہے مفاوضات عالمیہ کہ مولانا مولوی محمد طفر الدین صاحب قادری حفظہ اللہ تعالیٰ نے در بھنگی صاحب کو لکھے ان کا مطالعہ اس زرد جھوٹ کا منہ کالا کر دے گا۔ پہلے جواب کا حال یہ تھا کہ مناظرہ تو سا لہا سال سے قائم ہے کبرائے طائفہ جن کے تلیڈ کے لائق بھی تم اپنے آپ کو نہ جاناؤ ان سے سوائے فرار کچھ نہ بنی مرتے مر گئے ایک تھانی صاحب ابھی زندہ ہیں انہیں آمادہ کرو۔ اور اس کا منشأ وہ اعلام تھا جو سوالات مندرجہ بمطش غیب کے آخر میں لکھ دیا تھا کہ اول مخاطب آپ حضرات ہیں آپ چاروں صاحب اگر جواب سے عجز کا اقرار تحریر فرمائیں تو کسی اور کا جواب سے ظاہر الفاظ حقیر مضاف اور امت سے یہ امت مرحومہ مراد۔ اس تقدیر پر یہ ان کا خیلا جھوٹ ہوگا۔ کس نے کہا تھا کہ آپ کا طائفہ جو اللہ عزوجل کو جھوٹا کہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دے سوا اللہ اس امت مرحومہ میں شمار ہو سکتا ہے حاشائے کبر میں نہ صغیر میں نہ غیر میں نہ نفیر میں بلکہ کافرانِ بے سیر میں اور تو بہ نہ کرے تو ہمیشہ سیر میں ۱۴

قابل التفات ہو سکے گا اگر آپ نے جواب نہ دیا اور کوئی پانچواں مجیب
 بنا تو جب تک آپ صراحتاً اقرار عجز نہ فرمائیں اُس کی بات قابل التفات
 نہ ہوگی کہ مقصود مفت کی تو تو میں میں نہیں بلکہ تصفیہ مامور دین اور
 جناب گنگوہی صاحب کے بعد آپ ہی چار صاحب فرقہ دیوبندیہ کے سرگروہ
 مبین تو آپ کے سوا زید و عمرو سے خطاب نہیں ملینا تو جبراً تو اس کا مبنی
 وہی اصل ہفتم کا اتباع تھا اور درکھنگی صاحب کو اُن کے اکابر کے اصغر
 سے بتانا نہ یہ کہ ایک مجدد ایک حقیر سے کیا گفتگو کرے۔ درکھنگی صاحب کی
 پیدائش سوال سے ڈھائی سال پہلے یہ اعلام ہو چکا تھا اور بالفرض صاف
 کھول کر نہ جتا دیا ہوتا جب بھی اصل ہفتم ہر عاقل کے نزدیک بدیہیات
 سے تھی تو اُن کا خصم احقاق حق کو تو تو میں میں یہ ڈھالنا کیوں مان لیتا
 بلکہ اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو ہرگز داب مناظرہ و تہذیب نہیں کہ ایک
 فریق کے اکابر سے مناظرہ قائم ہو وہ نہ جواب دیں نہ اپنے عجز کا اقرار
 کریں اور اُن میں کا ایک طفل مکتب بے اذن و اجازت بے نیابت و
 وکالت آکر دے کہ ہم سے مناظرہ کر لو۔ کیا عقلاً اُسے نہ کہیں گے کہ بے اذن
 بے تمیز تیرے بڑوں سے بات چھڑی ہوئی ہے تجھے دخل دینے کا کیا موقع
 اور اپنے اکابر کا نام مناظرہ خواہی خواہی اپنی طرف منتقل کرانے کا کیا
 استحقاق۔ ہاں تیرے بڑے ہی تجھے بڑوں کا بڑا اپنا مشکل کشا بنا کر بھیجیں
 تو تجھے اختیار ہے۔ بالکل اُس جواب کو اپنی تعالیٰ پر ڈھالنا بوجہ کثیرہ
 محض جھوٹ۔ جب درکھنگی صاحب نہ تو تھانی صاحب کو آمادہ کر سکے نہ

اُن میں آمادہ ہونے کی صکت ہی تھی نہ یہ اُس واضح اعلام سے دبے نہ عقل و حیا و تہذیب سے لے لہذا اُن کی باگ ڈور صلی کر کے دوسرا جواب یہ گیا کہ تھانی صاحب اگر خود عاجز و سہم کر تم کو اپنا مشکل کشا سمجھے ہیں تو ہر کر دیں کہ تمہارا جواب و فرار اُن کا جواب و مکر و فرار ہو گا کہے کہاں یہ اور کہاں وہ خلاصہ جواب جو در کھنگلی صاحب بگھار رہے ہیں کہ جواب یہ ملا کہ ایک مجدد ایک حقیر سے کیا مناظر کرے مگر ان دروغ بافیوں کی اُن سے کیا شکایت فَإِنَّ الظَّالِمِينَ بآيَاتِ اللَّهِ بِمُحَدِّثُونَ ۵۔

(۱۲) حضرات آپ یہ بھی سمجھے کہ در کھنگلی صاحب نے اپنے اندرونی زخم نامنہل بھرنے کے لئے کس مضمون کو خلاصہ جواب بنایا۔ طلب مناظرہ کے جواب تو وہ تھے جو اوپر گزرے اور یہ مضمون اُن کے اُس بخیہ کھولنے کو تھا جس سے اُنھوں نے اپنے اکابر کے چاک و عجز کا رنہ چاہا۔ در کھنگلی صاحب کو معلوم تھا کہ اُن کے کبرائے طائفہ ہمیشہ حکومت حکومت پر اڑے رہے شیر الہی سالہا سال سے حملے کرتا اور یہ آنکھیں میچے دم بخود پڑے رہے اُن کے اس شخص عیب پر آخر کسی طرح پر وہ بھی ڈالیں لہذا براہ پیش بندی خط میں پہلے ہی سے یہ عذر بدتر کی تمہید پیش کی کہ علمائے آپ کو قابل خطاب نہ سمجھا اس کو موجب ترقی درجات خیال کیا کیونکہ اظہار حق کے واسطے پہلی تحریرات کافی ہیں اس سے آپ کو دھوکا ہوا کہ میرا مقابل کوئی نہیں اس پر مولنا ظفر الدین صاحب نے وہ لا جواب جھکا کہ دیوبندی کُنبا صاحب جڑ جڑا کر برسوں جو تجھے جواب نہ سوچے یعنی فرمایا یہ عذر اگر قابل سماعت نہیں جب تو اکابر

مدرس کا عجز خود اقرار مدرس سے ثابت ہے اور اگر عذر صحیح و قابل قبول ہے تو جو بندہ خدا مدرس کے اکابر کو بھی قابل خطاب نہ جانتا ہو صرف اس ضرورت سے کہ طائفہ گمراہ انھیں اپنے مقتدا و امام مانے ہوئے تھے ان کے مخاطبہ کیا اور بعون العزیز المقتدر ان کا عجز تمام عقلا پر ظاہر ہو گیا وہ ان اطفال مکتب کے طفل مکتب سے مخاطبہ کرے گا حاشا للہ ثم حاشا للہ در بھنگی صاحب کو شرم تو نہ آئی کہ انھیں کے منہ ان کا زوکیسا چاک چاک ہوا اللہ اُسے نا مہذب بتا کر سوال مناظرہ کا جواب ٹھہرا دیا حق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذالم تستحي فاصنع ما شئت۔

(۱۵) یہ تو در بھنگی صاحب کی کرمائی تھی سر بھنگی حیا ان سے بھی بڑھ کر ہونی ہی چاہئے۔ صاحب ایڈیٹر خود فرماتے ہیں کہ ان کا حمل ان پر ہمیشہ اور ان کا ان پر کبھی کبھی۔ اسی زیادت کا اثر ہے کہ در بھنگی صاحب نے تو یہاں صرف ایک عالم دین پر افترا باندھا صاحب ایڈیٹر نے عیسیٰ مسیح پر کتے ہوئے خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کر دیا ظاہر ہے کہ در بھنگی صاحب نے جو یہ خلاصہ جواب بتایا کہ ایک مجدد ملت ایک حقیر امت سے گفتگو نہیں کر سکتا اس میں گفتگو سے قطعاً مناظرہ مراد نہ کہ مطلقاً کوئی بات۔ تحریر در بھنگی مندرجہ اہلی بیعت ۲۔ اگست ۱۹۷۹ء ملاحظہ فرمائیے اول تا آخر گفتگو بمعنی مناظرہ کا ذکر ہے نہ مطلق کسی دنیوی یا معمولی لفظ کا نہ اس سے انکار کہ کسی نے مجددیت پر محمول کیا نہ یہ بزور زبان اس پر لے مدرس سے مراد یہی در بھنگی صاحب ہیں ۱۲

محول کرنا بتا سکتے ہیں ہاں ان کے کذب کو راہ مل سکتی ہے تو اُسی گفتگو بمعنی
 مناظرہ میں کہ اُس سے انکار اس بنا پر کیا کہ ایک مجدد ایک حقیر سے مناظرہ
 نہیں کر سکتا اس پر صاحب ایڈیٹر یہ نوٹ دیتے ہیں سید الانبیا مسیلہ کذاب سے
 کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی سید الانبیاء و علیہم وسلم اس طرز ادا
 کی اُن سے کیا شکایت کہ سید الانبیا کر سکتا ہے جو منہ بھر بھر کر گالیاں دیں حقیر
 و مکروہ و ناپاک الفاظ سے یاد کریں اُن سے یہی غنیمت ہے کہ یہاں سید الانبیا
 تو کہا اگرچہ کر سکتا ہے لکھا اپنے ترک اسلام کی طرح پولیشن میں۔ رفاہ مرطیش نو
 تو نہ کہا پرنس بھارک کا مشابہ۔ عربی محاورہ کا منکار کہنے کا راستہ تو نہ بتایا۔
 یہاں تو ان محدث صاحب سے یہ پوچھنا ہے کہ اہل حدیث جتنے ہو ثبوت تو وہ
 کہ سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہارے ہم پیشہ متکذیب مسیلہ کذاب لعنہ
 سے کب مناظرہ فرمایا ثنائی قانون پر تعین نوعیت بحث کے لئے کتنے ممبروں کی
 کمیٹی بیٹھی جو بحث قرار پائی اُس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدعی تھے
 اور مسلمان ملعون سائل یا بالعکس وہ مناظرہ تحریری تھا یا تقریری بر تقدیر
 ثنائی ثنائی قانون پر طرفین کے کلام کو کتنے کتنے منٹ مقرر ہوئے کے بار کی اٹ پھیر
 پر پنچایت کے سپرد کر نی ٹھہری حکم کون کون کس مذہب و ملت کے تھے بہر حال
 جانب دعویٰ سے کیا کیا دلائل پیش ہوئے طرف دوم سے اُن پر منع نقص معارضہ
 کیا وار د ہوا خاتمہ کس بات پر ہوا یا یوں ہی ناتمام چھوڑا گیا مسلمان ملعون نے
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابحاث کا کوئی جواب دیا یا اکابر طائفہ کی طرح
 سکوت و فرار ہی کا رستہ لیا۔ بر تقدیر ثنائی بحکم اگرچہ یہ نہ تو اند پر تمام کنندہ

اُسے عاجز پیکر در بھنگی و ایڈیٹر صاحبان کی طرح اُس کے کچھ لونڈے بیچ میں آکر دے کہ حضور ہم سے مناظرہ کر لیں یا اُس کے لونڈے بھی اتنے جری بے باک نہ تھے بر تقدیر اول حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو چھوڑ کر اب ان لونڈوں سے مناظرہ شروع فرمادیا یا کیا جواب عطا کیا ان تمام سوالات کے جواب احادیث صحیحہ سے دیکھے ورنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کا اقرار کیجئے۔ صحیحین بخاری و مسلم میں تو اتنا ہے کہ اُس نے خلافت کی درخواست کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رد کر دی اور اُس کی نامردی و بربادی کی خبر دی اور یہ فرما کر واپس تشریف لائے کہ ہذا ثابت بحیثیت عنی یعنی مجھے کچھ بکنا منظور ہے تو یہ ثابت بن قیس بن شماس میری طرف سے مجھے جواب دیں گے۔ معلوم ہوا کہ اُس خبیث کی بات سُنا اور جواب دینا بھی پسند نہ فرمایا نہ کہ اُس سے مناظرہ و مباحثہ کیوں صاحب ایڈیٹر ایک شخص بادشاہ سے زمین یا ولیعہدی کی درخواست کرے اور سلطان نامعلوم فرماوے اور بحال سرکشی سزا کا حکم سُنادے تو اسے کس بولی میں مناظرہ کہتے ہیں شاید یہ زمین کے طبقات زمین کی بولی ہوگی جہاں آپ کے مولویوں امیر حسن امیر احمد کی گڑھنت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کبھی چہ کبھی سات مثل بستے ہیں۔ ہاں شاید اسی بنا پر در بھنگی صاحب اپنے اکابر مثل گنگوہی و تھانوی صاحبان کو فرماتے ہیں کہ تمام عمر مناظروں میں صرف کر دی۔ واقعی بچپن میں ماں باپ سے کچھ مانگنا یا کہیں آنا جانا چاہا اور بارہا انھوں نے جھڑک دیا ہوگا جوانی بڑھ چاہے میں زن و بچہ کے ساتھ

خود یہ انکار پیش آیا اور آتا ہوگا۔ صاحب ایڈیٹر کی طور پر آپ ہی عمر منظرہ میں کٹی کہ درخواست و انکار کی کشمکش میں گئی مگر اس تقدیر پر شیخ چلی بہادر ان سب مناظرین کے امام ٹھہریں گے جنہوں نے تو نگرانی و زوجہ و اولاد اور ان کا پیسہ مانگنا سب خیالی پکایا اور اُس پر سر ہلا کر وہ جھٹکا کہ گھڑا زمین پر آیا۔

(۱۶) مسلمانو! یہ بھی خیال فرمایا کہ دو پرچہ ۱۱ الحدیث میں مقلد و نامقلد وہابیہ کے احزاب طے و اصدۃ کے ہاتھوں میں یہ یہود و مشرکین کے ہتھیار سفید و سرخ و زرد و سیاہ جھوٹوں کے انبار اپنی کس پیش بندی کیلئے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگویوں پر جو کرمی مار رہے وہ شمار بے شمار پڑنے والی ہے اُس کی روک تو ناممکن قال اللہ تعالیٰ قُلَّا يَخْفَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو نہ کوئی اُن کی مدد کر سکے۔ مگر دنیا میں بھی اُنہیں ضرر سے چھٹکارا نہیں قال اللہ تعالیٰ وَلَنَذِقَنَّ الْعَذَابَ الْاٰخِرَ الَّذِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَكْبَرُ بیشک ضرور ہم اُنہیں اُس سب سے بڑے عذاب سے ادھر نزدیک کا کچھ عذاب بھی چکھائیں گے ہندوستان میں اسلام کا کوڑا عمروں سے اٹھ گیا اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گایاں دینے والوں کا پٹا کھل گیا واحد قہار کو معاذ اللہ جاہل بالفعل بتائیں تسبیح کے بدلے اُس کے لئے ہر عیب و آلائش کا تحفہ لائیں جواری بدکاری ہر ذلت و خواری پٹنے کٹنے مرنے مٹنے سب کا محل و قابل بنائیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے

اپنے بزرگ ابلیس لعین کا علم زیادہ ٹھہرائیں۔ علم غیب میں ہر یا گل ہر
 چو پائے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمسری دلائل کھنٹی نئی
 نبوت کی نیو جانے کو ختم نبوت میں شاخسانی نکالیں خاتم النبیین معنی
 آخر النبیین لینے کو خیالات عوام پر ڈھالیں امکان نظیر گاتے گاتے حضور پر نور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھ سات مثل موجود بنالیں امکان کذب
 کہتے بکاتے خدا کے کاغذ بالفصل ہونے کی خیانت پالیں اللہ اللہ نبی ایسے
 خدا ویسا اور پھر ان کا اسلام جیسا کا تیسرا آکا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ
 پھر ان شدید و مدید گالیوں پر جو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو چھاپ چھاپ کر دینی جا رہی ہیں کیا محال کہ کوئی ان سے پوچھ
 سکے کہ تمہارے منہ میں کئے دانت تمہارے شیطان کی کتنی لمبی آنت خدا
 یہ کہ جو ان کا حکم شرعی ظاہر کرے کہ اللہ و رسول کی تکذیب و توہین کرنے
 والے کافر مرتد ہیں وہ دائرۃ اسلام کا تنگ کرنے والا ٹھہرے یہ منہ بھر کر
 اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سڑی سڑی گندی گالیاں
 دیں اور اس پر جو ان کو اُف کہے وہ بے تہذیب قرار پائے مگر اللہ کا وعدہ
 ضرور پورا ہونا عذاب اکبر سے پہلے عذاب ادنیٰ ان کے سروں سے کہاں
 جائے انھیں اللہ مسلمانوں کے ہاتھ میں قلم کا نیزہ ہے کہ ذوالفقار حیدری کا
 کام دیتا ہے قرن گزرے جگ بیتی تمام اکابر طائفہ پر صد ہا سوالوں کا ہر
 رسالوں محمدی لشکر طفویکیر کے جنگی رسالوں کا متواتر ہجوم گھیر گھیر کر لٹا لٹا کر
 لے جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

روندروند کرنا لٹا کر نیزوں تلواروں ٹاپوں کی دھوم کہیں دو سو سوال کہیں بس کہیں مگر بھی
 چالیس کہیں دو سو تازیانے یک تخت اڑا دے کہیں اتنے کہ گنتے گنتے
 ہوش بھلا دے طائفہ بھر کا دم ناک میں دل تپاک میں جان ہلاک میں
 مرمغاک میں مرمین سماک میں غرض خدا و رسول کے بد گویوں کے لئے ذلت
 خاک میں لعنت افلاک میں نار جہنم ہر دم تاک میں آخر برسوں قرون قرن
 الشیطان کی پارٹی بھرنے مگر جوڑ کر جان توڑ کر یہ مکر کا نٹھا کہ جواب کی نصیبت
 سے گردن نکالو کان ضعیفہ کے القا و امداد سے تم بھی نام کو کچھ سوال
 بنا لو ظاہر ہے کہ سوال علی سوال مکر کی چال دآب مناظرہ کے قطعاً خلاف ہر
 عاقل کے نزدیک جنون و اعتساف ہے معنی بے ضابطہ یہودہ بے قاعدہ
 بات کا وہ جواب نہ دیں گے اپنے ۳۵ برس کے سوالوں رسالوں کے جواب
 کا تقاضا کریں گے اس کے لئے یہ تمہید گر ٹھو کہ تم نے کبھی نہ کیا اور ہماری
 تو عمر مناظرہ میں گزری تم گوشہ نشین رہے اور ہم بازاری رہ گزری یہ وہ
 بیش بندی تھی جو احزاب متفقہ نے اُن سفید سرخ زرد سیاہ جھوٹوں
 سے گر ٹھی یہ دہرے باندھ کر اللہ و رسول سے لڑا بیاندہ کر قوج یاد رکھا
 اسکاٹ المعتدی سوالوں کی ڈھالوں میں آگے بڑھی پراتوں کو ساتھ ہی
 کچھ نام کی شرم آڑے تھی کہ سارے جہان میں غوغا پڑ جائے گا۔ چپ میں
 تو کچھ پردہ ڈھکا ہے یوں سارا بھرم قطعاً بگڑ جائے گا ہر جاہل سا جاہل
 بھی تفت کر دے گا کہ اوگر وہ بولکیش ۵۴ برس کے سوالوں رسالوں کا جواب

ہضم اور اُسے سوال پیش یہ کیا داب ہے کون سا قانون ہے کچھ عقل سے لگاؤ ہے یا پکا جنون ہے معہذا خصم اگر اپنے ۳۵ سالے شکاروں کو صاف دیکھ کر کھڑا ہو گیا تو پھر اُسی قہر کا سامنا ہے تھامے نہ تھمے گا جسے تھامنا ہے اس سے اپنے کسی نو سکھ نویر واز کو اگوا بناؤ خصم کسی طرح التفات نہ کرے وہ صورت صاف لگاؤ کہ ایک تو ۳۵ سال کے بعد سوال علی سوال دوسرے جن سے مناظرہ وہ سورتیں پردہ میں اور لونڈوں سے مقال یوں جُل چل جائے گا جعلی جال میں احمق تو آئے گا اس لئے چھانٹ کر وہ نو سکھ تجویز ہوئے جنہیں بھوکے شکم کی طرح جیتا نکلتے دیر نہ لگے اس پر بھی نو سکھ کا کلیجہ دھک دھک کرتا حالانکہ محض بے معنی خوف تھا خصم طائفہ ایسا نہیں کہ اصل ہضم کی وضع فطری کے خلاف کام چلائے کبرائے طائفہ جن سے مخاطبہ جن پر مطالبہ اُن پردہ نشینوں کو چھوڑ کر نویر واز اطفال کو مستہ لگائے مگر روباہ و شوں کو شیر الہی کا ڈر کہاں جائے لہذا فکر رہی کہ نو سکھ کی دوسرا ہمت کو ایک ایسا ہی اور ہاتھ آئے سال بھر ڈھونڈھا آئینے طائفہ میں کوئی نہ ملا ناچار استعانت بالغیر کا شرک اور ٹھا صاحب ایڈیٹر کو اُن سب گنوں میں درکھنگی صاحب سے بھی اونچے پائے پر پا کر اُن سے گنٹھ جوڑا جوڑا یوں احزاب متفقہ کے پیر یا درسی اسکاٹ المقتدی نے ۳۵ سالہ سکوت طائفہ کا بھانڈا پھوڑا اُن نو سکھوں پر تو اصل ہضم دیکھ چکے اُن پردہ نشینوں کے مقابل اصل چہارم پر نظر ہے مسکمانو! یہ ان کا کیسا کر خیف و کید ضعیف تھا اور ہونا ہی چاہئے کہ ان کی

الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا

(۱۷) مسلمانوں ع خدا جب دین لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے :-
 پر وہ نشینوں کی چال تو یہ تھی کہ جتنا نکلو حیا کا گھونگھٹ اُلٹے نکلو کہ ہم نے تو
 عمر میں مناظرہ میں گھوڑائیں تم نے آج تک کیا ہی نہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ ابتداء
 سوال ہیں نہ کہ خلافت قانون سوال علی السوال مگر خدا کا دھرا کہاں جائے
 ان کے پیر یا درسی اسکاٹالمعتدی تمہید سوال میں یوں انداز پر آئے
 برہ کی شادی کے رنگ ریچاٹے اختیار امت کی تفصیل و تکفیر میں آپ نے
 کہ شمش فرمائی علمائے جو مسائل بیان فرمائے اُن کے نہایت بد نما عنوان
 عوام کے سامنے بیان کر کے اُن کو علماء سے متنفر کیا علمائے میں کسی نے آپ کو
 قابل خطاب نہ سمجھا کسی نے اُس کو موجب ترقی درجات خیال کیا کیونکہ
 اظہار حق کے واسطے پہلی تحریرات کافی ہیں اس وجہ سے آپ کو دھوکا ہو گیا
 کہ اب میرا مد مقابل کوئی نہیں آتے بھی خوب کھل کھلے ادھر بہت سے عوام
 اور ناواقف دھوکے میں پڑ گئے عوام اور بعض خواص کا عوام کے رفع
 استہبابہ کے واسطے بندہ نے آپ سے گفتگو کا ارادہ کر لیا ہے صفحہ ۱۶ سے ۱۷
 تک یہ آٹھ فقرے ہیں کہ اُن کے تمام جھوٹوں سارے مکروں کے پُر کرتے
 ہیں اولاً پہلا اور دوسرا فقرہ ساتویں اور آٹھویں سے ملا کر دیکھئے صاف
 کھلے گا کہ جن کی تفصیل و تکفیر ہوئی جن کے اقوال کی تذیل و تشہیر ہوئی اہل اسلام
 جن سے متنفر ہوئے ان کے نزدیک دھوکے میں پڑے انھیں کی حمایت مد نظر
 ہے انھیں کا خون یوں جوش پر ہے۔ ثانیاً تیسرا اور چوتھا صاف کہے کہ

اکابر طائفہ سن کھینچے رہے کسی کو مقابلہ کی تاب نہیں اور بات بنانے کو یہ حیلہ کہ خصم قابل خطاب نہیں خدا و رسول کو جو گالیاں دی ہیں وہی ترقی درجات کو کافی ہیں مثلاً یا نجواں اور جھٹا علانیہ منظر کہ خصم خوب کھل کر برسا اس کے مقابل کوئی نہ اُکسا دیکھئے کیسا کھلا اقرار ہے کہ خصم مناظر اور طائفہ فرار ہے ملاحظہ ہوا انھیں آٹھ فقروں نے اُن کے اگلے پچھلے جھوٹوں مکروں کو کیسا چاروں شانے چت کر دیا حجۃ اللہ یوں قائم ہوتی ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی کَذٰلِکَ الْعَذَابُ وَلَئِنَّ الْاٰخِرَ لَکَ الْاَکْبَرُ فَوَکَاہُ یَغْلِبُ عَلَیْہِمْ اَبَی ہم مسلمانوں کو اصل پنجم کی طرف توجہ دلاتے ہیں خُدارا انصاف اصحاٹ المقتدی کے سوال علی الصوال عجز طائفہ پر کیسی دلیل صاف جو اصل کسی عاقل کے نزدیک کسی قانون کی رو سے استحقاق جواب درکنار قابل التفات نہیں ہو سکتے مسلمانو خُدارا انصاف فرض کیجئے کہ یہ دونوں نو سکھ نو سکھ نہیں بلکہ اکابر طائفہ ہیں بلکہ جن بڑوں سے ہمارا مخاطبہ ہے یہ ان کے بھی بڑے اور شیخ الطائفہ ہیں ہمیں سہو ہوا کہ انھیں چھوڑ کر انھیں لیا مگر ہمارے سوالات کہ سالہا سال سے جن کا تقاضا ان پر سوار اُن کے جواب سے کسر فراد اور اپنی طرف سے سوال کا اظہار اگر یہ مدوا ٹھہرے تو مناظرہ کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے کوئی جاہل سا جاہل کسی امام اجل سے بند نہ ہو سکے۔ آخر مخالف بدقولوں ہی ہوتا ہے کہ خصم کی بات کا جواب نہ دے سکے۔ جب بغیر جواب دئے سوال فرم دینا جواب ٹھہرے تو نہ سوال متناہی نہ زبان مفلوج پھر یہ سلسلہ

کیونکہ رُکے احمد شریہ اسکاٹ المعتبری کا پہلا جواب کافی و
 واقعی ہے جس سے عدول نرا مبارکہ کھلی بے انصافی ہے۔

(۱۸) ہاں ہاں کہاں ہیں بالامناصب وسیع المناقب جناب

مولوی تھانوی صاحب دیکھئے دنیا چل چلاؤ پر ہے۔ نانا تووی صاحب

جان و تن سے مرگئے گنگوہی صاحب دین و دنیا سے گذر گئے نذر حسین

مفر نہ پا کر مفر گئے امیرین ہمسوائی تلاش امثال میں طبقہ زیریں اتر گئے

رسالوں کے انبار سر پر سوار سوار سوالوں کے قرضے گردن پر دھرے

مردیون جسے مقروض مرے اب لٹے دے ایک بقیۃ السیف آپ رہے دیکھئے

خدا سے شرہائے بندوں سے لجا ئے انھیں کے رستے آپ بھی نہ جائے اللہ

جانتا ہے ہم کو آپ حضرات سے نہ کوئی دنیوی خصوصیت نہ ذاتی مخالفت نہ

رسائل و مسائل سے تعلی مراد نہ خالی ہارجیت بلا ضرورت دینی مفاد نہ کسی

سے تو قومیں میں کی حاجت نہ اسکی فرصت نہ شرعاً اجازت صرف احقاق

حق و ابطال باطل و حمایت عزت و عظمت خدا و رسول جل و علا و صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کلام اور مقصود تائید خواص و تصدیق عوام آپ حضرات

کبرائے طائفہ کو محض اس لئے مخاطب کیا جاتا ہے کہ ہدایت پائیں تو اتباع

و لا ذناب بھی زیادہ آجائیں اور مغلوب ہوں یا غرار ہی پر قرار لازم جیسا کہ

بعونہ تعالیٰ ساہا سال سے مجرب و مشہود تو بحمدہ تعالیٰ حجتہ اللہ قائم اصاغر

سے مخاطبہ میں یہ دونوں فائدے مفقود سوالات بطش غیب کے ساتھ بھی

اس کا اعلان موجود پھر یہ کیا مصیبت ہے کیا آپ حضرات میں کسی کے

نادرہ کا پھر جدید اعلان

نہ آنکھ نہ کان یا لھذا عین لا تبصر و نہ بھا و نہ اذان لا یسمعون
 بھا اولئک کا لا نعام بل هم اضل آپ کی شان ہم نہیں کہتے کہ تم
 نہ ڈرو آپ ڈرتے ہو تو ایسا وکیل کسی کو کرو اس میں درکھنگی
 صاحب ہوں یا صاحب ایڈیٹر یا کالا چور یا پزاوے کا۔۔۔ آپ کی توکیل
 سے ہمیں سب برابر اور یہ بھی نہ منظور ہو تو آپ ہی فرمائیے کہ آپ سے تصفیہ
 امور دینی کی کیا صورت لے انصاف یہ کون سا دین یہ کہاں کی دیانت کہ
 اللہ و رسول کو یوں گالیاں دیکے اور جب مسلمانوں کا عالم
 اس کا تصفیہ چاہے تو یوں پردہ نشینی کی آرٹ لکھے ۳۴
 سال کے بعد اپنے پرانے بے تمیز نو سکھ سامنے کیجئے اور وہ بھی
 یوں کہ ان کے حلق میں بھی جواب نہیں بلکہ اُلٹے سوال
 علی السوال کی آرٹ میں سایہ نشین ع

اُف بریں دین و دیانت تف بریں شرم و حیا
 ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اعلان - اعلان - اعلان -
 مناظرہ - مناظرہ - مناظرہ - حاضر شو - حاضر شو - حاضر شو -
 العجل - الساعۃ الوحائے کب تک آپ بذات خود جوابوں کی کلفت
 اٹھائیے گا یا درکھنگی صاحب یا صاحب ایڈیٹر یا جو آپ کا مشکلا
 ہو سکے اسے ایسی طرف سے جواب دیں گا وکیل بنائیے گا یہ
 کھول دو دھندہ کہ تم پرزہ نشین ہو یہ وصال نہ آپ چھپتے ہو چھپوبات چھپاتے کیوں ہو

(۱۹) ہاں جناب تھانوی صاحب اصل اول و دوم ملحوظ رہے

(۱۹) ہاں جناب کھالوی صاحب اس ازل و ازل کو دیکھ رہے ہیں۔ سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ پہلے اسلام قبول کیجئے اس قابل بنئے کہ علمائے اسلام آپ کو کلمہ گو و اہل قبلہ کہہ سکیں قطعی اجماعی کفر و ارتداد سے باہر بتائیں اس کے لئے حسام الحرمین و تمہید ایمان بآیات قرآن کے اعتراضوں سے مخلصی ضرور ہے خواہ یوں کہ ان تمام اعتراضوں اور علمائے حرمین طیبین کے فتوؤں کی غلطی کا ثبوت دیجئے اور نہ دے سکے تو جس طرح اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں چھاپی ہیں علانیہ ان کفر و کارد اور ان اپنی بیزاری۔ کفر و ارتداد سے اپنی تورہ شائع کیجئے کہ حدیث میں ارشاد ہے الْبِرُّ بِاللَّهِ وَالْإِسْلَامِ بالنعیۃ اور ان میں بھی اہم و اعظم باری عز و جل کی تکذیب بالفعل کا مسئلہ ہے کہ اُس نے تمام مسائل ایمان و قرآن کی یکسر جڑ کاٹ دی قائل کا قبر بالاستیعاب جملہ جمیع تمام انواع و اقسام ارتداد و کفر سے پاٹ دی۔ ہم کو گمان تھا کہ یہ ناپاک خبیث ملعون ہر ملعون سے بدتر ملعون مسئلہ کہ گنگوہی صاحب کا ایجاد بندہ ہے انھیں سے آغاز تھا انھیں کے ساتھ اُس کا بد انجام ہو گیا اذنا ب میں کوئی اتنا جیوٹ نیچلا نہ ہو گا جو یوں منہ پھاڑ کر واحد قہار کو جھوٹا کاذب کہنا اٹھے دین کا مذہب بتائے گا خدا کو سچا یا جھوٹا ماننا حنفی شافعی کا ساہل اختلاف ٹھہرائے گا جس ملعون لعنہ اللہ و لعن من حماہ صراحۃً اُس واحد قہار کو جھوٹا کہہ دیا اسے مسلمان مٹتی حنفی بنائے گا اَلَا كُفْرًا عَلٰی الظَّالِمِیْنَ آپ حضرت

منظورہ کی ترتیب

اسکاٹا معتبر ہے نہ صرف خدا کو مجبور ٹا کہہ رہا

و یقینہ ذریعات پر کسی ایسے مرتد کو مرتد نہ مانتے بلکہ عالم دین و پیشوائے مسلمین
 جاننے کے سبب یہ کفر عائد ہوتا یہ معلوم نہ تھا کہ مرتد مردہ اور ارتداد
 زندہ۔ آپ کا یادری اسکاٹل المعتمدی بعینہ حرت بہ حرف یہی
 ندائے ملعون مٹاتا آیا اُس نے اپنے جدا مجد یعنی استاد استاد سے بیتھیما پا کر
 سوال ۵۲-۵۳-۵۴ میں اسی ہر غلیظ سے بدتر غلیظ گندگی کو پھیلایا
 مسلمانوں مسلمانوں کیا تم میں اسلام کا اتنا نام و نشان بھی نہ رہا کہ
 اللہ واحد قہار کو جھوٹا بتانے والوں کو کافر مرتد جانو۔ خدا را
 ایمان تو تصدیق ہی کا نام تھا جب صاف صریح جھوٹا کہہ کر بھی
 ایمان باقی رہا تو ایمان نام کس جانور کا ہے۔ ہاں ہاں جناب
 تھانوی صاحب اور اُن کے سب اقوالی ثنائوی صاحب اکٹھے
 ہو جاؤ اور پہلے اسی کا ثبوت دو کہ تم خدا کو صریح جھوٹا کہہ کر
 بھی مسلمان رہے اُس کے بعد اُن باقی گالیوں کا مرتبہ ہے جو تم سب نے
 اللہ و مصطفیٰ کو دیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیسرا مرتبہ تمہارے
 بقیہ کفریات کا ہے جن کے رد میں سبحن السبوح۔ سل السیوف۔
 الکو کبۃ الشہابیہ وغیرہ اٹھارہ برس سے شائع ہو رہے ہیں چوتھا مرتبہ
 بقیہ سوالات و رسائل متعلق عقائد کا ہے پانچواں مرتبہ سوالات دفع ذلیف
 و زانغ وغیرہ فرعیات کا ہے رتبہ رتبہ غلطے جاؤ پھر کچھ ہوس باقی رہے
 تو اُس میں تمہیں احداث سوال کا اختیار ہوگا ہے کچھ نہمت۔ ہے کچھ
 غیرت۔ اے توبہ۔ خدا نے دیوبندی و ثنائی احزاب میں غیرت کا حصہ

رکھا ہی نہیں۔ غیرت دیوبند یا امرتسر کی منڈی بازار میں بکتی نہیں کہ مولے
 آئیں محتاج خانوں غریب فنڈوں میں جتنی نہیں کہ بھیک مانگ
 لائیں یہ تو تھانوی صاحب انبھٹی صاحب محمود حسن دیوبند ری
 صاحب اور بالکل ان کے بمخال ہوں تو مولوی احمد حسن امرہی صاحب
 سے گزارشیں تھیں اور اگر وہ تھنگی صاحب کے سروکالت کا ٹوکرا دھرا تو
 وہ حامی ندوہ بھی ہیں ان پر دو ٹوکسو سوالات علی الندوہ کا قرضہ بھی سوار
 ہو گا جن کی ابتدا سوالات حقائق نما جس کی طبع کو ۱۴ سال ہوئے
 اور اب تک انتہا سوالات علما جسے چھ سال گزرے اور اگر یہ پلیدی
 ڈبلو مارٹر ایڈیٹر اے۔ ایچ امرتسر نے پایا تو ان پر دوسرے دوسرے نمبر
 میں چابک لیٹ پڑے گا پردہ در امرتسر کی کا تقاضہ چڑھے گا جن میں
 خود ان کے کفر و کفریات واضح کئے ہیں یا پنجویں نمبر میں حاجز البحرین
 بڑھے گا جس میں ان کے کل فی کل بالکل بالکل در گل کئے گئے ہیں۔ مینا پنجویں
 ترتیب وار چلو۔ وہ طوفان بدتمیزی نہ ہو کہ قادیانی مرتد تو صراحت اپنی نبوت
 کا ادعا پھیلانے میں ملین اولوالعزم کو گالیاں مٹانے اور مناظرہ ہو رہا
 ہے حیات مسیح میں ہاں یہی ضرور تھا کہ نئی نبوت کی ٹھیکاداری میں ملین اولوالعزم
 پر دشمنان باری خود پر اور ان کے اکابر کے چکے اس میں مناظرہ کیا کرتے صاحبوا
 کسی رئیس کا بیٹھ یا سر ٹھونک دینا اگرچہ بھی ہو تو جاہل کو عالم یا پاگل
 کو عاقل نہیں کر دیتا۔ بہ ترتیب چل کر ۲۵ سال کے پھیلے ہوئے مناظرے
 سمیٹ لو پھر جو چاہو ریزہ کر دو رنہ پہلو بدلنے پچ کر نکلنے جوڑ چلنے احمقوں کو چھلنے

مناظرہ قریدی سے پختہ والوں کے مکر کا اثر

سے کام نہیں چلتا تم نے نہ سنا کہ سچے مسلمانوں کا سچا خدا فرماتا ہے لَا یُحِیْتُ
الْمُتَّکِرِ السَّیِّئِ وَالْآبِیْہِ بِرَأْسِکُمْ صَاحِبِہِی کولے کر ڈوبتا ہے والعیاذ باللہ
رب العالمین۔

(۲۰) آجکل ہمیشہ مکار غدار عیار لوگ مناظرہ تحریری سے بھاگ کر
زبانی تو تو میں میں کی رٹ لگاتے ہیں جس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنا
جہل بھی نہ کھلے اور کہنے کرنے کا رستہ بھی ملے۔ اول تو تحریر کو لیاقت
چاہئے زبان سے بک بک کرنے پر ہر جاہل قادر ہے دو چار اُٹے سیدھے
لفظ یا بعض مصطلحات فنون سخن سنا کر سیکھ لئے اور موقع بے موقع اُگل
چلے دو چار عوام سمجھ ہی لیں گے کہ آہا بڑے مولا ہیں مگر تحریر کرتے دام کھاتے ہیں
ننانسا ہر عاقل جانتا ہے کہ لفظ اُٹھنے سے نکل کر ہوا میں غائب ہو جاتے ہیں
جہل و مکارہ والوں کی اسی میں بڑی پناہ ہے جو چاہا بک لیا جب کڑا پڑا
جھٹ پہلو بدل دیا صاف مکر گئے کہ ہم نے یہ کب کہا تھا وہ کہا تھا۔
چلے اصل بات بالائے طاق رہی اور گفتی نگفتی میں گفتگو آپڑی۔ پھر
اُس سے بڑھ کر خلاف اشاعت کا بڑا موقع رہتا ہے ہارے بھاگے
اور جا کر چند فقرے جی سے جوڑ کر چھاپ دے کہ ہم نے یوں کہا خصم نے
یوں کہا ہم نے جواب دیا وہ چُپ رہے۔ جیسا کہ صاحب ایڈیٹر اینڈ کو
کی عملی کارروائیوں سے آشکار ہے یہاں یہ کُفر جلی بک کر اُٹھے کہ مجھے
اللہ تعالیٰ کا بھی علم غیر محدود ہونے میں تامل ہے پھر فرمایا ممکن و موجود
ایک ہی ہیں ملا جلال کی عبارت تک نہ چل سکی اور اہل حدیث میں چھاپ

دیا کہ ہم سکتا کر آئے اسی لئے اہل کذب ہمیشہ زبانی زق زق مانگتے ہیں۔
 مسلمانوں کی زبانی بات میں کہنے کرنے کی جگہ نہ ہوتی تو معاہدوں کی دستاویزیاں
 دستاویزوں کی رجسٹریاں کیوں رکھی گئی ہیں کیا تحریر کی ضرورت پر تمام
 اہل عقل کا اجماع نہیں بلکہ یہ صرف عقلی مسئلہ نہیں مسلمانوں کا دینی مسئلہ بھی
 ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَيْتُمْ بِدِينٍ**
اِنِّیْ اَجَلٍ مُّسَمًّیٍّ فَاکْتُبُوْهُ اے ایمان والو جب کسی معین معاہدہ تک باہم
 کوئی اوصاف کا معاملہ کرو تو اس کی لکھت کرو **عبداللہ بن عباس رضی اللہ**
تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے جب یہ آیت کریمہ اُتری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی لکھ جاتا ہے رواہ ابو داؤد والطیالسی والامام احمد
وغیر واحد یعنی لکھنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ ہرکس لکھ نہ جائے سبحن اللہ
دس بیس روپے کے لئے یہ احتیاط ضرور اُمر راصل دین میں متروک و مجہول
لاجرم تحریر سے انکار اور زبانی زق زق پر اصرار وہی کرتے ہیں جنہیں
کہنا کرنا منظور یہ مناظرہ نہیں وہی تو تو میں میں ہے جس کا حال اہل منہم
میں مسطور ۷۲ برس ہوئے رسالہ فتح خیبر^{۱۳۱۳} میں بھی اس کی اطلاع کر دی
تھی اور اب عام اعلان کیا جاتا ہے کہ گفتگو اگرچہ بالمواجمہ ہو مگر جو کچھ
کہا جائے زبان قلم سے کہا جائے لکھ کر سُنادے اور وہ کاغذ اپنے دستخط
کر کے فریق کو سپرد کر دے وہ اس کا جواب لکھ کر سُنادے اور دستخطی کاغذ
فریق کو دیدے اس کے بغیر خالی زبانی زق زق ہرگز منظور نہ ہوگی۔
غرض ہمارے یہاں مناظرے کے یہ تین اصول اہم ہیں جو عقلاً

نقلاً قطعاً مقبول ہیں ہمارے سُنی بھائی ہمیشہ ان کو یاد رکھیں کہ نگاروں
خداہوں کذابوں عیاروں کے جُل سے بچیں اصل اول مناظرہ میں
اہم فالاہم کی ترتیب ضرور جو اہم کو چھوڑ کر غیر اہم میں الجھنا چاہیے
مجنون و ناقابل جواب ہے۔ اصل دوم سوال علی السوال عاجزوں کی
چال۔ جو کسی عاقل کے نزدیک اصلاً مستحق جواب نہیں۔ پھیلا ہوا مناظرہ
پہلے انجام کو پہنچا لینا ضرور اصل سوم جو کہا جائے زبان قلم سے ہو
اگرچہ بالموافقہ جس کا طریقہ ابھی مذکور ہوا تھا نوی انہی دہائیوں کی
اعرف ہی چاروں صاحب کہ ذکر کئے گئے ان تینوں اصول پر قائم ہو کر
جب چاہیں تصفیہ و نزاع کو سماعت سے آئیں آپ ڈرتے ہیں تو درجہ کی
یا آئیڈیل تیرا جسے اپنا مشکل کشا جانیں اُسے اپنی مہروں سے وکیل بنائیں
کسی صورت سے ۳۵ سال کے مناظروں کا جواب تو دوا ہے
تم میں کوئی زندہ ہے خدا و مصطفیٰ کو گالیاں دینے کے مرد تھے
تصفیہ چاہتے وقت پردے میں نہ بیٹھو غیرت غیرت
غیرت شرم شرم شرم مگر حاشا شرم چہ کتی سہت کہ پیش دشنامیاں بیاید
اہم کہے دیتے ہیں کہ ان میں کوئی نہ اچھے کا خدا و رسول کو سڑی سڑی گالیاں
دینے دلانے کے مرد وے بھگت اللہ تعالیٰ مرد میدان نہیں ہوتے یاد رکھو کہ
۱۔ امروہی صاحب بغیر مذکور جس کے لئے صرف اس قدر ضرور کہ ان دشنامیوں کو کافر
نہ کہتے ہو ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲
۱۴۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۴

مکر جعل فریب چال سے کام نہ چلے گا عقل و نقل کے اصول مسلمہ و آب منظرہ
 قانون حق پسندی کے خلاف دو نہیں سولو ٹڈے لارے شامت کے مارے
 پیش کر و سب اینہم بر علم ہوں گے آہم امور سے جان بچا کر پھیلے مناظروں
 سے عاجز آکر لاکھ سوال علی سوال تراشو سب پامال تہ قدم ہوں گے آور
 جب تک تم زندہ ہو تم سے مطالبہ جاری رہے گا یہاں تک کہ غیرت کھاؤ
 سامنے آؤ یا اپنے اُن اگلوں کے پاس تم بھی پہنچ جاؤ آخر معاملہ حشر پر
 اٹھ رہے گا وہاں دین کا مجدد افشار الشرا العزیز عرض کرے گا کہ الہی یہ ہیں
 جنہوں نے مجھے اور تیرے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سڑی سڑی
 گالیاں دیں میں نے اتنے جھگ ان کے رو میں گزارے اتنے سوالوں لے لئے
 برسالوں کے تیار کیے مارے مگر یہ نہ جواب پر آئے نہ صواب پر آئے بلکہ
 صاف کہہ دیا کہ معقول بھی کہہ دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا۔ تم سے ہو سکے تو
 یہ جواب دے لینا کہ ابھی ہم نے ۲۵ سال ضربیں اٹھا کر یہ جل کھیلنا تھا
 کہ جوابوں کے عوض سوال علی سوال لے کر دو بیچے خواندہ قابل نیک صالح
 مسکین کھڑے کئے تھے کہ بات بدل جائے آفت ٹل جائے اس نے نہ
 ہماری بے بسی پر خیال کیا نہ اُن صالح نیک بچوں کی بیکی پر ترس کھایا
 اور اپنا ۲۵ سال کا قرضہ ہمارے ہی دم پر سوار رکھا ہم نے تو فقط اتنی ہی
 بات کی تھی کہ تجھے اپنا سمجھ کر کالی دی تھی تجھے جھوٹا کہا تھا وہ بھی
 تیرے نفع کو کہ اُن لوگوں نے محمد کو بڑھا کر ناممکن المنظیر ٹھہرا دیا تھا
 نہ ہم مسلمان کہتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

اور تیرے کلام وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّیْنَ سے یہ فساد پھیلا
 تھا اس لئے ہم نے تجھے جھوٹا کہہ دیا کہ یہ فساد تو مٹے یہ بھی تیرے ہی پھیلے
 کو کیا تھا کہ تیرے سوا کسی نبی یا رسول کی توقیر نہ ہونے پائے اور اسی لئے
 تیرے نبی کو گالیاں سنائی تھیں خود ہمارا امام تفویت الایمان میں
 جو ہڑلے جہاد کہہ چکا تھا اس ہمارے مخالف نے اتنی سی بات پر یہ سخت
 بے ہنڈی بی کی کہ ہم پر کفر کا حکم جوڑ دیا۔ غرض تم سے ہو سکے تو خدا کو یہ
 جواب دے لینا تمہارے یہ یاد رہو اعذر اگر وہاں چلیں تو ہم یہاں
 بھی تمہاری بان لیں ورنہ حاکم عدل عز جلالہ بہتر فیصلہ فرمائے والا
 بِسْمِ رَبِّنَا فَتَنَّا دَبِّیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاعِلِیْنَ
 و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین آمین و الحمد
 لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فقیر سید محمد عبدالرحمن
 قادری برکاتی غفرلہ

یہ اسکاٹ المعتدی کا پہلا جواب ہے۔ اس میں دو پرچہ اہل حدیث امرتسر ۳۰
 جولائی و ۲۰ اگست ۱۹۷۹ء کی بھی خبر لی گئی ہے۔ اسکاٹ المعتدی کا دوسرا جواب الصمصام
 المجرى ہے اور تیسرا جواب اہلاک المرتدی ہے۔ یہ دونوں چار باغ سنی کے باقی دو باغ
 ہیں۔ ظفر الدین المجتہد اور ظفر الدین الطیب پہلے دو باغ ہیں۔ ظفر الدین الطیب مطبوع
 ۱۳۲۷ھ کے آخری صفحے میں درج تھا کہ اگر اس سے پہلے دیوبندیوں کے ہوش درست
 نہ ہوئے تو بعون اللہ تعالیٰ وہ دونوں بھی حاضر کر دئے جائیں گے دبا اللہ التوفیق ۱۹ شعبان
 شام پچھنبہ کو اسکاٹ المعتدی یہاں آیا۔ آج ۲۰ شعبان روز دوشنبہ کو بحمد اللہ تعالیٰ
 جواب چھپ کر طیار ہو گیا جلسہ عام سرائے میں اگر مولوی کھان صاحب آئے تو ہمیں
 پہونچا دیا جائے گا ورنہ رجسٹری مرسل ہوگا۔

۹۳ م ۱۳ مکاتذخہ الدین معروف بہ قرآن مضارب ۱۳

بسم اللہ و محمد و علی و سلم

سوالات آنجنابانی عبد السلام رضا لکھنوی صدر مجلس شرائط مناظرہ بھونڈی منجانب دیوبندیہ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب

آپ کی زبان پر یہی رہتا ہے دیوبندی علماء کافر ہیں اور آپ مناظرہ میں اس کفر کو ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں لہذا گزارش ہے کہ کفر و ایمان کا فیصلہ کرنے کے لئے امور ذیل بطور اصول موضوعہ پہلے سے حل کر لینا ضروری ہے۔

(۱) اسلام و کفر سنت اور بدعت کی تعریف کیا ہے (جزء ۱۲ و ۱۳ اسکاتھل المعتمدی)

(۲) اہل قبلہ اور اہل لا الہ الا اللہ کون لوگ ہیں۔ ان کی تکفیر اہل سنت کے

نزدیک جائز ہے یا نہیں۔ (جزء ۲ اسکاتھل المعتمدی، نسخہ عجیب)

(۳) ضروریات دین (جن کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے) کون کون سی چیزیں

ہیں۔ (۲ اسکاتھل المعتمدی، نسخہ عجیب)

(۴) کافر کی تعریف کیا ہے اور اس کی شرعی علامات کیا ہیں۔ (۱ اسکاتھل المعتمدی،

نسخہ عجیب)

(۵) وہ تاویلیں کون سی ہیں جن کی بناء پر انسان کفر کہنے کے بعد بھی کافر نہیں

ہوتا اور وہ کون سی تاویلیں ہیں جن کا اعتبار نہیں ہے (جزء ۳ اسکاتھل المعتمدی،

نسخہ عجیب)

(۶) اگر کسی کلمہ گو کے کسی کلام یا تحریر میں چند احتمالات کفر اور ایک یا چند احتمالات اسلام کے ہوں تو مذہب اہل سنت اور قول امام اعظم کے بنیاد پر ایسے شخص کو کافر کہا جائے گا یا نہیں (۷۷ اسکاٹ المعتدی، ۷۵ نسخہ عجیب)

(۷) ہر ایسے کلام کو جس میں متعدد مختلف احتمالات ہوں جو شخص صرف کفر ہی پر مائل کرے اور اسلام والے پہلو کو نظر انداز کر دے اہل سنت کے مسلک اور امام صاحب کے مذہب کے رو سے وہ شخص کیسا ہے اس کا کیا حکم ہے (۷۸ اسکاٹ المعتدی، ۷۶ نسخہ عجیب)

(۸) اہل سنت و جماعت کی تعریف کیا ہے اور وہ عقائد و اعمال کیا کیا ہیں جن کے گم کرنے یا نہ کرنے سے کوئی شخص اہل سنت و جماعت سے خارج ہو جاتا ہے (۷۹ اسکاٹ المعتدی، ۷۷ نسخہ عجیب)

(۹) اہل سنت و جماعت کی رو سے عقائد کی مستند کتابیں کون کون ہیں اور کسی عقیدہ کے استنباط اور دریافت کرنے کے لئے کس درجہ کی دلیل درکار ہوتی ہے (۸۰ نسخہ عجیب)

(۱۰) کوئی حنفی اگر غیر حنفی مانگی، شافعی حنبلی، کمی نمازیں اقتدار کرے تو اس پر کیا حکم کیا جائے گا۔

نوٹ:- تاریخ مناظرہ سے دس دن قبل تک ان سوالات کا مکمل و مدلل جواب مناظرہ کمیٹی بھیج دیا جائے۔

(دستخط) محمد عبدالسلام

۵
۵
۹۳

مطابق ۶ جون ۲۰۲۳ء

سوالات حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

۷۸۶

۹۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللهم لك الحمد والمنة حب حبيبك ومراعاة عظمتہ
لنار جنة والصلوة والسلام علیہ سیدنا مولانا محمد
قاسم الجنہ وعلی آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ حافظی حقوقہ
الی یوم یبعث الناس والجنة

جناب قائم مقام آنجنابی مولوی عبد السلام صاحب لکھنوی صدر منجانب
دیوبندیہ مجلس شرائط مناظرہ منعقدہ مورخہ ۵ جمادی اولیٰ ۱۳۹۳ھ

تحریر ہے کہ آپ کی جماعت کی طرف سے مجلس شرائط مناظرہ کے
صدر آنجنابی جناب مولوی عبد السلام صاحب لکھنوی نے مجلس شرائط مناظرہ
کے اختتام پر جب ہم لوگ چلنے کی تیاری کر رہے تھے دس سوالات بذریعہ
مولوی ارشاد احمد صاحب فیض آبادی مبلغ دارالعلوم دیوبند فقیر کے پاس بھیجا فقیر
نے اس کو پڑھ کر اسی وقت برجستہ کہا کہ کلمہ گو مثلاً قادیانی، رافضی کی آپ لوگ
بھی تکفیر کرتے ہیں۔ اگر ظاہری کلمہ گو کی تکفیر ہی ان سوالات کی بنیاد ہے تو اس
اعتبار سے آپ لوگوں پر بھی یہ سوالات عائد ہوتے ہیں۔ اس وقت جناب قاصد
صاحب نے یہ توضیح کی کہ جب اس کا موقع آئیگا دیکھا جائیگا۔ علماء دیوبند کو چونکہ
آپ کافر کہتے ہیں اس وقت اسی کے مناظرہ کا وقت ہے۔ فقیر نے مزید گفتگو کرنا

چاہی تو عزیز مولانا اشرف القادری صاحب نے سفارش کی کہ جانے دیجئے ،
 لے لیجئے۔ فقیر نے لے لیا۔ اب جوابات لکھتے وقت یہ خیال آیا کہ جواب تو فقیر دیکھا ہی
 لیکن ان کے اور حسب ذیل مزید سوالات کے جوابات آپ سے حاصل کر لے
 جائیں جو آپ کے علماء کی تکفیر کی وضاحت میں بقول آپ کے بطور اصول موضوعہ
 کارآمد ہوں گے۔ لہذا کل سوالات کے جوابات مقام مناظرہ پر مناظرہ کے
 پہلے ہی دن مناظرہ سے قبل عنایت فرمائیں۔ اور جوابات فریقین کا دست
 بدست تبادلہ ہو اس لئے کہ دونوں جانب سے اگر تمام جوابات متفق علیہ
 ہو جائیں گے تو کیا کہنا، وہی اعلیٰ درجہ کے اصول موضوعہ ہو جائیں گے۔
 ورنہ جتنے بھی متفق علیہ ہوں وہ زیادہ کارآمد ثابت ہوں گے۔

سوال زائد ۱: تمام انبیاء و کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ توہین کرنے والا کافر
 ہے یا نہیں؟

سوال زائد ۲: مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مصنف حفظ الایمان وغیرہ دیگر
 اکابر دیوبند کی عبارات کفریہ قطعیہ، متبیینہ، متعینہ کے وہ معانی کفریہ جن
 کے علاوہ مصنفین سے لے کر اذنا تک کوئی بھی کوئی صحیح معنی نہ بتا سکا انکی
 بنیاد پر فقیر و دیگر علماء اہل سنت تکفیر کرتے ہیں، وہ معنی کفری ہیں یا نہیں؟
 اور ان کا معتقد کافر ہو گا یا نہیں؟ اگر ہو گا تو اس کے باوجود اگر کوئی
 جان بوجھ کر تکفیر نہ کرے تو اس کا کافر ہونا لازم آئیگا یا نہیں؟

سوال زائد ۳: زید اللہ تعالیٰ کو مبدلاً فیاض کہتا ہے اور اس پر استدلال

اس طرح کرتا ہے کہ فیضان کی ابتداء اس سے ہے۔ زید کا یہ عقیدہ اور اعتدال کیسا ہے؟ عمرو اس کے جواب میں کہے اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ پر مبدئیت فیض کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مبدئیت سے مراد باعتبار بعض اشیاو ہے یا باعتبار کل؟ اگر باعتبار بعض اشیاو مراد ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا مبداء ٹھہرنا تو ہر کسگر، ہر کھار اور کافروں اور جانوروں کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی اس سے ابتداء ہے۔ کسگر، کھار نئی نئی مورتیں مٹی سے بناتے ہیں ستیفنسون نے سب سے پہلے ریل گاڑی بنائی، سنت نبویہ بدلنے کی ابتداء سب سے پہلے یزید نے کی جو سچ کی ابتداء ہے، تو چاہے کہ کھار اور کافر اور جانور کو مبداء فیاض کہا جائے۔ پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو مبداء فیاض کہوں گا تو پھر مبدئیت فیض کو منجملہ کمالات الہیہ کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات الوہیت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جاوے تو خدا اور غیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام اشیاو کی مبدئیت مراد ہے اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات کا مبداء نہیں ہے، اگر کسی ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو جیسا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے ”خالق کل شیء“ یا مثل اس کے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہاں عموم و استغراق

حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ اوپر دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ عموم و استغراق اضافی مراد ہے یعنی باعتبار خالقیت بعض اشیاء کے اس پر قدرت کمالات ضروریہ متعلقہ بہ الوہیت سے ہے عموم فرمایا گیا۔ پس اس کا مقتضی صرف اس قدر ہے کہ الوہیت کے لئے جو مبدئیتیں لازم و ضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بتما حاصل ہیں۔ الفاظ عموم کا عموم اضافی میں مستعمل ہونا محاورات جمیع السنہ میں بلا تکثیر جاری ہے۔ اور خود قرآن مجید میں مذکور بلیغی کی نسبت فرمایا گیا "واوتیت من کل شئی" یعنی اس کے پاس تمام چیزیں تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانے کی ریل اور تار بھڑتی اور لمب اور گیس اور فوٹو وغیرہ ہرگز نہ تھے۔ وہاں بھی اشیاء ضروریہ لازمہ سلطنت کا عموم مراد ہے پس ایسا عموم مثبت مدعا کے زید ہرگز نہیں ہے جو مذکورہ جوابات سے واضح ہو گیا کہ زید کا یہ عقیدہ اور قول سرتاسر غلط ہے اور خلاف نصوص شرعیہ ہے۔ ہرگز اس کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں۔ زید کو چاہئے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے۔ عمرو کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی شان کی تنقیص ہے یا نہیں اور یہ کفر ہے یا نہیں؟

سوال زاید ع (الف) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بسط البنان میں اپنی ناپاک نیت پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ چال چلے ہیں کہ لفظ "ایسا" کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے بلکہ مراد اس لفظ "ایسا" سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہو اور گودہ

چیز ادنیٰ ہی درجے کی ہو، کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے اور عبارات آئندہ بھی اس کی دلیل ہے وہو قولہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ عمرو مذکور بھی اپنی ناپاک نیت پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک چال چلے کہ لفظ "ایسا" کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا مبداء ہونا واقع میں اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے الخ نفوذ باللہ منہا بلکہ مراد اس لفظ "ایسا" سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض شئی کا مبداء ہونا ہے گو وہ ایک ہی چیز کا ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجے کی ہو کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے اور عبارت آئندہ بھی اس کی دلیل ہے وہو قولہ کیونکہ ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی اس سے ابتداء ہے۔ ان دونوں کی یہ چال کیسی ہے؟ یہ دونوں مردود ہیں یا ایک مردود ہے اور دوسرا مقبول؟ بر تقدیر ثانی وجہ فرق کیا ہے؟

(ب) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بسط البنان میں دوسرا فریب یہ بنایا ہے کہ پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو بتما ہما حاصل ہو گئے تھے، انصاف شرط ہے، جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نفوذ باللہ زید و عمرو و صبی و جنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم سے بتلا دے گا؟ کیا زید و عمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں؟ یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ عمرو مذکور بھی کئے پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت

میں تصریح ہے کہ الوصیت کے لئے جو مبدئیتیں لازم و ضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بتا ہوا حاصل ہیں، انصاف شرط ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کو جمیع مبدئیات عالیہ شریفہ متعلقہ الوصیت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ لغو ذبا اللہ، زید صلی اللہ علیہ وسلم اور کھگروں کھاروں، جانوروں کی مبدئیت کو اللہ کی مبدئیت کے مماثل بتلا دے گا؟ کیا زید وغیرہ کو یہ مبدئیتیں حاصل ہیں؟ یہ مبدئیتیں تو انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ ان دونوں کے فریب میں کیا فرق ہے؟ سوال زائد ۷۵ کیا ان دونوں کی اس حال سے ان ملعون الفاظ کی شناخت اٹھ جائے گی کہ ایسی مبدئیت تو ہر کس کو حاصل ہے، ایسا علم تو ہر پاگل ہر جانور کو حاصل ہے؟

سوال زائد ۷۶ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بسط البنان میں تبصری چال یہ چلے ہیں کہ بلکہ اس شوق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ مطلق بعض علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید عمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک و مشابہ ہو جائیں گے۔ حالانکہ آپ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک و مشابہ نہیں اس لئے یہ شوق باطل ہوئی۔ عمرو مذکور بھی ایک نئی چال چلتا ہوا کہ بلکہ اس شوق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ مبدئیت مطلق بعض اشیاء مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ

کی کیا تخصیص ہے انہی یعنی اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی تخصیص نہ رہے گی۔ بلکہ
 بزمید وغیرہ بھی اس صفت میں اس کے شریک و مشابہ ہو جائیں گے حالانکہ اسکی
 صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی اس کا شریک و مشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق
 باطل ہوئی۔ ان دونوں کی اس چال میں کیا فرق ہے؟

سوال زائد ۷ کسی آیت کریمہ کے کسی لفظ کے معنی پر احادیث کریمہ و
 آثار صحابہ کی روشنی میں اجماع ہونے کے بعد اس معنی کے مفاد کے منافی
 معنی پیدا کرنا کفر ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنے والا کافر ہوگا یا نہیں؟

سوال زائد ۸ خاتم النبیین کے ایسے معنی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بعد کوئی جدید نبی نہیں ہو سکتا یہ معنی منصوص علیہ اور قطعی طور پر
 مجمع علیہ ہے یا نہیں؟

سوال زائد ۹ جو شخص اس معنی کو منصوص علیہ اور مجمع علیہ مانتا ہے اور
 اسے ضروریات دین میں سے قرار دیتا ہے وہ شرعاً مصیب ہے یا خاطی؟ اگر
 خاطی ہے تو کس مرتبے کا؟ یعنی اس خطاء کی بناء پر وہ کافر ٹھہرے گا یا فاسق
 یا معمولی خاطی یعنی نہ کافر نہ فاسق؟

سوال زائد ۱۰ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا
 جو قرآن شریف میں منصوص اور مسلمانوں کے ضروریات دین میں سے ہے صرف
 یہ لفظ ضروریات دین میں سے ہے معنی خواہ کچھ گڑھ لیجئے یا ان کے
 کوئی معنی ضروریات دین میں سے ہیں؟ بر تقدیر ثانی وہ معنی کیا
 ہیں؟ مدلل لکھئے۔

سوال زائد ۱۱ ایسی عبارت حسن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی
 دوسرے مخلوق کا اعلم ہونا لازم آئے حضور کے لئے گالی ہے یا نہیں؟ فقط
 وهو الهادی الى سواء السبيل ان اريد الاصلاح وما توفيقى الاله:-

فقیر محمد حبیب الرحمن قادری غفرلہ

(دستخط حضور مجاہد ملت)

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

مطابق ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۱ء

روز جمعہ مبارک

انڈیا آباد

مضمون بالا وصول پایا

(دستخط شبیر احمد راجہ)

21.10.2011

جوابات حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

۷۸۶
۹۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله ذي الجلال مستجمع جميع صفات الكمال
المتنزه عن كل تغير وزوال المتقدس عن النقص والمحال
وكفى. كفى الله المؤمنين القتال والصلوة والسلام على سيدنا
ومولانا محمد وعلى آله وصحبه الى يوم السؤال۔

جناب قائم مقام آنجنابی مولوی عبدالسلام صاحب کھنوی
جناب کے سوالات مورخہ ۵ رجبی اولیٰ ۱۳۹۳ھ مطابق ۶ جون ۱۹۷۴ء

کے جوابات حسب ذیل ہیں :-

(۱) مشکوٰۃ الحقیقین کے نزدیک اسلام اور ایمان ایک ہی ہے جیسا کہ شرح عقائد
نفسی میں ہے والایمان والاسلام واحد اور ان کے نزدیک وہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن امور کو لانے کا ضرورت علم معلومات تفصیلیہ
میں تفصیلی طور پر اور معلومات اجمالیہ میں اجمالی طور پر ہوا ہے ان سب کی
تصدیق ہے جیسا کہ مواقف میں ہے الایمان فی اللغة التصدیق.....
واما فی الشرع وهو متعلق ما ذکرنا من الاحکام فهو عندنا
وعلیہ اکثر الائمة كالقاضي والاشعز التصديق للرسول
فیما علم بحیثہ بہ ضرورتہ فتفصیلاً فیما علم تفصیلاً واجمالاً

فی ما علم اجمالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن امور کو لانے کا علم ضرورہ
 ہوا ہے ان میں سے کسی میں آپ کی تصدیق نہ کرنا کفر ہے جیسا کہ مواقف میں
 ہے الکفر وهو خلاف الایمان عندنا تصدیق المرسل فی بعض
 ما علم فجیئہ ضرورہ۔ سنت دین میں مسلوک ایک طریقہ ہے بغیر افتراض و
 بغیر وجوب جس کے قائم کرنے کا مطالبہ مکلف سے ہوتا ہے۔ شرح منار ابن ملک
 میں ہے (وسنة وهي الطريقة المملوكة في الدين) التي يطالب المكلف
 باقامتها من غير افتراض ولا وجوب۔ یہ تعریف اکفار الملحدین میں
 مولوی انور شاہ کشمیری کی نقل کی ہوئی تعریف السنۃ ما اشتهر عن السلف
 و صح بطریق النصوصیۃ سے غنیمت ہے۔ شریعت مطہرہ میں بدعت کے
 دو اطلاق آتے ہیں۔ ایک اطلاق عام ہے جو حدیث شریف میں من سن
 فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعدہ کتب له مثل اجر من عمل
 بها ولا ينقص من اجرهم شیء ومن سن فی الاسلام سنة
 سيئة فعمل بها بعدہ کتب عليه مثل وزر من عمل بها ولا ينقص
 من اوزارهم شیء اور حدیث شریف من دعا الى هدى كان
 له من الاجر مثل اجر من تبعه لا ينقص ذلك من اجرهم
 شیئا ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل آثام
 من تبعه ماعود ہے۔ اسی کی تعریف مشکوٰۃ کی شرح مراقبۃ میں نووی
 سے منقول ہے البدعة۔۔۔۔۔ احداث ما لم یکن فی عهد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ایک اطلاق خاص ہے جو حدیث شریف ما احدث

قوم بدعة الاثر فع مثلها من السنة سے ماخوذ ہے۔ اس معارض
سنت بدعت کو بدعت سیئہ کہتے ہیں۔ پہلے اطلاق عام کے اعتبار سے فقہاء
نے بدعت کی پانچ قسمیں کی ہیں جیسا کہ شامی میں ہے (قوله ای صاحب
بدعة) ای محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الاحلة
للرد على اهل الفرق الضالة وتعلم الخوا المفهم للكتاب والسنة
ومندوبة كاحداث بخور باله ومدرسة وكل احسان
لم يكن في الصدر الاول ومكر وهه مكن خرافة الساجد
ومباحة كالتمسح بلذ بذ الباكل والمشارب والثياب۔ اور
دوسرے اطلاق کے اعتبار سے حدیث شریف كل بدعة ضلالة وار
ہے۔ مرقاة میں ہے وقوله كل بدعة ضلالة عام مخصوص۔ نیز علماء نے
مطلقاً ہر بدعت کو سیئہ بتانے والوں کو جاہل بتایا ہے۔ شرح مقاصد میں
ہے ومن الجہلۃ من یجعل كل امر لم یکن فیہ من الصحابة
بدعة مذمومة وان لم یقدم دلیل علی قبحہ۔ جیسا کہ شامی کی عبار
میں گذرا بدعت کبھی واجب بھی ہو جاتی ہے اور ایسا ہی نسیم الریاض میں ہے
والمداد البدعة التي هي ضلالة فان البدعة قد تستحسن لعدم
مخالفتها الشرع وقد تكون واجبة۔

(۲) جو لوگ ضروریات دین پر متفق ہوں ان کو اہل قبلہ کہا جاتا ہے جیسا کہ شرح
فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے اعلم ان المداد باہل القبلة الذین
اتفقوا علی ما ہو من ضرورات الدین كحدوث العالم وجسارۃ

وعلم الله بالکلیات والجزئیات وما اشبه ذلك من المسائل جب تک
 اہل قبلہ میں کوئی علامت کفر نہ پائی جائے ان کی تکفیر اہل سنت کے نزدیک جائز
 نہیں ہے لیکن اگر ان میں کفر کی علامت پائی جائے تو ان کی تکفیر کی جائے گی۔
 اسی شرح فقہ اکبر میں ہے وان المراد بعدم تکفیر احد من اهل القبلة
 عند اهل السنة انه لا يكفر ما لم يوجد شيء من امارات الكفر
 وعلاماته ولم يصدر عنه شيء من موجباته۔ اسی صورت میں
 وہ اہل قبلہ رہ نہ جائیں گے۔ اسی میں ہے کہ اگر کوئی ساری عمر عبادت میں گزارے
 لیکن علامات کفر میں سے کوئی اس میں پائی جائے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہ رہ
 جائیگا۔ فرمایا فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد
 قدم العالم ونفى الحشر ونفى علمه سبحانه بالجزئیات لا يكون
 من اهل القبلة۔ جیسے دیوبندیہ و ملہ بیہ نماز روزے سب کچھ کرتے ہیں
 اپنے کو حنفی، چشتی، صابری سب کچھ کہتے ہیں، لیکن ان کی کھلی ہوئی علامات کفر یہ
 ہیں کہ وہ شان رسالت علی صاحبہا الصلوٰات والتحیات کی صریح تنقیص
 کرتے ہیں جو درجہ متعین تک پہنچ چکی ہے۔ جیسے حفظ الایمان مصنف مولوی
 اشرف علی میں ہے ”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا
 اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب
 ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے
 ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے
 بھی حاصل ہے۔“ اور براہین قاطعہ مصنف مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ

مولوی رشید احمد گنگوہی میں ہے "الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاصت نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور تحذیر الناس مصنف مولوی قاسم نانوتوی میں ہے "بلکہ اگر بالفرض بعد زمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔" اور جیسے قادیانی اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن ان کی کھلی ہوئی علامت کفر یہ ہے کہ وہ بعد زمان نبوی جدید نبی کے آنے کو جائز کہتے ہیں بلکہ مانتے ہیں اور مرزا خود مدعی بھی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خط مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء بنام اخبار عام لاہور میں ہے "سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں" (منقول از قادیانی فریب) (۳) اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن امور کو لانے کا ضرورۃً علم ہوا ہے وہ سب ضروریات دین ہیں۔ جیسا کہ جواب اول میں ایمان کی تعریف میں مواقف کی عبارت گذری ما علما مجیدہ بہ ضرورۃ۔ مولوی انور شاہ کشمیری نے اکفایہ الملحدین میں اس کو اس طرح بیان کیا ہے ضروریات الدین منحصرۃ عندہم فی ثلاثۃ مدلول الكتاب بشرط ان يكون نصا صریحا لا يمكن تأويله ومدلول السنة المتواترة لفظا ومعنی سواء كان من الاعتقاد یا

او من العمليات وسواء كان فريضا او نفلا... والمجمع عليه
اجبا عا قطعيا۔

(۴) جس کا ایمان نہ ہو وہ کافر ہے۔ شرح مقاصد میں ہے الکافر
اسم لمن لا ایمان له۔ بت کو سجدہ کرنا، مصحف شریف کو نجاست
میں ڈالنا، کلمات کفر کہنا، وغیرہ امور جن کا کفر ہونا دلیل شرعی سے ثابت
ہے وہ سب اس کی علامات ہیں۔ ہر اس میں ہے (ولا فراع فی ان
من المعاصی ما جعله الشارع امارۃ التکذیب) ای علامتہ
(وعلم کونہ کذلک) ای امارۃ لہ (بالادلة الشرعیۃ کسجود
الصنم والقائم المصحف فی القاذورات) ای النجاسات (والتلفظ
بکلمات الکفر) (وخذلک) کالاستہزاء باسم من الاسماء
الالہیۃ او حکم من الاحکام الشرعیۃ (مما ثبت بالادلة
انہ کفر) فان الاجبا ع انعقد علی ان ہذا الافعال
کفر والثابت بالاجبا ع ثابت بکلام الشارع (وبہذا)
ای بیان الشارع جعلہا علامات الکفر (بجمل) ای یندفع
(ماتقال) الخ۔ دیوبندیوں کی کتب حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور
تخذیر الناس کی عبارات کفریہ جو جواب دوم میں گذریں ایسی ہی
علامات کفر ہیں۔

(۵) وہ تاویل جو سائغ فی اللسان ہو جس کے لئے کوئی وجہ فی العلم ہو جو
صریح لفظ میں نہ ہو اور غائت بعد پر نہ ہو جس کی بناء پر ضروریات دین

میں سے کسی بھی امر کا انکار نہ لازم آئے اس تاویل پر متاویلین کی تکفیر نہ کی جائیگی
 وہ تاویل جو صریح لفظ میں ہو یا غایت بعد پر ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں
 ہے۔ فتح الباری میں ہے کل متاؤل معد و ربتاؤیلہ لیس باثم
 اذا كان تاؤیلہ سائغاً فی لسان العرب و كان له وجه
 فی العلم۔ نسیم الریاض میں ہے (قال حبیب بن الربیع لان ادعاء
 التأویل فی لفظ صراح لا یقبل) لبعدا غایة البعد۔ اور وہ
 تاویل جو ضروریات دین میں کی جائے وہ کفر کو دفع نہیں کر سکتی چنانچہ
 عبدالحکیم علی النخالی میں ہے والتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع
 الکفر۔

(۶) اس صورت میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی لیکن اگر یہ مستحین
 ہو جائے کہ کفری کا احتمال اس کی مراد ہے تو مفتی کا فتویٰ اس کو کفر سے
 بچا نہیں سکتا۔ اور اگر وہ خود ہی تصریح کر دے کہ کفر ہی کا احتمال اس
 کی مراد ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ شرح فقہ اکبر میں ہے اذا كان
 وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي
 ان يميل الى الذي يمنع التكفير تحسیناً للظن بالمسلم ثم
 ان كان نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم
 وان كان الوجه الذي يوجب التكفير لا ينفعه فتوى
 المفتي۔ اور شامی میں ناقلاً عن البرازیة ہے الا اذا صرح
 باسادة موجب الكفر فلا ينفعه التأویل۔

(۷) امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ جو لفظ کفر کو تلفظ کرے گا اس کی تکفیر کی جائیگی۔
مولوی انور شاہ کشمیری کی اکفار المحدثین میں ہے قال ابن حجر
فی الاعلام فی فصل الکفر المتفق علیہ ما نقلہ عن کتب
الحنفیة "من تلفظ بلفظ الکفر یکفر" نیز فرماتے ہیں
الذی یخبر انہ بالنسبة لقواعد الحنفیة والمالکیة
وتشددید انہم یکفر عندہم مطلقا واما بالنسبة
لقواعدنا وما عرف من کلام ائمتنا فاللفظ ظاہر فی
الکفر وعند ظهور اللفظ فیہ لا یتحتاج الی نتیجہ کما علم
من قراوع کثیرة وان اول قیل منہ اور فرماتے ہیں عملنا
بما دل علیہ لفظہ صریحا وقلنا لہ انت حیث اطلقت ہذا
اللفظ ولم تؤول کنت کافرا وان کنت لم تقصد ذلک
لاخاف انما یحکم بالکفر باعتبار الظاہر وقصدک وعدمہ
انما ترتبط بہ الاحکام باعتبار الباطن فاللفظ اذا کان
محملا لمعان فان کان فی بعضها الظہر حمل علیہ وکذا ان
استوت ووجد لاحدہا مرجح والاحتمال وعدمہا لا یشتغل
لنا بہ (منقول از الموت الاحمر)۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ فقہائے
کرام کے نزدیک تکفیر کو متبیین کافی ہے لیکن متکلمین کے نزدیک تکفیر
کے لئے تعین کی ضرورت ہے۔ ایسے کلام کو جس میں اسلام اور کفر دونوں
کے احتمالات ہوں اگر اسے کوئی صرف کفر ہی پر محمول کرتا ہو تو دیکھا جائیگا

کہ وہ ایسا بغیر کسی تاویل کے کر رہا ہے یا کسی تاویل سے کر رہا ہے۔ اگر وہ بغیر تاویل کے ایسا کر رہا ہو تو وہ مستحق ذمہ تو ہو گا ہی، بعض اوقات میں کافر بھی ہو جائیگا۔ اور اگر وہ تاویل سے ایسا کر رہا ہو تو دیکھا جائیگا کہ وہ تاویل غیر سائغ ہے یا سائغ ہے۔ اگر وہ تاویل غیر سائغ سے ایسا کر رہا ہو تو وہ مستحق ذمہ ہو گا۔ لیکن اگر وہ تاویل سائغ سے ایسا کر رہا ہو تو وہ مستحق ذمہ نہ ہو گا۔ فتح الباری میں ہے والجاصل ان من اکفر المسلم نظراً فان كان بغیر تاویل استحق الذم و سراً بما كان هو الکافر وان كان بتأویل نظراً ان كان غیر سائغ استحق الذم ایضاً ولا یصل الی الکفر بل یبین له وجه خطئه ویزجر بساً یلیق به ولا یتحقق بالاول عند الجمهور وان كان بتأویل سائغ لم یستحق الذم بل تقام علیه الحجة حتی یرجع الی الصواب۔

(۸) وہ اگر وہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین کی سنت پر چلتا ہو، جن کے بارے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ما انا علیہ واصحابی وہ اگر وہ اہل سنت و جماعت ہے۔ ان کے عقائد کے خلاف عقائد رکھنے والا اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ارشاد نبوی ما انا علیہ واصحابی کی شرح میں ہے المراد هم المهتدون المتمسكون بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدی فلا شک ولا حیب انهم هم اهل السنة والجماعة۔

(درمختصر) ارشاد احمد

(۹) فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر، عقائد نسفی، شرح عقائد نسفی، مواقف، شرح مواقف وغیرہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی مستند کتابیں ہیں لیکن کسی مستند کتاب کا قول غیر مستند سے خالی ہونا ضروری نہیں ہے۔ جو عقیدہ جس درجے کا ہو گا اس کی دلیل بھی اسی درجے کی ہونا چاہیے۔

(۱۰) اگر غیر حنفی امام مواضع خلاف کی رعایت کرتا ہو تو اس کی اقتداء جائز ہے ورنہ نہیں۔ شامی میں ہے وفي رسالة الاحمداء في الاقتداء لمن لا على القاسم اذهب عامة مشائخنا الى الجواز اذا كان محتاطاً في موضع الخلاف والا فلا۔ لیکن اگر کسی مدعی شافعی یا مالکی یا حنبلی پر کسی بدعقیدگی کی بناء پر کفر لازم آتا ہو تو اس کے پیچھے مطلقاً نماز ناجائز ہے۔ توفیر الايصاء میں ہے وان كفر بها فلا يصلح الاقتداء به اصلاً۔

ضمیمہ

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو جناب کے کئے ہوئے سوالات کے جوابات کا جناب سے بھی مطالبہ کرنے کے ساتھ فقیر نے جن مزید سوالات کے جوابات جناب سے طلب کئے ہیں فقیر خود بھی ان کے جوابات دے رہا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) کافی ہے۔

(۲) وہ معنی کفری ہیں اور ان کا معتقد کافر ہوگا۔ ان کی ان عبارات کفریہ قطعیہ متبیینہ متعینہ کے معانی کفریہ اور کلام، حکم و حکم کا علم قطعی رکھتے ہوئے جو ان کے کفر میں شک کرے گا وہ کافر ٹھہرے گا۔ یہ ان میں سے ہے جن کے متعلق فقہار نے ارشاد فرمایا ہے من شک فی کفرہ وعدا بہ فقد کفر کما صرح بہ علماء الحرمین الشریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً۔

(۳) زید کا یہ عقیدہ اور استدلال معنی کے روسے درست ہے۔ عمرو کا یہ قول یقیناً شان الوہیت کی تنقیص اور کفر ہے۔

(۴) (الف) دونوں کی یہ چال ایک ہی قسم کی ہے اور ناپاک و کفری ہے۔ یہ دونوں مردود ہیں۔

(ب) یہ دونوں ایک ہی قسم کے فریب ہیں۔

(۵) ہرگز نہ اٹھیں گی۔

(۶) یہ دونوں ایک ہی قسم کی کفری چال ہیں۔ ورنہ تمام کمالات الہیہ اور تمام کمالات نبویہ میں سی قسم کی بہودگیاں جاری ہو جائیں گی اور کفریہ کا دروازہ کھل جائے گا۔

(۷) کھلا ہوا کفر ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہے۔

(۸) یہ معنی منصوص علیہ اور قطعی طور پر مجمع علیہ ہیں، یہ دیوبندیوں کو بھی

تسلیم ہے۔ ان کی جماعت کے مقتدر و مسلم عالم مولوی انور شاہ کشمیری نے اکفار المجدین میں اس کی وضاحت کی ہے، اور مولوی

قاسم نانوتوی نے جو نئے معنی ایجاد کئے ہیں وہ معنی منصوص علیہ اور
سلف صاحبین کے بیان کردہ معنی کے علاوہ و مخالف ہے۔ اسی
بناء پر انھوں نے لکھا ہے ”اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون
تک نہ پہنچا ہو تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی نادان نے
کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا
گاہ باشد کہ کود کے نادان

بغلط برداشت زندگی

(۹) وہ بالکل مصیب ہے اسے خاطر کئے والا خود خاطر ہے۔

(۱۰) اس کے معنی ضروریات دین میں سے ہیں۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ سرکار
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین یعنی آخر النبیین ہیں۔ آپ کے بعد
کسی کو نبوت جدیدہ نہیں ملے گی۔ اس کی مولوی انور شاہ کشمیری نے
اکفار المحدثین میں اور مولوی مرتضیٰ حسن چاندیوری در کھنگی نے اشد العدا
میں قادیانیوں کی تکفیر کی بحث میں تسلیم اور تصریح کی ہے کہ ”خاتم الانبیاء
بمعنی آخر الانبیاء“

(۱۱) یہ یقیناً عیب لگانا اور تنقیص ہے اور اس کا حکم سب کا حکم ہے نیم الریاض
میں ہے من قال فلان اعلم منه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نقد عابہ و نقصہ اور ثفا میں ہے ان جمیع من سب النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم او عابہ او الحق بہ نقصاً فی نفسه او نسبه او دینہ
او خصلۃ من خصالہ او عرض بہ او شبہہ بشئی علی لصیق السب

لہ اووالاخر ساء علیہ اوالتصغیر بشانہ او الغض منہ او العیب
 لہ فہو سائب والحکمہ فیہ حکم السائب۔ فقط وھو الہادی
 الی سواء السبیل۔

فقیر محمد حبیب الرحمن قادری غفرلہ

(درستخط حضور مجاہد ملت)

۱۱ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ

مطابق ۷ نومبر ۱۹۷۳ء

روز چار شنبہ

جوابات وقت گزرنے کے بعد وصول ہوئے

۱۱ شوال مطابق ۷ نومبر ۱۹۷۳ء

بوقت ۹ بجے دن یوم چار شنبہ

محمد رفیع الدین داحمد

بجہ تعالیٰ

یہ مختصر رسالہ ہدایت قبالہ محمدی فوج کا فتح مندر رسالہ وہابیت و دیوبندیت قلعوں میں زلزلہ ڈال
دینے والا وہابیوں و دیوبندیوں کو آئینہ میں انکی صورت دکھانے والا

مسکئی بنام تاریخی:

مذہب کی پہچان کا پاکیزہ فوٹو

۱۳۳۵ھ

THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT

دکھائی گئی ہے جس میں وہ سربستہ راز طشت از بام کئے گئے ہیں جو وہابیت و دیوبندیت کے اندر
پوشیدہ تھے۔ اس کے دیکھنے کے بعد ہر با انصاف وہابیت و دیوبندیت پر نفرت کریگا۔ تمام وہابیہ
و دیوبندیہ وغیرہ مقلدین جو تقویۃ الایمان کو مانتے ہیں سب کو اعلان عام ہے۔ قیامت تک کے لئے
اعلام تمام ہے۔ آئیں اور اس قاہرہ رسالے کے وار سے وہابیت و دیوبندیت کی کسی جان زار کو
بچائیں۔ ورنہ توفیق الہی جی توبہ کر کے سنی مسلمان بن جائیں۔

مولفہ:

حامی سنت ماحی بدعت جناب حضرت حاجی غلام حسن صاحب کی حنفی

قادری برکاتی نوری دام مجد ہم ساکن سورت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نجدیوں، دیوبندیوں، وہابیوں کیلئے آسانی حکیم الامت تھانوی جی کی

اچھوتی علم دانی رسول تھانوی کی اپنی امت پر نرالی مہربانی

مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ یہ تھانوی جی وہی ہیں جن کا مرید لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ جیتا ہے۔ دن بھر اللھم صل علی سیدنا و نبینا اشرف علی پڑھتا ہے۔ تھانوی جی اس کا جواب دیتے ہیں کہ ”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بظونہ تعالیٰ قبیح سنت ہے۔“ (دیکھو الامداد صفحہ ۶۳۳ اید)

یہ وہی تھانوی جی ہیں جنہوں نے بہشتی زیور حصہ اول کے صفحہ ۴۸ پر کسی بزرگ کا نام بطور وظیفہ کے چپنا بھی (یعنی ورد کرنا) کفر و شرک میں گنا دیا۔ یہ وہی تھانوی جی ہیں جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں سے ملا دیا۔ (دیکھو حفظ الایمان صفحہ ۸)

اب یہ وہی تھانوی جی ہیں جو صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص بے عذر حرام کام چھوڑے اور حرام نہ کرے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ تھانوی جی تو بہت بڑے قبیح سنت بلکہ حکیم الامت ہیں تو ضرور حرام کرتے ہونگے۔ ورنہ فاسق ہو جائیں گے اور فاسق سے اللہ راضی نہیں۔ فاسق قبیح سنت نہیں ہو سکتا اب حرام بہت سی قسم کے ہیں۔ چند حرام یہ ہیں چوری کرنا، شراب پینا، ڈاکہ ڈالنا، زنا کرنا، ماں بہن بہو بیٹی ناننی دادی سے معاذ اللہ مبتلا ہونا۔ یہ سب اور ان کے سوا بہت سے حرام ہیں اور یہ حکم سب سے پہلے مصنف یعنی تھانوی جی اور ان کے بعد ان کے سارے معتقدین و متبعین کے لئے لازم العمل ہوگا۔ تھانوی جی کے ماننے والے سب مردوں پر ایسا کرنا لازم ہے۔ ورنہ تھانوی جی کے فتوے سے فاسق اور عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔ اسی طرح تھانوی جی کی ماننے والی ساری عورتوں پر لازم ہوگا کہ وہ حرام کریں۔ ورنہ اپنے پیر تھانوی جی کے فتوے سے فاسقہ اور عذاب کی مستحق ٹھہریں گی۔ اگر کوئی شخص نماز، روزہ، زکوٰۃ

جج سارے فرائض و واجبات ادا کرے۔ سراپا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بن جائے مگر حرام سے پرہیز کرے۔ تو تھانوی جی کے فتوے سے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ کیوں نہ ہو چودھویں صدی کا رسول تھانوی اور حرام کو حلال نہ کرے تو بات ہی کیا ہوئی؟ آج تک وہابیہ حرام کو حلال کرنے کی کوشش میں تھے۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہے تھے۔ کبھی کو حلال کیا۔ کبھی بکرے کے کپورے (حصے) جائز کئے۔ کبھی ہولی دوالی کی پوری کچوری کو حلال کیا مگر رسول تھانوی کو اپنی امت کی دھیمی رفتار دیکھ کر جوش آیا اور ایک دم سے سارے حرام کاموں کو اپنی امت پر فرض و لازم کر دیا۔ صاف لکھ دیا کہ جو حرام نہ کرے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ اب معلوم ہوا کہ تھانوی جی اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کو ممکن ہے کہ حرام جانتے ہوں اور اسی لئے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں کہ ڈرتے ہیں کہ اگر حرام نہ کریں گے تو فاسق ہوں گے۔ عذاب کے مستحق بنیں گے مگر مسلمان یوں کیا ان کا پیچھا چھوڑیں گے؟ وہ پوچھیں گے کہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین آپ کے نزدیک حرام ہے یا نہیں؟ اگر کہیں نہیں تو کافر اور اگر کہیں ہاں تو خود اپنے اقرار سے توہین نہ کرنا گناہ مانا یوں کافر۔

والعیاذ باللہ العزیز القادر۔

مسلمانوں کا خادم

فقیر حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہ

وہابیوں، دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سے ایک ضروری سوال مزیدارسالہ دار بہشتی گوہر کی فاحش غلطی کا اظہار

قبلہ دیوبندیہ و کعبہ وہابیہ و حکیم امت نجدیہ جناب مولوی اشرف علی تھانوی دام بالناقب السلام
علیٰ من اتبع الهدی۔ آپ اپنی بہشتی زیور کے گیارہویں حصہ بہشتی گوہر مطبوعہ ابولحالی اسٹیم پریس آگرہ صفحہ ۳
پر تحریر فرماتے ہیں۔

”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا
فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ اس عبارت کا صاف و صریح مطلب یہی ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے کوئی
شخص حرام کاری نہ کرے وہ فاسق و عذاب کا مستحق اور جہنمی ہے۔ بہت اچھا حضور تھانوی صاحب بالقلبہ۔
اب ہم غربائے اہل سنت آپ سے آپ کی خدمت میں ایک سوال کرنا چاہتے ہیں اور آپ سے امید ہے
کہ آپ ہمیں جواب دے کر ممنون فرمائیں گے۔

تھانوی جی آپ کے بہشتی گوہر نے تو حرام کے بے عذر چھوڑنے والے کو فاسق اور عذاب کا
مستحق بتا کر ہمارے تمام صلحا زہاد عباد و علماء اولیاء ائمہ و صحابہ بلکہ تمام انبیاء و مرسلین بلکہ خود سید الانبیاء صلوات
اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین کو جو سب کے سب حرام کے قطعاً پاس نہیں جاتے اس کے بے عذر
چھوڑنے کو نہیں بلکہ نہ چھوڑنے اس کے کرنے کو سخت اشد موجب غضب جبار اور سبب استحقاق عذاب نار
جانتے مانتے بتاتے تھے۔ بغیر کسی ہیر پھیر کے نہایت وضاحت و صراحت سے معاذ اللہ فاسق جہنمی بنا ڈالا۔
کیا اپنے اس فتوے کی حقیقت کھولنے کے لئے آپ ہم غربائے اہلسنت کو خود آپ ہی اس قدر دریافت
کرنے کی اجازت دیں گے۔ کہ آیا آپ کے باواجان اور آپ کی والدہ صاحبہ دونوں حرام کار تھے یا نہیں؟
اگر نہیں تو فرمائیے آپ کے فتوے سے وہ دونوں فاسق جہنمی ہوئے یا نہیں؟ اور اگر فرمائیے کہ وہ دونوں
حرام کار تھے اور حرام کاری کرتے تھے تو آپ انہیں کے صاحبزادے ہیں۔ اب فرمائیے کہ خود آپ اپنے
فتوے سے حلالی ہوئے یا کون؟ اور اگر یوں فرمائیے کہ حرام کاری نہ کرنے والے کو فاسق جہنمی تو میں نے

اپنی طرف سے لکھا ہے یہ فتوے میرے والدین پر جاری نہیں ہو سکتا تو اولاً وجہ بولیں۔ آپ کی گھریلو شریعت غریب سنیوں اور ان کے ائمہ و اکابر اولیاء و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہی محض بزور زبان و افتراء و بہتان فاسق جہنمی بنانے کو ہے۔ آپ کے گھر کے لئے برأت فی الزبر ہے۔ ثانیاً حرام نہ کرنے والے کو جو تمام صلحاء و اکابر امت اور خود جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ فاسق جہنمی کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور ضرور ہے تو فرمائیے کہ خود آپ اپنے فتوے سے مسلمان ہیں یا کون؟ پس آپ کے لئے یہی تین راستے ہیں یا اپنے آپ کا مسلمان نہ ہونا صاف لکھتے یا اپنے آپ کا حلالی نہ ہونا صاف تحریر فرمائیے یا اپنے والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں کے فاسق جہنمی ہونے کی اشاعت کیجئے۔ اب فرمائیے آپ کو ان تینوں میں سے کون سا پسند ہے۔ ہاں ایک چوتھا ہم بھی آپ کو بتاتے ہیں۔ مائے تودین و دنیا میں آپ کا بھلا ہے وہ یہ کہ جس قدر کثیر تعداد میں آپ کی بہشتی گوہر کی اشاعت ہوئی ہے اسی طرح اتنے ہی تعداد میں اپنا توبہ نامہ شائع کرائیے اور صاف لکھتے کہ بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر مجھ سے سخت اشد فاحش گمراہی و غلطی کا کلمہ صادر ہو گیا ہے۔ اب میں اس پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہوں۔ حضور تھانوی صاحب حق باتوں میں شرم نہ چاہیے۔ اگرچہ نفس نے برسوں حکیم الامتی کے مزے اٹھائے ہیں۔ وہ طرح طرح سے بہکائے گا اور توبہ نہ کرنے دے گا۔ مگر آپ اسے سمجھائیے کہ اے نفس سرکش دیکھ تکبر نے عزازیل جیسے عابد و زاہد معلم الملوک کو کافر و ملعون بنا کر چھوڑا۔ تکبر اور گھمنڈ اچھا نہیں۔

آخری التماس:

حضور تھانوی صاحب ہم غریب سنیوں کا یہ سوال آپ کو بُرا نہ لگے۔ آپ کے فتوے سے تودینا بھر کے اولین و آخرین تمام ائمہ و علماء و اولیاء و صالحین جو حرام کاموں سے ہمیشہ بچتے رہے۔ معاذ اللہ سب فاسق اور جہنمی ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہ کیا۔ صرف اتنا ہی کیا ہے کہ آپ کے آئینہ میں آپ کی صورت زیبا آپ کو دکھائی ہے کہ آپ اپنے ہی فتوے سے کون ہوئے اور آپ نے تو ہمارے آقا و مولیٰ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں پاگلوں جانوروں کے علم غیب کی طرح بتایا ہے۔ دیکھو (حفظ الایمان صفحہ ۸)

لا اله الا الله اشرف على رسول الله اور اللهم صلى على سيدنا و نبينا و مولانا اشرف على
پڑھنے کو تسلی بخش فرمایا ہے۔ (رسالہ الامداد تھانہ بھون صفر ۱۳۳۶ھ)

اگر توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ تو ان گستاخیوں گالیوں کی سزا تو خدا نے چاہا کل قیامت میں آپ کو
ملے گی۔ مولیٰ عزوجل تمام سنی بھائیوں کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

مورخہ اشوال المکرم ۱۳۳۲ھ

خادم اہلسنت حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہ ازسورت

وسیع المناقب مولوی اشرف علی تھانوی دامت تھانویہ

السلام علی من اتبع الهدی

اس نے قبل دو مضمون آپ پر نازل کر چکا ہوں۔ آج یہ تیسرا اور آپ پر اتارنا ہوں۔ غصہ کو دور
کیجئے۔ غصہ میں آدمی کو حق نہیں سوجھتا۔ ہوش و حواس سے سینے ہو سکے تو جواب دیجئے۔ توفیق ہو تو توبہ کیجئے
آپ نے اپنے بہشتی زیور کے گیارہویں حصہ بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر لکھا۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے
ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ جس کا صاف و
صریح کھلا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے حرام نہ کرے وہ گنہگار اور جہنمی ہے۔ اس پر یہ چند سوال
وارد ہوتے ہیں۔

سوال اوّل: آپ شراب پینے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت اسلامیہ کے
مطابق آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ شراب پیتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں پیتے تو آپ
اپنے فتوے سے گنہگار فاسق اور جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر پیتے ہیں تو شریعت اسلامیہ کے حکم سے آپ شرابی
فاسق اور مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال دوم: آپ زنا کرنے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو اسلامی احکام کی رو سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ زنا کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے ہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اگر آپ زنا کرتے ہیں تو احکام شریعت کے اعتبار سے آپ زانی فاسق مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال سوم: آپ بھوکھیلنے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت مظہرہ کے مطابق آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ بھوکھیلے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کھیلے ہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر آپ بھوکھیلے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ جواری فاسق مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال چہارم: آپ سود کھانے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ سود کھاتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کھاتے تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر آپ سود کھاتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ سود خوار فاسق مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال پنجم: آپ چوری کرنے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ چوری کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر آپ چوری کرتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ چور فاسق اور مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال ششم: آپ لواطت کو یعنی معاذ اللہ ایک مرد جو دوسرے مرد سے خبیث فعل کرتا ہے۔ اسے حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو آپ خود اس فعل خبیث کو کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے ہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر کرتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ لوطی فاسق عذاب کے مستحق ہیں یا نہیں؟

سوال ہفتم: آپ لواطت کرانے کو خود مفعول بننے کو یعنی معاذ اللہ ایک مرد جو دوسرے مرد سے ناپاک فعل کرانا ہے اسے حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ خود اس ناپاک فعل میں مبتلا ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہاں تو شریعت کے حکم سے آپ لواطت کرنے والے فاسق عذاب کے مستحق ہیں یا نہیں؟

سوال ہشتم: آپ کے نزدیک معاذ اللہ محرمات یعنی اپنی ماں، بہن، بیوی، پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی، دادی، پوتی، نانی، نواسی کے ساتھ منہ کالا کرنا۔ ان کے ساتھ ناپاک فعل کرنا حرام ہے یا حلال؟ اگر حلال ہے تو شریعت مقدسہ کے حکم سے آپ ان حرام کاموں کو حلال جان کر کافر مرتد ہوئے یا نہیں؟ اگر آپ کے نزدیک یہ تمام کام حرام ہیں تو اب بتائیے کہ آپ ان حرام کاموں کو کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر کرتے ہیں تو آپ اپنی ماں، بہن، بیوی، پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی، دادی، پوتی، نانی، نواسی کے ساتھ زنا کرنے والے اور شریعت کے حکم سے فاسق گنہگار جہنمی ہوئے یا نہیں؟ اور اگر آپ یہ کام نہیں کرتے ہیں تو آپ اپنے ہی فتوے سے فاسق گنہگار دوزخی ہوئے یا نہیں؟

سوال نہم: تمام حرام کاموں میں سب سے بدتر حرام کفر و شرک وارد ہوا ہے۔ اب فرمائیے آپ کفر و شرک ارتداد کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو آپ اپنے ہی فتوے سے فاسق گنہگار دوزخی ہوئے یا نہیں؟ اور اگر آپ کفر و شرک ارتداد کرتے ہیں تو فرمائیے آپ کافر شرک مرتد ہوئے یا نہیں؟

یہ تو صرف نو سوال ہیں۔ حقیقت میں نو ہزار سوال آپ پر نازل ہو سکتے ہیں۔ جتنے حرام کام ہیں ایک ایک کو گنا کر آپ سے پوچھا جاسکتا ہے کہ آپ اسے کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو اپنے ہی فتوے سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو شریعت کے حکم سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ آپ اگر توبہ نہ کریں تو آپ کے وہی تین راستے ہیں یا تو اپنا کافر مرتد ہونا صاف صاف لکھئے یا اپنے آپ کو شرابی، زانی، جواری، سود خور، چور، لوٹی، لواطت کرانے والا، ماں، بہن، بیوی، پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی، دادی، پوتی، نانی، نواسی سب کے

سب بدکاری کرنے والا بلکہ کفر و شرک و ارتداد میں مبتلا ہونے والا صاف صاف لکھے یا اپنا فاسق گنہگار جہنمی ہونا صاف صاف لکھے۔ بتائیے آپ کو ان تینوں میں سے کون سا پسند ہے؟ تھانوی جی ہمیں معلوم ہے کہ میرا یہ مضمون آپ کو اور آپ کے مریدوں اور آپ کے حواریوں کو سخت بُرا لگے گا۔ نازک صورتیں گھبرائیں گی۔ نازنین صورتیں شرمائیں گی۔ مگر شعلہ خواہ تشنیں مزاج طبیعتیں گرمائیں گی۔ لب نازک پر گالیاں لائیں گی مجھ کو بُرا بھلا فرمائیں گی۔ ہزاروں بے نقط سنائیں گی۔ مگر یاد رکھئے ہم آپ کی یا آپ کے گروہ کی گالیوں سے ڈرنے والے نہیں۔ آپ لوگوں کی گالیاں سنیں گے اور آپ کو حق کی طرف دعوت دیں گے۔ یہاں تک کہ آپ توبہ کریں یا آپ کو موت آئے۔ تھانوی جی ہم نے جو کچھ کہا ہے۔ اس میں ایک لفظ بھی اپنی طرف سے نہیں کہا ہے بلکہ آپ ہی کے بہشتی گوہر کا آئینہ آپ کو دکھایا ہے۔ ہمیں معاف کریں ہم قصور وار نہیں۔ قصور جو کچھ ہے وہ آپ کی بہشتی گوہر کا ہے۔ آپ کو اختیار ہے۔ اسے جس قدر چاہیں سزا دیں۔ تھانوی جی انصاف تو ہم سنیوں کا دیکھئے۔ آپ نے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں پانگلوں جانوروں چوپاؤں کی طرح لکھ دیا۔ الامداد صفر ۱۳۳۵ھ میں ہم تمام مسلمانوں کی پیاری ماں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعبیر اپنی جو رو سے دی۔ الامداد صفر ۱۳۳۶ھ میں اپنا کلمہ اور دن بھر جاگنے میں ہوش کے ساتھ اللھم صل سیدنا و نبینا اشرف علیٰ پڑھنے کو تسلی بخش بتایا۔ بہشتی گوہر کی اسی عبارت میں تمام صحابہ و تابعین و اولیاء و صالحین اور دین کے بڑے بڑے اماموں کو بلکہ تمام انبیاء کو مرسلین کو اور خود سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمیشہ حرام کاموں سے پرہیز کرتے رہے۔ سب کو منہ بھر کر فاسق اور عذاب کا مستحق لکھ دیا۔ خیال فرمائیے کہ ہمارے دل پر ان گالیوں کا کس قدر صدمہ ہوگا کیا ہمارا دل نہیں چاہتا ہوگا کہ آپ کو اچھی طرح گالیاں دے کر اپنا غصہ ٹھنڈا کریں۔ مگر نہیں نہیں۔ دیکھو ہم غصہ کو ضبط کرتے ہیں۔ آپ کو گالیاں نہیں دیتے۔ صرف آپ کو آپ ہی کا آئینہ دکھاتے ہیں۔

والسلام علی من اتبع الهدی

تھانوی جی کو حق کی دعوت کرنے والا

فقیر حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہ۔ از سورت

آریوں کے نیوگ کا بہشتی گوہر تھانوی سے نیوگ

جناب تھانویت مآب وسیع الالقاب اشرف علی صاحب تھانوی۔ السلام علی من اتبع الهدی۔ آپ نے اپنی بہشتی گوہر صفحہ ۳ پر لکھا۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ جس کا کھلا ہوا مطلب یہی ہوا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے حرام نہ کرے۔ وہ فاسق یعنی گنہگار اور عذاب کا مستحق یعنی دوزخی ہے۔ اس سے قبل میرے تین مضمون آپ پر اتر چکے ہیں۔ آج بعونہ تعالیٰ یہ چوتھا مضمون آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ سنئے اور غصہ سے کام نہ لیجئے۔ بن پڑے تو جواب دیجئے۔ ورنہ توبہ کیجئے یہ کیا بات ہے کہ حکیم الامت ہونے کا دعویٰ کر لیا۔ اپنے نام کا کلمہ پڑھو لیا۔ اپنے نام پر اللھم صل علی نبینا اشرف علی پڑھنے کو تسلی بخش بتا دیا۔ کتابیں لکھ لکھ کر مسلمانوں کو گمراہ بنانے کا ٹھیکہ لے لیا اور جب مسلمان آپ کا پیچھا لیتے ہیں تو آپ دم سادھ لیتے ہیں۔ گپ چپ کے لٹو دکھا لیتے ہیں۔ شاید تھانہ بھون میں سوٹھ بہت مستامتا ہے کہ آپ کو ناس لینے کے لئے منوں مل جاتا ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ آپ جواب نہیں دیتے۔ آپ کو رجسٹری بھیجی جاتی ہے اس پر بھی آپ کی مہر خاموشی نہیں ٹوٹتی۔ آپ کا قرض ہے کہ آپ نے جو عقائد کفریہ اور گمراہ کرنے والے مسائل لکھے ہیں۔ ان کو ثابت کریں ان پر جس قدر اعتراضات ہوتے ہوں سب کا جواب دیں۔ خیر اگر آپ نہیں سنتے نہ سنیں۔ آپ کو اختیار ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا ہی کروں گا۔ آپ کروٹ نہ لیں نہ سہی۔ اللہ کی قدرت بے امید ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو ہدایت ہوگی اور جو نادان فہم بھولے مسلمان آپ کے جال میں پھنس گئے ہیں ان کو اس سے نجات مل جائے گی۔ آمین۔

سنئے: آریہ دھرم میں نیوگ کا بھی ایک مسئلہ ہے۔ جس کا بیان یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہے یا مر جائے۔ یا سفر کو جائے تو عورت دوسرے شخص سے صحبت کرائے جس کو ویرج داتا (منی کی بھیک دینے والا) کہتے ہیں اور اس سے اولاد حاصل کر لے یہ اولاد اس کے پہلے شوہر کی ہوگی یعنی بونے جوتے سینچنے بل چلانے والے کا پیداوار میں کچھ حق نہیں۔ بلکہ ساری کھیتی زمین والے کی ہوگی۔

اسی طرح اُسے دس مردوں سے نیوگ کرنے کی آریہ سماج میں دعوت دی گئی ہے۔

اسی طرح اگر عورت حاملہ ہے اور میاں بیوی دونوں سے نہ رہا جائے تو بھی دونوں کو غیر مرد یا

غیر عورت سے نیوگ کی اجازت ہے۔ جس کا مفصل بیان پنڈت دیانند کی ستیا رتھ پرکاش میں ہے۔

کیوں تھا نوی جی آپ کے نزدیک یہ نیوگ حرام ہے یا حلال؟ اگر حلال ہے تو مہربانی فرما کر صاف صاف لکھئے تاکہ مسلمانوں کو آپ کا اصلی عقیدہ معلوم ہو جائے اور اگر آپ کے نزدیک نیوگ حرام ہے تو آپ کے

فتوے سے جو مرد یا عورت نیوگ نہ کرے وہ فاسق گنہگار عذاب کے لائق دوزخی ہے یا نہیں؟ آپ کے قول سے تو آپ کے جتنے ماننے والے ہیں۔ ان سب پر لازم ہے کہ اگر ان کی عورتیں بیمار یا حاملہ ہوں تو وہ

دوسری وہابی عورتوں سے نیوگ کر لیا کریں اور جس قدر عورتیں آپ کو ماننے والی ہیں۔ خواہ وہ راندیر

ڈابھیل کی رہنے والی ہوں یا مسورت نو ساری کی۔ یا بھینی یا بڑودہ کی یا دیو بند یا تھانہ بھون کی۔ ان سب پر

آپ کے فتوے سے لازم ہے جب ان کے شوہر بیمار ہوا کریں یا سفر کو جایا کریں تو یہ یہاں تک میٹھی رہانہ

کریں بلکہ غیر مردوں سے نیوگ کر اکر اپنے پتی کے لئے اولاد پیدا کیا کریں۔ بولے بولے آپ کا اور

آپ کے ماننے والوں کا اور آپ کے ماننے والی عورتوں کا نیوگ پر عمل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو آپ کے

فتوے سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ تھا نوی جی! سخت افسوس ہے آپ مسلمان بلکہ مولوی بلکہ حکیم الامت

کہلو اکر اسلام کو مٹانے کی تدبیریں کر رہے ہیں؟ اپنے ہاتھوں سے ہتھیار بنانا کر آریوں کو اس لئے دے

رہے ہیں کہ وہ ان سے مقدس اسلام پر حملہ کریں۔ میدان ارتداد میں آریہ پنڈت آپ کی حفظ الایمان

بغل میں دبائے پھرتے تھے اور بھولے نادان ملکاتوں کو یوں کہہ کر مرتد بناتے تھے کہ تم ایسے ہی کو نبی مانتے

ہو جس کا علم بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں جیسا تھا اگر کوئی ثبوت مانگتا تو آپ کی حفظ الایمان کھول کر

دکھا دیتے کہ دیکھو مسلمانوں کے اتنے بڑے مولوی اور حکیم الامت نے ایسا لکھا ہے۔ اب اگر بہشتی گوہر کی

یہ عبارت آریوں کو مل جائے گی۔ تو خوب اچھی طرح اچھیل کود کر نیوگ کو جائز بتائیں گے اور ثبوت میں

آپ کی بہشتی گوہر دکھائیں گے۔ خدا بھلا کرے اس سنی بھائی کا جس نے اس آریہ پنڈت کے منہ میں پتھر

دیدیا اور اسے یہ کہہ کر لاجواب نہ کر دیا کہ حفظ الایمان کا مصنف مسلمان نہیں بلکہ چھپا ہوا آریہ ہے جس طرح

آریہ پیغمبر علیہ السلام کی گستاخی کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی مسلمان بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے۔ اس کا قول ہمارے نزدیک کچھ معتبر نہیں۔ اس کا قول پیش کرنا ایسا ہے جیسے چنڈت دیا نند کا قول پیش کرنا۔ جس سے وہ آریہ لا جواب ہو گیا۔ اب بھی بہشتی گوہر کے لئے یہی جواب ہوگا۔

السلام علی من اتبع الهدی۔

مسلمانوں کا خادم:

حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہ از سورت

بہشتی گوہر اور تفویہ الایمان میں مزید اربہ لطف لتیوا

جناب مولوی تھانوی صاحب السلام علی من اتبع الهدی۔ آپ نے اپنی بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کا منکر کافر ہے اور بے عذر اس کا چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ اس کا صاف مطلب اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے حرام کاموں کو چھوڑ دے۔ وہ فاسق گنہگار اور عذاب کا مستحق دوزخی ہے۔ ہم نے پہلی نظر میں یہ سمجھا کہ ممکن ہے کاتب سے غلطی ہو گئی۔ اس نے کرنے کی جگہ چھوڑنا لکھ دیا ہوگا۔ اس لئے مختلف پریسوں کی بہشتی گوہر منگائی گئی۔ ہر ایک میں یہی مضمون نکلا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ مضمون اصل کتاب میں ضرور ایسا ہی ہے اور کاتب کی غلطی نہیں ہے کیونکہ کاتب کی غلطی اگر ہوتی۔ تو ایک پریس میں ہوتی دو میں ہوتی۔ یہ کیا بات ہے کہ ہر پریس کے کاتب نے یہی غلطی کی۔ کیا کاتبوں کا باہم مشورہ ہو گیا تھا کہ سب یہی غلطی کریں گے۔ دوسرے یہ کہ ہمیں ہر ایک پریس کی چھپی ہوئی بہشتی گوہر میں مکروہ تحریمی کی تعریف بھی نظر آئی۔

”مکروہ تحریمی وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو۔ اس کا انکار کرنے والا فاسق ہے جیسا کہ واجب کا منکر فاسق ہے اور بغیر عذر اس کا ترک کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے۔“ یعنی جو شخص بغیر عذر کے مکروہ تحریمی سے پرہیز کرے وہ بھی گنہگار اور عذاب کے لائق ہے۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی

ہے کہ یہ مضمون اصل کتاب میں ہی اسی طرح ہے۔ ورنہ کاتب کی غلطی ہوتی تو ایک جگہ ہوتی دونوں جگہ نہ ہوتی یا ہوتی بھی تو کسی پریس میں ہوتی کسی میں نہ ہوتی۔ آخر اس کے کیا معنی کہ ہر پریس کی چھپی ہوئی کتاب میں حرام کی تعریف بھی یہی چھپتی ہے اور مکروہ تحریمی کی تعریف بھی یہی چھپتی رہتی ہے۔ تیسرے یہ کہ راندر میں آپ کے قائم مقام وجانشین اور گجرات میں وہابیت پھیلانے والے دیوبندی دھرم کے پرچارک میاں غلام محمد راندری نے جو ترجمہ بہشتی گوہر کا گجراتی زبان میں خود لکھا اور خود اپنے ہی اہتمام سے راندر میں چھپوایا اس میں یہی عبارت ہے۔ (حرام تے چھ تے جے محبوب دلیل) (قرآن کریم آیت اتھوا متواتر حدیث) تھی ثابت ہوئے تے نو نکار کرنا کافر چھ۔ انے وگر اُجرے تے چھوڑ نار گنے گار آنے اجاب نے پاتر چھ) اس کا بھی وہی مطلب ہوا جو بغیر عذر حرام نہ کرے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ تھانوی جی بھلا فرض کیا جائے اردو پریسوں میں ہر ایک کاتب نے غلطی کر دی مگر یہ آپ کے ماننے چاہنے والے آپ کی ہر بات پر آنکھ بند کر کے ایمان لانے والے میاں راندری جی کو کیا ہو گیا۔ یہ بھی وہی بول بول رہے ہیں انہیں ترجمہ کرتے وقت بھی نہ سوچا کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ضرور اصل کتاب میں یہی مضمون ہے۔ کاتب کی غلطی نہیں۔ یہی آپ تھانوی جی نے لکھا۔ یہی تمام پریسوں میں چھپا اسی کا گجراتی ترجمہ میاں راندری جی نے کیا۔ یہی آپ لوگوں کا مذہب ہے۔ ان ہی باتوں کی بناء پر میں اعتراضات آپ کے اوپر کرتا رہا اور آپ کو ایسی ناپاک غلطی سے توبہ کرنے کی ہدایت کرتا رہا۔ میرے چار مضمون اسی موضوع پر شائع ہوئے۔ آج ایک دیوبندی مولوی زکریا کاندھلوی کی فرمائش سے محبوب المطالع برقی پریس دہلی کی ابھی تازہ چھپی ہوئی بہشتی گوہر میرے پیش نظر ہے۔ اس کے صفحہ ۳ پر فرض واجب سنت حرام وغیرہ کی تعریفوں پر ایک حاشیہ دیا ہے کہ یہ مضمون اہل مطالع میں سے کسی نے بڑھایا ہے یعنی تھانوی کا یہ مضمون ہی نہیں کسی پریس والے نے بڑھا دیا ہے۔

اول: تو یہ کہ اگر یہ مضمون آپ تھانوی کا نہ مانا جائے تو آپ کی سخت غلطی بلکہ حماقت اور بیوقوفی ثابت ہوتی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کیلئے آپ بہشتی زیور کے دس حصے لکھتے ہیں۔ لڑکوں کے لئے گیارہواں حصہ بہشتی گوہر اور زائد لکھتے ہیں۔ بہت سے مسائل بیان کر جاتے ہیں۔ کسی بات کو فرض کسی کو واجب کسی کو حرام کسی کو

مکروہ تحریمی بتاتے ہیں۔ مگر بچوں کو یہ آپ نے بتایا ہی نہیں کہ فرض کسے کہتے ہیں۔ واجب کیا ہوتا ہے، حرام کیا چیز ہے۔ مکروہ تحریمی کس چیز کا نام ہے۔ ساری کتاب میں کہیں اس کا بیان ہی نہیں اور جہاں ہے اُسے آپ پریس والے کے سر تھوپتے ہیں مگر نہیں تھانوی جی ہم آپ کو احمق اور بے وقوف یا گجراتی زبان میں گانڈ انہیں کہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ مضمون آپ ہی کا ہے۔ مسلمانوں نے جب اس پر آپ کا پیچھا لیا تو آپ کو توبہ کی توفیق نہیں ہوئی۔ نہ اپنے سر سے اعتراض اٹھا سکے تو جھٹ طویلے کی بلا بندر کے سر چپٹ دی۔

دوم: یہ کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ مضمون کسی پریس والے کا ہے تو بھی یہ الزام آپ کا ہے اور نہیں اٹھ سکتا۔ کیونکہ آپ کے دستخط سے برسوں آپ کی بہشتی گوہر اسی مضمون کے ساتھ چھپتی رہی۔ آپ اس پر راضی رہے تو جیسا الزام پریس والے پر ہوگا ویسا ہی آپ کے اوپر ہوگا۔

سوم: اس نئی بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر آپ نے حرام کی تعریف اس طرح بدل کر لکھی ہے۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اگر کافر کا فر ہے اور اس کا بے عذر کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ تھانوی جی اس طرح بدل کر عبارت لکھ دیئے اور خود اپنی کتاب میں اُلٹ پھیر کر دینے سے آپ بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ آپ نے کھلم کھلا حرام نہ کرنے والوں کو فاسق جنہمی لکھا ہے اور اس طرح تمام لوگوں کو حرام کرنے کا حکم دیا اور اسے چھپوا کر شائع کیا۔ ایسا سخت ناپاک کفر کس قدر اعلان کے ساتھ شائع ہوا۔ اب اس کی توبہ بھی اسی طرح ہو سکتی ہے جس قدر کثیر تعداد میں آپ کے بہشتی گوہر میں یہ ناپاک کفر شائع ہوا ہے۔ اسی قدر اتنی ہی تعداد میں اپنا توبہ نامہ شائع کرائیے۔ صاف صاف لکھئے کہ بہشتی گوہر میں یہ ناپاک مضمون چھپ گیا ہے۔ میں اس پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہوں اور نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ جب آپ اس طرح لکھ دیں گے اس وقت آپ بری الذمہ ہوں گے ورنہ وہ الزام آپ پر قائم رہے گا۔ توبہ کے سوا آپ کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ مسلمانوں کے ڈر سے صرف عبارت بدل کر لکھ دینا شریعت میں کوئی چیز نہیں۔ یہ ہرگز توبہ نہیں ہو سکتی۔

چہارم: تھانوی جی آپ تو عبارت بدل کر اگر بالفرض الگ بھی ہو سکیں مگر بیچارے راندیریوں کو بڑی

مشکل ہوگی۔ میاں راندیری جی آپ کی تقلید میں حرام نہ کرنے والوں کو فاسق جہنمی لکھ گئے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ہم جس کی پیروی میں ایسا ناپاک کفر لکھ رہے ہیں وہی ہمارے مرنے کے بعد سینوں کے ڈر سے عبارت بدل ڈالیں گے اور ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ میاں راندیری جی کے ترجمہ کے مطابق جس قدر دیوبندی وہابی راندیری جی کے ماننے والے اور جس قدر عورتیں راندیری جی کو ماننے والی ہیں ان سب پر لازم ہے کہ وہ خوب حرام کریں، حرام کرائیں، کوئی حرام کام نہ چھوڑیں۔ کیونکہ جس حرام کام کو چھوڑیں گے۔ راندیری جی کے فتوے سے فاسق جہنمی ہوں گے۔ اب اس میں راندیر خواہ سورت کے رہنے والے ہوں یا ڈابھیل نو ساری کے۔ یا بمبئی بڑودہ کے جس قدر راندیری جی کے ماننے والے ہیں۔ ان کے لئے بھی صرف تین راستے ہیں۔ یا تو حرام کریں یا اپنے فاسق جہنمی ہونے کا اقرار کریں یا اگر خدا توفیق دے تو راندیری کا پیچھا چھوڑ کر دیوبندی دھرم سے توبہ کر کے سچے سچے سنی مسلمان بن جائیں اور ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ ہے۔

پہنچم: تھانوی جی آپ نے سینوں کے خوف سے عبارت تو بدل ڈالی مگر کچھ خبر بھی ہے کہ اس بیچاری تقویۃ الایمان کا ستیاناس لگ گیا۔ آپ تو اب یوں لکھتے ہیں کہ ”جو شخص بغیر عذر حرام کرے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔“ مگر سینے وہ آپ کے اور تمام وہابیہ دیوبند یا وغیرہ مقلدین کے امام جی میاں اسماعیل دہلوی اپنی تقویۃ الایمان مطبوعہ رحمانی پریس کے صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں۔ ”اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کئے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اس میں ہے۔ پھر یوں سمجھئے کہ جتنے گناہ ان سب گنہگاروں سے ہوتے ہیں۔ سوا یک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں۔ اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سب گناہ بخشے جاتے ہیں۔ جیسے کہ شرک کی شامت سے سب اچھے کام ناکارہ ہو جاتے ہیں اور یہی حق ہے۔ اس لئے کہ جب شرک سے آدمی پورا پاک ہوگا کہ کسی کو اللہ کے سوا مالک نہ سمجھے اور اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ جائے اور یہ اس کے دل میں خوب ثابت ہو جائے کہ اس کے تقصیر دار کو اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں اور اس کے مقابل کسی کا زور نہیں چلتا اور اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی اور کسی

کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا۔ دیکھئے امام الوہابیہ کا کیسا کھلا اقرار ہے کہ آدمی شرک سے پورا پاک ہو کر جس قدر گناہ کرے گا اسی قدر اس پر اللہ کی بخشش بھی زائد ہوگی اور جس قدر کم گناہ ہوں گے اسی قدر بخشش بھی کم ہوگی اور اگر گناہ بالکل نہ ہو گئے تو اس کی بخشش بھی نہ ہوگی کیونکہ خود امام الوہابیہ کا قول ہے کہ جتنے اس کے گناہ ہیں۔ اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔ آپ تو سینوں کے ڈر سے یوں کہتے ہیں کہ جو حرام کرے وہ فاسق گنہگار دوزخی ہے اور امام الوہابیہ کا مذہب یہ ہے کہ جتنے حرام کار کرے گا اتنی ہی اس پر بخشش ہوگی۔ فرمائیے تھانوی جی آپ سچے ہیں یا آپ کے امام میاں اسماعیل دہلوی جی۔ آپ کی نئی بہشتی گوہر چمکی ہے یا تقویۃ الایمان۔

ششم: ہر شخص جانتا ہے کہ بخشش طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور امام الوہابیہ کے دھرم میں بخشش کا حاصل ہونا گناہ پر موقوف ہے تو امام الوہابیہ کے دھرم میں گناہ کرنا بھی فرض ہو گیا۔ کیونکہ بغیر گناہ کے بخشش نہیں ہو سکتی۔ اب بولئے خدا کی بخشش چاہتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں چاہتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کا صاف اقرار فرمائیے اور اگر آپ خدا کی بخشش چاہتے ہیں تو آپ کے امام جی کے قول سے لازم کہ آپ خوب حرام کیا کریں۔ کیونکہ جس قدر زائد آپ حرام کریں گے اسی قدر زائد بخشش ہوگی۔ آپ بتائیے آپ حرام کاری کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو امام الوہابیہ کے قول سے آپ کی بخشش نہیں اور اگر آپ حرام کاری کرتے ہیں تو آپ اپنی نئی بہشتی گوہر کے قول سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟

ہفتم: ہاں ہاں راندیر یوڈا بھیلیو تاراپور یوڈو مزاد یوڈو بریاد یوڈو سامرود یوڈو بھگلیو کا کورو یوڈو امرود یوڈو اٹھو یوڈو امرتسر یوڈو ہلو یوڈو سارے کے سارے وہابیو نجد یوڈو یوڈو بند یوڈو غیر مقلد و سب کے سب ایک سرے سے بول چلو تم لوگ حرام کاری اور گناہ کرتے ہو یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے تو امام الوہابیہ کے فتوے سے تمہاری بخشش نہیں اور اگر کرتے ہو تو حرام کار ہو یا نہیں؟ اور شریعت کے حکم کے مطابق تم لوگ فاسق جہنمی ہو یا نہیں؟

ہشتم: تم سب کے سب یہ بھی بولو کہ تم لوگوں کی عورتیں بھی حرام کاری کرتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتی ہیں تو تقویۃ الایمانی دھرم کے مطابق ان کی بخشش نہیں ہوگی اور اگر کرتی ہیں تو اقرار کرو کہ تمہاری عورتیں حرام کار اور شریعت کے مطابق فاسق گنہگار مستحق عذاب نار لائق دوزخ اور جہنم کی سزاوار ہیں یا نہیں؟

نہم: اتنا ہی نہیں بلکہ وہابی دھرم میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ماننا ہر حرام سے بدتر حرام اور ہر گناہ سے بدتر گناہ ہے۔ امام الوہابیہ اپنی تفویہ الایمان مطبع مجیدی کان پور صفحہ ۳۱ پر لکھتا ہے۔ ”آدی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جائے اور محض بے حیا ہی بن جائے اور پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی برائی کا امتیاز نہ کرے مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوائے اور کسی کے ماننے سے بہتر ہے۔“ دیکھو تھا نوی جی کیسی کھلی تصریح ہے کہ گناہوں میں بالکل ڈوب جانا محض بے حیا بن جانا۔ چوری یا ظلم سے پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرنا۔ بھلے بُرے میں امتیاز نہ کرنا یعنی خدا کے حرام کو حرام نہ جاننا اور اس کے حلال کو حلال نہ سمجھنا۔ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ماننے سے بہتر ہے۔ بس معلوم ہوا کہ وہابی دھرم کا اصل الاصول یہی ہے کہ جو آدمی صرف اللہ ہی کو مانے اور اس کے سوا نہ کسی نبی کو مانے نہ کسی رسول کو نہ جنت کو نہ دوزخ کو نہ کسی فرشتہ کو اور خوب گناہ پر گناہ کرے اور حرام کرے حرام کرے۔ وہابی دھرم میں وہی خدا کا پیارا ہے وہی موحّد اور مسلمان ہے جس قدر زائد اس کے گناہ ہیں۔ اُسی قدر اس پر خدا کی رحمت و بخشش ہوگی۔ لعنت ہے ایسے دھرم پر اور تَف ہے ایسے دھرم کے ماننے والوں پر۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

دہم: تھا نوی جی ہم سنا کرتے تھے کہ جس طرح آریہ لوگ اپنی لڑکیاں دے کر آریہ بناتے ہیں۔ اسی طرح دیوبندیوں اور غیر مقلدین کا طریقہ ہے۔ جس طرح آریوں کے یہاں نیوگ ہے اسی طرح وہابی دھرم میں بھی ہے مگر ہمیں آپ جیسے نمبری وہابیوں کی لمبی لمبی داڑھیاں بڑے بڑے عمامے نیچے نیچے نیچے لمبی چوڑی نمازیں پیشانی کے کالے کالے داغ دیکھ کر اس بات کا یقین نہیں آتا تھا مگر اب جو آپ کی بہشتی گوہر کے ردّ کے سلسلہ میں تفویہ الایمان دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تب جا کر اصلی راز معلوم ہوا اور یہ بھی سمجھے کہ ان لمبی لمبی داڑھیوں ہی کی آڑ میں شکار کھیلے جاتے ہوں گے اور وہابیہ دیوبندیہ وغیر مقلدین ضرور نیوگ کرتے اور اپنی بیوی بیٹی ماں بہن بہو سے کرواتے ہونگے کیونکہ نیوگ زیادہ سے زیادہ ایک حرام و گناہ ہے اور امام الوہابیہ کہہ چکا کہ جس قدر گناہ ہونگے اسی قدر بخشش ہوگی۔ آج معلوم ہوا کہ ہندوؤں میں آریہ دیا شندھی ہیں اور مسلمانوں میں آریہ دیوبندی ہیں۔ آج ہمارا وہ تعجب بھی جاتا رہا جو وہابی دھرم کی

تیزی رفتار پر ہوتا تھا کہ آخر یہ دھرم اس قدر جلد کیوں پھیلتا جاتا ہے۔ آج معلوم ہوا کہ بیچارے نادان مذہب سے ناواقف مسلمانوں کی مسلمانی اور بے پڑھے نوجوان سنیوں کی سنت پھانسنے کے لئے وہابی دھرم بہت سی مقناطیسی کشش والے حلقے رکھتا ہے اور ایک وہابی دھرم پر کیا موقوف ہے۔ تمام باطل اور جھوٹے مذہبوں کو اپنے نئے مہمانوں کی اسی طرح دعوت کرنی پڑتی ہے۔ آریوں کے یہاں نیوگ ہے کہ ایک ایک عورت کے لئے گیارہ گیارہ شوہروں کی وسعت دیتا ہے۔ عیسائیوں کے یہاں کفارہ ہے یعنی معاذ اللہ تمام عیسائیوں کے گناہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اوپر لا کر پھانسی پا کر لعنت کی موت مر گئے اور تین روز تک تمام عیسائیوں کے بدلے خود جہنم کا عذاب بھگتتے رہے لہذا اب کوئی عیسائی کسی قدر بھی گناہ کر لے اس پر کچھ الزام نہیں۔ رافضیوں نے اپنے یہاں متعہ رکھا ہے کہ ایک رقم پر کچھ مدت کے لئے جماع کی ایک تعداد اور بوسوں کی ایک مقدار پر متعہ کر لے تو اس کے لئے بہت بڑے بڑے ثواب ہیں۔ وہابیوں نے اپنے دھرم میں چھانٹ کر چمر تو حید کا مسئلہ رکھا ہے کہ آدمی بس صرف ایک خدا کو مانے اور اس کے سوا کسی نبی رسول فرشتہ کو نہ مانے پھر جس قدر زائد گناہ کرے گا حرام کرائے گا اسی قدر زائد اس پر بخشش و رحمت ہو گی۔ مگر یاد رکھو تھانوی جی آریوں کا نیوگ عیسائیوں کا کفارہ رافضیوں کا متعہ تم وہابیوں دیوبندیوں وغیرہ مقلدوں کا مسئلہ چمر تو حید چاروں جھوٹے ہیں۔ حق کے سامنے چاروں اوندھے اور اندھے پڑے رہیں گے۔ جو مسلمان حق پسند ہیں وہ کبھی بد بودار چمڑے کے پیچھے اپنی مسلمانی اور سنت کو برباد کرنا گوارا نہ کریں گے۔ تم چاروں فرقوں کے چاروں ناپاک مسئلوں پر تھوک کرا لگ ہو جائیں گے اور وہ اپنے ایمان و اسلام کو سلامت رکھیں گے۔ قال تعالیٰ لا یلیس:

ان عبادی لیس لک علیہم سلطان الامن اتبعک من الغوین۔

(پ ۱۴ سورۃ الحجرات آیت نمبر ۲۲)

(پ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۸۵)

(پ ۱۴ سورۃ طہ آیت نمبر ۷۷)

لا ملئن جہنم منک و ممن تبعک منهم اجمعین۔

والسلام علی من اتبع الهدی۔

بہشتی گوہر کے فتوے پر تمام دیوبندیوں و ہابیوں کا عمل

دیوبندی دھرم کے ایک گردانہ بیٹھی ایک رسالہ جعلی المہند میں لکھتے ہیں کہ علماء حرمین شریفین کے حضور میں یہ رسالہ پیش کیا۔ تو انہوں نے کفر سے ہماری بریت کر دی۔ میں نے دیکھا کہ راندیر کے مناظرہ میں راندیری جی نے المہند پیش کی اور کہا کہ اس میں علماء حرمین شریفین کی پچاس مہریں ہیں اور علماء مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ نے دیوبندیوں کو بالخصوص تھانوی صاحب کو مسلمان لکھا ہے۔ حضرت شیریشہ سنت حافظ قاری ابوالفتح عبیدالرضا مولانا مولوی محمد شمس علی خاں صاحب رضوی لکھنوی دامت برکاتہم مفتی و مناظر جامع رضویہ بریلی شریف نے فرمایا کہ المہند میں صرف پانچ مہریں حرمین شریفین کی ہیں۔ باقی ساری مہریں علامہ برزنجی کے رسالہ پر تھیں۔ اس پر سے انبیٹھی صاحب نے المہند پر اتار لیں۔ ان کے سوا سب مصر دیوبند وغیرہ کے وہابیوں کی مہریں ہیں۔ پھر ان پانچ میں حضرت مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب کی نسبت المہند میں خود اقرار ہے کہ ان حضرات نے اپنی تقریظیں واپس لے لیں اور نقل دونوں کی المہند میں موجود ہے۔ اول تو یہ کہ جب ان دونوں حضرات پر انبیٹھی صاحب کی فریب کاری کھل گئی تو انہوں نے اپنی تصدیق واپس لے لی اور المہند کو قابل تصدیق نہ جانا پھر ان کی مہر نقل کر لانا اور واپسی کا اقرار چھاپ دینا وہی مضمون کہ غ..... چہ دلا ورسر دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

دوسرے یہ کہ یوں تو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ تھانوی نے گنگوہی انبیٹھی و نانو توئی پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور گنگوہی نے تھانوی انبیٹھی و نانو توئی و در بھنگی پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور نانو توئی نے تھانوی گنگوہی انبیٹھی و ایڈیٹر النجم کا کوروی پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور انبیٹھی نے گنگوہی و تھانوی و نانو توئی و راندیری و تارا پوری پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور ثبوت مانگنے پر انبیٹھی جی کی طرح کہہ دے کہ ان لوگوں کے ایسے فتوے میرے پاس موجود تھے تو ضرور مگر پھر ان لوگوں نے واپس لے لئے۔ لعنة الله على الكذابين اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ المہند ایک جعلی جھوٹی بناوٹی فرضی مصنوعی کتاب ہے۔ اس میں اصل عبارتیں دیوبندیوں کی نہیں ہیں۔ تحذیر الناس۔ تقویۃ الایمان۔ براہین قاطعہ۔ حفظ الایمان کو میں نے بغور دیکھا مگر ان کتابوں کی عبارتیں المہند میں نہیں تو معلوم ہوا کہ دیوبندی وہابی بھی سمجھتے ہیں کہ

ان کتابوں کی عبارتوں میں ضرور بالضرور توہین و کفر ہے۔ اگر ان کتابوں کی پوری عبارتیں لکھتے تو پھر مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ سے قسمت کا لکھا کفر کا تمغہ مل جاتا اور جن وہابیوں نے المہند پر دستخط کئے ہیں۔ وہ سب کے سب سارے دجالین کذابین ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ کتاب جعلی اور دجالوں کی بنائی ہوئی ہے کیونکہ حفظ الایمان میں حضور کے علم کو بچوں، جانوروں، پانگلوں سے مثال دی ہے۔ براہین قاطعہ میں شیطان کے علم کو نص سے ثابت کیا ہے اور حضور کے علم کے لئے نص نہ سو جھی حضور کے لئے علم غیب ماننے کو کفر و شرک لکھ دیا اور تحذیر الناس میں ہے کہ ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا“ اور المہند میں ان عبارتوں میں سے ایک بھی نہیں۔ میں نے وہابیہ کی کتابیں کبھی دیکھی نہ تھیں مگر منشی عمر خاں علی گڑھی کا ایک رسالہ فضل رب خیر دیکھنے میں آیا اس میں علماء اہلسنت پر اس نے حملہ کیا تھا اور حسام الحرمین کی عبارت کا حوالہ دیا تھا تو میں نے کتاب حسام الحرمین شریف میں وہ عبارتیں دیکھیں۔ حسام الحرمین میں جن کتابوں کی عبارتوں پر فتویٰ کفر تھا اس میں سے ایک کتاب حفظ الایمان اشرف علی تھانوی کی ایک شخص کے ذریعہ سے مجھے ملی۔ میں نے اس کی عبارت کو حسام الحرمین کی عبارت سے ملایا تو اسی کے مطابق پایا۔ پھر میں نے سمجھ لیا کہ عمر خاں کی بالکل غلطی ہے ایک اشتہار مسمیٰ باظہار حق چھاپ کر اعلان کر دیا کہ منشی عمر خاں کی کتاب فضل رب خیر جھوٹی اور جعلی ہے اور جسکے جواب میں ایک اشتہار بنام تحقیق حق مصنفہ سید علی اکبر قادری کا مجھے ملا۔ جس میں لکھا تھا کہ آپ اگر علماء دیوبند کے رسائل دیکھتے تو آپ مغالطہ نہ کھاتے۔ لہذا دیوبندیوں کے بہت سے رسالے خرید کر مطالعہ کئے اور حسام الحرمین شریف کو بھی دیکھا۔ تو جن جن کتابوں کی عبارتوں پر کفر کا فتویٰ ہے مثلاً براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تحذیر الناس ان کتابوں کی عبارتوں سے حسام الحرمین شریف میں ان کی منقولہ عبارتوں کو ملایا تو برابر پایا اور المہند میں براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تحذیر الناس کی عبارتیں پوری نہیں۔ لہذا المہند خود گواہی دیتی ہے کہ میں جعلی کتاب ہوں کیونکہ مجھ میں تحذیر الناس، براہین قاطعہ و حفظ الایمان کی عبارتیں نہیں ہیں اور کیونکر ہو۔ حسام الحرمین میں جو پوری عبارتیں حفظ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس کی ہیں۔ اگر مجھ میں وہ اصلی عبارتیں ہوتیں تو ضرور کفر کا فتویٰ ملتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ المہند بالکل جعلی بناوٹی جھوٹی کتاب ہے اور المہند خود کہتی

ہے کہ اگر تمہیں یقین نہ ہو تو براہین قاطعہ حفظ الایمان، تحذیر الناس میںوں کو مجھ سے ملا لو اور مقابلہ کر کے دیکھو۔ مجھ میں ان کی کفریات کی عبارتیں پوری ہرگز نہ پاؤ گے اور المہند پر جن علماء دیوبند وہابیہ نے مہرین کی ہیں وہ تمام دجالی فریبی گروہ کے ہیں۔ لعنة الله على الكذابين۔

پیارے سنی مسلمان بھائیو آپ سمجھے بھی یہ کیا بات ہے۔ تھانوی نے بہشتی گوہر میں فتوے دیا کہ جو شخص حرام نہ کرے وہ فاسق جہنمی ہے۔ امام الوہابیہ نے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ جس قدر گناہ ہونگے اسی قدر خدا کی بخشش ہوگی اور حرام کاموں میں جھوٹ بولنا۔ افترا کرنا۔ بہتان باندھنا۔ تہمت اٹھانا دھوکے فریب دینا بھی ہے۔ تو میاں خلیل احمد انبیٹھی اور تھانوی اور جتنے وہابیوں دیوبندیوں نے المہند پر دستخط کئے ہیں سب نے بہشتی گوہر اور تقویۃ الایمان کے فتوؤں پر عمل کر کے حرام کرنے کا نمونہ دکھایا ہے۔ المہند میں کسی مقام پر تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تحذیر الناس کی کوئی اصلی عبارت نہیں لکھی اپنا عقیدہ ان کتابوں کے خلاف لکھا صاف انکار کیا کہ ہم میں اور ہمارے دیوبندی مولویوں میں کسی نے ایسا نہیں لکھا۔ نئی عبارتیں گڑھیں اور پوری بے حیائی سے کہہ دیا کہ یہ تحذیر الناس براہین قاطعہ کی عبارت کا خلاصہ ہے بلکہ بالکل ایک نئی عبارت جو دنیا بھر کی نئی پرانی کسی حفظ الایمان میں نہیں لکھ کر اسے المہند میں تھانوی کا کلام بتایا بلکہ جو مضمون تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس و حفظ الایمان میں ہے۔ صاف صاف ان کے ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔

ان دجالیوں، مکاریوں، عیاریوں کا اس کے سوا کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ انبیٹھی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابیہ دیوبندیہ نے عمل کر کے دکھایا ہے کہ دیکھو جس طرح ہم نے یہ حرام کاریاں کی ہیں۔ اسی طرح وہابی دیوبندی مردوں، عورتوں کو چاہیے کہ بہشتی گوہر و تقویۃ الایمان کے مطابق عمل کریں۔ خوب حرام کرا کر جہنم سے بچیں اور خدا کی بخشش حاصل کریں اور جس طرح ہم جیسے دیوبندی مولویوں کو ایسی حرام کاریاں کرتے ہوئے کچھ شرم نہ آئی بلکہ کھلم کھلا ایسی ناپاک ملعون حرکتوں کو علی الاعلان چھاپ کر شائع کر دیا۔ اسی طرح تمام وہابی دیوبندی مرد اور عورتیں سب کی سب علی الاعلان حرام کرانے اور حرام کروانے میں کچھ شرم نہ کریں۔ لعنة الله على الظالمين۔ ان ظالموں پر خدا کی پھٹکار۔

ارے وہابیو! دیوبندیو! غیر مقلد و خدا کے لئے ذرا آنکھیں کھولو۔ حق و باطل کو انصاف کی ترازو میں تولو! اللہ عزوجل اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

والسلام علی من اتبع الهدی
فقیر حاجی غلام حسن قادری برکاتی توری عفی عنہ ذنبہ المعوی والصورى
از سورت محلہ گوپی پورہ مومناواڑ۔ ۲۹ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۵ھ

WWW.NAFSEISLAM.COM
"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAT"

امکان کذب کا فتنہ

از افادات حضرت علامہ مولانا مفتی بدر الدین احمد صاحب علیہ الرحمۃ المتوفی ۱۴۱۲ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

جھوٹ ایک ایسا عیب ہے جس سے سبھی لوگ نفرت کرتے ہیں یہاں تک کہ خود جھوٹا آدمی بھی جھوٹ کو بُرا جانتا ہے چنانچہ اگر بھری محفل میں اس کا جھوٹا ہونا ظاہر کر دیا جائے تو وہ چڑھے گا جھنجھلائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا بڑا الجھ پھور کا کام ہے، لیکن محترم قارئین کو یہ جان کر سخت حیرت ہوگی کہ وہابی مذہب نے سُبُوْح قُدُّوس رَبُّ الْعَرْشِ جَلِّ شَانُہ کے حق میں جھوٹ بولنا جائز قرار دیا ہے۔

امکان کذب الہی کا فتنہ سب سے پہلے ملائے دہلوی مولوی اسماعیل نے ایک اعتراض کے جواب میں کھڑا کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ قدیم زمانے سے مسلمانوں کا یہ اعتقاد چلا آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے مثل پیدا فرمایا ہے۔ حضور کا مثل ہونا محال ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اس اعتقاد کی مخالفت کرتے ہوئے یہ نیا عقیدہ پیدا کیا کہ سرکار مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل نہیں بلکہ سرکار جیسے سینکڑوں محمد پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس پر اس زمانے کے علمائے اسلام نے اعتراض کیا کہ حضور کا مثل کیونکر ممکن ہے؟

جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے حق میں فرمادیا **وَالْكَنَّ رَسُولَ اللَّهِ**
وَحَاثَمَ النَّبِيِّينَ یعنی پیارے مصطفیٰ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں
 تو اب حضور کا مثل ہرگز ممکن نہیں۔

تو صیح اس مقام کی یہ ہے کہ ختم نبوت کا وصف شریعت قبول کرنے
 کی صلاحیت نہیں رکھتا جس کا معنی یہ ہے کہ آخری نبی صرف ایک ہی
 شخص ہو سکتا ہے کسی دوسرے کا آخری نبی ہونا عقلاً محال بالذات
 ہے اب یہی بات کہ وہ ایک شخص کون ہے جس کو ختم نبوت کا تاج

پہنایا گیا تو اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ نے خبر دی کہ وہ ایک شخص پیارے
 محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جنہیں آخری نبی بنایا گیا تو خود رب العزّة
 جلّ جلالہ نے حضور کو **حَاثَمَ النَّبِيِّينَ** کہہ کر خبر دے دی کہ میرے مصطفیٰ
 کا مثل ممکن نہیں بلکہ محال بالذات ہے۔ سابق علمائے اسلام نے یہی

اعتراض مولوی اسماعیل دہلوی پر کیا کہ تم جو حضور کا مثل ممکن بتاتے ہو
 اس سے خبر الہی کا جھوٹا ہونا لازم آ رہا ہے لیکن چونکہ خبر الہی کا جھوٹا ہونا بالاتفاق
 محال ہے ہرگز ممکن نہیں اس لیے سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل
 بھی ہرگز ممکن نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں ملا اسماعیل دہلوی نے
 امکان کذب الہی کا فتنہ کھڑا کیا اور مسلمانوں میں یہ کفری عقیدہ پھیلا یا
 کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے محال نہیں ہے۔ **وَنَحْشُدُ**
بِاللَّهِ تَعَالَى مِنْ ذَلِكَ

آیت کریمہ: **وَالْكَنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَحَاثَمَ النَّبِيِّينَ** کے بارے میں
 ملا دہلوی نے یہ جواب دیا:-

”بعد اخبار ممکن ست کہ ایشان را فراموش گردانیدہ شود پس قول
 قول بامکان وجود مثل اصلاً منجز بکنذیب نصی از انصوص نہ گردید“ یعنی اللہ

تعالیٰ نے جو آیت کریمہ میں حضور کے خاتم الانبیاء ہونے کی خبر دی ہے اس خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ یہ آیت لوگوں کو بھلا دی جائے لہذا حضور کا مثل پائے جانے کو ممکن ہے کہنا اس سے کسی آیت قرآن کا جھٹلانا لازم نہیں آتا۔ ملائے دہلوی کے جواب کا معنی یہ ہے کہ جب سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پیدا ہوگا تو اس وقت اللہ تعالیٰ خاتم النبیین والی آیت کریمہ لوگوں کے دلوں سے بھلا دے گا اور جب آیت کریمہ کسی کو یاد ہی نہ رہ جائے گی تو خبر الہی کو کون جھٹلائے گا۔ حاصل جواب یہ ہے کہ امام و بابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی خبر کا جھوٹا ہونا درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہاں اس بات میں حرج ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کے کذب پر آگاہ ہو جائیں۔ اس حرج سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن کی آیتوں کو بندوں کے دل سے بھلا دے گا۔ مَعَاذَ اللّٰهِ الرَّبِّ الْعَلِیْمِ یہ ہے باطل کفری عقیدہ و بابیوں کا۔

مسلمان کہلانے کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مولوی اسماعیل دہلوی سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی افضلیت پر حملہ نہ کرتے اور اس بات پر ایمان لاتے کہ ختم نبوت کے وصف میں سرکار کا مثل و نظیر محال بالذات ہے لیکن وہ اگر شیطان کے بہکانے سے بہک گئے تھے تو علمائے اسلام کے ٹوکنے پر تو ان کو سنبھل ہی جانا چاہیے تھا مگر بُرا ہو پندار علم کا جس نے اُن کو اپنے ایک دوسرے کفری عقیدہ کی طرف دھکیل دیا۔ یعنی امکانِ نظیر کے اعتقادِ باطل نے ان کو امکانِ کذبِ الہی کا معتقد بنا دیا۔ چنانچہ انھوں نے خاص مسئلہ امکانِ کذب کے ثبوت میں ایک کتاب بیکروزی لکھ کر امت میں ایک فتنہ عظیم کھڑا کر دیا۔ اس کتاب کے دلائل کا حال یہ ہے کہ جس طرح ایک جھوٹی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دسوں جھوٹ گڑھنا پڑتا ہے ٹھیک اسی طرح اللہ رب العزت کا کذب ثابت کرنے کے لیے ان کو ایسی ایسی

دلیلیں گڑھنی پڑیں جو سینکڑوں کفریات کا پٹارا ہیں جس کو اس کا
مشاہدہ کرنا ہو وہ سرکارِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی مقدس تصنیف **سُبْحَنَ السَّبُّوحِ** ص ۳۳ تا ۶۶ کا مطالعہ کرے۔

بہت سے سادہ لوح حضرات کا گمان ہے کہ سُنیت اور وہابیت
کے درمیان صرف چند فروعی امور میں اختلاف ہے لیکن یہ گمان شدید
غلط ہے کیونکہ سُنیت اور وہابیت کا اختلاف فروعی امور میں ہونے
کے ساتھ ساتھ بنیادی مسائل میں بھی ہے یہاں تک کہ خود ایمان باللہ
کے مسئلہ میں ہمارا اور وہابیوں کا شدید بنیادی اختلاف ہے۔ چنانچہ
ہم اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کا صدق ازل و
ابد واجب ہے لیکن اس کا کذب ممکن نہیں بلکہ محال بالذات ہے اور
وہابی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ہے لہذا صدق
واجب نہیں۔ اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ وجود صدق کا عقیدہ
اور امکان کذب کا عقیدہ ان دونوں میں قطعی بنیادی اختلاف ہے
اس لیے ثابت ہو گیا کہ ایمان باللہ کے مسئلہ میں ہمارا اور وہابیوں
کا سنگین بنیادی اختلاف ہے۔

یوں تو جس مسلمان کا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَسَلَّمَ پر ایمان ہے اس کا فطری طور پر یہ عقیدہ
ہے کہ اللہ رب العزت جلّ جلالہ کا جھوٹا ہونا ہرگز ممکن نہیں کیونکہ
اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ازل و ابد صادق رہا اور ہے اور ابد تک صادق رہے گا
تو کذب کے امکان کی جڑ تو یہیں سے کٹ گئی لیکن چونکہ وہابیوں نے
اسلامی عقیدہ کے نام سے مسلمانوں میں یہ فتنہ پھیلا رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ
جھوٹا تو نہیں مگر اس کا جھوٹا ہونا ممکن ہے اس لیے ہم سادہ لوح
مسلمانوں کے اطمینان کی خاطر عقائدِ اسلامیہ کی قدیم کتابوں سے

چند حوالے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

① شرح مقاصد میں ہے اَلْكَذِبُ مُحَالٌ بِاجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ لِأَنَّ الْكَذِبَ نَقْصٌ بِاتِّفَاقِ الْعُقَلَاءِ وَهُوَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کذب باجماع علماء محال ہے اس لیے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

② شرح عقائد نسفی میں ہے كَذِبٌ كَلَامُ اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ۔ یعنی کلام الہی کا جھوٹا ہونا ممکن نہیں۔

③ طوابع الانوار میں ہے اَلْكَذِبُ نَقْصٌ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ۔ یعنی جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

④ مواقف کی بحث کلام میں ہے إِنَّهُ تَعَالَى يُمْتَنِعُ عَلَيْهِ الْكَذِبُ اِتِّفَاقاً أَمَّا عِنْدَ الْمُحْتَرِلَةِ فَلَا تَنَ الْكَذِبَ قَبِيحٌ وَهُوَ مُبْجَانُهُ لَا يَفْعَلُ الْقَبِيحَ وَأَمَّا عِنْدَنَا فَلَا تَنَهُ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ اِجْمَاعاً، یعنی اہل سنت اور معتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ممکن نہیں محال ہے۔ معتزلہ تو اس لیے محال کہتے ہیں کہ جھوٹ بُرا ہے اور اللہ تعالیٰ بُرا فعل نہیں کرتا اور ہم اہل سنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔

⑤ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسائره میں فرماتے ہیں يَسْتَحِيلُ عَلَيْهِ تَعَالَى سِمَاتُ النِّقْصِ كَالْجَهْلِ وَالْكَذِبُ يَحْتَمِلُ عَيْنِي جَنَى نِشَانِ عَيْبٍ كِي هِيَ جَبَلٌ وَكَذِبٌ وَه سَبَّ اللّٰهُ تَعَالَى بِرُحَالٍ هـ۔

لہ سجوالہ سُبْحَنَ السُّبُوحِ مَا لَهٗ اَيْضاً مَا لَهٗ اَيْضاً
لہٗ اَيْضاً مَا لَهٗ۔

⑥ علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدسی اس شرح مسمرہ میں فرماتے ہیں، لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأَشْعَرِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ فِي أَنَّ كُلَّ مَا كَانَ وَصِفُهُ نَقْصٌ فَإِلْبَارِي تَعَالَى عَنْهُ هُنَا وَهُوَ مُحَالٌ عَلَيْهِ تَعَالَى وَالْكَذِبُ وَصِفُهُ نَقْصٌ بِإِعْنِ انْشَاءِ

اور غیر اشاعرہ کسی کو اس میں اختلاف نہیں کہ جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے۔

⑦ كُنْزُ الْفَوَائِدِ میں ہے قَدْ سَسَّ شَأْنُهُ عَنِ الْكَذِبِ شَرْعًا وَعَقْلًا إِذْ هُوَ قَبِيحٌ يُذَرِّكُ الْعَقْلُ قُبْحَهُ مِنْ غَيْرِ تَوَقُّفٍ عَلَى شَرْعٍ فَيَكُونُ مُحَالًا فِي حَقِّهِ تَعَالَى عَقْلًا وَشَرْعًا كَمَا حَقَّقَهُ ابْنُ الْهَيْمَامِ وَغَيْرُهُ بِإِعْنِ بَحْثِ شَرْحِ وَبَحْثِ

عقل ہر طرح اللہ تعالیٰ کذب سے پاک مانا گیا ہے اس لیے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبیح کو مانتی ہے بغیر اس کے کہ اس کا پہچانا شرح پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلاً و شرعاً ہر طرح محال ہے جیسا کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس مسئلہ کی تحقیق افادہ فرمائی۔

علامہ جلال دوائی شرح عقائد میں لکھتے ہیں: الْكَذِبُ عَلَيْهِ تَعَالَى مُحَالٌ لَا تَشْمَلُهُ الْقُدْرَةُ بِإِعْنِ تَعَالَى اللَّهُ تَعَالَى كَالْجَهْلِ وَالْعُجْزِ جُھوٹ عیب ہے اور عیب قدرت الہی میں داخل نہیں۔

⑧ شرح عقائد جلالی میں ہے الْكَذِبُ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَيْهِ مُحَالٌ فَلَا يَكُونُ مِنَ الْمُمَكِّنَاتِ وَلَا تَشْمَلُهُ الْقُدْرَةُ كَسَائِرِ وَجُوهِ النَّقْصِ عَلَيْهِ تَعَالَى كَالْجَهْلِ وَالْعُجْزِ جُھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ پر محال تو کذب الہی ممکنات سے نہیں نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے

شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل و عجز الہی، کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔

ہم اختصار کی خاطر اتنے ہی حوالوں پر بس کرتے ہیں جس کو مزید بانیس نصوص آئمہ اور تیس دلائل قاہرہ دیکھنے کا شوق ہو وہ سرکارِ عالم حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف سخن التبتوح کا مطالعہ کرے۔ وہابی اپنے عقیدہ امکان کذب کی حمایت میں جس مغالطہ آمیز دلائل سے کام لیتے ہیں ذیل میں ان کا بطلان پیش کیا جا رہا ہے۔

① امکان کذب کے ثبوت میں عام وہابی دیوبندی یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی ہنک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور چونکہ جھوٹ بھی ایک چیز ہے لہذا وہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور جب جھوٹ بولنے پر قادر ہے تو اس کے لیے جھوٹ بولنا ممکن ہوا۔

جواب: جب وہابیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کا پہلا جھوٹ یہی کلام یعنی إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ہو تو پھر اس کلام کو دلیل میں پیش کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔

دوسرا فولادی اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ کذب الہی عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ کے لیے محال بالذات ہے۔ لہذا کذب الہی محال بالذات ہے اور کوئی محال بالذات ممکن نہیں۔ ثابت ہوا کہ کذب الہی ممکن نہیں۔ پھر ذات باری تعالیٰ کو جھوٹ پر قادر کہنا یہ وہابیوں کا سخت ترین مغالطہ ہے کیونکہ کذب الہی محال بالذات ہے اور کوئی محال بالذات زیر قدرت نہیں۔ لہذا کذب الہی زیر قدرت نہیں تو پھر کذب الہی کو زیر قدرت بتا کر امکان کذب کو ثابت کرنا دجل و فریب

نہیں تو اور کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ مفہوم کی تین قسمیں ہیں۔ واجب، ممکن، محال۔
واجب: وہ مفہوم ہے جس کا وجود ضروری ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات۔

ممکن: وہ مفہوم ہے جس کا نہ وجود ضروری ہو نہ عدم مثلاً عالم اور غالم کی چیزیں۔

محال: وہ مفہوم ہے جس کا عدم ضروری ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا کذب، جہل، عجز اور دوسرا خدا ہونا۔

واضح ہو کہ زیر قدرت الہی صرف ممکنات ہیں۔ واجب اور محال زیر قدرت نہیں۔ شرح مقاصد میں ہے لَا شَيْءٌ مِنْ الْوَاجِبِ وَالْمُتَنَعِ بِمَقْدُورِهِ یعنی واجب اور محال ہرگز زیر قدرت نہیں۔

شرح مواقف میں ہے عَلَيْهِ تَعَالَى يَعْلَمُ الْمَفْهُومَاتِ كُلَّهَا أَطْمَکَنَةً وَالْوَاجِبَةَ وَالْمُتَنَعَةَ فَهِيَ أَعْلَمُ مِنَ الْقُدْرَةِ لِأَنَّهَا تَخْتَصُّ بِالْمُمْکِنَاتِ دُونَ الْوَاجِبَاتِ وَالْمُتَنَعَاتِ یعنی علم الہی ممکن، واجب اور محال سب مفہوم کو شامل ہے تو وہ قدرت الہی سے عام ہے کیونکہ قدرت الہی صرف ممکنات ہی سے متعلق ہے واجبات اور محالات سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

حوالجات مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ إِنَّ اللَّهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ط میں کل سے مراد کل ممکن ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال ہے تو وہ زیر قدرت نہیں اور جب وہ زیر قدرت نہیں تو ہرگز ہرگز ممکن نہیں، اب ہم اس مقام

پر وہابیوں سے ان کے اس مغالطہ آمیز استدلال کے پیش نظر ایک سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے یا نہیں کہ شیطان کو وہابیوں کا خدا بنادے۔ اگر کہو کہ اللہ تعالیٰ قادر نہیں تو تم ان شاء اللہ علیٰ کل شیء قَدِ یُکَلِّمُ الْکَافِرَ کَکَلَمِ الْکَافِرِ ہو گئے اور اگر کہو کہ شیطان قدرت الہی سے وہابیوں کا خدا ہو سکتا ہے تو تم وحدانیت کا انکار کر کے کھلے عام مُرتد ہو گئے۔ بولو! ہے کوئی وہابیوں میں دم خُم والا جو وہابی مذہب کو برقرار رکھتے ہوئے اس سوال کا جواب دے سکے۔

② وہابی کہتے ہیں کہ انسان کو جھوٹ بولنے پر قدرت ہے تو اگر اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہو تو قدرت انسانی، قدرت ربانی سے بڑھ جائے گی اور یہ محال ہے کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے بڑھ جائے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ** یعنی تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اہل سنت کا ایمان ہے کہ انسان اور اس کے تمام اعمال، اقوال، احوال، اوصاف سب اللہ عزوجل کے پیدا کیے ہوئے ہیں، انسان کو صرف کسب پر ایک گونہ اختیار ملے، لیکن اس کے سارے کام مولیٰ عزوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ آدمی کی کیا طاقت کہ بے ارادۃ الہی کے پلک مار سکے۔ انسان کا صدق و کذب، کفر و ایمان، طاعت و عیسیان جو کچھ ہے سب کو اسی قادر مطلق جل جلالہ نے پیدا کیا ہے تو جب انسان کا جھوٹ بولنا، کفر کرنا، فسق کرنا، بندگی کرنا سب اللہ ہی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے تو پھر قدرت ربانی سے قدرت انسانی کیوں بڑھ سکتی ہے اور رہی یہ بات کہ اگر کذب الہی پر خدائے تعالیٰ قادر نہ ہو گا تو قدرت ربانی گھٹ جائے

گی تو ایسا سوچنا صرف بد دماغ و ہابی کا کام ہو سکتا ہے اس لیے کہ کذب الہی محال اور ناممکن ہے اور کوئی محال زیر قدرت نہیں اور کذب الہی جب زیر قدرت نہیں تو قدرت گھٹنے کی کیا بات ہے؟

اس مقام پر پھر ہم وہابیوں سے ایک سوال کرتے ہیں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ بہت سے انسان اس بات پر قادر ہیں کہ وہ پتھر کی مورتی بنا کر اس کو معبود قرار دیں اور صبح و شام اس کی پوجا کریں تو اگر خدا، پتھر کی مورتی کو اپنا معبود قرار دے کر صبح و شام اس کی پوجا پر قادر نہ ہو تو قدرت انسانی، قدرت ربانی سے بڑھ جائے گی اور چونکہ قدرت انسانی کا قدرت ربانی سے بڑھ جانا محال ہے لہذا ثابت ہوا کہ خدا کا پتھر کی مورتی کو اپنا معبود قرار دینا ممکن ہے۔

بولو اسے کوئی وہابیوں میں سمجھت والا جو وہابی مذہب کو باقی رکھتے ہوئے اس ممکن کو ختم کر دے

(۳) وہابی کہتے ہیں کہ متکلمین کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ مسلم ہے کہ **كُلُّ مَا هُوَ مَقْدُودٌ لِلْعَبْدِ مَقْدُودٌ لِلَّهِ** یعنی ہر وہ کام جو بندہ اپنے لیے کر سکتا ہے خدا بھی اپنے لیے کر سکتا ہے تو جب آدمی جھوٹ بول سکتا ہے تو خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے کیونکہ اگر خدا جھوٹ نہ بول سکے تو ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کر سکتا ہے اور خدا نہیں کر سکتا اور یہ ظاہر بات ہے کہ خدا کی قدرت بے انتہا ہے لہذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جس کام کو آدمی کر سکے اسے خدا نہ کر سکے اس لیے ثابت ہوا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اس کا جھوٹا ہونا ممکن ہے۔

جواب: مَعَاذَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ۝ بے شک قاعدہ کلیہ حق ہے لیکن وہابی اس کے جو معنی بیان کرتے ہیں وہ صریح غلط ہونے کے ساتھ ساتھ کھلا کفر

بھی ہے۔ قاعدہ کلیہ کا صحیح معنی یہ ہے کہ بندہ جس چیز کے کسب پر قادر ہے اللہ اس کے پیدا کرنے پر قادر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ کا ہر کام اللہ تعالیٰ کے خلق و ایجاد ہی سے ہوتا ہے۔ محترم قارئین بھی ملاحظہ فرمائیں کہ قاعدہ کلیہ کو امکان کذب سے کیا تعلق ہے! لیکن جب وہابیوں کے نزدیک یہی طے ہے کہ ہر وہ کام جو بندہ اپنے لیے کر سکتا ہے خدا بھی اپنے لیے کر سکتا ہے تو ان کے مذہب پر لازم آتا ہے

(الف) انسان قادر ہے کہ اپنے خدا کی تسبیح کرے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی قادر ہو کہ اپنے خدا کی تسبیح کرے ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ بندہ تو کر سکے اور خدا نہ کر سکے۔

(ب) آدمی قادر ہے کہ اپنی مال کی تواضع و خدمت کے لیے اس کے تلوؤں پر اپنی آنکھیں ملے اپنے باپ کی تعظیم کے لیے اس سے جوتے اپنے سر پر رکھ کر چلے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسی تعظیم و تواضع پر قادر ہو ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ بندہ تو کر سکے اور خدا نہ کر سکے۔

(ج) آدمی قادر ہے کہ پر یا مال چیرا چھپا کر اپنے قبضہ میں کر لے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی دوسرے کی مملوک چیز چیرا لینے پر قادر ہو، ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کر سکے اور خدا نہ کر سکے۔

(د) آدمی قادر ہے کہ اپنے خدا کی نافرمانی کرے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے خدا کی نافرمانی پر قادر ہو ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کر سکے اور خدا نہ کر سکے۔

اب وہابی یا تو اقرار کریں کہ خدا کے لیے دوسرا خدا ہونا، اور خدا کے ماں باپ ہونا ممکن ہے ورنہ عقیدہ امکان کذب الہی سے تو بے کریں۔

(۳) ملا رشید احمد گنگوہی نے براہین قاطعہ ص ۳۱ میں لکھا ہے کہ

”امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں رد المحتار میں ہے
 هَلْ يَجُوزُ الْخُلْفُ فِي الْوَعْدِ فَظَاهِرٌ مَا فِي الْمَوْاقِفِ
 وَالْمَقَاصِدِ أَنَّ الْأَشَاعِرَةَ قَائِلُونَ بِجَوَازِهِ بِسِ اس پر
 طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور تعجب کرنا محض لاعلمی اور
 امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے“

جواب: محترم قارئین! پہلے آپ مٹا گنگوہی کی مراد سمجھنے کی کوشش
 کریں۔ واقعہ یوں ہے کہ ضلع بہار نیپور کے حضرت مولانا عبد السمیع رام
 پوری نے امکان کذب کے خلاف اپنے صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے انوار
 ساطعہ میں لکھا تھا کہ ”کوئی جناب باری عز اسمہ“ کو امکان کذب کا
 دھبہ لگاتا ہے۔ اس کے جواب میں گنگوہی جی فرماتے ہیں کہ خطے
 تعالیٰ کو بالامکان جھوٹا کہنا یہ تو کوئی نئی بات نہیں اگلے زمانے کے
 بعض علمائے اسلام بھی تو خدا کے لیے جھوٹ بولنا ممکن بتا گئے ہیں۔
 دیکھو اشاعرہ اہل سنت خلف وعید کے قائل ہیں۔ امکان کذب
 خلف وعید کی ایک قسم ہے لہذا امکان کذب پر اعتراض کرنا اگلے
 زمانے کے علمائے دین پر اعتراض کرنا ہے۔ افسوس اور
 ہزار افسوس کہ گنگوہی جیسا وہابیوں کا شیخ ربانی جب اتنی سنگین
 افترا سازی اور بہتان طرازی کر سکتا ہے تو چھوٹے چھوٹے وہابی
 ملاؤں کا کیا حال ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ باطل عقائد کا طرفدار خود اندھا ہوتا ہے
 اور دوسروں کو بھی اپنے جیسا اندھا سمجھتا ہے۔ بے شک اہل سنت
 کے بعض علماء خلف وعید کے ضرور قائل ہیں مگر اس کے ساتھ وہی
 علماء امکان کذب الہی کے عقیدہ کی سخت مخالفت کرتے ہیں، پھر

ان کو امکانِ کذب کا قائل بتانا کتنا سفید جھوٹ اور کس قدر سنگین بہتان ہے۔

جس مواقف میں ہے لَا يُعَدُّ الْخُلْفُ فِي الْوَعِيدِ نَقْصًا یعنی خلف وعید عیب نہیں شمار کیا جاتا۔ اسی مواقف میں ہے: إِنَّهُ تَعَالَى يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ الْكَذِبُ اِتِّفَاقًا۔ یعنی باری تعالیٰ کا کذب بالاتفاق محال ہے۔ جس شرح طوابع میں ہے اَلْخُلْفُ فِي الْوَعِيدِ حَسَنٌ یعنی خلف وعید (سزا معاف کر دینا) کیا اچھی بات ہے اسی شرح طوابع میں ہے اَلْكَذِبُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ یعنی اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے۔ جس علامہ جلال دوانی نے شرح عقائد جلالی میں لکھا کہ قَصَبَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ إِلَى أَنَّ الْخُلْفَ فِي الْوَعِيدِ جَائِزٌ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى لِأَنِّي الْوَعْدَ وَلِهَذَا أوردتِ السَّنَةُ یعنی بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ وعید میں خلف اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے نہ وعدہ میں۔ اور یہی مضمون حدیث میں آیا۔

وہی علامہ جلال تحریر کرتے ہیں اَلْكَذِبُ عَلَيْهِ تَعَالَى مُحَالٌ لَا تَشْمَلُهُ الْقُدْرَةُ۔ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے قدرتِ الہی میرے داخل نہیں ہے۔

محترم قارئین ملاحظہ فرمائیں مذکورہ بالا حوالہ جات نے خوب واضح کر دیا کہ ملا گنگوہی کا اتہام غلط ہے اور خلف وعید کے قائل علماء کا دامن، عقیدہ امکانِ کذب کی نجاست سے پاک و صاف ہے۔

⑤ علماء و مابہ کہتے ہیں کہ جھوٹ پر خدا کی قدرت نہ مافی جائے تو خدا کا عجز لازم آئے گا اور وہ عجز سے پاک ہے۔ لہذا جھوٹ بولنا اس

لے اس میں راز یہ ہے کہ صدق و کذب خبر کی صفت ہے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کے لیے ممکن ہوا۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ محال ہے اور محال پر قدرت نہ ہونے سے عجز لازم نہیں آتا۔ سیدنا علامہ عبد الغنی نابلسی اپنی کتاب مطالب فیہ میں ابن حزم فاسد العزم کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں إِنَّ الْعَجْزَ إِنَّمَا يَكُونُ لَوْ كَانَ الْقُصُورُ مِنْ نَلِجِيَةِ الْقُدْرَةِ أَمَّا إِذَا كَانَ لِعِزِّمْ قَبُولِ الْمُسْتَحِيلِ تَعْلُقُ الْقُدْرَةُ فَلَا يَتَوَهَّمُ عَاقِلٌ أَنَّ هَذَا عَجْزٌ بَلْهُ يَعْنِي عَجْزٌ تَوْجِبُ بِهِ كَقُصُورِ قُدْرَتِ كِي طَرَفٍ سَے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔ اس مقام پر پھر ہم وہابیوں سے ایک سوال کرتے ہیں کہ اگر شیطان کی پوجا کرنے پر وہابیہ کے خدا کی قدرت نہ مانی جائے تو اس کا عجز لازم آئیگا اور وہ عجز سے پاک ہے۔ لہذا شیطان کی پوجا کرنا تمہارے خدا کیلئے ممکن ہوا اب وہابی یا تو شیطان کو اپنے خدا کا معبود مانیں یا اپنے خدا کا عاجز ہونا تسلیم کریں۔ — بحمدہ تعالیٰ ثم بعون رسولہ علیہ النجیۃ والثناء ہمارے ان چند سطروں سے خوب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں وجوب صدق کا عقیدہ رکھنے والے صادق اور امکان کذب کا اعتقاد رکھنے والے کاذب ہیں۔ وَصَلَّى اللہُ تَعَالٰی وَسَلَّمْ عَلٰی اَکْثَرِ خَلْقِہٖ وَ اَعْلَمِ خَلْقِہٖ وَاَوَّلِ خَلْقِہٖ وَ اَفْضَلِ خَلْقِہٖ وَ خَاتِمِ اَنْبِیَاہِ وَسَلِّمْ اَصْفِیَاہِ مُحَمَّدٌ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ اٰبْنِہٖ الْغَوِثِ الْوَعْظِ الْجَلِیْلِ فِی الْبَغْدَادِیِّ وَ شَہِیْدِ مَحَبَّتِہِ الْمُجَدِّدِ الْاَوْعَظِ الْمُبْرِکِ اَجْمَعِیْنَ ۝ وَالْخُرُودُ عُوْنَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

رہیقہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اور وعید از قبیل خبر نہیں از قبیل انشاء (رامجدی)
(حاشیہ صفحہ موجودہ) لے سجن التبورح ص ۳۸۔

کیا خدا تجھوٹ بول سکتا ہے

WWW.NAFSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WA JAMAAT"

جمہورائتہ اسلام، امام احمد رضا اور ان کے
مخالفین کے موقف کا اجمالی جائزہ !

مبارک حسین مصباحی

انتساب

اس جلیل القدر محقق، عالم ربانی اور پیکر اخلاص و تقویٰ

کے نام

جو

اہل عرفان و تقویٰ میں — پابندِ شرع، عاشقِ رسول اور پرہیزگار ہیں

یلسندِ پایہ اساتذہ میں — قابلِ فخر اور متبحرِ اساتذہ ہیں

ادیبوں اور قلم کاروں میں — صاحبِ طرزِ ادیب اور مستند مصنف ہیں

حسن انتظام اور نظم و نسق کے میدانوں میں — صاحبِ رائے منتظم اور فلک پیما مدبر ہیں

یعنی

استاذنا المکرم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

جن کے

دستِ خوانِ علم کی خوشہ چینی ہی مجھ سچے مداح کی تمام تر پونجی ہے۔

مبارک حسین مصباحی



امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز تیرہویں صدی ہجری کے مجدد اور اپنے
عہد میں نابغہ روزگار تھے آپ نے ستر علوم و فنون پر ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل تصنیف
فرمائے۔ آج عالم اسلام میں علماء، مشائخ، مفتیین اور انشوروں کے درمیان آپ کے علمی،
فکری، اور تحقیقی سرمایہ کی دھوم ہے۔
جناب میر عبد الجبار ڈپٹی چیئرمین (SENATE OF PAKISTAN) اسلام آباد
لکھے ہیں:

امام احمد رضا خاں ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے انہوں نے تقریباً
ستر علوم و فنون پر ایک ہزار سے زیادہ کتابیں لکھیں۔
امام احمد رضا ایک عظیم معلم اور بلند پایہ فقیہ تھے آپ کی فکر و تحقیق اور فتویٰ نویسی
کامب سے ممتاز کمال رہا کہ آپ نے اسلامی عقائد و نظریات کے تعلق سے جتنا کھار ب

اے مجدد امام احمد رضا کا تفسیر کراچی شہر میں ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

قرآن و سنت اور مسلک جمہور کی روشنی میں تھا، اسلام کے بنیادی نظریات میں نہ اپنی
 فکری اختراع کی دخل اندازی کی اور نہ غیروں کی جانب سے کسی افراط و تفریط کو برداشت
 کیا۔ اس عقل پرستی اور فکری آوارگی کے دور میں یہی وہ اہم خصوصیت ہے جس نے آپ
 کو عالم اسلام کا سب سے مستند مفتی اور سوادِ اعظم کا پیشوا بنادیا، بلکہ آج کے دور میں حقانیت کا
 علامتی نشان۔ اسلامی عقیدہ و عمل کے تعلق سے آپ امام احمد رضا کی کوئی بھی کتاب
 یا فتویٰ اٹھا کر دیکھئے ہر مدعا پر قرآن و سنت کے دلائل کا انبار اور جمہورِ علماء و فقہاء محدثین
 اور مفسرین کے اقوال و ترجیحات کا بحرِ ذخار نظر آئے گا۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم
 اعتماد و یقین کی رے بلند چولی سے یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ امام احمد رضا
 کسی نئے مسلک اور مکتب فکر کے بانی نہیں تھے بلکہ وہ انہیں عقائد و نظریات کے
 مبلغ و ترجمان تھے جو ہر دور میں جمہورِ علماء و مشائخ کے رہے ہیں اور جو چودہ سو برس سے
 متواتر اور متواتر چلے آرہے ہیں۔ اس کا اعتراف انبیاء و اخبارِ رب کے کیا ہے۔
 مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی لکھتے ہیں:

اس میں قطعاً کلام نہیں کہ علامہ اجل مولانا احمد رضا خاں صاحبِ طبری
 مائتہ مائتہ عالم تھے..... اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمالات سے بہرہ اندوز
 کیا اور آپ نے مدۃ العرسلک جمہور کی تائید کی ہے

۱۔ جلد امام احمد رضا کا نفرس کراچی ۱۳۱۵ھ ص ۱۹ ناشر ادارۃ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری ^{۱۹۳۷ء} میں اس حقیقت کا اعتراف کر چکے ہیں۔

امرتسری میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی، (ہندو، سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ انٹی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے۔ جن کو آج۔ بریلوی حنفی خیال کیا جا رہا ہے۔

جناب امرتسری صاحب کی یہ تقریر ^{۱۹۳۷ء} کی ہے جبکہ ان کا اعتراف ہے کہ اس انٹی برس قبل امرتسری میں تمام مسلمان سنی حنفی بریلوی تھے یعنی ^{۱۸۵۷ء} میں مارے مسلمان اہل سنت و جماعت تھے۔ چند لٹے ٹھہر کر ایک اور دھماکہ نیز اعتراف پڑھے۔ دیوبندی مکتب فکر کے مشہور مؤرخ مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی قدیم روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔

شیخ محمد اکرم صاحب امام احمد رضا کی قدامت پسندی کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں انہوں (امام احمد رضا) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی

مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ شیخ توحید ص ۲۲ مطبوعہ سرگودھا۔ ۲۰ مولانا سلیمان ندوی جیات بلی ۲۲ مطبوعہ دارالمصنفین اعظم دہلی

طریقوں کی حمایت کی لے

یہ ان حضرات کی تحریریں ہیں جو نظریاتی اعتبار سے امام احمد رضا کے ہمنوا اور ہم فکر نہیں بلکہ مخالف گروہ کے مستند ہیں۔ کیا ان حقائق کے بعد بھی ہمارے اس دعا کے اثبات کے لئے مزید کسی اتمام حجت کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ امام احمد رضا کسی نئے مسلک اور نئے مکتب فکر کے بانی نہیں تھے، بلکہ آپ متواتر مسلک جمہور کے مسلک اور سرگرم مبلغ تھے۔ میرے دعوے کی اس سے قوی دلیل یہ ہے کہ موجودہ اختلافات سے قبل پورے ہندوستان کے مسلمان انہیں عقائد و نظریات کے حامل اور متبع تھے جن کی ترجمانی امام احمد رضا نے کی ہے طول تو ایسی ہے پر ہیز کرتے ہوئے ہم صرف ایک تاریخی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں۔

پروفیسر فیاض کاوش ہندوستانی مسلمانوں کی فکری اور مذہبی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

شروع شروع جب مسلمان ہندوستان میں آئے تو ان
سب کا ایک عقیدہ ایک مذہب اور ایک مسلک تھا
طوطی ہند حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام
بلاغت نظام میں اسی یک رنگی کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب
 ”ردّ روا فیض“ میں مسلمانوں کی اس نگری و غیبتی ہم سنگی
 کا ذکر کیا ہے اور اس کے ثبوت میں حضرت امیر کے اشعار
 پیش کئے ہیں۔ اس کے بعد ایران سے شیخان علی کی آمد
 کا ذکر کیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ
 کے زمانے سے ۱۳۲۰ھ / ۱۸۲۴ء تک ہندوستان کے
 مسلمانوں میں صرف دو فرقے تھے۔ ایک تواتر و اہلسنت
 و جماعت اور دوسرا اہل تشیع۔ چنانچہ انگریزی عہد اور
 سے پہلے پہلے تمام مسلمان زیارتِ قبور اور ایصالِ ثواب
 کے قائل تھے، عرس و عرائس اور مولود شریف کا اہتمام
 کیا کرتے تھے۔

اب ہم اپنے ایک مدعا کے اثبات کے بعد دوسرا دعویٰ یہ کرنے جا رہے ہیں کہ
 ماضی قریب میں دیوبندی، وہابی، قادیانی، نیچری یا ان کی ہم خیال جن جماعتوں نے
 جنم لیا ہے ان کے عقائد اسلام کے مسلم اور جمہوری عقائد سے مختلف ہیں اور ان کے زبان
 و قلم نے کچھ ایسے گل کھلائے ہیں کہ عہد رسالت سے آج تک ان کا سراغ نہیں ملتا۔ اور

لے پروفیسر فیاض کاوش۔ ننگ دین ننگ وطن ص ۱۲ ناشر مکتبہ تقاضی شمع نگر بھونڈی۔

بعض عقائد معتزلہ اور خوارج جیسے گمراہ فرقوں سے بھی مستفاد نظر آتے ہیں۔ اور اس پر بھی دعویٰ یہ ہے کہ ہم ہی آج علمبردار توحید ہیں اور باقی تمام امت مسلمہ شرک و بدعت کی دلدل میں ڈوبی ہوئی ہے۔

عالم اسلام کے مستند فقیہ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ و ہابی مکتب فکر کے آغاز و ارتقاء سے متعلق لکھتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں محمد بن عبد الوہاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے، وہ اپنے آپ کو حنبلی المذہب کہتے تھے۔ لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ یا ان کے ہم فکر ہیں اور جن کے عقائد ان سے مختلف ہیں وہ مسلمان نہیں۔ بلکہ مشرک ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے اہلسنت اور علماء اہلسنت کے قتل کو جائز رکھا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہابی مکتب فکر کے بانی محمد بن عبد الوہاب خبریؒ ۱۷۹۱ء میں یہ تحریک علماء و مشائخ کی ہزار فوجوں کے باوجود سعودی دولت و حکومت کے مہموں و ادوی حجاز سے نکل کر عرب عجم کے مختلف خطوں میں پھیل گئی۔ خطاوی لکھتے ہیں: اَمَّا مُحَمَّدٌ، فَهُوَ صَاحِبُ الدِّعْوَةِ الَّتِي عُرِفَتْ بِالْوَهَابِيَّةِ محمد بن عبد الوہاب کی تحریک عرف عام میں وہابیت کے نام سے متعارف ہے

ابن علامہ ابن عابدین شامی۔ رد المحتار جلد ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ مصر ۱۳۵۰ھ شیخ علی خطاوی جوہری۔ سی متوفی ۱۳۵۰ھ محمد بن وہاب غیری ص ۱۳

جب یہ تحریک ہندوستان میں آئی تو اس کی یورش سے پورا برصغیر جہنم کدہ بن گیا یہاں اس کے بطن سے اور بھی کئی فتوں نے جنم لیا بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ دیوبندیت و قادیانیت اسی نجدی وہابیت کے ہندوستانی ایڈیشن ہیں۔ اس حقیقت کا سنسنی خیز انکشاف عظیم مفکر ڈاکٹر اقبال نے بھی کیا ہے۔

قادیانیت اور دیوبندیت اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔

اس تمہیدی اور اجمالی گفتگو کے بعد ہم ذیل میں امکان کذب باری تعالیٰ کے مسئلہ

پر قرآن و سنت اور جمہور مسلک اہللاف کی روشنی میں بحث کریں گے

اس عقل پرستی اور نفسانی دور میں حق و باطل کا یہی سب سے بڑا معیار ہے، دین اسلام پر ایمان لانے کے بعد ہر اسلامی حکم پر سر تسلیم خم کرنا ہی عین ایمان ہے۔ اس حکم کی غایت و نوعیت سے انسانی عقل متفق ہو یا نہ ہو۔ ایمان لانے کے بعد عقلی سرکشی کی بنیاد پر اسلام کے مسلمہ عقائد اور متواتر معمولات سے سربمواخرا فزند لقییت اور کمرابیت ہے۔ آپ خود ضمیر سے فیصلہ کیجئے کہ اگر ہر انسان کو اپنی اپنی عقل اور من پسندی کی بنیاد پر اسلامی نظریات طے کرنے کی اجازت دے دی جائے تو اسلام جو امن و سلامتی

کا گہوارہ ہے اختلاف انتشار کا آتش کدہ بن کر رہ جائے گا پھر نہ کوئی اسلام کا عقیدہ محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ کوئی معمول۔

کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے؟ | اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر بندہ مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ تمام صفات کمالیہ سے متصف اور تمام عیوب و نقائص سے پاک و منزہ ہے اس عقیدے کی روشنی میں ایک عام انسان بھی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے افعال کا صدور ممکن نہیں جو انسانی تاریخ کے ہر دور میں قبیح اور باعث نقص و عیب تصور کئے گئے ہوں، انبیاء و مرسلین بھی ان سے اجتناب کا درس دیئے رہے ہوں اور قرآن و حدیث میں بھی ان پر وعیدیں وارد ہوئی ہوں۔ جیسے جھوٹ، وعدہ خلافی، بدعہدی، زنا، چوری، ظلم، جفا اور حق تلفی وغیرہ۔ اس کے گزرے دور میں بھی یہ دعویٰ پورے جاہ و جلال کے ساتھ کیا جاسکتا ہے کہ کسی انسان میں اگر ذرہ برابر بھی ایمانی حرارت موجود ہے تو وہ انجام سے بے پرواہ ہو کر بھڑکے شعلوں میں چھلانگ تو لگا سکتا ہے مگر یہ نالگوارا نہیں کر سکتا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے، یا وعدہ خلافی اور بدعہدی کر سکتا ہے۔ "بہر نالگوارائی خاطر اگر چند لمحوں کے لئے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے تو اسلام کا پہاڑ سے زیادہ مستحکم اور پر شکوہ قلعہ عین اسی لمحہ زمین بوس ہو جائے گا: خدا آپ خود انصاف کیجئے کہ جب خدا ہی جھوٹ بول سکتا ہے تو

قرآن بھی جھوٹا ہو سکتا ہے اور اس کا رسول بھی، اب اگر قرآن اور رسول جو دین اسلام کی بنیادیں ہیں وہی مترنزل ہو گئیں تو باقی کیا رہ گیا۔ !!!

وہابی اور دیوبندی مکتب فکر کے عقائد | اس گفتگو کے بعد ذرا نظر اٹھا کر ماضی قریب کا جائزہ لیجئے

آزادی فکر کی زمین سے وہ فتنہ بھی اٹھ کر تناور درخت بن چکا ہے عہد سلف میں جس کے تصور سے بھی ایک بندہ مومن کانپ جاتا تھا۔ یعنی ایک نوزائیدہ مکتب فکر کے عقائد کی فہرست میں یہ عقیدہ بھی شامل ہے کہ "خدا جھوٹ بول سکتا ہے" اب دل تھام کر یہ گمراہ عقیدہ صاحب عقیدہ کے قلم سے پڑھئے۔

برصغیر میں وہابی مکتب فکر کے مبلغ اعظم مولوی اسماعیل دہلوی پوری شان کج کلاہی کے ساتھ رقم طراز ہیں۔

جھوٹ نہ بولنے کو اللہ تعالیٰ کے کمالات سے

مانتے ہیں اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدح

کرتے ہیں اس کے برخلاف کوئی شخص گونگے اور

پتھر کی تعریف جھوٹ نہ بولنے کی صفت کے ساتھ نہیں کرے گا۔

لہذا ظاہر ہے کہ وصف کمال یہی ہے کوئی

شخص جھوٹ بولنے پر قدرت رکھنے کے باوجود

عدم کذب و ان کمالات حضرت حق سبحانی

شمارند و اجداد جل شانہ بآں مدح فی کنند

بر خلاف افرس و جماد کہ ایشان را کے بعدم کذب

مدح نمی کنند پر ظاہر است

کہ صفت کمال ہیں است کہ شخص قدرت

بر تکلم بکلام کاذب میدارد و بابر رعایت مصلحت

و تقاضائے حکمت بہ تنزد از شوب کذب تکلم بکلام
بر عایت مصلحت و تقاضائے حکمت اور جھوٹ کی
کاذب نمی نماید ہاں شخص مدوح فی گردو
آلاتش سے بچتے ہوئے جھوٹ نہیں بولتا۔ اسی
شخص کی تعریف کی جائے گی کہ وہ عیب کذب
سے پاک اور کمالِ صدق سے متصف ہے بخلاف
سلب عیب کذب و اتصاف بکمال صدق بخلاف
کے کسان او ماؤں شدہ باشند
اس کے جس کی زبان گنگ ہو۔

اس سرخیل گمراہیت کے ہم فکر وہم نوا اصا طین دیوبند بھی ہیں مولوی خلیل احمد
انبیٹھوی کی یہ ہوش اڑا دینے والی تحریر بھی پڑھیے۔ اگر غم و غصہ سے یارائے ضبط
نہیں توجھے معاف رکھیں میں صرف ناقل ہوں۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں۔
امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں محکا بلکہ تداوم
میں اختلاف ہوا ہے کہ حلف و عید آیا جائز ہے کہ نہیں اس
پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے، اور اس پر تعجب کرنا
محض لاعلمی اور امکان کذب حلف و عید کی فرع ہے لے

اس کتاب پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی تقریظ طویل بھی ثبت ہے موصوف رقم طراز ہیں۔
احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب براہین قاطعہ
کو اول سے آخر تک بغور دیکھا، الحق یہ جواب کافی اور حجت
والی اور اپنے مصنف کی وصفت نور علم اور سخت زکاوت و ہم پر دلیل واضح ہے

سے مولوی اسماعیل دہلوی۔ یحیٰ دہلوی مطبوعہ دیوبند، سے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، لمفا براہین قاطعہ
مطبوعہ دیوبند، سے مولوی رشید احمد گنگوہی۔ تقریظ براہین قاطعہ مطبوعہ دیوبند

کہیے کیا خیال ہے آپ کا ان بابائے وہابیہ اور اساطین دیوبند کے بارے میں جن کے برق بار قلم کی زد سے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ثبات بھی محفوظ رہی۔ ایک بدست شربی کی طرح جو منہ میں آیا بکھے چلے گئے اور جو سمجھ میں آیا کھتے چلے گئے۔ کیا یہ لوگ روزِ محشر تہرہ الہی کی گرفت سے بچ سکتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ آہ پوری کائنات اپنے رب کی تسبیح و تہلیل میں مصروف ہے اور چند لوگ تنقیص الوہیت میں اپنے فکر و قلم کی توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا کا نقطہ نظر | اب ذرا اپنے آپ کو سمجھائے اور دلجمعی اور دہشی
میکوٹی کے ساتھ "امکان کذب باری تعالیٰ"

کے حوالے سے امام احمد رضا کا عقیدہ و نظریہ ملاحظہ فرمائیے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں
أَقُولُ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقِ وَبِهِرِ الْوُصُولِ إِلَى ذُرَى التَّحْقِيقِ مُسْلِمَانِ كَايْمَانِ هِيَ كَر
مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کے سب صفات کمالیہ بروجہ کمال ہیں۔ جس طرح کسی
صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یونہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت
بھی امکان نہیں رکھتا۔ اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس
کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں، ان کا کوئی ذمہ اس کے دائرہ سے خارج نہ ہو۔
نہ یہ کہ موجود و معدوم و باطل و موہوم میں کوئی شے و مفہوم بے اس کے تعلق کے
نہ رہے۔ اگرچہ وہ اصلاً صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے

مذکورہ سطر میں اپنے اندر بڑی علمی گہرائی رکھتی ہیں۔

آپ ایک بار پھر گہری نگاہ سے مذکورہ بحث کو پڑھئے اور پھر ذیل میں زیر بحث مسئلہ کے تعلق سے امام احمد رضا کے فکر انگیز قلم سے بحث کا حاصل پڑھئے۔
امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ مغویانِ تازہ جو اس مسئلہ کذب و دیگر نقائص و غیرہ کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں۔ کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات میرا شرع و جل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا۔ اور۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
کا انکار نہ ہوا۔

اَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ! قدرتِ الہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص و عیب اور اگر حالات پر قدرت مانئے تو ابھی انقلاب ہو جاتا ہے۔
وجہ نئے جب کسی حال پر قدرت مانی اور محال حال سب ایک ہے۔ لہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس حال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز و قصور سمجھئے، تو واجب کہ سب حالات زیر قدرت ہوں۔ اور منجملہ حالات سلب قدرت الہی بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھودینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر بھی قادر ہو۔ اچھا عموم قدر مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی۔ اے

لے امام احمد رضا قادری مفتاح بن اسیر عن عیب کذب مقبوح ص ۹۱ تا ۹۲ رضوی دارالافتاء بریلی

امام احمد رضا قدس سرہ کی اس ایمان افروز تحریر سے ان کا یہ عقیدہ آفتاب
نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ خدا کا جھوٹ بون کسی طرح ممکن نہیں بلکہ یہ عقیدہ
رکھنا سراسر گمراہی ہے۔ امام احمد رضا نے اپنے اس عقیدے کو اپنی شہرہ آفاق
کتاب ”سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح“ میں سیکڑوں عقلی و نقلی دلائل سے
مبرہن کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ۔

اعتناع کذب باری تعالیٰ پر تمام اشعریہ اور ماتریدیہ کا اجماع ہے۔ اور
یہ کہنا کہ زیمیکٹ مسئلہ پہلے ہی سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے، بالکل غلط اور اسلاف پر
بے بنیاد الزام ہے بلکہ سچائی یہ ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ کے بطلان پر اہل حق کا
اجماع ہے بلکہ اس مسئلہ میں تو معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقے بھی علماء حق کے ہم نوا اور ہم فکر نظر
آتے ہیں۔

امکان کذب باری تعالیٰ کے حوالے سے آپ نے بابائے وہابیہ، اساطین
دیوبند کے عقائد اور امام احمد رضا قادری کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمایا۔ اس نظریاتی
کشمکش میں عین ممکن ہے کسی ذہن میں بھی وہابیت نوازی کے جراثیم موجود ہوں اور
وہ اسلامی عقائد کی اس بنیادی بحث سے ارادی یا غیر ارادی طور پر صرف نظر کر کے
گزر جائے کہ یہ مولویوں کے اختلافات ہیں، ہمیں ان سے کیا لینا دینا یہ فکر کی اتنی بڑی

لے تفصیل کے لئے دیکھئے۔ سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح از امام احمد رضا بریلوی۔ ۱۲۲ھ المذاہب الشریعہ از حضور حافظ ملت
۱۳۱ھ انوار آفتاب مہدایت از قاضی فضل محمد نقشبندی (۴۲) فیصلہ حق و باطل، از مفتی اجمل شاہ سنبھلی وغیرہ۔

غلطی ہے کہ اس کے قیامت خیز اور بھیانک نتائج کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس بھری کائنات میں ایک بندہ مومن کے لئے دولتِ ایمان ہی تو بے بڑی پونجی ہے اور آپ اسی کے تحفظ سے اتنی بے اعتنائی برتیں کہ اس موضوع پر چند لمے غور کرنا بھی گوارا کریں ہر شخص اپنے ایمان و عمل کا ذمہ دار ہے یہ کہہ دینا کہ یہ مولویوں کے باہمی اختلافات ہیں یہیں ان سے کیا سروکار انتہائی نادانی اور ایمانی کمزوری ہے۔ عقیدہ کوئی ایسی معمولی ادب ہے وقت چیز نہیں کہ جب جو چاہا پھوڑ دیا اور جو چاہا اختیار کر لیا، اس کے تحفظ کے لئے آپ کو ہم دم تازہ دم اور مستعد رہنا ہے اور جو کچھ اختیار کرنا ہے بہت کچھ سوچ سمجھ کر اختیار کرنا ہے۔

غیر اختیاری طور پر کچھ گفتگو طویل ہو گئی، عرض مدعا صرف اتنا ہے کہ گذشتہ ادراک میں آپ نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق دو قسم کے عقائد ملاحظہ فرمائے ایک عام انسان کے لئے یہ لمحہ تلوار پر چلنے سے بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے کہ آخر وہ حق کے جانے اور کے مسترد کرے۔ ایسی صورت میں ہمیں ایک انتہائی مستقیم راہ یہ نظر آتی ہے کہ اسلام اور اس کے عقائد و معمولات آج کی پیداوار تو ہیں نہیں بلکہ چودہ سو برس سے متواتر اور متواتر چلے آ رہے ہیں، ہم اختلافی عقائد و مسائل کے اختیار کرنے کے سلسلہ میں قرآن و تفسیر، حدیث و فقہ کی تشریحات اور جمہور سلف صالحین کے عقائد و معمولات کو معیار بنالیں بلکہ اسلامی عقائد کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد آپ بھی اسی نتیجہ پر

پہونچیں گے کہ ہر دور میں مسک جمہور ہی اسلام کا معیار حق رہا ہے۔

قرآن و تفاسیر کا اعلان حق | آئیے اب بلا تبصرہ پورے و فورشوق کے ساتھ
ذیل میں زیر بحث مسئلہ کے تعلق سے قرآن و

تفاسیر کی تشریحات ملاحظہ فرمائیے۔ یہی معیار حق ہے اور اس عہد بلائیز میں یہی
راہ نجات ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا : اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ،

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا : اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے ۔

وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ الْمِعَادَ : اللہ کا وعدہ اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا ۔

أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ : من لو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے ۔

فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ : جب تو اللہ پر گزایا عہد خلاف نہ کرے گا ۔

قرآن عظیم میں اس قسم کی کثیر آیات موجود ہیں جن میں پورے زور بیان اور

بھر پور وضاحت کے ساتھ یہ بیان موجود ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سچا ہے اور اس

کا وعدہ حق ہے وہ نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ کبھی بول سکتا ہے اس نے نہ کبھی

وعدہ خلافی کی ہے اور نہ کبھی کر سکتا ہے ۔ قرآن عظیم کے ان واضح بیانات کے بعد

۱۔ قرآن کریم ، سورۃ نساء آیت نمبر ۸۴ پارہ ۲۱ ۲۔ قرآن کریم ، سورۃ نساء آیت نمبر ۸۴ پارہ ۲۱

۳۔ قرآن کریم ، سورۃ زمر آیت نمبر ۲۰ پارہ ۲۱ ۴۔ قرآن کریم ، سورۃ یونس آیت نمبر ۵۵ پارہ ۲۱

۵۔ قرآن کریم ، سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲ پارہ ۱

ابذیل میں چند مشہور زمانہ اور مقبول انام تفاسیر کا بھی مطالعہ کیجئے کہ امکان کذب
باری تعالیٰ کے حوالے سے ان چوتنی کے مفسرین کے نظریات و عقائد کیا ہیں۔
تفسیر خازن میں ہے :

يَعْنِي لَا أَحَدًا أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ نہ کوئی سچا ہے نہ وہ وعدہ
فَإِنَّهُ لَا يُخْلِفُ الْمِعَادَ وَلَا يَجُوزُ عَلَيْهِ الْكُذْبُ خلافی کرتا ہے اور نہ اس کا جھوٹ ہوتا ہے
تفسیر مدارک شریف میں ہے :

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا يَمِيزُ وَهُوَ آیت میں استقبام انکار قی ہے یعنی خبر و وعدہ
اسْتَفْهَامٌ بِمَعْنَى التَّقْوَىٰ أَيْ لَا أَحَدٌ أَصْدَقُ مِنْهُ اور وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے
فِي إِخْبَارِهِ وَوَعْدِهِ وَرَيْعِهِ لَا يَسْتَحَالِلُهُ زیادہ سچا نہیں کہ اس کا جھوٹ ہونا کسی طرح
الْكُذْبُ عَلَيْهِ لِقُبْحِهِ لِكُونِهِ إِخْبَارًا عَنْ نہیں کہ وہ خود اپنے سنی ہی کے اعتبار سے بیچ
الشَّيْءِ بِخِلَافِ مَا هُوَ عَلَيْهِ ہے کہ خلاف واقع خبر دینے کو کہتے ہیں۔

تفسیر بیضاوی شریف میں ہے :

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا إِنْكَارًا اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکار فرماتا ہے کہ کوئی
أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ أَكْثَرُ صِدْقًا مِنْهُ فَإِنَّهُ لَا شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو اس کی خبر میں تو
يَسْطَرِّقُ الْكُذْبُ إِلَىٰ خَيْرِهِ بِوَجْهِ لِأَنَّهُ جھوٹ کا کسی طرح کا کوئی شائبہ تک نہیں

لے علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ مصر شہ عبدالعزیز بن احمد بن محمد
نسفی مدارک جلد ۱ صفحہ ۱۷۷ ناشر دار الباز للنشر والتوزيع مکتبہ المکرمہ

نَقَصٌ وَهُوَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ۔ لے کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ کے لئے محال

تفسیر ابوسعود میں ہے :

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا انْكَارًا لِأَنْ
يَكُونَ أَحَدٌ أَصْدَقُ مِنْهُ تَعَالَى فِي وَعْدِهِ
وَسَائِرِ أَخْبَارِهِ وَبَيَانُ لِمَسْحَالَتِهِ كَيْفَ
لَا وَابْتِذَانُ مُحَالٍ عَلَيْهِ سُبْحَانَهُ دُونَ غَيْرِهِ

اس آیت سے ثابت ہے کہ وعدہ اور کسی طرح کی
خبر دینے میں اللہ تعالیٰ سے سچا کوئی نہیں اور اس کے محال
ہونے کی وضاحت بھی ہے اور کیے نہیں کہ جھوٹ
بلکہ خدا کے لئے محال بخلاف دوسروں کے۔

تفسیر کبیر میں ہے :

فَلَنْ يَخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ كَيْدًا عَلَى أَهْلِ
سُبْحَانَهُ مَنَزَّةٌ عَنِ الْكُذْبِ فِي وَعْدِهِ
وَوَعْدِهِ قَالَ أَصْحَابُنَا لِأَنَّ الْكُذْبَ بِصِفَةِ
نَقْصٍ وَالتَّقْصُّ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ وَقَالَتْ
الْمُعْتَزَلَةُ لِأَنَّ الْكُذْبَ بِبَيِّنَةٍ لِأَنَّهُ كُذْبٌ
فَيَسْتَحِيلُ أَنْ يَفْعَلَهُ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ الْكُذْبَ
مِنْهُ مُحَالٌ أَنْهُ مُلْخَصًا

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز اپنا عہد چھوڑنا
نہ کرے گا اس مدعا پر واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ
اپنے ہر وعدے اور وعید میں جھوٹ سے پاک ہے
ہماری جماعت اہلسنت اس دلیل سے کذب الہی کے ناممکن
ہونے کی مدعی ہے کہ جھوٹ صفت نقص ہے اور
اور نقص اللہ تعالیٰ کے لئے محال اور معتزلہ اس دلیل
سے منہ منانے ہیں کہ کذب قبیح لذات ہے تو اللہ تعالیٰ

۱۔ شیخ عبداللہ بن عمر البیہادی - تفسیر البیہادی ص ۱۵

۲۔ علامہ الوجود ابو السود عادی ، تفسیر ابوسعود جلد ۲ ص ۱۱۲

۳۔ امام فخر الدین رازی - تفسیر کبیر -

سے اس کا صادر ہونا محال

تفسیر روح البیان میں ہے:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا انْكَسَرُ
لَإِنْ يَكُونُ أَحَدُ الْكَرْصِدِ قَائِمُهُ فَإِنَّهُ لَا
يَنْطَرِقُ الْكَذِبَ إِلَى خَيْرِهِ بِوَجْهِ لَاحِقِهِ
نَقْصٌ وَهُوَ عَلَى اللَّهِ مُحَالٌ دُونَ غَيْرِهِ
اس آیت سے واضح ہے کہ کوئی خدا سے زیادہ
سچا نہیں کیونکہ جھوٹ بولنا ایک عیب ہے اور
عیب اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے
بخلاف دوسروں کے۔

ابھی آپ نے جن شہرہ آفاق ارباب علم و تحقیق کی مدلل تفسیروں کا مطالعہ
کیا یہ تفسیر کی وہ معتبرا اور مقبول کتابیں ہیں جو مدعیان امکان کذب باری تعالیٰ
کے دائرہ گدوں میں کبھی حرف آخر اور قابل اعتنا نہیں۔ ان شواہد کے بعد بھی اس
مدعا پر کہ خدا جھوٹ نہیں بول سکتا مزید کسی اتمام حجت کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟
اس حقیقت کا انکار اب تو بالکل ایسا ہی ہے کہ مورج کی تیز شمعوں سے پورا عالم
جگمگا رہا ہو اور کوئی صاحب اپنے حرم کدہ کی چلین سے جھانک کر ارشاد فرمائیں ابھی
رات باقی ہے۔ میرے عزیز ظہور حق کے بعد باطل پر اڑے رہنا اگر عین اسلام ہے
تو مجھے بتایا جائے کہ پھر ضلالت و گمراہی کس چڑیا کا نام ہے۔ ممکن ہے برسوں سے اغوا شدہ
ذہنوں میں ابھی اس قسم کے شبہات کلبلا رہے ہوں کہ یہ بات تو کسی قدر صحیح ہے مگر

الحی شیخ اسماعیل حق بنوری تفسیر روح البیان سورۃ نساء، جلد دوم ناشر مکتبہ اسلامیہ شالدرہ کوٹہ۔

ہم یہ جانتا چاہتے ہیں کہ گذشتہ صدیوں میں جو ائمہ اسلام، فضلاء روزگار اور اراکین دین و دانش گزرے ہیں اس مسئلہ میں ان کے عقائد و نظریات کیا تھے تو لیجئے۔
باتھ کنگن کو اسی کیا ہے پیش خدمت میں جمہور علماء اسلام کے عقائد و نظریات۔

امکان کذب باری تعالیٰ اور مسلک جمہور

شرح مواقف میں ہے۔

إِنَّهُ تَعَالَى يَسْتَعِزُّ الْهَيْسَتِ اور

عَلَيْهِ الْكَذِبُ اتِّفَاقًا أَمَّا عِنْدَ الْمُعْتَزِّلَةِ

أَنَّ الْكَذِبَ قَبِيحٌ وَهُوَ سُبْحَانَهُ لَا يَفْعَلُ

الْقَبِيحَ أَمَّا الْمُعْتَزِّلُ الْكَذِبَ عَلَيْهِ عِنْدَ

نَافِئِهِ تَقْصُرُ وَالتَّقْصُرُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى

مُحَالٌ إِنْجِمَاعًا۔

اور اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بر غیب محال

شرح مواقف کی بحث معجزات میں ہے۔

تَدُمَّرَنِي مَسْئَلَةُ الْكَلَامِ مِنْ مَوْقِفِ الْإِلَهِيَّةِ

إِمْتِنَاعُ الْكَذِبِ عَلَيْهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى

مَسِيرَةٌ هِيَ:

يَسْجِلُ عَلَيْهِ سُبْحَانَهُ تَعَالَى سَمَاءَ التَّقْصِيرِ

عیب کی تمام نشانیاں جیسے جہالت و کذب یہ

علامہ سید شریف انصاری شرح مواقف ص ۱۰۰ مطبوعہ نو کھنڈ لکھنؤ علامہ سید شریف، شرح مواقف ص ۱۰۰

سب اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہیں۔

کا لجلہل وَالْكَذِبُ لَہ

سایرہ کی شرح مسامرہ میں ہے :

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْأَشْعَرِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ فِي أَنَّ
كُلَّ مَا كَانَ وَصِفَ نَقْصٍ فَالْبَارِي تَعَالَى عَنْهُ
مُنْزَعٌ وَهُوَ مُحَالٌ عَلَيْهِ تَعَالَى وَالْكَذِبُ
وَصِفَ نَقْصٍ لَہ
اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کو اس میں کوئی اختلاف
نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر صفت عیب پاک ہے اور
وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ممکن بھی نہیں اور جھوٹ
ایک صفت عیب ہے۔

www.NAFSEISLAM.COM

کَذِبُ كَلَامِ اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ لَہ
طَوَائِعُ الْأَنْوَارِ مِیْلَہ
اللہ تعالیٰ کے کلام کا جھوٹا ہونا محال ہے۔

الْكَذِبُ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى مُحَالٌ
کُنْزُ الْفَرَائِدِ مِیْلَہ
جھوٹ ایک عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ کے لئے محال۔

قَدَسَ تَعَالَى شَأْنُهُ عَنِ الْكَذِبِ سُرْعَاءَ
عَقْلًا أَوْ قَبِيحٌ يَكْذِبُ الْعَقْلُ قَبِيحٌ مِنْ
غَيْرِ تَوْقِيفٍ عَلَى شَرْعٍ فَيَكُونُ مُحَالًا فِي حَقِّهِ
تَعَالَى عَقْلًا وَسُرْعًا كَمَا حَقَّقَهُ ابْنُ الْهَيْثَمِ وَغَيْرُهُ
عقلی اور شرعی تعاضوں کے بیش نظر اللہ تعالیٰ ہر
طرح جھوٹ سے پاک ہے کیونکہ شرعی آگاہی کے بغیر بھی
جھوٹ عقلی طور پر ناپسندیدہ ہے تو جھوٹ عقلاً اور شرعاً ہر طرح
اللہ تعالیٰ کے محال ہے جیسا کہ امام بن الہمام وغیرہ اسی محقق بیش کی

علامہ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسامرہ ص ۱۱۱ لہ علامہ کمال الدین محمد بن ابی شریف قدسی، مسامرہ ص ۱۱۲
علامہ تقی زانی شرح عقائد نسفی ص ۱۰۵ لہ طوابع الانوار، فرع متعلق ببحث کلام لہ کنز الفرائد۔

مسلم الثبوت میں ہے :

الْمُعْتَزِلَةُ قَالُوا لَوْلَا كَوْنُ الْحُكْمِ عَقْلِيًّا لَمَا
امْتَنَعَ الْكَذِبُ مِنْهُ تَعَالَى عَقْلًا وَالْجَوَابُ
أَنَّهُ نَقْصٌ فَيَجِبُ تَنْزِيهُهُ تَعَالَى عَنْهُ
كَيْفَ وَقَدْ مَرَّاهُ عَقْلِيٌّ بِإِتِّقَابِ الْعُقَلَاءِ
لَا أَنْ مَا يَنَاقِي الْوُجُوبَ الَّذِي مِنْ جُمْلَةِ
النَّقْصِ فِي حَقِّ الْبَارِي تَعَالَى وَمِنْ الْإِسْحَاقِ
الْعَقْلِيَّةِ عَلَيْهِ سُبْحَانَهُ ۚ
فَوَاحِ الرَّحْمَتِ فِي هِيَ ۚ

معتزلہ نے کہا، اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے
امتناع کذب عقلی نہیں رہے گا۔ اہلسنت کا جواب
یہ کہ کذب اس لئے محال ہے کہ وہ نقص ہے اور اللہ
تعالیٰ کا اس سے پاک ہونا واجب ہے، امتناع
کذب کے عقلی ہونے پر تمام اہل دین و دانش کا اتفاق
ہے۔ دلیل یہ ہے کہ کذب الوہیت کی قسم ہے اور جو چیز الوہیت
کی قدر ہو وہ اللہ کے عیب و اس کی شان میں محال عقلی

اللَّهُ تَعَالَى صَادِقٌ قَطْعًا لَا إِسْحَاقَ الْكَذِبِ هُنَا
يَقِينًا اَللّٰهُ تَعَالٰی سَچا ہے وہاں جھوٹ کا امکان ہی نہیں

شرح فقہ اکبر میں ہے :

الْكَذِبُ عَلَيْهِ تَعَالَى مُحَالٌ ۚ
اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ بولنا محال ہے۔

شرح عقائد جلالی میں ہے :

الْكَذِبُ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَيْهِ مُحَالٌ
فَلَا يَكُونُ مِنَ الْمُمْكَنَاتِ، وَلَا تَشْمَلُهُ لَقْدَمُ
جھوٹ عیب ہے اور جھوٹ اللہ تعالیٰ کے لئے محال
تو جھوٹ اللہ کے لئے ممکن نہیں اور قدرت الہی

۱۳ مولانا نجیب اللہ مسلم الثبوت میں ملکہ العلماء بحر مغلوں عبد العلی نرنگی محلی فوارح الرحمتہ ص ۲۷۷ ملا علی قاری۔ شرح فقہ اکبر

کَسَابَرُ وُجُوهِ النَّقْصِ عَلَيْهِ تَعَالَى

اے شامل نہیں جسے تمام اسباب غیب مثلاً جبل و بحر کریم (رسول اللہ)

كَالْجَهْلِ وَالْعُجْزِ لَهُ

تعالیٰ کے لئے احوال اور صلاحیت قدرت سے خارج ()

عقائد عقیدہ میں ہے :

مُصَوِّفٌ بِجَمِيعِ صِفَاتِ الْكَمَالِ وَمُنْزَعٌ عَنْ

اللہ تعالیٰ تمام اوصاف کمال سے مصف اور علامات

صِفَاتِ النَّقْصِ اَجْمَعِ عَلَيْهِ الْعُقْلَانُ

نقص سے پاک ہے اور اس پر تمام عقلاء و زکا کا اتفاق ہے

حوالے ملے چلے گئے اور میں نقل کرتا چلا گیا، ایک ہی مفہوم کی مسلسل عبارتیں

پڑھتے پڑھتے آپ کہیں کہتا ہوں کہ محسوس کریں بس اس خیال سے میں نے قلم روک

دیا، ورنہ میرے سامنے عقائد و کلام کے موضوع پر صدیوں پرانی کتابوں کی ایک

لبی فہرست موجود ہے جن کی انتہائی واضح اور مدلل عبارتیں عقیدہ و ایمان کی

سب بلند چوٹی سے صحیح صحیح کریم اعلان کر رہی ہیں کہ اسلام کے ہر دور میں ائمہ

مستکملین اور نقباء و محدثین کا یہ اجماعی اور غیر مختلف فیہ عقیدہ رہا ہے کہ خدا کا جھوٹ

بولنا کسی طرح ممکن نہیں بلکہ شرعاً و عقلاً بہر صورت محال ہے۔ اور "امکان کذب

باری تعالیٰ" کے قائلین سراسر گمراہی اور بے دینی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں

اس طویل گفتگو کے بعد ہم اس کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں کہ اگر ان کے دلوں پر

گمراہی و بدعقیدگی کی ہر میں نہیں لگی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان گم گشتگان راہ کو

اے شرح عقائد جلالی نے عقائد عقیدہ ص ۳۳

اَوْتَعَالَى اَزْجَمِيعِ نَقَائِصٍ وَسَمَاتٍ اَللّٰهُ تَعَالٰی تَمَامِ نَقَائِصٍ اَوْرِ عِلَامَاتِ مَدَوْنِ
حَدُوْثِ مَنْزُكَةِ وَصِيْرَا سَتَاہِ سَہِ پَاكِ اَوْرِ بَرْتَرَبِہِ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ :

وَلَا يَصِحُّ عَلَيْهِ الْحَرَكَةُ وَالْإِنْتِقَالُ وَ
التَّبَدُّلُ فِي ذَاتِهِ وَلَا فِي صِفَاتِهِ الْيَهْلُ اَللّٰهُ تَعَالٰی كِيْ ذَاتِ اَوْرِ صِفَاتِ كِ لَہِ حَرَكَتِ
اَنْتِقَالَ بَدَلَا، جِهَالَتِ اَوْرِ تَجْھُوْثِ كَا
وَاِيْكَذِبُہُ اَنْتِسَابِ صَحِيْحِ نَہِیْ۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ :

خَبِرَ اَوْ تَعَالٰی كَلَامِ اَزَلِيٍّ اَمْتٍ وَكُنْ بِدَرَا اَللّٰهُ تَعَالٰی كِيْ خَبَرِ كَلَامِ اَزَلِيٍّ ہِے اَوْرِ كَلَامِ كَا جُھُوْثَا
كَلَامِ نَقْصَانِيَّتِ عَظِيْمِ كَہِ ہَرِ گَزِ بِصِفَاتِ ہُوْنَا بَہِیْتِ بَرِ اَنْقِصِ جُوہِ گَزِ اَللّٰهُ تَعَالٰی كِيْ صِفَاتِ
اَوْ نِيَابِلَا دَرَحِ اَوْ تَعَالٰی كَہِ مَبْرَا اَزْجَمِيعِ مِيں دَاخِلِ نَہِیْ ہُوْ سَكَا كَہِ وَہِ تَمَامِ غُیُوبِ نَقَائِصِ
غُیُوبِ وَنَقَائِصِ اَمْتِ خِلَافِ خَبَرِ وَاَقِعِ سَہِ پَاكِ ہِے ، فَلَافِ دَاقِ خَبَرِ مُطْلَقَا
مُطْلَقَا نَقْصَانِ مَحْضِ اَمْتِ ہِے نَقْصَانِ مُخْفَرِ ہِے۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ ترمذی کا عقیدہ :

لَا يُوصَفُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِالْعَدَمِ اَكْثَرُ عَلَى الظُّلْمِ وَ
السُّفْهِ وَالْكَذِبِ لِاِنَّ الْمَحَالَ لَا يَدُخُلُ تَحْتِ اَللّٰهُ تَعَالٰی اَظْلَمِ، جَوَاقِتِ اَوْرِ تَجْھُوْثِ سَہِ
مُتَّصِفِ نَہِیْ ہُوْ سَكَا كِيُوْنَكِ مَحَالِ قُدْرَتِ كِ تَحْتِ

اے شیخ احمد مجدد الف ثانی۔ مکتوبات امام ربانی۔ مکتوب نمبر ۲۹۹ کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حسن العقیدہ
کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی، تفسیر عزیزی پارہ ۱ ص ۲۱۲

الْقُدَمَاءُ

داخل نہیں ہوتا۔

علامہ ابراہیم باجوری کا عقیدہ :

الْقُدَمَاءُ لَا تَتَعَلَّقُ بِالْمُسْتَحِيلِ فَلَا ضَيْرَ فِي

قَدَرَتِ خَالٍ كَو شَالٍ نَہیں ہوتی تو اس میں کوئی

حَرَجٌ نَہیں جیسا کہ اس میں کوئی حَرَجٌ نَہیں کہ کہا

عَلَى أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا وَوَجْهَةً أَوْ يَتَّخِذَ إِلَهًا

جائے کہ اللہ تعالیٰ اولاد اور بیوی وغیرہ کے بنانے پر قادر

ان جمہور علماء عظام اور مشائخ کبار کے عقائد کی روشنی میں یہ حقیقت چودہویں

کے چاند کی طرح منور ہو گئی کہ مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی کسی جدید کتب فکر کے بانی

نہیں تھے بلکہ آپ انہیں عقائد و نظریات کے حامل و ترجمان تھے جو ان سے پہلے عہد

رسالت تک تمام جمہور علماء حق کے رہے ہیں۔ اب اس بحث کے آخر میں امام احمد

رضا کے قلم سے ایک انتہائی بصیرت افروز اور فکر انگیز ہدایت نامہ پڑھیے اگر دل و دماغ

کو واقعی حق کی تلاش ہے تو انشاء اللہ ایمان تازہ اور مشام جاں معطر ہو جائے گی۔

اور اس دل آویز اسلوب حق کی چاشنی سے آپ زندگی بھر لطف اندوز ہوتے رہیں گے

امام احمد رضا قدس سرہ اپنی تصنیف "سُبْحَانُ السُّبُوحِ عَنْ عَيْبِ كَذِبٍ مُصَبِّحِ"

کے آخر میں "التماس ہدایت اساس" کے زیر عنوان رقم طراز ہیں۔

اے شمس الدین محمد بن عبداللہ الترمذی! معین المفتی فی جواب المستفتی بحوالہ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید الخلیل

از مولانا غلام دستگیر قلعوری مصدقہ علماء الحرمین شریفین۔

۱۰ مائتہ سن سنو یہ بحوالہ تقدیس الوکیل ص ۲۱۹

اے میرے پیارے بھائیو! کلمہ اسلام کے ہمراہ سو! اگرچہ نفس امارہ رہزن
عیارہ اور شیطان لعین اس کامعین و لہذا خطا کا اقرار آدمی کو ناگوار۔ مگر واللہ

وَاذَانِیْلَ لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ اَخَذَ مِنْہُ الْعَرۡضَ بِالْاِثۡمِ۔ کی آفت سخت شدید۔ اَلِیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ
خدا را ذرا انصاف کو کام فرماؤ، خلق کا کیا پاس خالق سے شرمائو۔ کچھ دیکھا بھی کس پر
امکان کی ہمت دھرتے ہو۔ کس پاک بے عیب میں عیب آنے کا احتمال کرتے ہو۔

العظۃ للہ۔ ارے وہ خدا ہے سب خوبیوں والا۔ ہر عیب و نقصان سے پاک
نرالا۔ خدا تو گریبان میں منہ ڈالو۔ جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو
زبان سمجھا لو۔ واسطے انصافی نہیں کوئی جھوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو۔ اور ملک
جبار و احد قہار کا جھوٹا ہونا یوں ممکن کہو۔ یہ کون دیا سنت ہے۔ کیا انصاف ہے اس
پر یہ قہر اصرار یہ بلا اعتساف ہے۔

اس کے بعد امام احمد رضا کا یہ درد انگیز تیور بھی ملاحظہ فرمائیے۔

اے طائفہ حائفہ! اے قوم مفتون! مانو تو ایک سہل تدبیر تمہیں بتاؤں۔ میرا
رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو۔ ان دو نمود لائل و اعراضات کو ایک ایک کر کے
انصاف سے پرکھو۔ جان برادر احقاق حق کو ایک دلیل کافی، ابطال باطل کو ایک
اعراض وافی، نہ کہ دلائل باہرہ، اعراضات قاہرہ صدہا صنوا و ایک نہ گنو۔ دل
میں جانے جاؤ کہ دلائل یا صواب اور اعراض لا جواب۔ مگر ماننے کی قسم تو بہ کی آن،

بلکہ الٹے سائید باطل کی فکر سامان۔ یہ تو حق پرستی نہ ہوئی۔ بادیستی ہوئی۔ نشہ
تعصب میں سیاہ ہستی ہوئی۔ پھر قیامت تو نہ آئے گی۔ حساب تو نہ ہوگا۔ خدا کے
حضور سوال و جواب تو نہ ہوگا۔ اے رب میرے ہدایت فرما اور ان بجلی آنکھوں کو

کچھ تو شرماء۔ ۷ نی توانی کہ دہی اشک مرا حسن بقول

اے کہ در ساختہ قطرہ بارانی رالہ

امام احمد رضا قدس سرہ کے قلم کی یہ درد مندانہ اپیل تعصب اور تنگ نظری سے
بالا تر ہو کر ایک بار پھر پڑھے اصلاح افکار کے لئے اخلاص و درمندی کی اثر انگیزی
سے الفاظ کا قالب تک جھنجھٹا کر رکھ دیا ہے انھوں نے تقدیس الوہیت کے تحفظ
کے لئے مدلل اور پرورد و پیرا حیرت بیان سے لے کر متانت و سنجیدگی کے دل آویز لب و
لہجہ تک کوئی گوشہ اٹھا نہیں رکھا۔

ایک جانب دیوبندی مکتب کے مولویوں کو یہ غرہ ہے کہ توحید پرست صرف
وہی ہیں اور عقیدہ کی گمراہی کا عالم یہ ہے کہ وہ منزل امکان سے بھی چار قدم
آگے بڑھ کر عالم واقعہ میں خدا کو جھوٹا کہنے والے کو بھی سچا پکا مسلمان کہتے
ہیں۔ اب ذرا دل متحکم کر ان کی گمراہی کا نقطہ عروج امام احمد رضا
کے قلم سے پڑھئے۔

رشید احمد گنگوہی نے پہلے تو اپنے طاائف اسمعیل دہلوی کے اتباع سے اشد عز و خل پر یہ افتراب اندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے۔ میں نے اس کی یہودہ بکو اس کا رد ایک مستقل کتاب میں کیا، جس کا نام "سبحن السبح عن عیب کذب مقبوح" رکھا۔ میں نے یہ کتاب بذریعہ رجسٹری اس کی طرف اس پر بھیجی، اس کی طرف سے وصولیابی کی رسید بھی آگئی جسے گیارہ برس ہوئے (مگر کوئی جواب نہیں ملا) اس کے بعد درجائے اصلاح قبول کرنے کے وہ ظلم و گمراہی میں اس قدر بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں (جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بیٹھی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا) صاف لکھ گیا کہ جو اللہ سبحانہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالا طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو۔

دیکھ رہے ہیں آپ بارگاہ الہی کے ان گستاخوں کی بدستی اور دریدہ دہنی اب آپ اپنے ضمیر کی آواز سے آواز ملا کر مجھے جواب دیں کہ زیر بحث مسئلہ کے تعلق سے قرآن و سنت اور مسلک اسلاف کے عین مطابق امام احمد رضا کا عقیدہ و نظریہ ہے یا علماء دیوبند کا؟ ۹۔ واللہ الموفق والہادی

۱۰ امام احمد رضا، صاحب الحرمین علیٰ سخر الکفر والین لمنہما، قادری بک ڈپو بریلی ص ۲۲

ضیاء القاسمی دیوبندی پرشیہ حرکات کا پیشہ چرخہ قبول

از سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب

حَکَمُہُ وَ نَصَلِّیْ وَسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ رَاہِ اَبَد۔ ماہنامہ
”الفاروق“ کراچی کے شہان المعظم ۱۴۱۳ھ کے شمارہ میں فیصل آباد کے
معتبر دیوبندی عالم مولوی محمد ضیاء القاسمی صاحب کا ایک مضمون بعنوان
”مولانا عبدالستار نیازی — اپنی عاقبت خراب نہ کریں“ شائع ہوا۔
اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے موصوف فرماتے ہیں: —

”اس وقت چند ضروری باتیں عرض کرنے کے لیے جو سطور سپرد قلم کر
رہا ہوں وہ ان (یعنی نیازی صاحب) کا ایک انٹرویو ہے جو حرمت اسلام
کے اکتوبر ۱۹۹۲ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے نہایت دلیری
سے علمائے دیوبند کی طرف ایک بہتان منسوب کیا ہے جس سے بڑا شائد
کوئی کذب نہیں ہو سکتا۔ مولانا نیازی نے اپنے انٹرویو میں کہا ہے کہ
دیوبندیوں کی کتاب میں ہے کہ

”خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔“ بنی مرکر مٹی ہو گیا ہے۔“ لے

جس مسئلہ ”امکانِ کذب“ پر ایک عرصے سے جنگ جاری ہے جس کی ہولناک گھن گرج نے اہل اسلام کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا ہے قاسمی صاحب کو اس کی خبر آج ہو رہی ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ چور خود ہی ”چور چور“ کا شور مچا کر ذلت و رسوائی سے بچنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ کیونکہ جس جھوٹ کے امکان کو زبردستی خدا کے پلے باز نہ کر لے علیٰ کل شئی قَدِیْر کا مصداق مانا گیا اس ناپاک امکان کے تحفظ اور دفاع میں بھی سردھڑکی بازی لگا دی گئی۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ایک مقتصد مولوی کو اس کی خبر ہی نہ ہوتی ہو۔ آج نیازی صاحب نے یہ کوئی نیا انکشاف ہرگز نہیں کیا بلکہ کافی سالوں سے یہ عقیدے علمائے دیوبند کے متفقہ مقصد و پیشوا مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی کتابوں میں آج تک یہ نفسِ نفس موجود ہیں۔ مجاہدِ آزادی، علامہ اجل مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۲۵ء میں مولوی اسماعیل کے تمام باطل عقائد کا بھرپور و مدلل رد اپنی کتاب ”تحقیق الفتویٰ“ میں فرمایا اور مولانا دہلوی صاحب کے اس ”امکانِ کذب“ کے مسئلہ پر ”امتناع النظر“ لکھ کر ان کا ناطقہ بند کر دیا۔

مولانا نیازی کی زبان سے بتائے گئے دیوبندیوں کے مذکورہ بالا دونوں ایمان سوز اور نجدتِ افروز عقائد نے قلبِ اسماعیل دہلوی سے شفت ہوتے ہوئے سرزمینِ دیوبند میں پناہ حاصل کی پھر سینہ بہ سینہ مختلف قلوپ علمائے دیوبند کو مسکن بنائے رکھا۔ اس سے زیادہ مناسب جگہ اور ہو بھی کہاں سکتی تھی۔ دیوبندیوں کے اس امکانِ کذب کے

عقیدے نے اخبارات میں بھی شہرت حاصل کی۔ روزنامہ "نوائے وقت" کے کالم نویر بصیرت میں اس عقیدے کو "جہالت کے شاہکار" کے عنوان سے اس طرح لکھا گیا: —

"اگر کوئی اپنی کتاب میں لکھے جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ نہیں بول سکتے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود کرتا ہے، تو اس کے بارہ میں آپ کیا رائے قائم کریں گے کیا یہ فقرہ علم کی بات ہے یا جہالت کا شاہکار؟"

اخباری پالیسی کے پیش نظر کتاب کا نام نہیں دیا گیا ورنہ دیوبندی کتب میں یہ عقیدہ صراحتہً موجود ہے۔ ابھی انشاء اللہ العزیز پر وہ اٹھنے والا ہے۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی صاحب کو دیرینہ تعلقات کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے جناب ضیاء القامی صاحب فرماتے ہیں: —

"نیازی صاحب، آپ نے یہ بات کہہ کر اپنی عاقبت خراب کی ہے اور اس صدی کی سب سے بڑی غلط بیانی کی ہے اس سے بڑا اس صدی کا اور کوئی بہتان نہیں ہو سکتا جو آپ نے علمائے دیوبند کے اکابر کی طرف منسوب کیا ہے۔"

یہ تو چند لمحوں بعد پتہ چلے گا کہ اپنی عاقبت کون خراب کر بیٹھا ہے اور اس وقت کی سب سے بڑی غلط بیانی کر نیوالے اور سب سے بڑا بہتان باندھنے والے کون لوگ ہیں۔ دراصل جس آنکھ میں بخدی سرمرمہ عقیدت کی ایک ایک سلاخی پڑ جائے پہلا اکیر کا کام

ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنے اکابر کی کتب کے صفحے قرآنی ورق دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث میں سطر سطر عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مشتمل پاکیزہ عبارات دھندلی سی نظر آنے لگتی ہیں۔

عرض یہ ہے کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے علمائے دیوبند پر قطعاً کوئی بہتان نہیں باندھا بلکہ ایک بہت بڑا سچ اور سب سے بڑی روشن اور کھلی ہوئی حقیقت بیان کی ہے۔ اتنے بڑے سچ کو غلط بیانی اور بہتان سے تعبیر کرنا ہی دراصل سب سے بڑا کذب ہے۔ ہر زمین قرن الشیطان کے سرمہء عقیدت کا ”کمال“ یہ بھی ہے کہ بھارت سطلق غائب ہو جاتی ہے اور بصیرت پر ختم اللہ علی قلوبہم والی آیت کریمہ فیٹ بیٹھ جاتی ہے۔

قاسمی صاحب کی عقل و خرد کو جب عقیدت اکابر کی دبیر چادر نے ڈھانپ لیا تو عالم وارفستگی و سرمستی میں بڑے جوش و جذبے سے یہ چیلنج دے مارا:۔

”مولانا نیازی صاحب! ہمارے دیوبندی اکابر میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور آیتہ من آیات اللہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے اسمائے گرامی آسمان ولایت و علم کے تابندہ و درخشندہ ستارے ہیں۔ ان حضرات کی کتابوں میں سے اگر آپ دونوں باتیں ثابت کر دیں اور ان کے فوٹو سٹیٹ حرمت کے صفحات میں انہی الفاظ کے ساتھ ثابت کر کے شائع کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ ان

لہو تفعلوا ولن تفعلوا
فالتقوا النار التي وقودها

الناس والحجارة اعدت للكافرين۔ ورنہ پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے انجام اور اہتساب کا انتظار کیجئے۔“ لہ

اگر ایسے گندے عقائد کسی کی طرف ناحق منسوب کرنے پر آپ بہت بڑے انجام سے آگاہ کر رہے ہیں تو جنہوں نے خود یہ عقائد اپنی اپنی کتب میں درج کئے ہیں اُن پر عذاب و پھٹکار اور نہایت ذلت و رسوائی کی مار کا تصور بھی توفیق ملے تو کر لیجئے گا۔

کچھ ”تابندہ و درخشندہ“ ستاروں کے نام آپ سے قصداً یا سہواً چھوٹ گئے ہیں یعنی آپ کے امام الہند محمد اسماعیل دہلوی تو قطبی ستارہ ہیں۔ اور آپ کے شیخ الہند محمود الحسن صاحب بھی کچھ کم نہیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب سہا پوری کی چمک دمک بھی آپ کی نگاہوں کو خیرہ کیے ہوئے ہے اور عہدِ حاضر کے مولوی منظور نعمانی و مولوی سرفراز گلکھڑوی صاحبان بھی فضائے دیوبندیت میں جگمگ جگمگ روشن و تابندہ ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس خیال نامراد نے آپ کو ان حضرات کے اسمائے گرامی درج کرنے سے باز رکھا۔ آپ بہر حال تسلیم کریں گے کہ مذکورہ علمائے دیوبند کے ڈنکے بھی دیوبندی مدرسوں میں اتنے زور و شور سے بج رہے ہیں کہ عظمتِ خدا و رسول (جل جلالہ) و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدائیں بھی کانوں پہنچنے پاتیں۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بے پایاں فضل و کرم اور اس کے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و برکت کے طفیل احقر آپ کا چیلنج قبول کرتا ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ آپ نے جو فرمایا کہ ”ان حضرات کی کتابوں میں سے اگر آپ دونوں باتیں

ثابت کر دیں اور ان کے فوٹو سٹیٹ حرمت کے صفحات میں اپنی الفاظ کے ساتھ ثابت کر کے شائع کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔“ تو آپ نے بھی جس دیدہ دلیری سے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے میں اس کی بھی داد دیئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ ”اپنی الفاظ“ سے اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ جو الفاظ نیازی حساب کی زبان سے نکلے ہیں بعینہ وہی الفاظ کتابوں میں دکھاتے جائیں تو یہ آپ کے زبردست جہل کی دلیل ہے۔ کیونکہ لفظ بہ لفظ عبارت نہیں بلکہ معنی و مفہوم دیکھا جاتا ہے۔ مثلاً آپ دورانِ تقریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ کوئی اٹھ کر آپ سے پوچھ بیٹھے کہ حدیث کی جملہ کتب میں اُردو کے یہی الفاظ دکھا دیجئے تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟ **فَهَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔**

میرے خیال میں کذب کی تعریف آپ کو غلط بتائی بلکہ پڑھائی گئی ہے۔ کذب کی صحیح تصویر کیا ہے یہ میں بتاتا ہوں۔ آپ بس آنکھیں ذرا کھلی رکھ کر دیکھتے جائیں (اختصار ملحوظ ہے ورنہ دفتر بن جائے) آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا: —

”پھر یہ کہ آپ (یعنی حضور علیہ السلام) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید (یعنی جس نے سوال پوچھا ہے) صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض (یعنی جزوی) غیب ہے یا کلی غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص (یعنی خصوصیت) ہے ایسا علم غیب تو

زید و عمر (یعنی ہر ایرے غیرے) و بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (یعنی تمام چار پاؤں) کے لیے بھی حاصل ہے۔^۱ اس عبارت پر جب حرمین شریفین سے کفر کا فتویٰ لگا تو دیوبند کے نامور مناظر مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی کے جسم میں چوٹیٹیاں سی رینگ گئیں۔ فوراً قلم اٹھایا اور اپنے مجدد و حکیم الامت تھانوی صاحب کی خدمت میں خط لکھا۔ پوچھا۔

”آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟ اور آپ ایسا لکھنے والے کو یعنی ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے، اُسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ (ملخصاً) ^۲ توحفظ الایمان میں لکھنے والے اس مذکورہ عبارت کے مصنف نے اپنے مرید ناسعید کو یہ نوید سنائی : —

”میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھتا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔ . . . جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔“ ^۳ اگر تھانوی صاحب نے یہ خبیث کفریہ مضمون کسی کتاب میں بھی نہیں لکھا تو یہ حفظ الایمان پھر کس اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے اور انہی تھانوی صاحب نے ”المہند“ میں اپنی عبارت کے خلاف

۱۔ حفظ الایمان صفحہ ۱۳ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۔ بسط البنیان صفحہ ۱۸
منسلک حفظ الایمان ۳۔ بسط البنیان صفحہ ۱۸، ۱۹ ÷

یوں کہا :- ”جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و جین (یعنی چار پاؤں) کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔“
 قاسمی صاحب ! یہ ہے آپ کا بہت بڑا کذب جسے آپ کی عقیدت اکابر سات پردوں میں چھپائے بیٹھی ہے۔ اور دیکھئے۔

آپ کے مجوزہ قطب عالم گنگوہی صاحب کی مصدقہ کتاب ”براہین قاطعہ“ جسے مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے لکھا، اس میں کہا گیا۔

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔“

سہایت دیانتداری سے اس کا آسان مطلب یہ ہے کہ شیطان جو پوری کائنات کے انسانوں کو ایک ہی وقت میں اپنے وسیع علم اور خبر رکھنے کی بناء پر گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ملک الموت جو ایک ہی وقت میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کا روح اپنے وسیع علم کی بناء پر قبض کر لیتا ہے تو ان دونوں کے اس قدر وسیع علم کو دیکھ کر اس کا قیاس حضور علیہ السلام کے علم پر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی اس قدر وسعت پر نہ قرآن کریم میں کوئی دلیل ہے اور نہ حدیث میں۔ بلکہ حضور کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا قرآن و حدیث کے قطعی طور پر خلاف ہے اس پر کوئی دلیل نہیں اور یہ انتہائی برا گمان ہے اور حضور علیہ السلام کے

علم کی وسعت کے متعلق یعنی شیطان و ملک الموت کے علم سے زیادہ
 مان لینا ایمان کا حصہ ہرگز نہیں بلکہ یہ شرک ہے اس لیے کہ شیطان
 و ملک الموت کے اس قدر وسیع علم پر قرآن و حدیث گواہ ہیں
 اور حضور علیہ السلام کے علم وسیع پر کون سی دلیل ہے دریا قیاس
 کے ساتھ اس کا یہی مفہوم ہے۔

اس کفر یہ عبارت پر بھی جب علمائے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ
 کی جانب سے کفر کا بھرپور فتویٰ لگا تو خلیل صاحب بدحواسی کے
 عالم میں ”المہند“ میں یہ عبارت ”جھڑپٹے“ پر مجبور ہو گئے۔
 یہ ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے
 ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے
 پھر جلالہ ہماری تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جاسکتا ہے؟

اگر خلیل صاحب کی کسی تصنیف میں یہ کفر یہ عبارت موجود
 نہیں تو پھر ”برائین قاطعہ“ کس خلیل احمد بہار پوری کی ہے قاضی
 صاحب! یہ ہے آپ کا سب سے بڑا کذب جسے آپ کی ارادت مندی
 کی کثافتوں نے اپنی اوٹ میں چھپا رکھا ہے۔

اور دیکھئے، بغور دیکھئے۔ اور اس طور دیکھئے کہ آپ کے اجاب
 مجبور ہو کر آپ کی انصاف پسندی کے ڈونگرے برسانے لگ جاتیں۔

آپ کے تجویز کردہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی صاحب نے ”حسام الحرمین“
 کے جواب میں ایک گالیوں کی ڈکشنری تیار فرمائی۔ نام ”شہاب ثاقب“ رکھا۔
 اس کتاب میں موصوف نے دو کتابوں کے نام ایک دوسری کتاب ”سیف النقی“
 کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے اکابر کی جانب منسوب کیے۔

اس دھوکہ منڈی کی روداد حضرت علامہ مولانا اختر صاحب شاہجہان پوری
منظری مدظلہ العالی کی حق پرست زبان سے مٹنے: —

”حسام الحرمین اور والدہ المکیہ کے منظر عام پر آنے سے بوکھلا کر
علمائے دیوبند نے مل جل کر سیف النقی نامی کتاب تیار کی۔ دیوبندی فوج
کے ہر جنرل نے پوری وفاداری سے اس کی تیاری میں حصہ لیا اور اسے
تیار کر کے مدرسہ دیوبند سے شائع کیا۔ علمائے دیوبند نے دیانت و صداقت
کے تمام درجے طے کرتے ہوئے پوری جہاد داری کے ساتھ اس کے اندر سات
کناہیں اسی طرح اپنے مقدس اور سراسر پاکیزہ دماغوں سے گھڑیں اور اپنے
نورانی ذہنوں سے انہیں فاضل بریلوی کے اکابر کی جانب منسوب کیا اور
پورے روحانی تقدس کے ساتھ ان کتابوں کے مطابح، صفحے اور عبارتیں
یک اپنے معکونی دماغوں سے ایجاب کیں۔ پھر ان جعلی اور سراسر من گھڑت
ہتائوں کی من گھڑت عبارتوں سے امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلاف
حجّت قائم کرنے لگے کہ دیکھو تمہارے بڑے تو یوں فرماتے تھے حالانکہ یہ
ساری کارگزاری لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِینَ کی مُنہ بولتی تصویر تھی۔ اُسی
(سیف النقی) میں دیوبندی فوج کے سارے جنرلوں نے فاضل بریلوی
کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کی مہراپنے جنتی دماغوں سے
گھڑی اور اس پر مہربانو نے کاسال ۱۳۱۵ھ لکھ دیا جبکہ مولانا نقی علی کا
وصال ۱۲۹۷ھ میں ہو گیا تھا“۔

اس دیوبندی من گھڑت کتاب میں سے جناب مدنی صاحب نے
من گھڑت کتابوں کے حوالے کیوں لیے۔ وجہ یہ تھی کہ علمائے دیوبند سے

۱۔ کلمہ حق صفحہ ۵۹ (من گھڑت مہر والے صفحے کا نوٹوسٹٹ مضمون کے آخر
میں دیکھیے) ۲۔ یہ کتاب ”سیف النقی“ حضرت مولانا فخر نقی علیاں علیہ الرحمۃ

تھانوی صاحب کی عبارت سے جب کفر نہ اٹھ سکا تو اسی طرح کی عبارت گھڑ کر اعلیٰ حضرت کے بزرگوں کی طرف منسوب کر دی اور کہا کہ تھانوی پر کفر کا فتویٰ ہے تو ان اپنے بزرگوں پر کیوں نہیں۔ یہ کارنامہ انجام دیتے ہوئے جناب مدنی صاحب نے بھی دو من گھڑت کے نام منتخب کر لیے پہلی گھڑنت کا ذکر یوں فرمایا :

”جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں۔“

اور دوسری گھڑنت کا ذکر اس طرح فرمایا :

”مولوی رضا علی خاں صاحب ہدایتہ الاسلام مطبوعہ صبح صادق

سیتاپور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں۔“

قاسمی صاحب : آپ جدید سائنسی دور میں سائنس لے رہے ہیں۔ مذکورہ دو کتب خدا کی اس پوری سر زمین سے اگر لاکھ دکھا دیجئے تو بندہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لے گا اور اگر نہیں دکھا سکتے اور ہرگز نہیں دکھا سکتے تو تسلیم کر لیجئے کہ یہ ہے اس وقت کا سب سے بڑا کذب جس کو آپ لوگ اپنے بزرگوں کی محبت کے حجاب میں محفوظ کیے بیٹھے ہیں اور جو شہاب ثاقب کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بنا ہوا ہے اور دیکھئے اسماعیل دہلوی صاحب اولیائے کرام کے بارے

دلیفیہ حاشیہ صفحہ سابقہ (۱) اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی ہرگز نہیں بلکہ مدرسہ دیوبند کے علماء کی گھڑنت ہے۔ دوسرے یہ کہ مدنی صاحب نے جو ”شہاب ثاقب“ شائع کروائی تھی اُس میں بطور حوالہ اس کتاب کا نام درج نہیں یعنی سیف النقی کے حوالہ کے بغیر من گھڑت کتابیں اور عبارات درج ہیں۔

رہا شیعہ صفحہ موجودہ ۱۰ شہاب ثاقب صفحہ ۹۹ :

میں لکھتے ہیں کہ
 ”ان کو انبیاء سے وہی نسبت ہوتی ہے جو چھوٹے بھائیوں
 کو بڑے بھائیوں سے“ ۱

اور یہی دہلوی صاحب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں :-
 ”جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں
 وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں
 مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوتے ہیں
 علمائے حق نے گرفت فرمائی تو مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے
 یہ مخصوص جھرو پھرا۔

”جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت
 ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا
 عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔“ ۲

سہارنپوری صاحب کا اصل مطلب یہ ہے کہ ہمارے مولانا شہید
 کی کسی کتاب میں یہ عقیدہ موجود نہیں۔ قاسمی صاحب ایہ ہے کہ اس
 دور کا سب سے بڑا کذب جس کو آپ کی اکابر پرستی کی تاریکی اپنے دامن
 میں سمیٹے بیٹھتی ہے۔

لگے ہاتھوں ایک اور عجوبہ دیکھیں کہ سہارنپوری صاحب نے تو
 بے دھڑک مولوی اسماعیل پر کفر کا فتویٰ جڑ دیا مگر اپنے استاد
 گنگوہی صاحب کی یہ عبارت اُن کا اپنا دھڑن تختہ کر گئی۔
 ”(شاہ اسماعیل) ایسے مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔“ ۳

مگر ہم جو کہتے تھے ہمیں چھڑ نہ اے فرزانے
جناب بہتان اُس سچائی کا نام نہیں جو مولانا نیازی نے بتائی
بلکہ بہتان یہ ہے ملاحظہ فرمائیے : —
”مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر بیگ
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اُستاد تھے۔“
(دُھماکہ سے لیکر دیگر تمام دیوبندی کذب ناموں میں اس بہتان
کو نقل کیا گیا۔)

میں کہتا ہوں کہ مرزے قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر بیگ
دنیا نگر کا معزول تھا نیدار تھا۔ جو بچپن برس کی عمر میں ۱۸۸۳ء
میں فوت ہوا۔ جبکہ امام احمد رضا بریلوی کے اُستاد مرزا غلام قادر
بیگ جن سے فاضل بریلوی نے چند ابتدائی کتب پڑھی تھیں پہلے یہ بریلی
میں رہے پھر کلکتہ چلے گئے۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں ایک استفتاء
ہے جو مرزا غلام قادر بیگ کا ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ کا بھیجا ہوا ہے
ثابت ہوا یہ قطعی طور پر دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ایک قادیان کا
معزول تھا نیدار۔ ایک مدرس اور مولوی۔ معزول تھا نیدار مرزا غلام
قادر بچپن سال کی عمر میں مر گیا اور اعلیٰ حضرت کے اُستاد اسی سال کی عمر
میں جیسا تھے۔ وہ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۳ء میں فوت ہوا۔ یہ مولوی غلام قادر ۱۳۱۲ھ
۱۸۹۴ء میں جیسا تھے کیونکہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ۱۸۹۳ء میں کوئی آدمی مر جائے
اور پھر ۱۸۹۴ء میں استفتاء پوچھتا پھرے جو فتاویٰ رضویہ میں رقم ہے۔
قاسمی صاحب! یہ ہے اس دور کا سب سے بڑا کذب
جس کو آپ کے دجل و تبلیس کے گٹھوں نے اپنے اندر باندھ رکھا ہے

لے رئیس قادیان صفحہ ۱۱ جلد اول (مجلس ختم نبوت ملتان) لے رئیس قادیان صفحہ ۱۱ (ایضاً)

ورنہ دینی غیرت کا ثبوت دے کر میرے دلائل کو غلط ثابت کیجئے۔
 مزید دیکھئے! آپ سمیت آپ کا ہر مولوی اعلیٰ حضرت پر یہ الزام
 رکھتا ہے کہ وہ انگریز کے ایجنٹ تھے کیونکہ انہوں نے ہندوستان کو
 دارالحکومت نہیں کہا۔ میں یہاں گنگوہی صاحب اور تھانوی صاحب
 وغیرہ کی عبارات نقل نہیں کرتا کہ انہوں نے بھی اعلیٰ حضرت کا ساتھ دیا
 ہے اور یہ بھی بیان نہیں کرتا کہ دارالحرب کیلئے کن شرائط کی ضرورت
 درکار ہوتی ہے۔ بس اتنا کہتا ہوں کہ ٹھوس شواہد پیش کیجئے اور دینی
 غیرت کا ثبوت دے کر مجھے اپنا مزید بنا لیجئے۔ البتہ مجھ سے اپنے اکابر
 کے انگریز کے طلب کار ہونے کے ٹھوس ثبوت لینے ہوں تو کسی بھی
 عدالت میں لے سکتے ہیں۔ بفضل خدا ہمہ وقت تیار ہوں۔ جناب!
 یہ ہے اس دور کا سب سے بڑا کذب جو آنکھوں پر شخصیت پرستی
 کی دبیز سیاہ پٹی ہونے کی وجہ سے آپ کو دکھائی نہیں دیتا۔ جاتے
 جاتے ایک بات اور ملاحظہ فرماتے جالیے ممکن ہے تسلی نہ ہوتی ہو۔
 موجودہ سرپرست سپاہِ محابہ مولوی ضیاء الرحمن فاروقی صاحب آپ
 کے جگری یار ہیں آپ کو بھی پتہ ہے کہ وہ ایک طویل مدت تک اپنی ہر
 تقریر میں چیلنج دیتے رہے کہ میں ستائیس دلیلوں سے ثابت کرتا ہوں
 کہ مولوی احمد رضا خاں رافضی تھا۔ لوگوں نے جب اُن سے پوچھا تو
 ”البریلویہ“ میں درج شدہ پرلے درجے کے جھوٹ اپنی زبان سے پیش
 فرما دیئے۔ مثلاً ”پہلی بھاری بھر کم وزن دار دلیل یہ پیش کی کہ اُن کا
 نام احمد رضا ہے لہذا وہ رافضی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس باقی نام نہاد دلائل
 بھی اسی طرح کے تھے۔ میں نے ۱۹۹۱ء سے انہیں چیلنج دے رکھا ہے
 کہ اعلیٰ حضرت کے رافضی ہونے پر صرف پانچ ٹھوس دلیلیں قرآن و
 حدیث کی روشنی میں پیش فرمائیے کہ پہلے تو آپ انہیں رافضی دگویا

کافر) کہتے رہے اور اب اپنے شیخ سے اُنہیں رحمۃ اللہ علیہ لکھ رہے ہیں۔ بتائیے وہ کیسے رافضی تھے کہ باقی رافضی کالے کافر ہوں اور وہ رحمۃ اللہ علیہ کیا آپ کے علم غیب نے آپ کو آگاہ کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اب اپنے مزار میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے؟ گیارہ سوالات کے ساتھ ایک مضمون مارتچ ۱۹۹۷ء میں اپنی صفحات میں شائع ہوا۔ پھر اُس کی ایک ہزاروں کاپیاں پمفلٹ کی صورت میں جھنگ ہسپتال سے شائع کی گئیں۔ خود میرے شہر میں اُن کی آمد پر اُنہیں یہ رسالہ اور پمفلٹ پیش کیا گیا۔ فاروقی صاحب نے جھوٹ بولا اور کہا کہ میں نے اس کا جواب ”خلافت راشدہ“ میں لکھ دیا ہے۔ آ رہا ہے۔ اب چھ ماہ ہوئے جواب کا نام و نشان نہیں۔ اور نہ وہ آئندہ دے سکتے ہیں۔ آپ شوق فرمائیں تو سوالات ارسال کر سکتا ہوں۔ فاروقی صاحب سے ضرور پوچھ لینا کہ گنبد خضرا کے مکین سے محبت رکھنے والے ایک گناہ گار مگر اُس کی شفاعت پر یقین رکھنے والے نے آپ کی کس رک پہ ہاتھ رکھ لیا ہے کہ ٹمک ٹمک دیدم دم نہ کشیدم والی صورت حال پیش آگئی ہے۔ اللہ اکبر۔

قاسمی صاحب! یہ ہے اس دور کا سب سے بڑا کذب جس کو آپ نے دروغ گوئی اور فریب کاریوں کے خمیر میں بڑے ذوق سے مدغم کر رکھا ہے۔ اگر کوئی آپ کی کذب بیانیوں پر مواد اکٹھا کرنا چاہے تو دفتر کے دفتر بن جائیں۔ بہر حال آدم برسر مطلب کہ مولانا نیازی صاحب کی بات کہاں تک درست ہے۔

لیجئے قاسمی صاحب! اُن کتابوں کے فوٹو پر وہ اٹھا ہے | سٹیٹ جن کے بارے میں آپ نے بہت بڑا چیلنج کیا ہے کہ اگر یہ دونوں باتیں نیازی صاحب ثابت کر دیں تو میں

اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔ پہلی بات کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ یہ بات آپ کی کسی کتاب میں نہیں۔ دیکھتے یہ ہیں آپ کی خوش فہمیوں کے درختہ ستارے جناب مولوی محمود الحسن صاحب جنہیں آپ شیخ الہند کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے ترجمہ قرآن میں نہ آداب الگوہیت کا خیال کیا اور نہ آداب رسالت کا۔ بس جو آیا دھر گھینٹا۔ اُن صاحب نے ایک کتاب ”الجہد المقل“ لکھی۔ صدق و کذب کی بحث کرتے ہوئے مقدمہ ہفتم کے عنوان سے لکھتے ہیں :-

”امر ہفتم یہ ہے کہ صدور قبائح اور قدرت علی القیاح میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امر اول کو عند اہل سنت بہ نسبت ذات خالق الکائنات محال کہا جاتا ہے تو امر دوم مسلمات میں سے ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ذات تعالیٰ شانہ سے افعال قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے نفس مقدورہ میں اصلاً کوئی خرابی لازم نہیں آتی اگر ہوتا ہے تو کمال قدرت ثابت ہوتا ہے بلکہ امور مذکورہ کو قدرت سے خارج کرنے میں عموم قدامت علی الممکنات جو داخل کمال اور مسلمات اہل سنت میں سے ہے باطل ہو جائے گا، لہٰذا

ممکن ہے بہت سے لوگ اس عبارت کا مفہوم نہ سمجھ سکے ہوں لیجئے مشکل الفاظ کے معانی اور آسان تشریح ملاحظہ فرمائیے (دیباچہ کو پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔)

○ صدور : (کسی کام کا) جاری ہونا۔ نافذ ہونا یا عملاً سرزد ہونا۔
○ قبائح : معیوب، مذموم (یعنی عیب دار اور قابلِ مذمت افعال)

جیسے جھوٹ)

○ صدور قبائح : عیب دار اور قابل مذمت افعال کا بالفعل جاری ہونا

یا سرزد ہونا۔

○ قدرت علی القبايح : برے کاموں پر محض قادر ہونا (یعنی برے کام کر سکتا

مگر نہ کرنا)

○ امر : مسئلہ حکم۔

○ امرِ اول : پہلا حکم (جس کو مصنف نے پہلے بیان کیا۔ یہاں مراد صدور قبائح)

○ عند اہل السنۃ : اہل سنت و جماعت کے نزدیک۔

○ بہ نسبت ذات خالق الکائنات : کائنات کو پیدا کرنے والی ذات کی طرف

یا ذات کے ساتھ۔

○ محال : ناممکن۔

○ امرِ دوم : دوسرا حکم (جس کو مصنف نے دوسرے نمبر پر بیان کیا۔

یہاں مراد قدرت علی القبايح)

○ مُسَلَّمات : تسلیم شدہ ثابت شدہ۔

○ دیگر ممکنات ذاتیہ : وہ دوسرے افعال و امور جو اللہ تعالیٰ کی

ذات سے ہونے ممکن ہیں۔

○ مقدور باری : جس پر اللہ تعالیٰ قدرت رکھے۔

○ جملہ اہل حق : تمام حق پر چلنے والے علماء (مراد علمائے دیوبند)

○ نفسِ مقدوریتہ : قادر ہونے کی حقیقت یا قدرت و طاقت کا وجود

یعنی محض قدرت۔

○ اصلاً :۔ ہرگز، مطلق۔

آسان تشریح

بُڑے کاموں کے بالفعل کرنے اور بُڑے کاموں پر محض قدرت و طاقت رکھنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بُڑے کاموں کا بالفعل سرزد ہو جانا اہل سنت و جماعت کے نزدیک ناممکن ہے۔ لیکن ان بُڑے کاموں (جھوٹ، چوری) پر محض قدرت و طاقت رکھنا اس معنی سے کہ بُڑے کام کی قدرت ہے مگر کرتا نہیں، تمام حق پر چلنے والے علماء (یعنی علمائے دیوبند) کے نزدیک تسلیم شدہ ہے سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بُڑے کاموں کے سرزد ہونے کی نوبت نہیں آ سکتی (مثلاً جھوٹ بول سکتا ہے، جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر بولتا نہیں) کیونکہ خرابی تو ان بُڑے کاموں کے بالفعل کرنے میں ہے محض بُڑے کاموں (جھوٹ، چوری، خودکشی وغیرہ) پر قدرت و طاقت رکھنے میں سرگزشت کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ بلکہ ان تمام بُڑے اور غلیظ کاموں پر قادر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت ثابت ہوتی ہے بلکہ ان ذکر کیے گئے بُڑے کاموں پر قادر ہونے کی حقیقت کو اگر اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قبضہ و اختیار سے خارج کر دیا جائے تو وہ تمام ممکن افعال جن پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور جو اس کے فضل و کمال میں داخل اور (علمائے دیوبند) کے نزدیک تسلیم شدہ ہیں سب کے سب بے اصل اور غلط ہو جائیں گے۔

(یعنی جب تک تمام بُڑے کاموں کے کرنے کی قدرت و طاقت جس کو نفس مقدوریتہ کہا گیا، اللہ تعالیٰ کی ذات کے اندر موجود نہ مانا جائے اُس وقت تک اس کی دیگر تمام قدرت و طاقت بے معنی اور بے اصل ہوگی) (عیاذاً باللہ ثم عیاذاً باللہ)

اے کاش لائے کہیں سے کوئی عصا ایسا: جو تیرے من کے سمجھی اشد ہنسنے لگی ڈالے
خلاصہ مفہوم :- جناب شیخ الہند کی عبارت کا خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر بولتا نہیں۔ چونکہ مولوی صاحب

نے قدرت علی القباہج کے الفاظ لائے ہیں کہ تمام کے تمام بُرے کاموں پر قادر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جھوٹ بول سکتا ہے بولتا نہیں۔ شراب پی سکتا ہے پیتا نہیں، جوا کھیل سکتا ہے کھیلتا نہیں، خدا اپنا شریک بنا سکتا ہے بناتا نہیں، شمس و قمر اور حجر و شجر کو رب مان سکتا ہے مگر مانتا نہیں، بتوں کو سجدہ کر سکتا ہے کرتا نہیں کیونکہ بقول مولوی صاحب ساری خرابی ان قبیح افعال کے بالفعل کرنے میں ہے ان پر قدرت رکھنے میں ہرگز کوئی خرابی نہیں۔ اور تو چلے جو بھی ہے سو ہے یہ بتائیے کہ رب ذوالجلال چوری پر کس طرح قادر ہوگا۔ پہلے تو یہ قبول فرمائیے کہ چوری قبیح فعل ہے اور آپ کے مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب قبیح افعال پر قادر ہے۔ اب اس فعل قبیح پر ”قدرت علی القباہج“ کا فارمولا کسی صورت فٹ نہیں بیٹھتا کیونکہ چوری کے لیے مال و زر یا کوئی بھی شے ہو اس کا پرایا ہونا لازمی ہے یعنی غیر کی ملکیت ہونا شرط ہے جب کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے لیے پرائی نہ رہی تو اب چوری کی قدرت بھی نہ رہی۔ مراد یہ ہے کہ چوری کے لیے شے کا پرایا ہونا لازم ہے۔ تو جب یہاں لازم باطل ہو گیا تو ملزوم (یعنی قدرت) خود بخود باطل ہو گئی۔ لہذا اگر محمود الحسن صاحب کے نزدیک ”قدرت علی القباہج“ مستلزمات میں سے ہے تو چوری بھی قباہج کے زمرے میں آتی ہے اس کا بالفعل تو کیا امکان بھی نہیں مانا جاسکتا کیوں کہ ہر شے کا مالک خدا خود ہے تو اب یہاں ”امکان سرقہ“ کا سوال بھی اٹھ گیا۔ تو جب ثابت ہو گیا کہ وہ چوری کی قدرت بھی نہیں رکھتا تو اب مولوی اسماعیل دہلوی کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی قدرت بندے سے کم ہو گئی۔ کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے اندر جھوٹ کی قدرت نہ مانی جاتے تو انسانی قدرت زائد ماننا پڑے گی کہ بندہ ایک کام کر سکے اور

اللہ نہ کر سکے۔ (تفصیل آرہی ہے انشاء اللہ) اب جب میں نے ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں چوڑی پر قدرت رکھنا بھی نہیں تسلیم کیا جاسکتا تو دیوبندیوں کے نزدیک اب خدا وہ خدا ہے جس کی قدرت فی الواقع بندے سے کم ہے ورنہ قاسمی صاحب آپ سے گزارش ہے کہ چوڑی کا امکان اللہ تعالیٰ کے اندر پیدا کر کے دکھائیں۔ جس طرح جھوٹ کا امکان ثابت کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ہمارے اکابر کی کتب ایسی عبارتوں سے مبرا ہیں۔ آپ لوگ بھی رنگ بدلنے میں ماہر اور جوڑ توڑ کے بادشاہ ہیں خدا ہی جلنے یہ آپ کے اکابر دیوبند کیا شے تھے کہ آپ نے عظمت خداوندی اور شان رسالت صلب کچھ ان پر تج دیا مگر ان کے نام نہا عزت پر حرف نہ آنے کی کوشش ناکام ضرور کی لکھ دیا کہ ہمارے اکابر کی کتابوں میں یہ بات موجود نہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اکابر اگر سچی لوگ ہیں تو ان کی کتابوں میں یہ عبارات موجود ہیں۔ جیسا کہ آپ نے اصل کتابوں کے فوٹو سٹیٹ ملاحظہ فرمائیے ہوں گے۔ ان کتابوں کو ”نیلام گھر“ میں بھی بھیجا جاسکتا ہے (آپ کے اکابر کے ایصال ثواب کے لیے) یوں ایڈورٹائز بھی ہو جائے گی اور طارق عزیز صاحب کلا پھاڑ کر بتا دیں گے کہ یہ کتب کن علماء کی تصنیف شدہ ہیں۔ بہر حال آئیے میں دکھاتا ہوں کہ یہ عبارات آپ کے اکابر نے لکھی ہیں۔ مندرجہ ذیل دو۔ دو۔ جملے ملاحظہ فرمائیے۔

○ کسی کام پر قادر ہونا۔

○ کسی کام کا کر سکتا۔

ان دونوں میں الفاظ کا فرق ضرور ہے مگر معنوی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں کہ ”میں پچاس کلو وزن اٹھانے پر قادر ہوں“ اور آپ کے دوست فاروقی صاحب فرماتیں کہ ”میں سے

پچاس کلو وزن اٹھا سکتا ہوں۔“ بتائیے دونوں جہلوں میں بلجائو معنی کیا
فرق ہے؟ جب کوئی فرق نہیں تو اب مولانا عبدالستار نیازی کا یہ کہنا کہ
دیوبندیوں کی کتابوں میں ہے۔

○ ”خدا جھوٹ بول سکتا ہے“

اور محمود الحسن صاحب کا یہ کہنا کہ

○ ”قدرت علی القہار مستلمات میں سے ہے“ دونوں باتوں میں

بہ اعتبار معنی اور مفہوم ہرگز کوئی فرق نہیں۔ آپ میں جرأت ہے تو
دونوں کا فرق ثابت کر کے دکھا دیجئے۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا أُولَئِكَ تَفْعَلُوا فَأَلْتَوتُ السَّارَاتِ لَتِي وُقُودُهَا
النَّاسُ وَالْجَحَادَةُ جُحُودٌ لِّلْكَافِرِينَ ۝

اب آتا ہوں آپ کے دوسرے مولانا کی طرف۔ یہ جناب رشید احمد
گنگوہی صاحب ہیں۔ یہ صاحب بھی ”امکان کذب“ یعنی خدا کے
جھوٹ بول سکنے کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں: —

”امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اُس کے خلاف
پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا۔ یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اسی
عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیث صحاح شہد ہیں اور علماء اُمت کا بھی
یہی عقیدہ ہے۔ مثلاً فرعون پر اذغال ناز کی وعید ہے مگر اذغال جنت
فرعون پر بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز جنت اس کو نہ دیوے گا۔“ لے
امکان کذب کا مطلب ہے جھوٹ پر قدرت۔ گنگوہی صاحب اللہ تعالیٰ
کا جھوٹ پر قدرت ان معنوں میں مانتے ہیں کہ وہ اپنے ہی فرمائے ہوئے

حکم کے خلاف کر دے۔ گنگوہی صاحب نے اللہ تعالیٰ کو بندے پر قیاس کر لیا ہے کہ بندہ جب اپنے کہے کے خلاف کرے تو جھوٹا کہلاتا ہے کہ پہلے کچھ کہا اور بعد میں کچھ اور۔ اسی طرح گنگوہی صاحب کا عقیدہ ہے کہ خدا بھی اپنے حکم کے خلاف کر سکتا ہے۔ اس پر قدرت رکھتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ جھوٹ پر قادر ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا۔ ساری دنیا مانتی ہے کہ رب قدیر گنہگار کو جنت بھیج سکتا ہے مگر مسلمانوں کے نزدیک یہ کذب نہ ہو گا بلکہ عفو و کرم ہو گا۔ دیوبندی جسے جھوٹ کہتے ہیں ہم اہل سنت اُسے کرم کہتے ہیں۔ خلف و عید اور شے ہے اور امکان کذب دوسری شے جنہوں نے خلف و عید کو جائز کہا ہے وہ یہ کہتے ہیں ”لانہ کرم“ اور وہی لوگ کہتے ہیں کذب باری تعالیٰ محال ہے۔ ثابت ہوا کہ کذب باری ممکن نہیں۔ چونکہ کذب نقص ہے لہذا نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اور جو نقص ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن نہیں اور نہ اُسے قدرت شامل ہے۔

غزالی دوران حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : —

”خلف و عید انشاء ہے اور امکان کذب ہمیشہ خبر ہی میں ہوتا ہے تو اخبار کا قیاس انشاء پر کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اگر زمین کا آسمان پر اور پانی کا آگ پر اور ہوا کا مٹی پر قیاس کرنا جائز ہو تو یہ بھی جائز ہو گا۔ انشاء ایسا کلام ہوتا ہے جس سے کوئی خیر معلوم نہ ہو۔ علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا مقصد یہ ہے کہ قیاس میں ضروری ہے کہ مقیاس اور مقیس علیہ میں کوئی علت مشترکہ ہو مگر خلف و عید اور امکان کذب میں کوئی علت

نہ ”کسی سزا کے وعدہ کے نیچے بعد اس کا خلاف کرنا“ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مشترکہ نہیں۔ اسی طرح خلف وعید جب انشاء طہر اتوا مکان کذب کا اس پر قیاس باطل ہوا۔ آگے چل کر علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں :-
 "و نیز اس خلف وعید کو امکان کذب کا مقیس علیہ کہنا ایک اور وجہ سے بھی نہیں اس لیے کہ اگر امکان کذب کو اس پر قیاس کر لیا جائے تو وقوع کذب لازم آئے گا۔ تقریر اس کی یوں ہے کہ خلف وعید مجوزہ متکلمین کا قیامت کے دن وقوع ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ یوم مذکور میں مشرکین کے علاوہ ہزاروں لاکھوں بلکہ بے شمار گناہگاروں کی مغفرت کرے گا تو وقوع خلف ہوا۔ اور جب وقوع خلف ہوا تو وقوع کذب ہوا۔
 و ہذا باطل بالاجماع "۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بلا بیہ جو بار بار کہتے ہیں کہ متکلمین رند ہی امور کو عقلی دلیلوں سے ثابت کرنے کی جہارت رکھنے والے (خلف وعید کو جائز سمجھتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ جس خلف وعید کو متکلمین جائز مانتے ہیں وہ صرف امکان کی حد تک نہیں بلکہ قیامت کے روز اس کا وقوع بھی ہوگا۔ تو وہ بلا بیہ اپنے مجوزہ "امکان کذب" کو متکلمین کے "خلف وعید" پر برگز قیاس نہ کریں ورنہ کذب امکان کی حد سے نکل کر وقوع میں داخل ہو جائے گا اس لیے کہ متکلمین کا خلف وعید یہ ہے کہ بروز محشر اللہ تعالیٰ ان گناہگاروں کو واقع بخش دے گا۔ یعنی یہ بالضرری ہوگا۔ تو یہ خلف کا وقوع ہوگا اور اگر وہ بلا بیہ امکان کذب کو متکلمین کے خلف وعید پر قیاس کرتے ہیں تو لازم ہے کہ کذب کا بھی وقوع مانا جائے اور وہ فرماتے ہیں کہ اسے اب

القبیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ خلف الوعد اور خلف الوعد
 میں تشابہ ہے مطلقاً کاظمی حصہ دوم صفحہ ۲۰۸ (حاشیہ صفحہ موجودہ) رلہ ایضاً صفحہ ۲۱۱

وہابیہ بھی نہیں مانیں گے۔ لہذا متکلمین کے ”خلف وعید“ کا وہابیہ کے ”امکانِ کذب“ سے کچھ تعلق نہیں۔

اور پھر جناب گنگوہی صاحب کا اس خدا کے جھوٹ بول سکنے پر قرآن و حدیث کو گواہ بنانا تو اور بھی بہت بڑا ظلم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

گنگوہی صاحب کی ایک اور تحریر دیکھتے۔ جس نے سارے حجابات سرکا دیئے ہیں جس کی زہر آفرینی آج بھی اپنا اثر دکھاتے ہوئے ہے۔ امکانِ کذب پر مختصر سی بحث کرنے کے بعد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں :-

”آیات و احادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ ایک ایک مثال قرآن و حدیث کی لکھی جاتی ہے۔ ایک جگہ ارشادِ جناب باری ہے قل هو اللہ احد علی ان یبغض علیکم عذاباً الایہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم الایہ۔ آیت ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے۔ مگر آیت اولیٰ سے اس کا تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل و علی ہے کیوں نہ ہو وہو علی کل شیء قدیر“

دیوبندی جہان کے یہ کتب عالم خدا کا جھوٹ بول سکنے کے مسئلہ پر آیات و احادیث سے استدلال فرما رہے ہیں گویا خدا کا جھوٹ بول سکتا دیوبندی عقیدے میں نصّ قطعی سے ثابت ہے۔ اور جو مسئلہ نصّ قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کا فر ہوتا ہے جب ان

کے بڑے بڑے اکابر نصِ قطعی سے ثابت فرما رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ مؤحدین نصِ قطعی کا انکار کر کے کافر ہونا کیونکر قبول کریں گے۔ عافیت اسی میں ہے کہ خدا کا جھوٹ پر قادر ہونے کو تسلیم کر کے ایک طرف اپنا مؤحد ہونا منوالیا جائے اور دوسری جانب اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت پر مہرِ تصدیق ثبت کر کے اُس کی عظمت میں چار چاند لگا دیتے جائیں (عیاذ باللہ ثم عیاذاً باللہ) مگر ہمارے قاسمی صاحب ہیں کہ ایسی عبارات دکھانے کا چیلنج فرما رہے ہیں۔ اس چہ بے جزی است۔ گنگوہی صاحب نے خدا کا جھوٹ پر قدرت رکھنے کے مسئلہ کو دو آیاتِ کریمہ سے ثابت فرمایا ہے۔ اس لیے کہ جھوٹ کو یہ لوگ صفتِ کمال میں شمار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابوں میں بڑی فراوانی سے اس صفتِ کمال کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اور CLIMAX (یعنی منہائے کمال) کے طور پر خدا کے پلے بھی باندھنے سے نہیں چڑکے۔

۴۔ ہمت کرے انساں تو کیا ہوس نہیں سکتا

سوچا ہو گا کہ اپنے ہم عصرِ زمانہ نو تووی صاحب سے میں بھلا کیوں سمجھے رہوں۔ وہ اگر خاتم النبیین کے معنی ”آخری نبی“ کو غلط ثابت کر سکتے ہیں تو کیا میں صدقِ خداوندی میں کذب کا طمانکا نہیں لگا سکتا۔ خیر! دیکھئے گنگوہی صاحب نے استدلال کس طرح فرمایا: — پہلی آیت لکھی: — ”کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر عذاب بھیجے۔“

دوسری آیت لکھی: — ”اور اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دیگا

جبکہ آپ ان میں موجود ہیں۔“

گنگوہی جی فرماتے ہیں کہ دوسری آیت میں عذاب نہ دینے کا وعدہ

ہے اور ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عذاب دیدے یعنی اپنے کہے کے خلاف
 کر دے تو اس کا جھوٹ بول سنا لازم آئے (کہ پہلے تو کہا کہ عذاب نہیں
 دوں گا۔ مگر اپنے وعدے پر قائم نہ رہتے ہوئے عذاب دے ڈالا)
 گنگوہی صاحب کے مطابق اس جھوٹ پر قدرت پہلی آیت سے
 ثابت ہے جس میں کہا گیا کہ وہ عذاب دینے پر قادر ہے تو فرماتے
 ہیں کہ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ پر قادر ہے۔

کے خبر تھی کہ لے کر چہرا غ مصطفوی

جہاں سے آگ لگاتی ہے گھر بولہبیہ
 گنگوہی صاحب کی کم علمی دیکھئے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے وعدے
 کے خلاف کر دے (جہاں حقیقت خلاف نہ ہوگا کہ وہ اپنے وعدے
 کے خلاف نہیں کرتا) تو دیگر سارے آثار و قرائن کو ترک کر کے
 وہ اسے اللہ کا کذب ماننے پر مجبور ہیں۔ دیکھئے الفاظ ”ظاہر ہے
 کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے“ ہم جسے عفو و کرم کہتے
 ہیں دیوبندی دنیا میں وہ خدا کا جھوٹ ہے۔ پھر تو کوئی گستاخ
 یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ قرآن کریم میں ایک طرف اللہ نے فرمایا وَمَا
 لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مَحْسُوفٍ وَلَیُّکَ اللَّهُ تَعَالٰی کے سوا
 کوئی ولی نہیں اور دوسری طرف اس کے خلاف کہہ دیا۔ اِنَّمَا
 وَلَیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ بے شک اللہ بھی تمہارا ولی اور اس
 کا رسول بھی تمہارا ولی۔ لہذا اپنے ہی کہے کے خلاف کہہ کر جھوٹ
 کا مرتکب ہوا (لَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ ذٰلِکَ)

بعینہ اسی طرح کا استدلال گنگوہی صاحب نے دو آیات سے
 کیا ہے۔ نہ کوئی قرینہ دیکھا اور نہ کوئی ضابطہ نہ کسی اصول کو مد نظر رکھا
 اور نہ علمائے اُمت کی عبارات میں نظر کی۔ اور آخر میں بحت کے غلطے

پر کہہ دیا : —

○ ”پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل و
علیٰ ہے۔“

○ یعنی اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (یا جھوٹ پر قادر ہے)
اور آگے لکھ دیا کہ وہ جھوٹ پر قادر کیوں نہ ہو وہو علیٰ
کل شیء قدير

عقل تو ویسے گئے تھے دیر سے بھی ایسے کیا

گنگوہی صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے :-

”الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری
تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف
پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہوا امکان کو وقوع لازم نہیں ہے
پہلی بات تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا
اور اگر بفرض محال اس کی قدرت مان بھی لی جائے تو کیا ضروری
ہے کہ اس کے اس خلاف کو جھوٹ بولنے پر محمول کیا جائے۔ آخر
گنگوہی صاحب کیوں اس بات پر تگے ہوئے ہیں کہ خدا اپنے حکم کے
خلاف کر دے تو یہ اس کا جھوٹ ہو گا۔ آخر وہ کرم اور بخشش کی
پاکیزہ صفت کا بھی تو مالک ہے۔ اس کے لیے جھوٹ باندھنے کے
بجائے اگر صفت کرم کو تسلیم کر لیا جائے تو کون سی مسلمانوں سے
چلی جائے گی۔ کرم کی پاکیزہ صفت کو مان لینا بہتر ہے یا جھوٹ جیسی
رفیل و غلیظ صفت بد کو ماننا بہتر ہے۔ اور گنگوہی صاحب جس
علمائے کرام کے سرناحق یہ تحت اور بہتان شحوپ رہے ہیں وہ
خلفہ وعید کے قائل ہیں تو کرم کی صفت کے ساتھ نہ کہ امکان کذب

کے ساتھ۔ یہ فرق خاص طور پر ذہن میں رہے۔ گنگوہی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کا آسان سا مطلب یہ ہے کہ :
 ”امکانِ کذب سے مراد یہ ہے کہ جھوٹ اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں داخل ہے یا یہ کہ وہ جھوٹ بولا سکتا ہے۔ یہ الگ بات کہ وہ کبھی بولے گا نہیں مگر جھوٹ بولنے پر قدرت رکھتا ہے۔“

جب خدا کی ذات کے اندر جھوٹ کے امکان کو مان لیا جائے تو پھر یہ بشرطِ خود بخود اُڑ جاتی ہے کہ وہ اپنے وعدے و وعید کے خلاف ہی کمرے تو کذب لازم آئے بلکہ جھوٹ کے ممکن ہونے کی صفت مان لینے پر اللہ تعالیٰ کے دیگر احکام میں بھی امکانِ کذب کا احتمال لازم آئے گا۔ اس لیے کہ یہ جھوٹ پر قدرت کی صفت موصوف کے اندر ہے یعنی ذات کے اندر مانی جا رہی ہے اور اُس ذات کا ہر حکم پھر امکانِ کذب کے احتمال کے ساتھ مانا جائے گا۔ مطلب یہ کہ جب خدا کی ذات اقدس میں نفسِ امکانِ کذبیت مان لی گئی تو اب اس کا کوئی حکم اس نفسِ کذبیت سے خالی نہیں، کوئی حکم سو فیصد لائقِ اعتبار نہیں۔ تو جناب دیوبندیوں کا خدا وہ ٹھہرا جس کی ذات میں امکانِ کذب کی صفت موجود ہے۔ آپ کے شیخ الہند جناب محمود الحسن صاحب نے اللہ تعالیٰ کو تمام بُرے کاموں پر قادر ہونا ثابت فرمایا یہ کہہ کر کہ قدرت علی القیاحِ مسلمات میں سے ہے۔ جھوٹ بھی فعلِ قبح ہے تو گنگوہی صاحب نے بھی اس فعلِ قبح پر اللہ تعالیٰ کا قادر ہونا بتایا۔ یہ کہہ کر کہ ”کذب داخل تحت قدرتِ باری تعالیٰ ہے“ جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ جیسے ہم کہیں ”کرم داخل تحت قدرتِ باری تعالیٰ ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ کرم کر سکتا ہے۔ تو مولانا عبدالستار خاں نیاز نے قطعاً

کوئی غلط بیانی نہیں کی اور نہ جھوٹ بولا بلکہ سو فیصد حقیقت کو آشکار کیا۔
 ”اگر قدرت علی القبایح“ مسلمات میں سے ہے (یعنی اللہ تعالیٰ تمام
 برے کام کر سکتا ہے مگر کرتا نہیں) تو ایک آدمی جھوٹ بول کر فعل
 قبیح کا مرتکب ہوا۔ اور ایک آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ
 تعالیٰ کا بیٹا مان کر فعل قبیح کا مرتکب ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ جھوٹ
 بولنے پر قادر ہے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا ماننے پر
 کس طرح قادر نہیں ہوگا؟ جواب سوچ سمجھ کر دیا جائے جھوٹ
 بھی فعل قبیح اور پتھر کی مورتی کو خدا بنالینا بھی فعل قبیح۔ اگر ایک
 پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ممکن ہے تو دوسرے پر قدرت کیونکر ممکن
 نہ ہوگی؟ جواب سوچ سمجھ کر دیا جائے۔

جب کہ محمود الحسن صاحب کے مطابق خرابی تو صرف ”قدر قبایح“
 میں ہے قدرت علی القبایح میں کوئی خرابی نہیں بلکہ یہ بات تو ثابت
 شدہ ہے اور اسی قدرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات میں کاملیت
 و کمالیت پیدا ہوگی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قاسمی صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ کو فیصلہ کن مرحلے
 میں داخل کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا آپ تو خیر نہیں مانیں
 گے ممکن ہے اسے پڑھ کر کسی دوسرے کی عاقبت سنو جائے۔
 محمود الحسن صاحب کہتے ہیں کہ قدرت علی القبایح مسلمات
 میں سے ہے۔ قبایح میں صرف جھوٹ ہی نہیں بلکہ شرک بھی آتا
 ہے اسی طرح اور بے شمار قبایح ہیں۔ تو جہاں گنگوہی صاحب
 نے جھوٹ کو قدرت باری تعالیٰ کے تحت داخل کیا ہے وہاں
 اگر کذب کی جگہ شرک کا لفظ رکھ دیا جائے تو میرے خیال میں
 کوئی بے جا بات نہ ہوگی۔ تو پھر عبارت گنگوہی یوں ہوگی :-

”امکانِ شرک سے مراد دخولِ شرک تحتِ قدرتِ باری تعالیٰ ہے“
 بتائیے اگر کذب (جو فعلِ قبیح ہے) اُس پر اللہ تعالیٰ قادر ہے تو
 شرک بھی فعلِ قبیح ہے اس پر اللہ تعالیٰ کس لیے قادر نہ ہوگا۔ ایک
 قبیح پر قادر ہو، ایک قبیح پر عاجز ہو یہ کیسے ممکن ہے؟ اور لگے ہاتھوں
 یہ بھی بتائیے کہ جہاں اللہ تعالیٰ اپنے وعدے وعید کے خلاف کر سکتا ہے
 بقول گنگوہی صاحب فرعون کو جنت میں بھیج سکتا ہے اور اپنے ہی
 حکم کے خلاف پر قادر ہے تو اسی قرآن مجید میں وہ فرماتا ہے کہ اللہ
 تعالیٰ تمام عیسوں سے پاک اور منزہ ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر
 نہیں کہ وہ خود اپنے اس حکم کے خلاف کر دے یعنی اپنے اندر عیب
 اور نقص پیدا کر لے۔

اگر گنگوہی صاحب کی پیش کردہ آیات میں سے ایک کے خلاف
 وہ کر سکتا ہے تو اپنے متعلق عیب سے پاک ہونے کی آیت کی خلاف
 کچھ کرنے سے کیونکر عاجز ہو جائے گا؟ کیا وہ ہر آیت کے خلاف
 کرنے پر قادر نہیں؟ اب ذرا سوچ سمجھ کر بتائیے کہ جب وہ علی
 کل شئی قذیر ہے تو ہر ہر آیت کے خلاف بھی وہ کچھ کرنے پر قدرت
 رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

اگر قدرت نہیں رکھتا تو محمود الحسن صاحب کا قدرت علیٰ البقایح
 کو مسلمات میں سے کہنا اور گنگوہی صاحب کا وہو علیٰ کل شئی قذیر
 کہنا باطل ہوا۔ اور اگر قدرت رکھتا ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا
 کہ وہ نہ صرف کذب پر قدرت رکھتا ہے بلکہ شرک پر بھی قادر
 ہے، چوری، جوئے، شراب، ڈاکے اور دنیا بھر کے تمام قبایح
 پر قادر ہے۔

— آپ جو بھی مانیں گے آپ کا دھڑن تختہ ضرور ہوگا —

اور جب کذب و شرک دونوں قبایح میں سے ہیں تو گنگوہی

صاحب نے جو فرمایا ہے : —

”رہا خلاف علما کا جو دربارہ وقوع و عدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ (خلیل احمد سہارنپوری) نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے“ (دیکھئے فتاویٰ شریہ کے صفحہ ۹۶ کی فوٹو سٹیٹ سطر ۱۳) تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ”وہ دراصل شرک نہیں صورت شرک ہے“ بتائیے صورت کذب کو اگر آپ قدرت باری تعالیٰ کے تحت داخل کر سکتے ہیں تو صورت شرک کو آپ قدرت باری تعالیٰ میں کیوں داخل نہیں کر سکتے؟ ممکن ہے آپ کے پاس اس کا جواب یہ ہو کہ کذب معمولی عیب ہے جیسا ناقص ہے۔ اس کو تحت قدرت مانا جائے تو کوئی بُرائی نہیں اور چونکہ شرک بڑا عیب ہے اس لیے اسے خدا کے اندر (تحت قدرت) نہ مانا جائے۔ دوسری اور آخری بات یہ کہہ سکتے ہیں کہ کذب میں تو حسن ہی حسن ہے، اسی وجہ سے ہم نے اپنی کتابوں کے صفحات کو اس حسن بے مثال سے مزین کر رکھا ہے۔ اس حسن سے خدا کو کس لیے محروم رکھا جائے۔ آپ کی مزید تسلی کے لیے ایک جملہ اور درج کرتا ہوں۔ یہ جملہ گنگوہی صاحب کا ہے صفحہ ۹۶ دیکھ لیجئے۔ اس جملے میں اگر محمود الحسن صاحب کا عقیدہ (یعنی وہ الفاظ جو جہد المقل میں ہیں) بھی شامل کر دیا جائے تو جملہ اس طرح ہو گا۔ ”پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام و صوفیائے کرام و علمائے عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب دریا تمام قبیح افعال جیسے جھوٹ، چوری، شرک، فسق، گناہ وغیرہ داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔“ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دیوبند کے دو انتہائی معتبر و مستند اور ”جید و اجل“ اکابر کی کتب کے بعد اس شخصیت کی طرف آیتے جو ان اکابر کا بھی امام ہے جس کا نام آتے ہی یہ لوگ مجسمہ و عجز و انکار بن جلتے ہیں۔ یہ ہیں جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی۔ پہلے ان کے فارسی رسالہ ”یکسروزہ“ (جو ایک روز میں لکھا گیا) کے فوٹو سنٹیٹ ملاحظہ فرمائیے۔ ”امکان کذب“ سے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ مقدمہ قضیہ غیر مطابقہ مواقع و القاتے آل بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرت الہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی از یہ اندہ قدرت ربانی باشد۔
 ترجمہ :- اگر محال سے مراد ممتنع لذاتہ ہے جو کہ قدرت الہی کے نیچے نہیں آتا تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جھوٹ کی یہ قسم گذشتہ معنی کے مطابق محال ہو۔ کیونکہ واقعہ کے برخلاف جملہ بنالینا اور فرشتوں اور نبیوں پر اس کی وحی کرنا اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت انسانی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نرا اُرد ہو۔

آسان سا مطلب یہ ہے کہ بندے کو جب جھوٹ پر قدرت حاصل ہے تو خدا کیا بندے سے کم قدرت کا مالک ہے کہ وہ اس پر قادر نہ ہو۔ بندہ اگر کوئی خلاف واقع بات کہہ سکتا ہے مثلاً کوئی دیوبندی کہہ سکتا ہے کہ ہماری کتب میں یہ نہیں لکھا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ حالانکہ یہ اس کی کتابوں میں موجود ہے تو یہ اس کی بات خلاف واقع ٹھہری یعنی جھوٹ ہوتی۔ تو جب بندہ اس پر قادر ہے تو

خدا کیونکر عاجز ہو گا۔ وہ بھی یقیناً جھوٹ پر قادر ہے اور ان جھوٹے کلمات کو جو کہ خلاف واقعہ ہیں اپنے ملائکہ اور انبیاء پر بھی القاء کر سکتا ہے۔
فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب دیکھئے کہ خداوند قدوس کی ذات میں کس خوبصورت طریقے سے یہ لوگ جھوٹ جیسی معیوب و مذموم صفت کو یہ کہہ کر مان رہے ہیں کہ ”نیز ظاہر است کہ صفت کمال ہمیں کہ شخصے کہ قدرت بر تکلم کذب مے دارو۔ بنا بر رعایت مصلحت و مقتضائے حکمت تنزیہ از ملوث کذب تکلم بہ کلام کاذب نئے نمائندہاں شخص ممدوح مے گردد“

ترجمہ : ظاہر ہے کہ صفت کمال یہی ہے کہ جھوٹ پر قدرت ہوتے ہوئے بلحاظ مصلحت اس کی آنکش سے بچنے کے لیے جھوٹ بات نہ بولے وہی شخص قابل تعریف ہوتا ہے۔ گو یا اللہ تعالیٰ کے اندر اگر جھوٹ پر قدرت کا ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفت کمال کو کم کرنے اور گھٹانے کے مترادف ہے البتہ اس کے اندر جھوٹ کی صفت رکھ دینے سے وہ رفیع الشان ہو جائے گا۔

بریں عقل و دانش ببايد گريست

قاسمی صاحب : اگر دہلوی صاحب کا یہ فارمولا تسلیم کر لیا جائے کہ بندہ جھوٹ پر قادر ہے تو خدا کیونکر قادر نہ ہو گا یعنی دور نہ لازم آئے کہ قدرت الہی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو تو بندہ نہ صرف اس پر قدرت رکھتا ہے بلکہ بالفعل بھی جھوٹ بولتا ہے۔ آپ کو تو خیر کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہیں۔ تو فرمائیے کیا اللہ تعالیٰ بھی بالفعل جھوٹ بولنے پر قادر ہے ؟ اگر آپ کہیں کہ بالفعل

جھوٹ بولنے پر وہ قادر ہے تب بھی آپ کا دھڑن تختہ۔ اور اگر آپ کہیں کہ بالفعل جھوٹ بولنے پر قادر نہیں۔ تو بمطابق دہلوی صاحب قدرتِ انسانی زائد ہو جائے گی اور متذکرہ سابقہ اکابر کے مطابق وہ علیٰ کل شئی قہرینہ رہے گا یوں بھی آپ کا دھڑن تختہ۔ یعنی

عمر دو گو نہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را

اور یہ ہیں آپ کے اکابر میں سے درخشندہ ستارے مولوی خلیل احمد صاحب ہمارنپوری جن کا تذکرہ سابقہ سطور میں کیا جا چکا ہے! مکانِ کذب کے بارے میں رقمطراز ہیں : —

”امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف و عید آیا جائز ہے یا نہیں۔ چنانچہ درختار میں ہے هل يجوز الخلف في الوعيد فظاھر ما فی المواقف المقاصد ان الاشاعرة قائلون بجوازہ لانه لا یعد نقصا بل جودا و کرمًا الخ (خلف و عید جائز ہے کہ نہیں ظاہر تو یہ ہے اشاعرہ اس کے قائل ہیں۔۔۔۔۔ اس وجہ سے کہ وہ اس کو نقص نہیں شمار کرتے بلکہ بخشش اور کرم تصور کرتے ہیں)“

اشاعرہ خلف و عید کو نقص شمار نہیں کرتے نہ کہ وہ امکانِ کذب کو نقص نہیں کہتے کہ جس کے قائل دیوبندی و بابی ہیں۔ اب تو ہمارنپوری صاحب کی زبان سے ظاہر و باہر ہو گیا کہ اشاعرہ جس قدرتِ خداوندی کے قائل ہیں یعنی وہ جہنمی کو جنت دے سکتا ہے تو وہ اسے کرم اور جود شمار کرتے ہیں اور اس میں نقص نہیں جانتے۔ جبکہ دیوبندی اس

نے یہ ہمارنپوری صاحب کا صریح دروغ ہے۔ خلف و عید اور شے ہے امکانِ کذب اور شے ۷ براہینِ قاطعہ صفحہ ۶ ۷

خلف وعید کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر امکانِ کذب کا نام دے رہے ہیں۔ یہ زبردستی دیوبندیوں کو مبارک ہو کہ خدا کے لیے جس صفت کا زور لگا رہے ہیں وہ کتنی معیوب و مذموم ہے۔ خیر! پسند اپنی اپنی اور اگر دیوبندی کذب کو خلف وعید کی فرع سمجھتے ہیں تو یہ ان پر اور بوجھ بڑھ گیا پھر خدا کو بالفعل بھی جھوٹا ماننا پڑے گا اس لیے کہ گناہ گاروں کی مغفرت بالفعل ہوگی (یقیناً) کروڑوں اربوں گناہ گار ایسے ہوں گے کہ جو سزا کے حق دار ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے کرم سے انہیں معاف فرما دے گا گو یا عذاب کا وعدہ تھا مگر بخش دیا اور یہ بالفعل ہو گا) سوائے شرک کے دیگر تمام گناہ کبیرہ معاف کر دیے جائیں گے۔ اشاعرہ کا یہ خلف وعید اگر دیوبندیوں کا امکان کذب ٹھہرے تو بالفعل مغفرت سے یہ کذب بھی امکان کی حد سے نکل کر بالفعل کے دائرے میں داخل ہو جائے گا۔ پس لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب بالفعل واقع ہو اور اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹا ہو (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

ان کے امام ”مکیب روزہ“ میں کیا لکھ گئے اب معتقدین ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ جھوٹ کو کسی نہ کسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کے اندر ضرور ثابت کیا جائے۔ نفوذ باللہ من شہور النفا۔

ان کتابوں کے علاوہ امکانِ کذب کا یہ مسئلہ ”المہند علی المفند المعروف عقائد علمائے دیوبند کے صفحہ ۷۶ پر بھی موجود ہے۔ نیز مولوی حسین احمد مدنی صاحب نے بھی اپنی کتاب ”شہابِ ثاقب“ کے سات صفحے اسی مسئلہ میں سیاہ کیے ہیں۔ سات صفحوں کا خلاصہ یہ ہے :

”مسئلہ امکانِ کذب میں، ان دیوبندی علماء کا مطلب وہ ہے جو کہ جہد المقل حصہ اول صفحہ ۳۲ میں مسطور ہے۔“

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اور جہد المقل میں مولوی محمود الحسن صاحب نے جو عقیدہ بیان کیا ہے وہ آپ پہلے ہی ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ وہ تو تمام بُرے کاموں پر اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہیں اور اسی کو صفت کمال جانتے ہیں۔ نیز اس مسئلہ امکانِ کذب کو مولوی عاشق الہی میرٹھی نے ”تذکرۃ الخلیل“ میں بھی بیان کیا ہے۔

موجودہ دور کے معروف دیوبندی عالم سرفراز گلکھڑوی صاحب نے بھی اسے بیان کیا ہے۔ یہ مولوی صاحب بعیدِ حیات ہیں اور بڑھ چڑھ کر اس محبوب و مرغوب شے کو اپنی کتابوں میں صفحہ بہ صفحہ سجا کر اکابر کا درجہ حاصل کرنے کی سعی ناکام میں مصروف ہیں۔

قاسمی صاحب! آپ ان سے بھی رابطہ کر لیجئے۔ دیگر تصنیف کے تمام علمائے دیوبند کو ایک جگہ اکٹھا بٹھا کر کہیے کہ سر جوڑ لیجئے اور ان صفحات پر جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان کا جواب دیجئے اور دیئے گئے حوالوں کو غلط ثابت کیجئے۔ سرفراز صاحب گلکھڑوی لکھتے ہیں:۔

”یہ لوگ حقیقت کذب، امکانِ کذب اور صورت کذب میں جو دقیق فرق ہے اس کو یا تو سمجھتے ہی نہیں اور چشم پوشی کر کے غلط ملط اور گڑبڑ کر دیتے ہیں حالانکہ ایک ادنیٰ سمجھ والا آدمی بلکہ مبتدی طالب علم لفظ کرنے اور کر سکنے میں بخوبی فرق سمجھ سکتا ہے اور کرتا ہے اور کر سکتا ہے میں اہل لسان کے نزدیک فرق بالکل نمایاں ہے۔“

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۷۰ شہاب ثاقب صفحہ ۸۴ (حاشیہ صفحہ موجودہ) ۷۰
اپنی دنوں ہمارے ایک دوست مدرسہ نصرۃ العلوم گئے اور اس مسئلے پر گفتگو کی مگر گلکھڑوی صاحب ”گھٹنوں میں درد“ کا بہانہ بنا کر غائب ہو گئے۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

سرفراز صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ”خدا جھوٹ بولتا ہے“ اور خدا جھوٹ بول سکتا ہے“ میں واضح فرق ہے۔ یعنی ایک کام بالفعل ہوتا ہے اور ایک محض ممکن ہوتا ہے۔ وضاحت دیکھئے۔

- خدا جھوٹ بولتا ہے (بالفعل) سرفراز صاحب اس کے قائل نہیں۔
- خدا جھوٹ بول سکتا ہے (ممکن) سرفراز صاحب اس امکان کے قائل ہیں۔

جبکہ حین احمد مدنی صاحب اس دوسرے جملے کے برعکس یوں لکھتے ہیں:-
 ”(اگر کوئی شخص) یہ اعتقاد رکھے کہ ممکن ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بول دیوے تو وہ بھی کافر و زندقہ ملعون ہے“۔

ممکن ہے کہ معنی قدرت کے ہیں۔ اس کو مد نظر رکھ کر ذیل کے جملے دیکھئے:
 ممکن ہے (یعنی قدرت رکھتا ہے) کہ خدا جھوٹ بول دیوے (مدنی صاحب کے نزدیک یہ عقیدہ کفر ہے)۔

○ قدرت علی البتایح (یعنی خدا افعال قبیحہ پر قدرت رکھتا ہے)۔
 علمائے دیوبند مانتے ہیں (خیل صاحب و سرفراز صاحب عین ایمان جانتے ہیں)۔ امکان، ممکن، قدرت، قادر ہونا یہ سب مترادف الفاظ ہیں یعنی ہم معنی ہیں۔ لہذا جس امکان کذب کو گنگوہی صاحب تحت قدرت باری تعالیٰ مانتے ہیں، جو محمود الحسن صاحب کے نزدیک مقدر باری ہے جو کذب سرفراز صاحب کے نزدیک ”بول سکتا ہے“ اُسی صورت کذب کے اعتقاد کو مدنی صاحب کفر قرار دے رہے ہیں۔
 لیجئے: طر خود آپ اپنے دامن میں صیاد آگیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱۰ تنقید متین صفحہ ۴۱۰ بحوالہ توضیح البیان از علامہ غلام رسول سعیدی صفحہ ۱۱۳ (حاشیہ صفحہ موجودہ) ۱۰ شہاب ثاقب صفحہ ۱۰

لغات سے اُن الفاظ کے معانی دیکھئے ۔
 ○ ممکن :- جو بات ہو سکے ، مقدور (نسیم اللغات)
 ("ہو سکے") کو سرفراز صاحب مانتے ہیں اور "مقدور" کو محمود الحسن صاحب تسلیم کر رہے ہیں)
 ○ امکان :- جو ہو سکے ، مقدور (نسیم اللغات)
 ("امکان کذب" کو گنگوہی صاحب اور "ہو سکے" کو سرفراز صاحب مان رہے ہیں۔

ثابت ہوا کہ امکان، ممکن، مقدور، ہو سکے، قدرت یہ سب ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں۔ ان کے ساتھ اگر جھوٹ یا کذب کے الفاظ لگائیں تو اُس کی صورت یہ ہوگی۔

امکان کذب، کذب کا ممکن ہونا، کذب مقدور باری ہے، ہو سکتا ہے جھوٹ بولے، جھوٹ پر قدرت، جھوٹ پر قادر ہونا وغیرہ جب متعدد علمائے دیوبند ان سب صورتوں کے قائل ہیں تو مدنی صاحب کا ان پر فتویٰ یہ ہے۔

"(کوئی) یہ اعتقاد رکھے کہ ممکن ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بول دیوے تو وہ بھی کافر و زندیق ملعون ہے۔"

جب "ممکن" کے معنی لغات میں طاقت اور مقدور کے بھی درج ہیں تو اگر مدنی صاحب کی عبارت میں لفظ ممکن ہٹا کر اُس کی جگہ اُس کا معنی رکھ دیا جائے تو جملہ یہ ہوگا۔

"اگر کوئی اعتقاد رکھے کہ (خدا) اس پر طاقت رکھتا ہے یا مقدور باری تعالیٰ ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بول دیوے تو وہ کافر و زندیق ہے۔"

اور یہی تو سب دیگر علمائے دیوبند کہہ رہے ہیں کہ خدا اس پر قادر

ہے کہ جھوٹ بول دے اور اسی پر حسین احمد نانڈوی صاحب کا فتویٰ ہے کہ ایسا اعتقاد کفر ہے۔

جناب سرفراز صاحب گکھڑوی "کہتا ہے" اور "کر سکتا ہے" میں نمایاں فرق بتاتے ہیں یعنی "کہتا ہے" بالفعل میں آتا ہے اور "کر سکتا ہے" قدرت کے تحت آتا ہے اور وہ "کر سکتا ہے" کے قائل ہیں جبکہ جامعہ مدنیہ لاہور کے مہتمم حامد میاں صاحب لکھتے ہیں :-

"اب اسے غلط خواہوں نے یہ جامہ پہنایا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے"۔

یعنی "بول سکتا ہے" کے جو معنی پہناتے وہ غلط خواہ ہیں اور یہی معنی گکھڑوی صاحب نے پہناتے ہیں لہذا وہ خود غلط خواہ ہوئے اور دیگر امکان کذب کے قائل بھی غلط خواہ ٹھہرے۔ جناب حامد میاں صاحب مزید لکھتے ہیں :-

"اس مسئلہ کو توڑ مروڑ کر اور غلط تفسیر کر کے علمائے دیوبند کی

طرف منسوب کر دیا گیا اور امکان کذب کا عنوان دے دیا گیا"۔

مطلب یہ کہ اس مسئلے کو امکان کذب کا نام دینا ایک غلط تعبیر

ہے جس کی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کر دی گئی۔ مگر دوسری

طرف سرفراز گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں :-

"اس مسئلہ کو اہل حق (علمائے دیوبند) خلف وعید اور امکان

کذب سے تعبیر کرتے ہیں"۔

جملہ یوں زیادہ درست رہتا کہ "اس مسئلہ کو اہل حق خلف وعید

اور علمائے دیوبند امکان کذب سے تعبیر کرتے ہیں" اور حقیقت بھی یہی

ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔
 مولانا عبد الستار خاں نیازی نے دیوبندی کتب سے دوسرا
 مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ اُن کی کتابوں میں ہے: —
 ”دہنی مرکز مٹی ہو گیا ہے۔“

یہ عبارت بھی اکابر علمائے دیوبند کے پیشوا و مقتدا مولوی محمد
 اسماعیل دہلوی کی کتاب میں موجود ہے۔ دہلوی صاحب نے حضور اقدس
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ درج کی کہ جس میں
 بندے کو سجدہ کرنے کی ممانعت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے فرمایا ”جو تو گزرے میری قبر پر تو کیا سجدہ کرے گا۔“ اس
 مفہوم کو دہلوی صاحب نے یوں بیان کیا: —
 ”یعنی میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں۔“

اس نئے نتائج ہونے والے نسخوں میں اس عبارت کو بدلایا جا رہا
 ہے۔ مگر یہ دھوکہ بھی ہرگز کام نہ آ سکے گا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے یہ الفاظ بیان نہیں فرمائے اس لیے اُن کی طرف یہ
 عبارت منسوب کرنا حدیث کے مطابق جہنم میں ٹھکانا بنا ہے۔
 ہمیں اس عبارت کی تشریح گنگوہی صاحب کی زبان سے کرنا چاہتا
 ہوں جو فتاویٰ رشیدیہ میں درج ہے سائل نے تقویۃ الایمان سے
 یہ ساری عبارت لیکر فتویٰ طلب کیا۔ گنگوہی صاحب جواب دیتے ہیں:
 ”مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کیساتھ
 خلط ہو جاوے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱۰ سلسلہ علمائے دیوبند صفحہ ۴۴ بحوالہ توضیح البیان
 ص ۳۱۰ ۱۱ تنقید متین صفحہ ۱۷۱ بحوالہ توضیح البیان
 (حاشیہ صفحہ موجودہ) ۱۲ تقویۃ الایمان :

جاتی ہیں۔ دوسرے مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا یعنی مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنی ہیں۔ چونکہ مُردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مُردہ کی مٹی سے جمدہ کفن ملاحق (یعنی ملا) ہوتا ہے۔ یہ مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے کچھ اعتراض نہیں۔ ”لے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جب قرآن نے ادب سکھایا ہے اور مومنوں سے فرمایا گیا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا۔ حالانکہ راعنا میں کوئی خرابی نہ تھی اور یہی رَاعِنَا صحابہ کرام کہتے بھی رہے مگر جب اس میں تصرف کر کے مَنَافِقِینَ نے توہین کا پہلو پیدا کر لیا تو اس لفظ کی بھی ممانعت فرمادی گئی۔ یعنی بظاہر ایسا لفظ بھی نہ ہو کہ جس سے کوئی بے ادب اور گستاخ توہین کا پہلو نکال لے۔ جب ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی یہ ”مرکز مٹی میں ملنے والے“ الفاظ نہیں ملتے تو دہلوی صاحب نے ایسے توہین آمیز الفاظ کی نسبت ”مرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیونکر کی کیا تبلیغ دین کا یہی طریقہ ہے۔ کیا ایک مؤدب اُمتی اپنے رفیع و عظیم اور رُف و رحیم پیغمبر کی شانِ اقدس میں ایسے کرخت، کرہمہ، دل آزار، گھٹیا اور توہین آمیز الفاظ لکھنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اگر آپ فرمائیں کہ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ آدمی نے ایک دن قبر میں چلے جانا ہے لہذا جس نے قبر میں جانا وہ لائقِ سجدہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح اس سے توہین نہیں ہوتی۔ تو بندہ عرض کرتا ہے کہ اگر آپ سچے ہیں اور خود کو حق پر سمجھتے ہیں تو آئندہ اپنی تقریروں میں یہ کہہ کر دیکھیں :

”سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے جس کو موت نہیں۔ سجدہ بنی کے لیے

جائز نہیں کیونکہ نبی تو مکر مٹی میں مل گئے ہیں۔
 جب گنگوہی صاحب نے بھی اس کا یہ معنی کر دیا ہے کہ مٹی میں بل
 کر مٹی ہو جانا۔ تو ثابت ہوا کہ مولانا عبدالستار خاں نیاز نے جو
 کہا ہے وہ حرف بہ حرف مبنی بر صداقت ہے۔ اگر آپ اب بھی
 بضد ہیں تو پھر جواب دیجئے کہ

کیا آپ اپنے امام کی اس خود ساختہ توہین آمیز عبارت کو اپنے
 آپ سے منسوب کر کے ہر تحریر اور ہر تقریر میں لکھ پڑھ سکتے ہیں؟
 میں نے دونوں عبارتوں سے متعلق آپ کے جید اکابر کی عبارات مع
 فوٹوسٹیٹ پیش کر دی ہیں۔ گو مجھے مولانا عبدالستار خاں نیاز سے
 بھی کبھی کبھی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے مگر مسئلہ نیاز صاحب کا نہ تھا،
 مسئلہ ان ناپاک عبارتوں کا تھا۔ اور چاہے یہ رسالہ ”حرمت“ میں بھیجیں یا
 ”القول المستد“ آپ کے لیے برابر ہے کہ مقصود آپ کو عبارتوں کا دکھانا تھا لہذا
 اس دور کا سب سے بڑا کذب اس وقت کی سب سے بڑی غلط بیانی اور اس
 زمانہ کا سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے جو آپ نے اپنے مضمون میں یہ لکھ کر آشکار کیا ہے کہ
 ”ہمارے اکابر کی کتابوں میں سرے سے ان ناپاک عبارات کا وجود ہی
 نہیں ہے۔“

ضیاء القاسمی صاحب! آپ سے یہ نہیں کہتا کہ آئیے اب میرا ہاتھ
 پر بیعت کر کے سستی ہو جائیے کہ میں نے یہ ناپاک عبارتیں آپ کے اکابر کی
 کتب سے نہ صرف دکھا دی ہیں بلکہ فوٹوسٹیٹ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ
 ان کا بکھر اللہ تعالیٰ بھر پور رد بھی کر دیا ہے کیونکہ سستی ہونے سے آپ
 پھر بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ چاہے تو کیا بعید ہے۔ اس لیے قبول حق کی دعوت

دے کر اتنا کہتا ہوں۔

① جن کتابوں کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا ہے وہ آپ کے اکابر کی ہیں یا نہیں؟

② جنہیں آپ نے بھی ناپاک عبارت کہلا ہے وہ ان مذکورہ کتابوں میں حرف بہ حرف درج ہیں یا نہیں؟

③ کیا میں نے ان عبارت کو سیاق و سباق سے ہٹ کر پیش کیا ہے، یا ان میں کتروہیونت اور قطع و برید سے کام لیا ہے یا اپنے من مانے مطلب و مفہوم پہناتے ہیں؟ ایسا ہے تو وضاحت فرمائیے۔

④ اگر یہ کتب علمائے دیوبند کی نہیں تو پھر کس مذہب کی ہیں؟ نام درج فرمائیے۔

⑤ اگر میں نے چار سو بیسی سے کام لیکر آپ کو اور دیگر قارئین کو دھوکہ دیا ہے تو آپ میرے خلاف لائیکورٹ میں مقدمہ درج کر کے حق و باطل کا فیصلہ کرائیں۔

وَ اخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

نوٹ :- دیوبندیوں کے اصل کتابوں کے فوٹوسٹائٹ اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

اقول۔ اگر قول بہ وقوع مثل مذکور تھو نیز کذب مسطور است معاذ اللہ ہذا ملک
 واما قول امکان مثل مذکور پس مستلزم امکان کذب مسطور نیست۔ علاوہ بریں
 قول کہ بہ امکان مثل مذکور بریں وجہ ہم سے تو اندشہ کہ اصلاً اختیار عدم وقوع اواصل واقع
 نمی شد و عدم اختیار بعدم وقوع مثل مذکور بل بہ عدم اختیار بقرآن مجید است از اصل
 ممکن نیست داخل تحت قدرت الہیہ کما قال اللہ تعالیٰ عزوجل قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ
 عَلَیْکُمْ ذَٰلَکَ آدَآءَ الْکُتُبِ ۚ و نیز بعد اختیار ممکن است کہ ایشانرا قرآن پیش کرد انبیاء شہود پس
 قول با امکان وجود مثل اصلاً منتج بہ تملک نیست نفس از نفوس مگر در سلب قرآن مجید بوقف
 انزال ممکن است داخل قدرت الہیہ کہ قال اللہ تعالیٰ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنُنَزِّلَ لَکَ بِآلَیْنِی سُورَۃً
 اٰیٰتِکَ ثُمَّ لَا یُجِیْدُ لَکَ بِہِمْ عَلَیْنَا وَکَیْدَ۔

قوله۔ وهو محال لانه نقص والنقص عیہ تعالی محال۔

اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الہیہ داخل نیست
 پس لایسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چه مقدمہ قضیہ غیر مطابقتہ الواقع والواقعی
 آن بر ملائمکہ و انبیاء خارج از قدرت الہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی از قدرت
 از قدرت ربانی باشد چه عقد قضیہ غیر مطابقتہ الواقع والواقعی آن بر مخاطبین در قدرت
 اکثر افراد انسانی است۔ کذب مذکور بلے منافی حکمت است پس ممتنع بالغیر است۔
 لهذا عدم کذب را الکمالات حضرت حق سبحانہ سے شامند و او را اہل شانہ ہاں مع می
 کہ خلاف اہل اہل و عباد کہ ایشان را کہ بعد کذب مع می کنند و نیز ظاہر است

ہے کہ معتزلہ صرف کلام لفظی کو کلام باری کہتے ہیں کیونکہ کلام منہی کے تو صریح منکر ہی ہیں تو اب خلاصہ
 یہ ہوا کہ کلام لفظی از قبیل افعال ہے از قبیل صفات تو جس صدق و کذب کو اسکی صفت کہا جائیگا
 وہ بالبداهتہ صفت فعلی ہوگی نہ صفت ذاتی ہمارا مطلب اس موقعہ میں فقط یہی ہے کہ صدق و
 کذب مذکور صفات فعلیہ میں سو وہ تو سجدہ الثابت و ظاہر ہو گیا مگر وہ باتیں ہمارے مفید مدعا عبادت
 مذکور سے اور معلوم ہو گئیں اول گو یہ کہ صدق و کذب مذکور کے ثبوت امتناع کے لئے جو کہ صفات
 فعلیہ میں داخل ہے بیج و ہو سبجانہ لا یفعل البقیع کا استدلال کرنا معتزلہ کا مشرب ہے دوسرے
 یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ امر مسلک اہل سنت کے خلاف اور باطل ہے چنانچہ میر صاحب کا وہ ہونا
 علی الصلیم و ستعرف بطلانہ فرماتا اسکے لئے دلیل شافی جو سوہ درون باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

مقدمہ ہفتہم

اگر ہفتہم یہ ہے کہ صدور قبایح اور قدرت علی الخلیج میں زمین آسمان کا فرق ہے امر اول کو عند
 اہل سنت بہ نسبت ذات خالق الکائنات محال کہا جائیگا ہے تو امر دوم مسلمات میں سے ہے سب
 جاتے ہیں کہ ذات تعالیٰ شانہ سے افعال قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعال قبیحہ
 کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو اون کے صدور
 میں ہے نفس مقدوریتہ میں اصلاً کوئی خرابی لازم نہیں آتی اگر ہونا ہے تو کمال قدر بقہ ثابت ہوتا
 ہے بلکہ امور مذکورہ کو قدرت سے خارج کرنے میں عموم قدرۃ علی الممکنات جو داخل کمال اور مسلمات
 اہل سنت میں سے ہے باطل ہو جائیگا کتب عقاید میں قدرۃ تعالیٰ ہم سائر الممکنات اور کل ممکن
 مقدور موجود ہے ادھر امکان کو مضحکہ مقدوریتہ کہنا سب کا قول ہے یہ صورت مقدوریتہ قبلیج میں
 موازنہ مذکورہ امتناع ذاتی میں سے کسی کا تحقق لازم نہیں آتا تو اب افعال قبیحہ کو قدرت قدیمہ حق
 تعالیٰ شانہ سے کیونکر غلیج کہہ سکتے ہیں البتہ جو امور ایسے ہوں کہ اون کے امکان صدور سے انفکاک
 ذات عن نفسہا یا انفکاک لوازم ذات لازم آئے جیسے اکل و شرب غیرہ تو ان کو اگر قدرت قدیمہ سے
 خارج ماننے تو حق ہے کمالاً نفی علی البیاب بالجملہ قبایح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہب
 اہل سنت ہے البتہ جو امتناع بالغیر اون کے تحقق و فعلیہ صدور کے کسی نوبت نہیں آسکتی جسکا خلاصہ
 ہوا کہ قبایح تحت القدرة داخل ہو کر بوجہ حکمت و عدل و تقدس ممتنع الوقوع ہیں یہ ہرگز نہیں کہ امور

ایجاب صحیح بنام محمود عفی عنہ | جواب صحیح ہندو سکین محمد حسین عفی عنہ

اجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ -

تجلی وہ مقبرہ نہایت کمنہ ہوا اور اس وقت دفن کرادان متروک ہو گیا ہے تو بنا
درستان میں خصوصاً حصہ ثانی میں درست ہے کہ قبرہ فی الحال دفن اموات
کے کام میں آتا ہو تو لوئی اور بنا اس میں درست نہیں ہے بلکہ فی الکبریٰ - ولوی المیت
وجہا - مقابلاً جازہ دفن غیرہ فی قبرہ و زرعدا بنا رتلیہ اندانی البتہ قتلہ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ -

۱۳۰۶

فتویٰ علی احمد رضا الہم

اجواب اللہم ہدایت الحق والعواب

۲۹۔ صاحب مفتی صاحب بریلوی حکم نکالتے ہیں - عبارت -
جواب اول غلط ہے اور حکم ثانی صحیح ہے اور ثبات حلیٰ ہے -
فتویٰ صاحب اجیری - جواب اول کے مطابق تحریر بنام مولوی نقی خان صاحب
مفتی صاحب بریلوی کے والد ماجد کی آخر چنانچہ ہدایت البریہ مطبوعہ لاہور صلیب میں
نکالتے ہیں - عبارت -

جس گورستان میں قبریں باقی نہ ہیں اور میت کا دفن کرنا مسجد میں ہو جائے تو
وہاں پر دوسرا مکان مفتی جیسے مسجد مدرسہ بنانا جائز ہے -

۱۳۰۱

فتی علی حنفی سنہ

خیر خواہ قوم عرض کرتا ہے کہ مفتی صاحب بریلوی کے نزدیک یہ عبارت بھی غلط ہے
اور حکم ثالث کے مطابق مولوی رحمان علی صاحب جناب مفتی صاحب بریلوی کے
دادا صاحب کی تحریر چنانچہ تہذیب الفقہ میں فی رسی مطبوعہ لکھنؤ - حلیہ میں مسطور ہے - عبارت
مدان گورستان نہ دفن اموات مدان متروک باشند کسی نگران مانند وغیرہ آباد ہو
مدان مسجد وغیرہ بنانا جائز ہے -

کتابت مولانا محمد رفیع الدین

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مباہر مکرمہ ادا اللہ شرفہ
در مسئلہ امکان کذب بر رفع شہادت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بامیوری

(مشہد) براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے
کتب الہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہو سکتا ہے یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرن ہی جھوٹ ہے
اور اس کے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے۔ از فقیر
امداد اللہ حبشی فاروقی غفر اللہ عنہ۔ بخیرت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بعد سلام تحیہ اسلام آنکراپ
کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح طور توضیح
مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جا رہا ہے شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچا دے اِنْ اُرِیدُ اِلَّا اِصْلَاحَ
مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَیَّ بِمَشِیْطٍ

جواب :- واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالانفاق مردود ہیں یعنی
اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے جس صریح کلمہ اَصَدَقَ
مِنَ اللّٰهِ حَتّٰی تَشَاقِقَ اللّٰهُ لَا یُخْلِیْ اَمْلٰکَہُمْ وَغیرہا آیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے
شاہدہ نقض کذب وغیرہ سے۔ رہا خلاف علماء کا جو دوبارہ وقوع و عدم وقوع خلاف وعید ہے
جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے۔ وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے اس کی تحقیق
میں طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ
نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم
نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالة لاحق ہو ہو۔
چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام و صوفیائے کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ
میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شہادت آپ نے وقوع کذب پر متفرع
کئے تھے وہ مندرج ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان
کرنے کا نہیں اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابتداء زمان قاصر ہیں۔ آیات و احادیث کثیرہ سے یہ
مسئلہ ثابت ہے ایک ایک مثال قرآن و حدیث کی نکھی جاتی ہے ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے
قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ مِّنْ اٰیٰتِہٖ دُوسری جگہ ارشاد فرمایا وَمَا کَانَ

اللہ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کہنے والا کہ اللہ تعالیٰ کے خلاف نہیں فرماتا کہ کہنے کہ اللہ تعالیٰ قادر اس بات پر کہ ہر مذہب

لیعذبہم وانت فیہم الذین آیات ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے مگر آیت اولیٰ سے اس کا تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہوا پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جمل و علیٰ ہے کیوں نہ ہو دھو سی کر شیء قدیر۔ احادیث کو دیکھئے کہ عشر و مبشرہ مثلاً بالیقین جنتی بارشاد نبوی جو حقیقہ و حسی اہی جمل و علیٰ ہے جو چپکے پر چو نکہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ خدا کے پاک مجبور نہیں اس لئے نظر بقدرت و جلال کبریائی ڈرتے ہی رہے بلکہ خود سرور کائنات علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ و التسلیمات جن کی شان میں یغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فرماتے رہے۔ واللہ ما ادعی وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا یکرہ اور کما قال اللہ تعالیٰ یحق الحق وھو یمدی السبیل ہے

علم غیب الہی

سوال :- علم غیب و صفات رحمان و قدوس جلی شانہ مخشہ جناب باری تعالیٰ کے ہے یا نہ جواب :- علم غیب خاصہ حضرت حق است۔ جل شانہ خاصہ الشی ما یوجہ فیہ ولا یوجہ فیہ عقیدہ فقیر ہمیں است۔ فقیر غلام غریب تقیم خود دیکھنے کوٹ شخص و چاچا پرطان ریاست بھاو پور از بندہ رشید احمد غنی عنہ۔ بندہ کو آپ کے کارڈ کا مضمون معلوم ہوا جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے۔

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔

علم غیب الہی

سوال :- ایک شخص مثلاً زید کہتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اقوال گذشتہ و آئندہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے معلوم ہوئے بطور کشف اور خواب اور وحی اور الہام کے اور بعضے لے اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا جبکہ آپ ان میں موجود ہیں۔ ۱۵۲ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۱۵۳ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اکل پھلے نہ دیکھے۔ ۱۵۴ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور تمھارے ساتھ کیا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ۱۵۵ اللہ تعالیٰ حق و سچ رکھے گا اور وہی راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔ ۱۵۶ شئی کی خصوصیت کا یہی مطلب ہے کہ اس میں موجود ہوا اور اس کے جزئیہ جز۔ ۱۵۷ فقیر کا عقیدہ بھی یہی ہے۔

”سپاہ صحابہؓ کی علمی و فکری سربراہی“

ان: جناب سید بادشاہ تیسرے بخاری صاحب

① کسی بھی صحابی کی تکفیر کرنے والا کافر نہیں (گنگوہی صاحب)

② شیعہ عورت سے نکاح جائز ہے (مفتانوی صاحب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 مُحَمَّدٌ ۙ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ عَلَیْہِ سَلَامٌ
 کے معتبر عالم جناب مولوی رشید احمد گنگوہی دینیوں کی حلقوں میں امام ربانی اور قطب عالم کے علاوہ دیگر بے شمار معززات القابات سے سرفراز فرمایا جاتا ہے کے مشہور و معروف ”فتاویٰ رشیدیہ“ کو بھی دیوبندی مسلک میں بے حد شہرت حاصل ہے۔ یہ فتاویٰ ہر دیوبندی عالم کے گھریا مدرسے میں الماری کی زینت بنا نظر آئے گا۔

گنگوہی صاحب کا مرتبہ: مراتب کے اعتبار سے ”مولانا موصوف“ کو دیوبندی دنیا میں کیا مقام حاصل ہے۔ اس کی ایک ہلکی سی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔ ”مولانا محمد قاسم (نانوتوی) میں شان ولایت کا رنگ غالب تھا اور مولانا (رشید احمد) گنگوہی میں ”شان نبوت“ کا۔“

گویا گنگوہی صاحب میں ایک اُمتی ہونے کی نشان بہت کم تھی زیادہ غلبہ شان نبوت کا تھا۔ چشم بدوہر چونکہ حضرت پر شان نبوت کا رنگ غالب تھا اس لیے وہ بڑے طنطنے سے دعویٰ فرمایا کرتے تھے۔

دوسرے لوگ وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔“

کسی کے اتباع پر نجات کو ٹھہرا دیا جائے یہ صرف اور صرف پیغمبر کا منصب ہے۔ گنگوہی صاحب کا حلیہ طور پر یہ دعویٰ کرنا کہ اس زمانہ میں اگر ہدایت و نجات حاصل ہو سکتی ہے تو فقط میرے اتباع پر۔ یہ وہ دعویٰ ہے جو قرآن و سنت

سے سراسر بے پناہ ذکر دینے کا سبق دے رہا ہے اور الفاظ

”حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔“

واضح کر رہے ہیں کہ حق کو گنگوہی صاحب کی زبان ”فیض ترجمان“ پر ٹھہرا دیا گیا ہے کہ اس کے علاوہ کہیں اور کسی زبان پر حق نہیں۔ الفاظ ”گوہی“ اور ”موقوف“ ہماری دلیل کا جیسا جاگتا ثبوت ہیں۔ یقیناً اسی لیے ایک مصیبت زدہ شخص کو ایک بزرگ نے یہ مشورہ دیا تھا۔

”تم گنگوہی جاؤ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دعا پر موقوف ہے، میں اور تمام روتے زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔“

یعنی تمام غوث، قطب، ولی اور ابدال بھی اگر دعا کریں تو نفع نہ ہوگا۔ یہ مشکل کشائی فقط اور فقط گنگوہی صاحب ہی فرما سکتے ہیں کیونکہ قضاء و قدر کا محکمہ آپ ہی کے سپرد ہے اور بندگان خدا کی تقدیروں کے نوشتے آپ کے

قلم ہی کی کالک مرتب فرماتی ہے۔ البتہ مشکل کشا کہنا ہے تو گنگوہی صاحب کو کہیں مولیٰ علی المرتضیٰ وجہہ الکریم یا خود سید الکوینین علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو نہیں ورنہ شرک کا ارتکاب ہو گا اور یہ فارمولہ غیر دیوبندیوں کے لیے ہے خود دیوبندی ایسا کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً شجرہٴ پیرانِ چشت میں لکھا ہے :-

دور کردل سے حجابِ جہل و غفلت میرے کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے رب
ہادی و عالم علی مشکل کشا کے واسطے

جناب گنگوہی صاحب کے سوانح نگار بڑے بلند پایہ عالم ہیں یعنی مولوی محمد عاشق الہی صاحب میرٹھی۔ وہ فرماتے ہیں :-

”جس کو حق تعالیٰ نے زمانہ کا لادی اور امام بنا کر بھیجا ہو کہ مخلوق اُس کے قول و فعل سے آسمانی ہدایت کا سبق لے اور جس کے اعضاء کی معصیت سے حفاظت کی گئی ہو کہ خلقت کے لیے سببِ ضلال و گمراہی نہ بنے وہ اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر صرف امام ربانی قدس سرہ کا نفس اور ایک دم تھا جس کی نظر میرے علم میں دوسری نہیں تھی۔“

یعنی ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مطلق و احد ذات گنگوہی صاحب ہی کی تھی جو ہر قسم کی معصیت سے محفوظ و مامون تھی اور یہ حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی :-

”ہادی و راہبر عالم ہونے کی حیثیت سے چونکہ آپ اُس بے لوث مسند پر بٹھائے گئے تھے جو بطحانے پیغمبر کی میراث ہے اس لیے آپ کے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نگرانی و نگہبانی ہوتی تھی۔“
اور ظاہر ہے کہ یہ نگرانی و نگہبانی فرشتوں کے ذریعے ہی ہوتی ہوگی۔ خبری!

۱۔ ”فیصلہ ہفت مسئلہ“، ”تعلیم الدین“ از تھانوی صاحب اور دیگر کتب۔
۲۔ تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۱۵۰ تا ایضاً صفحہ ۱۶۰ :-

ہم کون ہیں انگلی اٹھانے والے۔ چھوٹا مٹھانہ بڑی بات۔ کیا پدی اور کیا پدی
کا شور بہ۔ امام ربانی و محبوب سبحانی کی ولایت کی شہادت تو پوری کائنات
دے رہی ہے :-

”اگر کسی کو حق تعالیٰ بصیرت عطا فرمادیں تو معلوم ہو جاتے کہ آپ کے
ولایت پر زمین و آسمان اور استعار و اجار تک گواہ بنے ہوئے ہیں، تمام
ذی روح مخلوق حتیٰ کہ حیوانیاں اپنے بھٹوں میں اور مچھلیاں سمندر و آبِ ریا
میں آپ کی ترقی عمر اور آپ پر بے پایاں رحمت کے نازل ہونے کی دُعائیں
مانگتی تھیں۔ آپ کی بابرکت ذات اور موردِ رحمت خاصہ وجودِ باوجود سے صرف
نورِ انسان ہی متمتع (مستفید) نہیں ہوئے بلکہ خوشحالی و فارغِ البالی اور
کسی درجہ میں اطمینان و راحت کے ساتھ گزران کا نفع ہر جاندار مخلوق کو
پہنچا بلکہ سرسبز و شادابی کی منفعت سے زمین کی ہری گھاس اور درختوں
کے پتے بھی محروم نہ رہے۔“

ہماری تو زبان جل جائے اگر ہم اس عبارت پر کوئی تبصرہ کریں۔
اس لیے کہ آفاق کا ذرہ ذرہ جس پر رحمتوں کے نزول (گویا درود و سلام
کی دُعائیں مانگ رہا ہے ہمارے جیسے کم فہم کو کیا حق حاصل ہے کہ اس
کی شان کے خلاف کوئی نازیبا کلمہ بولیں۔ ایسا شخص جو صرف انسانوں کے
لیے ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق کے لیے باعثِ رحمت و برکت ہے اور جس کی
چار پائی کو محض ہاتھ لگانا بھی حسانت میں داخل ہے :-

”وآہ وہ عید الفطر جس کو عید الوداع (حجۃ الوداع کی طرز پر) کہنا چاہیے
آپ کی شانِ محبوبیت کو ظاہر کر رہی تھی..... ایک ہوادار اور
سینکڑوں اُس کو سروں پر اٹھانے کے خواہشمند..... بیسیوں

لیے تھے کہ جب باوجود کوشش کے کاندھانہ دے سکے تو محل کو ہاتھ ہی لگا دینا غنیمت سمجھے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی حامل کو سہارا دے دینا ہی شرکت سمجھ کر داخل حناٹ ہو گئے۔ ۱۱

گویا جبر اسود کی طرح بوسہ نہیں تو ہاتھ ہی کافی اور اگر ہاتھ نہ پہنچا تو اشارے سے رکن پورا کر لیا۔ پابندیاں تو بریلویوں کے لیے وقف ہیں کہ جو کسی مُرشد کے ہاتھ چوم لیں تو بدعتی۔ اور گنگوہی صاحب کے محل کی لکڑی وغیرہ کو ہاتھ اگر دیوبندیوں کا لگ جائے تو داخل حناٹ ٹھہریں۔

چونکہ ہم گنگوہی صاحب کا تعارف دیوبندیوں کی زبان سے ہی کروا رہے ہیں اس لیے ہمیں کوئے سے بچائیے گا۔ یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے اب اس بات پر بھی یقین فرمالیں کہ جناب گنگوہی صاحب کے بارے میں اگر اُن کا سوانح نگار یہ لکھے :

”طالبین و متوسلین کی وحشتناک خوابیں اور مُتَبَسِّین و مُجِبِّین کے منامی مرئیات سجدگانہ ظاہر کر رہے تھے کہ جُنیدِ وقت کے کونج کا وقت قریب ہے اور بایزیدِ عصر کے وصال کا زمانہ بہت نزدیک“۔
اور مولوی حسین احمد ڈانڈوی صاحب ”شہابِ ثاقب“ میں گنگوہی صاحب کو ”ابوصنیفۃ الزمان جنید الدوران“ کے القاب سے نوازیں تو ان حضرات کی دونوں لمحقوں سے بلائیں لی جائیں اور اگر کوئی بریلوی اپنے مُرشد اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ لکھ دے کہ اگر امام اعظم و امام رازی و غزالی رحمہم اللہ عنہم زندہ ہوتے تو اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر خوش ہوتے اور دعائیں دیتے تو مفتی خلیل احمد خاں دیوبندی

۱۰ تذکرۃ الکرام جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ ۱۱ نسبت رکھنے والے تھے وہ چنیری
جدد یکھنے میں آئیں ۱۲ تذکرۃ الکرام جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ ۱۳

بدایونی جیسے حضرات "انکشافِ حق" میں لٹھ لے کر اُس پر چڑھو وڑیں۔ اس فرق کی سمجھ آج تک ہمیں نہیں آتی۔

کونسی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا
بریلوی کی زبان و قلم سے اگر یہ نکل جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علمِ غیب عطا فرما دیا ہے اور وہ غیب کی بات بتا سکتے ہیں تو دیوبندی فتوؤں کی تمام توپوں کے دہانے اُس غریب کی طرف کھل جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے پانچ چیزوں کو کوئی نہیں جانتا۔ جن میں ایک یہ ہے کہ اُس کی موت کب ہو گی۔ لیکن داد دیجئے اس دیوبند کے معتبر عالم گنگوہی صاحب کو جو چیز دیوبندیوں کے عقیدے میں حضور کو حاصل نہیں وہ چیز یہ شخص اپنے دامن میں لیے بیٹھا ہے۔ اسی لیے تو ہم نے ان صاحب کا تعارف کروانا ضروری سمجھا ہے اور بات موضوع تک آتے آتے کچھ طویل ہو گئی ہے مگر یہ طوالت آپ (قارئین) کے لیے انشاء اللہ فائدہ مند ثابت ہو گی! اتنی بڑی شخصیت کو سامنے لا کر جب شیعہ مذہب سے متعلق بات ہو گی تو آپ کو موصوف کی علمیت و ولایت کی کاملیت کا اندازہ لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی نیز ان کے متعلق تمام خوش فہمیوں کی دبیز دھند بھی چھٹ جلتے گی تو موصوف کو اپنی موت کے بارے میں پہلے سے علم تھا۔ ان کے سوا خنگار لکھتے ہیں :-

”حضرت امام ربانی قدس سرہ کو چھ روز پہلے سے جمعہ کا انتظار تھا۔ یہ یومِ شنبہ دریافت فرمایا تھا کہ آج کیا جمعہ کا دن ہے؟ خدام نے عرض کیا کہ حضرت آج تو شنبہ ہے، اس کے بعد درمیان میں بھی کئی بار یومِ جمعہ کو دریافت کیا حتیٰ کہ جمعہ کے دن جس روز وصال ہوا صبح کے وقت پھر دریافت فرمایا کہ کیا دن ہے اور جب معلوم ہوا کہ جمعہ ہے تو فرمایا

إِنَّا إِلَهُ وَإِنَّا إِلَهُ رَاجِعُونَ ۝

ہم دست بستہ اتنی بات ضرور عرض کریں گے کہ جس بے چارے کو جمعے و شنبے کا پتہ نہ چل سکا تو وہ اپنی موت کے بارے میں ایک ہفتہ قبل کیا جان سکا ہو گا۔ بہر حال معاملہ دیوبندیوں کا ہے اور ان کے ہاں سب کچھ ممکن ہے۔ لہذا چپ ہی بھلی۔ اس پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر ہم صرف اتنا کہہ کر آگے چلتے ہیں کہ جس کسی نے علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی کی تصنیف ”مزلزلہ“ نہیں پڑھی ایک بار ضرور پڑھ لے۔ اس میں دیوبندی کتب سے وہ عجائبات چھانٹے گئے ہیں اور ایسی ایسی ان کہنیاں لائی گئی ہیں کہ باید و شاید۔

جب یہ کتب عالم و دنیا سے اٹھتے تو بڑے بڑے شعراء نے جو بلند پایہ عالم بھی تھے مرثیے اور اشعار کہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کے مطابق اور کوئی مرثیہ نہ کہے کہ اس سے رفیق کی بڑائی شروع ہو جاتی ہے مگر دیوبندیوں کو اس کی اجازت ہے۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے ”مرثیہ گنگوہی“ میں فرمایا ہے

وفات سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی طلت

تھی ہستی گر نظیر ہستی محبوبِ سبحانی ۝

یعنی جو صورت حضور سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے وقت مدینے میں پیدا ہو گئی تھی وہی نقشہ گنگوہ میں گنگوہی صاحب کی وفات پر دیکھا گیا۔ اب معلوم نہیں کہ محمود الحسن صاحب تلوار لے کر گنگوہ کی بستی میں ادھر ادھر دوڑے یا نہیں اور لوگوں کو یہ کہا یا نہیں کہ خبردار! ہمارے قطبِ عالم کو وفات شدہ مت کہنا

وہ زندہ ہیں۔۔۔۔۔ ویسے قیاس ہے کہ کسی نے تقویۃ الایمان دکھا کر خاموش کرادیا ہوگا۔۔۔۔۔ البتہ اس بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ جنازہ تین دن رکھا گیا یا نہیں اور جنازے پر صلوة و سلام پڑھا گیا یا اللہم غفر لیحیتنا و میتنا۔۔۔۔۔ ہم نے سچی بات کہہ دی ہے کسی دیوبندی کو اگر یہ مماثلت و مشابہت معلوم ہو تو فوراً اطلاع کرے دوہرا فائدہ ہوگا۔ نقد انعام بھی دیا جائے گا اور گنگوہی صاحب کا درجہ فضیلت ایک ہاتھ اور بڑھ جائے گا۔۔۔۔۔ ویسے محمود اکسن صاحب نے یہ شعر کہہ کر کیا کسر باقی رکھی۔

زباں پر اہل ہوا کی ہے کیوں اُغل جھل، شاید

اٹھنا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

یعنی محمود اکسن صاحب حیران ہو کر بے چہرے ہیں کہ آج پھر حضور علیہ السلام کے یوم وصال شریف کی طرح مشرکین گنگوہ کی زبانوں پر یہ الفاظ کیوں ہیں کہ اے جھل و جھٹ، سر بلند ہو جا۔۔۔۔۔ پھر خود ہی اپنی حیرانی کو یوں کہہ کر مٹاتے ہیں کہ شاید دنیا سے کوئی حضور علیہ السلام کا ثانی (برابری کرنے والا) اٹھ گیا ہے۔۔۔۔۔ واقعی وہ سچ فرمایا کرتے تھے کہ ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر (ایھا ذبا اللہ ثم ایھا ذبا اللہ)

اس موقع پر کچھ دیوبندی ناک بھول چڑھا کر فوراً کہیں گے کہ دیکھو! احمد رضا نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حتی الامکان شریعت پر عمل کرنا اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر عمل کرنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔۔۔۔۔ اور متعصب حضرات اس پر بڑے بڑے تبصرے فرمائیں گے۔ گھرا یے نہیں۔ انشاء اللہ العزیز زندگی رہی تو اس عبارت کو پیش کر کے عنقریب تمام سوالوں کا جواب

بفضلِ خدا دے دیئے جاتیں گے۔ طالبِ حق کو تسلی نہ ہو تو ہمارا
 دُمر۔ باقی ہدایت صرف ربِّ کائنات کے ہاتھ میں ہے۔

محمود الحسن صاحب کے علاوہ سوانح نگار نے بھی کتاب کے
 آخر میں ”مرض و وفات“ کا عنوان جمایا ہے۔ نیچے چار اشعار درج
 ہیں۔ ہم اختصاراً صرف دو پیش کرتے ہیں :-

”شہِ دین قبر میں کیا گئے؟ ہمیں زیرِ خاک سُلا گئے

رہِ دین سب کو دکھا گئے مگر آگِ دل میں لگا گئے

دلِ مضطرب کا نہ پوچھ حال کروں کس زباں بیاں ملال

وہ رشید احمد خوش خصال مجھے آٹھ آنسو رُلا گئے“

پہلے شعر میں گنگوہی صاحب کو واضح طور پر ”شاہِ دین“ کہا گیا
 ہے جو کہ خصوصاً حضور علیہ السلام کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہ ”شہِ دین“ حضور
 ہی کے لیے مخصوص ہے مگر دیوبندی اس منصب کو بھی گنگوہی صاحب
 کے حوالے کر کے ہی رہے۔

ویسے اگر کوئی بُرائے مانے تو ہم عرض کر ہی دیں کہ اب تو سب
 قارئین کو پتہ چل گیا ہو گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنجنہانی کو نبوت
 کے لیے خام مال کہاں سے فراہم ہوتا رہا؟

تھانوی صاحب کا مرتبہ :- چونکہ اس مضمون میں جناب
 اشرف علی تھانوی صاحب کا فتاویٰ ”امداد الفتاویٰ“ کا ذکر بھی
 آئے گا اس لیے ہم بہت مناسب خیال کرتے ہیں کہ بس ذرا سا تعارف
 ان صاحب کا بھی ہو جائے۔ عنوان کی مناسبت سے شاید آپ
 مضمون کی ان سطروں کو بے فائدہ خیال کرنے لگیں لیکن جب تک کسی

شخصیت کی اہمیت اور درجہ و مرتبہ کا تعین نہ کیا جائے اُس وقت تک اُس کے بیانات کی اہمیت کا تعین بھی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ہم تھانوی صاحب کی بجائے اُن کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیں گے تو وہ زیادہ مضبوط، پائیدار اور اہمیت کا حامل ہوگا۔ یعنی درحقیقت عبارت کے سچے شخصیت دیکھی جاتی ہے۔ تو جناب تھانوی صاحب بھی اپنے گروہ میں حکیم الامت اور بہت بڑے مذہبی پیشوا تسلیم کیے جاتے ہیں۔ انہیں ولیوں، بزرگوں، محدثوں اور فقیہوں سے بھی بلند درجہ مجدد کا عطا کیا گیا ہے اور اس بلند منصب کی عطائیگی کے درپردہ کیا شوق اٹکھیلیاں لے رہا تھا ملاحظہ فرمائیے تھانوی صاحب کے ایک عقیدہ مند رقمطراز ہیں، ”مجدد بھی نبی کی طرح مبعوث ہوتا ہے یعنی بتجدید دین کی خدمت کے لیے ہی پیدا فرمایا جاتا ہے لہذا ہر ولی و بزرگ یا محدث و فقیہہ نہیں ہوتا۔“

ہم نے گنگوہی صاحب کے تعارف میں ابھی ابھی یہ عرض کیا تھا کہ پڑھنے والوں کو کچھ کچھ پتہ چل گیا ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنی نبوت بنانے کے لیے خام مال کہاں سے فراہم ہوتا رہا۔ اب قادیانیوں کو ایسے دلائل کہاں سے حاصل ہوتے ہیں کہ وہ مرزا غلام احمد کی نبوت کا ذبح کو سچی نبوت قرار دے سکیں اور کہہ سکیں کہ نبوت کی ضرورت ہر زمانے میں رہی ہے۔ اس کے لیے ہم آپ کو پھر مؤلف ”جامع المجددین“ کے پاس لیے چلتے ہیں لکھتے ہیں :-

”غرض بعثت مجد دین، ختم نبوت کی کتاب کا ایسا ناگزیر ضمیمہ

ہے جس کے بغیر اس کتاب کا ختم سمجھنا ہی دشوار ہے اور نہ عقیدہ ختم نبوت کی اس دشواری کو آسانی سے حل کیا جاسکتا ہے کہ جب معمولی عقائد و اعمال ہی میں اختلال نہیں بلکہ کفر و شرک تک کے دینی مفاسد ہر زمانے میں نئے نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں تو پھر آخر نبوت کی ضرورت کیسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی؟ ۱۔

اسی نبوت کی ضرورت کو مرزا قادیانی نے یوں بیان کیا —

”ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مُردہ بنے۔“

تھانوی صاحب کو اگر نبوت کا ضمیمہ قرار دیا گیا ہے تو ظاہر ہے اُن کی کتب کو ضمیمہ آیات قرآنی ہی کہہ سکتے ہیں۔ الحمد للہ! کہ ہم اس دعویٰ میں بھی ہرگز جھوٹے نہیں۔ ختم نبوت کی کتاب کے اس ناگزیر ضمیمے (یعنی مولوی اشرف علی تھانوی) کے متعلق بھی اور اس کی کتب کے متعلق بھی ایک پُر جوش مٹانے کی یہ تحریکِ دل کی آنکھوں سے پڑھ کر عبرت حاصل کیجئے۔

”آج جو شخص بھی دین اسلام کے چہرے کو پورے جمال و کمال کے ساتھ بالکل صاف و بے غبار جامع و کامل صورت میں از سر نو تجدید یافتہ اور تروتازہ دیکھنا چاہتا ہے وہ عہد حاضر کے جامع المجددین (تھانوی صاحب) کی کتابی آیتوں کی طرف علماء و علماء رجوع کر کے خود مشاہدہ کر سکتا ہے۔“

مؤلف جو ش عقیدت میں تھانوی صاحب اور اُن کی کتابوں کے

ڈانڈے ملارہا ہے اس کو سمجھنے میں اب کوئی دیر نہیں لگتی۔ ان کی حکیمانہ تعلیمات کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بج رہے ہیں، جو بھی بڑھتا ہے عش عش کر اٹھتا ہے۔ تھانوی عقیدت سے لبریز دل و دماغ نے جو ان کی کتابی آیتوں کی طرف توجہ مبذول فرماتی ہے، ہم نے بھی کچھ لمحے اس پر عمل کرنے کی ٹھانی۔ چنانچہ تھانوی صاحب کی کتاب "الافاضات الیومیہ" اٹھانی تحریر فرمایا گیا تھا :-

”عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے جیسے گدھے کا عضو مخصوص، بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جاتے اور جب غائب ہو تو بالکل پتہ ہی نہیں۔ واقعی عجیب مثال ہے۔“

ہم بڑھنے کے بعد کچھ دیر تو لا حول ولاقوۃ کا ورد کرتے رہے مگر موصوف نے جو تبلیغ اپنے مریدوں کے سامنے کی اور جو بعد میں ملفوظات کا حصہ قرار پائی اس کی گڑ گڑا ہٹ بھی بہت دیر تک دل دہلاتی رہی۔ — دیکھ سے ایک چاول آپ نے چکھ لیا ہے، کچے پکے کا اندازہ ہو گیا ہے تو ذرا آگے چلیے۔

حیرت اس بات پر ہے کہ ایک مرید تو ان کی کتابی آیتوں کی طرف ”علماً و عملاً“ رجوع کرنے کو کہتا ہے تاکہ اسلام کا صاف و بے غبار چہرہ دیکھ کر گمراہی و ضلالت سے بچا جاسکے مگر دوسری طرف تھانوی صاحب جب اس دُنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ارادت مندوں کے ہدایت کے سارے راستے منقطع ہو جاتے ہیں۔ تھانوی صاحب کے ایک مرید جو شعری ذوق بھی رکھتے تھے، انہوں نے اپنے پیر کی وفات حُرّت حیات پر مندرجہ ذیل شعر کہے — یہ شاعر مولوی سراج الحق چٹلی شہری

ہیں — عربی اشعار مع ترجمہ بلفظہ کتاب سے نقل کیے جا رہے ہیں :-

”وبعدك قد صرفا بوادى عماية

فیتہ واسباب السماء منقطع

ترجمہ :- اور آپ کے بعد ہم تو گمراہی کے گڑھے میں پہنچے گئے۔
حیران و پریشان ہیں اور وہ آسمانی اسباب منقطع ہونے لگے۔

وسيلتنا في اليوم والغد فانظر

ولا ترصن بالفردوس وحدك تقنع

ترجمہ :- ہمارے دنیا و آخرت میں وسیلہ نجات - ہم سب کا
خیال فرمائیے اور فردوس میں تنہا قناعت فرما کر راضی نہ ہو جائیے۔
قرآن و حدیث کی موجودگی میں گمراہی کے گڑھے میں پہنچنا بہت
بڑی بد نصیبی نہیں تو اور کیا ہے اور پھر اللہ ہی جلنے والے وہ آسمانی اسباب
کون سے تھے جو جناب تھانوی صاحب کے بعد منقطع ہو گئے۔

ہمارے منہ میں خاک کہ ہم ”وحی الہی“ کو آسمانی اسباب سمجھ لیں کہ وہ
توسیدہ لکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اور جہاں تک باقی اسباب
کا تعلق ہے تو وہ بلاشبہ قیامت تک جاری و ساری رہیں گے۔ چاہے
وہ آسمان سے اتریں یا زمین سے پیدا ہوں۔ اور جہاں تک وسیلہ نجات
کا تعلق ہے وہ بھی بریلویوں کے لیے پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ دنیا و
آخرت میں ولیوں، بزرگوں حتیٰ کہ خود شیخ المذنبین رحمۃ اللعالمین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اگر وسیلہ نجات بنائیں گے تو شرک کا
ارتکاب ہوگا جبکہ دیوبندی تھانوی صاحب کی بابت یہ عقیدہ رکھیں گے
تو اصلی توحیدی کہلاتیں گے۔ رہے نصیب !

”ہم سب کا خیال فرمائیے“ سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ تین تہا فر دوس کی بہاروں کے مزے مت لوٹیں بلکہ ہمارا بھی خیال فرمائیے اور اللہ مدد کیجئے اور ہمیں بھی اپنے ساتھ وہیں لے جائیے۔ جب یوبندی عقیدے میں خود حضور علیہ السلام بھی اب کسی کی مدد نہیں فرما سکتے تو یہ قدرت و تصرف تھا نوی صاحب کے حق میں کیسے تسلیم ہوگی؟ ختم نبوت کے اس ناگزیر ضمیمے یعنی تھا نوی صاحب کے خاتمے پر مولوی ادریس کاندھلوی صاحب نے بھی طبع آزمائی کی۔ لکھتے ہیں :-

”تصوف میں جُنید وقت تھا اور فقہ میں ابو حنیفہ عصر اور بخت و تدقیق میں رازی دوراں تھا۔ آج شریعت اور تقویٰ کی بنیادیں ہل گئیں اور دین کی عمارت کے ستون کمزور پڑ گئے۔ اے قبر اشرف کچھ پر اللہ کا سلام۔ اور باری کی طرح مسلسل رحمتیں کچھ پر نازل ہوں“۔
(عربی اشعار کا یہ اردو ترجمہ وہیں سے نقل کیا گیا ہے) ہمیں ہر تقریر و تحریر میں ”قبر پرست“ ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے مگر جب ختم نبوت کے ناگزیر ضمیمے کی قبر بنی تو ڈھاکہ یونیورسٹی کے پروفیسر مولوی ظفر احمد صاحب نے فی البدیہہ کہا :-

”زیارة الحياة لكل قلب۔ و تربتہ بہا لیشفی العلیل“
ترجمہ: کہ جس کی زیارت ہر قلب کی حیات ہے جس کی مٹی مرین قلب کی شفاء ہے۔“
مولوی سراج الحق تو گمراہی کے گڑھے میں جا پکڑے مگر سوانح نگار کہتے ہیں :-
الحمد للہ جس کام کے لیے حق تعالیٰ نے حضرت اقدس کو اس دنیا میں

بھیجا تھا یعنی تجدید و توضیح دین، اس کو بعون اللہ تعالیٰ حضرت پوری طرح انجام دے کر تشریف لے گئے ہیں اور ہمارے لیے راہِ نجات کو بالکل بے غبار اور سموار فرما کر ہم سے جدا ہوتے ہیں۔ ۱۷

یہ وہی حضرت اقدس ہیں جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہا تھا کہ عطائی و جزوی علم غیب یعنی بعض علم غیب میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر بچے، مجنون و پاگل اور دیگر جو پاؤں و جانوروں کو بھی حاصل ہے۔ (العیاذ باللہ) ان کی کتاب ”حفظ الایمان“ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ یہ ۱۹۰۷ء کا زمانہ تھا۔ وہی ۱۹۰۷ء کہ جس میں مرزا بھی خم ٹھونک کر سامنے آگیا۔ ایسی ہی عبارات نے اُسے حوصلہ دیا اور جہنم خرید لی۔

پس ایک پُر لطف سی آخری بات کہہ کر انشاء اللہ میں اصل موضوع پر آتا ہوں۔ میں نے ایک جگہ گنگوہی و سہالوی صاحبان کے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب یعنی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ذکر کیا ہے۔ اور احتراماً انہیں رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ پیر و مرشد کا احترام اور مریدوں سے نفرت یہ کہاں کا انصاف ہے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ پیر و مرشد کا عقیدہ اور تھا اور ان علمائے دیوبند مریدوں کا عقیدہ اور۔ حضرت حاجی صاحب کے سامنے انہوں نے جو زانوائے تلمذ تہہ کئے تھے وہ محض نمائش اور دکھاوا تھے تاکہ ہندوستان کے سنی ہمارے ارد گرد حلقہ بناتے رکھیں ظاہر حنفی رکھا اور باطن نجدی و ملائی۔ چونکہ ظاہر ایہ لوگ اُن کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور مطلب براری کرتے رہے اس لیے حاجی صاحب ان کے باطن سے آگاہ نہ ہو سکے۔ حاجی صاحب کا عقیدہ آج کے بریلویوں کا سا تھا۔ اسی لیے انہوں نے ”فیصلہٴ بیفت مسئلہ“ میں ان تمام افعال

کی بھرپور تائید کی جو آج کے بریلوی ذوق و شوق سے ادا کرتے ہیں مولود شریف کے بارے میں تو حاجی صاحب کا کہنا ہے کہ میں ہر سال کرتا ہوں اس میں برکت محسوس کرتا ہوں اور قیام میں لذت حاصل ہوتی ہے — عرس، فانتھ، گیارھویں، چالیسویں وغیرہ سب کو جائز قرار دیا ہے۔ مگر یہ رسالہ گنگوہی صاحب نے جلا دینے کا حکم دیا — وہ تو بھلا ہو خواجہ حسن نظامی صاحب کا جنہوں نے کچھ نسخے بچا لیے جو آج کے دیوبندیوں کی بوثقیوں پر زناٹے دار تھپڑ کے مترادف ہے۔ فلہذا الحمد۔

چونکہ ہماری فطرتِ ثانیہ ہے کہ دعوے کے ساتھ دلیل مخالفین کے گھر سے لاتے ہیں اس لیے یہاں بھی ہم دلیل پیش کر رہے ہیں۔ آپ بغور ملاحظہ فرمائیں کہ ان لوگوں کا عقیدہ حضرت حاجی صاحب کے عقیدہ سے کس قدر مختلف تھا اور یہ علماء کتنی تاکید سے حضرت حاجی صاحب کے عقائد سے بچنے کی تلقین اپنے معتقدین کو کیا کرتے تھے۔

”ختم نبوت کے ناگزیر ضمیمے“ یعنی مولوی اشرف علی تھانوی

صاحب فرماتے ہیں : —

”حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے (فرمایا کہ جب مولوی صادق الیقین حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں جانے لگے تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ میاں مولوی صادق الیقین

لے جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب (۱) اسلامی اصول کی فلاسفی (۲) نسیم دعو (۳) آریہ دھرم (۴) برہما دھرم (۵) اجبار الحکم (۶) کشتی نوح وغیرہ صفحہ در صفحہ چوری کر کے اپنی کتاب ”احکام اسلام عقل کی نظر میں“ نقل کیے اور اس سلسلے میں ایک مضمون ماہنامہ القول السدید بمصر کشادہ لاہور میں تین اقساط (مئی ۱۹۲۲ء، جنوری فروری ۱۹۲۳ء) میں شائع بھی ہو چکا ہے جس میں عبارات آمنے سامنے درج کی گئی ہیں۔

جیسے جارہے ہو۔ ویسے ہی چلے آئیو۔ اپنے اندر کوئی تغیر پیدا نہ کیجیو۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اس سے مولانا کا یہ مطلب تھا کہ وہاں جا کر حاجی صاحب (ہمداد اللہ مہاجر مکی) رحمۃ اللہ علیہ کے افعال میرے خلاف دیکھو گے۔ اگر مجھ سے عقیدت رہی تو حاجی صاحب کو چھوڑ دو گے اور اگر حاجی صاحب سے عقیدت رہی تو مجھے چھوڑ دو گے۔ چنانچہ انہوں نے مسک مولانا کا رکھا اور حضرت حاجی صاحب کے بھی جاننا شروع کیا۔ مجھ سے مولوی صادق الیقین کہتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں اور مولانا (گنگوہی) کے یہاں تو زمین و آسمان کا فرق ہے کوئی تطبیق ہو ہی نہیں سکتی۔ کتنی بے باکی اور دیدہ دلیری سے حاجی صاحب سے اختلاف کیا جا رہا ہے۔ یہاں چند مسائل میں اختلاف ہرگز نہیں بلکہ لکھا ہے کہ مسک ہی الگ الگ تھا اور ان میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ الحمد للہ! ہمارے دعوے کی تصدیق ہو گئی کہ باطن یہ مرید سجدی تھے ظاہر حنفیت کا بلادہ اوڑھ رکھا تھا۔ اتنی بڑی گھریلو شہادت کے بعد اب کسے جرأت انکار ہے۔

”سپاہ صحابہ“ سے وابستہ سبھی چھوٹے بڑے
اصل موضوع | ایک مدت تک امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پر یہ ناپاک الزام لگاتے رہے کہ وہ معاذ اللہ رافضی تھے۔ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی جیسے نام نہاد علماء اب بھی اپنی کتب و تقاریر میں اس غلط فہمیت کو دہراتے رہتے ہیں۔ ”سپاہ صحابہ“ والوں نے تقیہ کے طور پر نہ صرف یہ الزام لگانا ترک کر دیا ہے بلکہ امام احمد رضا بریلوی کے فتوے اپنے پفلوٹل میں شائع بھی کرتے ہیں۔ انہیں سنی حنفی قرار دیتے ہیں اور ان کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ درحقیقت یہ خوبصورت فریب

میں بھی ایک تقریر میں چیلنج دے چکے تھے۔ فرمایا کہ میرے پاس احمد رضا کے رافضی ہونے کی پوری ستائیس دلیلیں ہیں۔ نہ ایک کم نہ ایک زیادہ۔ کیونکہ یہ دلیلیں کھنکھتے سکوں یعنی کڑکتے ریا لوں کے زور پر احسان الہی ظہیر صاحب نے ”البریلویہ“ میں درج کی ہیں اس لیے کمی بیشی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جنابت میں اس قدر مست ہوئے اور زبان اس قدر سبکی کہ اخلاقی قدرون کا دیوالیہ نکال کر فرمایا۔ ”میرا چیلنج قبول کرنے کی جرأت کسی احمد رضا خاں کے حلالی بیٹے میں نہیں۔“

ہم نے بے حد نرم الفاظ اور انتہائی سنجیدہ طریقے سے ۲۱ یا ۲۲ اگست ۹۱ء کو گیارہ سوالات مرتب کر کے ایک معتبر دیوبندی مدرس کی معرفت انہیں واہ کونٹ میں تقریر سے قبل پیش کر دیے۔ فاروقی صاحب نے انہیں پڑھ کر رکھ لیا کہ ان کا تحریری جواب دیا جائے گا۔ فروری ۹۲ء تک کوئی جواب نہ دیا گیا۔ بعد میں ہم نے باقاعدہ ایک مضمون تیار کیا جس میں یہ سوالات بھی آگئے اور یہ مضمون ماہنامہ ”مقول الحدید“ مصری شاہ لاہور، مارچ ۹۲ء میں ”سرپرست سپاہ صحابہ“ کے نام سے شائع ہو گیا۔ پھر فوری طور پر ایک اور ادارے نے اسی مضمون کو الگ پمفلٹوں کی صورت میں ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا بلکہ جا بجا فاروقی صاحب کو پیش بھی کیا گیا۔ مگر جواب کے لیے زبان و قلم حرکت میں نہ آ سکے۔ سوالات و مضمون میں یہ بات مشروغ سے واضح کر دی گئی تھی کہ آپ کا یہ عذر کہ ”میں اب دیوبندی بریلوی نزاع سے کنارہ کش ہو چکا ہوں“ عذر گناہ برتر از گناہ کے مترادف ہو گا۔ یعنی آپ کی یہ دلیل قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ عقیدہ آپ اب بھی کٹر دیوبندی ہیں۔ آپ کے کل اور آج میں کوئی فرق نہیں۔ احمد رضا خاں کے رافضی ہونے پر آپ کے نزدیک کل تک جو

ستائیس دلیلیں برحق تھیں ظاہر ہے وہ آج باطل تو نہیں ہو جائیں گی کیونکہ آپ کے عقیدہ مسلک کی سوتیلی اُسی ڈگری پر ہے۔ لہذا جواب ضرور دیا جائے اور بتایا جائے کہ یہ احمد رضا خاں کس قسم کا رافضی تھا کہ باقی سارے رافضی تو کالے کافر ہوں اور یہ یکا سچا حنفی بلکہ اس کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ تک لکھا جائے۔ اور ہم نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ آپ کی وہ ستائیس دلیلیں کیا ہوئیں۔ کیا آپ کو پتہ چل گیا ہے کہ احمد رضا نے اب اپنی قبر میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے۔ مگر اکتوبر ۱۹۲۷ء تک کوئی جواب نہ دیا گیا۔ پھر نومبر ۱۹۲۷ء کے پہلے ہفتہ میں فاروقی صاحب ہمارے علاقے میں تشریف لائے۔ ایک ہفتہ قبل پولیس حرکت میں آگئی۔ ہر طرف چہ میگوئیوں، ایک ڈر، ایک خوف، ہتھیار باہر آگئے، مورچہ بندی شروع ہو گئی، لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کیا ہونے والا ہے؟ جواب ملتا، فاروقی صاحب تقریر کرنے آ رہے ہیں۔ لوگ حیرت میں ڈوب کر پھر ہمارا سوال بن جاتے ہیں کہ تقریر اور یہ جنگ کا سماں۔ کلاشنکوفوں کے سائے میں کون تقریر سنتے جائے گا۔ واعظ کے لیے تو سکون چاہیے خوشگوار ماحول چاہیے، پُر امن فضا چاہیے۔ ہر کسی کے ہاتھ میں بندوق ہو تو تقریر کیا ہوگی اور انس کا اثر کیا ہوگا۔ خیر! تقریر سے قبل دو تین روز ہمارا پمفلٹ بھی انتظامیہ کو پیش کر دیا گیا۔ حالانکہ دوران تقریر ہمارا سوال کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ اب ہے۔ بلکہ ہم تو انتہائی سنجیدگی اور علمی طریقے سے اپنے سوالات کے جوابات لینے کے خواہشمند ہیں رہماری یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھی جائے، بہر حال فاروقی صاحب تشریف لائے۔ انہیں ہمارا پمفلٹ پیش کیا گیا۔ جواب ملا کہ میں نے اس کا جواب تحریر کر دیا ہے۔

”خلافت راشدہ“ (فیصل آباد) میں آرہا ہے۔ — اب جنوری ۹۳ء کا آخری عشرہ ہے۔ غالباً چار شمارے ”خلافت راشدہ“ کے آچکے ہیں، جواب کا کہیں نام و نشان نہیں۔ (ماہنامہ ”القول السدید“ مشرق شاہ لاہور میں شائع ہونے والا یہ مضمون ضرور پڑھیے جو مارچ ۹۲ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔)

تایید :- الحمد للہ! ہم اہل سنت والجماعت ہیں۔ نہ منافقت ہے نہ تفریق۔ حکومتی سطح پر ہم بھرپور تائید کرتے ہیں کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک باز ساتھیوں اور آپ کی ازواج مطہرات پر دشنام طرازی کرنے والوں کے لیے ملک میں ایسا قانون فوری طور پر بنایا جائے جو ایسے افراد کو سخت ترین سزا دے بلکہ سزائے موت مقرر کی جائے اس لیے کہ صحابہ کرام یا ازواج مطہرات کی توہین بالواسطہ خود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہے۔ اسی طرح جو لوگ نواسہ رسول، جگر گوشہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی و مفید قرار دے کر یزید پلید کو حق پر سمجھتے ہیں اور اپنی کتب میں اور دیگر طریقوں سے تبلیغ و پرچار کرتے ہیں انہیں بھی پھانسی کے پھندے پر لٹکایا جاتے۔ — ہم بیانگ دہل کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ روافض سے متعلق وہی ہے جو تمام بزرگان دین کا رہا ہے اور جس کو تفصیل سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے ”رد المرفضہ“ میں بیان فرمایا ہے۔

عملی نکتہ دار :- حدیثِ نعمت کے طور پر عرض ہے کہ ہم نے ہر مقام پر کھل کر روافض کا رد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت سے افراد نے جادہ حق اختیار کیا۔
○ ہم نے خلفاء ثلاثہ کے حق ہونے پر شیعہ کے معروف متعصب

مولوی غلام حسین نجفی سے ”جامع المنظر“ لاہور میں اُس کے اپنے کمرے میں تین چار افراد کی موجودگی میں بحث کی۔

○ ہمارے گاؤں میں شیعہ حضرات نے محض ہماری خاطر شیعہ کے مشہور مناظر تاج الدین حیدری کو بغرض تقریر بلوایا۔ اور ہمیں خصوصی طور پر بحث کے لیے آمادہ کیا گیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارا علم برائے نام ہی ہے مگر ہم نے بحث کا فیصلہ کر لیا۔ ستر اسی شیعہ حضرات کی موجودگی میں ہم نے مناظر صاحب سے ”ایمان بالقرآن“ پر بحث کی۔ خدا گواہ ہے کہ اس مسئلہ پر ہمارا پلڑا بھاری رہا۔ چنانچہ ایک مقامی شیعہ نے بحث کو تقریباً بھگڑے کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ اس موقع سے مناظر صاحب نے فائدہ اٹھایا اور مسئلہ فذک چھیڑ دیا۔ چونکہ اب ماحول پر سرد مہری طاری ہو گئی تھی اور گفتگو کی فضا خراب ہو چکی تھی نیز ہم صرف ایک ہی اہل سنت تھے۔ صرف اور صرف ایک۔ لہذا گفتگو کو خاموشی سے سنا زیادہ مناسب سمجھا۔

اسی مسئلے پر یعنی ایمان بالقرآن پر ایک شیعہ ہمیں سی۔ ڈی۔ اے کالونی نزد پیر و دھانی موڑ راولپنڈی ایک مجلس میں لے گیا۔ علماء آتے رہے، تقاریر کرتے رہے ہم نے بھی جی بھر کر تقریریں سنیں۔ شیخ میکڑی واقف نکلا۔ اُسے ہمارے آنے کا مقصد بتایا گیا۔ مگر شام تک کوٹھے مولوی اس مسئلہ پر بحث کے لیے تیار نہ ہوا۔ ہم گھر واپس لوٹ گئے۔ اس بات پر شیعہ سنی دونوں بہت سے گواہ موجود ہیں۔ لیکن ہماری بد نصیبی دیکھئے کہ شیعہ حضرات اپنا مخالف ہونے کی وجہ سے ہمیں ”سپاہ صحابہ“ میں شمار کرتے ہیں اور ”سپاہ صحابہ“ والے چونکہ دیوبندی ہیں اور ہم پھرے دیوبندیوں کے بھی مخالف لہذا وہ ہمیں شیعہ خیال فرماتے ہیں شیعہ یوں مخالف کہ ہم سنی ہیں اور دیوبندی یوں مخالف کہ ہم اہل بیت اہل ہار

کا ذکر انتہائی عقیدت و محبت سے کرتے ہیں جو کہ انہیں ناگوار گزرتا ہے۔ ہم نہ تو صحابہ سے اختلاف کر کے رافضی بننا چاہتے ہیں اور نہ اہل بیت کے مخالف ہو کر خارجی۔ اس سلسلے میں ہمارا اپنا نتیجہ و فکر یہ ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ میں دونوں مکرم
وہ آل محمد ہوں کہ اصحاب محمد

طریقہ کار :- اہل سنت و جماعت یہ آپ (صحابہ و اہل بیت) کا حق گلہ کرتے ہیں کہ وہ آپ کا ساتھ نہیں دیتے۔ دراصل آپ کے طریقہ کار سے خود دیوبندی عالم متفق نہیں۔ جیسا کہ قاضی مظہر حسین صاحب (حکموال) اپنے رسالہ ”حق چار یار“ میں دیوبندی مولوی سرفراز گلکھڑوی صاحب وغیرہ کے خطوط اشاعت کر چکے ہیں کہ ”کافر کافر“ کا سر عام نعرہ دے رہے ہیں۔ اور دیگر تمام مفتیان دیوبند بھی آپ کے اس طریقہ کار کے مخالف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایک جید دیوبندی عالم کو مستقل طور پر آپ اپنے شیخ پر نہیں لاسکے۔ بلکہ وہ پہلا سا جوش و خروش اب سیاحہ صحابہ میں بھی باقی نہیں رہا۔ اب کافر کافر شیعہ کافر کافر ختم ہو رہا ہے اور کئی تقریروں میں مطلق یہ نعرہ نہیں لگایا گیا۔ اب تقریروں میں یہ کہا جانے لگا ہے کہ سیاحہ صحابہ اٹھنی راستہ اختیار کر رہی ہے اور ناموس صحابہ بل پیش کر دیا گیا ہے۔ بل میں یہ بات کہی گئی ہے کہ جو صحابہ کرام کی توہین کر لے اُسے پھانسی کی سزا دی جائے۔ حالانکہ ”سیاحہ صحابہ“ یہ مشن لے کر ہرگز وجود میں نہیں آئی تھی۔ بلکہ یہ مشن لے کر اٹھی تھی کہ حکومت شیعوں کو کافر قرار دے۔ اگر یہی کچھ کرنا تھا یعنی محض اسمبلی میں بل ہی پیش کرنا تھا تو دس بیس علماء کی جان دلوانے کی کیا ضرورت تھی۔ پوچھا جائے تو کہا جاتا ہے کہ سارے کام مرحلہ وار ہوں گے۔ خدا کے بندو! اگر مرحلہ وار نہ ہوں

یہ کام کرنا تھا تو اس کا طریقہ بھی پھر مرحلہ وار ہی رکھا جاتا۔ اتنے قتل و قتال کے بعد اگر آپ اُس طریقہ پر آگئے ہیں جو بغیر جنگ و جدل بھی ہو سکتا تھا تو فائدہ —؟ گویا اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ لوگ بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کھلم کھلا کافر کا کفر کا نعرہ لگا کر ہم نے فائدے کی نسبت نقصان زیادہ اٹھایا ہے۔

اختلاف :- آپ کا اور ہمارا اختلاف اصولی ہے۔ توہینِ شانِ رسالتِ اصول میں آتے گا فروع میں نہیں — ہمارا اصل اور بنیادی اختلاف تحذیرِ اناس، براہینِ قاطعہ اور حفظِ الایمان کی چند کفریہ عبارت پر ہے — فاتحہ، عرس، گیارھویں اور صلوٰۃ والسلام پر ہرگز نہیں ان کی حیثیت دوسرے درجہ پر ہے۔ ان کفریہ عبارت پر کوئی سوال کیا جاتے تو دیوبندی علماء کے پاس جان چھڑانے کے لیے صرف دو جواب ہیں — ایک یہ کہ ہماری مصروفیات بہت زیادہ ہیں یا ضعیف العمری ہے یا علالت کی وجہ سے جواب دینے سے قاصر ہیں — حالانکہ ان دیوبندی علماء کی کتابیں دھڑا دھڑا آرہی ہیں جو کہ اہل سنت کے خلاف لکھی جاتی ہیں۔ دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان سوالات کے جوابات کے لیے فلاں فلاں کتابوں سے رجوع کیا جائے کیونکہ ان کتابوں میں ہمارے علماء کافی و شافی جواب دے چکے ہیں۔

”صحابہ صحابہ“ والے اگر شیعوں سے کوئی سوال پوچھیں اور شیعہ عالم یہ جواب دے کہ آپ کے یہ گھسے پٹے سوالات ہیں اور ہماری کتب میں علماء ان کے کافی و شافی جواب دے چکے ہیں تو کیا ”صحابہ“ والے اس جواب کو واقعی جواب سمجھ کر مطمئن ہو جائیں گے —؟ ہرگز نہیں — بلکہ کہیں گے کہ وہ جوابات تو ہمارے سے غلط ہیں — ہم بھی کہتے ہیں کہ مولوی حسین احمد مدنی، مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی، مولوی محمد منظور نظامی،

اور مولوی سرفراز گکھڑوی وغیرہم کی کتب کو سامنے رکھ کر ہمارے سوالات کا جائزہ لیجئے۔ انشاء اللہ العزیز ان سوالات سے مذکورہ کتب کی جھوٹی، غلط اور باطل تاویلوں کے پر خچے اڑتے نظر آئیں گے۔ مگر اتنی جرأت کس میں ہے کہ وہ محض عظمتِ رسول کی خاطر اور اپنا ایمان بچانے کے لیے کچھ وقت نکال سکے۔ سہر دست کوئی دیوبندی عالم، مفتی، خطیب، مناظر ہم سے تحریری گفتگو کرنا چاہے تو تحذیر الناس یا براہین قاطعہ پر کر سکتا ہے۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل کیسی گت بنائیں گے کیونکہ ع

یہ سب کرم ہے انہیں گا ہم پر کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
تو اختلاف کی وجہ ایک تو یہ ہوئی کہ جن کتب میں توہینِ رسالت ہے آپ لوگ ان عبارات کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ سپاہ صحابہ میں یزیدی گروپ بھی اپنی کارکردگی دکھا رہا ہے۔ اور سبھی جانتے ہیں کہ یزید پلید کو رحمتہ اللہ علیہ اور خلیفہ برحق کہنے والے اصل خارجی ہیں۔ حضور کے گھرانے کے یکے دشمن ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ اس لیے سپاہ صحابہ میں شامل نہیں ہوئے کہ شیعہ گروہ خلفاء ثلاثہ کو برا بھلا کہتا ہے کیونکہ وہ برا بھلا کہتے ہیں تو ان کی بلال سے وہ خود اس معاملے میں دو قدم آگے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ کی بجائے حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا بھلا کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔ اگرچہ تقیہ اور برائے مصلحت سامنے سامنے اُن کا احترام کرتے ہیں۔ یہ لوگ خالص دیوبندی کہلاتے ہیں اور تقاریر کے دوران بڑھ چڑھ کر ”سیاستِ امیر معاویہ زندہ باد“ کے نعرے لگواتے ہیں۔ ہم اہل سنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترام صحابی ہونے کی حیثیت سے کرتے ہیں اور تمام صحابہ زندہ باد مگر جہاں

تک سیاستِ امیر معاویہ کا تعلق ہے تو یہ مولانا علی مشکل کشا سے کھلم کھلا دشمنی ہے۔ — تو یہ لوگ ”صحابہ صحابہ“ میں اس لیے شامل ہوئے ہیں کہ شیعہ حضرات ہر وقت حسین حسین اور علی علی کیوں کرتے ہیں۔ — پنج تن پاک، پنج تن پاک کیوں کرتے ہیں۔ اور یہ نام چونکہ ان کے گلچے پر تیر ہیں اس لیے انہیں بھی موقعہ میسر آ گیا کہ ہم بھی اس تاپے ہوئے تندور کے ساتھ اپنی روٹی لگا لیں۔

یہ ہم نہیں کہتے کہ یزیدی اس گروپ میں شامل ہیں جبکہ صحابہ کے تمام رہنماؤں کو اس کی خبر ہے۔ — اور پھر قاضی منظر حسین صاحب دیوبند (دھکوال) نے اپنے رسالہ ”حق چار یار“ (اگست، ستمبر ۱۹۷۲ء) میں اسلام آباد کے مولوی عبداللہ صاحب کا یزید کے حق میں خط شائع کر کے ان کی شخصیت کا بھانڈا الال مسجد کے باہر آب پارہ چوک میں پھوڑ دیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ — علماء دیوبند نے خصوصاً مقررین خوبصورت فریب :- علمائے دیوبند نے خصوصاً مقررین نے اپنے سامعین کو ایک خوبصورت فریب یہ بھی دے رکھا ہے کہ مارے بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے چاہنے والے نہیں بلکہ احمد رضا کے معتقد تو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بریلویوں سے نہیں رضا خانیوں سے مخاطب ہیں جن کی تعداد اس ملک میں دو تین فیصد ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ اس ملک میں تمام بریلوی امام احمد رضا بریلوی کے معتقد ہیں اس لیے کہ انہوں نے بلا خوف و تردد لائٹ ہر گستاخ رسول کا

۱۔ مشکل کشا کے لفظ سے لرزہ جائے گا اسلئے کہ فیصلہ بقت مسکے ”از حاجی امداد اللہ صاحب مد تعلیم الدین“ تھانوی صاحب اور گنگوہی صاحب کی کتب کے آخر میں عموماً ”شجرہ پیرانِ حشت“ درج ہوتا ہے۔ جیسے یہ مہرہ بھی موجود ہے ”ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے۔“

عُلمی طریقے سے بند کیا۔ اور جوان کا احترام نہیں کرتے دراصل وہ عُنی
ہیں ہی کب؟ وہ تو پھر دیوبندی و ملائی ہی کہلاتے ہیں گے۔ اگرچہ وہ اپنے
نام کے ساتھ بریلوی لکھتے پھر رہے ہیں۔ البتہ بے شمار ہمارے دیہاتی
بھائی ایسے ہیں جو امام احمد رضا بریلوی کے نام سے واقف نہیں لیکن
اُن کے عقائد وہی ہیں جو اعلیٰ حضرت کے ہیں، جو تمام علمائے احناف
کے ہیں، جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ہیں کہ جن پر نجدیت و ولایت
کی چھاپ نہیں۔ اس لیے تمام سُنی بریلوی ہیں اور تمام بریلوی سُنی ہیں۔
ہندوستان میں صدیوں سے موجودہ بریلویوں والا مسلک ہی سُنی مسلک
رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبندیوں کو آج تک کسی نے سُنی تسلیم نہیں کیا
بلکہ انہیں و ملائی ہی کہا جاتا ہے۔ اور ”سچا صحابہ“ والے تو ولایت
سے انکار کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ اُن کے موجودہ سرپرست ضیاء الرحمن
فاروقی صاحب نے اپنی کتاب ”فیصل اک روشن ستارہ“ میں محمد بن عبد الوہاب
نجدی کی شان میں قصدے لکھ کر زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے
ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام اپنے زمانے کے امام، مصلح، داعی
اور شرک و بدعت کے روکنے والے بہت بڑے دینی رہنما تھے۔ عقیدے
کے لحاظ سے انہیں بہت بڑا توحیدی قرار دیا اور جبکہ جبکہ لکھا کہ آج کل
سعودی عرب میں انہیں کی تعلیمات سے تمام دینی افعال سرانجام پاتے ہیں۔
یہ تو اب فاروقی صاحب کے کارکن ہی بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ
”المہند“ میں بیسیوں علمائے دیوبند مولوی خلیل احمد، سحانوی،
محمود الحسن، مفتی کفایت اللہ وغیرہ کی تصدیق سے محمد بن عبد الوہاب
نجدی کو خارجی سمجھتے ہیں کہ جس نے حرمین شریفین کے سُنیوں کا ناحق
قتل کیا اور حلف صالحین کی شان میں گستاخیاں کیں، اُسے فاروقی صاحب
کے بقول اپنے وقت کا امام، داعی اور مصلح جانتے ہیں گے۔ اور یہ

بھی سپاہ صحابہ والے چھوٹے بڑے بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مولوی حسین احمد مدنی کی کتاب ”شہاب ثاقب“ کے مطابق محمد بن عبد الوہاب نجدی عقائد و فاسدہ اور خیالات باطلہ کا مالک خبیث انسان تھا یا بقول فاروقی صاحب وہ شرک و بدعت کو جڑ سے اکھاڑنے والا پکا توحیدی تھا۔

عیسویں اکابر علمائے دیوبند کی تصدیق سے اگر محمد بن عبد الوہاب واقعی خارجی تھا اور ”المہند“ المعروف عقائد علمائے دیوبند کے بقول وہ سلف صالحین کی شان میں گستاخاں کرتا تھا اور بقول ”المہند“ کہ علمائے دیوبند میں اُس کے عقائد کا کوئی فرد نہیں — تو ثابت ہوا کہ وہ شخص اہل سنت میں سے ہرگز نہیں تھا — اور بقول مدنی صاحب وہ عقائد فاسدہ اور خیالات باطلہ کا مالک تھا تو پھر سپاہ صحابہ والے فاروقی صاحب سے ذرا پوچھ کر بتائیں کہ آپ نے جو لکھا ہے کہ سعودی عرب میں ساری تعلیمات شیخ نجدی کی جاری و ساری ہیں تو اُن کے پیچھے ہماری غماز ہوگی یا نہیں؟ — سعودی عرب میں ساری تعلیمات نجدی کی اور سارے کے سارے اکابر علمائے دیوبند رنجز گنگوہی صاحب کے نجدی کے عقائد کے خلاف — تو آج کل کے چھوٹے علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کی پیروی کس لیے ترک کر دی ہے؟ موجودہ علمائے دیوبند اپنے اکابر کی اتباع میں نجدی تعلیمات میں سے برأت کا اظہار کیوں نہیں کرتے؟

ویسے ہم تو ورطہ حیرت میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ اگر تخریر الناس و براہین قاطعہ میں اکابر نے گستاخاں لکھ دیں تو سارے کے سارے گنگوٹ کس کر انہیں عین ایمان ثابت کرنے پر تکل گئے چاہے ایک لفظ بھی ایمان کی جانب نہ جاسکے مگر کہنے کو کہہ دیا کہ یہی اسلامی و دینی عقیدہ ہے بلکہ قرآن

لے اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیوبندی اہلسنت ہیں بلکہ اکثر دیوبندی بھی نجدی عقائد کے ہی پیرو ہیں۔

و حدیث کے عین مطابق ہے اور وہی اکابر شیخ بخدی کو برا بھلا کہیں تو یہ اصغر
 اینارخ پھریں۔ آخر چکر کیا ہے۔ کھنکھتے ریا لوں کی چمک دمک
 واقعی بڑی بکلا ہے۔ ہم مدینے اور مکے کے مقدس ذروں پر قربان
 لیکن عقیدہ تو ہمارا وہ ہو گا جو قرآن و حدیث بتلا یں گے نہ کہ مکے اور مدینے
 کے موجودہ لوگوں کو دیکھ کر عقیدہ بنانا ہے۔ اور پھر یاد رکھئے کہ موجودہ
 سعودی خاندان کا حجاز پر قبضہ تو بیسویں صدی یعنی ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ ان سے
 قبل وہاں کے لوگوں کا کیا عقیدہ رہا ہے۔ تاریکین اٹھا کر دیکھ لیجئے وہ پکے
 سنی حنفی لوگ رہے ہیں۔ عرس و میلاد منانے والے۔ یا رسول اللہ
 کہنے والے۔ اور اگر موجودہ سعودی عرب کے بخدی عقائد کی نفی مکہ اور مدینہ
 کی توہین ہے تو پھر جن اکابر علمائے دیوبند نے "المہند" میں شیخ بخدی کے
 عقائد سے بیزاری کا اظہار کیا ہے وہ بھی مکے اور مدینے کی توہین کر نیوالے
 قرار پائیں گے اس لیے کہ شیخ بخدی بھی کوئی یورپ و امریکہ کا باسی نہ تھا بلکہ
 عرب شریف کا باشندہ تھا۔

جیالے غور کریں :- "سپاہ صحابہ" کے وہ جذباتی اور جوشیلے نوجوان
 جنہیں "جیالے" کہہ کر پکارا جاتا ہے خصوصاً غور کریں کہ آپ لوگوں کی زباں پر
 ہمہ وقت شیعہ کافر شیعہ کافر کی گردان رہتی ہے۔ کوئی آپ سے پوچھ بیٹھے
 کہ کیوں کافر ہیں تو آپ فوراً جواب دیتے ہیں کہ چونکہ وہ خلفاء ثلاثہ کو کافر
 کہتے ہیں اس لیے کافر ہیں۔ اصول کیا نکلا۔ اصول یہ ہوا کہ صحابہ
 کرام کی تکفیر کرنے والا شخص خود کافر ہو جائے گا چاہے وہ سنی کہلائے
 یا دیوبندی، شیعہ کہلائے یا اہل حدیث، کوئی بھی ہو مذکورہ اصول کی زد میں
 ضرور آئے گا۔ یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو مفتی و عالم اہل سنت و جماعت
 کہنوا کر بھی صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ بھی نہیں دیتا وہ خود
 مسلمان نہیں رہے گا۔ تو "سپاہ صحابہ" والے لمحہ لمحہ جو کہتے اور صرصر

جو لکھتے ہیں کہ شیعہ کافر ہے جو اسے کافر نہ کہے یا ان پر کفر کا فتویٰ نہ دے وہ خود کافر ہے۔ بس اسی روشنی میں ہم نے یہ مضمون ترتیب دیا ہے اور اسی اصول کو سامنے رکھ کر آپ کے قطب عالم جناب گنگوہی صاحب اور آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب کے شیعوں سے متعلق نقطہ نظر کو آپ کی عدالت میں پیش کیا ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیے گا کہ ان صاحبان نے رافضیوں سے متعلق کیا فتوے دیئے ہیں۔

رد عمل :- اگر یہ مضمون پڑھ کر آپ تیس دن کا کھانا لگیں تو الحمد للہ ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اگر یہ مضمون آپ کو ری ایکشن کر جاتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ گنگوہی و تھانوی صاحبان نے فتوے درست نہیں دیئے اور رافضیوں سے متعلق یہ فتوے آپ کی توقع کے برعکس نکلے۔ ہم نے جب بھی یہ فتوے کسی دیوبندی کو بتائے حیرت سے کہنے لگا۔ کیا کہا رشید احمد گنگوہی اور ایسے فتوے؟ گویا انہیں یقین ہی نہیں آتا کہ گنگوہی اور تھانوی صاحبان نے ایسے فتوے دیئے ہوں گے جو سپاہ صحابہ یا اہل سنت کے معیار پر پورے تو کیا اترتے ہمارے سے خلاف ہیں۔ لہذا اگر آپ کو عقدہ آئے تو گنگوہی صاحب پر آئے، آپ لال پلے ہو کر بل کھائیں تو تھانوی صاحب پر کھائیں۔ مگر ٹھہریئے۔ پہلے اُن کی کتب اُٹھائیئے۔ اور ہمارے دیئے گئے حوالوں کو اصل عبارات سے ملائیئے۔ درست نکلے تو پھر بار بار ہمارے مضمون کو پڑھیئے۔ غلطی یا تعصب نظر آئے تو آگاہ فرمائیئے۔ ہم نے کوئی دھوکہ فریب یا ضد بازی سے کام لیا ہو تو نشانہ ہی کیجئے اور یہ تعانے بشریت اگر ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہو تو انشاء اللہ ہم رجوع کر لیں گے مگر ہمارے گئے سوالات کا جواب ترتیب وار دیا جائے۔ مجموعی جواب ناقابل قبول ہو گا۔ نوٹ فرمالیجئے۔

تنبیہ ہم پر بریلویت کا لیل چپاں کر کے نفرت مت کیجئے گا بلکہ

جو کچھ ہم نے کہا ہے اُس پر غور فرمائیے گا۔ اور جو صاحب ہم سے متنفذ ہو کر
 اشتغالی رقیہ اپنائے ہوئے ہوں وہ اس مضمون کو ہرگز نہ پڑھیں ہمارا مضمون
 صرف اُن حضرات کے لیے ہے جو حقائق کو جاننے کے خواہشمند ہیں جو قرآن و
 سنت کو معیار جانتے ہیں اکابر دیوبند کو نہیں۔۔۔ یہ نہ دیکھئے کہ کہنے والا
 کون ہے بلکہ دیکھئے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ مثلاً ”سپاہ صحابہ“ والے کہتے ہیں کہ
 اسمبلی میں ناموس صحابہ بل پیش کر دیا گیا ہے اس پر عمل درآمد ہونا چاہیے اور
 اسے منظور ہونا چاہیے۔ چونکہ بات سو فیصد درست ہے اس لیے ہم تمام اہل سنت
 اس کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔۔۔ ہم نے یہ نہیں دیکھا کہ اسے پیش کرنے
 والے کون ہیں۔ اس لیے تعصب سے بالاتر ہو کر اور فی الحال اکابر کی
 عقیدت کی پیٹی آنکھوں سے اُتار کر فقلے اور اُن پر تبصرہ ملاحظہ
 فرمائیے۔ عین ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کو توبہ کی توفیق عنایت فرمادے
 جیسا کہ کتاب ”رضا خانی مذہب“ کے مصنف مولانا سعید احمد قادری بر
 اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم فرمایا اور اب وہ سنی بریلوی ہو چکے ہیں اللہ الحمد۔
 لیجئے وہ تاریک گوشے بے نقاب ہوتے دیکھئے جنہیں دیوبندی مصلحت
 مخفی رکھنے کا تقاضا کرتی ہے۔

پہلا فتویٰ :- دو جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے
 وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ
 کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا، لے

مذکورہ بالا عبارت میں ایک ایک لفظ واضح اور غیر مبہم ہے یعنی حضرت
 ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ اور
 حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آخری صحابی

تک کسی کو بھی کافر کہنے والا شخص لعنتی ہے اور مسجد کی امامت کا حقدار نہیں
البتہ صحابہ کرام کو کافر کہنے کی وجہ سے وہ سنی مسلمان ہی رہے گا کیونکہ صحابہ کو کافر
کہنا گناہِ کبیرہ ہے کفر نہیں۔

پہلا سوال :- کیا عبارت کے مفہوم میں ہم نے کوئی ہیرا پھری کی
ہے یا حوالہ غلط دیا ہے یا عبارت کے اندر کانٹ چھانٹ اور کٹر بیونت سے
کام لے کر دھوکہ دہی کی ہے؟ اگر ایسی بات ہے تو وضاحت فرمائیے۔

نوٹ :- ایک دیوبندی عالم فرمانے لگے کہ دیکھئے جناب انگلوہی
صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ ایسا شخص ملعون ہے اور اُسے امام مسجد بنانا
حرام ہے۔ اس کے علاوہ اور وہ کیا کہتے۔ اتنی شدت تو کر دی ہے، لعنتی
کہہ کر کچھ باقی نہیں رکھا۔ حضرت صاحب کا لہجہ چونکہ سخت ہو
گیا تھا اس لیے ہم نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ گنگوہی صاحب نے
سب کچھ باقی ہی رکھا ہے کہا کچھ بھی نہیں۔ لفظ ملعون کے اندر
فی نفسہ بڑی شدت اور سختی پائی جاتی ہے مگر فتوے کے اندر بیان کیا
جانے والا جرم (یعنی صحابہ کرام کو کافر کہنا) دیکھا جائے تو یہ ملعون
والی شدت اور سختی محض ابریشم کی طرح گداز اور نرم و نازک دکھائی
دینے لگتی ہے بلکہ رافضی کو تو اور بھی پاکیزہ، پیاری، خوشنما اور سہلی سی
معلوم ہوتی ہوگی۔

”ملعون“ کا مطلب ہے لعنت کیا گیا یعنی لعنتی شخص۔ قرآن
مقدس میں جھوٹ بولنے والوں پر بھی اللہ کی لعنت کی گئی ہے۔ فرمایا گیا
فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ گو یا جھوٹ بولنے والا شخص قرآن کی رُو سے
ملعون ہے۔ لعنتی ہے۔

دوسرا سوال :- دُنیا میں ہزاروں مسلمان روزانہ کئی کئی مرتبہ
جھوٹ بولتے ہیں۔ قرآن کی رُو سے سب ملعون ہوئے مگر ملعون ہونے

کے باوجود وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے تو بتائیے : —

(ا) جھوٹ بولنے کی وجہ سے وہ ملعون ہوئے یا نہ؟

(ب) ملعون ہو کر بھی وہ مسلمان ہی رہے یا نہ؟

(ج) اگر ملعون ہو کر بھی وہ مسلمان ہی رہے تو گنگوہی صاحب کے فتوے میں صحابہ کی تکفیر کرنے والے کو اگر ملعون کہہ دیا گیا تو کہنے والے پر کیا شدت اور سختی باقی رہی؟

(د) صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والا ملعون ہے یا کافر؟

ضروری وضاحت :- رہی بات امام مسجد بنانے کی تو ایک مسلمان بے شمار وجوہ سے مسلمان ہو کر بھی امامت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتا۔ مثلاً دائرہ مبارک ہی کو لیجئے کہ اگر کوئی دائرہ ہی منڈاتا ہے تو اسے امام مسجد نہیں بنایا جاسکتا۔ اسی طرح بے شمار وجوہ ہیں یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ چونکہ گنگوہی صاحب نے صحابہ کرام کو کافر کہنا گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب شخص کے بارے میں جناب گنگوہی صاحب نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں : —

”جو شخص کسی کبیرہ کا مرتکب ہو اُس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔“ لیجئے اب تو مطلق حرام بھی نہیں رہی بلکہ حرام کے قریب قریب ہے۔ پہلے فتوے میں صحابہ کی تکفیر کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور اس دوسرے فتوے میں گناہ کبیرہ کے مرتکب شخص کی امامت مکروہ تحریمی ٹھہری لہذا پہلے فتوے میں بھی جو گنگوہی صاحب نے امامت کو حرام لکھا ہے اُس سے مراد مکروہ تحریمی ہی لیا جائے گا۔

تیسرا سوال :- جب ایک مسلمان بھی چند وجوہ سے امام مسجد نہیں بنایا جاسکتا اور گنگوہی صاحب کے مطابق کبیرہ کے مرتکب کی امامت مکروہ تحریمی

ہے تو بتائیے فتوے کے اندر بیان کیے گئے جرم کے مطابق کون سی شدت اور سختی باقی رہی؟
 دیوبندی اٹکل پچھو :- قریب ہی ایک اور دیوبندی عالم تشریف رکھتے تھے، فرماتے تھے کہ دراصل کتابت کی غلطی کی وجہ سے لفظ "نہیں" کا اضافہ ہو گیا یعنی اصل عبارت تو اس طرح تھی کہ
 "اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہو گا۔" مگر کاتب کی غلطی کی وجہ سے "خارج نہیں ہو گا۔" کے الفاظ آ گئے۔

ہم نے پھر عرض کیا کہ اگر آپ کے قول کے مطابق جملہ اس طرح مان لیا جائے کہ
 "اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہو گا۔" تو آپ کے لیے اس سے اور زیادہ مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔
 مینے اور جواب دیجئے۔

چوتھا سوال :- (۱) پہلی بات یہ کہ گناہ کبیرہ کے سبب کوئی بھی سنتی اہل سنت و جماعت سے خارج نہیں ہوتا۔ اگر گناہ کبیرہ کے سبب کوئی اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے تو کتب معتبرہ سے ثابت کیجئے؟
 (ب) دوسری بات یہ کہ اگر واقعی گناہ کبیرہ کے سبب کوئی سنت و جماعت سے خارج نہیں ہوتا اور آپ بھی اس پر متفق ہیں تو پھر جو یہ کہتا ہے کہ "وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت و جماعت سے خارج ہو گا۔" وہ جھوٹا ٹھہرا۔ یعنی گنگوہی صاحب جھوٹے کہلاتے ہیں گے اور اگر آپ ان کو جھوٹا منوانے پر تامل گئے ہیں تو کیا جھوٹ بولنے والا شخص ملعون نہ ہو گا؟

(ج) تیسری بات یہ کہ جھوٹ بول کر گناہِ کبیرہ کا مرتکب شخص امام مسجد نہیں بن سکتا۔ بتائیے جنہوں نے گنگوہی صاحب کو امام مسجد بنائے رکھا اُن کی غاذوں کا کیا بنے گا؟

(د) چوتھی بات یہ کہ بالفرض یہ جھوٹ نہیں بلکہ فتویٰ دینے والے کی کم علمی، کم فہمی اور نا اہلی ہے تو بتائیے کہ کیا ایسا شخص امام ربانی اور قطب الاقطاب وغیرہ کہلانے کا حق دار ہے؟ گویا یہ القابات بھی مرتع جھوٹ ٹھہرے اور جھوٹ گناہِ کبیرہ۔ لہذا گنگوہی صاحب کے فتوے کی زد میں آپ لوگ خود بخود آ گئے۔ اب فتویٰ ایک بار پھر ملاحظہ فرما لیجئے اور دیکھئے کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب کون ہوتا ہے؟

عمر ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔
(س) پانچویں بات یہ کہ گنگوہی صاحب کے فتوے کی عبارت اگر اس طرح تسلیم کر لی جائے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے اور اصل تحریر یوں ہے:

”گناہِ کبیرہ کے سبب سنتِ جماعت سے خارج ہو گا۔“
تو پھر یقین فرما لیجئے کہ اس کائنات میں مسلمانوں کی اکثریت سنی نہیں بلکہ اکثر اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھے ہیں۔ اس لیے کہ ہم میں معصوم تو ہے کوئی نہیں اور ہر کسی سے کسی نہ کسی موقع پر جانے ابجانے میں گناہِ کبیرہ ضرور سرزد ہوا ہو گا۔ بالفرض کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہو بھی تو کم از کم نشانہ ہی نہیں ہو سکتی اور التَّادِرُ کا لُغَوِیُّم کے مصداق اُس کی دلیل نہیں دی جاسکتی۔ تو پھر ذرا اُس آدمی کا نام بتا دیجئے جو گناہِ کبیرہ نہ کرنے کے سبب سنتِ جماعت سے خارج نہیں بلکہ سنی مسلمان ہے؟ لہذا آپ کی اس دلیل سے اصلی سنی بھی گئے اور آپ کی نام ہنادِ سنیت تو پہلے ہوا میں پرواز ہو گئی۔

(من) چھٹی بات یہ کہ شروع سے آج تک ایک ہی فتویٰ تحریر ہو رہا ہے جس میں ”نہ“ کا لفظ موجود چلا آرہا ہے۔ اگر آپ کہیں کہ ایسا نہیں تو پھر وہ نسخہ دکھا کر اپنی سچائی کا ثبوت پیش کر دیجئے (جس نسخے میں اس فتویٰ کے اندر ”نہ“ کا لفظ موجود نہیں ہے) وگرنہ اقرار کر لیجئے کہ ہمارا کہنا صاف جھوٹ ہے اور جھوٹ ہی ازل سے ہماری گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ بہر حال جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور کبیرہ کا ترکیب ملعون اور لائق امامت نہیں۔ ایسا نسخہ ذرا پیش کر کے دیکھیں تو ہسی! دیکھیں پھر آپ کی گردن پر کتابو جھ اور پڑ جائے گا۔ — یعنی کسی کا سنی ہونا پھر کیسے ثابت کریں گے —؟

اب فقط ایک ہی بات رہ جاتی ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ کے موجودہ فتوے ہی کو درست اور صحیح تسلیم کر لیا جائے اور موجودہ علمائے دیوبند گنگوہی صاحب کے اس ارشاد کو اپنے فتوؤں میں سند بنا کر پیش کیا کریں کہ صحابہ کرام کو کافر کہنے والا شخص کافر نہیں ہو گا بلکہ سنی کا سنی رہے گا۔ — یاد رہے کہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی سے جو ”فتاویٰ رشیدیہ“ کا اشتہار دیا جاتا ہے اُس پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہوتی ہے۔ ”آج بھی علمائے کرام دیوبند مولانا گنگوہی کے فقہی ارشادات کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔“

کوئی شیعہ اگر اس گنگوہی فتوے کو ”صحابہ“ کے سامنے بطور سند پیش کر دے تو قبول نہ کرنے کی وجہ بتلائیے۔

پانچواں سوال :- اگر موجودہ فتوے کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر سارے صحابہ کرام کو معاذ اللہ کافر ماننا پڑے گا اس لیے کہ کفر کا فتویٰ ایک طرف تو لوٹ کر ضرور جاتا ہے جب صحابہ کرام کو کافر کہنے والا مسلمان کا مسلمان ہی رہا تو مطلب یہ ہوا کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک

صحابہ کرام واقعی کافر ہیں (ایضاً باللہ) کیونکہ کفر کا فتویٰ اُستی کی طرف نہیں لوٹتا بلکہ صحابہ کرام پر ہی عائد ہوا۔

(۹) یہ فتویٰ درست تسلیم کرنے والا بھی کافر ہو گا یا نہیں ؟
(ب) جس نے یہ فتویٰ دیا ہے آپ کے نزدیک اُس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی ؟

(ج) ایسا فتویٰ دینے والے کو پکا پچاسٹی و مومن، امام ربانی اور قطب عالم کہا جائے یا پر لے درجے کا نااہل ؟ کہ جس کو ابھی تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ صحابہ کی تکفیر سنی کرتے ہیں یا رافضی۔

(د) صحابہ کرام کی تکفیر جب آپ (سیدہ صحابہ) کے نزدیک بھی کفر ہے تو ایسا فتویٰ دینے والے کو درجنوں معزز و محترم القاب لگا کر عقیدت سے سر جھکانے والوں پر کیا فتویٰ عائد ہو گا ؟

سوال : کفر کی حمایت کفر ہے یا نہیں ؟
نوٹ :- یاد رہے کہ مجموعی جواب ہرگز قابل قبول نہ ہو گا۔

ایک اور دیوبندی عالم صاحب نے فرمایا کہ آپ بھی بڑے فریسی اور دھوکہ باز ہیں۔ اس لیے کہ جو فتوے ہمارے کام کے ہیں انہیں تو آپ لیتے ہی نہیں۔ بس اپنے فائدے کی جو تحریر نظر آتی ہے کہے جاتے ہیں۔ ہم نے فوراً اُن کے منہ پر ہاتھ رکھ کر زبان بندی کی جسارت کی اور ان کی امان پاکر عرض کیا۔ صاحب! گھبرائیے نہیں۔ ہم فریب اور دھوکہ دینے والوں پر چار حرف بھیجتے ہیں۔ آپ ناحق ناراض ہوتے ہیں تو لیجئے ہم ”فتاویٰ رشیدیہ“ کے وہ فتوے لے رہے ہیں جنہیں آپ اپنے مطلب اور کام کے بتاتے ہیں۔ اگر ضد، ہٹ دھرمی اور تعصب سے بالاتر ہو کر آپ نے ہمارے کئے گئے تجزیے پر غور فرمایا تو ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ ویسے ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آپ کی عقیدت کے

رُو برو دنیا کی ہر معقول سے معقول دلیل بھی بے کار ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں رافضیوں کے خلاف پہلا فتویٰ یہ ہے :-

سوال :- رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز جو کہ اصحاب ثلاثہ

کی شان میں کلمات بے ادبی کہتا ہے پڑھنی چاہیے یا نہیں ؟

جواب :- ایسے رافضی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں لہذا اس

کی صلوٰۃ جنازہ پڑھنی نہ چاہیے۔

اب جواب کی حقیقت بغور ملاحظہ فرمائیے۔ پہلی بات یہ کہ سوال کرنے

والے نے صرف رافضی نہیں لکھا بلکہ ”رافضی تبرائی“ لکھا۔ اور جواب میں

گنگوہی صاحب فرماتے ہیں ”ایسے رافضی کو“ یعنی رافضی تبرائی کو۔ مطلب یہ

کہ جو رافضی تبرائے کرتا ہو۔ اُس کے متعلق نہ یہ فتویٰ ہے اور نہ اتنی شدت۔

اب آپ ہم سے یقیناً پوچھیں گے کہ یہ باتیں فتوے میں کہاں لکھی ہیں۔ تو ہم

کہیں گے کہ سوال میں ”رافضی تبرائی“ کو پڑھیں اور پھر جواب میں لفظ

”ایسے“ کو سامنے رکھیں۔ ہماری باتیں از خود برآمد ہو جائیں گی جو رافضی

تبرائے کرے اور شان صحابہ میں زبان بند رکھے اُس کے لیے یہ فتویٰ

بہرگز نہیں۔ جبکہ اصل بات یہ ہے کہ رافضی، رافضی ہی ہے چاہے تبرائی

کرے یا نہ کرے، اُس کے دیگر عقائد تو واضح ہیں۔ رافضی کہتے ہی اُسے

ہیں کہ جو عقائد میں غالی ہو۔

دو سمرے یہ کہ گنگوہی صاحب نے جو کہا کہ ”اکثر علماء کافر فرماتے

ہیں“ اس سے ثابت ہو گیا کہ رافضی تبرائی جو کہ اصحاب ثلاثہ کی شان

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۵۶۔

نوٹ :- فتاویٰ رشیدیہ کے صفحہ ۲۵۶ پر تعزیر داروں اور مرثیہ

خوانوں کو فاسق لکھا گیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی نماز جنازہ ضرور پڑھیں

میں بے ادبی کے کلمات کہتا ہو وہ تمام علماء کے نزدیک کافر نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے مصدقہ کچھ ایسے علماء بھی ہیں جو رافضیوں تبرائیوں کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ تو یہاں گنگوہی صاحب کا فتویٰ مکمل کفر ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ احتیاط کی بناء پر ہے۔ اور الفاظ ”صلوٰۃ جنازہ پڑھنی نہ چاہیے“ میں نہ چاہیے سے احتیاط ثابت ہے۔ یعنی بہتر ہے کہ نہ پڑھی جائے۔ اس فتوے میں مطلق ممانعت ہرگز ثابت نہیں۔

تیسرے اس بات پر بھی توجہ فرمائیے کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک جو علماء رافضیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ یقیناً گنگوہی صاحب ہی کے مسلک کے ہوں گے نہ کہ کوئی بریلوی۔ کیونکہ بریلوی اُن کے یا آپ لوگوں کے نزدیک عالم ہیں ہی کب؟

چھٹا سوال: (ا) جنائیے جن علماء کے بارے میں گنگوہی صاحب کا خیال ہے کہ وہ رافضی تبرائی کو کافر نہیں کہتے وہ علماء ایک رافضی تبرائی کو کافر نہ کہہ کر کون سے فتوے کی زد میں آئے؟ (خیال ہے کہ غالی شیعہ ہی کو رافضی کہا جاتا ہے)

(ج) اگر یہ کہا جائے کہ گنگوہی صاحب خود تو اُنہیں علماء کے فتوے پر عمل کر رہے ہیں اور نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر رہے ہیں جو رافضی تبرائی کو کافر سمجھتے ہیں لہذا گنگوہی صاحب بھی اُنہیں کافر ہی سمجھتے ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ محض احتیاط کی بناء پر ہے اور اُنہوں نے اس میں اپنا ذاتی عقیدہ ہرگز بیان نہیں کیا بلکہ ساری بات ”اکثر علماء“ کہہ کر اُن کے سرِ مڑھ دی ہے۔ اور اگر اسے اُن کے ذاتی خیال بھی سمجھ لیا جائے تب بھی رافضیوں کی تکفیر نہ کر نیوالوں کو بھی تو وہ مسلمان بلکہ عالم سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

لے الحمد للہ کہ شیعہ مناظر تاج الدین حیدری کو ہم نے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اور پھر رافضی تو اپنے عقیدہ میں بھی سخت غلو کرتا ہے۔ وہ نہ صرف اصحاب ثلاثہ کی شان میں بے ادبی کرتا ہے بلکہ انہیں کافر و منافق سمجھتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو منافقہ کہتے ہیں جیسا کہ شیعہ فخر محمد حسین ڈھکو نے اپنی کتاب "تجلیات صداقت" میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کو منافقہ لکھا ہے۔ اور منافقوں کی صفات کو کافروں سے بھی زیادہ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ رافضی اصحاب ثلاثہ اور اُم المؤمنین کو کفار سے بھی پرے درجے کا سردار جانتا ہے۔ رافضی حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ایسے ہی پوائنٹ پر گرفت میں لیا تھا کہ ان کے جو علماء موجودہ قرآن مجید کو صحیح و سالم اور غیر تحریف نہیں مانتے بلکہ انہیں تغیر و تبدل اور آیات کی کمی کا عقیدہ رکھتے ہیں، حیدری صاحب کے نزدیک وہ علماء بھی اُن کے لیے انتہائی قابل احترام ہیں۔ قرآن کریم کو نامکمل اور تحریف شدہ مانتے والا جب مسلمان ہی نہیں تو اس کو نہ صرف مسلمان بلکہ اپنے مذہب کا امام تک مانا جاتے تو یہ عقیدت مندرکس کھاتے میں گئے حیدری صاحب نے ان کے بارے میں فقط اتنا کہا تھا کہ "ہاں یہ عقیدہ گمراہی ہے۔" ہم نے حیرت سے کہا کہ گمراہی یا کفر؟ بات واضح کریں بلکہ لکھ کر دیں۔ یہ وہ مقام تھا جہاں ایک شیعہ نے اُٹھ کر کہا کہ مولانا صاحب! اس نے آپ کو ایسی لائن پر لگا دیا ہے کہ آخر میں آپ کا کفر ثابت ہو جائے گا۔ خود حیدری صاحب زندہ ہیں، گواہ سب کے سب موجود ہیں تو پھر جان بوجھ کر ان لوگوں نے گفتگو کی فضا خراب کر دی۔ تو ہمارا یہ بات کرنا مطلب یہ ہے کہ جب موجودہ سپاہ صحابہ کے نزدیک رافضی مطلق کافر ہے تو پھر وہ علماء بتائے جو رافضی کو کافر نہیں کہتے اور گنگوہی صاحب ایسے علماء کا احترام کر کے کہاں پہنچے؟ (حاشیہ صفحہ موجودہ) یاد رہے کہ ہماری خطا و کتابت شیعہ عالم محمد حسین ڈھکو (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

الکریم کو سوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل و برتر جانتا ہے وہ قرآن مجید کو صحابہ کرام کے جمع کرنے کی وجہ سے نامکمل مانتا ہے کہ صحابہ کرام نے اس میں کمی بیشی اور گڑ بڑ کر دی ہے۔

رافضی کا عقیدہ راجعت بھی مشہور و معروف ہے۔ وہ عقیدہ یہ ہے کہ اس دنیا میں ایک بار پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی اور حسین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین زندہ ہوں گے اور حضرت عائشہ اور اصحاب ثلاثہ کو قبروں سے نکال کر چُن چُن کر سزا دیں گے اور خوب ذلیل و رسوا کریں گے۔

یہ تو شیعہ صاحبان ہی جانتے ہوں گے کہ قرآن نے جسے مومنوں کی ماں کہا ہے اُسے سزا دیتے وقت حضرت امام حسن و حسین یا مولا مشکل کشا حضرت علی کو یہ آیت یاد ہوگی یا نہ ہوگی۔ بظاہر تو شیعہ مجبور ہیں نہیں کہہ سکتے دل میں شاید عقیدہ رکھتے ہوں کہ وَآزَوَاجُهُ أَهْلُهَا ثُمَّ دَعَىٰ مَوْمِنِينَ إِلَىٰ مَاؤُنَّ وَالْآيَةُ بِمَنْ مَحَبَّتِہِمْ نے اپنے پلے سے ڈال دی ہوگی۔

وہیے یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ متعصب شیعہ مصنف عبد الکریم نے اپنی کتاب ”نہار تمہاری دس ہماری“ میں لکھا ہے کہ سنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سے بھی رہی۔ انہوں نے بھی قرآن کریم کو نامکمل اور محرف شدہ ماننے والے علماء پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ اُن کا احترام کرتے ہیں۔ اُن کی یہ تحریر بہارِ پاس موجود ہے۔ لہذا ثابت ہو کہ ان لوگوں کے نزدیک چاہے قرآن کو مکمل مانا جائے تب بھی مسلمان اور نامکمل مانا جائے تب بھی مسلمان کا مسلمان ہی رہے گا۔

جو قرآن ملتے ہیں وہ درحقیقت خود نامکمل قرآن مانتے ہیں کیونکہ ہمارا جو قرآن امام مہدی لے کر آئیں گے اُس میں ہمارے ملک پاکستان کا ذکر بھی موجود ہے جبکہ سُنیوں کے قرآن میں پاکستان کا کہیں ذکر نہیں۔ ہاں تو رافضی جب ایسے ایسے عقائد کا مالک ہو تو ان کے عقائد کی موجودگی میں گنگوہی صاحب کا مصدقہ جو عالم اُسے کافر نہ کہے تو کس فتوے کی زد میں آئے گا؟ اور ایسے علماء کو احتراماً علماء لکھنا، سمجھنا علیّت ہے یا پر لے درجے کی جاہلیت؟ ان سب پر تو یہ ضروری ہوئی یا نہ؟

(یہ ہمارے چھٹے سوال کی جڑ کا سوال ختم ہوا)

(ج) شاید آپ اس طرح نہ سمجھیں۔ ہم یہاں مرزائیوں کا ذکر کر کے گنگوہی صاحب کے فتوے کو دوپہر کے اُجالے میں لے آتے ہیں۔ سوال: مرزائی کے جنازہ کی نماز جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا

بنی مانتا ہے۔ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ جواب: ایسے مرزائی قادیانی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں لہذا اُس کی صلوٰۃ جنازہ پڑھنی نہ چاہیے۔

اب تو آنکھیں کھل گئی ہوں گی کہ فتوے میں مرزائی قادیانی کو مطلق کافر نہیں کہا جا رہا بلکہ چند علماء ایسے بھی ہیں جو مرزائیوں کو کافر نہیں کہتے۔ تو اب ”صیاح صحابہ“ والے بتائیں کہ اگر رافضی اور مرزائی کے کفر میں کوئی فرق نہیں تو پھر جو علماء ان دونوں کو مسلمان سمجھیں اور تکفیر نہ کریں وہ خود بھی مسلمان رہیں گے یا کافر ہو جائیں گے؟ اور اگر وہ تکفیر نہ کر کے کافر ہو گئے تو ان کو مسلمان علماء میں شمار کرنے والا کون ہوا؟ امام ربانی، قطب عالم یا.....؟

یہاں ہمیں اچانک خیال آ گیا ہے کہ اب بھی اکابر کی عقیدت کسی زبان سے یہ کہلوا سکتی ہے کہ گنگوہی صاحب تو مرزا غلام احمد کے جھوٹے

دعویٰ نبوت سے قبل ہی دُخصت ہو گئے تھے اور باقی ان کے زمانے کے علماء بھی شاید سب کے سب مرکھپ گئے ہوں جن کا ذکر انہوں نے فتوے میں کیا ہے۔ تو جواباً عرض ہے کہ ہم نے زمانہ نہیں دیکھنا بلکہ عقیدہ دیکھنا ہے۔ جس طرح ”سپاہ صحابہ“ والے نعرہ لگاتے ہیں کہ رافضی اور مرزائی کے کُفر میں کوئی فرق نہیں اسی طرح وہ یقیناً یہ نعرہ بھی لگا سکتے ہیں کہ رافضی اور مُصلحہ کذاب کے کُفر میں کوئی فرق نہیں۔ تو کسی کا کُفر اور اسلام عقیدے سے وابستہ ہوتا ہے زمانے سے نہیں۔ ہم نے جو سوال و جواب میں مرزائی کی مثال دی ہے وہ اسی لیے دی ہے کہ ایسے عقیدے کے مالک کو آپ کس طرح مسلمان سمجھیں گے اور سوچیں کہ گنگوہی صاحب کے ہم مسلک نجدی علماء انہیں کیوں کر مسلمان سمجھتے رہے اور گنگوہی صاحب ایسے واپس علماء کا کیونکر احترام کرتے رہے؟

”فتاویٰ رشیدیہ“ میں رافضیوں کے خلاف دوسرا بھر پور فتویٰ

یہ ہے :—

سوال :- جو عورت مُنّیہ رافضی کے تحت میں بعد ظہورِ رُفص کے بخوشی خاطر رہ چکی ہو، پھر رُفص یا دوسری شے کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علیحدہ ہو جائے اور رُستی سے نکاح کر لے تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کے کیا حکم رکھتا ہے اور اولاد رُستی کی اگر رافضی ہو جائے تو پھر رُستی کے ترکہ سے محروم الارث ہو گئی یا نہیں؟

جواب :- جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتویٰ اول سے ہی بطلان نکاح کا دیتا ہے اس میں اختیارِ زوجہ کا کیا اعتبار ہے۔ پس جب چاہے علیحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے اور جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح

اول صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم علیٰ ہذا۔ رافضی اولادِ سُنی کو ترکہ سُنی سے نہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہم نے جس دیوبندی سے بات کی اُس نے فوراً گنگوہی صاحب کی صفائی اسی فتوے سے پیش کی کہ دیکھئے انہوں نے اپنا عقیدہ یہ بیان کیا ہے کہ ”بندہ اول مذہب رکھتا ہے“ یعنی رافضی کو کافر سمجھتا ہوں۔ مگر افسوس کہ پورے فتوے پر غور نہیں فرمایا جاتا۔ بس اپنے مطلب کا ایک ٹکڑا لیا اور آسمان سر پر اٹھایا جیسے واقع جواب ہو گیا۔ ہمارا اصول یہ ہے کہ پوری عبارت لیجئے۔ مباح و مباق دیکھ کر پھر فیصلہ کیجئے۔ جیسا کہ ”متحدیر الناس“ اور ”براہین قاطعہ“ کا مباح و مباق دیکھ کر علمائے اہلسنت نے اُن پر فتویٰ دیا۔

لیجئے ہمارے سوالات اور تبصرہ پڑھیے۔ انصاف کی کوئی حق آپ میں موجود ہو تو جواب دیجئے۔

ساتواں سوال :- (۱) بتائیں کہ رافضی مطلق کافر ہے یا نہیں۔

(ب) رافضی کے کفر میں جو شک کر لے اور کافر نہ کہے بلکہ مسلمان ہی کہے وہ کون ہے؟

(ج) اگر رافضی ہر طرح سے مطلق کافر ہے تو پھر گنگوہی صاحب کی اس تحریر کا مطلب بتائیے۔

”جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر (یعنی سُنی عورت کا رافضی خاوند سے علیحدہ ہونا) ہرگز درست نہیں۔“

کیا یہ فتویٰ بھی گنگوہی صاحب کا نہیں؟
 (۵) اُن علماء کی نشاندہی کیجئے جو رافضیوں کو محض فاسق کہتے ہیں۔
 گنگوہی صاحب جنہیں ”علماء“ کہہ رہے ہیں وہ یقیناً اُن کے ہم مسلک
 ہی ہو سکتے ہیں۔ بریلوی تو اُن کے نزدیک بدعتی اور مشرک ہیں۔
 فتوے کو ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں تاکہ ہمارا تبصرہ آپ کے دل و
 دماغ میں اُتر جائے۔

دیکھیے فتوے کے تین حصے ہیں۔ تینوں حکم گنگوہی صاحب کے اپنے ہیں۔
 پہلا حصہ: ”جس کے نزدیک رافضی کا فرہے۔“ ان الفاظ سے
 پتہ چلا کہ گنگوہی صاحب کے ہم مسلک تمام علماء رافضیوں کو کافر نہیں
 کہتے۔ اسی لیے گنگوہی صاحب نے الفاظ ”جس کے نزدیک“ استعمال
 کیے ہیں۔ اور گنگوہی صاحب کا یہ کہنا کہ ”بندہ اول مذہب رکھتا ہے۔“
 کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی رافضیوں کو کافر سمجھتا ہوں۔

دوسرا حصہ: ”اور جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر
 ہرگز درست نہیں۔“ بتائیے کیا یہ فتویٰ بھی گنگوہی صاحب کا نہیں۔
 فتوے کے اس حصے سے گنگوہی صاحب کا یہ کہنا کہ ”بندہ اول مذہب
 رکھتا ہے۔“ ایک قسم کا رد ہو گیا۔ کیونکہ آپ کے قطب ربانی کا فرمان یہ
 بھی ہو گیا کہ میرے ہم عقیدہ وہ ہم مسلک علماء کہ جن کا میں ہتھ دل سے
 احترام کرتا ہوں اور انہیں کے فتووں پر عمل خود بھی کرتا ہوں، انہیں
 اپنے رہبر و راہنما جانتا ہوں اور اُن کی عبارتوں کو بطور سند پیش کرتا
 ہوں، ایسے بھی ہیں جو رافضی کو کافر نہیں بلکہ فاسق کہتے ہیں لہذا انہیں
 چاہیے کہ وہ نکاح کے باطل ہونے کا حکم ہرگز نہ دیں بلکہ مستی عورت کا
 نکاح شیعہ مرد سے رہنے دیں کہ دونوں مسلمان ہیں اور نکاح صحیح ہے
 چونکہ گنگوہی صاحب کے نزدیک رافضی کے کفر میں اُن کے ہم مسلک علماء

کا اختلاف ہے جیسا کہ ثابت ہو گیا ہے اور مزید عبارات بھی آرہی ہیں اس لیے ”پاؤ صحابہ“ والے رافضی کے بارے میں مطلق کفر کا حکم نہیں لگا سکتے اور گنگوہی صاحب کے فتوے کی روشنی میں نہ یہ اجماعی حکم کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ گنگوہی صاحب تو ہر صورت ہر طرح سے اُن کے اپنے فتوے کی زد میں بڑی طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ تو رافضی کے فاسق ہونے کا فتویٰ بھی گنگوہی صاحب کا اپنا ہے۔ مزید وضاحت سے قبل تیسرا حصہ بھی دیکھ لیں۔

تیسرا حصہ :- فتوے کا تیسرا حصہ آخری سطر میں ہے کہ سنی باپ کی رافضی اولاد کو ترکہ نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ رافضی گنگوہی صاحب کے نزدیک کافر ہے۔ اور مسلمان باپ کی کافر اولاد کو ترکہ نہیں ملا کرتا۔ ہم نے مکمل دیانتداری سے جو کچھ فتوے کی عبارت سے برآمد ہو رہا تھا مقصد و مطلب آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ”بندہ اول مذہب رکھتا ہے۔“ اور سنی ترکہ سے رافضی کو کچھ نہ ملے گا، الفاظ پر کوئی دیوبندی جتنا بھی اُچھلے کودے اور شور مچائے سب کا سب بیکار ہے۔ باوجود اقرار کے یہ فتویٰ سود مند نہیں۔ اس فتوے کے دونوں رخ کہ رافضی کافر ہے اور رافضی کافر نہیں بلکہ فاسق ہے اس طرح چمک دمک رہے ہیں جس طرح کہ دوپہر کے وقت سورج۔ اب ہم مثال پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اس مثال میں سوال و جواب دونوں ہیں۔ اختصاراً عرض کیے جاتے ہیں۔

سوال :- جو عورت سنیہ قادیانی مرد کے نکاح میں رہ چکی ہو پھر مرزاہیت یا کسی دوسری شے کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علیحدہ ہو جائے اور سنی مرد سے نکاح کر لے تو یہ نکاح بلا طلاق مرزائی قادیانی کے کیا حکم رکھتا ہے ؟

جواب : جس (دیوبندی عالم) کے نزدیک مرزائی قادیانی کافر ہے وہ فتویٰ اول سے ہی بطلان نکاح کا دیتا ہے اور جو (دیوبندی عالم) مرزائی قادیانی کو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے۔

”سیاہ صحابہ“ کے نزدیک جب قادیانی اور رافضی کے کفر میں کوئی فرق نہیں تو پھر وہ سوتج سمجھ کر بتائیں کہ گنگوہی صاحب کے محترم علماء کس کھاتے میں جائیں گے جو رافضیوں کو صرف فاسق یعنی مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اور گنگوہی صاحب ایسے علماء کو اپنا رہبر و راہنما مان کر کون سے فتوے کی زد میں آئیں گے ؟

آج کے شیعہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو مکمل مانتے ہیں۔ مگر دوسری طرف اُن علماء کا بھرپور احترام کرتے ہیں اور انہیں اپنا امام مانتے ہیں جنہوں نے قرآن کو تحریف شدہ و نامکمل لکھا۔ جب قرآن کو نامکمل ماننا کفر ہے تو پھر ایسے عقیدہ کا مالک کافر ہوا۔ جو کافر کو اپنا رہبر و راہنما ملنے اور رحمۃ اللہ علیہ لکھے وہ کون ہوا ؟

جب آپ رافضی کو مطلق کافر کہتے ہیں اور قادیانی کی طرح پکا کافر بلکہ دینا کا بدترین کافر کہتے ہیں تو جو علماء ان کی تکفیر نہیں کرتے وہ کافر ہوئے اور ایسے کافر علماء کو رہبر و راہنما ماننا، اُن کی عبارات کو بطور سند پیش کرنا اور احتراماً انہیں علماء لکھ کر فتوے دینا وغیرہ جب گنگوہی صاحب سے ثابت ہو گیا تو فرمائیے کہ جناب گنگوہی صاحب کہاں جا پہنچے — ؟

دیکھئے نا! ضیاء الرحمن فاروقی صاحب اور ضیاء القاسمی صاحب دونوں دیوبندی عالم ہیں اگر فاروقی صاحب لکھیں کہ میرے نزدیک رافضی کافر ہے لہذا سنی عورت کا نکاح کسی رافضی مرد سے ہرگز نہ کیا جائے

(اور اپنے فتوے میں ساتھ یہ بھی لکھیں کہ) البتہ جناب ضیاء القاسمی صاحب کے نزدیک چونکہ رافضی فاسق ہیں اور فاسق مسلمان ہی ہوتا ہے اس لیے ضیاء القاسمی صاحب سنی عورت کا نکاح رافضی مرد سے بے شک کر دیں وہ صحیح ہو گا۔ ہاں میں نکاح نہیں پڑھ سکتا کہ میرے نزدیک رافضی کافر ہیں۔

”سچاہ صحابہ“ والے خوب سوچ سمجھ کر بتائیں کہ فاروقی صاحب کے اس عقیدے کی کیا حیثیت باقی رہی کہ میں رافضی کو کافر ہی سمجھتا ہوں۔ کیا اب بھی کوئی دیوبندی اپنی اندھی عقیدت کے باعث گنگوہی صاحب کی صفائی میں یہ کہہ سکتا ہے ”کہ بندہ اول مذہب رکھتا ہے“ جنہیں آفاقی حقیقتوں اور سچائیوں کا انکار ہے وہ ہمارے دلائل کو بھلا کس خاطر میں لائیں گے انہوں نے تو ہمیں بریلوی ہونے کا طعنہ دینا ہے اور کہنا ہے کہ یہ سب دھوکہ، تعصب، فریب، دجل اور بلیس ہے بہر حال جن کا نصیب کالا ہے پھر بھی کالا ہی رہے گا۔ البتہ شاید ”زل گڑ“ یعنی ڈانواں ڈول قسم کا عقیدہ رکھنے والوں کو کچھ سوچنے اور حقائق کی تہہ تک پہنچنے کا راستہ مل جائے۔ اور وہ اپنا عقیدہ و ایمان بچا کر لے جائیں۔ اس دور میں اپنا ایمان بچا لینا ہی سب سے مشکل مرحلہ ہے۔

یہیں ہم مسلک دیوبند کے ایک اور اہم ستون کا ذکر کرتے ہیں یہ ستون وہی ہیں جن کا مقام و مرتبہ کھلی سطور میں بتایا جا چکا ہے۔ جی ہاں! یہ ہیں دیوبندی حکیم الامت جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب بقول مصنف ”جامع المجددین“ ختم نبوت کے ناگزیر ضمیمے۔ جنہوں نے قادیانی کی کتب سے بھرپور استفادہ فرمایا اور سات آٹھ کتب سے بلا حوالہ کتب اور نام چوری چوری صفحے در صفحے اپنی کتاب ”احکام اسلام عقل کی

نظر میں "درج کر ڈالے۔ فتاویٰ صاحب زندہ ہوتے تو ہم ضرور کہتے
 اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ
 رافضیوں کے متعلق ان کے پاس ایک فتویٰ آیا۔ سوال و جواب
 دونوں ملاحظہ فرمائیے۔

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستانی
 المذہب عورت بالغہ کا نکاح زید شیعہ مذہب کے ساتھ برہمنائے شرعی
 باپ کی تولیت میں ہو گیا دریافت طلب یہ امر ہے کہ سنی و شیعہ کا تفریق
 مذہب کے باعث نکاح جیسا کہ ہندوستان میں شائع ہے عند الفریق
 صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- نکاح منعقد ہو گیا لہذا سب اولاد ثابت النسب
 ہے اور صحبت حلال ہے۔

اور اسی جلد ۲ کے صفحہ ۸ پر لکھا ہے کہ شیعہ کے ہاتھ کا ذبح
 کیا ہوا جانور حلال ہے۔

سوالات سے قبل ہم صنفاً اکابر علمائے دیوبند کے چند اور فتوے
 درج کرتے ہیں۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب
 جنہیں دیوبندی امام البکیر اور حجت الاسلام والمسلمین کہتے ہیں اور
 جنہوں نے "تذییر الناس" میں صریحاً تحریر کیا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی
 صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا،
 جو اپنی وفات کے برسوں بعد جبکہ عنصری کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں تشریف
 لائے کیونکہ وہاں مدرسین میں جھگڑا کھڑا ہو گیا تھا۔ چنانچہ "امام البکیر" جبکہ
 عنصری کے ساتھ آئے اور مولوی رفیع الدین سے کہا کہ مولوی محمود الحسن سے

کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے۔
 قبر میں پڑے پڑے مدرسے کے جھگڑے کو علم غیب سے جانتے اور
 جسدِ عنبری کے ساتھ آکر نصرت و مدد کرنے کی تصدیق اشرف علی تھانوی
 صاحب کی کتاب ”ارواحِ ثلاثہ“ میں دیکھیے۔ اور جس دیوبندی کو یہ حوالہ نہ
 ملے وہ ہم سے رابطہ قائم کرے یہ
 تو ان نانوتوی صاحب کی سوانح عمری مرتب کرنیوالے مولوی مناظر
 احسن گیلانی صاحب ہیں جو خود بھی بازارِ دیوبند کے چمکتے دیمکتے سگے ہیں کوئی
 کھوٹا پیسہ نہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

”مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے شیعہ سے
 کہا کہ آپ لوگ شیعہ ہیں اور میں سنی ہوں۔ اصولِ نماز الگ
 الگ ہیں۔ آپ کے جنازے کی نماز مجھ سے پڑھوانی جائز کب
 ہوگی؟ شیعہوں نے عرض کیا کہ حضرت! بزرگ ہر قوم کا بزرگ
 ہی ہوتا ہے آپ نماز و جنازہ پڑھا ہی دیں۔ (نانوتوی صاحب
 نے) اُن کے اصرار پر منظور فرمایا اور جنازہ پڑھ چکے گئے۔۔۔۔۔
 نماز کیلئے کہا گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کر دی۔“
 اجمیر کے مولوی محمد یعقوب صاحب دیوبندی کے متعلق تھانوی صاحب

نے ”ارواحِ ثلاثہ“ میں درج اس واقعہ کو علما نے دیوبند کے نام بدل کر علمائے
 بریلوی کے ناموں کے ساتھ ایک دیوبندی عالم کے سامنے پیش کیا گیا۔ آؤ دیکھا
 نہ تاؤ۔ حضرت جی نے فوراً شرک کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اُسی وقت کتاب کھول کر
 سامنے کر دی۔ مولوی صاحب اپنے اکابر کے نام دیکھ کر ہکا بکارہ گئے۔ فوت
 گویائی جواب دینے والی تھی کہ منہ سے نکل ہی آیا ”یہ کتاب جلی ہے۔“
 ۱۰ حاشیہ سوانح قاسمی جلد ۲ صفحہ ۷۱ :-

لکھتے ہیں : —

”ایک درخت کے نیچے سے تعزیہ کے گزرنے پر شیعہ صاحبان اور ہندوؤں میں جھگڑا ہو گیا۔۔۔۔۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب نے سن کر فرمایا۔ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے لہذا اہل تعزیہ کی نصرت کرنی چاہیے۔“

ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ رافضیوں کی تکفیر کرنے والے علماء مسلک دیوبند سے ہی وابستہ ہیں لگے ہاتھوں گنگوہی صاحب کا پھر ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔ اُس کے بعد ہمارے سوالات۔ فتوے کے دونوں حصے دیکھئے۔

سوال :- جو شخص کہ حضرت مولانا مولوی اسماعیل صاحب شہید کو کافر اور مردود کہتا ہے تو وہ شخص خود کافر ہے یا فاسق۔ اگر وہ کافر ہے اس کے ساتھ معاملہ کفار کا سا کرنا جائز ہے یا نہیں۔۔۔۔۔

جواب :- مولانا محمد اسماعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں، تاویل کہتے ہیں اگرچہ وہ تاویل ان کی غلط ہے۔ لہذا ان لوگوں کو جو اسماعیل کو کافر کہتے ہیں، کافر کہنا اور معاملہ کفار کا کرنا چاہیے جیسا کہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے۔ حالانکہ وہ شیخین و صحابہ کو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے بھی آئمہ نے تناسخ کی تو مولوی محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو بطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔“

ہمارے دعوے کی پھر تصدیق ہو گئی کہ گنگوہی صاحب کی نظر میں ایسے ہم مسلک علماء موجود ہیں جو رافضیوں کی تکفیر نہیں کرتے باوجود یہ جاننے کے کہ ان کے عقیدے کے مطابق خلفاء ثلاثہ مومن نہیں۔ اور گنگوہی صاحب

نے اُن علماء کو آئمہ کا درجہ دیا ہے۔ اس فتوے سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ باطل و فاسد تاویل کے سبب اصحاب ثلاثہ اور حضرت علی کو کافر کہنے والے کافر نہیں۔ کیونکہ گنگوہی صاحب کے ہم مسلک آئمہ انہیں کافر قرار نہیں دے رہے۔
نکتہ: مولوی اسماعیل صاحب سے متعلق جواب میں گنگوہی صاحب نے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک روافض دوسرے خوارج (یعنی شیعہ اور خارجی) پھر بالترتیب گنگوہی صاحب نے دونوں گروہوں کا عقیدہ بھی بیان کیا ہے۔ رافضیوں کا عقیدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ خلفاء ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں۔ خوارج کا عقیدہ یہ بیان کیا ہے کہ وہ حضرت علی کو کافر کہتے ہیں۔
 (معاذ اللہ) تو ملاحظہ فرمائیے کہ جہاں گنگوہی صاحب نے رافضیوں کی تکفیر نہیں کی وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خارجی حضرت علی کو کافر کہتے ہیں اور وہ بھی گنگوہی صاحب کی زبانی۔

پہلا نکتہ: یہ کہ اس فتوے نے گنگوہی صاحب کے اُس فتوے کی تصدیق کر دی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ ”کسی بھی صحابی کی تکفیر کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔“

دوسرا نکتہ: یہ کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا گروہ بقول ”المہنت علی المفسد“ خارجیوں کا ایک گروہ تھا۔ علامہ شامی حنفی کے جواب سے اکابر علماء دیوبند مولوی خلیل احمد سہارنپوری، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمود الحسن وغیرہم بے شمار مولویوں نے اس کتاب میں درج شدہ اس بات کی تصدیق کی ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی کا گروہ خارجی گروہ تھا اور وہ سلف صالحین کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ یہ گروہ خارجی ہے۔ سلف صالحین یعنی حضرت علی وغیرہ کی معاذ اللہ تکفیر کرتا ہے اور اسی گروہ کے متعلق گنگوہی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ میں یہ ہیبت ناک فتویٰ دیا ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب ایک اچھا آدمی تھا، اُس کے عقائد عمدہ تھے اور

وہ شرک و بدعت سے روکنے والا تھا۔ نعوذ باللہ من هذا الخرافات۔
 ہمارا نکتہ آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ خارجی مولانا علی مشکینہ کشا کہ جس پر
 تمام امت مسلمہ اپنی نمازوں میں درود بھیجتی ہے، کو ایمان سے خارج قرار
 دے کر خود کائنات کے سب سے بڑے مومن بنے بیٹھے ہیں اور گنگوہی
 صاحب ان کی تعریفوں کے اسبار لگا رہے ہیں۔ گو یا حضرت علی کی تکفیر
 گنگوہی صاحب کے نزدیک بڑا عمدہ عقیدہ ہے۔

آمد م بر سر مطلب : اب ذرا تھانوی صاحب کا شیعہ مرد سے
 سنی عورت کے نکاح کا جائز کرنا۔ نانوتوی صاحب کا شیعہ میت کی
 نماز جنازہ پڑھانا، اہل تعزیر کی نصرت اور شیعہ کے ذبیحہ کا حلال ہونا
 نیز گنگوہی صاحب کے روافض و خوارج کی تکفیر نہ کرنے والے فتوے
 کو ذہن میں دوبارہ لائیے اور سوال ملاحظہ فرمائیے۔

آٹھواں سوال : امداد الفتاویٰ کے مطابق سنی عورت کا
 نکاح شیعہ مرد سے منع ہو گیا یا نہیں؟

(ب) تھانوی صاحب کے بقول اولاد ثابت النسب ہوگی یا لہذا؟
 (ج) قاسم نانوتوی صاحب نے جو شیعوں کی نماز جنازہ پڑھائی تو
 میت کو مسلمان سمجھ کر پڑھائی گئی یا کافر کے لیے مغفرت کی دعا طلب کرتے ہوئے؟
 (د) مولوی محمد یعقوب صاحب دیوبندی نے جو شیعوں اور ہندوؤں کو
 کفر و اسلام کا جھگڑا قرار دیا یہ درست ہے یا غلط؟

(ه) تھانوی صاحب نے امداد الفتاویٰ میں جو شیعہ کے ذبیحہ کو
 حلال لکھا ہے۔ بتائیے شیعہ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

(و) اہل تعزیر شیعہ ہیں یا کوئی اور۔ ان کی نصرت کا حکم دینا قرآن و
 سنت کی رو سے درست ہے یا غلط؟

(ز) مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کے مطابق جو شخص اصحاب ثلاثہ

اور حضرت علی کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جائے گا یا نہیں ؟

(ص) اگر نہیں ہوگا تو دلیل لائیے ؟

(ط) اور اگر کافر ہو جائے گا تو اس کو کافر نہ کہنے والے پر کیا فتویٰ

عائد ہوگا ؟

(ع) اُن علماء کے نام بتائیے جن کا ذکر گنگوہی صاحب نے

آئمہ کہہ کر کیا ہے اور کہلے ہے کہ وہ روافض و خوارج کی تکفیر نہیں کرتے۔

(ف) اگر آپ ایسے علماء کا نام بتانے کے درپے ہوں کہ جنہوں نے

روافض کی تکفیر نہیں کی تو آپ کا روافض پر فتویٰ کفر غلط اور آپ کا عقیدہ

پھر اُن علماء و آئمہ معہ گنگوہی صاحب کے خلاف ٹھہرے گا۔ اور اگر آپ کا

روافض پر فتویٰ کفر کا تو اُن علماء اور گنگوہی صاحب کے بارے میں

فیصلہ کیجئے کہ جنہوں نے مزہج کفر پر عقیدہ پر فتویٰ کفر نہیں دیا۔ مَتَّ شَكَّ فِي كُفْرِهِ

وَعَذَابُهُ فَقَدْ كَفَرَ كُذِّبَ فِي رُكْحٍ كَرَامٍ اِنَّا فِیْهِ صَادِرٌ مِّنَّا

وایسے تو دیوبندیوں کا ہر عقیدہ تضاد

دروغ گو حافظ نباشد | کا مجموعہ ہے۔ پانچ دس کتابیں پڑھیے

کہیں کچھ لکھا ہوگا کہیں کچھ۔ لیکن گنگوہی صاحب کا یہ تضاد بھی بڑا عجیب

ہے کہ رافضی تہرانی کے جنازہ والے فتوے میں کہا۔

”ایسے رافضی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں۔“

جبکہ مولوی اسماعیل کو کافر کہنے والے فتوے میں لکھا :-

”جیسا کہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے۔“

یعنی ایک فتوے میں یہ ہے کہ بہت سے علماء رافضیوں کو کافر کہتے ہیں

اور دوسرے فتوے میں بہت سے علماء رافضیوں کو کافر نہیں کہتے۔ یہ

ہیں وہ دیوبندی فتوے جنہیں فقہ حنفی کے انمول خزانے کہا گیا ہے (ٹائل)

اور یہ ہے وہ شجر علمی جسے جناب مولوی انور شاہ صاحب کشمیری بہت

سراہتے تھے (دیباچہ فتاویٰ رشیدیہ)
 دوسرا تماشہ یہ بھی دیکھئے کہ اس فتوے میں گنگوہی صاحب نے کہا
 کہ مولوی اسماعیل کو کافر کہنے والے کی تکفیر درست نہیں لیکن دوسرے
 فتوے میں کہا :-

”ایسے (شاہ اسماعیل جیسے) مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔“
 فتویٰ نویسی کا یہ ”عمدہ معیار“ ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکے گا۔
 اور ہاں! کیا ”سپاؤ صحابہ“ والے یہ بات قبول کر لیں گے کہ جو رافضی کسی تاویل
 سے خلفائے ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں اُن کو کافر نہ کہا جائے اگرچہ تاویل بھی
 باطل ہو۔

ایک اور فتویٰ: گنگوہی صاحب کے اُس فتوے کو ذہن
 میں رکھیے کہ صحابہؓ کی تکفیر کرنے والا امت جاعت سے خارج نہیں
 ہوتا اور اس فتوے کو بھی سامنے رکھیے جس میں یہ کہا کہ روافض و
 خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے۔ اور پھر فتویٰ درج ذیل بغور
 آنکھیں کھول کر ملاحظہ فرمائیے۔

”جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں اُن کے نزدیک تو اُس کی بغض
 کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہیے اور جو لوگ فاسق
 کہتے ہیں اُن کے نزدیک اُن کی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ (یعنی مسلمانوں
 کی طرح) ہونی چاہیے اور بندہ بھی اُن کی تکفیر نہیں کرتا۔“
 پہلے دو اور اس تیسرے فتوے کی روشنی میں گنگوہی صاحب کے اُس
 ”وغلے فتوے“ کی کج حیثیت باقی رہ جاتی ہے کہ ”بندہ اول مذہب رکھتا ہے“
 یعنی رافضی تبرائی کو کافر سمجھتا ہوں۔

ہماری یہ بات سن کر فوراً ایک دیوبندی کے کان کھڑے ہوئے۔
فرمایا کہ اس فتوے میں دراصل شیعہ سے مراد تفضیلیہ ہیں جو حضرت علی
کو خلفاء ثلاثہ پر فوقیت دیتے ہیں اور ایسے عقیدہ والے کو احمد رضا خاں
بریلوی نے بھی صرف گمراہ لکھا کافر نہیں لکھا۔ تو گنگوہی صاحب بھی کہتے
ہیں کہ میں ایسے شیعہ تفضیلیہ کو کافر نہیں کہتا۔

دیوبندی سپوت نے فاسحانہ نگاہوں سے ہماری طرف دیکھا کہ
جیسے اُس کی اس دلیل سے گنگوہی صاحب کی بدعتیہ کی خوش عقیدگی
میں تبدیل ہو جائے گی مگر ذلت جس کا مقدر ہو چکی ہو اُسے کون بچائے
ہم نے عرض کیا کہ فتوے کی پہلی سطر ہی میں آپ کی دلیل کا کٹا کاٹنے
کے لیے گنگوہی صاحب نے چپکے سے خنجر چھپا کر رکھ دیا ہے دُعا جانے
کی کوئی ضرورت نہیں۔ پہلی سطر یہ ہے :-

”جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں اُن کے نزدیک تو اُس کی نصیحت
کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہیے۔“

اس جملے سے یہ ثابت ہوا کہ بات تفضیلیہ کی نہیں بلکہ کٹر شیعہ
رافضی کی ہو رہی ہے کہ جس کو لوگ مطلقاً کافر سمجھتے ہیں تبھی تو نہ
تجہز و تکفین کا لکھا اور نہ نماز جنازہ کا۔ بلکہ ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ
کر کھڑا کھود کر دبا دو۔ اور اس بات کے لیے تو دلیل کی ضرورت ہی
نہیں کہ کہیں محض تفضیلیہ کو بھی کافر سمجھا جاتا ہو۔ رُوئے زمین پر
کہیں بھی ایسا نہیں۔ جبکہ گنگوہی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ ”جو لوگ
شیعہ کو کافر کہتے ہیں“ یعنی ایسے علماء بھی ہیں جو شیعوں پر کُفر کا
فتویٰ دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ تفضیلیہ پر کسی عالم نے آج تک کُفر
کا فتویٰ نہیں دیا۔ لہذا بات شیعہ رافضی کی ہو رہی ہے اور ایسے ہی
شیعہ رافضی کے متعلق گنگوہی صاحب کہتے ہیں کہ

”بندہ بھی اُن کی تکفیر نہیں کرتا۔“

دیکھ لیا تضاد! کہیں ”بندہ“ اول مذہب رکھتا ہے اور کہیں بندہ اُن کی تکفیر نہیں کرتا۔ ایک آدمی، ایک ذہن، ایک مسلک، ایک قلم اور یہ نیرنگیاں سبحان اللہ۔ جواب نہیں۔

دیوبندی صاحب نے پھر گل کھلایا کہ رافضیوں کے حق میں لکھے گئے فتوے دراصل اُس وقت کے ہیں جب گنگوہی صاحب کو رافضیوں کی کتابیں میسر نہ تھیں اور اُن کے اصلی عقائد اُنہیں معلوم نہ تھے۔ اب کے بار اُنہوں نے ذرا خاطر اندنگا ہوں سے ہماری جانب دیکھا۔

ہم نے پھر عرض کیا کہ فتوؤں میں جب تمام عقائد کی وضاحت موجود ہے تو کتب دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ خود گنگوہی صاحب بھی تو کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کی تکفیر کفر نہیں۔ اور روافض کو بھی کافر نہ کہیں حالانکہ وہ خلفائ ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ گنگوہی صاحب کو رافضیوں کے ایک ایک عقیدہ کی خبر تھی۔

دوسرے خوبصورت اور باریک نکتہ یہ ہے کہ فتوؤں میں گنگوہی صاحب آئمہ کا حوالہ لاتے ہیں اور جس بات میں آئمہ کو بطور گواہ لایا جائے اُس مسئلے کا حق ہونا اظہر من الشمس ہے اور آئمہ کو اس پر گواہ بنایا گیا ہے کہ روافض کو کافر نہ کہا جائے۔ یہ فتویٰ علمی رو سے اُس فتوے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے جس میں کہا گیا ہے کہ بندہ اول مذہب رکھتا ہے کہ وہ انفرادی رائے ہے اور یہ آئمہ کے حوالہ سے ہے۔

تیسرے یہ کہ گنگوہی صاحب کے کسی فتوے کا دن تاریخ تو ہے نہیں کہ اول و آخر کا فیصلہ کیا جائے۔ بہر حال دیوبندی کی یہ دلیل محض گھڑنٹو اور شوخشہ ہے کیونکہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اگر رافضیوں کے عقائد سے آگاہی ہو سکتی ہے تو گنگوہی صاحب کس جزیرے کے باسی تھے کہ انہیں کوئی کتاب دستیاب نہ ہو سکتی بخدا ایسے ہی بودے اور لیچر دلائل پر ان لوگوں کا گزارہ چل رہا ہے۔

خیر! آگے چلیے، گنگوہی صاحب سے پوچھا گیا کہ شیعہ اپنے مال سے مسجد بنوادے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب دیا گیا:-

جواب :- شیعہ مسجد وجہ اللہ تعالیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے) بنادے تو وہ مسجد ہے۔ ثواب مسجد کا اس میں ہوگا۔ فقط۔ ۱

ایکے اور فتوے کے سوال و جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال :- شیعہ یا ہندو یا نصاریٰ یا یہود مسجد بنادے یا اس کی مرمت کرے یا چند مسجد وغیرہ میں شریک ہو تو جائز ہے یا نہیں۔ فقط۔

جواب :- اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے۔ اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا ثواب جانتے (ہوں) تو ان کا وقف درست ہے۔ ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں تب بھی درست ہے۔ ۲

چونکہ دیوبندی صاحب کو کچھ سوچنے کا موقع مل گیا تھا اس لیے فوراً پھر صفائی پیش کی اور کہا کہ رشید احمد گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ بھی تو دیکھیے۔

”روافض و خواہ مخ اور فساد سے ربط و ضبط مودت کا حرام ہے“

اور پھر اگلا صفحہ ۵۶۳ بھی دکھایا۔ لکھا تھا کہ رافضی کا ہدیہ نہ کھاؤ کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ گویا دیوبندی عالم کے پاس اب گندم ختم ہو چکی تھی

صرف مجھوسہ باقی رہ گیا تھا۔ ہم نے کہا کہ ان فتوؤں سے بھلا ان فتوؤں پر کون سی زد پڑی جن میں کہا گیا ہے کہ صحابہ کی تکفیر کرنے والا سنی کاسٹی رہتا ہے اور بندہ بھی شیعوں کی تکفیر نہیں کرتا اور نہ میرے آئمہ روافض و خوارج کی تکفیر کرتے ہیں۔ جہاں تک مراسم اور ہدیہ و دعوت نہ کھانے کی بات ہے تو ہدیہ و دعوت والے فتویٰ میں انہوں نے پہلے اسے جائز لکھا ہے۔ لکھتے ہیں :-

”رافضی کا ہدیہ کھانا گوارہ ہے مگر حضور نماز جنازہ و نماز جنازہ میں حاضری اور ان سے محبت نادرست ہے۔“

اور مراسم تو ہر پورے، شرابی، جوئے باز، بدکار، بد اخلاق و غیرہ درست نہیں حالانکہ یہ سب مسلمان ہیں۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ مسلمان کہلانے والوں میں سے صرف شیعہ ہی وہ واحد مذہب ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکباز و جاں نثار ساتھیوں کی بڑھ چڑھ کر بے ادبی کرتے ہیں۔ تو ان شیعوں کے متعلق گنگوہی صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں :-

”جو شخص حضرات صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے،“

جناب دیوبندی صاحب پر اپنے اکابر کی عقیدت کا رنگ کچھ زیادہ ہی چڑھا ہوا تھا۔ فرمانے لگے۔ آپ کی باتیں واقعی دل کو لگتی ہیں مگر جب گنگوہی صاحب کا نام نامی سامنے آتا ہے تو آپ کے سارے دلائل پر ان سے گہری عقیدت کی دھند چھا جاتی ہے۔ ہم نے کہا کہ قرآن و سنت کی اتباع کی بجائے اکابر کی پیروی کرنے والوں کے لیے ہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم

وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
 ہم گمشدہ کرتے ہیں کہ یہ دھند چھٹ جائے اور آپ کی تسلی ہو جائے
 (کہ جس کی کوئی امید نہیں) لیکن یہ گمشدہ بھی آپ کے قطب عالم کے
 فتاویٰ اور ان کی سوانح عمری سے کی جائے گی تاکہ ہماری سند میں کسی
 قسم کی کوئی کمی باقی نہ رہے۔ مگر قبول افتدز ہے عز و شرف۔

فتوے کے سوال و جواب بلفظ ملاحظہ فرمائیے۔

سوال :- روافض یا خوارج کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور
 ان کے ساتھ عقد نکاح وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ مگر وہ تکریمی ہے
 یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام اور عند المتقویٰ کیسا ہے۔

جواب :- رافضی کے کفر میں خلاف ہے جو علماء کافر کہتے ہیں
 بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے، بعض نے مرتد کا۔ پس در صورت
 اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سنی کا نکاح درست
 ہے اور عکس اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا
 اور جو ان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے مگر
 ترک بہر حال اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ لہ

ہم ان لوگوں کو خصوصاً غور و فکر و دعوت دیتے ہیں جو ہر وقت ہر لمحہ
 اور ہر سٹیج پر یہی کہتے ہیں کہ شیعوں اور ناصیانی کے کفر میں کوئی فرق نہیں۔
 مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کے کفر میں کس صورت بھی شک نہیں۔ یہ با
 سکتا۔ اگر دونوں کے کفر میں کوئی فرق نہیں، دونوں ایک جیسے کافر ہیں
 تو ظاہر ہے کہ ہر قسم کا فتویٰ دونوں کے لیے یکساں ہوگا۔ جب دونوں کا
 کفر ایک جیسا ہے تو کیوں نہ فتوے میں لکھے گئے لفظ ”روافض“ کی

جگہ قادیانی کا لفظ رکھ کر فتوے کی عبارت کو دوپہر کے اُجالے میں لے آئیں۔ لیجئے گنگوہی صاحب کا جواب ذرا اب ملاحظہ فرمائیے یہ سمجھ کر کہ شیعہ اور قادیانی کے کفر میں کوئی فرق نہیں۔

جواب :- قادیانی کے کفر میں خلافت (یعنی اختلاف) ہے۔ جو علماء کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا۔ پس در صورت اہل کتاب ہونے کے عورت مرزائیہ سے مرد دیوبندی کا نکاح درست ہے اور عکس (یعنی برعکس) اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد (یعنی اسلام سے پھر جانے کی صورت میں) ہر طرح ناجائز ہوگا اور جوان (مرزائیوں) کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے مگر ترک بہر حال اولیٰ ہے۔

ہم تمام علمائے دیوبند موجودہ کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ وہ گنگوہی صاحب کے اس فتوے کا بغور جائزہ لیں اور گنگوہی صاحب کے بارے میں فیصلہ کریں۔ اور ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اس وقت کوئی دیوبندی مفتی رافضی یا مرزائی کے بارے میں ایسا فتویٰ دے سکتا ہے، کیا اپنے امام ربانی اور غوث الاعظم گنگوہی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت نقل کر کے سوال کرنے والے کے ہاتھ میں سٹھا سکتا ہے؟

نواں سوال : (د) بتائیے گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ درحمت ہے یا غلط؟

(ب) یہی فتویٰ موجودہ دور میں کوئی دیوبندی عالم دے یعنی کہ مرزائی یا رافضی کے کفر میں اختلاف ثابت کر لے تو وہ فتویٰ جاری کرنے والا کیا مسلمان ہی رہے گا؟

(ج) اگر مرزائی اور رافضی کے کفر میں کوئی فرق نہیں تو جوان کے کفر میں شک کرے اور ان کے عقائد سے آگاہ ہو کر بھی ان پر مطلق کفر

کا حکم نہ لگائے جیسا کہ گنگوہی صاحب بار بار اس کا اعادہ کرتے ہیں تو وہ شخص مسلمان رہے گا یا کافر ہو جائے گا؟
(د) رافضی اور مرزائی کا کفر ایک ہے تو ان پر کفر کا فتویٰ نہ دینے والے کو امام ربانی اور قطب عالم کے القاب دینے والے کس کھاتے میں جائیں گے؟

(س) اگر گنگوہی صاحب کا فتویٰ آپ کے نزدیک درست ہے تو ”سپاہ صحابہ“ میں شامل اور دیگر تمام دیوبندی و بابی علماء سے ہمارا سوال ہے۔ وہی سوال جو کسی نے گنگوہی صاحب کی خدمت میں پیش کر کے اُن کے علمی حدود اربعے کا طول و عرض جان لیا تھا۔ ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیے۔ لفظ مرزائی کے اضافہ سے۔

سوال :- روافض و مرزائیت کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور اُن کے ساتھ عقد نکاح وغیرہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟
اگر اس کے جواب میں ”فتاویٰ رشیدیہ“ والا جواب درست ہے تو پھر خیر سے کراچی نہیں بلکہ پورے ہندو پاک کے علماء دیوبند جو اپنے رسائل شائع کرتے ہیں وہ ہمارا سوال اور جواب میں فتاویٰ رشیدیہ والی عبارت چھاپ کر شائع فرمادیں اور ساتھ اپنی اپنی تصدیق کر دیں کہ ہم گنگوہی صاحب کے فتوے کو بالکل درست اور صحیح کہتے ہیں اور اس کو قرآن و سنت کے عین مطابق جانتے ہیں۔

(ط) اور اگر درست نہیں جانتے تو اپنے امام ربانی سے برأت کا اظہار کر دیں۔ برأت کا اظہار نہیں کریں گے تو آپ کے دل کا کھوٹ اور من کی کالک ظاہر و باہر۔ آپ جھوٹے۔ اور جھوٹے ہونے کی وجہ سے قرآن کا حکم آپ پر لاگو۔ جھوٹ گناہ کبیرہ۔ اور آپ سب کی امامت حرام کہ کھلم کھلا اعلان جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ایک جھوٹ نہیں بلکہ کئی جھوٹ۔

پہلا جھوٹ کہ ہم شخصیت پرست نہیں
 دوسرا جھوٹ کہ ہم قرآن و سنت کو ہی معیار مانتے ہیں۔
 تیسرا جھوٹ کہ گنگوہی صاحب قطب عالم اور عنوت اعظم ہیں۔
 چوتھا جھوٹ کہ بریلوی خواہ مخواہ ہم پر بہتان لگاتے ہیں۔
 کہاں تک ہم گنواؤں۔

گھر کی ایک شہادت | مولوی عاشق الہی میرٹھی صاحب بھی
 اکابر علمائے دیوبند میں سے ہیں۔ کسی
 گلی محلے کے ملاں ملوانے نہیں۔ ان کا شمار خواص میں ہوتا ہے عوام میں
 نہیں۔ یہی صاحب ہیں جنہوں نے جناب گنگوہی صاحب کی سوانح
 عمری مرتب کی اور اسے ”تذکرۃ الرشید“ کا نام دیا۔ تذکرۃ الرشید
 کے متعلق اسی کتاب کے آخر میں تبلیغی جماعت کے مقتدا و پیشوا جناب
 مولوی زکریا صاحب فرماتے ہیں :-
 ”مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے قطب الارشاد حضرت
 امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کی سوانح عمری
 میں تصنیف فرما کر خود ہی اپنے اہتمام سے بنام ”تذکرۃ الرشید“
 شائع فرمائی تھی۔ کتاب بہت ہی خوب ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ
 کے آثار و مکارم، شریعت و طریقت کی جامعیت، تعلیم و تربیت، تصوف
 و سلوک وغیرہ وغیرہ حالات خوب واضح طریقے پر لکھے ہیں۔“
 گویا ہماری بات کی تصدیق ہو گئی کہ تذکرۃ الرشید بہت خوب کتاب
 ہے جس میں گنگوہی صاحب کے اخلاق و کردار اور تعلیم و تربیت کے
 حالات و صاحت سے درج ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے ہم تذکرۃ الرشید

سے صرف دو واقعات بطور نمونہ نقل کرتے ہیں۔ یہ واقعے بلا تبصرہ ہوں گے۔ گنگوہی صاحب کے اخلاق و کردار اور تعلیم و تربیت ملاحظہ فرمائیے۔

”ایک بار بھرے مجمع میں حضرت (گنگوہی) کی کسی تقریر پر ایک نو عمر دیہاتی بے تکلف پوچھ بیٹھا کہ حضرت جی! عورت کی شرمگاہ کیسی ہوتی ہے؟ اللہ کے تعلیم سب حاضرین نے گردنیں نیچے جھکا لیں مگر آپ مطلق چپ رہے جس سے وہ بولنے لگا بلکہ بے ساختہ فرمایا جیسے گیسوں کا دانہ ”اے شرمگاہ کی تشبیہ حلال و طیب گندم سے کیوں دی۔ اے قطع نظر ہم اگلا واقعہ پیش کرتے ہیں۔“

یہ (گنگوہی صاحب نے) ایک بار ارشاد فرمایا۔ میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب (رائہ قوی) سروس (یعنی دلہن) کی صورت میں ہیں۔ اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے۔ سو جس طرح زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے (یعنی جنسی فائدہ) اسی طرح مجھے اُن سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے۔“

حسن اخلاق و کردار کے ان فقط دو نمونوں کے بعد اب مولوی عاشق الہی میرٹھی کی مرتب کردہ گنگوہی صاحب کی سوانح سے شیعوں رافضیوں سے متعلق یہ گھر کی بہادرت ملاحظہ فرمائیے :-

شعبہ :- روافض و اہل سنن میں مناکحت جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- جن لوگوں کے نزدیک رفاض (شیعوں) کا حکم مرتدین کا ہے اُن کے نزدیک ہرگز نکاح جائز نہیں اور شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ

کا فتویٰ اسی پر ہے اور جن لوگوں کے نزدیک رافضیوں کا حکم اہل کتاب کا ہے تو ان کے نزدیک رافضیہ عورت کا مرد سستی کے ساتھ نکاح جائز ہے اور عورت سفینہ کا مرد رافضی سے جائز نہیں اور بعض علماء نے جو ان کو فاسق کہا ہے تو اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے مگر یہ اچھا نہیں کہ اس میں فساد دین کا ہے اور بندہ کے نزدیک رفاصل (یعنی خفیوں) کا حکم اہل کتاب کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم !

اب تو گنگوہی صاحب کے ساتھ ساتھ میرٹھی صاحب، زکریا صاحب اور دیگر شائع کرنے والے نیز آج تک کہیں بھی اس فتوے کی تردید نہ کر نیوالے علمائے دیوبند سب کے سب یہ کہنے والے ہوئے کہ رافضیوں کا حکم اہل کتاب کا سا ہے۔

یہاں کوئی کہہ سکتا ہے کہ اہل کتاب عیسائی بھی ہیں اور یہودی بھی شیعہ بھی اہل سنی کی طرح ہیں یعنی آخرت میں ان کے لیے رحمت کا کوئی حصہ نہیں۔ گو یا مسلمان نہیں اور یہی گنگوہی صاحب کا عقیدہ ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ جن کا یہ عقیدہ نہیں اور جو انہیں محض فاسق سمجھتے ہیں، اہل اسلام میں سے جانتے ہیں وہ علماء انہیں مسلمان مان کر کافر ہوئے یا نہیں؟ اگر کافر ہوئے تو ان کافروں کو گنگوہی صاحب ائمہ علماء کہہ کر کیا ہوئے؟ ہمیں اس فتوے پر حیرت ہے۔ وہ یوں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی کتب میں یعنی تورات و انجیل میں نہ جانے کتنا تغیر و تبدل ہو چکا ہے مگر ہزار ہا تحریف کے باوجود وہ اپنی کتابوں پر ان کے مکمل ہونے کا ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایک رافضی ہیں کہ قرآن مجید میں ایک زبردستیر کی تحریف نہ ہونے کے باوجود اپنی کتب میں اسے نامکمل کہتے ہیں۔ ہلکتے

ان کا حکم اہل کتاب کا سا کیونکر ہوگا ؟

اہل کتاب ہونے کا حکم اُس وقت ہوگا کہ جب دو عقیدے مستقل طور پر انسان کے اندر موجود ہوں۔ ایک یہ کہ یہ کتاب صحیح و سالم اور ثابت و مکمل ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کتاب کو نامکمل ماننے والے صریح کافر ہیں اور جو اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ اور اہل کتاب تب ملنے جائیں گے جب اُن کے اندر کسی اور عقیدے کی وجہ سے صریح کفر نہ پایا جائے۔ اب گنگوہی صاحب اور اُن کے عقیدت مند ہی بتائیں کہ جب رافضیوں کے اندر نہ تو مندرجہ بالا دونوں عقیدے ہیں اور نہ وہ باقی عقائد سے بُری ہیں تو پھر ان پر اہل کتاب ہونے کا حکم کس طرح لگایا جا سکتا ہے۔

دیوبندی علماء یوں تو اٹھتے بیٹھتے ہر علم خویش اپنی زبان پر خاندانِ ولی اللہی، خاندانِ ولی اللہی، ولی اللہی کی گردان کر کے اپنے عقیدے اور مسلک کے ڈانڈے اُن سے ملاتے رہتے ہیں مگر یہاں خود کہہ رہے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ رفاض پر مرتدین کا ہے اور اپنا عقیدہ ان کے ”اہل کتاب“ ہونے کا بیان کر رہے ہیں۔ البتہ کوئی علمی اختلاف تھا تو وجہ فرق بیان کرتے کہ شاہ صاحب بھی انسان تھے اور بشری تقاضوں سے ماورا نہیں تھے۔ خطا و لسانی اُن سے بھی سرزد ہو سکتا ہے مگر ایسے ہی اُن کے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھتا بغیر کسی دلیلِ ثبوت کے کہاں کا انصاف ہے اور پھر یہ کہنا علمائے دیوبند کا جھوٹ ثابت ہوا کہ ہمارا عقیدہ ولی اللہی ہے اور ہماری تعلیمات کا منع و منشا وہی ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی کا فتویٰ | مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی
کراچی نے متعدد فتوے دیے

روافضی کو کافر کہا ہے۔ مگر دو عقیدوں کی وجہ سے۔

پہلا عقیدہ :- حضرت علی خدا ہیں۔

دوسرا عقیدہ :- حضرت عائشہ صدیقہ پر منافقین نے جو جوٹا بنا دیا تھا وہ صحیح تھا۔

ان کے علاوہ دوسرے شیعوں کے بارے میں مفتی صاحب رقمطراز ہیں :-
”اور جو لوگ ایسا عقیدہ نہیں رکھتے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوسرے صحابہ پر افضل کہتے ہیں وہ کافر نہیں البتہ اہل سنت سے خارج ہیں اور تبراً کرنے والے شیعہ بھی صحیح قول یہ ہے کہ کافر نہیں فاسق ہیں۔“

ہم کہتے ہیں کہ مفتی صاحب کے بتائے گئے دونوں عقیدے آج کے شیعوں میں نہیں بے شک وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا درجہ پیغمبروں سے بھی بڑھا دیتے ہیں مگر صریح خدا نہیں مانتے بلکہ اللہ کا بندہ ہی کہتے ہیں۔ اور جو ایسا مانتے ہیں وہ اپنے آپ کو نصیری کہتے ہیں۔ دوسرے شیعہ حضرات واقعی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کرتے ہیں مگر منافقین کی اس ہمت سے انہیں بری قرار دیتے ہیں۔ (ہماری معلومات یہیں تک ہیں اگر واقعی ایسا نہیں ہے تو ہمیں آگاہ فرمائیے۔ ہم انشاء اللہ رجوع کر لیں گے)

اور جو حضرت علی کو صحابہ پر فوقیت دیتے ہیں وہ شیعہ امامیہ وغیرہ ہرگز نہیں بلکہ سنی حضرات میں سے ہی ایسے لوگ ہیں۔ انہیں ہم رافضی نہیں کہہ سکتے۔ فضیلت دینے کی وجہ سے وہ تفضیلیہ کہلاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں جتنے بھی تبرائی ہیں۔ ہمارے مشاہدے کے مطابق وہ صبح و شام صحابہ کرام کو دشمن اسلام، کافر اور منافق سمجھ کر تبراً کہتے

ہیں۔ اور مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ تبراً کر نیوالے شیعہ کا فر نہیں۔

مفتی صاحب کا ایک اور فتویٰ دیکھئے۔

سوال :- ایک عورت شیعہ (غیر منکوحہ) کو ایک سنت جماعت

لے گیا اور اُس سے نکاح کر لیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر یہ عورت کبھی ایسی بات کا عقیدہ نہیں رکھتی جو

صراحتاً اور قطعیات اسلام کے خلاف ہو تو نکاح درست و صحیح

ہو گیا مثلاً اس کا عقیدہ نہ رکھتی ہو کہ مواذ اللہ حضرت عائشہ پر جو تہمت

لگائی گئی تھی وہ صحیح ہے و امثال ذالک الفرض رافضی عورت سے

بشرط مذکور نکاح صحیح ہے۔" ل

ہمیں حیرت یہ ہے کہ جس کا عقیدہ قرآن اور قطعیات کے خلاف نہیں

وہ رافضی ہی کب ہے۔ رافضی کہلاتا ہی وہی ہے جو چند مخصوص عقائد

رکھتا ہے۔ اور اُنہی عقائد کی بنیاد پر اُسے رافضی کہتے ہیں۔ شراب

پینے والے ہی کو شرابی کہتے ہیں چائے پینے والے کو نہیں۔ جوئے باز

جو اکیلے والوں کو کہتے ہیں کرکٹ کھیلنے والوں کو نہیں۔ تو جس کا خیال

جیسا کوئی عقیدہ ہی نہ ہو وہ رافضی کیسے کہلائے گا۔ اور اگر صرف

نام کا رافضی ہے تو پوچھتے ہیں کہ اُسے رافضی کہلوانا کیوں اچھا لگتا

ہے۔ ظاہر ہے جواب یہی ہوگا کہ اُسے رافضیوں کے عقیدے پسند

ہیں۔ بتائیے وہ اصل رافضی ہوا یا نہ؟

یہ تو ایسی بات ہے جیسے کسی دیوبندی عالم سے کوئی پوچھے کہ

ایک عورت مرزاویہ غیر منکوحہ کو ایک دیوبندی اڑالے گیا۔ نکاح

جائز ہے یا ناجائز۔

جواب یہ دیا جائے کہ اگر مرزا ائمہ عورت کسی ایسی بات کا عقیدہ نہیں رکھتی جو صریح اسلام کے خلاف ہو تو نکاح درست و صحیح ہو گیا۔ فرمائیے کیا یہ فتویٰ درست ہے؟ ”سپاہ صحابہ“ والو! اگر شیعہ اور مرزائی کے کفر میں کوئی فرق نہیں تو پھر مفتی صاحب کے فتوے اور ہمارے مذکورہ فتوے میں وجہ فرق بتائیے۔ کیا یہ دونوں فتوے آپ کے لیے قابل قبول ہیں؟ اگر قبول نہیں تو آئندہ کے لیے مفتی صاحب کو مفتی اعظم کہنا ترک کر دیجئے (آپ کے لیے یہی مشکل مرحلہ ہے) اپنے مفتی اعظم کا ایک اور فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے فتاویٰ کی جلد اول صفحہ ۱۴ اور جلد دوم کے صفحہ ۵۰۵ پر رد المتارکی وہ عبارت نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت یعنی صحابی ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ ایک جگہ لکھتے ہیں :۔
 ”محققین حنفیہ شیعہ تبرکوا اور منکر خلافت خلفاء ثلاثہ کو کافر نہیں کہتے اگرچہ بعض فقہاء نے ان کی تکفیر کی ہے مگر صحیح قول محققین کا ہے کہ سب شیخین (خلفاء ثلاثہ کو گالیہ دینا) اور انکار خلافت خلفاء کفر نہیں ہے فسق و بدعت ہے۔“

روافض سے متعلق فتاویٰ رشیدیہ میں جتنے فتوے تھے ہم نے سب لے لیے ہیں۔ سہواً اگر کوئی فتویٰ رہ گیا ہو تو نشانہ ہی کر دیجئے بیادیتہ ساتھ دیگر معتبر و مستند شخصیات کے فتوے بھی پوری دیانتداری سے ہم نے نقل کر دیے۔ اب ہم ”سپاہ صحابہ“ کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ شیعہ اگر خلفاء ثلاثہ کو گالی دے اور کافر کہے تو کالا کافر۔ اور یہی فتویٰ

گنگوہی صاحب دیں تو شمس العلماء العالمین۔ شیعہ و سنی کا نکاح آپ سے
کوٹنی پوچھے تو حرام اور قطعی حرام۔ مگر گنگوہی و تھانوی سنی عورت
کا شیعہ مرد سے نکاح حلال لکھیں تو وہ بدرالفضلاء و کاملین اور حکیم الکلم
شیعہ صحابہ کی تکفیر کرے تو سب سے بڑا کافر اور یہی عدم تکفیر والا فتویٰ
گنگوہی صاحب دے تو ابو حنیفۃ الزمان و مجتہد الدوران۔ خجینی اگر اپنی
کتاب میں ابو بکر و عمر کو کافر لکھے تو کافر اور نہ جانے کیا کیا مگر اس
عقیدے پر عدم تکفیر کا فتویٰ گنگوہی صاحب دیں تو قطب الارشاد
امام ربانی اور محبوب سبحانی۔

یعنی گنگوہی صاحب کے عقیدے کے مطابق خجینی اور دیگر رافضی
جو صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں وہ محض فاسق ہیں کافر نہیں۔ آج کے دیوبندی
اگر فتاویٰ رشیدیہ کے ان فتوؤں پر عمل کریں تو اس عقیدے کی
بنیاد پر کسی بھی رافضی کو کافر نہیں کہہ سکتے۔

”سپاہ صحابہ“ والے کہتے ہیں کہ شیعہ کا اس قرآن پر کوئی ایمان نہیں
وہ منکر قرآن ہیں اور گنگوہی صاحب انہیں اہل کتاب لکھیں (یعنی سپاہ
صحابہ کے برعکس) تو وہ رحمۃ اللہ علیہ اور قدس سرہ العزیز۔

شیعوں سے متعلق شاندار فتویٰ دینے والے اور احقاق حق کا نعرہ
بلند کرنے والے ”رد الرفضہ“ کے مصنف امام احمد رضا بریلوی بر طعن
کرنے والو! ذرا اپنے گریبان میں جھانکو۔ ”مطالعہ بریلویت“ جیسی
فضولیات لکھنے والو! آٹھنے میں ذرا اپنا منہ تو دیکھو۔ امام احمد رضا
بریلوی پر شیعیت کا جھوٹا الزام لگانے والو! ذرا اپنی کتب پر نظر کرو
عمر یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

ہم آپ کو پھر دعوت دیتے ہیں کہ
و۔ اپنی سوچ کو بدلو۔

۱۔ فکر کا زاویہ تبدیل کرو۔

۲۔ منافقت اور تقیہ بازی ترک کرو۔

”پیلو صحابہ“ والو! ہمارے حوالوں کو غور سے پڑھو۔ اصل کتابیں دیکھو۔ اور پھر اُن علماء کو خطوط لکھو۔ بالمشافہ ملاقات کرو۔ یہ عبارات اُن کے سامنے رکھو جو ہر لمحہ امام احمد رضا کو ناحق رافضی رافضی کہتے پھرتے ہیں جو اپنے دریدہ دامن میں ستائیں بے وزن دلیلیں لیے بیٹھے ہیں اُن سے نقد جواب طلب کرو۔ تمہیں ایمان عزیز ہے یا گنگوہیؒ؟ تھانوی صاحبان۔ تمہیں ابو بکر و عمر پیارے ہیں یا نانوتوی و ٹانڈوی۔ ذرا حق و باطل کا فیصلہ تو کیجئے۔

آخری بات :- ”صحابہ صحابہ“ کی جانب سے یوں تو بے شمار قسم کے پمفلٹ شائع ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں۔ ہم صرف ایک پمفلٹ کے اقتباسات پیش کرتے ہیں ہر اقتباس کو غور سے پڑھیے اور اپنے اکابر دیوبند کے بارے میں فیصلہ کیجئے۔

ہم اس موقع پر یہ کہنا بہت زیادہ مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ روافض کے متعلق الحمد للہ وہی ہے جسے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے ”رد المحتار“ میں بھرپور دلائل سے پیش فرمایا ہے۔ علمائے دیوبند سے ہمیں کوئی ذاتی عناد اور تعصب نہیں۔ ہم تو صرف عوام الناس کو ان کی دھوکہ منڈیوں سے بچانا چاہتے ہیں جو انہوں نے جگہ جگہ اپنی کتابوں اور تقریروں میں لگا رکھی ہیں۔ علمی طریقہ اور سنجیدگی سے کوئی جواب دے تو چشم مار و شکن دلِ ماشاد۔ لیکن اگر حسین احمد ٹانڈوی کی کتاب ”شہاب ثاقب“ جس میں سات سو کے قریب مغلطات تحریر کی گئی ہیں یا ”دردِ حماکہ“ و ”مطالعہ بریلویت“ میں ڈاکٹر خالد محمود کی صریح دھوکہ بازیوں، فریب کاریوں اور بے ایمانیوں کی طرح جواب

ہوا تو پھر ہم خَاذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا اَسْلِمْنَا ۝ کہنا
ہی پسند کریں گے۔ اور جو ہمارے سوالات کا جواب شورش کا شمیری
کے استعارے دیں وہ اپنا تبحر علمی اپنے دامن ہی میں سمیٹ کر رکھیں۔
اب اپنے پمفلٹ کی جانب آئیے۔ اس پمفلٹ کے ٹائٹل پر دائرے
کے اندر بطور عنوان لکھا ہے ”شیعہ کافر ہیں“ نیچے لکھا ہے ”ان کے
ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک اور معاملہ کیا جائے۔“
یہ پمفلٹ ”اقراء ڈائجسٹ“ سے ماخوذ ہے۔

مفتی ولی حسن صاحب کراچی کی عبارت میں شیعوں کے کفریہ عقائد
کے اندراج کے بعد لکھا ہے :-

”لہذا شیعہ اثنا عشری رافضی کافر ہیں، مسلمانوں سے ان کا نکاح،
شادی بیاہ جائز نہیں حرام ہے مسلمانوں کو ان کے جنازے میں شرکت
جائز نہیں، ان کا ذبیحہ حلال نہیں، ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں
دفن کرنا جائز نہیں، غرض ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک اور
معاملہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مفتی ولی حسن صاحب۔ جامعہ
العلوم الاسلامیہ کراچی)

درج بالا مفتی ولی حسن صاحب کے فتوے کے بارے میں لکھا ہے
کہ اس فتوے کی تصدیق ۲۰۰ جید علماء نے کی ہے۔
مذکورہ فتوے اور جید علماء کی تصدیق کو ایک طرف سامنے رکھیے اور
دوسری طرف گنگوہی و تھانوی صاحبان کی عبارات بھی دیکھئے جو کہتے ہیں
کہ ایسا شخص سنی مسلمان ہے۔ ان سے نکاح جائز اور ان کا ذبیحہ حلال ہے۔

اگر یہ ۲۰۰ دیوبندی مولوی جید علماء ہیں تو گنگوہی، تھانوی، وغیرہ
غیرہ کیا ہیں خود ہی فیصلہ کر لیں ہم کہیں گے تو شکایت ہوگی۔ (ادارہ)

اور ان کا جنازہ پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ نابوتوی صاحب نے شیعوں کی نماز جنازہ اُن کا بزرگ بن جانے کی خوشی میں پڑھا دی۔ مولوی سمیع الحق صاحب اکوڑہ خلک نے اپنے والد مولوی عبدالحق صاحب اور جناب مفتی صاحب کے فتوے کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے: ”میرا مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن مدظلہ کے جواب سے اتفاق ہے۔ بلاشبہ یہ فرقہ مرتد ہے اس سے نکاح حرام اور کالعدم ہے۔ محمد صدیق ولی الہی کے حوالہ سے لکھا ہے :-

”شیعہ فرقہ مرزائیوں کی طرح کافر ہے۔“

خالقہ ہالیجی شریف صمدہ کافتوی یوں درج ہے :-
 ”چونکہ شیعہ تحریف قرآن پاک کے اور صحابہ کرام خصوصاً خلفاء اور شیخین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر عیب و شتم کرتے ہیں اس لیے وہ اسلام سے بالکل خارج اور کافر ہیں۔“
 جبکہ گنگوہی صاحب کافتوی گزر چکا ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور حضرت علی کی تکفیر کرنے والے روافض و خوارج کی تکفیر جائز نہیں۔
 مدرسہ فرقانیہ طیبہ کراچی کافتوی اس طرح درج ہے۔ خصوصی توجہ سے پڑھیے :-

”چونکہ خلیفہ روافض صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں..... اس لیے پگے کافر ہیں جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“
 کیا فیصلہ ہے اب گنگوہی صاحب کے بارے میں جو صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی کافر کہنے والوں کو پکار دیتی مسلمان سمجھتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کو کافر کہنے والے شیعہ نہیں بلکہ کوئی نام نہاد دُستی (دیوبندی)

ہیں جو کہ سنیت سے خارج نہیں ہوتے۔ اور معاذ اللہ صحابہ کے کفر میں بھی کوئی شک نہ رہا کہ فتویٰ اُن کی طرف ہی رہا سنی کی طرف نہیں لوٹا۔ اور پھر کفر کا فتویٰ کسی ایک صحابی پر بھی نہیں بلکہ سب کے سب صحابہ پر ہے۔ یعنی فتوے کے الفاظ یہ ہیں کہ کسی بھی صحابی کی تکفیر کرنے والا۔ گویا آپ کسی بھی صحابی کو کافر کہہ لیں۔ آپ ہر گز کافر نہیں ہوں گے بلکہ مسلمان کے مسلمان رہیں گے۔ العیاذ باللہ تم العیاذ باللہ۔

”جوان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے“ گنگوہی صاحب

کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جب ہم علمائے دیوبند کے فتووں کی بات کرتے ہیں تو یہاں ایک اور ڈرامہ رہایا جاتا ہے۔ اس کا تھوڑا سا ذکر ہم پچھلی سطور میں کر چکے ہیں مگر اب ذرا تفصیل سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

دیوبندی عاجز آ کر کہتے ہیں کہ اُس وقت شیعہ کی کتب بہت کم یا ب

تھیں اور دوسرا یہ لوگ تفسیر کرتے تھے اور اپنا مذہب چھپاتے پھرتے تھے

لہذا ہمارے اکابر گنگوہی صاحب وغیرہ اُن کے عقائد سے بے خبر رہے۔

یہ ہے ریت کی وہ دیوار جو حق کا راستہ بند کرنے کے لیے فولادی قلعہ

سمجھ کر کھڑی کی جاتی ہے۔ مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ اکابر پرستی کے

کرشمے ہیں کہ دعوے تو خوب کرتے ہیں مگر دلیل دینے سے بے چارے

قاصر ہیں۔ مثلاً امام احمد رضا بریلوی پر ہر چھوٹا بڑا دیوبندی یہ تہمت ناحق

رکھتا ہے کہ وہ انگریزوں کے طرفدار تھے، اُن کی حمایت کرتے تھے۔

یہ ہیبت ناک سچ اگر کائنات کی تاریخی صداقتوں تک پہنچ جائے تو وہ

خودکشی پر آمادہ ہو جائیں۔ ہم نے بار بار دلائل طلب کئے ہیں لیکن دلائل

اور ٹھوس ثبوت کی دنیا میں سب کے سب یتیم نظر آئے۔ مگر اپنی جھوٹی

لچھے دار تقریروں اور خود ساختہ ومن گھڑت تحریروں اور لفظی بازی

گری کے زور پر عوام کو گمراہی و ضلالت کے راستے بلکہ گڑھے میں ایک

دھکا اور دے دیا جاتا ہے۔ صمنائے بات آگئی اور کہہ دی ورنہ ہم کہہ رہے تھے کہ جب دیوبندیوں سے بات نہیں بنتی تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اکابر کو شیعہ عقائد کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

قارئین کرام! اب ذرا ہمارے دلائل ملاحظہ فرمائیے! اور سپاہ صحابہ والوں سے خصوصی گزارش ہے کہ آپ سے توقع تو ہرگز نہیں مگر ہمارے دلائل اگر دل کو لگے ہیں یا اگلی صورت سے کچھ اثر پڑے تو ہماری آواز پر لبیک ضرور کہیے گا کہ ضمیر اگر زندہ ہو تو وہ اسی بات کا مقتضی ہے۔

پہلی بات یہ کہ روافض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مبارک عہد سے چلے آئے ہیں۔ عبداللہ بن مبار افضی اُسی دور کی پیداوار ہے۔ اور اسلامی توارخ میں جا بجا ان کا ذکر ملتا ہے۔ کیا یہ کتب توارخ مدبرہ دیوبندیوں موجود نہ تھیں؟

دوسرے یہ کہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ”غنیۃ الطالبین“ میں روافض کے عقائد بیان کر کے ان کی حیثیت متعین کر دی۔ کیا یہ اکابر اس کتاب سے ناواقف تھے؟ تیسرے یہ کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے علاوہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی فیض و بلیغ اور توضیح و تشریح کے ساتھ عبارات موجود تھیں وہ آنکھوں سے کیوں غائب رہیں؟ خصوصاً محدث دہلوی کی ”تحفہ اشنائے عشریہ“ تو ایک شاہکار و بے مثال کتاب ہے جو ہر اسلامی لائبریری کی زینت ہے۔ اکابر دیوبند کا سلسلہ شاہ ولی اللہ کے خاندان سے جوڑنے والو! بتاؤ کیا تمہارے یہ اکابر تحفہ اشنائے عشریہ سے بے علم رہے؟

چوتھے یہ کہ آپ کی تحریروں میں امام ابن تیمیہ کے حوالے سے اکثر یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے شیعوں پر کفر کا فتویٰ دیا۔

کیا آپ کے اکابر امام ابن تیمیہ کے نام اور ان کی کتب سے بیگانہ ہے؟
 پانچویں یہ کہ مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
 العزیز کو کہاں سے وہ کتابیں میسر آ گئیں جن کے حوالے اُن کے لا جواب
 و مبسوط فتوے ”رد الرفضہ“ میں ملتے ہیں۔ جو کتابیں بریلی میں پہنچ گئیں
 انہیں دیوبند کے مدرسہ تک پہنچنے میں کیا رکاوٹ پیش آتی رہی۔
 چھٹے یہ کہ جن کتب کے حوالے امام احمد رضا بریلوی نے ”رد الرفضہ“
 میں دیئے اُن کے نام دیوبندی کتب میں دیگر مسائل پر لکھی گئی عبارتوں
 میں جا بجا ملتے ہیں بتائیے وہ صفحات انہیں کیونکر نظر نہ آئے یا پڑھ کر
 کس لیے نظر انداز کر دیا اور وہی عبارات مولانا احمد رضا خاں کو کیسے نظر
 آ گئیں۔

ساتھ تو یہ یہ کہ اُس زمانے میں اور پہلے بھی مغل بادشاہوں کے
 دور میں واقفی ایران سے برصغیر میں آئے۔ کتب تاریخ اٹھا کر دیکھ
 لیجئے۔ پھر خاص کر لکھنؤ کا علاقہ تو کٹر شیعوں کا گڑھ رہا۔ بڑے نامی
 گرامی شیعہ مجتہد لکھنؤ میں ہوئے اور آپ کے معتبر عالم مولوی عبد الشکور
 صاحب لکھنوی اُن کا مقابلہ کرتے رہے۔ انہیں کہاں سے شیعہ عقائد
 میسر آ گئے تھے کہ تقاریر کے علاوہ اپنے رسالہ ”النجم“ میں شیعوں کا مقابلہ
 کرتے رہے۔

آٹھویں یہ کہ اگر گنگوہی و تھانوی صاحبان ان کے عقائد سے بے خبر
 تھے تو ”فتاویٰ رشیدیہ“ میں یہ عبارت کیسے تحریر ہوتی رہی کہ ”افض
 خلفاء ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں۔ یہ کس طرح درج ہو گیا۔ کیا انہیں اپنا
 لکھا پڑھا بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ کیا لکھ رہے ہیں اور کیا پڑھ رہے
 ہیں؟ اگر نہیں پتہ چلتا تھا تو دماغی خرابی ثابت ہوتی اور اگر پتہ چلتا
 تھا اور عقائد سے واقف بھی تھے تو پھر اُن کی نااہلی کے ساتھ ساتھ

آپ لوگ جھوٹے ہوئے یہ کہہ کر کہ ہمارے اکابر تک شیعوں رافضیوں کے عقائد کھل کر نہیں پہنچے تھے۔ گو یا آپ جھوٹے ہوئے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب اور گناہ کبیرہ کا مرتکب بقول گنگوہی صاحب ملعون ہے اُسے امام مسجد بنانا حرام ہے۔

نویس یہ کہ مذکورہ پمفلٹ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی کتاب ”سراب فی ایران“ از ڈاکٹر احمد الافغانی کے حوالہ سے یوں درج ہیں :-

”آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ جو شخص شیعہ کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کفر کا مرتکب ہے“۔

آپ کے اکابر واقعی جھوٹ موٹ حنفی کہلاتے تھے درپردہ وہ ابن عبد الوہاب کی تعلیمات سے متاثر تھے جیسی تو وہ سراج امت حضرت امام اعظم کے فتوے سے بے خبر رہے۔

دسویں یہ کہ اسی پمفلٹ کی یہ عبارت ہماری بھرپور تائید کر رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

”واضح رہے کہ روافض اور شیعوں کی تکفیر کا فیصلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے فقہاء اور محدثین کرام نے ان کے عقائد کفریہ کی بنا پر انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ امام دارالہجرت امام مالک۔ ابن خرم اندلسی، امام شافعی، شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حنبلی، مجدد الف ثانی حنفی، شاہ عبدالعزیز حنفی، قاضی عیاض مالکی، ملا علی قاری حنفی، بحر العلوم حنفی اور اصحاب فتاویٰ میں سے صاحب فتح القدر

ابن ہمام، سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں دو سو علماء و
مفتیان کرام کا مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری کا فیصلہ، علامہ ابن عابدین
شامی کے فتویٰ کے بعد روافض کی تکفیر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا ہے۔
تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

اب شرم و جہاد کا تقاضا یہ ہے کہ آئندہ اس بات کو زبان کے
قریب تک نہ پھٹکنے دیا جائے کہ ہمارے اکابر شیعہ عقائد سے بے خبر ہے۔
اس پمفلٹ کے آخری صفحہ پر لکھا ہے اور بطور عنوان لکھا ہے :-
”اپنی غیرت دینی کا ثبوت دیں۔“

نیچے پھر کچھ ہندو نصائح درج ہیں۔ اُن میں سے ہم صرف تین
درج کرتے ہیں۔

① شیعہ کے ہاتھ کے ذبح کیے جانور کا گوشت نہ کھائیں وہ

”THE NATURAL PHILOSOPHY

مردار ہے
(خیال رہے کہ تھانوی صاحب نے امداد الفتاویٰ میں شیعہ کے

ذبیحہ کو حلال لکھا ہے)

② شیعہ کی نماز جنازہ ہرگز نہ پڑھیں نہ اُسے اپنی نماز جنازہ پڑھنے دیں۔“

ربانی دارالعلوم دیوبند نے شیعہوں کی نماز جنازہ کیونکر پڑھی

③ شیعہ کو اپنی بیٹی کا رشتہ نہ دیں نہ شیعہ کا رشتہ لیں۔ یہ ناسخ ہے۔“

دکنگوہی صاحب نے اپنے فتاویٰ اور تھانوی صاحب نے امداد الفتاویٰ

جلد ۲ میں اس کی اجازت کیونکر دی۔

ہے کوئی عقل و انصاف کا خوگر جو دیوبندی و بابی مولویوں سے جا کر

صرف اتنا ہی پوچھ لے کہ جو عقیدہ طرسی و شوستری اور کلینی و خینی کی

بابت صریح کفر تھا وہ گنگوہی و تھانوی کی دہلیز پر آکر کس طرح عیسے

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ایمان بن گیا۔؟

● دو مہروں کو غیرتِ دینی کا ثبوت دینے کی نصیحت کرنیوالو!

● ابو بکر و عمر کی عظمت پر جان دیے کا دعویٰ کرنے والو!

● عائشہ صدیقہ کے دوپٹے کے تقدس کی قسمیں کھانے والو!

اب تمہاری اپنی غیرتِ ایمانی کی آزمائش ہے، تمہارے حق و صداقت اور کذب و باطل کا امتحان ہے۔ اب بتائیے تمہیں گنگوہیؒ سحافیؒ عزیز ہیں یا سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرٹنے والے وہ پاکباز نفوس جنہیں ربِّ کریم نے ابدالاً بادتک جنت کی بشارتیں دیں اور رسولِ معظم نے صدیق و فاروق کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ ہم نے ایک امتحانی پرچہ تمہارے آگے رکھ دیا ہے۔ تمہاری غیرتِ ایمانی کی جانچ اور پرکھ کی یہی گھڑی ہے۔

تمہیں اپنے اکابر عزیز ہیں یا صحابہ کرام۔ فیصلہ چننے کے لیے ہم گوشِ برآواز رہیں گے۔
وَأَخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

سرپرست سپاہ صحابہ کے نام

از: جناب سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب

گر گٹ ایک چھوٹا سا جانور ہے جو چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے کہتے ہیں یہ جانور اپنا رنگ بدلتا رہتا ہے، گھڑی میں کچھ پل میں کچھ۔ کبھی بھی اس کا رنگ ایک سا نہیں رہتا۔ اسی طرح جو شخص متقل مزاج نہ ہو یا اپنے قول و فعل پر قائم نہ رہتا ہو بلکہ حالات کے تقاضوں کے پیش نظر آج کچھ کے کل کچھ کہے کبھی عداوت و دشمنی پر اُتر آئے، کبھی محبت و دوستی نبھانے لگ جائے، اُس شخص کی مثال بھی اسی گر گٹ سے دی جاتی ہے۔ دینی معاملات میں جہاں اسلام کا حکم یہ ہے کہ حق بات کو مرتے دم تک حق اور باطل کو تا دم آخر باطل کہو، دینی امور میں کچھ زیادہ ہی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اعمال و افعال میں کمی بیشی ہو سکتی ہے مگر عقائد میں کمی بیشی نہیں ہوا کرتی۔ دیکھئے رمضان المبارک میں روزے تیس بھی ہوتے ہیں اور اُن تیس بھی۔ مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک اللہ کی بجائے دو چار مزید مان لیے جائیں اور ایمان میں فرق بھی واقع نہ ہو جن باتوں کا تعلق عقائد و ایمان اور اصول سے ہو گا اُن میں کمی بیشی ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ فرماتا ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ یعنی حق اور باطل کو آپس میں مت ملاؤ اور باطل کو حق کہہ کر دھوکہ نہ دو بلکہ حق کو ہمیشہ حق اور باطل کو ہمیشہ باطل کہو۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ آج ہم مرزا شیوں کو بے دین گمراہ اور کافر کہیں اور کل دین دار، ہدایت یافتہ اور مسلمان سمجھنے لگیں۔ تا وقتیکہ

وہ بقول موجودہ صدرِ سپاہِ صحابہؓ کے، پتکارافضی تھا اور آج سے سال دو سال قبل بھی رافضی تھا تو اچانک ایک سال بعد وہ کس طرح سُنی کہلانے کا حقدار ہو گیا۔ کیا قبور میں بھی مذہب اور عقیدہ و ایمان کی تبدیلی ممکن ہے؟

ایک دیوبندی صاحب بڑے دُکھ اور درد سے فرماتے ہیں کہ اسوقت کی اہم ضرورت تمام سُنی مکاتب فکر کو باہمی اختلافات بھٹلا کر باہم یکجا اور لکٹھے ہو کر شیعیت کے خلاف کام کرنا ہے۔ مگر جوشِ عقیدت میں ہماری دُکھ بھری آہ پر غور نہیں فرماتے ہمارا صیغہ چیر کر نہیں دیکھتے اور صبر سے بڑی بات یہ کہ اپنے اکابر کی کتب کو ہاتھ لگانا بھی گوارا نہیں کرتے۔ بس آنکھیں بند کر کے ان کا ایمان ہے کہ اُن میں حقائق و معارف کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں، دیکھنے کا تکلف پھر کس لیے۔ احمد رضا خاں کے خلاف جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہی سچ ہے اُس کی کتاب اُٹھانے کی تکلیف کون کرے۔ جب ہم باہمی اختلافات کی طرف توجہ مبذول کرانے کی کوشش کرتے ہیں تو بے جا تاویلوں کے انبار سامنے رکھ دیے جاتے ہیں۔ ہمارا باہمی اختلاف آخر ہے کیا؟ کیا گیا رہویں اور چالیسواں نزاع کا باعث ہے، کیا صلوٰۃ و سلام اور ذکر بالجہر جھگڑے کی بنیاد ہے۔ کیا عرس و عید میلاد النبیؐ فساد کی جڑ ہے۔ نہیں۔ ان میں سے کوئی بھی نہیں۔

ہمارا اختلاف فروعی نہیں، ہمارا اختلاف اصولی ہے۔ ہمارا اختلاف یہ ہے کہ دیوبندی کتب میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ اور سرکارِ رسالتؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں توہین اور گستاخیاں پائی جاتی ہیں عبارتاً اُردو میں ہیں۔ مطلب و مفہوم واضح ہے، اور یہ مسئلہ اصولی مسئلہ ہے جب تک ان سے توبہ نہ ہوگی اُس وقت تک یہ اختلاف ختم نہیں ہو سکتا۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اب ہم دیوبندی بریلوی نزاع بھٹلا چکے ہیں۔ ہمارا جہاد اب صرف شیعہ کے خلاف ہے۔ مگر ہمیں یہ بات بھی قبول

کرنے میں ذرا دقت محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ کارروائی یکطرفہ ہے، ممکن ہے آپ کے اختلافات اس نوعیت کے ہوں کہ جن کو بھلا یا جاسکتا ہو مگر آپ سے ہمارے اختلافات کچھ اس صطلح کے ہیں کہ نظر انداز نہیں کیے جاسکتے ورنہ تو آپ میں اور ہم میں فرق کیا رہ جائے گا۔

کل تک ہم تنہا "سیرانناکس" کی عبارات کی دھجیاں اڑاتے رہے تو کیا آج ہم اُن دھجیوں کو جوڑنے اور طانے بیٹھ جائیں گے۔ کل تک ہمارے نزدیک براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارات ایمان کا خاتمہ کر دینے والی تھیں تو کیا آج وہ عبارات ایمان و یقین میں اضافہ کرنے والی بن جائیں گی۔ نہیں اور کبھی نہیں۔ وہ عبارات کل بھی باطل تھیں آج بھی باطل ہیں اور تا قیامت باطل ہی رہیں گی۔ اور پھر ہمیں اپنے ساتھ چلانے سے قبل فرا ہمارے بارے میں کچھ فیصلہ تو کر دیجئے کہ ہم اللہ و رسول کے دین والے ہیں یا رضا خانی دین والے۔ ہم سنی ہیں یا رافضی، مسلمان ہیں یا مشرک۔ کیا سال دو سال قبل والی تقریریں آپ نے بھلا ڈالی ہیں، اُس وقت تو بڑے شد و مد سے ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ اور رافضی کہا جاتا تھا آج بھی تو ہمارے عقائد وہی ہیں، آپ کا فتویٰ کیوں بدل گیا؟ کیا کل آپ اپنے اکابر کی کارگزاریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اتنا بڑا جھوٹا پردہ بگینڈا کر رہے تھے؟ جس احمد رضا کو کل تک آپ مرزا غلام قادرؒ و جو غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا، کا شاگرد بتاتے رہے۔ آج وہ آپ کی دلیل کیا ہوئی۔ آج اُس احمد رضا

سے یاد رہے کہ جس مرزا غلام قادرؒ سے اعلیٰ حضرت نے کچھ تعلیم حاصل کی۔ وہ مرزا قادیانی کے بھائی ہرگز نہیں تھے یہ سب ان دیوبندیوں کی فریب کاریوں ہیں۔ محض نام کی مشابہت ہے، جس کی تفصیل سے تردید مولانا حسن علی رضوی صاحب اور مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنی کتب میں کر دی ہے۔

وہ کفر یہ عقائد سے توبہ نہ کر لیں۔ لیکن آج ہم آپ کا تعارف ایسے حضرات سے کراتے ہیں جو کل تک تو ہمیں مشرک، بے دین، گمراہ، بدعتی، انگریزوں کے ایجنٹ اور رافضی کہتے تھے اپنی زبانیں گھسائے تھے مگر آج ہم بغیر توبہ کیے اور اُسی عقائد پر قائم رہتے ہوئے ایک دم اُن کو موحد، ایماندار اور سچے بچے سُنی دکھائی دینے لگے ہیں۔

کل تک وہ ہمیں چیخ پیچ کر کہتے تھے کہ آپ کا اور ہمارا راستہ الگ الگ ہے، راہیں جدا جدا ہیں، اختلافات اصولی ہیں، عقیدے متفاوِت ہیں مگر آج اُس سے بھی زیادہ بلند آواز میں ہمیں اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں۔ کل تک وہ لوگ بزرگِ خونی جادوِ حق پر چلنے والے اور ہم اُن کے خیالات فاسدہ کے مطابق باطل کی تار یک راہوں میں کھوٹے ہوئے، وہ قرآن و سنت پر عمل پیرا اور ہم میرا نیچے اور سفی الملوک کے اشعار الایسے والے، وہ اللہ و رسول کے دین پر کار بند اور ہم رفا خانی دین کے مدّاح، وہ خدا پرست ہم قبر پرست، وہ فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرنے والے اور ہم مُردوں کا کفن اُتارنے والے، کل تک وہ ہماری اقتداء میں نماز پڑھنے سے گریزاں، ہم نافرمانی لگائیں تو اُن کی جانب سے شرک و بدعت کے تیروں کی بوچھاڑ، گیارھویں شریف برائے ایصالِ ثواب ہو تو خنزیر کی طرح حرام حرام کی گردانیں، علم غیب بہ عطائے الہی بھی صریح شرک اور آج۔ آج یہ سب باتیں طاقِ نیاں کے حوالے کر کے نعرہ لگایا جا رہا ہے۔

”دیوبندی بریلوی بھائی بھائی“

جب عقائد میں اس قدر تفاوت اور بُعد ہو تو بھائی بھائی کیسے بن گئے حنفی اور سُنی زبان سے کہنا اور بات ہے اور عقائد و افعال سے ثابت کرنا اور بات ہے۔ پہلے دیوبندی اور بریلوی شاید دیوبند اور بریلی کے رہنے والوں کو کہا جاتا ہو مگر آج یہ مستقل نظریے بن چکے ہیں۔ اب عقائد کے لحاظ سے دونوں میں فرق کیا جائے گا۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ دیوبندی حضرات یہ نعرہ کیوں

لگا رہے ہیں، اپنی کانفرنسوں میں نصرہ رسالت محمد رسول اللہ کا جواز کہاں سے پیدا کر لیا گیا ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام میں سے کسی نے یہ نصرہ لگایا تھا؟ یا دیوبندی بریلوی بھائی بھائی کا نصرہ کس حدیث سے ثابت ہے؟ کیا دیوبندیوں کے عقائد میں تبدیلی آگئی ہے یا بریلویوں نے دیوبندیت کو اپنایا ہے۔ آخر نصرہ ”دیوبندی بریلوی بھائی بھائی“ کا اجر لو کس طرح کر لیا گیا ہے۔ وجہ کیا ہے؟ بات کیا ہے؟ راز کیا ہے؟ راز ہم بتائے دیتے ہیں۔ گر گٹ مزاجی۔ جی ہاں! جس نے بھی گر گٹ کا مزاج پالیا پھر اُس کا ایک ہی رنگ پہنچے رہنا بعد از قیاس ہے۔ ”سپاہ صحابہ“ کے موجودہ سرپرست اور ان کے دیگر ساتھی دیوبندیوں کے نزدیک کل تک احمد رضا خاں انگریزوں کا ایجنٹ تھا، لیکن آج برہنہ مصلحت وہ انگریز کا دشمن ہے۔ کل تک احمد رضا خاں بریلوی پکارا فاضی تھا آج اُسے کٹر ہستی کہا جا رہا ہے، کل کے مشرک اعظم آج کے مؤمن و عظیم ہیں، کل جو ہمارے پیچھے نماز پڑھنے سے بھاگتے تھے آج اعلانیت پکڑ کر ہمیں آگے کھڑا کرتے ہیں، کل تک گیارھویں شریف خنزیر کا گوشت تھی آج مل کر کھالینے کو معیوب قرار نہیں دیا جاتا۔ کل تک یا رسول اللہ کا نصرہ مشرک تھا آج کانفرنسوں میں یا رسول اللہ، محمد رسول اللہ دونوں نصرے لگ رہے ہیں لیکن کسی دیوبندی کی اس مشرک کے خلاف زبان تک نہیں اُٹھتی۔ کل تک احمد رضا خاں بریلوی اور اُن کے خلفاء بے دین، گمراہ اور ضال و مضل تھے آج ”سپاہ صحابہ“ والے حضرات اُن کے ناموں پر ”رحمۃ اللہ علیہ“ لکھ رہے ہیں۔

اے امام احمد رضا! تجھے ہمارا سلام ہو تو نے بدترین دشمنوں سے بھی اپنے نام پر ”رحمۃ اللہ علیہ“ لکھوایا۔

یہ ہے وہ گر گٹ مزاجی اور بدبودار عقیدہ کہ لمحہ لمحہ اپنا رنگ و بو بدلتا رہتا ہے۔ وہ احمد رضا جو ۱۹۲۱ء میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا

تن من دھن کی بازی لگادی گئی، شیعوں نے اختلاف ختم کرنے کا جھانسا دیا گیا، بڑھ
 چڑھ کر روپیہ پیسہ لگایا گیا، کہیں لائبریریوں کے نام پر جیسے بھری گئیں کہیں مدرسوں
 کی آڑ میں پاکٹیں گرم ہوئیں، کہیں امام باڑوں کے لیے لاکھوں کی تھیلیاں اچھال
 دی گئیں، عرض جس طرح اور جیسے ممکن تھا شیعیت کی ترویج و ترقی کے لیے
 قربانیاں دی گئیں۔ اور ادھر ہمارے سنی بھائی اتنے متاثر ہوئے کہ ٹھنی صاحب
 کا نام جھپٹنے لگے۔ کھوکھلے اسلامی دعووں پر یقین کر لیا۔ لیکن افسوس کہ اندر کی تاریکیوں
 اور غلاظت کو جھانک کر دیکھنے کے لیے ان بے چاروں کے پاس نہ بصارت تھی
 نہ بصیرت۔ ہمیں اپنے سنی بھائیوں سے سخت شکوہ ہے کہ وہ محض اعمال و
 افعال ہی کو سارا دین سمجھ بیٹھے ہیں۔ عقائد و ایمان کی اہمیت و حیثیت کو یکسر
 بھلا دیا۔ حالانکہ اعمال کی مقبولیت کا دار و مدار عقائد کی درستی پر ہے۔ بصورت
 دیگر آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور ہمیں یہاں یہ بات کہہ دینے میں بھی کوئی
 عار نہیں کہ ملک کے سربراہوں کو پہلے مذہب سے واقفیت حاصل کرنی
 چاہیے، بزرگان دین کی کتب سے استفادہ کرنا چاہیے۔ آج کے مولویوں پر
 اعتبار نہ سہی کیا چودہ سو سال کے سارے آئمہ کرام معاذ اللہ محض ملاں کھانے
 تھے، تمام سابقہ علمائے احناف کی کتب بحمد اللہ موجود ہیں۔ ان میں صاف
 موجود ہے کہ جو قوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و علم کے جاں نثار
 صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر دن رات تبرے بکتی ہو اُس سے میل جول، اٹھنا
 بیٹھنا اور محبت و دوستی کا اظہار مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ ہمیں سخت افسوس
 ہوتا ہے کہ آج کے سربراہ دینی معاملات میں بہت پیچھے ہیں۔ انہیں پتہ ہی نہیں
 کہ اسلام میں رواداری کا مطلب و مفہوم کیا ہے، اپنے پروٹوکول پر قدم بہ قدم
 کار بند نظر آئیں گے مگر اسلام نے جو پروٹوکول عطا فرمایا ہے وہ بالائے طاق رکھ
 کر بندوں کو خوش کرنے پر مجبور ہیں۔ ان سربراہوں کو پتہ ہی نہیں کہ کس
 کا جنازہ پڑھنا ہے کس کا نہیں پڑھنا، کس کے مزار پر جانا ہے اور کس کی قبر

سے بچنا ہے۔

وائے ناکامی متارع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ نیاں جاتا رہا

ہم ان سربراہانِ مملکت کی خدمت میں فقط اتنی گزارش کرتے ہیں کہ عزت دنیا کے بادشاہوں کے ہاتھ میں نہیں عزت تو اُس احکم الحاکمین کے دستِ قدرت میں ہے جس نے تمام مخلوق میں اپنی بے شمار نعمتیں بانٹ رکھی ہیں، عزت تلاش کرنی ہے تو صرف اُس سے تلاش کیجئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

بات کچھ دُور نکل گئی۔ عرض یہ کیا جا رہا تھا کہ ایک دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ مرنے والے مر کھپ گئے، اُنہیں بھول جائیے اور شیعوں کے خلاف کام کرنے کے لیے ہمارے ساتھ متحد ہو جائیے۔ جناب دیوبندی صاحب اللہ کا شکر ہے کہ ہم میں بے شمار ایسے افراد موجود ہیں جو بڑھ چڑھ کر ضعیفیت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اگر مر کھپ جانے والوں کو معاف کر دیا جائے تو پھر آپ سپاہِ صحابہ والے خود یعقوب کپنی، ملا باقر مجلسی، نور علی طبرسی، نور اللہ شوشتری اور جمیعی صاحب کی کفریہ عبارات پر کیونکر گرفت کرتے ہو وہ بھی تو مر کھپ گئے ہیں اُنہیں معاف کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ گڑے مَر دے اُکھاڑنے سے کیا فائدہ۔ تو جس طرح کا جواب آپ دیں گے وہی جواب ہمارا سمجھیے۔

بہر حال توحید کی آڑ میں جس طرح آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی توہین و تنقیص اور گستاخیاں تقریر اور تحریر کرتے آئے ہیں اور کر رہے ہیں وہ کسی صورت نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں۔ ہماری دینی غیرت و حمیت یہ گوارا نہیں کرتی کہ آپ سے دوستی کی پٹنگیں بڑھائی جائیں۔ ہمارے نزدیک جو قرآن مجید کو محرف شدہ اور نامکمل کہے، صحابہ کرام

کو مولانا کہا جا رہا ہے، رحمۃ اللہ علیہ کہا جا رہا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ تقیہ بازی میں دیوبندی حضرات شیعوں کو بھی کوسوں پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ بلکہ تقیہ کی دولت تو بڑی فراوانی سے ان دیوبندیوں کے گھر میں بھی موجود ہے۔ اس فن میں ان کو مہارت تامہ حاصل ہے۔

جن اکابر علمائے دیوبند کی کتب میں تو بہن آمیز کلمات پائے جاتے ہیں اور جن پر علمائے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے علاوہ برصغیر کے جید ترین علماء بھی فتویٰ کفر عائد کر چکے ہیں وہ اکابر آپ کے نزدیک حجتہ الاسلام، قاسم العلوم والنجرات، قطب الاقطاب، حکیم الامت اور شیخ الاسلام کا درجہ رکھتے ہیں۔ بتائیے آپ اور ہم کس طرح بھائی بھائی بن سکتے ہیں۔

آپ کہتے ہیں کہ ان عبارات میں ایمان کی ایسی خلافت ہے کہ رُوح خوش ہو جاتی ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک وہ عبارات صریح کفریہ ہیں اور ہم بار بار کہتے ہیں کہ وہ عبارات دیوبندی بریلوی سے ہٹ کر کسی عیسائی یہودی کے آگے رکھ دیجئے جو اردو اور اُس کی دیگر ضروریات و لوازمات سے واقف ہو، دیکھئے وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔

ہمارا فتویٰ ہمیشہ سے ایک تھا، ایک ہے اور ایک رہے گا۔ ہم گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے نہیں۔ آپ لوگ جہاں جس قسم کا ماحول دیکھتے ہیں وہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔

جب تک شیعوں کے خلاف ”سپاہ صحابہ“ کی سیاسی تحریک نہیں چلی تھی اُس وقت تک ہم بے ایمان، مشرک، بدعتی اور رافضی تھے لیکن آج اُسنی عقائد کی موجودگی میں آپ ہی کے نزدیک بکے سچے مومن، سنی اور موقد ہیں۔

لے دیوبندیوں اور شیعوں میں سیاسی اختلاف ہے وگرنہ مذہبی حیثیت میں دونوں برابر ہیں۔ مزید وضاحت کیلئے مولانا حسن علی رضوی صاحب کا پمفلٹ غلط فہمی کا ازالہ پڑھیں (ادارہ)

آپ کی اس گرگٹ مزاجی پر حیرت کے سمندر میں ڈوب ڈوب جاتے ہیں۔
 دو تین سال قبل تک تو موجودہ صدر سپاہ صحابہؒ احمد رضا خاں بریلوی کو مرزا
 غلام احمد قادیانی کا ہم خیال ثابت کر لے کے لیے پیدائش اور وفات کی تاریخوں
 میں مماثلت پیدا کر کے طعن و تشنیع و تشدد کی آگ بھڑکار رہا تھا آج خود ہی اُس
 آگ پر پانی کس لیے ڈالا جا رہا ہے۔ موصوف ایک تقریر میں فرماتے ہیں کہ مرزا
 پیدا ہوا ۱۸۳۲ء میں اور مرزا ۱۹۰۸ء میں، جبکہ احمد رضا خاں پیدا ہوئے ۱۸۵۶ء
 میں اور وفات پائی ۱۹۲۲ء میں۔ اور کہا کہ دیکھئے دونوں کی پیدائش اور وفات
 میں چودہ چودہ سال کا فرق ہے۔ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَذِبِيْنَ۔ ہم ڈمکے
 کی چوٹ پہناتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی
 قدس سرہ النبی کی وفات ۱۹۲۱ء میں ہوئی۔ فاروقی صاحب کا ۱۹۲۲ء
 بتانا صریح اور جیتا جاگتا جھوٹ ہے۔

انگریزوں کے ہی بتائے ہوئے فارمولے پر اب تک آپ عمل کر رہے
 ہیں جیسا کہ ٹاڈ ڈوی صاحب وغیرہ بھی آپ کو یہ سبق یاد کرائے ہیں کہ جھوٹ اس قدر
 بولو کہ اُس پر سچ کا گمان ہونے لگے۔

ایک یورپیو بندی صاحب فرماتے ہیں کہ اب لکھنے والے دنیا سے گزر گئے،
 مر کھپ گئے گڑے مَر دے اُکھاڑنے سے کیا فائدہ؟ جو کام ہے اب کرنے کا۔
 وہ کیجئے۔ دیکھئے مبر عام مبروں پر صحابہ کرام پر تبرّ ابازی ہوتی ہے۔ یہ ہوتا ہے وہ
 ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہیں اس بات کا مکمل احساس ہے کہ جب سے خنی صاحب
 گھوم گھا کر واپس آئے ہیں اور انہیں پورے ملک کی سربراہی حاصل ہو گئی تو
 انہوں نے جی بھر کر شیعیت کے فروغ کے لیے کام کیا۔ بظاہر اصلاحی انقلاب کی
 آڑ میں وہ کھیل کھیل گئے کہ بے شمار صادق لوح مسلمان اُن کی چکنی چٹری باتوں
 میں پھنس کر رہ گئے۔ خفیہ طور پر بھی اور اعلانیہ بھی دوسرے ملک کی تنظیمیں یہاں
 بھی بنائی گئیں، رسائل و جرائد جاری کیے گئے، اپنے مصلک کے فروغ کے لیے

آج اچانک مسلمان کیسے ہو گئے۔ ہمارے عقائد میں جب فرق ہی نہیں پڑا تو مسلمان کیسے ہو گئے۔ بس ہمارا مدعا فقط اتنا ہے کہ ہم اپنی ملت و قوم پر اس بات کو واضح کر دیں کہ آپ کل سچے تھے یا آج سچے ہیں؟

سیاہ صحابہ والو! ہم آپ کا متفاد رقیہ دکھانا چاہتے ہیں۔ آپ ہمیں مشرک کہیں تو کیا ہم آنکھیں بند کر لیں، آپ ہمیں رافضی کہیں تو کیا ہم زبانوں کو مقفل کر دیں۔ آپ ہمیں سنگی گایاں دیں ہم برداشت کر لیں گے مگر آپ ہمیں رافضی کہیں۔ ہم برداشت نہیں کریں گے۔

ہم سر پرستِ سیاہ صحابہ سے پوچھتے ہیں کہ کل تک جو ہمیں رافضی کہا جاتا رہا کیا وہ قرآن و سنت کی روشنی میں کہا گیا یا محض گیس تھیں۔ اگر قرآن و سنت کی روشنی میں تھا تو آج قرآن و سنت کے خلاف ہمیں مٹنی کیونکر کہا جانے لگا ہے جو عقیدہ قرآن و سنت میں کفر یہ ہو، مشرکانہ ہو وہ ہمیشہ کفر یہ مشرکانہ رہے گا۔ آج سے پانچ سال قبل ہم جن عقائد کی بناء پر رافضی تھے۔ پانچ سال بعد قرآن کی کس نص سے ہم مٹنی بن گئے ہیں؟

مرزا غلام احمدؒ ۱۹۰۱ء میں بھی کافر تھا اور آج بھی کافر ہے، تا قیامت پکا کافر رہے گا۔ اگر ضیاء الرحمن صاحب کے نزدیک احمد رضا کل تک رافضی تھا تو اب ایک دم وہ "رحمۃ اللہ علیہ" کیسے ہو گیا۔ اگر آپ خود نہیں کہتے تو اپنے کارکنوں کو ایسا کرنے کی اجازت کس لیے دے رکھی ہے جب یعقوب کلینی، باقر مجلسی اور دیگر اکابرین شیعوہ کے ناموں پر رافضی ہونے کی وجہ سے رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھا جاتا وہاں احمد رضا خاں جو بقول آپ کے رافضی تھا اس کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ چہ معنی دارد؟ کیا یہ بات اسلام میں جائز ہے کہ ایک رافضی کو کافر کہا جائے اور دوسرے رافضی کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ لکھا جائے۔

فاروقی صاحب! ہمارے پاس آپ کی تقریر کی ایک کیسٹ محفوظ

ہے۔ یہ جھنگ کی تقریر ہے۔ ذرا اپنی تقریر کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔
 ”مولوی احمد رضا کے باپ کا نام تھا مولوی تقی علی، دادے کا نام
 تھا مولوی کاظم علی، پردادے کا نام تھا مولوی تقی علی، یہ علیحدہ بات ہے
 کہ یہ نام سنیوں والے ہیں یا شیعہ والے ہیں؟ میرے پاس تائیس دلیلیں
 ہیں کہ احمد رضا بریلوی رافضی تھا۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ میرے چیلنج کو قبول
 کریں کہ احمد رضا بریلوی رافضی تھا۔“
 اب دیوبندی بریلوی بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے ہیں جبکہ اس

تقریر میں یہ نعرہ بھی موجود ہے۔
 ”شیعہ بریلوی بھائی بھائی، شیعہ بریلوی بھائی بھائی“
 یہی سرپرست ”سپاہ صحابہ“ جو اب بریلویوں کو بطور تہیہ بھائی کہتے
 ہیں ان کی تقریر کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں۔
 ”ہم تمہیں کیسے مانیں جناب کہ تم اہل سنت کی اولاد ہو تم تو خود شیعہ
 کی اولاد ہو۔“

آج جو یہ سرپرست صاحب اپنے پمفلٹوں اور تقریروں میں فرماتے
 ہیں کہ دیوبندی بریلوی جھگڑا کوئی جھگڑا نہیں، بریلوی ہمارے بھائی
 ہیں ان کی تقریر کے یہ الفاظ غور سے پڑھیں۔
 ”میرا چیلنج قبول کرنے کی جرأت کسی احمد رضا خاں کے حلالی بیٹے
 میں نہیں۔“

اس اُردو تقریر میں ایک موقع پر جب سامعین کی طرف سے یہ نعرہ
 لگا۔ ”بریلویوں پر لعنت بے شمار“ تو موصوف پنجابی میں فرماتے گئے۔
 ”ان پر لعنت تب بھی جب لعنت خود ہی نہ جارہی ہو۔ ان پر تو لعنت

پر تہرے بازیاں کرے وہ بھی قابلِ نفرین ہے اور جو اللہ و رسول و جملِ مجدہ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں سجدی زبان استعمال کرے وہ بھی لائقِ ملامت ہے۔ یہیں اللہ اور اس کے رسول کی عزت و عظمت ہر چیز سے مقدم ہے۔

تہذیبِ کچھ طوالت اختیار کر گئی ہے۔ آدم بر سرِ مطلب "سپاہِ صحابہ" کے موجودہ سرپرست ضیاء الرحمن فاروقی صاحب جن کو ان کے عقیدت مند مشورہ رخ اسلام کہتے ہیں، پہلے بھی سنبھالے نہیں سنہلتے تھے اب تو ماشاء اللہ "چھلے" بھی پڑ گئے ہیں۔ تو یہ صاحب دراز عرصہ تک اہل سنت و جماعت کے خلاف سخت زبان استعمال کرتے رہے۔ اہل سنت کی مقتدر شخصیات خصوصاً اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر گالیوں کی بارش برساتے رہے۔ بہتاول کا التزام بہت کیا گیا۔ ایک یہ کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ انہیں فاروقی صاحب، میر جعفر، میر صادق اور مرزا قادیانی کی صف میں شمار کرتے تھے اور دوسرا یہ کہ مولانا احمد رضا خاں حسنی نہیں تھے بلکہ رافضی تھے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

انہی دنوں اردو بازار لاہور کے ایک کتب خانہ میں ڈاکٹر خالد محمود صاحب دیوبندی کی کتاب "مطالعہ بریلویت" پر بھی نظر پڑی جس کی تین جلدیں آچکی ہیں۔ اس کی ایک جلد میں وہی پُرانے احسان الہی ظہیر کی "البریلویہ" والے مضامین اس میں درج کر دیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب "غلط فہمی نہ ہو" کا عنوان دے کر لکھتے ہیں :

مولانا احمد رضا خاں کی اس دبی شیعیت میں یہ وہم نہ ہو کہ اگر آپ شیعہ ہوتے تو شیعوں کے خلاف ردِ الفضہ نہ لکھتے اس میں آپ نے تمام شیعوں کو کافر کہا ہے اور اپنے آپ کو حنفی ظاہر کیا ہے، اس غلط فہمی سے بچنے کے لیے آپ شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوہتری (۱۰۱۹ھ) کے مندرجہ ذیل بیان

پر غور کریں۔ ایسے لوگوں کی کبھی کمی نہیں رہی۔

”چونکہ علمائے شیعوہ اصحاب شقاق و شقاق کے طویل غلبے اور اہل تغلب و نفاق کے برسر اقتدار ہونے کے باعث ہمیشہ گوشہ تقیہ میں چھپے اور مخفی رہے ہیں اس لیے وہ اپنے آپ کو شافعی یا حنفی ظاہر کرتے رہے ہیں۔“
(مجالس المؤمنین جلد ۱ صفحہ ۲۰۵)

آگے صفحہ ۲۰۵ پر لکھا ہے :-

”اُس پس منظر میں جب ہم مولانا احمد رضا خاں اور ان کے مسلکی تطورات پر غور کرتے ہیں تو ان کی بات یہی سامنے آتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اندر سے ہرگز ہرگز اہل صفت میں سے نہ تھے۔“

دیگر دیوبندی مولوی بھی اس الزام اور بہتان کو وقتاً فوقتاً دہراتے رہتے ہیں۔ البتہ ”سپاہ صحابہ“ کے وجود کے آنے کے بعد رفتہ رفتہ یہ بہتان معدوم ہو رہا ہے۔ لیکن وقتی طور پر کسی چیز کا دب جانا یا اُس کے متعلق زبان نہ کھولنا اور بات ہے، اُس کے متعلق ان کا عقیدہ کیا ہے، دل میں سمجھتے کیا ہیں، یہ دوسری بات ہے۔ آج مرزاہوں کے خلاف کوئی بھی نہیں بولتا۔ تو کیا اس کا مطلب یہ سمجھ لیا جائے کہ ہم انہیں مسلمان جاننے لگے ہیں۔ یعنی جس عہد و مد سے پہلے انہیں ننگا کیا جاتا تھا اور اسلام کا دفاع کیا جاتا تھا اُس طریقے سے اب ضرورت بھی نہیں رہی۔ تو اس کا معنی اور مراد یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم اُن کے خلاف ہی نہیں رہے۔

ہم ”سپاہ صحابہ“ سے فقط یہ پوچھتے ہیں کہ وہ ہمارے خلاف زبان تو نہیں اٹھاتے مگر دل سے کیا سمجھتے ہیں۔ اگر کہیں کہ مسلمان! تو دنیا کے سب سے بڑے جھوٹے یہ لوگ ہوں گے۔ کیونکہ کل تک ہم رافضی اور بدعتی تھے

بلکہ صرف حقانیت مقصود ہے۔

سوالات نہایت صاف ستھرے، سمجیدہ اور واضح بیان کیے جا رہے ہیں ان کے جوابات بھی اسی طرح نہایت واضح اور روشن ہوں، جوابات میں غلطہ جھنجھلاہٹ، جذباتیت اور تنفر کی آمیزش ہرگز نہ ہو۔ خیال رہے کہ جس ترتیب سے سوالات درج ہیں، عین اسی ترتیب سے جوابات بھی تحریر فرمائے جائیں۔

منا ہے کہ آپ نے کئی تقاریر (یا کسی ایک تقریر) میں جناب احمد رضا خاں بریلوی کو بیش کچیش وجوہ سے مضبوط دلائل کے ساتھ شیعہ ثابت فرمایا ہے تو ① پہلا سوال یہ ہے کہ کیا واقعہ کسی تقریر میں آپ نے احمد رضا خاں بریلوی کو دلائل حق سے شیعہ ثابت فرمایا ہے؟

② دومرا سوال یہ ہے کہ اگر واقعی آپ نے انہیں شیعہ ثابت کیا ہے تو کیا اس سے قبل آپ کے اکابر علمائے دیوبند میں سے بھی کسی نے ان کو شیعہ ثابت کیا ہے یا پہلے فرد آپ ہیں جن کو احمد رضا خاں بریلوی کے اصل عقیدے کا انکشاف ہوا؟

③ تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر اکابر علمائے دیوبند میں سے کسی نے پہلے شیعہ ثابت کیا ہے (کہ جس کو بنیاد بنا کر آپ نے دلائل دیے ہیں) تو ان علماء کے اسمائے گرامی کیا ہیں اور کس کتاب میں یہ ثبوت موجود ہے؟

④ چوتھا سوال یہ ہے کہ اگر اس سے قبل اکابر علمائے دیوبند میں سے کسی ایک نے بھی انہیں شیعہ قرار نہیں دیا تو اس کی کیا وجوہات تھیں؟ تحریر فرمائیں (یہ اکابر بھی ایک شیعہ کو کافر نہ کہہ کر کسی فتوے کی زد میں ہونے)

⑤ پانچواں سوال یہ ہے کہ اگر آپ نے ہی سب سے پہلے انہیں شیعہ کہا ہے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں چند ایک مضبوط دلائل آپ کے

تیزی نہیں دکھائی۔ جذبات سے کام نہیں لیا بلکہ بہت انتظار کیا۔ ہر طرف سے جب مکمل مایوسی کا شکار ہوئے تو اب یہ سوالات اشاعتی صورت میں آپ کے سامنے موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

جناب صیاء الرحمن فاروقی صاحبہ (سرپرست اعلیٰ "سپاہ صحابہ" پاکستان) کے نام

محمدہ نصلی ونسئلہ علی رسولہ الکریم۔ وَعَلٰی
آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین ۵

اما بعد۔ آپ ایک دراز عرصہ تک رڈ بریلویت میں تقریریں فرماتے رہے ہیں جن کو آپ کے حلقے میں خاص ذوق و شوق سے سنا اور پسند کیا جاتا رہا۔ اس وقت "سپاہ صحابہ" سے وابستگی کی وجہ سے آپ صرف رڈ شیعیت کے بارے میں اظہار خیال فرماتے ہیں اور بظاہر کسی اسٹیج پر آپ بریلویوں کے خلاف بیان کرنے سے گریز فرماتے ہیں۔ شاید کبھی کہیں جذبی طور پر یا اپنے مخصوص حالات اور حلقے میں ان کے خلاف اب بھی بولتے ہوں گے مگر بالعموم ایسا دیکھا نہیں گیا۔ لیکن ایک بات تو واضح ہے کہ جس دور میں آپ بریلویوں کے خلاف جو کچھ بیان فرماتے رہے ہیں وہ اب بھی آپ کے نزدیک درست اور صحیح ہو گا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اُس وقت کا اپنا کہا ہوا اس وقت آپ خود ہی جھٹلا دیں۔ جس چیز کو آپ نے اُس وقت حق سمجھا تھا وہ اب بھی آپ کے نزدیک ٹھہرے گا نہ کہ باطل قرار پائے گا کیونکہ اس وقت بھی آپ اُسی مسلک و سرب سے وابستہ ہیں جو شروع سے آپ نے پسند فرمایا۔

اگر آپ کے سابقہ دور کی روشنی اور موجودہ رویے کے حوالے سے سوالات کی صورت میں چند ایک معروضات پیش کر دی جائیں تو یقین ہے کہ آپ کی طبع نازک پر بارگراں نہیں گزرے گا۔ بخدا بندہ کو افتراق و انتشار اور فتنہ و شر مطلوب نہیں

۱۱) گیارہواں سوال یہ ہے کہ اب آپ کا عقیدہ اُن کے متعلق بدل چکا ہے یا وہی ہے

(الف) اگر وہی ہے تو شیعہ ہونے کی وجہ سے آپ انہیں کافر کیوں نہیں کہتے؟

ج) اگر عقیدہ بدل چکا ہے تو آپ اس کا برہنہ منبر اعلان کیوں نہیں فرماتے؟ (یعنی پہلے تو میں احمد رضا خاں کو شیعہ کہتا تھا، اب میں نے توبہ کر لی ہے، وہ شیعہ نہیں تھے بلکہ صحیح سنی العقیدہ مسلمان تھے، میرے کہنے کو درست نہ سمجھا جائے)

د) اگر وہ سنی العقیدہ مسلمان تھے تو آپ انہیں شیعہ گویا کافر کہہ کر کیا خود اپنی تکفیر نہیں کر گئے؟

د) اس وجہ سے آپ پر سر عام توبہ ضروری ٹھہری یا نہ؟
درج بالا گیارہ سوالات کا مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ آپ سب سوالات کا یہ پہلا مرحلہ ہے اگر آپ نے سنجیدگی سے جوابات دے دیے تو سوالات کا ایک مرحلہ ابھی اور بھی باقی ہے۔ جو آپ کے اکابر علمائے دیوبند کے شیعہ نقطہ نظر پر مبنی ہوں گے۔ امید ہے کہ درج بالا سوالات کے جوابات آپ انتہائی ذمہ داری سے عنایت فرمائیں گے۔ جوابات میں کسی قسم کی لاگ پٹ اور لہجہ نہ پایا جائے۔ سوالات کے اندر (ا، ب)، جزو کے بھی اسی طرح (د)، (ب) لکھ کر جوابات ارشاد فرمائے جائیں۔ یعنی پوائنٹ ٹو پوائنٹ

(Point to Point)

خاص نوٹ | میں اب دیوبندی بریلوی نزاع سے کنارہ کش ہو چکا ہوں۔ "آپ کا یہ عذر نہ عذر گناہ برتر از گناہ" کے مصداق قطعی طور پر قابل قبول نہ ہوگا۔ جواب سے اگر گریز فرمایا گیا تو دوجار دفعہ مزید اس کی کاپیاں ارسال کی جائیں گی پھر بھی جواب نہ دیا گیا تو ان سوالات

کی اشاعت پر پھر آپ کو ناراضگی کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہیے۔
 اس کے بعد ہم اتنا عرض کر دیں کہ الحمد للہ ہم یکے اور سچے حنفی اہل سنت
 و جماعت ہیں اور ہمارا عقیدہ رافضیت کے متعلق وہی ہے جس کو اعلیٰ حضرت فاضل
 بریلوی قدس سرہ نے رد الفتنہ میں پیش فرمایا ہے۔ ہم نے ان کے باطل عقائد
 کا ہمیشہ رد کیا ہے۔

ہمارا ایمان یہ ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت نے روافض پر گرفت فرمائی تو وہ
 بھی درست تھی اور اگر آپ کے اکابر پر فتویٰ جاری کیا تو وہ بھی درست تھا۔
 وہ اپنے پرانے، چھوٹے بڑے سرکاری غیر سرکاری، عوام اور خواص میں بلا تمیز
 گرفت فرماتے تھے یہی ان کا طرہ امتیاز ہے۔ آپ ان کو کبھی رافضی نہ کہتے اگر
 ان کا فتویٰ آپ کے اکابر پر نہ ہوتا۔ آپ کے زیر سرپرستی شائع ہونے والا پرچہ
 ”خلافت راشدہ“ کے بے شمار پرچوں میں سے صرف ایک شمارہ لے کر آپ
 کو بتاتے ہیں کہ جس شخص کے متعلق آپ کا خیال یہ ہے کہ وہ رافضی تھا، یہ
 شمارہ کیا کہتا ہے۔ ہم محرم الحرام ۱۴۱۲ھ کا شمارہ لے رہے ہیں۔

① اس شمارہ میں ٹائٹل کے اندر دو فی صفحہ پر ایک اشتہار ”اہل سنت
 ہو شیاری با حق“ کے عنوان سے شائع ہوا جس کے اوپر والے بائیں کنارے پر
 یا رسول اللہ درج ہے۔ ہمارے پاس جو تقریر آپ کی محفوظ ہے اس میں آپ نے
 نعرہ یا رسول اللہ پر اعتراض کیا ہے۔ آپ کی زیر نگرانی قائم ہونے والے اس
 شمارے میں ”یا رسول اللہ“ کیونکر چھپ گیا؟ اگر کوئی بات کہنے میں شرم
 بدعت ہے تو وہ لکھنے میں بھی شرم و بدعت ہوگی۔ آخر کس مصلحت کے
 تحت ”یا رسول اللہ“ لکھا گیا۔ کیا اس طرح کہنا لکھنا جائز ہے۔

② صفحہ ۸ کالم ۳ پر اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلویؒ لکھا گیا ہے
 لفظ بریلوی برزحمہ موجود ہے۔ جس کا مطلب ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ اگر احمد
 رضا خاں رافضی تھا تو آپ نے کیا مدیر خلافت راشدہ کو اس کے خلاف

کوئی تنبیہ کی ہے۔ اگر نہیں تو کیا مصلحت ہے؟
 (۳) صفحہ ۱۲ پر آپ کا خطاب درج ہے۔ یہ خطاب آپ نے "انٹرنیشنل
 حق نواز شہید کانفرنس" اسلام آباد میں ۲ جون ۱۹۹۱ء کو کیا۔ ص ۱۲ کے
 کالم ۲ پر اپنے بیان کا یہ حصہ ملاحظہ کریں۔
 "مذہبِ صحابہؓ پاکستان کی وہ جماعت ہے جس نے بریلوی دیوبندی اہل
 حدیث کے تنازعات کو ختم کر کے تمام اہل سنت کو ایک پلیٹ فارم پر
 جمع کر دیا ہے۔"

آپ نے تو اپنی بے شمار تقریروں میں چیلنج کر کر کے اور "تائیس دلیلوں"
 کے ساتھ احمد رضا خاں کو رافضی اور دیگر بریلویوں کو شیعہ کی اولاد کہا تھا۔
 اب اچانک ان بریلویوں کو سنی کیوں سمجھ لیا گیا۔ جب بریلوی شیعہ کی
 اولاد ہیں تو ان کو تقیہ کے طور پر اہل سنت کا لقب دے کر ایک پلیٹ
 فارم پر جمع کرنے کا ڈھونگ کیونکر چایا جا رہا ہے۔ آپ کی تقریر کے وہ سابقہ
 الفاظ درست ہیں یا اس تقریر کے مذکورۃ الصدور الفاظ؟

ویسے بانی دینی دے دسر راہ) یہ احمد رضا خاں بریلوی کس قسم کے رافضی
 تھے کہ آپ جیسے متعدد حضرات بھی انہیں اپنا کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یہ کہیں
 اعلیٰ حضرت کی کرامت تو نہیں کہ جو رافضی کہہ کہہ کر دم نہیں لیتا تھا وہی انہیں
 اہل سنت ماننے پر مجبور ہو گیا ہے۔ ہمیں تو ڈر ہے کہ آج آپ جن کو رافضی رافضی
 رافضی کہہ رہے ہیں کہیں کل انہیں بھی کسی مصلحت اور غرض کے زیر اثر اپنے
 ساتھ ملانے پر مجبور نہ ہو جائیں، جب آپ اپنی ہی باتوں پر قائم نہیں رہتے
 تو آپ کا اعتبار کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ ویسے کوئی شیعہ ہی آپ سے پوچھ بیٹھے
 کہ احمد رضا خاں رافضی تھا یا سنی، اپنی سابقہ تقاریر کی روشنی میں جواب غایت
 فرمائیے۔ تو فاروقی صاحب آپ کیا جواب دیں گے؟

(۴) ص ۱۳ کالم ۲ میں آپ فرماتے ہیں :-

”میرے بھائیو! پاکستان کے مولویو، پیرو، چوہدریو، بریلویو، یونیدیو، اہل حدیثو!“

دیکھا آپ نے ہمیں بھی ”بھائیو“ کہہ کر پکارا ہے۔ ظاہر ہے آپ کے نزدیک کُلُّ مُسْلِمٍ اِخْوَةٌ درستی ہوگا۔ تو کل ملک جو شیعوہ کی اولاد تھے اور آج بھی اُن کے وہی عقائد ہیں وہ مومن ہو کر آپ کے بھائی کیسے بن گئے۔ آپ کی یہ بات سچی ہے یا وہ؟ ویسے آپ کے خیال میں تفریقہ کسے کہتے ہیں، تعریف تو کیجئے ذرا؟

⑤ ص ۳۷ کالم ۳ پر ماسٹر حق نواز فقیر والی سے رقمطراز ہیں :-
”پاکستان میں شیعوں کی تعداد ۹۸٪ ہے اور شیعوں کی تعداد تقریباً“

۲٪ ہوگی۔“

یہ بات تو مسلم ہے کہ ۹۸٪ دیوبندی اس ملک میں نہیں رہتے۔ ظاہر ہے حواءِ اعظم بریلوی ہی ہیں اور شیعوں کے نام سے معروف ہیں۔ اور سب اعلیٰ حضرت بریلوی کے عقیدت مند ہیں۔ تو کیا ماسٹر حق نواز صاحب اور مدیر کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ یہ سب شیعوں کی اولاد ہیں، آخر فاروقی صاحب کہہ رہے ہیں وہ کوئی غلط تصور ابھی کہہ رہے ہیں کہ بریلوی شیعوں کی اولاد ہیں تو ماسٹر صاحب نے شیعوں کی گنتی میں بریلویوں کو کیسے شامل فرمالیا۔ کیا آپ نے آئندہ کے لیے مدیر صاحب کو تنبیہ کی ہے کہ شیعوں کی آبادی اتنی درج نہ کی جائے؟

اس کے علاوہ انجمن سپاہ صحابہ نے ایک پمفلٹ بعنوان ”شیعوہ کافر ہیں“ شائع کر رکھا ہے جس کے ٹائٹل پر یہ الفاظ بھی درج ہیں :-
”مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ مع تصدیقات“ اس کے صفحہ ۱۰ پر سپاہ صحابہ نے اپنی طرف سے عنوان دیا ہے۔

مد فاضل بریلی مولانا احمد رضا خاں صاحب کا فتویٰ :-

کتنی عجیب بات ہے کہ انجمن کا سربراہ کہے کہ مولانا احمد رضا خاں رافضی اور ستائیس دلیلوں کے جلو میں کہے، برسر عام کہے، چیلنج کرے، اور انجمن کے کارکن اس کے نام پر رحمتہ اللہ علیہ لکھیں۔ ع
بریں عقل و دانش بیاید گر بخت
ایک اور پمفلٹ بچاؤ صحابہ کی طرے سے بہت زیادہ تقسیم کیا گیا۔
جس پر لکھا ہے :-

”اہل سنت و جماعت علماء بریلی کے تاریخ ساز فتاویٰ“
اس کے ص ۱، ص ۲ اور ص ۳ پر ”اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی“
درج ہے۔ ص ۲ پر لکھا ہے :-

”اعلیٰ حضرت کی تصانیف ردّ شیعیت میں“
اس عنوان کے نیچے ردّ شیعیت میں لکھے گئے رسائل کے نام درج
ہیں۔ اب ہمیں یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ سر پرست سچا ہے یا کارکن۔ اگر
غلطی سے ایسا ہو گیا ہے تو کیا اسٹندہ کے لیے خبردار کر دیا گیا ہے۔
اب ۱۹۹۲ء میں فاروقی صاحب غصے میں آکر اگر کہہ ہی دیں کہ جاؤ
بریلویو! ہم تمہیں رافضی ہی سمجھتے ہیں تو یہ اُن کی تیصری حماقت ہوگی۔ کہ
ایک دفعہ رافضی کہا۔ دوسری بار سُنی کہتے رہے اور جب سوالات پوچھے
گئے تو پھر رافضی کہہ دیا۔ ان تین ادوار میں سے کس دور کی بات کو آخر
سچ سمجھا جائے گا۔ ع

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے
آپ نے تقریر میں فرمایا ہے کہ احمد رضا، نقی علی، کاظم علی وغیرہ
شیعوں والے نام ہیں لہذا ثابت ہوا اعلیٰ حضرت شیعہ تھے، پہلی بات
یہ کہ محض ناموں کی وجہ سے کسی کو رافضی قرار دینا ہر لے درجے کی حماقت ہے
دوسرے یہ کہ یہ اسمائے گرامی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی اولاد

کے ہیں۔ اگر کوئی صحابہ کے نام پر نام نہ رکھے اور صرف اہل بیت اطہار کے نام رکھتا ہے تو کیا یہ اسلام میں ناجائز ہے؟ اگر شیعوں کی ہر مشابہت سے بچا جائے تو اس طرح فاروقی صاحب آپ کا جینا بھی محال ہو جائے گا۔ وہ اللہ کو ایک مانتے ہیں تو جب وہ اللہ کو ایک مانتے ہیں تو آپ کو ایک اللہ کو ماننا چھوڑ دینا چاہیے اس لیے کہ شیعہ ایک مانتے ہیں۔ وہ قبلہ کی طرف مُنہ کر کے اپنی عبادت کرتے ہیں تو کیا آپ کو قبلہ کی طرف مُنہ کر کے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ وہ روزے رکھتے ہیں تو پھر آپ روزے ترک کر دیں۔ پھر تو ایک مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ وہ مُنہ سے کھانا کھاتے ہیں آپ کیا طریقہ اختیار کریں گے۔ ایک شیعہ بھی کھانا کھا رہا ہو اور آپ بھی کھانا کھانے میں مشغول ہوں تو دیکھنے والا شیعہ دیوبندی کا فرق کس طرح کر سکے گا۔ نکلا سر ہے آپ کو طریقہ بدلنا پڑے گا۔ آپ تو پھر نہ آنکھوں سے دیکھیں، نہ کانوں سے سُنیں، نہ ہاتھ پاؤں سے کام کریں، سب کو بدل ڈالیں۔ اُن سے مشابہت جو ہوگی۔ پھر تو آپ پانی سے وضو بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ شیعہ بھی وضو کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں آپ مٹی کا تیل استعمال کر لیا کریں۔ دل تو صاف نہیں ہوگا البتہ ظاہری جراثیم مر جائیں گے (رفع حاجت کے مسئلے پر ہم آپ کی توجہ مبذول نہیں کراتے)

اور جناب فاروقی صاحب! اگر حسن، نقی، تقی وغیرہ شیعوں کے نام ہیں تو ہم آپ کو زیادہ دُور نہیں لے جاتے۔ صرف اپنے قطب الاقطاب اور مطاع الکُل جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کی حوائج عمری اٹھالیں جیسی کو تذکرۃ الرشید کہتے ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے یوں درج ہے :-

”مولانا رشید احمد، بن مولانا بدایت احمد بن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی بن قاضی علی اکبر“

اور ذرا اپنے مولانا کے حقیقی ماموں دیکھتے لکھا ہے :-
 ”آپ کے چار حقیقی ماموں تھے جن میں سب سے بڑے جناب مولانا
 محمد تقی صاحب جو حضرت کے خسر بھی ہیں اور منجھلے مولوی محمد تقی صاحبؒ
 ”رشید احمد صاحب کے مشہور استاد یہی استاد الکل حضرت مولانا مخلوک
 العلی صاحب ہیں“ؒ

”حضرت نے کئی مرتبہ دریافت فرمایا کہ مولوی محمد حسن نہیں آئے“ؒ
 ”مولانا علی رضا صاحب حضرت کے شاگرد ہیں“ؒ
 اسی تذکرۃ الرشید میں جا بجا منشی محمد حسن، مولوی ممتاز علی انبلیٹھوی،
 صوفی کرم حسین، پیر جی محمد جعفر صاڈھوری، نثار علی، مولوی حیات علی، مولوی
 ولایت حسین، محمود حسین، نظم حسین، میر واجد علی قنوجی اور میر محبوب علی دہلوی
 عطر فروش کے نام مختلف روایات سے درج ہیں۔

اسی طرح مظاہر العلوم سہارنپور کے مدرس احمد علی، فیض الحسن، اور
 سعادت علی وغیرہ بھی تھے۔ مختصر یہ کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی، حسین احمد،
 محمود الحسن، اشرف علی، احمد علی، حسین علی واں بھجراں، مرتضیٰ حسن، چاند
 پوری، ذوالفقار علی دیوبندی (مشارح قصیدہ بردہ) یہ سب نام ایسے ہیں
 کہ فاروقی صاحب کے فارمولے کے مطابق سب پر بے دھڑک شیعیت کی
 چھاپ لگا دی جائے۔

ہمارا ایک نکتہ سب کے لیے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس عقیدے یا
 جن خیالات کی بنیاد تعصب پر قائم ہو سارے قرآن مقدس اور ذخیرۂ احادیث
 کی دلیلیں بھی اُس کے لیے مفید نہیں۔ البتہ ربِّ کائنات جسے ہدایت دے۔
 وَاللّٰهُ يَهْدِي مَن يَّشَاءُ ۚ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خبردار

محاذ آرائی، تخریب کاری و قانون شکنی سے بچو۔

سپاہ صحابہ و اہل تشیع کے لئے تیار کیا گیا
مستحق بہ

غلط فہمی کا ازالہ

تالیف :- حضرت مولانا محمد حسن علی صاحب مدظلہ، میسری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ،

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض علماء "المحدث دیوبند" وقتاً فوقتاً تقریر و تحریر میں بریلوی اہلسنت کا تشیع سے مسلکی نااطمہ جوڑنے اور غلط فہمی پھیلانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ الزام "اہلینہ میں ایسا منہ دیکھنے کے مترادف ہے۔ اور درحقیقت خود ان معتز ضحین کا اہل تشیع سے کافی حد تک اندرونی و مسلکی اتحاد ہے۔ تفصیل کے لئے بعض دلائل حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔

"شیعہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو (معاذ اللہ) کافرو ملعون و مردود کہتے ہیں جبکہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی صحابہ کرام کو ملعون و مردود کہنے والا سنت جماعت سے خارج نہیں ہوتا، لے اگر اہل تشیع سے اندرونی اتحاد نہیں تو ان کی اتنی رعایت کیوں؟ اور گستاخ صحابہ کی سنیت پر اصرار کیوں؟

۲۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی کے پاس ایک

سوال آیا۔ سوال و جواب دونوں ملاحظہ ہوں۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو سنی
المنہب عورت بالغہ کا نکاح زید شیعہ مذہب کے ساتھ برحناٹے شرعی
باپ کی تولدیت میں ہو گیا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ سنی و شیعہ کا تفرق
مذہب کے باعث نکاح جیسا کہ ہندوستان میں شائع ہے۔ عند الشریع
صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب : نکاح منعقد ہو گیا۔ لہذا سب اولاً و ثابثاً المنہب ہے۔
اور صحبت حلال ہے۔

۳

شیعہ کے ہاتھ کا وزح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ ۲

شیعہ ماتم کرتے ہیں۔ اور جب دیوبندیوں کے قُطْبُ العالم مولوی
مفت محمد گنگوہی مرگے۔ تو دیوبند بھی ماتم کردہ بن گیا۔ دیوبندیوں نے
ماتم کیا اور مولوی محمود الحسن دیوبندی نے مستقل کتاب ”مرثیہ“
لکھی جس میں لکھتے ہیں۔

۴ جہاں تمہا خندہ و شادی وہاں ہے نو صہ و ماتم ہے۔

نماز جنازہ : ”مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند
نے شیعہ سے کہا کہ آپ لوگ شیعہ ہیں اور میں سنی ہوں۔ اصول نماز الگ
الگ ہیں۔ آپ کے جنازے کی نماز مجھ سے پڑھوانی جائز کب ہوگی؟“

۱ :- امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۴۔

۲ :- امداد الفتاویٰ جلد ۲ ص ۱۳۸۔

۳ :- مرثیہ ص ۳۔

شیعوں نے عرض کیا کہ حضرت! بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہی ہوتا ہے۔
آپ تو نماز جنازہ پڑھا ہی دیں۔ حضرت (قاسم نانوتوی) نے ان کے
اصرار پر منظور فرمایا۔ اور جنازہ پر پہنچ گئے۔۔۔ نماز کے لئے کہا
گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کر دی۔

۵

”مشہور شیعہ عالم اور وکیل مولانا مظہر علی اظہر انتقال فرما گئے
نماز جنازہ دیال سنگھ کالج گراؤنڈ میں ۳ نومبر ۱۹۷۷ء بروز اتوار
ادا کی گئی۔ نماز جنازہ صبح دس بجے حضرت مولانا عبید اللہ انور (جانشین
دیوبندی شیخ القفسیر مولوی احمد علی صاحب لاہوری) نے پڑھائی۔ شیعہ
حضرات نے اپنی نماز کا الگ لیکن اسی جگہ انتظام کیا۔“

۶

شیعہ لیڈر شمس کی نماز جنازہ میں عبدالقادر آزاد مولوی
تاج محمود اور ضیاء القاسمی دیوبندی نے شرکت کی۔
تغزیہ کی اجازت: مولوی اشرف علی تھانوی نے کانپور کے
ایک شخص سے دریافت کیا۔ سنا ہے کہ ”تم شدھی ہونے کو تیار ہو۔ اگر تم
اسلام میں کچھ شک ہو ہم سے تحقیق کر لو۔ اس نے کہا میرے یہاں بنت
ہے۔ (تغزیہ بنتا ہے) پھر ہم ہندو کا ہے کو ہونے لگے۔ میں نے اسے
تغزیہ کی اجازت دے دیدی“

۱۔ حاشیہ صوانح قاسمی ج ۲ ص ۷۱۔

۲۔ خدام الدین لاہور ۸ نومبر ۱۹۷۷ء ص ۳۔

۳۔ مظفر علی شمس۔

۴۔ نوائے وقت لاہور ۶/۲۱۔

۵۔ الافاضات الیومیہ ص ۱۳۸، حصہ چہارم۔

اجمیر میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب (دیوبندی) نے اہل تعزیہ کی نصرت کا فتویٰ دیدیا تھا۔ قصہ یہ تھا۔ مولانا ایک زمانہ میں اجمیر تشریف رکھتے تھے۔ عشرہ محرم کا کارمانہ آگیا۔ اور غالباً ایک درخت کے نیچے سے تعزیہ کے گزرنے پر شیعہ صاحبان اور ہندوؤں میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت مولانا نے سن کر فرمایا۔۔۔ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے۔ یہ شیعہ صاحبان کی شکست نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے لہذا اہل تعزیہ کی نصرت کرنی چاہیے۔

جواب دو

- مسلم اعلیٰ حضرت پر شیعہ نوازی کا افترا کرنے والے جواب دیں۔ کہ
- صحابہ کرام کو ملعون و مروت کہنے والے کو سنت جماعت سے خارج نہ سمجھیں
- تو آپ اور آپ کے اکابر۔
- شیعہوں سے شتی لڑکیوں کے نکاح کریں تو آپ اور آپ کے اکابر۔
- شیعہوں کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال بتائیں تو آپ اور آپ کے اکابر۔
- تعزیہ کی اجازت دیں تو آپ ہندوؤں اور شیعہوں کے جھگڑے کو کفر و اسلام کا جھگڑا قرار دیں اور اہل تعزیہ کی نصرت کریں تو آپ۔
- ماتم کریں اور مرثیے لکھیں تو آپ۔
- شیعہ رہنماؤں کی نماز پڑھیں تو آپ اور آپ کے اکابر۔
- یہ سب پا پڑیلنے کے بعد اور دیوبندی سے شیعہ بھائی بھائی کا عملی مظاہرہ کرنے کے باوجود بریلوی اہلسنت پر ناحق طعنہ زنی کرنا سراسر کذب بیانی و بدنیاتی کا ارتکاب نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم نے علمائے دیوبند کی شیعہ نوازی کے جو شواہد پیش کئے ہیں۔ ان کا جواب دیں۔
- سپاہ صحابہ:** دیوبندی تنظیم ”سپاہ صحابہ“ پر بالخصوص لازم ہے۔ کہ اگر وہ

سپاہ صحابہ ہونے میں صحیح اور مخلص ہیں۔ تو اپنے گھر کی بھی خبر لیں۔ اور شیعہ سے تعلق نہ بھاتی چارہ کے متعلق ان کے اکابر کے جو فتاویٰ و حوالہ جات ہم نے پیش کئے ہیں۔ ان کا جواب دیں۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ شیعوں سے ان کی محاذ آرائی صدق و اخلاص پر مبنی نہیں۔ بلکہ سیاسی مفاد و الیکشن لڑنے کے لئے یہ سارا شور و شر ہے۔ ورنہ وجہ فرق کیا ہے۔ کہ شیعوں کے خلاف اتنی گرمجوشی اور اپنے اکابر دیوبند کے متعلق اس قدر سرد مہری اور لبوں پر مہر سکوت کیوں؟۔

یہی کچھ نہیں: دیوبند قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ ”شیعہ مسجد بوجہ اللہ تعالیٰ بنا دے تو وہ مسجد ہے۔ (نماز پڑھنے کا) ثواب مسجد کا اس میں ہوگا۔ جب بقول گنگوہی شیعہ کا بوجہ اللہ (رضاء الہی) کے لئے عمل بھی مقبول اور اہل اسلام کی مساجد کی طرح شیعہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب بھی اسی طرح۔ ثواب جھگڑاؤ و تفرقہ کس لئے۔ محاذ آرائی کا نہیں۔ یہ تو یکجہانی کا مقام ہے۔

سپاہ صحابہ کے بالکل برعکس: گنگوہی صاحب کا صریح فتویٰ ہے کہ ”جو لوگ شیعہ کو فاسق کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک انکی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ ہونا چاہیے۔ اور بندہ بھی ان کو تکفیر نہیں کرتا۔“

مفتیان دیوبند: یہی اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ کافر کافر شیعہ کافر، کہنے والے سپاہ صحابہ کے علماء دیوبند جھوٹے ہیں۔ یا دیوبندی امام گنگوہی صاحب جھوٹے ہیں۔ جن کا صریح فتویٰ ہے کہ بندہ شیعہ کی تکفیر نہیں کرتا۔ کافر تو کافر، ”فتاویٰ رشیدیہ“ کی روشنی میں تو شیعہ ضال اور گمراہ بھی نہیں بلکہ محض فاسق و گنہگار ہیں۔ جیسا کہ عدم تکفیر کے فتویٰ مذکورہ میں انہیں فاسق کہنے والوں کی ہمنوائی کی ہے۔ اور ان کی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور

عدم تکفیر کی صراحت کی طرح دوسری جگہ بھی صراحت سے لکھا ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے۔“ ۳

تعزیر داروں: اور مرثیہ خوانوں کے متعلق فتویٰ دیا ہے کہ یہ لوگ فاسق ہیں۔

اور ان کی نماز جنازہ واجب ہے ضرور پڑھنی چاہیے۔

تحقیق مذکور سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ

- اکابر دیوبند کے پیشوا مولوی گنگوہی صاحب کے نزدیک شیعہ روافض چونکہ نہ کافر ہیں نہ گمراہ۔ بلکہ صرف فاسق و گنہگار ہیں۔
- مزید براں معاذ اللہ صحابہ کرام کو کافر قرار دینے والا بھی چونکہ سنتِ جماعت سے خارج نہیں ہوتا اور سنی کاسنی رہتا ہے۔

- لہذا شیعہ روافض اور (خاکِ بدن گستاخ) صحابہ کی بے ادبی و طعنہ زنی کرنے اور انہیں کافر و ملعون و مردود کہنے والے بھی چونکہ مسلمان اور سنی ہیں۔ اس لئے زندگی و موت میں ان کے سب معاملہ بھی سنیوں مسلمانوں کی طرح سرانجام دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ ”قادیانی رشیدیہ“ وغیرہ سے سب کچھ تفصیل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔
- ایک اہم نکتہ: یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ یادداشت ہے کہ گنگوہی صاحب کے بقول معاذ اللہ صحابہ کو کافر و ملعون و مردود کہنے والا تو مسلمان اور سنی رہتا ہے، (ملخصاً)
- مگر دوسری طرف صاحب ”تقویۃ الایمان“ مولوی اسماعیل دہلوی کو جو کافر کہے اور ”تقویۃ الایمان“ کو کافر قرار دے۔ وہ خود کافر بلکہ اس سے بھی بڑھ کر شیطان ملعون ہے۔ (ملخصاً)

یہ ہے دیوبندی گورکھ دھندا اور دیوبندی سپاہ صحابہ کے ڈھول کا پول کہ جو صحابہ کرام کی تکفیر کرے۔ وہ تو کافر نہیں بلکہ سنی مسلمان ہے اور جو ان کے ایک مولوی اسماعیل دہلوی کو کافر اور اس کی گستاخانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ کو کافر کہے۔ وہ ان کے نزدیک نہ صرف کافر بلکہ شیطان ملعون ہے۔

سپاہ صحابہ: کاشن اگر دھوکہ منڈی نہیں تو اور کیا ہے کہ ان کا نعرہ تو ہے کافر کافر شیعہ کافر۔ مگر ان کے اکابر کی شیعہ نوازی اور ان سے بھاتی چارہ کا یہ حال ہے کہ صحابہ کی تکفیر کرنے والے کی تو تکفیر نہیں کرتے۔ مگر اسماعیل دہلوی کی تکفیر پر فوراً کافر کافری جڑ دیتے ہیں۔ جو اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ اکابر دیوبند کے نزدیک صحابہ کرام کا اتنا بھی مقام نہیں جتنا کہ ان کے مولوی اسماعیل دہلوی کا مقام ہے۔ کیا اسی دیوبندی قادیانی کے سرمایہ پر سپاہ صحابہ ناموس صحابہ کے تحفظ کا دعویٰ کرتے

دھوکہ دیتے اور اپنی منافقت و دوزنگی کا مظاہرہ کرتے ہیں کسی نے سچ کہا ہے کہ
 آہی نہ بڑھاپا کی ڈامان کی حکایت، دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ
 یہ بھی: انجمن سپاہ صحابہ کی صریح منافقت ہے کہ یہ تو خلفاء راشدین
 رضی اللہ عنہم کے سرکاری و عوامی طور پر ایام منانے ان کے یوم وصال پر جلوس
 نکالنے کا اہتمام کرتے ہیں جبکہ ان کے "قنادی رشیدیہ" وغیرہ کی رو سے
 اس طرح بزرگان دین کا یوم اور یادگار منانا سراسر بدعت و حرام ہے لہذا
 سپاہ صحابہ والو! یا اس منافقانہ دوزنگی روش سے توبہ کرو۔ اور یا اپنے شیعہ
 نواز اکابر دیوبند کی تکفیر کرو ان کے فتوؤں سے اظہار بیزار و لا تعلقی کرو۔
 ورنہ اہل تشیع و اہل دیوبند راہ اعتدال اختیار کرو۔

شیعہ دیوبندی بھائی بھائی: "حضرت حسین احمد مدنی نے
 اصلاح بین المسلمین و دفع شرک کے واسطے امر و مہم میں شیعہ سُنی کے درمیان
 مناظرہ بند کرائے کے لئے مجمع عام سے خطاب فرمایا کہ:۔۔۔ کیا تمہارا
 ایمان تمہارا اسلام اور تمہاری غیرت ان مناظروں کی اجازت دیتی ہے۔۔۔
 حضرت مدنی کی موثر اور پُر جوش تقریر سے جانبین کے آنسو پھوٹ پڑے۔۔۔
 مجادلے اور مقلتلے کی فضا صلح و آشتی سے بدل گئی۔ ایک دوسرے سے بغلیں
 ہو کر شیعہ سُنی بھائی بھائی بن گئے" لے

دیوبندی: شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی کے اس تاریخی
 حوالہ کے بعد اب تو شیعہ سُنی بھائی بھائی یعنی دیوبندی شیعہ بھائی بھائی
 ہونے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہذا اس بھائی چارہ کے بعد
 دیوبندی شیعہ کی محاذ آرائی بھی غلط ہے اور علماء دیوبند کا بریلوی اہلسنت
 پر شیعہ نوازی کا الزام بھی غلط ہے۔ محمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (القرآن)
ترجمہ: ”بے شک منافقین جہنم کے سب سے گہرے گڑھے میں ہیں۔“

www.NAFSEISLAM.COM

“THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLE SUNNAH WAL JAMAAH”

مقامِ مبارک
دوبئیٹ اور ہندوستانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ارشاداتِ خداوندی

- ۱۔ ”خوشخبری دو میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے ہیں۔ پھر صلیب میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔“ (پ ۲۳، سورۃ الزمر، آیت نمبر ۱۶-۱۷)
- ۲۔ ”تم ان میں بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں بے شک کیا ہی بڑی چیز ہے جو خود انہوں نے اپنے لیے تیار کی۔ یہ کہ ان پر اللہ کا عذاب اُترا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور اگر انہیں اللہ ربی، قرآن پر ایمان ہوتا، تو کافروں کو دوست نہ بناتے، لیکن ان میں بہت سے فاسق ہیں۔“ (پ ۶، سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۸-۸۱)
- ۳۔ ”تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا کنبے والے ہوں۔“ (پ ۲۸، سورۃ المجادلہ، آیت نمبر ۲۲)
- ۴۔ ”اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے، حالانکہ وہ منکر ہیں، اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔“ (پ ۲۸، سورۃ الممتحنہ، آیت ۱۱)
- ۵۔ ”مسلمان کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمان کے صوا، اور جو ایسا کرے گا، اُسے اللہ اور اس کے رسول سے تعلق نہ رہا۔“ (پ ۳، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۲۸)
- ۶۔ ”اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں (دورِ رخ) آگ چھو لے گی اور اللہ کے صوا، تمہارا کوئی حمایتی نہیں، پھر مدد نہ پاؤ گے۔“ (پ ۱۲، سورۃ ہود، آیت نمبر ۱۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُخْبِرِ صَادِق، بانی اسلام حضور سید عالم شفیع عظیم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ اقدس

حضرت ابو ہریرہؓ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے
سنا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بازگاہ میں
کچھ مال حاضر کیا گیا۔ آپ نے تقسیم فرمایا۔ دائیں طرف اور بائیں طرف والوں کو
عطا فرمایا۔ اور پیچھے والوں کو نہ دیا تو پیچھے والوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے
لگا: "اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔" وہ آدمی
جیادہ رگڑا اور منڈے ہوئے صرف لالہ تھا۔ اس نے بالکل سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا اللہ
کی قسم! میرے بعد تم مجھ سے زیادہ انصاف کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے۔" مزید فرمایا:
"آخری زمانے میں ایک قوم نکالے گی، گویا یہ بھی اسی قوم کا ایک فرد ہے۔ وہ قرآن کریم
بہت پڑھیں گے، لیکن قرآن مجید کا اثر ان کے دلوں کی طرف نہیں جائے گا۔ اسلام سے
وہ ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے۔ سر منڈانا ان لوگوں کی نشانی ہوگی۔ وہ
ہر دور میں ظاہر ہوتے رہیں گے، یہاں تک ان کی آخری جماعت دجال کی ساتھی ہوگی
جب تم ان لوگوں کو پاؤ تو سمجھ لینا کہ وہ بدترین مخلوق ہیں۔"

(نسائی - مشکوٰۃ شریف باب اہل الردۃ)

حضور سید عالم مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بدترین گروہ کا ذکر فرمایا
وہ اگرچہ اسلام کے مدعی ہوں گے، قرآن مجید پڑھیں گے، مگر دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے۔

اس گروہ کی مندرجہ ذیل چار نشانیاں ہمیں بتادیں :
۱۔ وہ شانِ رسالت میں گستاخانہ کلمات استعمال کیا کریں گے۔

۲۔ زیادہ تر سرمنڈائیں گے۔

۳۔ قرآن مجید خوب پڑھیں گے، لیکن ان گستاخانِ رسول کے دلوں پر قرآن مجید کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

۴۔ وہ قوم ہر دور میں کافروں کی ٹھکانہ بن کر رہیں گے، حتیٰ کہ دجال کا ساتھ بھی یہی لوگ دیں گے۔

قارئین کرام! جس قوم کا حضور اکرم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے، اس کو پہچاننا مسلمانوں کے لیے مشکل نہیں۔ ان کی شانِ رسالت میں گستاخانہ عبارتیں محض ظاہر ہیں۔ اس بد باطن اور رُوسیاہ گروہ نے تاجدارِ ختم نبوت نبی رحمت محبوبِ کبریا نام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ احد میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے، جن کی کبھی بدترین دشمنوں کو بھی اور کافروں کو بھی جرأت نہ ہوئی تھی۔ اس ذلیل اور ردیل ٹولہ نے مسلمانوں اور بت پرستوں کو ایک قوم کہا خود متحدہ قومیت کے گیت گا کر زنا پرستوں کی محبت کا دم بھرا۔ اُمتِ مسلمہ کو اُن کے پیارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بدترین ٹولے سے آگاہ فرمادیا۔ ایک دوسرا ارشادِ گرامی جسے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ہے:

یہی واقعہ دوسری روایت میں یوں مذکور ہے:

”ایک شخص آیا جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں پیشانی اٹھی ہوئی، داڑھی گھنی، رخسار اُونچے اور سر منڈا سچا تھا۔ وہ کہنے لگا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ سے ڈرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر بقول تمہارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہوں تو کون ہے جو اُس کے احکام کی اطاعت کر لے گا؟ اللہ تعالیٰ نے

مجھے اہل زمین پر امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے۔“ ایک مرد نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی، لیکن اسے منع کر دیا گیا۔ جب وہ گستاخ واپس لوٹ گیا تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلع فرمایا: اس کی اصل سے ایک قوم ہوگی۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے، مگر قرآن کریم ان کے زخموں سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اگر میں اس قوم کو پاتا، تو انہیں اس طرح ہلاک کر دیتا، جیسے قوم عاد کی گئی۔“ (مشکوٰۃ شریف باب المعجزات)

روایات بالا میں مذکور گستاخ ٹولے کی مزید نشانیاں بیان فرمائی ہیں تاکہ اُمتِ مسلمہ پہچان کر کے ان سے خبردار ہو جائے۔ ان کی مجلس اختیار کرنا۔ ان کی چکنی چٹری باتیں سنانا اور انہیں مسلمان جان کر ان کی ہاں میں ہاں ملانا تو بہت دُور کی بات ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے سماعتے سے بھی بچیں۔ ان کے ظاہری حال، بُبہ و دستار اور اوٹے مسلمان پر نہ جائیں۔ ان کی مزید نشانیاں یہ بیان فرمائی گئی ہیں:

۱۔ پابندی نماز، روزہ وغیرہ عبادات میں یہ اصلی مسلمانوں سے بھی بڑھ چڑھ کر نظر آئیں گے۔

۲۔ مختلف حیلے بہانے تراش کر مسلمانوں کو قتل کرنا ان کی مردانگی ہوگی۔

۳۔ غیر مسلموں، بت پرستوں، یہود و ہنود اور نصاریٰ کے یار و مددگار اور اہل کار بن کر رہیں گے۔

یہ گروہ باقاعدہ جماعتی شکل میں پہلے پہل حضرت سیدنا علی المرتضیٰ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جنگِ صفین کے بعد ظاہر ہوئے۔ انہوں نے مسئلہ تحکم کی آڑ میں بگڑا کر یہ رُوپ ظاہر کیا جیسا کہ پروفیسر البوزہرہ مصری کے حوالے سے پروفیسر غلام احمد حریری نے اپنی کتاب ”اسلامی مذاہب“ بار دوم ۱۹۷۷ء مطبوعہ لاہور ص ۸

وضاحت کی ہے :

”یہ گروہ جسے علماء کرام شرع قدیم اور عقل سلیم سے خارجیت کا نام دیتے ہیں، مختلف ادوار میں مختلف نظریات کے ساتھ ظاہر ہوتا رہا۔ چوتھی صدی ہجری میں اتباع سلف کا دعویٰ کرتے ہوئے نمودار ہونے والے کچھ لوگ اپنے آپ کو حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا پیروکار کہتے اور دین حق کا علمبردار بن کر مسلمانوں کو اسلام سے خارج بتایا کرتے۔“

پروفیسر ابو زہرہ مصری کے حوالے سے پروفیسر غلام احمد عمری نے اپنی کتاب ”اسلامی مذاہب“ میں ان کی تفصیل لکھی ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں یہ خارجی ٹولہ مکمل طور پر ختم ہو گیا تھا، لیکن جس جماعت نے دجال کے لشکر میں شامل ہونے کی شقاوت حاصل کرنی ہے وہ مرے سے کب مٹنے والا ہے؟ چنانچہ ساتویں صدی ہجری میں اس فتنہ نے پھر سر نکال لیا۔ اس دفعہ ابن تیمیہ حرانی کی سرکردگی میں خارجیت کے جراثیم پھیلانے کی مہم شروع ہوئی۔ ابن تیمیہ حرانی کے عقائد و نظریات کی تردید تو کتنے اکابر علماء اسلام نے کی اور متاخرین علماء اسلام اور مفتیان کرام نے ان کے نظریات سے ہمیشہ کھل کر برأت کا اعلان کیا۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے مایہ ناز محدث حضرت شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن تیمیہ حرانی کے مخصوص عقائد و نظریات کے پیش نظر شرعی فیصلہ صادر فرمایا،

”ابن تیمیہ ایک ایسا شخص ہے جس کو خدا نے رسوا کیا، گمراہ کیا، اندھا کیا، بہرا کیا اور ذلیل کیا، اسی لیے ائمہ دین نے اس امر کی صراحت کی اور اس کے فساد احوال اور جھوٹے اقوال کو بیان کیا۔ جو تصدیق کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اس امام و مجتہد کی تصانیف کا مطالعہ کرے، جن کی امامت، جلالت اور منزلت اجتہاد

ایک سائی پر سب کا اتفاق ہے۔ یعنی شیخ ابوالحسن مسکی نیز ان کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین مسکی اور اماموں کے شیخ حضرت عزیزی جماعہ اودان کے معاصرین اور دیگر علماء شافعیہ، مالکیہ اور حنفیہ وغیرہ کی۔

ابن تیمیہ نے صوفیو متاخرین پر اعتراض کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ اُس نے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے اکابر صحابہ پر بھی اعتراضات کیے، جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس کا کلام کوئی وزن نہیں رکھتا بلکہ وہ دیرانے میں پھینکنے کے لائق ہے۔ ابن تیمیہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کن، جاہل اور حد سے نکل جانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے عمل سے معاملہ کرے اور ہمیں اس کے جیسے طریقے اور عقیدے سے بچائے آمین!

(امام احمد شہاب الدین بن حجر مکی، فتاویٰ حدیثیہ ص ۹۹ (عربی))

ساتویں صدی ہجری میں اُسٹھنے والا خارجیت کا یہ فتنہ علماء اسلام کی مساعی جملہ سے ختم ہو کر رہ گیا تھا۔ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کی تصانیف ایک حد تک نظروں سے غائب ہو گئیں، لیکن بارہویں صدی ہجری میں یہ ناصور پھر چوتھی بار چھوٹا نجد میں محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک شخص نے خوارج کے مذہب کو ابن تیمیہ کی تصانیف سے حاصل کر کے اس کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی۔

حضور سید عالم مخبر صادق، محسن انسانیت، نبی رحمت بانی اسلام سید خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیاری امت کو اس پلید شخص اور اس رذیل فتنہ سے پہلے ہی باخبر فرما دیا ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کارستانیوں کے بارے میں پروفیسر محمد مسعود احمد کی کتاب مواظظ منظرہری اور پروفیسر غلام احمد حریری کی کتاب اسلامی مذہب کا مطالعہ صحیح

سیر دست تیرھویں صدی ہجری کے مایہ ناز فقیہ علامہ محمد امین ابن شامی رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات اُن کی کتاب رد المحتار، ج سوم، ص ۳۱۹ عرض کیے دیتے ہیں۔

”جیسا کہ ہمارے زمانہ میں (ابن) عبد الوہاب کے متبعین میں واقع ہوا جو نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے۔ اپنے آپ کو حنبلی مذہب کا پیروکار ظاہر کرتے تھے، حالانکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان بس وہی ہیں اور اُن کے عقائد سے اختلاف رکھنے والے سب مشرک ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اہل سنت و جماعت اور اُن کے علماء کو قتل کرنا مباح ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طاقت توڑ دی مسلمانوں کے لشکروں کو اُن پر فتح دی۔ یعنی ۳۳۳ ۱۲۴۳ھ میں۔“

ابن عبد الوہاب نجدی کی اس ملحدانہ و مہشت گردی اور قتل و غارت کے درمعمل کے طور پر مسلمانانِ عالم میں اضطراب و ہيجان اور نفرت آمیز جذبات پیدا ہو گئے۔ چنانچہ دیوبندیوں کے معروف علماء نے اس دیوانی گروہ سے نفرت کے اظہار میں اپنی عافیت سمجھی۔ مسلمانوں کے جذبات کے دھاروں کو سمجھتے ہوئے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں سخت ترین کلمات استعمال کیے۔ مطالعہ کیجیے۔

۱۔ المہند علی المفتی ص ۲۱-۲۲ (اُردو) مطبوعہ کراچی

از مولوی خلیل احمد انیسٹھوی

۲۔ الشہاب الثاقب ص ۴۲-۴۳ مطبوعہ دیوبند

از مولوی حسین احمد ٹانڈوی

۳۔ فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۱ از مولوی انور شاہ کشمیری۔

محمد بن عبد الوہاب نجدی کی ذہنیت اور معنوی اولاد اب تک موجود ہے جو سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دامِ تزدیر میں پھنسا کر گمراہ کر رہے ہیں۔
ذرا ان کی دھرم نوازی ملاحظہ فرمائیں:

نجدی وزیر اعظم گاندھی کی سعادھی پر

○ نجدی سعودی حکومت کا وزیر اعظم امیر فیصل ۵۵ء میں ہندوستان پہنچا تو بھارتیوں نے اس کے استقبال میں بھارت، سعودی عرب زندہ باد، راجہ مار سعودی عرب زندہ باد کے نعرے لگائے۔ امیر فیصل نے بھارت کے قیام کے دوران ڈاکٹر اجندر پرشاد، ڈاکٹر اداہاکشن اور پنڈت نہرو سے ملاقاتیں کیں اور راج گھاٹ پر مہاتما گاندھی کی سعادھی پر پھول چڑھائے۔ نیز ایک گاؤں رتن گڑھ تشریف لے گئے، جہاں دیہات سداہار کا کام دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ وہیں دس ہزار روپے کا عطیہ خیریت فرمایا۔ (روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۱ مارچ ۱۹۵۵ء)

○ درمشلہ سے آٹھ میل دور آپ (شاہ ابن سعود نجدی) نے بحال چل پردیش کے لوگوں کا پیش کیا ہوا لوک پانچ کا ایک پروگرام دیکھا اور جناب صدر، مستر وزیر اور خواتین اور راجندر پرشاد کے جواب میں شاہ سعود نے تقریر فرمائی۔ مدرسہ دیوبند کو پچیس ہزار روپیہ دیا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ ہندوستان اور سعودی عرب کے اتحاد اور دوستی کے رشتے ہمیشہ مضبوط رہیں گے۔

(اخبار سیاست، کانپور، ۳ دسمبر ۱۹۵۵ء)

اپنے اس دورے کے موقع پر شاہ ابن سعود نے پنڈت جواہر لال کو ادھر مقصد کا دورہ کرنے کی دعوت دی، جسے اس بحث پر صحت نے قبول کر کے ستمبر ۱۹۵۶ء میں سعودی عرب کا دورہ کیا۔ اس وقت مشرک پرستوں نے کیسے کیسے قیامت خیز طریقوں سے دھرم نوازی کرتے ہوئے پنڈت نہرو کا استقبال کیا۔ ان ایمان منور حرکتوں پر پورا عالم اسلام طبلہ اٹھا اور ہر طرف سے صدرائے احتجاج بلند ہوئی۔

ہر مقام حیرت ہے کہ ایک طرف تو مدینہ پاک میں روضہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نجدی حکومت کی طرف سے نجدی صحابی پہرہ دینے کے لیے مقرر ہیں جو روضہ انور کی طرف پشت کر کے بیٹھے رہتے ہیں اور جن کا صرف یہی کام ہے کہ کوئی حضور سید عالم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام قرآنی جالیوں کے قریب نہ آئے اور دست بستہ صلوٰۃ والسلام عرض نہ کرے، دُعا نہ کرے اور جو ایسا کرتا ہے اس کو دھکے دے دیئے جاتے ہیں، مارا پیٹا جاتا ہے، اگرچہ مستورات ہی کیوں نہ ہوں۔ دوسری طرف نجدی حکومت کا وزیر اعظم امیر فیصل اسلام اور اہل اسلام کے دشمن، مشرک اور نجس و ناپاک گاندھی کی سجادہ (مٹھی) پر پھول چڑھاتا ہے، تو نجدی توحید میں اُبال آتا ہے اور نہ ہی نجدی حکومت حرکت میں آتی ہے۔

○ نام تہادِ عظیم بردارانِ توحید و مدعیانِ عملِ بالحدیث و بابیوں کے شہداءِ مسعود، اور وزیر اعظم امیر فیصل نے بھارت میں ہندوؤں کی دعوتیں اڑانے، گاندھی کی سجادہ پر پھول چڑھانے، نہرو کے زیرِ ہدایہ اپنے نعرے (راجگمارِ سعودی عرب زندہ باد) لگوانے، جلوس نکوانے، نہرو کی خوشنودی کے مطابق بیان دینے اور رقص و سرود کی محافل سے لطف اندوز ہونے کے بعد اس مشرک و نجس کافر و بے دین کا حق تنک ادا کرنے کے لیے سعودی عرب کے دورے کی دعوت دی۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۵۶ء کے آخر میں نہرو نے سعودی عرب جانے کی تیاری کی۔ عین انہی دنوں میں ایک رسوائے عالم کتاب ”مذہبی رہنما چھپی۔ اس کتاب میں حضور نبی پاک، صاحبِ لہاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ناپاک حملے کئے گئے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت پر مسلمان احتجاج کر رہے تھے اور نہرو حکومت اس کتاب کی ضبطی کی بجائے مسلمانوں کا خون بہا رہی تھی۔ (والعیاذ باللہ) پاکستان اور بھارت میں اس کتاب پر پابندی اور مصلحتوں پر تشدد کے خلاف زبردست مظاہرے ہو رہے تھے۔ مشرقی پنجاب کے بعض

ہندو اخبار (پرتاب - سنسار - ملاپ وغیرہ) بھی اس کتاب کی مذمت کرتے ہوئے
نہرو حکومت سے اس کی اشاعت پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء)

مگر نجدی سعودی حکومت اس معاملہ میں بالکل خاموش تھی اور وہاں شاہ سعود
نہرو سے احتجاج کرنے کی بجائے اس مشرک کے استقبال کرنے کی تیاریوں میں مصروف
تھا۔ نجدیوں کی یہ روش مسلمانوں کے تلافیہ زخموں پر گویا نمک پاشی تھی، جس سے
اُن کی بے چینی اور اضطراب میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ سب نے بیک زبان سعود
سے مطالبہ کیا کہ وہ اس حالت میں ظالم اور مشرک نہرو کو سعودی عرب آنے کی
اجازت نہ دی جائے، مگر مشرک نواز محمد شاہ سعود نے پھر بھی کوئی پروا نہ کی
اور نہرو دستِ احتجاج کے باوجود اس کے کان پر جوں تک نہ رہی۔

محضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں یعنی میلادِ مقدس اور جلوس
مبارک کو بدعت و مشرک کہنے اور اس پر پابندی لگانے والے نجدیوں کی طرف سے
نہرو کے ریاض (نجد) پہنچنے سے پہلے ہی اس کے استقبال کا پروگرام شائع ہو گیا۔
چنانچہ اخبارات میں آیا:

○ "سعودی عرب میں ہندو کی مددات کا ایسا انتظام کیا جا رہا ہے۔ جو
الف لیلیٰ کے جہاد و جلال کی یاد گارہ کر دے گی۔ ہر روز ظائف کے باغوں سے گلاب
کے تازہ پھول طیارہ کے ذریعے ان محلات میں لائے جائیں گے، جہاں نہرو قیام
کریں گے۔ وزیرِ اعظم (نہرو) اور ان کی پارٹی کے لیے شاہی توشہ خانوں میں خاص
انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ ہوائی مستقر سے ریاض شاہ سعود کے نہایت پر شکوہ محل
تک نہرو کو جلوس کی صورت میں لے جایا جائے گا جس کی پیشوا ٹی شاہ کا محافظ دستہ
اور موٹر سائیکلوں پر سوار فوجی کریں گے۔ تمام شاہراہوں کو بھارتی اور سعودی پرچموں

مے مزین کیا جائے گا۔ (روزنامہ امروز لاہور، ۲۱ اگست ۱۹۵۶ء)
 حضور سید عالم، محبوب کبریا، شفیع مجرباں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت پاک
 اور مدحت سراٹی کو بدعت کہنے والے وہابیوں کے اخبارات نے نہرو کی آمد کے موقع پر
 اس کے قصیدے لکھے۔ چنانچہ اخبارات میں آیا کہ مکہ معظمہ کے ایک روزنامے
 "البلاد السعودیہ" نے پنڈت جواہر لال نہرو کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے
 اپنے ادارہ "بھارتی نہرو کو عرب میں خوش آمدید" لکھا ہے کہ سعودی عرب ایک
 رہنما (نہرو) کو خوش آمدید کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ مسٹر نہرو ایک ایسی شخصیت ہیں
 جو ہمیشہ پرامن اور دانشمندانہ پالیسی کے قائل رہے ہیں۔ آخر میں اس اخبار نے دعا
 کی کہ "امس کا یہ داعی (نہرو) ہزاروں برس جیے۔"

شاہ سعود کی موثر اصلاحی کے سیکرٹری کرنل انور سادات نے بھی سرکاری روزنامے
 "الجمہوریہ" میں پنڈت نہرو کو ایشیائی فرشتہ بتایا ہے۔ یہ اخبار لکھتا ہے کہ اے
 ایشیا کے فرشتے (نہرو!) تم پر سلامتی ہو۔ آگے چل کر کرنل سادات لکھتے ہیں،
 "مسٹر نہرو کی نرم اور ملائم آواز توپوں کی گرج سے زیادہ بااثر ہے، کیونکہ
 یہ سچائی کا علمبردار ہے۔" (روزنامہ کوہستان، لاہور، ۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء)
 دہران میں سعودی عرب کے گورنر نے نہرو کی خدمت میں ایک سپاس نامہ
 پیش کیا، جس میں کہا گیا کہ پنڈت نہرو اور ان کی حکومت نے اسلام اور مسلمانوں کی دوستی
 اور ان کے مفادات کے تحفظ کے لیے جو شاندار خدمات سر انجام دی ہیں۔ معنوی عرب
 کے لوگ ان کی قدر کرتے ہیں اور انہیں نہرو پر فخر ہے۔ نیز کہا گیا کہ پنڈت نہرو دنیا
 کی عظیم ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں اور بھارتی صغیر نے کہا: اس دورے سے
 ظاہر ہے کہ نہرو اور شاہ سعود کو ایک دوسرے سے کتنی عقیدت ہے۔
 ایک مشرک اور بے دین سے مسلمان امیر کی عقیدت کتنی خشناک بات ہے؟

نہرو نجدی محبت کا منظر ابھر

○ شاہ سعود نے پنڈت نہرو کو نئے ماڈل کی سات نشستوں والی ایک کیڑلک کار کا تحفہ دیا، اس کے علاوہ سونے کی ایک جلیبی گھڑی اور دو عرب پوشاکیں بھی دیں اور نہرو نے شاہ سعود کو راجستھان کا بنا ہوا پتیل کا ایک لمبپٹا، جس پر قرآن مجید کی ایک آیت کندہ ہے اور عرب شہزادوں کو نہرو نے ایک ایئر کنڈیشنڈ ریڈیو سیٹ اور بھارت کی بنی ہوئی صلائی کی مشینیں دیں۔

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۷-۲۸-۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء و دیگر اخبارات)

○ حکومت ہند نے سعودی عرب کو دس ہزار ٹنی چاول روانہ کرنے کا فیصلہ کیا، یہ فیصلہ حکومت سعودی عرب کی درخواست پر کیا گیا اور اس سال کے آخر میں بھارت سعودی عرب کو مزید چاول دے گا۔ (روزنامہ کوہستان لاہور، ۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء)

ہندوستان کا ایک سہ روزہ دیوبندی اخبار ”مدینہ“ بجنور بھی دعویٰ مسلمانوں کے باوجود نہرو کی محبت میں گرفتار ہے۔ یہ نجدیوں کی طرف سے نہرو کے استقبال پر اتنا خوش ہوا ہے کہ اس نے اپنی ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں ادارے

کا عنوان ”نہرو رسول السلام“ رکھا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

یہی اخبار اپنی یکم نومبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

○ وزیر اعظم نہرو کے دورہ سعودی عرب کے موقع پر جدہ میں مولانا کرم علی (نجدی دیوبانی) نے وزیر اعظم کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا، جس کے بعض اقتباسات یہ ہیں: ”محترم وزیر اعظم ہم ایک ایسی سرزمین پر آپ کا استقبال کرتے ہوئے بہت مسرور

ہیں، جس کی نگرانی ایک ایسی محترم ذات کے ہاتھ میں ہے، جو ہمارا غم بھی امام اور خلیفہ الصلیب ہے۔ ہم آپ کی محبوب ترین شخصیت پر فخر کرتے آئے ہیں۔ ہماری دعا

ہے کہ آپ ہمارے عظیم ترین رہنما کی حیثیت سے زندہ و سلامت رہیں۔
محترم پنڈت جی! ہم آج آپ کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بڑی خوشی
محسوس کرتے ہیں۔ معزز مہمان، محترم رہنما، پنڈت جی! ہم آپ کے استقبال اور
آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے جو کچھ بھی کہیں یا کریں، وہ سب کچھ آپ کی عظیم ترین شخصیت کو
دیکھتے ہوئے کم ہے۔ ہم آپ کی ذات پر فخر کرتے ہوئے آپ کو برکت و سلامتی کا پیغام
صحبتے ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم سب مل جل کر یہاں اپنے محبوب ترین لیڈر کی آمد کی
کی یادگار قائم کریں۔ عالی جناب وزیر اعظم مہاراجہ باد۔ اے عظیم شخصیت کے مالک۔
عرب ہندو دوستی زندہ باد۔ شاہ سعود زندہ باد۔ جواہر لال نہرو زندہ باد

واپسی کے وقت نہرو کو ایک ایڈریس پیش کیا گیا، اسی میں پنڈت جی کو اس کا
انسان اعظم اور ہند کی کامیابیوں اور ترقیوں کا معمار کہا گیا۔ ایڈریس کے جواب میں
پنڈت نہرو نے تالیفوں کی گونج میں تقریر کی۔ طہران کے ہوائی اڈے پر پنڈت نہرو کو
الوداع کہنے کے لیے مشرقی صوبوں کے گورنر اور دیگر افسران موجود تھے۔ ہوائی اڈے
پر پنڈت نہرو نے سعودی عرب فوج کے ایک دستہ سے سلامی لی اور گارڈ آف آنر کا
معاظنہ کیا۔ (”مدینہ“ بجنور ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

نہرو کے دورہ سعودی عرب کا حال پاکستان کے سارے اخبارات میں بھی
شائع ہوا۔ ایک اخبار کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

○ ”سعودی عرب میں نہرو کا مہم جبارہ سول السلام اور جے ہند کے نعروں
سے استقبال۔ شاہ سعود نہرو کی بیچ شیلہ پر ایمان لائے۔ سعودی عرب کی
تاریخ میں نہرو کے استقبال کے لیے عرب عورتیں بھی موجود تھیں۔
ریاض پہنچنے پر شاہ سعود نے نہرو کو گلے سے لگالیا۔

سرزمین حجاز پر پہلی مرتبہ بھارتی ترانہ ”جانا مانا گانا“ بجایا گیا۔ پنڈت نہرو جب

سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض پہنچے، تو ہزاروں افراد نے، جن میں شاہ سعود، سعودی شہزادے، وزراء اور سعودی فوج کے اعلیٰ افسر شامل تھے۔ نہرو کا استقبال کیا اور ایک فوجی دستے نے نہرو کو گاڑڈ آف آئر میٹش کیا۔ اس کے بعد نہرو ایک کھلی کار میں شاہ سعود کے محل روانہ ہو گئے۔ راستے میں سڑک پر دونوں طرف ہزاروں افراد نے نہرو کو دیکھ کر زندہ باد کے نعرے لگائے۔ چوبیس ستمبر کی رات کو شاہی محل الحمر میں شاہ سعود نے نہرو کے اعزاز میں شاہی ضیافت دی۔ اس کمرے کو رنگا رنگ خوشیوں سے سجایا گیا تھا۔ جب نہرو کمرے میں داخل ہوا تو شاہ سعود نے آگے بڑھ کر ان کی خیر خواہی کے کاج میں سرخ رنگ کا ایک گلاب ٹانگ دیا۔

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء)

واقعی ان نام نہاد موجدوں کی رفتار دوستی، دھرم نوازی اور خیریت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ یہ لوگ سیاسی مصالح کی خاطر اپنی ظاہری مسلمانی کو بھیگاؤ پر لگاتے ہیں نہ کوئی باک محسوس کرتے آئے ہیں اور نہ آجکل کر رہے ہیں۔ اب پاکستانی اخبارات کا احتجاج ملاحظہ ہو:

○ یہ ٹر جہا نہرو اسلام کا نعرہ ضرور کھٹکتا ہے۔ کاش معزز عرب میزبان اپنے مہمان کو امن کا رسول پیکارتے وقت اپنے ان کلمہ گو بھائیوں کا بھی تصور کر لیتے، جن پر بھارت میں ان دنوں امن و عافیت کے صعب دروازے بند کر دیے گئے ہیں اور جن کا خون محض اس جرم کی پاداش میں یانی سے زیادہ ارزاں کر دیا گیا ہے کہ انہوں نے رسول عربی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل خراش توہین پر احتجاج کیوں کیا تھا افسوس بھارتی مسلمانوں..... کی قلب کی گہرائی سے نکلی ہوئی آپیں بھی عربوں کو اس مشرک وزیر اعظم کو امن کا رسول قرار دے کر مرجھا کہنے سے باز نہ رکھ سکیں، جس کی سرکاری انگلیوں سے بھارتی مسلمانوں کا گرم خون ابھی ٹپک رہی

رہا تھا۔ (روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۲۰ ستمبر ۱۹۵۶ء)

○ آل سعود نے پہلے خاص سیاسی مصلحتوں کے تحت ایک بُت پرست قوم کے نمائندے کو ریاض بلایا اور اس کے استقبال کے لیے خواتین اور بچوں کو مناتھ لے گئے اور ان سے جٹے ہند کے نعرے لگوائے۔ سعودی عرب کا یہ فعل سراسر بدعت ہے جس کی کوئی مسلمان حمایت نہیں کر سکتا۔ عجیب بات ہے کہ حج حکمرانوں نے صحابہ کی پختہ قبریں اور قبے تک اس لیے ڈھادیے ہوں کہ وہ اُن کی نظروں میں اسلام کی تعلیمات کے منافی تھے، وہی حکمران آج اپنی سیاسی مصلحتوں کے لیے ایک ایسے شخص کو حجاز میں لے کر کے استقبال کرتے ہیں، جو بُت پرستوں کا نمائندہ ہے اور اسلام کے ہر کتب خیال کے علماء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ کوئی بُت پرست اسلام کے اس گہوارے میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ (روزنامہ کوہستان، لاہور، یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء)

○ شاہ سعود وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس روایت کو توڑا اور صنم خانہ کے پاسان کو ارض کعبہ پر بلایا اور صرف بلایا ہی نہیں، بلکہ خلاف روایات انداز سے اس برہمن زادہ کا استقبال کیا۔ استقبال کے وقت جو نعرے بلند کیے گئے ان میں سے ایک نعرہ دنیا کے اسلامی حلقوں میں خاص طور پر قابل اعتراض سمجھا جا رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پنڈت جی کو رسول اسلام کہا گیا، جس کے معنی پیغمبر اسلام کے ہیں۔ پنڈت نہرو کے حالیہ دورے سے یہ تاثر بھی شدت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ سعودی مملکت اسلام کے نام پر قائم ہوئی تھی، محض نام کی اسلامی مملکت ہے اور اس کا طرز عمل ازمنہ وسطیٰ کی عیسائی تھیوکریٹک حکومتوں قطعاً مختلف نہیں، جو مذہب کے نام پر لوگوں کا استحصال کرتی ہیں۔ (روزنامہ کوہستان، یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء)

○ کعبے اور بُت خانے کو ہمدوش کرنے کے لیے شاہ سعود اور پنڈت نہرو جو کوششیں کر رہے ہیں، اس میں برہمن کا تو کچھ نہیں جائے گا، البتہ موقوفہ الذکر جو بُت شکنی

رقبہ شکنی میں سبکدست ہوتا ہے۔ اس میں مصلحت شناسی اور رُویا ہی آجائے گی۔
 اللہ اکبر! ایک دور وہ تھا علامہ (ابن) عبد الوہاب نجدی کے نام لکھا.....
 یہ نعرہ لگاتے تھے کہ ہمارے لیے قرآن اور حدیث کافی ہے (فقہ کی ضرورت نہیں)
 اب وہ گیتا بجلی پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر پنڈت نیرو کو کتنی مسرت ہوئی ہوگی۔
 وہ کیوں نہ خوش ہوں؟ وہ کہتے ہوں گے کہ بھارت کے مسلمانوں کو ہندو ہزار حال سے
 اپنا مذہب پڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن وہ پڑھ کے نہیں دیتے اور میرے سعودی عرب
 کے ایک دورے نے عربوں کی سچی نسل میں گیتا بجلی پڑھنے کا ذوق و شوق پیدا کر دیا۔
 سعودی عرب کے اس تجربہ کے بعد عجیب نہیں کہ بھارت کے مسلمانوں کو حکم ہو جائے کہ تم
 اپنی مسجدوں میں اشوک بھی بنایا کرو۔“

(روزنامہ کوہستان لاہور، ۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

مولانا احتشام الحق تھانوی نے آج رات ایک بیان میں کہا ہے :
 ”سرزمین حجاز کے دار الخلافہ ریاض میں بھارتی وزیر اعظم پنڈت نیرو
 کے استقبال پر ”مرحبا نہرو رسول السلام“ سے جو ننگ اسلام اور اسلام سوز قسم
 کے نعرے لگائے گئے۔ ان سے نہ صرف یہ کہ مسلمانانِ عالم کے دینی و ملی جذبات عز
 کو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا ہے، بلکہ متوتریانِ حرمین شریفین کی اس موحدانہ دینداری
 کا پل بھی کھل گیا ہے، جس کا سارے عالم میں ڈنکا پیٹا جا رہا ہے۔“

اس سے قطع نظر کہ سرزمینِ توحید اور گہوارۃ اسلام میں ایک صنم پرست بلکہ منکرِ خدا
 اور اللہ کے باغی کو دعوتِ حکیم دینا اور جوارِ رسول میں بسنے والے موحدینِ مڑوں اور
 عورتوں سے خیر مقدم و استقبال کرانا پاسبانِ حرم کے لیے کہاں تک ذیبا دینا ہے یا
 اس احساں ذمہ داری کو کہاں تک پورا کرتا ہے جو حرمین شریفین کی تولیت پر مسلمانانِ عالم
 کی طرف سے عائد ہوتی ہے۔ خود یہ بات بھی اپنی جگہ انتہائی شرمناک اور غیر اسلامی ہے

کہ پنڈت نہرو کے لیے ”رسول السلام“ جیسے اصطلاحی الفاظ استعمال کیے جائیں۔
 سعودی عرب کے سفارت خانے سے جو وضاحتی بیان دیا گیا ہے۔ نامہ نگار
 عربی کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہے کہ رسول سے قاصد کے معنی مراد ہیں، نبی کے
 نہیں۔ میرے نزدیک عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اور ممکن ہے کہ نامہ نگار عربی
 کی ابجد سے حقیقت میں واقف نہ ہو، لیکن سعودی عرب کے سفارتی ترجمان مجھ زیادہ
 واقف اسلام ضرور ہوتا ہے اور الزام کی تردید کرتے والے ترجمان ممکن ہے کہ عربی
 کی مہارت تامہ رکھتے ہوں، مگر احلام اور تعلیمات اسلام کی ابجد سے بھی نا آشنا معلوم
 ہوتے ہیں۔ ”مرحبا رسول السلام“ کے نعرہ سے ادنیٰ عقل رکھنے والے کو غلط فہمی
 نہیں ہوتی ہے کہ پنڈت نہرو کو نبی یا پیغمبر بنا دیا یا اس لفظ سے نبی کے معنی مراد لیے ہیں
 بلکہ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ رسول سے قاصد ہی کے معنی مراد لیے گئے ہیں۔ یہ اعتراض ہے
 کہ لفظ ”رسول“ اسلام اور قرآن کریم کی مخصوص اصطلاح ہے، جس کی حیثیت شعائر اللہ
 اور شعائر اسلام کی ہے جیسے قرآن کریم، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ وغیرہ قسم کے بے شمار
 الفاظ اسلامی شعائر ہیں، جو اپنے لغوی معنی سے نکل کر اصطلاحی معنی کے لیے خاص ہو گئے۔
 اب ان الفاظ کو لغوی معنی میں استعمال کرنا، بالخصوص ان لوگوں کی طرف سے جن کو
 عربی زبان کے استعمال کرنے میں حدود دین کا پاس رکھنا ہے، قطعاً ناجائز اور حرام
 ہے، بلکہ شعائر اللہ کی کھلی ہوئی بے حرمتی اور توہین ہے۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کیا کسی مسلمان کو یہ اجازت ہے کہ وہ اپنی تصنیف کا نام کتاب اللہ، اپنے گھر کا نام
 بیت اللہ اور اپنی مسجد کو مسجد حرام، اپنے باغ کو جنت، اپنے تالاب کا نام کوثر اور اپنے
 تنور کا نام تجیم اور اپنے پوسٹ مین کا نام رسول رکھ لے؟ حالانکہ لغوی اعتبار سے یہ
 سب صحیح ہے۔ کیا قرآن کریم میں،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا نَنْظُرْ كَمَا

میں الفاظ کا ادب مسلمانوں کو نہیں سکھایا گیا ہے؟ کیا حدیث شریف کے اندر مسلمانوں کو خبیث نفس کی ممانعت سے یہی ادب الفاظ نہیں بتلایا گیا ہے؟

سعودی عرب کے سفارتی ترجمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کی عربی زبان بھی وہ زبان ہے جس میں اصطلاحات قرآن کی حرمت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر اللہ کے باغی کے احترام میں آج ناموس رسول کو یہ کہہ کر بھیٹ چڑھایا گیا کہ رسول کے معنی قلعہ کے ہیں، تو آئندہ تمام شعائر اسلام کی حرمت کبھی باقی نہ رہ سکے گی۔ پھر صلامتی و امن کا استعمال بھی کس قدر حیا سوز اور عزت کش ہے کہ جس کے ملک میں آٹے دن خونِ مسلم سے مہولی کھیل جاتی ہو، وہ قاصدِ امن تو کیا ہوتا؟ اس میں امن و سلامتی کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ مروجہ خورد و درندوں کو قاصدِ امن کے لقب سے یاد کیا جائے۔

مجنوں کا نام خور و کھور یا حسود کا جسٹوں!

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ہم آخر میں پاسبانِ حرم سے صاف طور پر یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ حرمین شریفین

مسلمانانِ عالم کی امانت ہے اور ان پاصبانوں کی طرف سے ناموس رسول کی بے حرمتی کبھی برداشت نہیں کی جاسکتی۔

(روزنامہ جنگ، کراچی ص ۱، ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء)

ماہنامہ نقاد کراچی کے ایڈیٹر تبصرہ کرتے ہیں:

”قاطع بدعت و مباحی مقلد (ابن) عبد الوہاب نجدی، محافظ

حرمین شریفین جلالة الملك شاک سعود کے نام:

فدائیانِ رسول و عالیینِ اسلام کا پیغام:

جلالہ الملک! اللہ آپ کو محبتِ رسول دے۔ خدا معلوم! آپ کو معلوم ہے یا نہیں کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے نام سے ایک الگ ملک بنایا تھا۔ اس نوزائیدہ ملک کے بننے ہی دشمنانِ اسلام و مسلمین نے مسلمانانِ ہند کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا اور پھر ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں نے اپنے آبائی وطن اور گھروں سے بھاگ بھاگ کر مڑتے مڑتے نہ جانے کیا کیا مصائب برداشت کرنے کے بعد پاکستان میں سکونت اختیار کر لی، لیکن اس کے باوجود اب بھی ہندوستان میں ساڑھے چار یا پانچ کروڑ مسلمان موجود ہیں جہاں نہ ان کی جانیں محفوظ ہیں نہ ان کی عورتوں کی عصمتیں۔

لیکن اے کلیدِ بردارِ حرم! جب آپ کچلے دنوں ہندوستان کے سرکاری دورے پر آئے تو ان حالات کے باوجود آپ نے ہندوستانی حکومت کو یہ سند شاہی عطا کر دی کہ میں بحیثیت محافظِ حریمِ شریفین اس بات سے مطمئن ہوں کہ ہندوستان میں مسلمان امن و سکون سے ہیں اور ان کی جانیں محفوظ ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

یقین کیجئے شاہ! آپ کی اس سند شاہی کی تشہیر کے بعد بھی محمد شاہ رنگیلے کے فرامین بے ساختہ یاد آگئے تھے اور ہم یہ بھی سمجھ گئے تھے کہ ترک کی مسلمان قوم آپ اور آپ کی حکومت سے کیوں غیر مطمئن رہی ہے؟

اس واقعہ کے بعد آپ نے ایک غیر مسلم سربراہ کو سرزمینِ حجاز مقدس کے سرکاری دورے کی دعوت دی اور ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء کو بھارت کے وزیرِ اعظم پنڈت جواہر لال نہرو جب آپ کے دار الخلافہ ریاض پہنچے تو آپ کی حکومت کے اکٹھے ہوئے عوام نے ”یا رسول السلام نہرو“ کے شرمناک نعروں سے ان کا استقبال کیا تھا۔ اس استقبال کرنے والوں میں عرب کے وہ قبائلی بدو اور عورتیں بھی شریک کئے گئے تھے جو کسی دشمنِ اسلام فر دیا قوم کے لیے اپنے دلوں میں جذباتِ اترام نہیں رکھتے۔ پھر سب سے

بڑا اجتہاد جو آپ جیسے قاطع بدعات نے کیا تھا، وہ یہ تھا کہ عرب کی خواتین کو غیر محرموں کے انبوه کثیر میں لاکر ان سے ایک غیر مسلم شخص کا استقبال سرزمین حجاز میں "رسول" جیسے مہترک و مقدس خطاب سے کرایا۔ شاہ قصبہ شکن! پنڈت جواہر لال نہرو کو "رسول" کے نام سے آپ نے یا آپ کی قوم نے یاد کر کے پاکستان کے نوکروں مسلمانوں کی جو دل آزاری کی، وہ ناگفتہ بہ ہے۔ آپ کو کسی نے یہ بات غلط بتادی ہے کہ پاکستان میں ایسی قوم آباد ہے جو عربی زبان سے ناواقف ہے اور عربی زبان کے معانی و مطالب سے آگاہ نہیں ہے۔ آپ کے سفارت خانے لفظ "رسول" کے لیے جو تاویلات وضع کر رہے ہیں، اس سے ان کی بیچارگی اور ندامت جرم متبرع ہو رہی ہے۔

جلالۃ الملک اہم مسلمانان عالم حیران ہیں کہ آپ اور آپ جیسے عقائد مذہبی رکھنے والے ایک ایسے شخص کو "یار رسول" جیسے عظیم لقب سے خوش آمدید کہہ سکتے ہیں، جو یقیناً نسلانیت پرست اور مسلک لاندہب ہے، لیکن کوئی مسلمان حیات النبی، خاتم المرسل حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفور جذبات و عقیدت، لوازم احترام اور واجبات استغاثہ میں یا رسول یا محمد، یا مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ کر یاد کرے تو اسے کافر و مشرک قرار دیا جاتا ہے۔ یہ کونسی منطق ہے؟ یہ کونسا عقیدہ ہے؟ یہ کون سا مذہب ہے؟ استغفر اللہ ربی۔ آپ لوگوں نے جنت البقیع کے تمام آثار مقدسہ کو شہید کر دیا۔ صدمہ اصحاب کبار کے قبوں کو مسمار کر دیا۔ گنبد خضریٰ، آرام گاہ رسول، حشر شیعہ نور الہی کے معاد سے زمین بوسی کو حرام اور جرم قرار دیا گیا۔ اور آپ اور آپ کے ہم مسلک و عقیدہ مولویوں نے یہ حکم بھی لگا دیا کہ ختم المرسلین، نبی آخر الزماں، حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو شخص گھڑے ہو کر یا رسول صلام علیک پڑھے اور اس عقیدے پر اصرار کرے، تو مرتد اور واجب القتل! لیکن آج یہ کیا ہوا کہ احترام رسول کو بدعت و مشرک و کفر کہنے والے مقلدین ابن عبد الوہاب نجدی ایک ایسی

قوم کا استقبال "یا رسول السلام" کے نعروں سے کرتے ہیں جو دشمن رسول اسلام ہے اور لاکھوں دیوی دیوتاؤں کا پجاری ہے۔ اللہ اکبر!

اے شاہ! ہم آج سمجھے کہ بڑے بڑے جنادر یوں کے عقائد و مسلک کے آہنی قلعوں کو سیاسی تقاضے ایک ہی جھٹکے میں مسمار کر ڈالتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا آج سعودی عرب میں کسی ڈاکیے یا پوسٹ میں یا کسی بھی پیغام رساں کو اہل زبان یا دیہاتی لوگ "یا رسول" کہہ کر پکارتے ہیں؟ ہم پوچھتے ہیں کہ عرب کے کسی گوشے میں کیا کوئی ایسا بد نصیب مسلمان ہے جو "رسول" کا لفظ انبیاءِ مرسلین علیہم السلام کے علاوہ عام آدمیوں علی الخصوص کسی مشرک و بت پرست یا لاد مذہب شخص کے لیے بولتا یا لکھتا ہو؟

ہمارے سوالات کا جواب یقیناً نفی میں ہے اور ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ حضور پر نور (رُوحِ فداء، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شانِ اقدس میں گستاخانہ خیالات رکھنے اور بارگاہِ رسالت میں اپنے معاملات صحاف نہ رکھنے کی پاداش میں عرب حاکموں سے یہ حماقت اور دیوانگی سرزد ہوئی ہے۔ تواضع و میزبانی عربوں کا طرہ امتیاز ہے لیکن اے کلیدِ بردارِ حرم! آپ نے یہ بھی غور کیا کہ سیاسی استحکام اور ذاتی حُبِ جاہ کے لیے آج آپ کی میزبانی اپنی حدود سے بڑھ کر دشمنی دیں اور شنائتِ رسالت کے قعرِ لذت اور ظہورِ ضلالت کی سرحدوں پر آپہنچی ہے۔ آپ تمام حضرات غیر مشروط طور پر اقرار کرنا کر لیں۔ اس نازک مرحلے پر تاویلات اور استدلال کے ہمارے بڑے شرمناک ہیں۔ اس راستہ میں ع۔ با خدا دیوانہ باش ابومحمد ہوشیار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عقیدہ واجب و لازم ہے اور تاویلات "عندِ گناہ بدتر از گناہ" کے مستراد ہیں۔ خداوندِ کریم آپ کو محبتِ رسول سے اور یہ توفیق بھی ارزاں فرمائے کہ آپ یا آپ کی حکومت مسلمانانِ عالم کی اس دل آزادی کے سلسلہ میں خادمِ محوِ التَّوَدُّمِ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ اَنْهٰذِی۔

(ماہنامہ نقاد، کراچی، نومبر ۱۹۵۶ء، ص ۱۲ ص ۱۳)

قارئین کرام! نجدیوں کی اس غیر اسلامی روش نے غیر مسلموں کے ہاتھوں میں
کیسا ہتھیار تھما دیا؟ رسول کے اصطلاحی اور لغوی معنیوں کے بارے میں کسی کسی سکامیوں
کا موقع فراہم کر دیا۔ چنانچہ بھارت کا دہلی سے نکلنے والا اخبار "تیج" اپنے ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
کے ادارے میں نجدیوں کے اسی نعرے پر اظہار خیال کرتا ہے۔ اس ادارے کا اقتباس
نوائے وقت لاہور نے یوں نقل کیا تھا:

پروہان منتری شری جواہر لال نہرو پیغمبر اسلام کی دنیا میں پہنچے، تو ان کا استقبال
پیغمبر امن کے نعروں سے کیا گیا۔

۲۔ اگر ہم غلطی نہیں کرتے، تو اسلام کے معنی امن کے ہیں، سلامتی کے ہیں۔ پیغمبر اسلام
کے معنی بھی امن و سلامتی کے پیغامبر کے ہیں۔ گو یا پیغمبر اسلام اور پیغمبر امن ایک ہی
بات ہے۔

۳۔ پنڈت جی کے اس دورہ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ تو وقت بتائے گا، مگر اس سے
کافراور کفر کے فلسفے میں تبدیلی ہوگئی، تو یہ دورہ کی بہت بڑی فتح ہوگی۔
(روزنامہ نوائے وقت، لاہور، یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء)

نجدیوں و ہابیوں کی اسی قبیح حرکت اور اسلام سموز نعرے کی بنیاد پر مڑاٹیوں
قادیانیوں نے ان نام نہاد مومندوں کے منہ پر لگام لگاتے ہوئے ایک بیان داغ دیا:
○ "ایک مذہبی سوال لفظ "رسول" کے استعمال سے متعلق ہے۔ آج تو اہلحدیثوں
کو یہ تاویل سمجھ آرہی ہے کہ رسول کے معنی قاصد کے ہوتے ہیں، مگر جب بانی سلسلہ
احمدیہ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) نے رسول کے معنی مامور اور تابع شریعت امتی
نبی کے پیش کئے تھے، تو یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ "رسول" شرعی اصطلاح ہے۔ اس لفظ
کے اطلاق کے معنی یہ ہیں کہ یہ شخص نئی شریعت لانے کا مدعی ہے۔ اگر اس موقع پر اہلحدیثوں کو
ہی لفظ "رسول" کے استعمال کی وسعت کا احساس ہو جائے اور وہ اپنی غلطی کو ان بائیں

تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اہل نجد کی غلطی مفید ہی ثابت ہوئی۔

(ماہنامہ الشرق، ربوہ، فروری ۱۹۵۷ء، ص ۱۵)

دہاوی حضرات کے ”رسول الاسلام“ یعنی جواہر لال نہرو جو مسلمانانِ پاکِ ہند کا اذلی دشمن، کھلا کافر اور ٹھٹھٹ پرست تھا، اُن کی صدارت میں آل انڈیا نیشنل کنونشن مارچ ۱۹۳۷ء میں منعقد ہوا۔ پنڈت جی نے صدارتی خطبے میں قومیت کا تصور یوں بکھیرا تھا:

”ایسے لوگ بھی ابھی زندہ ہیں جو ہندوستان کا ذکر اس طور پر کرتے ہیں، گویا دو ملکوں اور قوموں کے بارے میں گفتگو ہے۔ جدید دنیا میں اس دقیانوسی خیال کی کوئی گنجائش نہیں۔“ (در وید و آل انڈیا نیشنل کنونشن منعقدہ مارچ ۱۹۳۷ء)

مذہب کی مخالفت اصل ملعون شخص کے دل میں کتنی تھی، خود اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے: ”جس چیز کو مذہب یا منظم مذہب کہتے ہیں، اسے ہندوستان میں اور دوسری جگہ دیکھ کر میرا دل ہیبت زدہ ہو گیا ہے۔ میں نے اکثر مذہب کی مذمت کی ہے اور اسے مٹا دینے کی آرزو تک کی ہے۔“ (میری کہانی ص ۶۱)

پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر گاندھی کے کرتا دھرتا ہندو مہاسبھا کے صدر یعنی مسٹر صا ور کر سے ہندو کی تعریف تھیں:

”لفظ ہندو سے عبارت ہے ہر وہ شخص جو ہندوستان کی ہو، مثلاً کلچر، نسل اور ذات اور ہندو کے معنی ہیں ہر وہ شخص جو ہندوستان کا رہنے والا ہو۔“

(ہندوستان ٹائمز، ۲۰ فروری ۱۹۳۹ء)

اسی ہندو مہاسبھا کے نائب صدر یعنی ڈاکٹر اروہا مکرجی نے آل انڈیا ہندو ویدک یوتھ کانفرنس منعقدہ لاہور کے صدارتی خطبے میں علی الاعلان کہا تھا:

”ہندوستان کو فطری اور عملی طور پر ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیے جس کا کلچر ہندو“

اور جس کا مذہب ہندو ازم ہوا اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو۔
 (رُوشیداد آل انڈیا ویدک یوتھ کانفرنس، منعقدہ لاہور)
 دیوبندی حضرات کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے جس شخص کی سرکردگی میں تحریک
 ریشمی رومال میں حصّہ لیا تھا اور جس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے تھے
 اُسی لالہ ہر دیال کا بیان ہے:

”پس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملی تو یہاں ہندو راج قائم ہوگا نہ صرف
 ہندو راج قائم ہوگا، بلکہ مسلمانوں کی شدھی، افغانستان کی فتح وغیرہ — باقی
 آدھش بھی پورے ہو جائیں گے۔“ دروزنامہ تھاپ ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء
 قارئین کرام! نام نہاد موحّدین کی زنا و دوستی کی مختصر سی روئیداد آپ نے
 ملاحظہ فرمائی۔ یہ وہی لوگ ہیں جو عام مسلمانوں کو بات بات پر مشرک اور بدعتی کہتے
 کہتے نہیں تھکے، لیکن اپنا یہ حال ہے کہ بچے مشرکوں کو گلے لگا کر محبت کی میٹکیں بڑھا
 رہے ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے سرزمین عرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ذریت
 سعودی خاندان کی ہندو نوازی کا مختصر سا تذکرہ پڑھا۔ اب ذرا اس نجدی بیچو
 کے نظریاتِ فاسدہ اور افکارِ باطلہ کے ہندوستانی مبلغ مولوی اسماعیل دہلوی اور
 اُس کی معنوی اولاد کی کارستانیوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ وہی مولوی اسماعیل دہلوی
 ہے، جس نے ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ”کتاب التوحید“ سے استفادہ کر کے
 ”تقویۃ الایمان“ نامی کتاب مرتب کی اور برصغیر پاک و ہند میں وہابی اعتقادات
 کا پرچار کیا۔

آج حقائق پر پردہ ڈال کر اسماعیل دہلوی کے چیلے چپاٹے اسے جنگِ آزادی کا
 ہیرو، مجاہد اور شہید، انگریزوں اور سکھوں سے نبرد آزما ہونے والا اور نہ جانے یہ

کیا کچھ بنا رہے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ دراصل اس اسماعیل دہلوی کی تحریک سکھوں کے خلاف تھی نہ انگریزوں کے۔ اس بد بخت کا اصل مقابلہ مسلمانانِ اہل سنت و جماعت کے ساتھ تھا۔ جہاں تک سکھوں سے اس کی لڑائی کا تعلق ہے۔ اگر فرض محال اسے تسلیم کر بھی لیا جائے، تو یہ جزوی طور پر ایک تحریک ہوگی، جو سکھوں کی بجائے پنجاب میں انگریزوں کے قدم جانے کے لیے چلائی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اصل نشانہ سرحد کے غیور مسلمانوں کو بنایا گیا، ورنہ ذاتی طور پر مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی وغیرہ کے ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ کافی تعلقات اور خلعتے مراسم تھے، چنانچہ مولوی اسماعیل کا سیکرٹری منشی، سیرالال تھا اور ایک معتمد راجہ رام منہو تھا۔ (حیاتِ طیبہ ص ۳۲)

غیر فرمائیے جس شخص کے کافروں مشرکوں کے ساتھ تعلقات کا عالم یہ ہو کہ سیرالال اور راجہ رام جیسے کافر و مشرک دشمن اسلام اس کے سیکرٹری و سپاہی ہوں، وہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ کیا جہاد کرے گا؟

باقی رہا سکھوں کا معاملہ، وہ بھی سنئے۔

”حیاتِ طیبہ“ کا مصنف مرزا حیرت دہلوی لکھتا ہے:

”یہ خبر معتبر معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے دن شیر سنگھ نے ان دونوں بزرگوں

(اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی) کی نعشوں کو شناخت کر اگر نہایت عزت کے ساتھ انہیں بالاکوٹ میں دفن کیا۔“ (حیاتِ طیبہ ص ۵۲۷)

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی مصدقہ کتاب ”شہادتِ امدادیہ“ ص ۹۹ پر لکھا ہے: ”کہ آدمیوں نے حضرت (سید احمد) کا بدن پایا۔ امر سنگھ نے تعظیم و کرام عام مزار تیار کیا۔“

نیز ”حیاتِ طیبہ“ میں یہ بھی مذکور ہے کہ مولوی اسماعیل کے پیر سید احمد نے رنجیت سنگھ

کی افواج کے جہز بڈھ سنگھ کو جو خط لکھا، اس میں بڈھ سنگھ کو ان القاب کے ساتھ یاد فرمایا:

”ازامیر المومنین سید احمد پرمختیر بہت تحفیر، سپہ سالار جنود و عساکر
مالک خزان و دفاتر۔ جامع ریاست و سیاست۔ حادثی امارت
ایالت، صاحب شمشیر و جنگ۔ عظمت نشان سردار بڈھ سنگھ“
(حیاتِ طیبہ ص ۲۹۹)

خیال فرمائیے جو لوگ سکھوں کو ان القاب و آداب کے ساتھ یاد کریں کہ جن القاب و آداب کو ان کی نجدی توحید انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان کے متعلق استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتی اور جن کی نعشوں کو سکھ نہایت عزت کے ساتھ دفن کریں، بلکہ ان کا مزار بنائیں۔ کیا ان نجدی وہابی لیڈروں کی سکھوں کے ساتھ کوئی دشمنی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ سوچیے اگر انہوں نے سکھوں کے ساتھ صحیح معنوں میں جہاد کیا ہوتا اور واقعی وہ ان کے دشمن ہوتے، تو اس صورت میں سکھ ان کو عزت کے ساتھ دفن کرتے، ان کا مزار بناتے؛ بلکہ ان کی نعشوں کے ٹکڑے اڑاتے۔ ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ اسماعیلی لوگوں کی سکھوں کے ساتھ کوئی مذہبی دشمنی نہ تھی، بلکہ اندرونی طور پر بھاٹی چارہ تھا، جسکی تو صکھ ان لوگوں کی اس طرح عزت و تکریم بجالاتے تھے۔

○ مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کی انگریزوں، ہندوؤں اور سکھوں سے کوئی دشمنی اور لڑائی نہ تھی، بلکہ ان دشمنانِ دین کے ساتھ گہرا رشتہ تھا۔ ان دونوں وہابی لیڈروں اور ان کی ذریت کی اصل لڑائی تو مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ چنانچہ دیوبندیوں کی مشہور کتاب ”مذکرۃ الرشید“ میں ہے کہ ”حضرت گنگوہی جی نے فرمایا کہ حافظہ جانی صاحب انبیٹھ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ کے ہمراہ تھے۔ مولوی عبدالحی صاحب مولوی

اسماعیل صاحب ہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب رام پوری بھی ہمراہ تھے اور سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد یا محمد خاں حاکم یا غصتان سے کیا تھا۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲، صفحہ ۲۷)

دیکھئے! اسماعیلی جہاد کی ابتدا وہی مسلمانوں کے ساتھ ہوئی ہے۔ مرزا حیرت لکھتا ہے: "مولانا شہید کی پہلی نظریں درانی (مسلمانوں) کی توپوں پر لگ رہی تھی۔ آپ سب سے پہلے ان پر جا پڑے۔ گولہ انداز نے مہتابی کو روک دیا کہ پہلے مولانا شہید کو اڑا دوں کہ مولانا اسماعیل نے پھرتی سے وار کر کے اس کی گردن اڑا دی۔ دوسرا تو کچھ بھی یونہی مارا گیا۔ مولانا شہید نے فوراً وہ دونوں توپیں درانیوں (پٹھان مسلمانوں) کی طرف پھیر کر فائر کرنے شروع کیے۔ ایک وقادار ہندو (راجہ رام) جو مولانا (اسماعیل) شہید پر فریفتہ تھا، گولہ اندازی پر مقرر ہوا۔ اس نے اس پھرتی سے کہ درانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ادھر مولانا شہید ان پر ٹوٹ پڑے۔ وہ درانی کیونکر میدان میں پھڑکے تھے۔ اپنا کل سامان چھوڑ کر بھاگے۔ جب وہ فرار ہو رہے تھے، سید صاحب بھی ان پر آپڑے تھے۔ جتنے درانی مارے گئے، ان کی تعداد ٹھیک معلوم نہیں۔ ہاں جن مردوں کو وہ میدان میں چھوڑ گئے تھے، وہ چار سو سے زیادہ تعداد میں تھے۔ مولانا شہید کی فوج کا ایک آدمی بھی زخمی نہ ہوا تھا۔"

(حیات طیبہ ص ۳۲۱-۳۲۲)

(حکاؤاکر عاشق بٹالوی لکھتے ہیں: "جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سید احمد بریلوی اور اسماعیل شہید کی تحریک پر یقیناً نجد کی دہابیت کے کافی اثرات تھے۔ شاہ اسماعیل شہید و سید احمد بریلوی نے حج سے واپس آکر اپنے آپ کو غیر مقلد ظاہر کیا تھا۔" (روزنامہ امروز، لاہور، ۱۴ اگست ۱۹۵۶ء) نیز یاد دی ہو جو چیز لکھتا ہے: "محمد بن عبد الوہاب کے جانشینوں نے

دہلیت کے اصول سید صاحب کو تعلیم کیے اور انہیں بتا دیا کہ مذہبی رُوح لوگوں میں پھونکنے کے بعد یہ کامیابی ہوتی ہے اور یوں ملک ہاتھ لگتے ہیں۔ (جائیدہ ص ۵۱۲)

روزنامہ کوہستان لاہور، ۲۸ فروری ۱۹۵۷ء میں ہے :

ہندوستان کی وزارت خارجہ عربی ممالک میں پراپیگنڈہ کے لیے ان لوگوں کو منتخب کرتی ہے جو ہندوستان کے عربی مدارس، خاص کر دیوبند میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں (دیوبندی علماء) جو نظریاتی طور پر ان سے متفق ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو عربی جاننے کے ساتھ اپنے ملک کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ عربی ممالک میں ہندوستانی سفارت خانوں کے پراپیگنڈہ اسکیش میں کام کرنے والے جتنے لوگ ہوتے ہیں، ان میں سے ان (دیوبندی) عالموں کی بڑی اکثریت ہوتی ہے اور یہ لوگ بڑی جان فشانی سے کام کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ مسلمان (دیوبندی) ان جگہوں پر نہ ہوں، تو ہندوستان کی شہرت اتنی ہرگز نہ ہو۔

روزنامہ سعادت، لاہور نے ۱۷ اکتوبر کی اشاعت میں لکھا ہے :

”بھارت سے کانگریسی مولویوں کا ایک وفد جس کی قیادت جمعیت علماء ہند (دیوبند) کے سیکرٹری کر رہے تھے۔ وہاں (مکہ مکرمہ) آیا ہوا تھا۔ اس وفد نے شاہ معبود کو یقین دلایا کہ ”بھارت کے مسلمان بڑے امن و سکون سے زندگیاں گزار رہے ہیں۔ پنڈت نہرو کی حکومت اُنکے ساتھ بڑا اچھا سلوک کر رہی ہے، حالانکہ اس وقت تمام بھارت میں مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا کی جارہی تھی، اُن کو قتل کیا جا رہا تھا، اُن کے خون سے ہوئی کھیلی جارہی تھی۔ ہزاروں مسلمانوں کو توہینِ رسالت کے خلاف احتجاج کے جرم میں جیل میں ڈال دیا گیا تھا اور مساجد کو مندروں میں تبدیل کیا جا رہا تھا اور پچاس ہزار کے قریب مسلمانوں کو شدھی کرنے کا اعلان ہو چکا تھا۔“ (روزنامہ سعادت، لاہور، ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

روزنامہ کوہستان، لاہور، اپنی ۲ نومبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے،
 ”بھارت سے ہر سال حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ احراری مولوی یا کانگریسی
 مولوی کو بھیجا جاتا ہے، جو پاکستان کے خلاف اور بھارت کے حق میں پراپیگنڈہ
 کرتا ہے۔“

دوبابی علماء کو نہرو، گاندھی اور کانگریس سے جو پیار ہے، وہ محتاج بیان نہیں
 وہابیوں کانگریسیوں نے گاندھی کی جے کے نعرے لگائے۔ مشرک کانگریسی لیڈروں
 کے گلے میں ہار ڈالے، انہیں مسجدوں میں لا کر منبر پر بٹھایا اور مسلمانوں کا واعظ بنایا۔
 گاندھی کو امام، مفکر، سردار اور رہبر بنایا اور کہا کہ امام مہدی (علیہ السلام) کی جگہ امام
 گاندھی تشریف لائے ہیں۔ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی، تو نہاتا گاندھی نبی ہوتے۔ دس ہزار
 جناح، شوکت اور فضل جو اہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جاسکتے ہیں وغیرہ
 وغیرہ (حوالہ کے لیے دیکھئے دیوبندی مذہب — اتوار آفتاب صداقت)

اور پھر وہابیوں کا گاندھی کے ساتھ یہ رشتہ و تعلق صرف اس مشرک کی زندگی
 تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ اب بھی اسی طرح قائم ہے۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۵۶ء میں وہابیوں
 نے اپنے دار الخلافہ نجد میں نہرو کو بلا کر اُس کی زبانی گاندھی کے تعریفی اشعار سُنے۔
 اور گاندھی کا نعرہ لگایا اور ہندوستان میں ۲۰ جنوری ۱۹۵۷ء کو تلک ہال کانپور
 میں کانگریس کی طرف سے ہاتھا گاندھی کا یوم شہید منایا گیا، جس میں علاؤ الدین کانگریسیوں
 کے قوم پرست مُسلم (دوبابی) کانگریسیوں نے بھی اپنے باپو کے غم میں حسب استطاعت
 شرکت کی۔ جناب حافظ بیت اللہ صاحب رکن (دیوبندی) جمعیت العلماء اور حضرت
 بابا خضر محمد صاحب جمعیت علماء کانپور کے سرپرست نے ہاتھا گاندھی کی رُوح کو خراج
 عقیدت پیش کرنے کے لیے قرآن کریم کی آیتیں اُن کی تصویر کے سامنے جمع کر پڑھیں،
 اور اُن کی رُوح کو بخش دیں۔ ایک جانب لوگ سمجھن گارہے تھے، تو دوسری جانب

جمعیت علماء ہند دیوبند کے کچھ ذمہ دار ارکان تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے۔
(ماہ طیبہ مارچ ۱۹۵۷ء کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ، بجوالہ اخبار سیاست
کانپور، بھارت - یکم فروری ۱۹۵۷ء)

○ بقوت الشرق ایک ماہوار عربی رسالہ ہے، جو مصر میں ہندوستانی سفارتخانے
(جہاں میں دیوبندی عالموں کی اکثریت ہوتی ہے) کے حکمہ اطلاعات کی طرف سے نکلتا ہے
اس رسالے میں تمام مضامین ہندوستان سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس میں مصر کے ایک
ممتاز ادیب استاذ عزیز زہنی کا ایک مقالہ ہے جس میں اس نے تمام تر زور اس بات پر
صرف کیا ہے کہ گاندھی جی نے جو سیاسی طریقہ اختیار کیا ہے، اس کی بنیاد پر وہ بیگناہ
ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی۔ وہ قرآن پڑھتے ہوئے قتل کئے گئے، اس لیے وہ مسلمان
شہیدوں میں سے ایک شہید ہیں (بلکہ)

فلہ عند اللہ مقام شہیدیت اثنین لا شہید واحد۔
(ترجمہ) ”اُس (گاندھی) کے لیے خدا کے ہاں دو شہیدوں کا ثواب ہے نہ کہ ایک شہید کا۔“
فقد صلی اللہ علی غاندھی ہو و مدائکتہ فما کان غاندھی
وما کانت حیاتہ الا نوراً علی نور۔

(ترجمہ) ”پس تحقیق خدا اور اُس کے فرشتوں نے گاندھی پر درود بھیجا۔ گاندھی
اور اُس کی زندگی نور علی نور تھی۔“ (معاف اللہ تعالیٰ)
(روزنامہ کوہستان، لاہور، ۱۴ فروری ۱۹۵۷ء)

دیوبندی مودودی ماہنامہ ”تجلی“ دیوبند (جس کا ایڈیٹر برادر زادہ شبیر احمد عثمانی
فاضل دیوبند عام عثمانی ہے) لکھتا ہے: دنیا کی مشہور دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند
کی دعوت پر ۱۳ جولائی کو جمہوریہ ہند کے صدر جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب
تشریف لائے۔ جناب صدر کی آمد سے قبل تقریباً دس روز تک دارالعلوم کے تمام

اسٹاف نے جس ذوق و شوق، تین دی اور دلچسپی سے اپنے معزز مہانوں کے استقبال کی تیاریاں کیں، ان کا تفصیلی بیان ایک دفتر چاہتا ہے ہمیشہ عید قربان دس بارہ روز کی چھٹیاں ہوا کرتی تھیں لیکن اس مرتبہ انہیں بھی ختم کرنا پڑا اور دفتر اہتمام سے آرڈر جاری ہوا کہ تمام سٹاف (راجندر کے) استقبالی انتظام کی تکمیل میں پوری طرح مصروف ہے میرے (مدیر تجلی) اپنے کئی اقرباء مدرسہ میں ملازم ہیں۔ ان میں سے ایک کا ذوق و شوق کا عالم تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ علی الصبح مدرسہ تشریف لے جاتے اور رات تک ان کا پتہ ہی نہ چلتا۔ جمعہ کے دن دوپہر کا کھانا کھانے بمشکل تین بجے گھر آ سکے۔ جی چاہا کہ پوچھوں کہ نماز جمعہ کی بھی چھٹی نہیں ملی۔ مگر چپ رہا کہیں ان کے مقدس جذبات کو ٹھیس نہ لگ جائے۔ آخر جمعہ تو ساتویں روز آتے ہیں مگر مدرسہ جمہوریہ (راجندر) روز بروز نہیں آتے۔ جلسے کی شرکت کے لیے انگریزی زبان میں نہایت نفیس دعوت نامے چھاپے گئے۔ جلسہ اس پتہ پر ہوا جو ہزار سے زیادہ روپے خرچ و وسیع دارالطلباء میں بنوایا گیا تھا۔ بہت شاندار معزز مہمان کی شان کے مطابق سب سے پہلے وطنی ترانہ پڑھا گیا تھا۔ اس وقت مدرسہ جمہوریہ اور تمام امانتہ و منتظمین (دیوبند) اور پورا مجمع کھڑا تھا۔ ترانے کے آخر تک سب کھڑے تھے اور پھر مدرسہ محترم کی تقلید کرتے ہوئے سب بیٹھ گئے۔ اب (ترانے کے بعد) تلاوت قرآن سے جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کے وقت کھڑے ہونے کا رواج ہمارے ہاں نہیں ہے۔ اس کا مقابلہ ترانہ کے آداب سے نہیں کرنا چاہیے۔ تلاوت کے بعد نظمیں ہوئیں گلزارِ صبا نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بتلایا کہ اگر مولانا (حسین احمد مدنی مدظلہ) دین حجازی کے محبظ و مخزن ہیں۔ تو مدرسہ جمہوریہ دین غیر حجازی کے امام و شیخ ہیں۔ ایک ولی ہے تو دوسرا دھرماتما۔ دونوں ہی کے فیض و برکت سے جمہوری حکومت اپنے پیش بہا کام میں انجام دے رہی ہے۔ انور صابری صاحب

قوی و ملکی خیالات کو جاڑہ شعر پہنانے میں جس قدر مشاق ہیں، وہ شاعر نے منہ دالے۔
حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ گاندھی جی کی مطلوبانہ موت پر غالباً ”بالوشیدہ“ کے عنوان سے
جو نظم انہوں نے کہی تھی، اس کا مقابلہ اس موضوع کی شاید کوئی نظم نہیں کر سکی۔ نظموں کے
بعد حضرت (مولانا محمد طیب) مہتمم صاحب دارالعلوم نے سپاس نامہ پڑھا۔ سپاس نامہ
کے اخیر میں اُمید ظاہر کی گئی ہے کہ جناب صدر جمہوریہ کی قدم رنجہ فرمائی۔ دارالعلوم کی
تاریخ کا ایک تابناک نقش ہے، جس پر دارالعلوم کو ہمیشہ فخر رہے گا۔ اس کے بعد مہتمم
علیہ نے رسم شکریہ ادا فرمائی۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہ نے اس سلسلہ میں پانچ دس منٹ
تقریر فرمائی۔ شیخ نے اپنی معروف صاف گوئی کو قائم رکھا اور فرمایا: ہم (دیوبندی) غریب
ہیں، بے نوا ہیں۔ عالی جناب صدر جمہوریہ (راجندر پرشاد) نے اپنی
تشریف آوری سے نواز کر ہمیں صدر جمہوریہ فرمایا ہے۔ صدر جمہوریہ جلسہ ختم ہونے پر
دیوبند سے روانہ ہو گئے۔ میں نے دیکھا ان کی فرائی بھرتی ہوئی کار کو صرف ایک نظر
دیکھ لینے کے لیے سینکڑوں لوگ (دیوبندی) اس طرح بھاگ رہے تھے، جیسے قرون
پہلے قیس ناقہ دیلی کی طرف بھاگا ہوگا۔ کیوں نہ بھاگتے آخر صدر جمہوریہ کی کار تھی۔ دارالعلوم
نے اپنے محبوب صدر (راجندر پرشاد) کی آمد پر ہزاروں روپیہ خرچ کیا (ادارہ)
جناب صدر نے اپنی جیب خاص سے نقد ایک ہزار روپیہ دیا۔

چنانچہ اگلے روز جناب مہتمم صاحب (قاری محمد طیب) نے نہ صرف یہ کہ کامیابی
کی مسٹائی تقسیم فرمائی، بلکہ جلسہ عام میں جناب صدر (جمہوریہ ہند) کی خوش اخلاقی،
فراخ نظری، روحانیت، شفقت، جود و سخا، انسانیت پروری، حلم و رافت
اور ہندو نوازی کو بڑے وڑنی الفاظ میں نہایت مسرت و دلی جوش کے ساتھ سراہا۔
(ماہنامہ تجلی، دیوبند، اگست ستمبر ۱۹۵۷ء)

ماہنامہ ”دارالعلوم“ دیوبند کی زبان دیوبند میں راجندر پرشاد کی ہنگامہ خیز

وجہ انگریز آمد کا حال سنئے، اس سے وہ اپنی توجہ کے چند مزید اسرار آپ پر منکشف ہوں گے۔ ماہنامہ ”دارالعلوم“ دیوبند و قمبر ازبے،

۱۳ جولائی ۱۹۵۷ء کی تاریخ دارالعلوم دیوبند میں وہ تاریخی دن تھا جب دارالعلوم میں عالی جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب بالقام نے صدر جمہوریہ ہند کی حیثیت سے قدم در درجہ فرمایا۔ پروگرام کے مطابق صبح کے ۸ بجے جب صدر جمہوریہ ہند اپنے سیلون سے برآمد ہوئے، تو حضرت مولانا مدنی اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب جو سیلون کے دروازے کھڑے تھے، آگے بڑھے۔ مولانا حفظ الرحمن صاحب (کانگریس) نے ان حضرات کا تعارف کرایا۔ اولاً مولانا مدنی صاحب سے اور پھر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ سے صدر محترم نے مصافحہ کیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے صدر کو ہمارے پہنایا۔ ۸ بج کر اسیٹھ پر صدر محترم دارالعلوم (دیوبند) کے لیے اپنی کار میں روانہ ہوئے اسٹیشن سے لے کر دارالعلوم تک راستہ خیر مقدم کے لیے بناٹے ہوئے خوشنما دروازوں اور رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ تھا۔ دیوبند اور قمبر جوار کے ہزاروں اشخاص شریک پر دورویہ صدر کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ دارالعلوم سے تقریباً ۳-۴ فرلانگ کے فاصلے تک طلبائے دارالعلوم کی دورویہ قطاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ہندو بیرون ہند کے طلباء کے علیحدہ علیحدہ گروپ بنادیئے گئے تھے جو متعدد ماٹولے ہوئے تھے۔ جب طلباء کو ان کی دلکش قطاروں کے درمیان سے صدر محترم کا گزرنہ شروع ہوئی، تو دیوبند کی فضا استقبالِ لغزوں سے گونج اٹھی۔ کتب خانہ کے سامنے کے بعد صدر جمہوریہ ٹھیک ونبے استقبالِ حلیہ میں شرکت کے لیے پنڈال میں تشریف لے گئے۔ عظیم الشان اور حسین پنڈال مختلف گیلریوں میں تقسیم تھا۔ صدر محترم نے جو بھی ڈاکٹس پر قدم رکھا، پورا مجمع صدر (راجندر پرشاد) کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت مولانا مدنی نے صدر محترم کو سنبھارا

بار پہنایا۔ دارالعلوم کی جانب سے اللہ اکبر۔ دارالعلوم زندہ باد۔ صدر جمہوریہ ہند
زندہ باد اور جمہوری ہندوستان زندہ باد کے نعروں سے صدر محترم کا خیر مقدم کیا گیا اور
صلح کے حکام کی جانب سے سرکاری رسم کے مطابق قومی ترانہ پیش کیا گیا جسے انگریزی
سکول کے بچوں نے پڑھا۔ ترانہ ختم ہوتے صدر محترم اور پورا مجمع بیٹھ گیا اور جلسہ
کی کاروائی شروع کی گئی۔ سب سے پہلے دارالعلوم کی جانب سے حضرت مولانا حفظ الرحمن
صاحب نے صدر محترم کی قدم رنجہ فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ آج دارالعلوم
کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو رہا ہے۔ صدر محترم ہندوستان کی صرف ایک عظیم شخصیت
ہی نہیں۔ بلکہ جنگ آزادی کے جانباز سپاہی بھی ہیں۔ آج وہ صدر جمہوریہ کی حیثیت سے
یہاں رونق افروز ہیں۔ آپ کی قدم رنجہ فرمائی یہ ہمیں مسرت ہے اور ہم اس کے لیے (مجید
پر شاد کے) شکر گزار ہیں۔ اس ترانہ و شکریہ راجندر کے بعد تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا
باقاعدہ کاروائی کا آغاز ہوا۔ نعلوں کے بعد حضرت ہمتی صاحب مدظلہ نے سپاس نامہ پڑھ کر سنایا
جس میں دارالعلوم کی باطنی روحانیت اور توکل و انابت وغیرہ پر صدر محترم کی توجہ دلائی
گئی۔ صدر جمہوریہ کو یہ سپاس نامہ ایک منقش صندوق میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ جلسہ کے اختتام پر
صدر محترم جمہوریہ ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ دارالعلوم کی جانب سے دوپہر کا کھانا
صدر محترم کو ان کے سیلون میں کھلایا گیا۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہ، حضرت ہمتی صاحب مدظلہ
اور دوسرے متعدد حضرات کھانے میں شریک تھے۔

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۵۷ء)

دارالموحدین دیوبند میں راجندر پر شاد جیسے کافر و مشرک کا یہ عظیم الشان استقبال دیکھتے
اور وہابیوں دیوبندیوں کی شان رسالت سے عداوت مسلمانوں سے بیزاری، کافر دوستی
اور مشرک نوازی پر غور فرمائیے کہ خالص مسلمانوں کو تو یہ لوگ

محض "اغثنی یا رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عرض کرنے پر مشرک، واجب القتل قرار دیتے اور ان سے بیزار ہوتے ہیں، مگر جو خالص مشرک و کافر ہیں۔ ان کے اعزاز و اکرام میں کیا کیا اہتمام کرتے ہیں اور رسول پاک صاحبِ لولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن غلامانہ و نیاز مندانہ تعلقات پر اہل صفات کو بدعتی و مشرک گردانے میں خود وہی تعلقات نہرو اور راجندر پر شاد وغیرہ سے استوار کرتے ہیں۔

دیوبندی نجدی و ہابیوں کی اسلام و پاکستان کے دشمنوں، کافروں، مشرکوں سے عقیدت و محبت اور تعلق کی کہانی تو آپ اچھی طرح سن چکے ہیں۔ اب ذرا ان کی خالص مشرک نوازی و کفر دوستی بھی ملاحظہ ہو:

○ "ہندوستان کے ایک نام نہاد مسلمان فضل الرحمن سیٹھ بٹری والے نے لکشمی زائیں مندر کی تعمیر میں بیس ہزار روپیہ دیا اور اس کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے گیارہ سو بطور ہدیہ مسرت امر دیتے۔ مندر کے موجودہ کمرتن ہال میں بجلی بھی سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ سے لگوائی اور مندر کا سنگ بنیاد رکھتے وقت یہ اعلان بھی کیا کہ مندر کے لیے شری لکشمی زائیں کی سنگ مرمر کی مورتی (مٹ) بھی ڈھائی ہزار کی رقم سے اپنے خرچ پر تیار کروں گا۔"

(ماہنامہ تجلی، دیوبند، اکتوبر ۱۹۵۷ء / روزنامہ نوائے وقت، لاہور، اکتوبر ۱۹۵۷ء)

وہ کونسا مسلمان ہے جو اس ملعون حرکت کی مذمت نہ کرے گا؟ اور جس کا دل اس ناپاک اور قبیح شیطانی فعل پر نہ کڑھے گا؟ مگر بزرگانِ دین کے مزارات پر حفری دینے اور فاتحہ پڑھنے کے جرم میں مسلمانوں کو قبر پرست اور پیر پرست اور روئے منہ مقدسہ کو ٹپتوں سے تشبیہ دینے والے دیوبندیوں و ہابیوں کی توحید کی داد دیجیے کہ انہوں نے نام نہاد مسلمان فضل الرحمن غدار اسلام کے اس شیطانی ڈرامہ کی مذمت کرنے اور اس پر اظہارِ نفرت کی بجائے اس کی تحسین کی ہے۔ چنانچہ لائلپور (فیصل آباد)

کے ایک دیوبندی وہابی اخبار "پاکستانی" نے ۱۵ ستمبر کی اشاعت میں اسے مسلمانوں کی روایتی اختیار پیشگی سے تعبیر کیا ہے۔ گویا دیوبندیوں کے نزدیک معاذ اللہ مسلمان پہلے ہی سے مندر و بت شکنی کی بجائے مندر و موتی سازی اور بت فروشی کرتے چلے آئے ہیں، حالانکہ کوئی باغیرت سچا مسلمان مجاہد اس شیطانی فعل کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ شرک نوازی و کافر دوستی تو "وہابی توحید" ہی کے حصّہ میں آچکی ہے۔ پھر پاکستانی دیوبندیوں پر یہی یہ بات ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ ہندوستانی دیوبندی بھی فضل الرحمن کی توحید اور اس کے فعل کی تحسین کرتے ہیں۔ چنانچہ ماہنامہ "تجلی" دیوبند رقمطراز ہے:

"فضل الرحمن کی بات اگر یہیں تک رہ جاتی ہے تو ہم کو کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی لیکن دلچسپی کا باعث وہ مختصر تبصرہ ہے جو علماءِ حقہ (دیوبند) کے واحد سرکاری آرگن اہل ترجمان "الجمعیۃ" (ہند) نے اس پر فرمایا ہے کہ

○ "ہمیں اس خبر سے یہ دکھانا ہے کہ ۳۹ کروڑ کی آبادی میں مذہبی رواداری کی مثال قائم کرنے کی توفیق بھی صرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہے۔ یہ سیر چشمیٰ وسیع النظری اور یہ رواداری، سوائے مسلمان کے آپ کو کہاں نظر آسکتی ہے؟" (الجمعیۃ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۷ء)

تجلی (دیوبند) "غور طلب امر ہے کہ اگر مسلمان صاحبِ مذکور کا یار نامہ سیر چشمیٰ وسیع النظری اور رواداری جیسے بلند و بزرگ الفاظ سے نوازے جانے کے قابل ہیں تو اس وقت ہمارے علماء و دیوبند اپنے بلند جمہوری و قومی جذبات کا اظہار کن لفظوں میں کریں گے، جب یہ مسلمان صاحب یا اور کوئی صاحب مارے سیر چشمی کے، مورتی کے سامنے بھیج لگا کر مسجد لے میں گر جائے گا یا باقاعدہ طور پر اعلان کرے گا کہ میں آج سے اپنا تختہ منسوخ مومن و اصل رکھتا ہوں اور نماز فجر کے بعد روز ایک گھنٹہ مورتی کے آگے صلیب لٹاؤں گا اگر آپ علماء دیوبند ہی بت پرستی اور کفر و شرک سے تعاون و تعامل کی ترغیب دینے لگ

جائیں تو اس کے بعد آخر گمراہی و دین فردوسی کا کونسا درجہ باقی رہ جاتا ہے؟

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتہ و تسبیحِ شیخ

بتِ کدہ میں بروہن کی پختہ زنجاری بھی دیکھ

(تختی دیوبند، اکتوبر ۱۹۵۷ء)

دیوبندی و ہابی علماء کی کانگریس / نہرو اور گاندھی و دیگر ہندو مشرکین کے ساتھ
محبت کا مظاہرہ آپ نے دیکھا اور ان لوگوں کی بلادِ عرب میں نہرو حکومت کی تبلیغ کے
متعلق بھی پڑھ لیا۔ ان مٹلاؤں نے دشمنِ اسلام و دشمنِ پاکستان بھارتی حکومت کی تبلیغ
کرتے ہوئے مشرک لیڈروں نہرو گاندھی وغیرہ کو بڑھا چڑھا کر دیگر بلاد میں پیش کیا ہے
اور اس کے جو نتائج و اثرات نکلے اور دوسرے ممالک کے باشندوں پر جو اثر ہوا ہے،
اس کے متعلق نمائندہ کوہستان "مقیم بغداد و قسطنطنیہ ہے۔

○ "حقیقت میں دیارِ عرب میں ہندوستان کا پرہیزگار (دیوبندیوں کی بدولت)

بہت زبردست ہے۔ یہی سبب ہے کہ عرب لوگ ہندوستان کی محبت میں بہت
غلو کر گئے ہیں اور ہندوستانی لیڈروں کو مقدس ہستیاں تصور کرتے ہیں۔ جب
پینڈت جو اہر لال نہرو ارضِ مقدس کا دورہ کرنے گئے تھے تو اُسے رسولِ اسلام
کے لقب سے نوازا گیا تھا اور یہاں (بغداد) کے اخبارات نے جلی مرغیوں سے
الحاج نہرو لکھا تھا اور اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا گیا۔ جب کبھی اخبارات
پینڈت نہرو کے بارے میں کوئی خبر شائع کرتے ہیں، تو اس کا فوٹو ضرور چھاپتے
ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کو ایک غیر مسلم سے کتنی محبت ہے؟
میرے ایک شاگرد کہنے لگے: واللہ نہرو عظیم و ہوسر جلّ دین

(خدا کی قسم نہرو عظمت والا ہے اور وہ بہت اچھا آدمی ہے۔)

(روزنامہ کوہستان، لاہور، ۲۴ فروری ۱۹۵۷ء)

روزنامہ ”جنگ“ کراچی، ۲۸ ستمبر ۱۹۵۶ء میں رئیس امر وہی نے ایک
شعر میں طنزاً نہرو کو نیم حاجی لکھا تھا۔

عرب کی خاک پر تقدیر نے پہنچا دیا ان کو

بنے پنڈت جو ابہر لال نہرو نیم حاجی بھی

مگر یہاں دیکھئے کہ کافر نہرو کو پورا الحاج بنا دیا گیا ہے۔ رئیس امر وہی کی

ایک اور رباعی نہرو کے دورہ نجد کے متعلق سن لیجئے۔ لکھتے ہیں۔

جپ رہا ہے آج مالا ایک پنڈت کی عرب

برہمن زاوے میں شانِ دلبری ایسی تو ہو۔

حکمت پنڈت جو ابہر لال نہرو کی قسم

مرٹھے اسلام جس پر کافر ہی ایسی تو ہو

(روزنامہ ”جنگ“ کراچی، ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء)

دیوبند کے سرخیل مولویوں کی اصلاح اور پاکستان دشمنی کی مختصر مگر گستاخانی
حکایات درج کی گئی ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ البتہ رہنمائی
کے لیے مزید حوالہ جات درج کر دیئے ہیں۔

ابوالکلام آزاد: اس شخص کو خلافتِ کاٹھنات نے بڑی خوبصورتی سے

نوازا تھا، لیکن سید سنجی! کہ اس نے اپنی تمام تر صلاحیتیں ہندو نوازی، اسلام

پاکستان دشمنی میں صرف کر دیں۔ کانگریس کے صدر کی حیثیت سے مسلم دشمن کارناموں

کی وجہ سے قائدِ اعظم سے ”شو بواچے“ کا خطاب پایا، جسے تاریخ نے ہمیشہ ہمیشہ

کے لیے اپنے سینے میں محفوظ کر لیا۔ آزاد نے پاکستان کے خلاف زہر گلتے ہوئے کہا:

○ ”میں اعتراف کرتا ہوں کہ ”پاکستان“ کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں

کرتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ایک حصہ تو پاک ہے اور باقی ناپاک۔

علاوہ ازیں میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ پاکستان کی اسکیم شکست خوردگی کی ایک واضح علامت ہے۔ اس کی تعمیر جس بنیاد پر رکھی گئی ہے — وہ ہے یہودیوں کے وطن کی مثال۔“

(تاریخ نظریہ پاکستان“ از پیام شاہ بھان پوری لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۵۱)
 (”آزادی ہند“ مترجم رئیس احمد جعفری لاہور ۱۹۷۳ء ص ۱۲۷)
 ○ ابوالکلام آزاد کی موت پر ہندو روٹے اور خوب روٹے۔ پنڈت پنٹ نے دروے کا یہی جوتی آواز میں کہا:

”مولانا ایسے لوگ پھر کبھی نہ پیدا ہوں گے اور ہم تو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔“
 اور بقول شورش کاشمیری: ”راجندر بابو نے آنسوؤں کی سیل میں بھگو کر پھٹول بچھا کر کیے۔ پنڈت نہرو نے گلاب چھڑکا، تو بے اختیار ہو گئے۔ لوگوں نے سہارا دیا اور جب مٹی دینے لگے، تو ہلکے ہلکے کر رہے تھے۔ راجندر بابو دمہ کے مریض ہونے کے باوجود صبح ہی سے تصویر یاں بنے کھڑے تھے، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ آج ۳۸ سال کی دوستی اور رفاقت کا انت ہو گیا۔“
 (پیش نظر مسلمان“ از عبدالرشید رشید لاہور ۱۹۷۵ء ص ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰)

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

- ۱۔ ”مسلمان اور کانگرس“ از ابوالکلام آزاد، مطبوعہ آزاد بک ڈپو لاہور
- ۲۔ ”اقبال کے آخری دو سال“ از عاشق حسین بٹالوی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۲۹
- ۳۔ ”شاہیر جنگ آزادی“ از مفتی انتظام اللہ شہابی کراچی ۱۹۵۷ء ص ۳۳
- ۴۔ ”نوادرا ابوالکلام“ از عبدالغفار شکیل مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۶۲ء ص ۲۱ تا ۲۵/۳۱
- ۵۔ ”آرمغانِ آزاد“ ج ۱ از ابوالکلام شاہ بھانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء ص ۲۳ تا ۲۵/۱۹
- ۶۔ ”تحریک پاکستان اور شناسا عملہ“ ص ۲۱۳

۷۔ مولانا آزاد اور ان کے ناقد از ایم اے شاہد، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء، ص ۴۴

۸۔ "آزادی ہند" از رئیس احمد جعفری، ص ۱۴۴ تا ۱۴۶

۹۔ "عظیم قائد" از نوابزادہ محمود علی خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء، ص ۹۰

۱۰۔ "آزادی کی کہانی" میری زبانی از سردار عبدالرب نشتر مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۸۴

۱۱۔ "قائد اعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۷۵

۱۲۔ "ظفر علی خاں اور ان کا عہد" از عنایت اللہ نسیم سوہدوی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۵۱ تا ۱۵۲

۱۳۔ "چمنستان" از مولانا ظفر علی خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء، ص ۱۵۱-۱۵۲

مولوی مودودی: صوابِ اعظم سے ہٹ کر اپنے مخصوص مذہبی و سیاسی

نظریات کے پرچارک کا ارشاد گرامی بھی سن لیجئے:

○ "افسوس کہ لیگ کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی

ایسا نہیں جو اسلامی و مسیحیت اور اسلامی فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطہ

نظر سے دیکھتا ہو۔ یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت

کو بالکل نہیں جانتے۔"

۱۔ "معیار ابوالاعلیٰ مودودی از ابوالآفاق، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء، ص ۴۹

۲۔ "ہمارے سیاست دان" از محمد موسیٰ بھٹو، مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۶۹ء، ص ۲۰

۳۔ "تحریک جماعت اسلامی" از ڈاکٹر اسرار احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۴۷

۴۔ "لیڈرانِ کرام" از ریاض بٹالوی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء، ص ۵۶

"کوئی شخص یہ خیال نہ کر لے کہ ہم کانگریس سے تصادم چاہتے ہیں ہرگز نہیں۔

ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے تو ہمارا مقصد وہی ہے جو کانگریس کا ہے اور

ہم سمجھتے ہیں کہ اس مشترک مقصد کے لئے بالآخر کانگریس ہی کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، حصہ اول، ص ۶۷)

- ۶۔ "سیاسی جماعتیں طلباء کی عدالت میں" از اشرف رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۴
 ۷۔ مولانا مودودی اور جماعت اصلاحی، از ممتاز علی عاصی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء ص ۵۷
 ۸۔ "مکاتیب نواب بہادر یار جنگ" مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۳۸-۲۵۶
 ۹۔ "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ۱۹۵۳ء، ص ۲۶۱

۱۰۔ "علامہ اقبال، قائد اعظم، پرویز، مودودی اور تحریک پاکستان"
 از سید جلیل احمد، مطبوعہ فیصل آباد، ۱۹۷۲ء، ص ۲۵۸

۱۱۔ "ترجمان القرآن" ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ (لاہور)

۱۲۔ "شمر گزشتہ پاکستان" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۲۰۸

۱۳۔ "روزنامہ نوائے وقت" لاہور، ۵ مارچ ۱۹۵۵ء (اداریہ)

۱۴۔ "ترجمان القرآن" لاہور، جمادی الاخر ۱۹۷۴ء

۱۵۔ "دیوبندی مذہب" از مولانا غلام مہر علی، مطبوعہ چشتیان، ۱۹۵۶ء

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی دیوبندی:

یہ صاحب تازیمت قولاً، فعلاً، عملاً کانگریسی رہے۔ وہ کانگریس سے دور

رہ کر مجلس احرار کے قیام کو بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے تعلقات غیر مسلموں

سے اتنے وسیع تھے کہ شاید ہی اس دور میں کسی نیشنلسٹ مسلمان کے ہوں؟ مولانا

کے صاحبزادے عزیز الرحمن لدھیانوی لکھتے ہیں:

○ "انقلاب پسندانہ ارادت مند، دہشت پسندانہ کے گردیدہ، کنوٹ

ان کے مداح، سمجھ ان کے نام لیوا، ان کی نجی صحبتوں میں ایسے ایسے

لوگ دیکھے، جن کی شان نزول معمولی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔"

(جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین، حصہ سوم، از عزیز الرحمن لدھیانوی

مطبوعہ دہلی ۱۹۷۵ء، ص ۱۳)

”میرٹھ میں تقریر کرتے ہوئے اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پھٹے ہوئے اور
غصہ سے ہونٹ چباتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

○ ”دس ہزار جینا (محمد علی جناح)، اور شوکت (ضیغم اسلام مولانا شوکت علی
اور ظفر (مولانا ظفر علی خان)، جو اہل لال نہرو کی جوتی پر قربان کئے جا سکتے ہیں“

(چمنستان، مولانا ظفر علی خان، لاہور، ۱۹۴۴ء، ص ۱۶۵) مزید معلومات کے لیے

۱۔ ”تاریخ نظر علی پاکستان“ از پیام شاہ، بھان پوری لاہور ۱۹۷۰ء

ص ۳۹۸ بحوالہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۴ جنوری ۱۹۴۷ء

۲۔ ”آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان“ مطبوعہ لاہور ۱۹۴۶ء، ص ۲۰۴

۳۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور، ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء

۴۔ ”بوئے گل نالہ دل“ وود پیراع محفل“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء

ص ۳۴۳ - ۳۴۴ از شورش کاشمیری

۵۔ ”تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء“ از چوہدری حبیب احمد لاہور

۱۹۶۶ء، ص ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۷۵

۶۔ ”چمنستان“ از مولانا ظفر علی خان

۷۔ ”جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین“

۸۔ ”حیات امیر شریعت“ از جانباز مرزا لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۴۱۵

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی

شاہ جی نے تحریک خلافت، ترک موالات و دیگر تحریکوں اور تنظیموں میں کام
کیا، لیکن ان کی شہرت کی معراج مجلس احرار تھی جس کے پلیٹ فارم سے وہ ایک
کامیاب و مقبول عام مقرر کی حیثیت سے ابھرے۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ شاہ جی
کے نظریات سوادِ اعظم سے بہت گراں گرس سے ملے تھے اور کانگریس کی حمایت میں انہوں

نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھتی۔ شاہ جی نے قائد اعظم، مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی جی بھر کر مخالفت کی۔ اُن کی جادو بیانی اور خوش الحانی کانگریس کے پتے میں ہی رہی اور مسلم لیگ اُن کے نزدیک قابلِ گردی زدنی تھی۔ ان کی پاکستان دشمنی کے چند ایک واقعات درج ذیل ہیں:

○ امر وہم میں تقرر کرتے ہوئے شاہ جی نے مسلم لیگ کے متعلق یوں ارشاد فرمایا: ”جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے، وہ سٹور ہیں اور سٹور کھانے والے ہیں“

(”چٹھنستان“ از مولانا ظفر علی خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء، ص ۱۶۵)

”پاکستان کے بارے میں پورے تین مہینوں تک پنجاب میں“ میں نے جس جگہ بھی تقریریں کی ہیں۔ پاکستان کو مسلمانانِ ہندوستان کے لیے ہلک بلک ہلاکت آفریں اور فلاحیت خیر بتایا ہے اور دلائل سے یہ باتیں ثابت کی ہیں۔ میری سمجھ میں تو پاکستان کے حق میں کوئی دلیل نہیں آئی۔“

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۵۹۶)

پسرور اصرار کانفرنس ۱۹۴۶ء میں شاہ جی نے فرمایا:

”پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے۔ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا“

جو پاکستان کی ”پ“ بھی بنا سکے۔“

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۸۸۳-۸۸۴، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء)

مزید معلومات کے لیے مطالعہ کریں:

۱۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء، ص ۲۴۴ - ۲۴۵

۲۔ ”تاریخ نظریہ پاکستان“ از پیام شاہجہانپوری، ۱۹۷۰ء، ص ۳۹۹

۳۔ ”قائد اعظم اور اُن کا عہد“ از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور

۱۹۶۶ء۔ ص ۳۸۳ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۵ - ۳۸۶

۴۔ ”آہنگ بازگشت“ از مولوی محمد سعید، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء، ص ۹۹، ۹۸، ۹۷

۵۔ ”حیات امیر شریعت“ از جانباز مرزا، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۳۳۸

۶۔ ”کاروانِ احرار“ ج ۶، از جانباز مرزا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۳۸۹

۷۔ ”سید عطار اللہ شاہ بخاری“ از شورش کاشمیری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۲۸۹

۸۔ ”اقبال کے دینی اور سیاسی افکار“ از سید نور محمد قادری

مطبوعہ گجرات ۱۹۸۲ء، ص ۱۳۵

۹۔ ”جب امر تبر جل رہا تھا“ از خواجہ افتخار احمد، مطبوعہ لاہور

طبع معلوم، اگست ۱۹۸۲ء، ص ۵۱

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی :

جمیعت علماء ہند نے قوم پرستی کا لغو پورے زور شور سے لگایا اور اپنا ہمارا زور کانگریس کے پلڑے میں ڈالا۔ تو ان بے بصیرت اور بے شعور علماء دیوبند کے سرخیل مولوی حسین احمد مدنی تھے۔ وہ جامہ جالوس میں عجیب دوٹی اور تضاد کو چھپائے ہوئے تھے اور دوسری وفاداری کے قائل تھے۔ اسلام سے وفاداری اور بطور ہندی قوم ملک ہند سے وفاداری۔ قائد اور مسلم لیگ کے بارے میں وہ داڑھی اور غماز کا پیمانہ استعمال کرتے تھے اور بزعم خویش قائد اعظم کو کافر اعظم کہنے اور ماننے والے مسلمانوں کی قیادت کا منرا وار نہیں گردانتے تھے۔ گاندھی اور نہرو تعلقات کے معاملے میں وہ اسلام کو ایک نجی معاملہ قرار دیتے تھے۔ حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے تین تبلیغ اور جامع اشعار لکھے کہ سرخیل دیوبند و کانگریس مولوی حسین احمد مدنی کا تمام علمی تبحر ہمیشہ کے لئے خاک میں ملا دیا۔

عجم ہنوز نداند و موز دیں دارند ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بواجبی است

سرور بر سر منبر کہ ملت از وطن است چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

بمصطفیٰ برسوں خولیش را دیں ہمارا دست اگر باوند رسیدی تمام بولہبی است

(مجلہ "مرغزار" قائد اعظم نمبر ۹۷، گورنمنٹ کالج شیخوپورہ ص ۱۷۶-۱۷۸)

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار آج تک دیوبندیوں کی چھاتیوں کا

قالبوس بنے ہوئے ہیں۔ سپانے کے سوا ان کے ہاں کوئی چارہ نہیں۔ یہی وجہ ہے

کہ دیوبندی حضرات نے اپنی خفت چھپانے کے لیے حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی ذات پر

کیچڑ اچھالنا اپنا وظیفہ حیات بنا رکھا ہے۔ مگر ابھی تک وہ مولوی حسین احمد مدنی کے

بے بصیرت داغ دھونے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

ماہنامہ "الرشید" ساہیوال کے "اقبال نمبر و مدنی نمبر" ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی کے

"اقبال نمبر" میں مولوی مدنی کے پیروکاروں نے علامہ صاحب علیہ الرحمۃ کو جی بھر گالیاں دی ہیں

اور اپنے خبیث باطنی کو صوب پر عیاں کر دیا۔

اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے مطالعہ فرمائیں۔

۱۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ ۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء۔

۲۔ اقبال کا آخری معرکہ "از سید نور محمد قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۳۔ اقبال اور محبت رسول "از پروفیسر محمد طاہر فاروقی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

۴۔ اقبال کے حضور "از سید ندیم نیازی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۱ء

۵۔ اقبال کا سیاسی کا نامہ "از محمد احمد خاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

حسین احمد مدنی نے دو قومی نظریہ کی ڈٹ کر مخالفت کی اور متحدہ ہندوستان کی حمایت

کرتے ہوئے کہا۔ ● "ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی،

پارسی سب شامل ہیں۔ حاصل کرنے کے لیے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیے۔ ایسی

مشترکہ آزادی، اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام

اس کی اجازت دیتا ہے۔

”تاریخ نظریہ پاکستان“ از پیام شاہجہان پوری، لاہور، ۱۹۷۷ء

مدنی کی ہند و فوازی: احمد علی دیوبندی لاہوری کی روایت ہے:

○ عجیب مولوی مدنی آخری حج سے تشریف لارہے تھے، تو ہم اٹلیشن پر شرف زیارت کے لیے گئے۔ حضرت کے متوسلین میں سے ایک صاحبزادہ محمد عارف ضلع جھنگ، دیوبند تک ساتھ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھے، جن کو ضرورت قراغت لاحق ہوئی، وہ رفع حاجت کیلئے گئے اور اٹلے پاؤں بادل خواستہ واپس ہوئے۔ حضرت مولانا مدنی سمجھ گئے۔ قندچند سگریٹ کی ڈبیاں ادھر ادھر سے اکٹھی کیں اور لوٹا لے کر پاخانہ میں گئے اور اچھی طرح صاف کر دیا اور ہندو دوست سے فرمانے لگے، تجا چھے پاخانہ تو بالکل صاف ہے۔ تو جوان نے کہا کہ مولانا! میں نے دیکھا ہے پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے۔ قصہ مختصر وہ اٹھا اور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا۔ بہت متاثر ہوا اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا: یہ حضو کی بند فوازی ہے جو سمجھے باہر ہے۔“ (ریشل بڑے مسلمان، ص ۵۱۴، ۵۱۵)

کانگوسی مولوی اور حرام خوری کا چسکا:

حبیب الرحمن لدھیانوی احراری کے صاحبزادے عزیز الرحمن لدھیانوی خامی اپنی کتاب ”رئیس الاحرار حبیب الرحمن لدھیانوی اور ہندوستان کی جنگ“ مطبوعہ ۱۹۷۷ء میں عطاء اللہ شاہ بخاری کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”پینڈت موتی لال نصرو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سحر بیانی کے عاشق تھے۔ انہیں کے پروگرام کے مطابق شاہ صاحب کلام کر رہے تھے۔ اللہ آباد میں جب شاہ صاحب پینڈت موتی لال جی کے یہاں پہنچے، تو پینڈت موتی لال جی نے خود شاہ صاحب

کے کھانے کا بندوبست کیا اور اپنے ہاتھ سے دونوں وقت کی چائے بنا کر پلائی۔

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد، ص ۹۶)

۱۹۴۵ء میں مولوی داؤد غزنوی بطور صدر کانگریس صوبہ پنجاب (جھنگ)

تشریف لے گئے۔ تو ان کا کھانا پینا، نماز اور عبادت سب لالہ کشوری لال وکیل کے

ہاں تھی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ ہندو تو ہمارے ساتھ کھانا پینا حرام سمجھتے ہیں۔

آپ ان کے ہاتھوں سے وضو اور ان کی چٹائی پر ناز پڑھ رہے ہیں۔ اس پر انہوں

نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں تو اس کی منافی نہیں ہے۔

(مشکلات لا الہ، از شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ، مطبوعہ جھنگ ۱۹۸۱ء ص ۱۰۸)

مولوی حسین احمد مدنی کا ایک انٹرویو:

○ کجیت العلماء کی ورکنگ کمیٹی نے اس تجویز پر غور کیا ہے کہ فرقہ وارانہ

مجھوتہ کے لیے قوم پرست مسلمانوں کو منظم کیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ مسلم لیگ

کی پالیسی ہندوستان اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ ان حالات میں

مسلم لیگ سے ہمارا کوئی مجھوتہ نہیں ہو سکتا۔

(اداریہ روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۴۴ء)

یہاں ایک اہم بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مولانا مدنی صاحب

کھدر پوشی اور گاندھی کی اتباع میں انرا غلو کرتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ جناب

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

○ مندرجہ کے فاضل جلیل مولانا ہاشم جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ راقم سے

فرماتے تھے کہ مولوی حسین احمد مدنی مندرجہ آٹے اور یہاں بھرے مجموعوں میں

صاف ذمہ داری، اُتر و اُگر کھدر کی ٹوہیاں پہنواٹیں۔

(تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص ۱۲۴)

”حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لباس کے معاملے میں سبخت گاڑھا کھدڑ پہننے میں بہت متشدد تھے اور ہمیشہ صاری عمر کھدڑ پہنا اور اس کے علاوہ اور بھی اشیاء ویسی استعمال کرتے تھے اور ملنے جلنے والوں سے بھی یہی پسند کرتے تھے کہ وہ ویسی کپڑا پہنیں اور ویسی اشیاء استعمال کریں ویسی لباس کے بارے میں اتنا اہتمام تھا کہ اگر کسی میت کو لٹختے وغیرہ کا کفن دیا جاتا تو اُس کا جنازہ تو پڑھ لیتے، مگر پڑھاتے نہیں تھے۔“ (بیس بڑے مسلمان ص ۹۴)

لیکن صد افسوس کہ زندگی بھر غیر ممالک کی بنی ہوئی گاڑیوں میں سوار ہو کر پورے برصغیر میں کانٹکس کی نمک حلائی اور پاکستان دشمنی کا حق ادا کرتے رہے۔

مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے مطالعہ فرمائیے:

۱۔ متحدہ قومیت اور اسلام“ از حسین احمد مدنی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۷

۲۔ کاروائی احرار ج ۳، از جانباز مرزا، مطبوعہ لاہور ۲۲۲

۳۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء

۴۔ قائد اعظم میری نظر میں“ از مرزا ابوالحسن اصفہانی

شاہکار ایڈیشن لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۰

۵۔ ”آزادی ہند“ از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور، ص ۱۴۶، ۱۵۱

۶۔ ”تاریخ نظریۃ پاکستان“ از پیام شاہ جہان پوری، لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۳۵۱

۷۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۴ اپریل ۱۹۴۵ء

۸۔ ”بہاول پور کی سیاسی تاریخ“ از شہاب دہلوی، مطبوعہ بہاولپور

۱۹۷۷ء، ص ۱۴۹ تا ۱۴۴

۹۔ روزنامہ کوہستان لاہور، ۱۷ اگست ۱۹۶۷ء

۱۰۔ ”عظیم قتلہ عظیم تحریک“ ص ۳۷۵

- ۱۱- "قائد اعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری لاہور ص ۴۶۰
 ۱۲- "اقبال کے حضور" از سید نذیر نیازی، مطبوعہ کراچی

۱۹۷۱ء، ص ۱۶۶، ۱۶۱، ۱۷۴

تحریر پاکستان میں اہل حدیث حضرات نے جو کردار ادا کیا، اس کی تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

- ۱- "الحیات بعد الممات" از مولوی فضل حسین بہاری، مطبوعہ مکتبہ شعیب،

حدیث منزل، کراچی ۱۹۵۹ء، ص ۱۲۴ تا ۱۴۰،

- ۲- "بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد" مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء، ص ۲۹۷

۳- "تاریخ اہل حدیث" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۴۲۱

۴- "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۴۱۰

۵- "اہل حدیث کا مذہب" مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۵ء، ص ۱۰۷

۶- "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" ص ۲۱۲/۲۹

بحوالہ "جنگ آزادی" از پروفیسر محمد ایوب قادری ص ۴۴، ۴۵

و "حیات سید احمد شہید" از محمد جعفر تھانیسری، مطبوعہ کراچی (مقدمہ)

۱۹۶۸ء، ص ۲۵، ۲۶

۷- رسالہ "اشاعت الحسنہ" ج ۸، شمارہ ۷، ص ۲۶۲

بحوالہ "حیات سید احمد شہید" (مقدمہ) ص ۶۷

۸- روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء

۹- "مشکلات لالہ" از شیخ محمد سعید، ص ۱۰۸

۱۰- "بوتے گل نالہ دل، دوو چراغ محفل" از شورش کاشمیری، ج ۱،

مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۴۴۳

۱۱۔ تاریخ و ماہیہ از مولانا محمد رمضان علی قادری، مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۷۶ء، ص ۱۱

ایک ہنگامہ محشر ہو تو اس کو بھولوں !

سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

۲۱ - ۲۲ - ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو دیوبندیوں نے مدرسہ دیوبند میں صد سالہ جشن دیوبند منایا۔ ایک مشرکہ عورت اندرا گاندھی کو کرسی صدارت پر بٹھایا اور اندرا گاندھی زند و باد کے نعرے لگائے۔ اندرا گاندھی نے دیوبندیوں سے انتہائی پیار کا اظہار کیا۔ اس جشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے بھارتی ریڈیو۔ ٹی۔ وی۔ اخبارات، رسائل، ریلوے وغیرہ ذرائع سے ہر ممکن تعاون کیا۔ بھارتی محکمہ ڈاک نے اس موقع پر ۳ پیسے کا ایک یادگار ٹکٹ جاری کیا، جس پر مدرسہ دیوبند کی تصویر نمایاں تھی۔ اندرا حکومت نے جشن دیوبند کی تقریبات پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کر کے دیوبند سے دلی محبت کا اظہار کیا۔ پچاس ہزار دیوبندی، اندرا گاندھی کے پیسے گاندھی کی روٹیاں کھاتے رہے اور کئی دیوبندی ہندوؤں کے گھروں میں چار چار دن تک ٹھہرے رہے۔ مسلمانوں کی قاتلہ، مشرکہ عورت اندرا گاندھی کے علاوہ دیوبند کے اشیج پر مشرراج مراثی، جگ جیون رام، مسٹر بہوگنا جیسے مشرکوں نے بھی اپنے قدم ٹکائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ دیوبندی ٹولہ جو اپنے آپ کو توحید کا پرستار اور ٹھیکیدار سمجھتا ہے اور اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک جانتا ہے، اس دیوبندی ٹولے نے مسلمانوں کے دشمن، اسلام و پاکستان کے دشمن کافروں مشرکوں کو اپنے جشن دیوبند کا صدر بنا کر تقریبات کا افتتاح ان کے ناپاک ہاتھوں سے کرایا و نہایت افسوس کہ پورے ملک میں صدارت کے لیے انہیں کوئی مسلمان نظر نہ آیا، کتنا عجیب منظر ہے کہ نہرو کافر کی کافرہ مشرکہ بیٹی بن صنور کر بے پردہ دیوبند کے اشیج پر براجمان ہے۔ اور جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرک بدعت کہنے والی ان رندوں کی ٹولی کو

مست بنا رہی ہے ۔

تیری آواز کا جادو تو چلا محفل پر

کچھ تو وہ تھے جنہیں تیری ادا مار گئی

دیوبندی مولوی اس نازنین دیوی پرست مشرکہ کے قلموں میں طے اپنی وفا

کے گلہ سنتے نچھاور کر رہے ہیں اور طویل ترین وارٹھیاں ہلا کر نعرے لگا رہے ہیں۔

یہ ہے ان کھنڈر پوش بھگوانوں کی توحید پرستی کی رنگین کہانی !

نہ اُدھر اُدھر کی تو بات کر، یہ بتا کہ تافلہ کیوں لٹا؟

مجھے رہنروں سے غرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

اندر اگانڈھی تالیوں کی گونج اور زندہ باد کے نعروں کی گرج میں دیوبند

کے اسٹیج پر اجماع ہوئی (جہاں صرف علم کو ہونا چاہیے تھا، باقی مدرسہ دیوبند کے

نواسے اور مدرسہ دیوبند کے بزرگ مہتمم قاری محمد طیب صاحب نے اندر دیوی کو

”عزیزت مآب وزیر اعظم ہندوستان“ کہہ کر خیر مقدم کیا اور اسے بڑی بڑی ہستیوں میں

شمار کیا۔ اندر رانی نے اپنے خطاب میں بالخصوص کہا کہ

”ہماری آزادی اور قومی تحریکات سے دارالعلوم دیوبند کی وابستگی اٹوٹ رہی ہے“

علاوہ انہیں جتنی دیوبند کے اسٹیج سے پنڈت نہرو کی رہنمائی و متحدہ قومیت کے

کردار کو اہتمام سے بیان کیا گیا۔ بھارت کے پہلے صدر راجندر پرشاد کے حوالے سے

دیوبند کو آزادی (ہند) کا ایک مضبوط ستون قرار دیا گیا۔

(ماہنامہ ”رضائے مصطفیٰ“ گو جبر النوالہ جمادی الآخر سنہ ۱۳۸۷ھ مطابق اپریل ۱۹۶۷ء)

قصو میر: روزنامہ جنگ، کراچی ۳۱ اپریل ۱۹۶۷ء کی ایک تصویر میں

دیوبندی مولویوں کے جھرمٹ میں ایک ننکے منہ، ننکے منہ، برہنہ باز و عورت کو تقریر

کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے:

”مسٹر اندرا گاندھی دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر تقریر کر رہی ہیں“
 روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور، ۹ اپریل ۱۹۸۰ء کی تصویر میں ایک مولوی کو اندرا گاندھی
 کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے:

”مولانا راحت گل، مسٹر اندرا گاندھی سے ملاقات کرنے کے بعد واپس آرہے ہیں“
سنجے گاندھی کی دعوت: اندرا گاندھی کے بیٹے سنجے گاندھی نے
 کھانے کا وسیع انتظام کر رکھا تھا۔ سنجے گاندھی نے تقریباً پچاس ہزار افراد (دیوبندیوں)
 کو تیس دن کھانا دیا، جو پلاسٹک کے لفافوں میں بند ہوتا تھا۔ بھارتی حکومت کے علاوہ
 وہاں کے غیر مسلم باشندوں، ہندوؤں اور سکھوں نے بھی دارالعلوم کے ساتھ تعاون کیا۔

(روزنامہ ”امروز“ لاہور، ۹ اپریل ۱۹۸۰ء)
ہندوؤں کا شوق میزبانی: کئی ہندو بین (دیوبندی علماء) کو
 ہندو اصرار کر کے اپنے گھر لے گئے، جہاں وہ چار دن ٹھہرے۔

(روزنامہ ”امروز“ لاہور، ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء)
 بھارتی حکومت نے جشن دیوبند کی تقریبات پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کیے،
 جبکہ ساٹھ لاکھ روپے دارالعلوم نے اس مقصد کے لیے اکٹھے کیے۔

(روزنامہ ”امروز“ لاہور، ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء)
 مرکزی حکومت ہند نے قصبہ دیوبند کی لوک پبلک دہشت کرنے کے لیے
 ۳۰ لاکھ روپے کی گرانٹ الگ مہیا کی۔ روٹری کلب نے ہسپتال کی صورت میں اپنی
 خدمات پیش کیں، جس میں دن رات ڈاکٹروں کا انتظام تھا۔

(روزنامہ ”جنگ“ راولپنڈی، ۲ اپریل ۱۹۸۰ء)
 ہنگامی طور پر جلسہ کے گرد متعدد دہشت گردوں کی تعمیر کی گئی اور بجلی کی ہاٹی پاور
 لائن مہیا کی گئی۔ بھارتی کسٹم اور امیگریشن حکام کا رویہ بہت اچھا تھا۔ انہوں نے

مندوبین کو کسی قسم کی تکلیف نہیں آنے دی۔ (روزنامہ "امروز" لاہور ۹ اپریل ۱۹۸۰ء)
 تقریبات جشن کے انتظامات وغیرہ پر ۵ لاکھ سے زائد رقم خرچ کی گئی۔
 پنڈال پر چار لاکھ سے بھی زیادہ کی رقم خرچ ہوئی۔ کیمپوں پر ساڑھے چار لاکھ سے بھی
 زیادہ رقم خرچ ہوئی۔ بجلی کے انتظام پر تین لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ خرچ ہوا۔
 (روزنامہ "ترنگ" راولپنڈی ۲ اپریل ۱۹۸۰ء / روزنامہ "امروز" لاہور ۹ اپریل ۱۹۸۰ء)
 مفتی محمود نے اسٹیج پر مسز اندرا گاندھی سے ملاقات کی اور ان سے دہلی جانے
 اور ویزے جاری کرنے کے لیے کہا، اسی پر اندرا گاندھی نے ہدایت جاری کی کہ جو چاہے
 اسے ویزا جاری کر دیے جائیں، چنانچہ بھارتی حکومت نے دیوبند میں ویزا آفس کھول دیا۔
 (روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۲۶ مارچ ۱۹۸۰ء)

زائرین دیوبند جشن دیوبند میں شرکت کے علاوہ واپسی پر وہاں سے بے شمار
 تحفے تحائف بھی ہمراہ لائے ہیں۔ ان میں کھیلوں کا سامان، ہاکیاں اور کرکٹ گیندوں کے
 علاوہ سیب، گنے، ناریل، کیلا، انٹس، کپڑے، جوتے، پوٹریاں، چھتریاں اور
 دوسرا سینکڑوں قسم کا سامان شامل ہے۔ حد تو یہ ہے کہ چند ایک زائرین اپنے ہمراہ
 لکڑی کی بڑی بڑی پارہ ٹیشنیں بھی لاہور لائے ہیں۔

(روزنامہ "مشرق لاہور" روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۲۶ مارچ ۱۹۸۰ء)
وقار انبالوی: مولانا احتشام الحق صاحب (تھانوی) کا یہ کہنا
 "دیوبند مسز اندرا" اس چہ بوا لعلی صحت

کی وضاحت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ یہ تو اب تاریخ دیوبند کا ایسا مہرین گیا ہے کہ ٹوئخ اسے
 کسی طرح نظر انداز کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے دامن سے یہ داغ شاید ہی مٹ سکے۔ وقتی
 مصلحتوں نے علمی غیرت اور حمیت فقر کو گہنا دیا تھا۔ اس فقیر کو یاد ہے کہ متحدہ قومیت
 کی ترنگ میں ایک مرتبہ بعض علماء سوامی سر دھانند کو جامع مسجد دہلی کے منبر پر بٹھانے

کا ارتکاب بھی کر چکے ہیں، لیکن دو برس بعد اسی سر دھانڈے نے مسلمانوں کو شہر کرنے یا پھر بھارت سے نکالنے کا لغو بھی لگایا تھا۔

(سر راپے روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۲۹ مارچ ۱۹۸۰ء)

قہر خد اوندی، دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے بعد ایک خانہ جنگی شروع ہوئی، جو برابر جاری ہے اور اس عاجز کے نزدیک قہر و عذاب خداوندی ہے۔ راقم سطور تقریباً ساٹھ سال سے اخبارات بھی درمائل کا مطالعہ کرتا

رہا ہے، ان میں وہ رسالے اور اخبارات بھی ہوتے ہیں، جن میں سیاسی یا مذہبی مخالفین کے خلاف لکھا جاتا تھا اور خوب خبر لی جاتی تھی، لیکن مجھے یاد نہیں کہ ان میں سے کسی کے اختلافی مضامین میں شراقت کو اتنا یا مال اور ذوات و صفات کو ایسا استعمال کیا گیا ہو، جیسا کہ دارالعلوم دیوبند سے نسبت رکھنے والے ان مجاہدین قلم نے کیا ہے۔ پھر ہماری انتہائی بدقسمتی کہ ان میں وہ حضرات بھی ہیں جو دارالعلوم کے "مندیاتہ" فضلا بتائے جاتے ہیں۔ (ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ۔ فروری ۱۹۸۱ء)

(ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور، ۲۰ مارچ ۱۹۸۱ء)

ملاوت و ترانہ کے بعد اسٹیج پر کچھ غیر معمولی حرکات کا احساس ہوا، اس لیے کہ شری متی اندرا گاندھی اجلاس میں آرہی ہیں۔ اسٹیج پر موجود تمام عرب و فود و وزید ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اندرا گاندھی، ان سب کے خوش آمدید کا مسکراہٹ سے جواب دیتے ہوئے آئیں۔ انہیں مہمان خصوصی کی کرسی پر جو صاحب صدر اور قاری محمد طیب کی کرسیوں کے درمیان تھی، بٹھایا گیا (جبکہ دیگر بڑے بڑے علماء بغیر کرسی کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے) شری متی کو دیکھنے کے لیے زبردست ہلچل مچی۔ تمام حاضرین اور خصوصاً پاکستانی شری متی کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔ شری متی ایک مرتع اور سنہری کرسی پر لاکھوں لوگوں کے سامنے جلوہ گر تھیں۔ شری متی نے سنہری رنگ کی عارضی مینی ہوئی تھی اور ان کے ہاتھ میں ہلکے رنگ کا ایک بڑا سا پرچہ تھا۔

قاری محمد طیب صاحب کے خطبہ استقبالیہ کے دوران مصر کے وزیر اوقاف عبداللہ بن سعود نے شریعتی اندر اگاندھی سے ہاتھ ملایا۔ نیز شریعتی اور مفتی محمود صاحب تھوڑی دیر ایٹیج پر کھڑے کھڑے باتیں کرتے رہے۔ بعض شرکاء دیوبند کا کہنا ہے کہ اندر اگاندھی بن بلائی آئی تھی۔ اگر یہ درست مان لیا جائے، تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے مہاجن خصوصی کی کرسی پر کیوں بٹھایا گیا ہے؟ تقریر کیوں کرائی گئی؟ چرن سنگھ اور جگ جیون رام وغیرہ نے ایک مذہبی ایٹیج پر تقاریر کیوں کیں؟ کیا یہ صوبہ کچھ دارالعلوم دیوبند کے منتظمین کی خواہش کے خلاف ہوتا رہا؟ دراصل ایک جھوٹ چھپانے کے لیے انسان کو صواب اور جھوٹ بولنا پڑتے ہیں۔ کاش علماء کو خدا پرستوں کی توفیق عطا فرمے۔ آمین!

ایک پاکستانی ہفت روزہ میں مولانا عبدالقادر آزاد نے غلط اعداد و شمار بیان کیے ہیں۔ یہ بات انتہائی قابل افسوس ہے۔ ان کے مطابق دس ہزار علماء کا وفد پاکستان سے گیا تھا، حالانکہ علماء و طلبہ ملا کر ساڑھے آٹھ سو افراد ایک خصوصی ٹرین کے ذریعہ دیوبند گئے تھے۔ اجتماع کی تعداد مولانا آزاد نے کم از کم ایک کروڑ بتائی ہے۔ حالانکہ خود منتظمین جلسہ کے بقول پنڈال تین لاکھ آدمیوں کی گنجائش کے لیے بنایا گیا تھا۔ کاش! ہم لوگ حقیقت پسند بن جائیں۔ اعداد و شمار کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا انتہائی افسوسناک ہے۔ عرب و خود کے لیے طعام و قیام کا عالی شان انتظام تھا۔ ڈائننگ ہال اور اس میں طعام کا ٹھیکہ دہلی کے انٹرکانٹی نینٹل ہوٹل کا تھا۔ عربوں کے لیے اس مخصوص انتظام نے مساوات اسلامی سادگی اور علم اور ربانی تقدس کے تصور کی دھجیاں اڑا دیں۔ ایسا لگتا تھا کہ کل انتظام کا ۵ فیصد بوجھ عرب و خود کی دیکھ بھال اور اہتمام کی وجہ سے تھا۔

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور، جون ۱۹۸۰ء، آنکھوں دیکھا حال)

آپ اپنی ہی اداؤں پر رانج نہ کریں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت بھگ

سید لا اندرا گاندھی ؟ روزنامہ اخبار العالم الاسلامی "سعودی عرب" نے لکھا ہے کہ "سعودی حکومت نے دارالعلوم دیوبند کو دس لاکھ روپے وظیفہ دیا۔ جبکہ سید لا اندرا گاندھی نے جشن دیوبند کے افتتاحی اجلاس میں خطاب کیا۔ (اخبار العالم الاسلامی ۴۴ ارجمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۸ھ)

موحد دہ مدح مشرک : روزنامہ "جنگ" راولپنڈی یکم اپریل ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں ایک باتصویر اخباری کانفرنس میں مولوی غلام اللہ خان کا بیان شائع ہوا کہ جشن دیوبند کو کامیاب بنانے کے لیے بھارت کی حکومت نے بڑا تعاون کیا ہے۔ سوا کروڑ روپے خرچ کر کے اندرا حکومت نے اس مقصد کے لیے سڑکیں بنوائیں۔ نیا اسٹیشن بنوایا۔ ہم سے نصف کرایہ لیا اور دارالعلوم دیوبند کی تصویر والی ٹکٹ جاری کی۔ وزیراعظم اندرا گاندھی نے بھارت کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا ہے۔ وہاں باہر سے کوئی چیز نہیں منگواتے۔ اس کے مقابلے میں پاکستان اب بھی گندم تک باہر سے منگوا رہا ہے۔ پاکستان میں باہمی اختلافات اور نوکر شاہی نے ملک کو ترقی کی بجائے نقصان کی طرف گامزن کر رکھا ہے۔ (روزنامہ "جنگ" راولپنڈی اپریل ۱۹۸۰ء)

اندرا گاندھی کا موشیہ : "بھارتی وزیراعظم آنجنابی منتراندرا گاندھی کے قتل پر جس طرح پاکستان میں موجود سابق قوم پرست علماء اور کانگریس کے سیاسی ذہن و فکر کے ترجمان "وارثان منبر و محراب" نے تعزیت کی ہے۔ وہ کوئی قابل فخر اور دینی حلقوں کے لیے عزت کا باعث نہیں ہے۔ قومی اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہے کہ نظام العلماء پاکستان کے نامور رہنماؤں مولانا محمد شریف و مولانا زاہد الراشدی اور مولانا بشیر احمد شاہ نے اپنے بیان میں کہا ہے :

"اندرا گاندھی نے اپنے دور اقتدار میں جمعیت علماء ہند اور دارالعلوم دیوبند کی قومی خدمات کا ہمیشہ اعتراف کیا اور ہر طرح کی معاونت اور حوصلہ افزائی

کرتی رہیں۔ نیران رہنماؤں نے یہ بھی کہا کہ اندرانے جہن دیوبند میں اکابر دیوبند سے اپنے خاندانی تعلقات کا برملا اظہار کیا۔

یہ پڑھ کر انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ سیکولر ازم کے علمبردارانِ سابق کانگریسی علماء کو ابھی تک اندرا کے خاندانی تعلق پر کس قدر فخر ہے۔ کس قدر ستم کی بات ہے کہ ان مٹھی بھر لوگوں نے ابھی تک اپنے دل میں پاکستان کی محبت کے بجائے اندرا گاندھی سے تعلق کو سجا رکھا ہے، اس لیے پاکستانی عوام اور حکومت کو ان الفاظ پر غور کرنا چاہیے کہ یہ ابھی تک تحریک پاکستان کی تلخیاں اپنے دلوں سے نہیں نکال سکے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کو ان کے اپنے قول کے مطابق جس طرح فرزندِ دیوبند کی اکثریت غلیظ گالیوں سے نوازتی تھی، وہ فکر آج تک ان لوگوں کے سینوں میں عداوت پاکستان کا ایک تناور درخت بن چکی ہے، ورنہ اس وقت پنڈت موتی لال نہرو اور پنڈت جواہر لال نہرو کا جناب سید احمد بریلوی اور جناب اسماعیل دہلوی سے فکری تعلق جوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ دیوبند کے ان رہنماؤں نے یہ بیان دے کر آج بھی دو قومی نظریے کی نفی کی ہے۔ تحریک آزادی میں ہندوؤں کے ساتھ کانگریسی خیال کے علماء کے کردار کو نمایاں کرنا ہمارے لیے باعثِ شرم ہے۔

(روزنامہ "آفتاب" لاہور، ۳ نومبر ۱۹۸۴ء)

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے:

۱۔ "دیوبندی حقائق" از علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب،

مطبوعہ مکتبہ "رضائے مصطفیٰ" گوجرانوالہ

۲۔ "نشانی" از علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی صاحب،

مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ، میرانی روڈ۔ بہاولپور

۳۔ "زیرِ وزیر" از علامہ ارشد القادری صاحب مطبوعہ مکتبہ سرمدیہ ساہیوال

- ۳۔ ”مخالفینِ پاکستان“ از علامہ محمد ضیاء اللہ قادری صاحب
مطبوعہ، فتادری کتب خانہ، تحصیل بازار، سیالکوٹ
- ۵۔ ”علماءِ حق“ از علامہ خلیل اشرف اعظمی فتادری صاحب
مطبوعہ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، صابووال
- ۶۔ ”جعفرانِ ایں زمان“ از علامہ میاں محمد صادق قصوری صاحب
مطبوعہ مکتبہ ”رضائے مصطفیٰ“ گوجرانوالہ
- ۷۔ ”مشعلِ راہ“ از علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری صاحب
مطبوعہ ”سرید یک سٹال“ اردو بازار، لاہور
- ۸۔ ”دیوبند ہی مذہب“ از علامہ غلام مہر علی صاحب
مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور
- ۹۔ ”باطل اپنے آئینے میں“ از علامہ محمد صدیق نقشبندی صاحب
مطبوعہ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، صابووال
- ۱۰۔ ”انتیازِ حق“ از راجا غلام محمد صاحب، مطبوعہ مکتبہ قادریہ اقدرون لوہاری دروازہ لاہور

”دارالعلوم دیوبند کو ہندو امراء باقاعدہ چندہ دیا کرتے تھے۔“
”بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کے دور میں ”دستور العمل چندہ“
اور ذکر آئین چندہ“ کے الفاظ ”چندہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور نہ
خصوصیت مذہب و ملت“ (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۱۶ مکتبہ رحمانیہ لاہور)
”ہندو دارالعلوم دیوبند کو اخبارات اور کتب مفت مہیا کرتے مولوی قاسم
نانوتوی شکر پے کے ساتھ ان کی سخاوت اور عنایت کی تعریف کرتے ان کے
کاروبار تجارت اور کارخانہ جات کی دہم ترقی، اُن کی قوت اور آزادی کے لئے
دعا کرتے۔“ (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔)

محمود الحسن کی جے، دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے
 ”الافاضات لومیہ“ ج ۶، ص ۲۵۵ پر لکھا ہے: جس وقت حضرت مولانا محمود الحسن کا موطر
 چلا، تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے بعد گاندھی جی کی جے۔ مولوی محمود الحسن
 کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔“

گوپی رام بھمچاری، امیر شریعت دیوبندیہ عطا اللہ بخاری احراری نے
 دیناج پور جیل میں اپنا نام پنڈت کرپا رام بھمچاری رکھ لیا تھا۔ (عطا اللہ بخاری ص ۱۸۷)
 حسین احمد مدنی کانگریسی، اجودھیا باشی کے متعلق مولانا ظفر علی خاں
 ایڈیٹر روزنامہ ”زمیندار“ لاہور ”چمنستان“ کے ص ۱۸ پر لکھتے ہیں۔

حسین احمد کے کہتے ہیں خنزیر بیزے دینے کے
 کہ کھڑے آپ بھی کیا ہو گئے مسکیم کے موتی پر

احوار یادنی اور دیوبندی کانگریسی امیر شریعت:

ہندوؤں سے، نہ سکھوں سے نہ ہمارے سے ہے

گلہ رسوائی اسلام کا احرار سے ہے

پانچ لگوں کا ہے پابند شریعت کا امیر

اس میں طاقت ہے تو کرپان کی جھنکار ہے

آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل

سب یہ ذلت اسی طبع غدار سے ہے: (چمنستان ص ۱۸)

اٹھو کہ گھوم رہے ہیں خزاں کے ہرکارے

چمن بچاؤ کہ غم آشتیاں کا وقت نہیں

قارئین کرام! آپ نے اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنٹ اور کاسہ لسیوں کی اندوہنا

داستان کا مطالعہ کیا اور بخوبی اس نتیجے پر پہنچے کہ مذہبی لبادہ اوڑھ کر دشمنان دین ملت نے

کس طرح امت مسلمہ کو تعزیرات میں دھکیلا۔ بندگان پاکباز کی شانِ اقدس میں گستاخان
 کیس، یہاں تک کہ بائی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک پر ایک حملے کیے۔ دیوبندیت
 میدان کو وسیع کرنے اور سفید فام آقاؤں کا حق نمک ادا کرنے کے لیے پورے عالم اسلام
 کو خود ساختہ اور مبنی بر تعصب و جہالت فتوے شرک سے مُشرک بنا ڈالا، جن کے
 جیٹروں سے اب بھی ترکوں کا ابو ٹپک رہا ہے، جنہوں نے ہوس اقتدار میں حرمِ محترم
 میں خون کی ندیاں بہائیں۔ حجازِ مقدس کے باسیوں کا خون حلال ٹھہرایا۔
 اہلِ مدینہ کے اموال کو مالِ غنیمت سمجھا۔ قبورِ شہدائے بدر و احد کو مسمار کرنے کی ناپاک
 جسارت کی۔ مقامِ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چوپائے باندھے گئے۔ مزاراتِ
 جنت البقیع کو ہموار زمین کیا۔ نورنگاہِ مصطفیٰ سیدہ بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبرِ شریف
 کو ہمال کیا۔ مُشرکوں کا فروں سے موافقت کر کے برصغیر میں محاذِ آرائی کی فضا پیدا کی اسلامی
 تشخص کی بجائے اڑائیں۔ مسلمانوں کے مسلمہ معتقدات پر کفر و شرک اور بدعت و ضلالت کے
 آڑے چلائے۔ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا منہ کھڑا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے علمِ مبارک کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم کہا۔ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے مبارک خیال کو بیل گدھے کے خیال سے بدتر کہا۔ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
 کہنیا کے دن سے تشبیہ کرنا جائز کہا۔ زیارتِ نعلِ پاکِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کو ہندو آئندہ فعل کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا بھائی اور نمبردار کہا۔ حضور
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چوہرے چھارے تشبیہ دی۔ سبیلِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو ناجائز و حرام کہا۔ خاتم النبیین کے معانی میں تحریف کی اور عوام کا خیال کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ مبارک کو حیوانات و بہائم بچوں اور پاگلوں کے علم کے برابر کہا۔
 مسجدوں پر کانگریسی جھنڈے لہرائے۔ منبرِ رسول پر ہندوؤں کو بیٹھا کر تعزیریں کروائیں۔
 اندر گاندھی کو حسن دیوبند میں کرشی صدارت پر بیٹھا کر زندہ باد کے نعرے لگائے۔ غضبِ ابر

مہتمم ہے کہ جو لوگ خدا اور اُس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفادار نہیں۔ اسلام کے
 درد سے خالی ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نام بیچ کر اپنی سیاست چمکاتے ہیں۔ امام حسین
 رضی اللہ عنہ کے باغی اور یزید علیہ السلام کے پرچارک ہیں۔ اجمیر شریف اور سالار مسعود کی حافری
 کوماں کے ساتھ زنا سے بدتر کہتے ہیں، لیکن مولوی حق نواز کی قبر پر جانا کا رِثواب گن دیتے ہیں۔
 گیارہویں شریف کے ختم کو حرام اور خنزیر تہاتے ہیں، لیکن گواکھانا ثواب سمجھتے ہیں۔
 امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حبیل کو حرام اور ہندوؤں کے پیادے کے پانی کو جائز لکھتے ہیں۔
 خود ہی انصاف کریں، وہ آپ کے اور مملکت خدا داد پاکستان کے کس طرح وفادار ہو سکتے ہیں؟
 یہ لوگ اپنی نجی محفلوں میں کئی بار اظہار بلکہ تنویر شکر کے انگارے اگل چکے ہیں کہ شیعوں کے
 بعد اہل (مسلمان سنی بریلوی) کی خبر لیں گے۔ آپ کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں؟ یہ لوگ آپ
 کے ساتھ مل کر آیا آپ کو ساتھ ملا کر اپنے اوپر سستی ہونے کا لیبل لگا رہے ہیں اور آپ کو
 فقط بریلوی کہہ کر ایک فرقہ ظاہر کرتے ہیں۔ آپ کے دونوں سے سیاست چمکا رہے ہیں
 آپ پر کھڑے ہو کر اپنے آپ کو قد آؤد ثابت کر رہے ہیں۔ آپ باہمی افتراق و انتشار کا
 شکار ہیں۔ دشمن آپ کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتا چلا جا رہا ہے۔ اگر
 آپ چاہتے ہیں کہ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے جھنڈے
 لہراتے رہیں، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی قربانیوں کے تذکرے ہوتے رہیں
 اولیاء کرام کی مشعلیں فروزاں رہیں۔ آپ کے نظریات و اعتقادات کا تحفظ ہو تو پھر گستاخ
 بے ادب ٹولہ سے اظہارِ برأت کریں اور برحلا اعلان کر دیں۔

چھٹ جائے اگر دولت کو نہیں تو کیا غم

چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامانِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب کے حامی و ناصر ہوں۔ آمین ثم آمین
 اب جس کا جی چاہے وہی پائے روشنی

تحریریں انسداد کاؤکشی

اور

رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا فاضل بریلوی

از جناب زین الدین ڈیرہ صاحب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہندو مذہب میں گائے کو مقدس و مشہرک مقام حاصل ہے، ویدوں سے لیکر پرانوں، سمرتیوں اور مذہبی کہانیوں میں اس کی پرستش اور عظمت کا ذکر ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا، صاحب حیثیت اور پڑھے لکھے ہندو بھی اس غلو عقیدت میں مبتلا ہیں۔ لارڈ ویول اپنی ۱۴/۱۵ اپریل ۱۹۴۴ء کی ڈائری میں لکھتا ہے :-

"The Maharaja (of benaras) is an Ultra-Orthodox Hindu and Conceives it necessary for his spiritual health that a cow should be the first object he sees every morning".

ترجمہ :- مہاراجہ (بنارس) ایک متشدد راسخ العقیدہ ہندو ہے اور وہ اپنی روحانی تسکین کے لیے یہ ضروری خیال کرتا ہے کہ ہر صبح جس پر اس کی پہلی نظر پڑے، وہ گائے ہو۔ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ایک ہندو دوست سے مولانا عبدالحق صاحب نے کہا کہ یا تم اتنے پڑھے لکھے ہو اور ولایت پلٹ بھی ہو، میں نے یہ سنا ہے کہ تم گائے کا پیشاب پیتے ہو۔ ہندو دوست نے کہا، مولوی صاحب دنیا کی کسی چیز میں اتنے ڈامن اور پروٹین نہیں، جتنے گائے کے پیشاب میں ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا، اس سے زیادہ پروٹین اور ڈامن تو میرے پیشاب میں ہیں، اگر تم کہو تو میں روزانہ تمہیں بھجوا دیا کروں۔

سوامی نند صاحب کے خیال میں گائے کا مرتبہ ماں کے برابر ہے۔

"Every man had three mothers, his natural mother, mother cow and his motherland".

ترجمہ :- ہر شخص کی تین مائیں ہوتی ہیں، اس کی فطری ماں، گائے ماں اور اپنا مادر وطن۔
ڈاکٹر مونجے ہندوؤں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں:
”ہزار ہا سال سے ہندو گائے کو ایک مقدس جانور سمجھتے رہے ہیں، جس کی ہر قیمت پر رکھشا کرنا ان کے مذہبی فرائض میں سے ہے، یہ عمیق جذبہ

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱۷

Penderel Moon : Wavell the Viceroy's Journal, Oxford University Press Karachi, 1974 Page 65.

(حاشیہ صفحہ موجودہ) ۱۷ نصر اللہ خان: کیا قافلہ جاتا ہے، مکتبہ تہذیب و فن کراچی، ۱۹۸۳ء ص ۳۶۔ ۱۷

A History of Non-cooperation in the Punjab 1914-24. Superintendent Government Printing Punjab Lahore, 1925 Page ۵۷

ہندوؤں میں ایک عالمگیر جذبہ ہے اور ہندوؤں نے بسا اوقات گائے
ذبح کرنے کے مقابلے میں سلطنتوں سے ہاتھ دھو لینے کو ترجیح دی۔
گوشت رکھنا کی خاطر لڑائیاں لڑی ہیں اور حکومتیں خاص اس مقصد کے
لیے قائم کی ہیں کہ گائے کی مستقل طور پر حفاظت کریں گے؟

اسلام میں گائے کو دوسرے جانوروں کے مقابلے میں کوئی ممتاز حیثیت
حاصل نہیں بلکہ اس کا گوشت مسلمانوں کی مرغوب غذا ہے اور وہ بغرض ثواب
عید الضحیٰ کے موقع پر اس کی قربانی کرتے ہیں۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ
گائے کے بجائے دوسرے جانوروں کی قربانی بھی کی جاسکتی ہے مثلاً
بھیر، بکری، لیکن اگر غیر مسلم بزورِ بازو گائے ذبح کرنے سے روکیں تو مسلمانوں
پر واجب ہو جاتا ہے اپنی اس دین پر رسم کو جاری رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ
جب مسلمانوں نے ہندوستان میں قدم رکھا تو مذکورہ شرعی حکم سے
سرمو انحراف نہیں کیا اور ہندوؤں کی مزاحمت کا نہایت جرات و مردانگی
کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔

مغل بادشاہ اکبر کے زمانے میں ملک بھر میں ذبیحہ گاؤں پر پابندی عائد
کر دی گئی اور گائے کا گوشت حرام قرار پایا۔ نگرانی اتنی سخت کر دی
گئی تھی کہ بعض مقامات پر مسلمان گائے ذبح کرتے تو اس کے بدلہ میں ان
کی جان لی جاتی ہے یہ سخت آزمائش کا دور تھا اور اس غیر شرعی حکم کی تعمیل

۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی: آفتاب تازہ ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۹۳ء

ص ۳۵۲ محمد اکرام شیخ: رود کوثر، فیروز سنز لاہور ۱۹۷۰ء ص ۱۲۲۔

۳۔ گائے کا گوشت حرام قرار دینے کے حکم کے یسی پر وہ ہندو ذہن کام کر رہا
تھا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین
مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے پتہ کی بات لکھی ہے۔ (بقیہ حاضیہ بر صفحہ آئندہ)

نہ کرنے کی وجہ سے کئی مسلمانوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت مجدد
الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس ناروا پابندی کو مداخلت فی الدین تصور
کرتے تھے اور ہندوستان میں ذبیحہ گاؤں کو متاثر اسلام سمجھتے تھے بلکہ اس لیے
انہوں نے شہنشاہ جہانگیر سے ملاقات کے لیے جو شرائط پیش کی تھیں، ان میں
سے ایک یہ بھی تھی کہ ذبح بقر کے امتناعی احکام منسوخ کئے جائیں۔ جہانگیر
نے یہ شرائط منظور کر لیے۔ ۱۵۷۹ء

انگریزوں کے دور حکومت میں غالباً ملک پہلے ہندو لیڈر تھے جس نے
انجمن مخالفین ذبیحہ گاؤں قائم کی اور منظم طور پر مسلمانوں اور برطانوی حکومت
کے خلاف زبردستی پروپیگنڈا شروع کیا، جس کا مقصد محض ہندوؤں کے
جنگ جو یا نہ جذبات کا ابھارنا اور ہندوستانی مہا بھیات پر ان کو مسلط کرانا تھا۔
انہوں نے اپنی قوت کی بنیاد سیاسی اور مذہبی روایات پر رکھی۔ ذبیحہ گاؤں کی مخالفت

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ”مسلمان اگر گوشت کھائے تو وہ ہندو کے منہ میں
نہیں چلا جاتا مگر باوجود اس کے تعصب سے صاف ہے اور ہندو نہیں چاہتا کہ مسلمان
اپنا کوئی بھی دینی کام کرے“ (محمد نعیم الدین صدر الافاضل مولانا، مجموعہ
افاضات صدر الافاضل، ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۳۴۱۔
۳۵۔ برہان الدین احمد فاروقی، حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید، کتب خانہ
پنجاب لاہور ۱۹۴۷ء ص ۳۴-۳۵۔ یہی وجہ ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے اپنی تصنیف
(THE DISCOVERY OF INDIA) مطبوعہ نیویارک ۱۹۴۰ء میں

مغل بادشاہ اکبر کی بہت تعریف کی ہے۔ (مرقب غفرلہ)

(حاشیہ صفحہ موجودہ) ۱۔ محمد مصطفیٰ رضا خان، مفتی اعظم ہند، الطاری الداری
حصہ اول، انجمن ارشاد المسلمین لاہور ۱۳۰۳ھ/۱۹۸۳ء ص ۲۷۶۔ ۲۔ برہان الدین احمد فاروقی
حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید، کتب خانہ پنجاب لاہور ۱۹۴۷ء ص ۳۷۶۔

ان کے پاس ایک زبردست ذریعہ تھا جو روز بروز ہندوؤں میں جوش کے ساتھ استعمال ہونے لگا چنانچہ بنارس میں بھی گٹور کھشٹی سبھا قائم ہو گئی اور اس کے اہتمام سے ایک ایسا مرقع تیار کرایا گیا جو انتہائی اشتعال انگیز تھا، یعنی ایک گائے ہے جس کے جسم میں بکثرت دیوتا بیٹھے ہوئے ہیں اور تنوں کے قریب مختلف اقوام و مذاہب کے آدمی ہیں۔ ایک برہمن دودھ تقسیم کر رہا ہے۔ دو صورتیں گائے کے منہ کے سامنے ہیں۔ ایک کی تھوکتی خنزیر کی اور جسم ایک وحشی کا اور تلوار سے گلے پر حملہ کرنا چاہتا ہے، دوسری تصویر ایک برہمن کی ہے جو حملہ آور اور گائے کے درمیان حائل ہے۔ دم اور پشت پر کچھ اشلوک سنسکرت میں لکھے ہوئے ہیں اور ایک رشی بلتہ اٹھائے جب رہا ہے گائے کے پاؤں کے نیچے قرآن مجید کی ایک آیت لکھی ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ :

”خدا کے پاس کچھ قربانی اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔“

یہ تو تھا ملک کا جارحانہ رویہ، لیکن ہندو مسلم اتحاد کے متوالوں نے اس کے مرنے پر کیا گل کھلائے، وہ قاضی محمد عدیل عباسی کی زبانی صنیع جو اس موقع کے چشم دید گواہ ہیں :

دریکم اگست ۱۹۲۰ء کو رات بارہ بجکر ۳۴ منٹ پر اچانک وہ (ملک) اس دنیا سے گزر گئے، جو عظیم ماتم ہندوستان میں ملک کی موت پر ہوا، وہ اپنی آپ نظر ہے۔ جب ان کی راکھ دریائے گنگا میں ڈالنے کے لیے لائی گئی تو اس وقت میں یونیورسٹی اسکول آف لاء الہ آباد کا طالب علم تھا۔ ہم سب لڑکے ہندو اور مسلمان ننگے سر اور ننگے پیر دریائے گنگا کے کنارے تک گئے تھے،

ان کے مرنے پر گاندھی جی نے ان کی لاش اٹھانی چاہی تو کچھ لوگوں نے اعتراض کیا، گاندھی جی نے کہا، ایک محب وطن کی کوئی ذات نہیں ہوتی اور گاندھی جی، مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر کچلو نے اس کے جنازہ کو کندھا دیا۔“ لے

معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا بلکہ ممبران خلافت کمیٹی نے :- ”تک کے مرنے پر غم میں بروز دسواں جامع مسجد میں ننگے سر، ننگے پیر، جمع ہو کر تک کے لیے دعا اور فاتحہ اور نماز کا ان کی مغفرت کے لیے اشتہار شائع کیا۔“ تک کے بعد دوسرے ہندو راہنماؤں کے افکار و نظریات کا مطالعہ فرمائیے، اکبری عہد کی طرح ہندوؤں نے ایک بار پھر اس خواہش کا اظہار کیا کہ ذبیحہ گاؤں پر پابندی لگانے کے لیے قانون بنایا جائے لیکن اب وہ کسی اور کے کندھے پر بندہ قرار رکھ کر چلانے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہے تھے بلکہ پنڈت مالویہ نے مسلمانوں کے سامنے براہ راست یہ تجویز پیش کی کہ :- ”اگر ہندو مسلم سمجھوتہ کر لیں تو حکومت بھی ذبیحہ گاؤں بند کرنے کا حکم دے دے گی۔ مسلمان گائے کو ذبح کرنا چھوڑ دیں گے۔ ہر گاؤں میں ہندو چھابھا اور گاؤں بھھا قائم کی جائیں جو گایوں کو قصابوں کے ہاتھ پڑنے سے روکیں، انہیں مسلمانوں کو رضامند کر کے گائے کو ذبح کرنے سے روکنا چاہیے۔“ لے

اگرچہ یہ سمجھوتہ نہ ہو سکا لیکن مسٹر گاندھی کے دست راست پنڈت

۱۔ محمد عدیل عباسی، قاضی، تحریک خلافت، پروگریسو کس لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۶۱۔

۲۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، مکتوبات اسام احمد رضا خاں بریلوی مہ نقیذات

و تقابلات، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۳۰۸ھ / ۱۹۸۸ء ص ۱۱۷۔

۳۔ محمد امین زبیری، سیاست ملیہ آتش فشاں پیلی کیشر لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۱۵۸۔

ستیا دیونے ۲۷ نومبر ۱۹۲۰ء کو مستحکم میں تقریر کے دوران بیان کیا :
اعلان کیا : —

”جب ہمارے ہاتھ میں اختیار ہو گا، جس قدر قوانین ہم بنا سکیں گے، بنائیں گے، گاؤں کشی کا مسئلہ ہندوستان میں نہایت اہم مسئلہ ہے۔ ہماری متواتر درخواستوں کے باوجود اسی بارہ میں گورنمنٹ نے کچھ نہیں کیا۔ تنہا کاٹھا دار میں ہی بہت سی گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ جب قانون سازی کے قوت ہمارے ہاتھ میں آئے گی تو ہم فوراً یہ طے کر دیں گے کہ ہندوستان کے اندر گائے کی قربانی نہ ہو اور اگر تم ہماری مدد کرو تو ہم دنیا بھر میں روک سکتے ہیں۔ تم میں یہ قوت ہے کہ جو چاہو کر ڈالو اگر تم اپنے لیڈروں پر بھروسہ کرو تو تم ضرور ہندوستانیوں کا راج حاصل کر لو گے۔“

یہ صرف دھمکی نہیں تھی بلکہ کانگریسی وزارت کے دوران صوبہ متحدہ میں قربانی کاؤ کے سلسلہ میں نہایت مفصلانہ اور اشتعال انگیز کارروائیاں ہوئیں۔ مسلمانوں پر کئی جگہ حملے ہوئے۔ قصابوں سے گائیں چینی گئیں۔ بعض رقبات میں دفعہ ۱۳۴ عائد کر کے قربانی محدود کی گئی۔ یہ اور ایک مقام مصطفیٰ آباد کے تمام مسلمان مردوں کو جیل بھیج دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کا بھی کوئی نگران نہ رہا۔ ایک مسجد میں عید الفضحیٰ کے رات صلیب کاٹ کر ڈال دیا گیا۔ ایک مقام پر عید کی بناز تک نہ پڑھنے دی گئی۔“

۱۷۔ ہاشم خورشید ایڈیٹر ملال (لاہور) کا یہ بیان بھی اسی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے : ”ہم ہندوستان کو آزاد کرانے میں صرف اسی کی مدد کریں گے جو گٹھ رکھنے کے انتظام کی ذمہ داری لے گا۔ ہندو صبح اس امر کا عہدہ کریں کہ وہ صرف اسی کو وٹ دیں گے جو گٹھ رکھنا کو سب سے اول رکھے گا۔“ (کاش البرنی : مسلم انڈیا،

ہندوؤں کی مسلم دشمنی اس بات سے بھی عیاں ہے کہ متحدہ ہندوستان میں انگریز بھی گائے کا گوشت کھاتا تھا اور گوشت کی سپلائی کے ٹھیکے ہندوؤں کے پاس تھے۔ آج بھی ”سیکولر بھارت“ میں گائے کی چربی اور اس کے چمڑے کا کاروبار بڑے بڑے ہندو سیٹھ کر رہے ہیں لیکن سزا بے بس مسلمانوں کو دی جا رہی ہے۔

اس سلسلہ میں پنڈت جواہر لال نہرو کی چھوٹی بہن وجے لکشمی نے ایک فکرانگیر واقعہ بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں :-

”ہر دوار کے پانڈے ایک وفد کی صورت میں مجھے ملنے آئے اور مجھے ایک درخواست دی۔ اُسے پڑھ کر میں حیران رہ گئی۔ لکھا گیا تھا کہ جوالا پور میں گٹو کشتی ممنوع قرار دی جائے، جہاں مسلمان رہتے تھے۔ ہر دوار کے پانڈے بڑے ابن الوقت اور کاٹیاں تھے۔ انہوں نے پورے شہر (ہر دوار) پر اس حکم کا اطلاق نہ چاہا تھا کیونکہ بعض حصوں میں انگریز رہتے تھے اور گائے کا گوشت ان کی خوراک کا لازمی جزو تھا گویا ان پانڈوں کو انگریزوں پر کوئی اعتراض نہ تھا، اعتراض تھا تو مسلمانوں پر؟“

ہندو زعماء کا ذکر ختم کرنے سے قبل ضروری ہے کہ قوم پرست مسلمانوں کے محبوب راہنما مٹروہن داس کرم چند گاندھی کے جذبات و احساسات

دقیقہ حاشیہ صفحہ سابقہ شمار لائٹ پبلشنگ کمپنی لاہور ۳۱۹۴۳ء ص ۱۵۹۔

۲۔ محمد امین زبیری: سیاست، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۱۳۷۔

۳۔ ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) اپریل ۱۹۴۹ء ص ۷۹۔

۴۔ محمد امین زبیری: سیاست، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۳۲۲ (حاشیہ صفحہ موجود)۔

۵۔ ولی منظر ایڈیٹڈ بھٹنوں کے چراغ جلد سوم مجلس کارکنان تحریک پاکستان طمان ۱۹۸۹ء ص ۱۳۹۔

۶۔ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) اپریل ۱۹۹۳ء ص ۱۳۲۔

پیش کئے جائیں۔

مسٹر گاندھی کا ایک سوانح نگار لکھتا ہے :-

”یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ گاندھی جی نے بھارت کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہ ہتھیہ کر لیا تھا کہ وہ گائے کی حفاظت کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کریں گے“۔

گائے سے اپنی عقیدت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ”میں گٹھ ماتا کا ادنیٰ پجاری ہوں جسے میں ماں جیسے تقدس اور احترام سے دیکھتا ہوں“۔

مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے تحریکِ خلافت کی مصنوعی طور پر غیر مشروط حمایت کی تھی لیکن وہ اس وقت بھی گائے کی محبت سے دستبردار نہیں ہوئے تھے :-

”ان (گاندھی) کا شروع سے یہی عقیدہ تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد میں اگر کوئی چیز مانع ہے تو محض ”گٹھ“ ہے۔ گاندھی جی نے کہا تھا کہ ”حالانکہ گٹھ ماتا کی پرستش کے معاملے میں میں کسی ہندو سے پیچھے نہیں ہوں مگر اس وقت میں مسلمانوں کی طرف جو دستِ تعاون بڑھا رہا ہوں، گٹھ کشی کی ممانعت کو میں مقدم نہیں سمجھتا، غیر مشروط تعاون کا مطلب ہی گٹھ کشی ہے“۔

بعض ہندو لیڈر مسٹر گاندھی کو تقسیم ہند کا ذمہ دار سمجھتے تھے، اس لیے کہ اُس نے تحریکِ خلافت، جس کا تعلق کسی لحاظ سے بھی ہندوستان سے

۱۔ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) مارچ ۱۹۷۸ء ص ۱۷۱

۲۔ ایضاً ص ۱۷۳ سے سردار محمد خان، چودھری، حیات قائد اعظم پبلشرز

یونائیٹڈ لاہور ۱۹۴۹ء ص ۱۵۳

نہیں تھا، کی حمایت کر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ابھارنے میں مدد کی، حالانکہ یہ الزام قطعاً غلط تھا، اور باتوں کے علاوہ مسٹر پی ہارڈے کے مطابق گاندھی نے خود اس الزام کا یہ جواب دیا تھا کہ وہ مولانا شوکت علی کو مسلسل یہی ذہن نشین کراتے رہے کہ اس حمایت کا مقصد مسلمانوں کی گائے (خلافت) کی حفاظت کے ساتھ ساتھ گھوٹاٹا کی حفاظت بھی ہے۔

ذبیحہ گاؤں کے سلسلہ میں مسٹر گاندھی کی عیاری اور دوغلی پالیسی کا ایک زبردست دلچسپ واقعہ شاہ محمد حفیظ صاحب ندوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے : —

”چند سال پیشتر چھپرے کے ایک جلسے میں گاندھی جی نے حضرت قبلہ (سید سلیمان صاحب پھلواروی) کے گھٹنے پکڑ کر کہا تھا کہ ”گائے کی قربانی آپ اپنی قوم سے چھڑوا دیجئے، کیونکہ اس سے ہندو مسلم منافرت بہت پیدا ہوتی ہے۔“ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ”یہ کام میں کر لوں گا اور ایک آپ بھی کیجئے اور وہ یہ ہے کہ اپنی قوم سے بُت پرستی چھڑوا دیجئے، ہندو مسلم میں بڑی وجہ منافرت یہی ہے۔“ گاندھی جی نے کہا، یہ بہت مشکل ہے، حضرت قبلہ نے فرمایا :۔ ”مشکل تو وہ بھی ہے۔“

مدرسہ کانگریس میں جب گائے کی قربانی اور مسجد کے سامنے باجہ کے سوال پر ایک پیکٹ ہونے لگا تو اگرچہ کانگریس اسے منظور کر چکی تھی بقول مولانا محمد علی مرحوم، گاندھی جی نے فرمایا کہ :۔ ”میں رات بھر اسی الجھن میں گرفتار رہا۔ اس طرح تو مجھے اندیشہ

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے :۔

ہے کہ میں بجائے معین و مددگار بننے کے اور رکاوٹ بن جاؤں گا۔ گائے کا مسئلہ ایسا ہے جس پر نہ میں، نہ کوئی اور ہندو و رضا مند ہو سکتا ہے۔^۱ آزا دی اگرچہ ایک بہت بڑی نعمت ہے لیکن سڑک کا ندھی کے نزدیک یہ اس وقت تک بے معنی ہوگی، جب تک کہ گائے کا تحفظ یقینی نہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں یہاں ان کے بیانات سے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں:-

① ”ہندو مذہب کے نقطہ نگاہ سے گائیوں کی حفاظت کس قدر ضروری ہے، صرف نان کو آپریشن (ترک موالات) ہی ان کو سوراخ

و بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۲ رئیس احمد جعفری: علی برادران، محمد علی اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۳ء ص ۳۷۔

۳ حاشیہ صفحہ موجودہ) ۴ ایضاً قائد اعظم اور ان کا عہد، مقبول اکیڈمی لاہور ص ۳۷۹۔

۵ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”سوراج کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان سے ہر اس شخص کو نکال دیا جائے جس کو ہندو اپنے خیال میں غیر ملکی سمجھتے ہیں یا تہ تیغ کر ڈالا جائے یا دین و ملت سے مرتد کر کے غلام بنالیا جائے اور اچھوت قوموں کی طرح کتوں اور موذی جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے۔ یہ سوراج آریہ قوم (ہندوؤں) کو جان سے زیادہ عزیز ہے اور وہ اپنی جانیں اس کی بھینٹ چڑھانے کے لیے تیار ہیں (مجموعہ افادات صدر الافاضل ص ۲۵۶)۔

افسوس کہ یہ بات قوم پرست کانگریسی مسلمانوں کی سمجھ میں نہ آ سکی، اس سے بھی زیادہ افسوس پاکستانی قلم کاروں پر ہے جو دو قومی نظریہ کے بانی لیڈروں کا تذکرہ کرتے وقت امام احمد رضا فاضل بریلوی، مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور دیگر سنی اکابرین کو نظر انداز کر دیتے ہیں (مرتبہ غفرلہ)۔

حاصل کرنے میں مدد دے سکتا ہے اور سوراج کے ذریعہ وہ گائیڈوں کی حفاظت کر سکیں گے۔" ۱۷

۲) "گائے کی حفاظت کا مسئلہ سوراج کے مسئلہ سے کم نہیں اور ہم سوراج حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ گائے کی محافظت نہ کر سکیں۔" ۱۸

۳) "جب تک ہندوستان میں ایک گائے بھی ذبح ہوتی رہے گی اس وقت تک اس ملک کو حقیقی معنوں میں آزاد تصور نہیں کیا جائے گا۔" ۱۹

مسٹر گاندھی اگرچہ پوری عمر "عدم تشدد" کا پرچار کرتے رہے، یہاں تک کہ جنگِ عظیم دوم کے دوران انہوں نے اُس وقت کے وائسرائے ہند کے پاس جا کر اُسے مشورہ دیا تھا کہ برطانوی عوام کو ہتھیار ڈال کر ہٹلر کا مقابلہ روحانی قوت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ لیکن گائے کا مسئلہ ان کی نظر میں اس قدر حاسم نوعیت کا تھا کہ وہ اس سلسلہ میں مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کی خاطر طاقت استعمال کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

۱) دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہومیونٹی برٹین کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے (مسٹر گاندھی نے) اہل ہندو کی روحانی اصلاح کے لیے ایک طویل قرارداد پیش کی جس کے ذریعہ سے ہندوؤں، رشیوں، بہاراجگان اور وایان ملک کا فکریہ ادا کیا جنہوں نے اپنے مذہبی اثر سے یا حکماً (تشدد کے ذریعے) رسمِ شربانی کے انداد میں امداد کی تھی اور آئندہ کے لیے اس قسم کی کوششوں کے جاری رکھنے کی استدعا کی۔ ۲۰

۱۷ محمد امین زبیری: سیاستِ ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۱۳۔
 ۱۸ ایضاً ص ۱۵۸۔ اسرار الرحمن بخاری: اسلام اور مذاہبِ عالم، نیو بک پبلیش لاہور
 ص ۳۷۔ ابوالکلام آزاد، انڈیا ونز فریڈم (انگلش) اورینٹ لائنگ مین لیٹڈ مدراس،
 ۱۹۸۸ء ص ۳۵۔ رئیس احمد جعفری: اوراقِ گم گشتہ، محمد علی ایکڈمی لاہور، ۱۹۶۸ء ص ۳۷۔

② مسٹر گاندھی نے کہا: ”کسی نہ کسی طرح بذریعہ قانون گٹو کشی بند کی جائے گی۔“

③ ایک اور موقع پر کہا، ”گٹے کی حفاظت دنیا کے لیے ہندو لازم کا تحفہ ہے اور ہندو لازم اس وقت تک زندہ رہے گا، جب تک گٹے کی حفاظت کرنے والے ہندو موجود رہیں گے اور اس کی حفاظت کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کے لیے جان قربان کر دی جائے۔“

④ مسٹر گاندھی کے نزدیک ”گٹو پو جا ہندو کی فطرت میں داخل ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے ہندو باوجود اپنی نرم روی کے عیسائیوں اور مسلمانوں کو گٹو ہتھیار سے باز رکھنے کے لیے طاقت استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔“

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے مخالف نیشنلسٹ مسلمان لیڈروں اور مولویوں کے ”جہاں تھا“ تو اس حد تک جانے کو بھی تیار تھے کہ گٹے کو بچانے کی خاطر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ ”اگر مجھے یہ اختیار دیا جائے کہ میں گٹے کو قربان کر کے مسلمانوں کو بچا لوں یا مسلمانوں کو قربان کر کے گٹے کو بچا لوں تو میں دوسری بات کو ترجیح دوں گا۔“

۱۔ ماہنامہ طلوع اسلام دہلی، محرم الحرام ۱۳۵۸ھ / مارچ ۱۹۳۹ء ص ۸۶۔

۲۔ (د) شکیل احمد ضیاء: ابوالکلام آزاد کے انکشافات، شبلی پبلی کیشنز کراچی ۱۹۸۸ء ص ۱۸۔

(ب) J.F.C. Fuller : India In Revolt, Eyre and Spotswoode

Publicatons Limited London Page - 160.

۳۔ جی انا: قائد اعظم جناح، ایک قوم کی سرگذشت (مترجم رئیس امر محمد صوفی) فیروز سنز لاہور ۱۳۴۲ھ

۴۔ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) مارچ ۱۹۷۸ء ص ۱۷۵۔

میتاق لکھنؤ کے بعد اُمید تھی کہ ہندو مسلم نزاعات و فسادات کا خاتمہ ہو جائے گا اور تعلیم یافتہ جماعت عوام کو امن و آسشتی کی جانب مائل کرنے کی سعی کرے گی لیکن ہندو میتاق کی روشنائی بھی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ ذبیحہ گاؤں پر آ رہ وہاں اور گٹھار پور میں سخت خونریز فسادات ہوئے، ہندو حیاٹین میں سے کچھ تو خاموش رہے اور کچھ نے بے جا حمایت و طرفداری کی تاہم مسلم زعمائے سیاست اس آگ کو بجھانے ہی کی کوشش کرتے رہے۔

بدقسمتی سے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے دوران بعض مسلمان لیڈروں اور علماء کہلانے والے حضرات نے مدعی سُنست اور گواہ چست جیسا طرز عمل اختیار کیا اور ”ہندو مسلم اتحاد کے متعلق جو تجاویز و تقاریر ہوئیں ان کا یہ اثر مرتب ہوا کہ ہزاروں مسلمانوں نے قربانی گاؤں سے احتراز کیا، مسلمانوں نے مسلمانوں سے گائیں چھین کر ہندوؤں کو دے دیں۔ قصابوں کو ذبیحہ گاؤں سے روکا گیا۔ رضا کاروں نے پھری کے نیچے سے قربانی کی گایوں کو چھڑایا اور اگر ذبیحہ ہو چکی تو اس کو بیگا کر ڈیا،“ اس کا اعتراف مشہور ہندو کانگ्रेसی لیڈر راجندر پرشاد نے اپنی کتاب ”INDIA DIVIDED“ میں صفحہ ۱۲۲ پر کیا ہے۔

مشہور و معروف صحافی اور روزنامہ ”زمیندار“ لاہور کے ایڈیٹر ظفر علی خاں نے فرمایا:-

”ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ گائے کی قربانی فرض نہیں اور جب قربانی کے لیے دوسرے جانور مل سکیں تو گائے کی قربانی پر اصرار کر کے اپنے ۲۴ کروڑ ہمسایہ بھائیوں کا دل دکھانا کہاں کی دانش مندی ہے؟“

۱۔ محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۱۲۷۔
۲۔ ایضاً ص ۱۳۶۔

۳۔ رشید محمود، راجا: تحریک سچتر ۱۹۲۰ء، مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۳۲۔

ابوالکلام آزاد نے ذبیحہ گاؤں کے مسئلہ کا حل پیش کرتے ہوئے کہا :-
 ”اس تمام قضیہ کا حل صرف اس بات میں ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق
 پر زور دینے کی بجائے اپنے فرائض کی تکمیل کے لیے تیار رہے۔“ ۱
 مولوی عبید اللہ سندھی، جسے ان کے معتقدین ”امام انقلاب“ سے
 کم درجہ دینے کو تیار نہیں، کو مشرکین ہند کی دلجوئی کس قدر عزیز تھی، اس
 کی تفصیل کا موقع نہیں، البتہ ذبیحہ گاؤں کے متعلق ان کے درج ذیل ارشادات
 میں ایک جھلک دیکھی جاسکتی ہے :-

① ”میں نے حضرت شیخ الہند سے ایک موقع پر عرض کیا تھا اور
 یہ ۱۹۱۵ء سے پہلے کی بات ہے کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے مذہبی جذبات
 کے خیال سے ان خود ان کے مقدس مذہبی شہروں، جیسے متھرا اور بنارس
 میں گائیکشی بند کر دیں چاہیے۔ میں نے کہا تھا کہ اس کا بڑا اچھا اثر پڑے گا۔
 اور انگریزوں کے خلاف ہماری جدوجہد آزادی کو اس ہندو مسلم دلی قربت
 و اجتماعی میل ملاپ سے بڑا فائدہ پہنچے گا۔“ ۲

④ ”میں نے امیر امان اللہ خاں سے کہا کہ افغانستان میں اعلان کر
 دو کہ گائیکشی افغانستان میں منع ہے، اس پر امیر امان اللہ خاں نے بذریعہ
 اعلان عام ملک میں احکام جاری کر دیئے کہ افغانستان میں گائیکشی منع ہے،
 اس کے بعد گاندھی جی نے ایک تقریر میں کہا کہ مسلمانوں میں اگر امیر امان اللہ
 خاں جیسا قانونی بادشاہ ہو جائے تو ہماری گائیس پنج جائیں گی۔“ ۳

۱۔ عبدالرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۳۵۔
 ۲۔ محمد مسرور، پروغیسر: افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی، سندھ
 ساگر اکادمی لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۳۲۳۔ عبداللہ لغاری، مولانا عبید اللہ سندھی کی
 سرگزشت کابل، قومی ادارہ برائے تحقیقی تاریخ و ثقافت اسلام آباد، ۱۹۸۰ء، ص ۱۹۹۔

۸ جولائی ۱۹۲۱ء کو کراچی میں منعقدہ آل انڈیا خلافت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولوی محمد صادق نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا:-
 ”ہندو بھائی گاٹے کی مذہبی حیثیت سے عزت کرتے ہیں، اس لیے قدرتا ان کو کاؤ کشی سے تکلیف ہوتی ہے اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ مسلمان اس کو ترک کر دیں..... ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کی شریعت نے ہمیں اس کے کھانے پر مجبور نہیں کیا ہے اور یہ نہیں بتلایا کہ گاؤ نہ کھانے سے ہم مسلمان نہیں رہیں گے اور جب ایسا ہے کہ گاٹے (کا گوشت) کھانا ہمارے لیے جائز اور ہماری مرضی پر منحصر ہے تو پھر اگر گاٹے کے گوشت کے بجائے دوسرا گوشت استعمال کریں تو ہمارے لیے کوئی مذہبی مخالفت نہیں.....
 اس سلسلہ میں بعض سربراہان اور وہ مسلمان بزرگوں نے اچھی گوشنیش شروع کی ہیں اور ان کے مصاعی کے نتائج بھی اچھے نکلے ہیں اور محسوس ہو رہا ہے کہ مسلمان بھی ہندوؤں کی محبت اور ہمدردی سے متاثر ہو کر اتحاد اور یگانگت کا قدم بڑھا رہے ہیں اور اس اتحاد و اتفاق کے اثرات اس قدر دور دور تک پہنچے ہیں کہ امیر اسلام حضرت غازی امان اللہ خان خلد اللہ ملکہ نے بھی اپنے ملک (افغانستان) کے علماء کے مشورہ سے گاٹے کا کٹنا بند کر دیا ہے اور یقیناً یہ بات ہماری ملی تحریکات کی کامیابی کو قریب تر کر دے گی۔
 جمعیتہ العلماء ہند نے ۱۹۲۱ء میں اپنے ایک اجلاس میں ایک یہ قرارداد منظور کی کہ:-

”ہندوستان کے مسلمان گاٹے کے بجائے بھیڑ بکری کی قربانی کیا کریں“
 اس قرارداد پر جماعت اسلامی کے آرگن ہفت روزہ ”آئین“ نے تبصرہ

۱۔ مجلہ برگ گل کراچی ۱۳۰۱ھ جو ہر نمبر ۳۸۷-۳۸۸۔

۲۔ انوار الحسن، تجلیات عثمانی بحوالہ مکتوبات امام احمد رضا بریلوی معہ تنقیدات و تعاقبات از پروفیسر محمد مسعود احمد مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۲۲۔

کیا ہے : —

”ایسی قرارداد پاس کرتے ہوئے اتنا نہیں سوچا جاتا تھا کہ اگر ہندوؤں کو خوش کرنے کی یہ راہ اختیار کر لی گئی تو کیا وہ صرف اتنی بات پر خوش ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس راہ پر چلنے کے بعد مسلمانوں کو ہندوؤں کی دلجوئی کے لیے بہت سے ایسے کام کرنے پڑے جو بکھلے خود غرضانہ تھے۔“

جمہیت علماء (ہند) کے اجلاس مراد آباد کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر مولوی عبد السلام صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا :-

”میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ مساجد کے سامنے ہندوؤں کا باجہ بجانا مسلمانوں کے مذہبی حقوق میں کس طرح دخل اندازی کا موجب ہو سکتا ہے نیز یہ بھی کہ اگر مسلمان ہندوؤں کے مذہبی جذبات کی خاطر گائے کی قربانی بند کر دیں تو ان کا یہ طرز عمل اسلام کو کیا نقصان پہنچائے گا؟“

آخر میں مولانا عبد الباقی فرنگی بھلی کا فتویٰ پیش کیا جاتا ہے :-
”مسلمانوں کا مقدس فرض ہے کہ وہ قربانی گاؤں سے احتراز کریں، نہ صرف اس وجہ سے کہ کدوروں ہندو بھائیوں کے جذبات کا احترام ضروری ہے بلکہ اس وجہ سے کہ قرآن مجید کا واجب العمل فرمان یہی ہے“

۱۔ ہفت روزہ آئین (لاہور) ۱۲ نومبر ۱۹۷۰ء اشاعت خاص ص ۶۔

۲۔ ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) جولائی ۱۹۳۹ء ص ۲۱۔

۳۔ ایچ بی خان، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد، ۱۹۸۵ء ص ۱۳۵۔ مسلمانوں کے اس نرم رویہ کے پیش نظر مہاشہ کرشن اڈیٹر پبلکاش لاہور نے مولانا عبد الباقی کے نام ایک خط لکھا جس میں گنور کشاکش کی حمایت میں ایک مضمون لکھ کر بھیجنے کی فرمائش کی۔ (بقیہ مہاشہ کرشن)

نوٹ :- واضح رہے کہ بعد میں مولانا موصوف نے ہندو مسلم اتحاد سے متعلق تمام غیر شرعی امور سے لاتعلقی ظاہر کر کے اپنا توبہ نامہ شائع کر دیا تھا، اس لیے اسے تاریخی واقعہ کے طور پر پڑھا جائے (مرتب غفرلہ)

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ جہاں تک مذہبی گھاؤ کا تعلق ہے، تحریک خلافت و ترک موالات کے جذباتی دور سے فائدہ اٹھا کر مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی اور اس کے رفقاء نے کارنے مسلمانوں کے معروف لیڈروں کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ اس شعار اسلام کو مٹا دینے کے لیے ان کے ہمنوا بن جائیں۔ اس سلسلہ میں سیاسی لیڈروں کی مبنی بھی اگرچہ قابل گرفت تھی لیکن بعض مذہبی راہنماؤں کا صحرانگرہیں میں مبتلا ہونا یقیناً بے حد افسوس ناک امر تھا۔

یہ اس دور کی داستان ہے جب ہندوستانی مسلمان ہوش کے بجائے ہوش سے کام لے رہے تھے، انہیں ہر وہ شخص انگریز کا ایجنٹ معلوم ہوتا تھا جو غیر شرعی افعال پر ٹوکنا اور ہندوؤں کے مذہب و عزائم سے آگاہ کرتا، اسی طرح گویا شرعی مسائل پر سمجھوتہ نہ کرنے والوں کی بھلائی اسی میں تھی کہ وہ خاموشی اختیار کر لیتے بصورت دیگر اپنی عزت، شہرت، وقار اور ہر دلعزیزی سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ان کے خلفاء اور ہم مسلک حضرات نے کتمان حق کے بجائے نعرہ حق بلند کیا، غیر جانبداری سے تمام حالات کا جائزہ لیا بجائے تو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی کہ ان حضرات کی یہ خدمات دو قومی نظریہ کو برواں چڑھانے میں ضگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک پاکستان میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ اور ان کے معتقدین نے جو رویہ

اختیار کیا اور مسلمانوں کی بروقت صحیح راہنمائی کی، اس موضوع پر ایک علیحدہ مقالہ زیر ترتیب ہے، سرِ دوست انصاف گارڈ کشی کی تحریک کو ناکام بنانے کے سلسلہ میں ان حضرات نے مذکورہ دور میں اور اس سے قبل جو شاندار خدمات سرانجام دیں، ان کی چند جھلکیاں یہیہ قارئین ہیں۔

اہم اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے ایک معتقد پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف مرحوم نے، ہندوؤں کی اس جدوجہد پر کہ مسلمان ان کی دل آزر بھوسی کا خیال رکھتے ہوئے ذبیحہ کا دُترک کر دیں، گرفت کی اور دلائل سے ثابت کیا کہ یہ صرف اُن کی ہٹ دھرمی ہے۔ اپنے رسالہ ”الرشاد“ میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

”کیا ستم ہے، گلے کے سوا دیگر حیوانوں کا ذبح کرنا اکثر ہندو جائز رکھتے ہیں۔ اس کا گلا کاٹتے ہیں اور اس کا گوشت کھاتے ہیں، اس وقت اس طبقہ ہندو کا کیوں لحاظ نہیں کرتے جو قطعاً کسی جاندار کو قتل کرنا گناہ عظیم جانتے ہیں، شاید اس کا پھر وہی جواب ہو گا گائے دیوتا ہے، متبرک ہے، اس کا جواب ابتداء میں گذارش کر چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ انصاف کا یہی فیصلہ ہے کہ اپنے معتقدات کی رعایت خود صاحب عقیدہ کو چاہیے، دوسرے مذاہب سے اپنے معتقدات و خواہشات کا مطالبہ اُسی حد تک کیجئے جہاں تک دوسرے اہل مذہب کے دین اور معاشرت میں خلل اور تکلیف نہ واقع ہو، اس سے زیادہ طلب کرنا ہٹ دھرمی اور زبردستی ہے“۔

پروفیسر صاحب نے مسلمانوں سے اپیل کی تھی کہ ”ہندوستان میں گائے کی قربانی کا آج تک باقی رہنا بیش بہا قربانیوں کا نتیجہ ہے، اُن گراں بہا

قربانیوں کے حقوق اگر ادا نہ کیجئے تو کم از کم اُسے ملیا میٹ بھی نہ کیجئے۔“

ہندوؤں کی برہمنیت اور ظلم و ستم کا تذکرہ کرتے ہوئے پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں: —

”انصاف کیجئے، عید مسلمانوں کی ایسی مسرت کا دن ہے کہ ساری خوشیاں اسی سے تشبیہ دی جاتی ہیں..... عین اس موقع پر ملکی بھائیوں کی طرف سے حق و وطن و حق ہمسائیگی اس صورت میں ادا کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی لاشیں خاک و خون میں تڑپتی ہوتی ہیں، عورتوں کی عصمت خطرہ میں ہوتی ہے۔ بچے یتیم بنائے جاتے ہیں، بیبیاں بیوہ کی جاتی ہیں، مساجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے، گاؤں کوٹے جاتے ہیں، مکان جلائے جاتے ہیں۔ عشرت کا روز ماتم کا دن بنا دیا جاتا ہے اور پھر ماتم بھی کیا؟ مال کا، جان کا، عزت و آبرو کا، دین و ایمان کا۔ ان سب مظالم کی اگر علت دیکھئے تو وہی فرضی یا وہی دل آزاری یعنی مسلمانوں نے اپنی ملکیت میں تصرف کیوں کیا، ایک عبادت کیوں بجالائے، خدا کے نام پر گائے کیوں قربان کی گئی؟“

مشہور ہندو لیڈر سوامی دیانند کا بیان ہے کہ ”وید کی رو سے ذبیحہ گاوٹے کے جرم میں ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو ذبح کر کے کائے کو خوش کرنا چاہیے۔“

۱۔ محمد سلیمان اشرف پروفیسر و الرشاد، مکتبہ رضویہ لاہور ۱۳۰۱ھ/۱۹۸۱ء ص ۶۵
۲۔ حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو ذہنیت کی بہترین عکاسی کی ہے: ”ان (ہندوؤں) کے نزدیک جانوروں کی حیات حفاظت و اعانت کی مستحق ہے مگر مسلمانوں کی زندگی میوہ دی سے مٹا

در حقیقت ہندوؤں کو جب بھی موقع ملا، انہوں نے اپنے اس اعتقاد کو عملی جامہ پہنانے سے گریز نہیں کیا۔ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم ملشی تاج الدین احمد تاج مرحوم نے اسی قسم کا ایک واقعہ ان الفاظ میں نقل کر کے مسلمانوں کو ہندوؤں کی متحدہ قومیت کے فلسفے سے بچنے کی تلقین کی تھی :-

”علاقہ بہار میں ہندوؤں نے محض قربانی گاؤں کو روکنے یعنی مسلمانوں کے ایک مذہبی اور دینی شعار کو قطعاً بند کرنے کے لیے ہزار ہا کی تعداد میں اور لشکروں کی صورت میں مجتمع ہو کر اور ہر طرح کے اسلحہ جات سے مسلح ہو کر اور گھوڑوں اور ہاتھوں پر سوار ہو کر ہزار ہا مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا، ایک نہیں دو نہیں، مسلمانوں کے ایک سو چالیس گاؤں اور دو ہزار سات سو

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ڈالنے کے قابل، اسی پر وہ عمل کر رہے ہیں۔ (مجموعہ افاضات صدر الافاضل ص ۱۲۱)

۳۔ آج بھی کہیں قتل مسلم کی مشق کو جی چاہا، ایک ہندو نے افواہ اڑادی، فلاں گھر کے مسلمانوں نے راتوں رات گھومنا مار مار کر کے کھا ڈالی ہے۔ بس پھر کیا ہے ہندو صوڑھا مسلمانوں پر پل پڑتے ہیں۔ اس کے بعد عزت و شرافت اور انسانیت کے تمام تقاضے بالائے طاق رکھ دیئے جاتے ہیں راداریہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ امارتج ۱۹۶۱ء ص ۳)

ان ہی خیالات کا اظہار پنڈت جواہر لال نہرو نے تقسیم ہند کے بعد اپنے ایک انٹرویو میں کیا تھا۔ دیکھیے :-

R K. Karanjai : The Mind of Mr. Nehru. George Allen and Unwin Ltd London 1961 Page - 65.

۳۔ محمد سلیمان اشرف، پروفیسر، الرشاد، مکتبہ رضویہ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۶۲۷)

مکانات اس بیدردی کے ساتھ لوٹے کہ جن کی تفصیل سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مسلمانوں کے مکانات کا لوٹا ہوا مال ظالم ہندو ہاتھیوں پر لاد کر لے گئے۔ مسلمانوں کی لاکھوں روپے کی جائیداد آپ (نیشنلسٹ مسلمانوں) کے ہندو دوست کئی دن تک لوٹتے رہے۔ مسلمانوں کے لاتعداد مکانات کو آگ لگا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اگر کسی غریب مسلمان نے ڈر کے مارے اپنے برتن کسی کنوئیں میں پھینک دیئے تو آپ کے ہندو دوستوں نے پتہ لگا کر وہاں سے بھی نکال لیے۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی کئی زندہ گائیں جلا دیں۔ آپ کے ہندو دوستوں نے لاتعداد مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت دری کی۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی پانچ عایشان مسجدیں شہید کر دیں اور باقی تمام علاقے میں کوئی ایسی مسجد نہ چھوڑی کہ جس کی بے حرمتی نہ کی گئی اور اس کو جگہ جگہ سے منہدم نہ کیا گیا ہو بلکہ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کے قرآن مجید پھاڑ پھاڑ کر ایسے پروزے اڑائے کہ مسلمانوں کے پاس پڑھنے کے لیے قرآن شریف کا ایک نسخہ بھی نہ رہا جس پر ان مظلوموں نے غیر علاقے کے مسلمانوں سے درخواست کی کہ ہمیں پڑھنے کے لیے قرآن مجید بھیجے جائیں۔ آپ کے ہندو دوستوں نے پندرہ ہزار مسلمانوں کو خانماں برباد کر دیا جن کے پاس سر جھپانے کی جگہ نہ رہی۔ ۱۷

سیدی علامہ مولانا ابوالبرکات عید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے تلمیذ اور مشہور ادیب مولانا حافظ مظہر الدین مرحوم نے سوال کیا کہ ہندو

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) لاہور ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء ص ۶۵ ۱۷ اسرار الرحمن بخاری اسلام اور مذاہب عالم، نیو بک پبلیس لاہور ص ۷۰۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) لہ حالہ بابر می مسجد کی شہادت کا المناک واقعہ بھی اسی ذہنیت کا آواز ثبوت ہے (مرتب غفرلہ) لہ تاج الدین احمد تاج، منشی، (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مسلم اتحاد کے زمانے میں آپ نے ذبیحہ گائے پر اتنا زور کیوں دیا تھا؟ گائے کا گوشت کھانا کوئی ضروری تو نہیں، ارشاد فرمایا کہ ”مستحب جب نہ صرف مٹایا جا رہا ہو بلکہ اسے حرام قرار دیا جا رہا ہو تو اس کا تحفظ ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسے عالم میں مستحب مستحب نہیں رہتا بلکہ واجب ہو جاتا ہے۔“ لے
مولانا عبدالقدیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مسٹر گاندھی کے نام ایک کھلے خط میں رقمطراز ہیں:-

”ہمارے مذہب کی رو سے شعاثر اللہ کو دنیاوی وجاہت یا نفع کے عوض میں بیچ کر دینا ہرگز جائز نہیں قرآن پاک میں اس کی جا بجا تہدید آئی ہے اور ایسا کرنے والوں کے لیے نہایت سخت وعیدیں مذکور ہیں۔ ایسی حالت میں یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ گائے کی قربانی سے جو بھوٹے، والدین جو گنہگار من شعاثر اللہ، ہمارا مذہب ہی حق ہونے کے علاوہ شعاثر دین سے ہے ہم اس بناء پر دست بردار نہیں ہو سکتے کہ اس کے عوض میں ہنود ہم سے خوش ہو کر ہمارے بہت سے سیاسی مطالبات کو تسلیم کر لیں گے یا کسی خاص مسئلہ میں ہمارا ساتھ دیں گے۔“ لے

مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو ذہنیت کا تجزیہ اپنے فتویٰ میں ان الفاظ میں کیا:-

”اور یہ خیال کہ محض ہنود کی خوشی حاصل کرنے کے لیے اس (گائے) کی قربانی کا ترک مقصود ہے اور کسی کی خوشی حاصل کرنا تو کوئی جرم نہیں،

(بقیہ صفحہ سابقہ) ہندوؤں سے ترک موالات، مکتبہ رضویہ لاہور ۱۳۰۲ھ/۱۹۸۲ء ص ۶
(حاشیہ صفحہ موجودہ) لے ماہنامہ رضوان (لاہور) مئی ۱۹۸۹ء ص ۲۰۔ لے رئیس احمد جعفری: اوراقِ گم گشتہ، محمد علی ایکڈمی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۵۳

تو اول تو حق تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلے میں کسی کی رضا کی طلب خود ہی حرام ہے، دوسرے وہ محض اتنی بات سے کہ آپ ذبیحہ گاؤ کو ترک کر دیں، پوری طرح خوش بھی نہیں ہو سکے کہ حقیقت میں ان کو صرف گلے کی قربانی کا ترک مطلوب نہیں بلکہ ایک بہت بڑی مہتم بالشان قربانی مطلوب ہے یعنی "ایمان" کی قربانی۔ بقولہ تعالیٰ، وَذُوالْوَتَّكْفُرُونَ۔ یعنی ان کی خوشی تو اس میں ہے کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔" لے

ذبیحہ گلے کے مخالف اور متحدہ قومیت کے حامی مولویوں اور لیڈروں کا تعاقب کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی مرحوم نے ماہنامہ الصواد الاعظم (مراد آبادی) جلد اول ۱۳۳۸ھ میں تحریر فرمایا :-

دو یہ سخت خطرہ کا وقت ہے، کہلاتے ہیں، لیڈران اسلام اور کام کرتے ہیں کفار کے، کبھی ہندوؤں کا آلہ کار بنتے ہیں تو قربانی گاؤ کے مخالف گوششیں جاری ہیں۔ پلچ پلچ کر تقریریں کی جا رہی ہیں، کتابیں لکھی جاتی ہیں، اخباروں کے کالم کے کالم سیاہ کیے جاتے ہیں، مسلمانوں کو قربانی سے روکنے کے لیے مسلم نمائندائیں میدان میں اتر آتی ہیں، کبھی مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کی ضد پر ہندوؤں کی موافقت کی جاتی ہے۔ کبھی مظلوم مسلمانوں کو ان کے مطالبات سے دستبردار ہونے پر زور دیا جاتا ہے۔ کبھی فقیران اسلام کی پیشانیوں پر ٹیکے لگوائے جاتے ہیں۔ جے پروائی جاتی ہے، اڑتھیاں اٹھوائی جاتی ہیں، کبھی بتوں کے جلوہوں میں شرکت کی جاتی ہے، نعرے لگائے جاتے ہیں، کہیں بتوں کے درشن کے لیے مسلمانوں سے زمین ادا کرائی جاتی ہیں،

لے محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، تذکرہ منظرہ مسعود، مدینہ پبلشنگ

کینی کراچی ۱۹۶۹ء ص ۵۲۰

کہیں مرے ہوئے ہندوؤں کو مرحوم اور شہید لکھا جاتا ہے، ان کو جنتی کہا جاتا ہے، کفار کے مقبول بارگاہ ہونے کا یقین دلایا جاتا ہے۔ رام اور کرشن کو نبی اور پیغمبر بنا یا جاتا ہے۔ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو اسلام کے فقط دعویدار ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی رہنمائی کے مدعی اور ان کے لیڈر بنتے ہیں۔ بہت سے لوگ عملے اور جے پیمن کر علماء کی وضع بنا کر یہ کام انجام دیتے ہیں؟

”علماء کرام“ کی بات آگئی تو یہاں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں یہ حضرات کانگریس کی حمایت کرتے تھے۔ بعض لوگ ان کے خلوص میں شک کی سختی سے تردید کرتے ہیں اور بعض بہت آگے چلے جاتے ہیں، قطع نظر ان باتوں کے ہم ان کے متعلق قائد اعظم محمد علی جناح کی اس تقریر کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جو روزنامہ انقلاب ۵ جنوری ۱۹۳۸ء شائع ہوا تھا۔

”اس کا سیاسی گیریکٹر میرے کہ آج سے چند روز پہلے یہ لوگ مسلم لیگ کی حمایت میں میری ہدایت کے مطابق کام کر رہے تھے، مجھے اپنے جلسوں میں لے جاتے تھے، میرے لکھے ہوئے ریزولوشن پاس کرتے تھے، ان میں سے بعض لوگوں کے خطوط میرے پاس موجود ہیں، ان لوگوں نے مجھ سے روپیہ طلب کیا لیکن میں نے کہا کہ ابھی مسلم لیگ کے پاس کوئی مستقل سرمایہ

نہ یہ شغل بعد میں بھی جاری رہا۔ ابوالکلام آزاد کے سیکرٹری ہمایوں کیر نے گاندھی کے مرنے کے بعد اُسے انسانیت کو مستحکم کرنے والا شہید لکھا دیکھئے:-

C.H. Philips : The Partition of India, George Allen and Unwin Ltd. Lond. 1970. Page - 405.

علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا محمود افاضات صد الافاضل مطبوعہ لاہور ص ۱۷۱

نہیں ہے۔ آپ ذرا ایشاد و قربانی سے کام لیجئے وقت آئے گا کہ آپ کے مصارف ادا کر دیئے جائیں گے۔ ان میں سے بعض میرے پاس بمبئی بھی آئے تھے لیکن روپے کی طرف سے مایوس ہو کر یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ اب ہم کانگریس کی حمایت میں کام کریں گے۔

آئیے اب دیکھتے ہیں مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر کیا تھا، سب سے پہلے ہم دو استفتاء مع ضروری اقتباسات جوابات نقل کرتے ہیں جو امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پاس آئے تھے، ان میں سے ایک استفتاء کے الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ مرتب نے الفاظ کے ہیر پھیر سے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ فاضل بریلوی قدس سرہ ایک محتاط مفتی تھے اور کافی غور و فکر کرنے کے بعد جب مکمل اطمینان حاصل ہو جاتا تو کسی معلومت کی پرواہ کئے بغیر ثرلایت کے عین مطابق فتویٰ دیتے۔ اسی محتاط رویہ کی وجہ سے وہ دوسرے مفتیوں کی طرح دھوکہ میں نہ آ سکے۔

استفتاء نمبر از دفتر مسلم لیگ بریلی شاخ دو کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان

شرع متین اس بارے میں کہ آج کل ہندو کی طرف سے ہنایت سمیت کوشش اس امر کی ہو رہی ہے کہ ہندوستان سے گاؤں کشی کی رسم موقوف کرادی جائے اور اس غرض سے انہوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لیے تیار کی ہے جس پر کروڑوں باشندگان ہندوستان کے دستخط کرائے جا رہے ہیں۔ بعض ناواقف اندیش مسلمان بھی اس عرضداشت پر حنفیوں کے کہنے سننے سے دستخط کر رہے ہیں، ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے

اور اس مذہبی رسم کے جو شعار اسلام میں سے ہے، بند کرانے میں مدد دینے والے گنہگار اور عند اللہ مواخذہ دار ہیں یا نہیں؟

الجواب :- ”فی الواقع گاوڈ کشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں معتقد جگہ موجود ہے۔ اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی معززت میں گوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

استفتاء نمبر ۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مذہب حنیفہ اس مسئلہ میں کہ گاوڈ کشی کوئی ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا اگر کوئی شخص معتقدہ اباحت ذبح ہو مگر کوئی گائے اُٹھنے لگے نہ بچ نہ کی ہو یا گائے کا گوشت نہ کھایا ہو، ہرچند کہ اکل اس کا جائز جانتا ہے تو اس کے اسلام میں کوئی فرق نہ آئے گا اور وہ مسلمان کامل رہے گا۔

گاوڈ کشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہگار ہوتا ہے یا اگر کوئی شخص گاوڈ کشی نہ کر لے، صرف اباحت ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہگار نہ ہوگا، جہاں بلا وجہ اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ و فساد اور مفسدی بہ ضرر اہل اسلام ہو اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عملداری اہل اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدیں وجہ اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے یا یہ کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصد اثارت فتنہ و فساد ارتکاب اس کا واجب ہے اور قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گائے کی۔

بیوقوف و جبروا۔ انمرد آباد شوال ۱۲۹۸ھ

لے احمد رضا خان، امام، انفس الفکر فی قربان البقر، مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ص ۱۹
ع محمد عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری مولانا باصائل رضویہ جلد دوم مکتبہ حلدیہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۲۱۵

امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ نے اپنی مومنانہ فراست و بصیرت سے جس طرح جواب دیا، اس سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :-

① "گاؤ کشی اگرچہ بالخصوص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقادِ ابا حنہ بنظر نفس ذاتِ فعل گنہگار نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شے کا کھانا بالیقین فرض مکران و جوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجب بعینہ اور اس کا ترک حرام بعینہ نہیں، یعنی اندک کے نفس ذات میں کوئی امران کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں لیکن ہمارے احکام مذہبی صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری و حتمی ہے، یوں ہی واجبات و محرمات لغیرہ میں بھی امثال واجبات اشد ضروری ہے جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مضر نہیں اور ان سے بالجبر باز رکھنے میں بے شک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔ ہم ہر مذہب و ملت کے عقلا سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بہ زور مخالفین گاؤ کشی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظ نا راضی ہنود اس فعل کو ہماری شرع ہرگز اس سے باز رکھنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں :-

● ذلتِ اسلام متصور نہ ہوگی۔

● کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی۔

● کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی

چیزہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہل مذہب کے ساتھ شہادت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔

● کیا بلا وجہ وجہ اپنے لیے ایسی دہات و ذلت اختیار کرنا اور

دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اوپر ہمنوا نہ ہماری شرع مطہر حبائز
فرماتی ہے۔ — ۹

جانشا وکلا، جانشا وکلا، ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہماری شرع ہرگز ہماری
ذلت نہیں چاہتی نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری
کریں اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روا رکھیں، مسائل لفظ ترک لکھتا ہے
یہ صرف مغالطہ اور دھوکہ ہے۔ اس نے ترک اور کف میں فرق نہ کیا، کسی
فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات۔ ہم فوج چھتے
ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدمہ مانع ہیں، ایک قلم اقتناع آخر کسی وجہ
پر مبنی ہو گا اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہیٹ پوری کرنا اور
مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی یا تنگی
کر دینا ہے۔

(۲) ”باقی رہا مسائل کا یہ کہنا کہ اس فعل سے ارتکاب سے توران
فتنہ و فساد ہو“ ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہ
گاؤ کشی کی قانونی ممانعت ہے، وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا البتہ
اثارت فتنہ و فساد اس کی طرف منسوب ہو سکتی ہے اور وہ قانوناً مجرم
قرار پائے گا اور اس امر کو ہماری شرع مطہر بھی روا نہیں رکھتی.....
اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر توران فتنہ و فساد ہو گا تو لا جرم ہنود
کی جانب سے ہو گا، اور جرم اپنی کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت
ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے..... اور اگر ایسا ہی خیال ہنود
کے فتنہ و فساد کا شرع ہم پر واجب کر لے گی تو ہر جگہ کے ہنود کو قطعاً

۱۔ محمد عبدالحکیم اختر شاہ بھانپوری، مولانا: رسائل رضویہ جلد دوم، مکتبہ حامدہ

اس رسم کے اٹھا دینے کی سہل تدبیر ملے آئے گی، جہاں چاہیں گے فتنہ و فساد برپا کریں گے اور بزمِ جہاں شرع ہم پر ترک واجب کرنے کی اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی کو چاہیں گے اپنے فتنہ و فساد کی بنا پر بند کر دینگے..... بالکل خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار و شارع عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے، براہِ جہالت ذبح گاؤں کا مرتکب ہونا بے شک مسلمانوں کو توہین و ذلت کے لیے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں، وہاں سے بھی بازار ہٹا اور ہنود کی بے جا ہٹ بجا رکھنے کے لیے ایک قلم اس رسم کو اٹھا دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

بعض قوم پرست مسلمان رہنماؤں اور ”علماء کرام“ نے جب تحریک ترکِ موالات کے دوران ذبیحہ گاؤں کے سلسلہ میں ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملائی شروع کر دی تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ان کے ان نئے دوستوں کے مظالم اور خطرناک عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا:-
 ”کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑے؟ کیا قربانی گاؤں پر ان کے سخت ظالمانہ فساد پڑنے پڑ گئے؟ کیا کٹار پور و آ رہ اور کہاں کہاں کے ناپاک و ہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے؟ بے گناہ مسلمان ہنایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآن پاک کے پاک اوراق پھاڑے، جلانے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لیے کلیجہ منہ کو آئے۔“

”یہ قربانی گاؤں کا مسئلہ ایسا ہی ہے، کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سن کر آگ نہیں لگتی، کون سی ہندو زبان ہے جو گٹور کھشاکی مالا نہیں

چیتی، کونسا شہر ہے جہاں اس کی سبھایا اس کے ارکان یا اس میں چندہ
دینے والے نہیں، کیا یہ مقدس بے گناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی
شہادتیں، یہ قرآن مجید کی امانتیں انہیں ناپاک رکھناؤں انہیں مجموعی
سفاک سبھاؤں کے ناسخ نہیں، نہ یہی ط

ہاتھ کنگڑے کو آرسے کیا ہے

اب جس شہر، جس قصبہ، جس گاؤں میں چاہو آزمادیکھو، اپنی مذہبی
قربانی کے لیے گائے پکھاڑو، اس وقت یہی تمہاری ہائیں پسلی کے نکلے،
یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ، یہی تمہارے
آقا، یہی تمہارے پیشوا، تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟
ان متفرقات کا صحیح کرنا بھی جہنم میں ڈالے، وہ جو آج تمام ہندوؤں اور
نہ صرف ہندوؤں، تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے
یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی کاؤ نہ چھوڑیں گے تو تم
تکوار کے زور سے چھڑا دیں گے۔ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین
ہندوین میں ہم سے محارب ہیں۔ ۱۱

ایک اور موقع پر فرمایا کہ ”اب لیڈر کہلانے والے کلمہ گو بھی اُن (ہندوؤں)
کے ساتھ ہو گئے، لاجرم مسلمانوں پر بحکم شرع واجب ہوا کہ قربانی کاؤ کے ابقاؤ
اجرا میں انتہائی کوشش کریں۔“ ۱۲

۱۱ ابوالکلام آزاد کا خیال تھا کہ: ”مشرک گاندھی نے جنگ آزادی میں اپنی جان اور مال
دونوں لٹا دیے۔ پس وہ فی الحقیقت ”مجاہد فی سبیل اللہ“ ہیں اور با انفسہم و باموالہم
کے ہر دو مراحل جہاد مقدس سے گزر چکے ہیں۔ یہ (مشرک گاندھی) حق و عدالت کا عجیب
پہ سالار ہے (ماہنامہ طلوع اسلام دہلی) محرم الحرام ۱۳۵۸ھ / مارچ ۱۹۳۹ء ص ۹۸
۱۲ محمد عبدالحکیم اختر شاہ پٹواری، مولانا رسائی رضویہ جلد دوم مکتبہ حامیہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۱۷-۱۱۸

تحریک ترک موالات کے دوران ہی فاضل بریلوی نے ذبیحہ کاٹو سے متعلق بعض حضرات کے غیر شرعی بیانات پر شدید گرفت کی اور ثبوت میں کئی اکابر علماء کے فتاویٰ بھی پیش کئے لیکن بخوفِ طوالت انہیں قلمزد کر تے ہوئے ہم ایک من گھڑت الزام کا رد ان ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں :-

”یہ شدید بدگمانی کہ دو مخالفین ترک قربانی گائے کا منشاء مجھے یقینی طور سے معلوم ہوا ہے کہ خلافت کیٹی میں رکاوٹ ہو اور عدائے خلافت کی تائید اور تفرقہ پر داری سے فائدہ اٹھایا جائے“ کیسا اشد حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: ”یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔“

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں حضرت سیدی زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔
الظن الخبیث لا ینشؤ الا من القلب الخبیث۔

اور پھر اپنی بدگمانی کو یقین بنانا اور سخت جرات، مطلب یہ کہ مسلمانانِ طرنداری نصاریٰ کی خبیث ہمت سے ڈر کر چپ ہو بیٹھیں اور دل کے پارے آنکھوں کے تارے، لاڈلے دولا رہے ہندو بھائیوں کا کام بن جائے، شعار اسلام ہندوستان سے فنا ہو جائے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی درج ذیل بالا تحریریں پڑھی تھیں یا نہیں لیکن حضرت کے افکار و نظریات نے مجموعی طور پر جو فضا قائم کر دی تھی، اس تناظر میں

ربیعہ فائزہ منجھو سابقہ ۳۰ محمد مصطفیٰ رضا خان مفتی اعظم ہند: الطاری الداری حصہ اول انجمن اہل سنت و الجمالین

لاہور ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۳ء ص ۵۳ (حاشیہ صفحہ موجودہ) ۵۴-۵۳

قائد کے صرف دو ارشادات ملاحظہ فرمائیں: —
 ہندوؤں اور مسلمانوں کا بنیادی فرق واضح کرنے کے لیے قائد اعظم
 رحمۃ اللہ علیہ بر ملا کہتے تھے: —
 ”ہندو گلے کو پوجتے ہیں اور مسلمان اس کا گوشت کھاتے ہیں“ لے
 ایک اور موقع پر فرمایا: —

"I hate all this Hindus nonsense about cows being sacred and the
 Hindus telling us that we Muslims have no right to kill them for
 beef."

ترجمہ:۔ مجھے ہندوؤں کی اس احمقانہ بات سے نفرت ہے
 کہ گائیں مقدس ہیں اور یہ کہ ہندو ہم مسلمانوں کو بتاتے ہیں کہ ہمیں کوئی حق
 نہیں پہنچتا کہ گوشت کے لیے انہیں ذبح کریں۔ لے
 آخر میں اعلیٰ حضرت فاضل بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی اس اپیلی پر تحریر ہذا
 کا اختتام کرتا ہوں: —
 ”تبدیل احکام الرحمن اور اختراع احکام الشیطان سے ملتا ہٹھاؤ،
 مشرکین سے اتحاد توڑو، مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کا دامن پاک اپنے سایہ میں لے، دنیا نہ ملے نہ ملے، دین تو ان کے صدقے
 میں ملے لے۔“

وما علینا الا البلاغ المبین

لے تشکیل احمد ضیاء: ابوالکلام آزاد کے انکشافات، شبلی پبلی کیشنز کراچی ۱۹۸۸ء ص ۱۸ لے

William L. Shirer: Gandhi A Memor, sphere Books Ltd. London,
 1981 Page 120).

لے رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ، محمد علی اکیڈمی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۰۳-۳۰۵ ÷

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	مصنف / مرتب	نام کتاب	ناشر	سن طبع
۱	ابوالاعلیٰ مودودی	آفتاب تازہ	ادارہ معارف اسلامی لاہور	۱۹۹۳ء
۲	آزاد، ابوالکلام	انڈیا و نرفرڈیم (انگریزی)	اورینٹ لانگ مین لمیٹڈ مدراکس -	۱۹۸۸ء
۳	احمد رضا خان، امام	انفس الفکر فی قرآن المبقر	مطبع اہل سنت و جماعت بریلی	-
۴	احمد سعید	قائد اعظم مسلم پریس کی نظر میں -	قائد اعظم اکادمی کراچی	۱۹۸۱ء
۵	امیر الرحمن بخاری	اسلام اور مذہب عالم	نیو بک پبلیش لاہور	-
۶	انوار الحسن	تجلیات عثمانی	مطبوعہ عدلیان	-
۷	ایکجی بی خان	برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار -	قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد -	۱۹۸۵ء
۸	برہان الدین احمد فاروقی -	حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید -	کتب خانہ پنجاب لاہور	۱۹۴۷ء
۹	(Penderal Moon)	(Wavell the Viceroy's Journal)	(Oxford University Press Karachi)	۱۹۷۳ء
۱۰	(P. Hardy)	The Muslims of British India	(Pakistan Publishing House Karachi)	۱۹۷۳ء
۱۱	تاج الدین احمد تاج ہنشی -	ہندوؤں سے ترک موالات -	مکتبہ رضویہ لاہور	۱۳۰۲ھ ۱۹۸۲ء

۶۱۹۶۰	ANCHOR BOOKS NEW YORK	The Discovery of India	(Jawaharlal Nehru)	۱۳
-	فیروز سنز لاہور	قائد اعظم جناح، ایک قوم کی سرگذشت۔	جی انا	۱۳
-	Eyre and Spottiswoode Publications Ltd. London.	India in Revolt	(J.F.C. Fuller)	۱۴
-	Books Traders Lahore	India Divided	(Rajinder Prasad Dr.	۱۵
۶۱۹۶۱	George Allen and Unwin Ltd. London	(The Mind of Nehru)	R.K. Kara rijia)	۱۶
۶۱۹۸۸	مکتبہ عالیہ لاہور	تحریکِ بحرت (۱۹۲۰ء)	رشید محمود راجا	۱۷
۶۱۹۶۸	محمد علی اکیڈمی لاہور	اوراقِ گم گشتہ	رئیس احمد جعفری	۱۸
۶۱۹۶۳	" " " "	علی برادران	" " "	۱۹
-	مقبول اکیڈمی لاہور	قائد اعظم اور ان کا عہد	" " "	۲۰
۶۱۹۷۰	George Allen and Unwin Ltd. London	(The Partition of India)	C.H. Philips	۲۱
۶۱۹۶۵	Government of Punjab Lahore	(A History of Non-coopera tion)	(Superinted ent Govt. Printing Lahore)	۲۲
۶۱۹۶۹	پبلشرز یو نائیٹڈ لاہور	جیاتِ قائد اعظم	سردار محمد خان، چودھری	۲۳

۶۱۹۸۸	شبلی پبلی کیشنز کراچی	ابوالکلام آزاد کے انکشافات	شکیل احمد میاں	۲۴
۶۱۹۸۶	مکتبہ رشیدیہ لاہور	بسی بڑے مسلمان	عبدالرشید ارشد	۲۵
۶۱۹۸۰	قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد	مولانا عبید اللہ سندھی کی سرگزشت کابل	عبداللہ لغاری	۲۶
۶۱۹۳۳	ٹارلٹ پبلشنگ کمپنی لاہور	مسلم انڈیا	کاش البرنی	۲۷
۶۱۹۷۰	فیروز سنز لاہور	رود کوثر	محمد اکرام، شیخ	۲۸
۶۱۹۹۱	آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور	سیاستِ ملیہ	محمد امین زبیری	۲۹
۶۱۹۸۷	سندھ ساگر اکادمی لاہور	افادات و ملحوظات مولانا عبید اللہ سندھی	محمد سرور پرفیسر	۳۰
۱۳۰۱ھ	مکتبہ رضویہ لاہور	الرشاد	محمد سلیمان اشرف	۳۱
۶۱۹۸۱			پروفیسر	
۶۱۹۷۶	مکتبہ حامدیہ لاہور	روحانی رضویہ جلد دوم	محمد عبد الحکیم اختر	۳۲
			شاہجہان پور، مولانا	
۶۱۹۸۶	پروگریسو بکس لاہور	تحریکِ خلافت	محمد عدیل عباسی	۳۳
			فاضل	
۶۱۹۶۹	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	تذکرہ مظہر مسعود	محمد مسعود احمد	۳۴
			پروفیسر ڈاکٹر	
۶۱۹۸۸	مکتبہ نبویہ لاہور	مکتوبات امام احمد رضا رحمہ تنقیدات و تعاقبات	" " "	۳۵
۶۱۹۸۳	انجمن ارشادِ مسلمین لاہور	الطاری الماری حصہ اول	محمد مصطفیٰ رضا خان مفتی اعظم ہند	۳۶

۳۷	محمد نعیم الدین مراد آبادی	مجموعہ افاضات	ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور	-
۳۸	صدر الافاضل مولانا	صدرا الافاضل	مکتبہ تہذیب و فن کراچی	۱۹۸۳ء
۳۹	نصرت اللہ خاں	کیا قافلہ جا رہا ہے	مجلس کارکنان تحریک پاکستان ملتان	۱۹۸۹ء
۴۰	ولی مظہر ایڈووکیٹ	غفلتوں کے چراغ جلد سوم	(Sphere Books Ltd London)	
	(William L Shirer)	(Gondhi A. Memoir) ۱۹۸۱ء		
۴۱	ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد)	جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ		
۴۲	” طلوع اسلام (دہلی)	مارچ ۱۹۳۹ء		
۴۳	” ” ” ”	اپریل ”		
۴۴	” ” ” ”	جولائی ”		
۴۵	” نقوش (لاہور)	خطوط نمبر جلد دوم		
۴۶	” اردو ڈائجسٹ (لاہور)	اپریل ۱۹۸۳ء		
۴۷	” ” ” ”	اپریل ”		
۴۸	” رضوان (لاہور)	مئی ۱۹۸۹ء		
۴۹	ہفت روزہ خدام الدین (لاہور)	۱۰ مارچ ۱۹۹۱ء		
۵۰	” آئین (لاہور)	۱۲ نومبر ۱۹۷۰ء - اشاعت خاص		
۵۱	مجلہ برگ گل (کراچی)	۱۳۰۱ھ جوہر نمبر		
۵۲	روزنامہ انقلاب (لاہور)	۵ جنوری ۱۹۳۸ء		

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شمع ہدایت

www.NAFSEISLAM.COM تالیف :

حضرت علامہ مولانا ابوالفیض محمد عبدالحفیظ صاحب قادری
مفتی شاہی جامع مسجد آگرہ

بجواب

آئینہ صداقت

مؤلفہ : پروفیسر فیروز الدین روجی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد۔

سبب تالیف

چند احباب پاکستان نے جناب مولوی فیروز الدین صاحب روحی کی تصنیف کردہ کتاب۔ ”آئینہ صداقت“۔ مطبوعہ آرمی پریس کراچی، بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیجی اور جواب کا مطالبہ کیا۔ اگرچہ فقیر اپنے اعذار و افکار کی وجہ سے اس قابل نہ تھا کہ جواب لکھتا مگر بار بار کے اصرار نے مجبور کر دیا اور جواب لکھنا ضروری ہو گیا۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے اتمام کو پہنچائے اور سبب اصلاح و ہدایت بنائے۔ آمین

میں اور جناب روحی صاحب

جناب روحی صاحب کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ کا آگرہ میں ایک زمانہ قیام رہا ہے، اکثر اوقات میری اور ان کی ملاقاتیں رہی ہیں بسا اوقات دینی مسائل میں وہ مجھ سے مشورہ لیتے تھے، عربی جملوں کے معانی و مفہیم دریافت کیا کرتے تھے۔ چند موقعوں پر وہ میرے ساتھ جلسوں میں بھی شرکت ہوئے۔

یہاں کے قیام میں جہاں تک مجھے علم ہے ان کے خیالات ایسے نہ تھے جیسے کہ ان کی اس تصنیف سے ظاہر ہو رہے ہیں یا اگر تھے تو مسلم اکثریت کے سنی حنفی عقائد کے معتقد ہونے کی وجہ سے وہ کچھ تفسیر سا کئے ہوئے تھے۔

بہر حال ان کا یہاں نہ کوئی علمی وقار تھا نہ زیادہ پوچھ گچھ، اسی واسطے ان کا بازار یہاں کچھ ٹھنڈا سا تھا۔ ممکن ہے کہ پاکستان پہنچ جانے پر یا تو وہ بدل گئے یا چپے ہوئے تھے کھل گئے نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

آئینہ صداقت کا مقصد تالیف

جناب روحی صاحب کے مقاصد ان کے انداز تحریر سے صاف ظاہر ہیں اور وہ صرف یہ ہیں (۱) وہابیت اور ابن عبد الوہاب نجدی کی مدح سرائی۔ (۲) سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی کی ستائش (۳) دیوبندیت اور فضلاء دیوبند کی ثناء و صفت (۴) ان تینوں کے قابل اعتراض و گرفت عقائد و خیالات کے رد و ابطال کرنے والے علمائے اہل سنت و جماعت پر نکتہ چینی و طعنہ زنی۔

وہابیت اور ابن عبد الوہاب نجدی نمبر اول

اس نمبر کی ابتدا آپ نے عنوان باب سوم۔ وہابیت ص ۳۶ سے شروع کی ہے اور صفحہ ۵۵ پر اس نمبر کو ختم کر دیا ہے۔
زیر عنوان (وہابیت کیا ہے) ص ۳۰ پر آپ لکھتے ہیں۔

”بارھویں صدی ہجری میں اسلامی دنیا بری طرح زوال کی طرف مائل تھی اجتہاد و نظر کے دروازے بند ہو چکے تھے، مسلمان ہر شعبے میں پستی کی طرف مائل تھے، تصوف کے توہمات نے خالص اسلامی توحید کو چھپا دیا تھا۔ مسجدیں ویران قبریں آباد تھیں، تعویذ گنڈوں میں دنیا بھنس گئی تھی قرآن کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا، خصوصاً جزیرۃ العرب کے قلب (نجد) کی حالت اور بھی خراب تھی کم سے کم جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ کہ اہل نجد اخلاقی انحطاط میں حد سے گذر چکے تھے، ان کے معاشرہ میں نیکی و بدی میں کوئی امتیاز نہ تھا، شرکانہ عقیدے دلوں میں گھر کر گئے تھے، زید ابن خطاب کے قبر کی پرستش ہوتی تھی، بعض صحابہ کے نام سے منسوب قبریں پوجی جاتی تھیں لیکن یہ سب کچھ دین و مذہب کے نام پر ہوتا تھا، سیاسی حالت اس سے بھی بدتر تھی، اس پر آشوب اور ناموافق ماحول میں شیخ محمد

ابن عبد الوہاب نجدی نے مسلمانوں کو خالص توحید و سنت کی دعوت دی، اس دعوت کو بعض سیاسی مصالح کی بنا پر مصری، ترکی اور انگریزی گڈم نے وہابیت کے نام سے موسوم کیا اور شیخ پر الزام لگایا اور اس تحریک کو اس طرح مشتہر کیا کہ گویا اسلام کے علاوہ اور کوئی مذہب ایجاد ہوا۔“

پھر ص ۳۹ پر لکھا: ”شیخ محمد بن عبد الوہاب یحییٰ ہی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف مائل تھے چنانچہ تبلیغ و ارشاد کے سلسلہ میں شیخ کو سخت مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا مگر شیخ نے سب کو مردانہ و ارجمیلہ اور توحید کی دعوت دی۔ غیر اللہ کے سامنے سر خم کرنے، مقبروں، ولیوں سے مدد مانگنے، نیکو کار بندوں کو معبود ثانی بنانے سے روکنے کی کوشش کی۔ قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں مسنون طریقہ کے خلاف بدعتیں رائج تھیں ان کے مٹانے کو عملی قدم اٹھایا۔ بس پھر کیا تھا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور خوب مخالفت ہوئی۔ مگر تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ شیخ کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔“

پھر ص ۴۲ پر لکھا: ”شیخ ایک فاضل اجل تھے، ان کا علمی پایہ بلند ہے وہ ٹھیکہ محدثانہ طریقہ پر لکھتے ہیں، ان کا طریقہ قرآنی اور ان کی دلیلیں جزو کل حدیث سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ مولوی مسعود عالم ندوی نے شیخ کی سوانح عمری میں ان کی تصنیفات کی تعداد ۶۱ لکھی ہے اور اس کے علاوہ مختلف رسائل و غیرہ کا بھی ذکر کیا ہے ان تصانیف میں ”کتاب التوحید“ سرفہرست ہے۔“

غرض کہ جناب روحی صاحب نے تعریفوں کا ایک پل باندھ دیا ہے، شائستہ کے اتنے الفاظ جمع کر دیئے کہ کتب لغت میں اب باقی نہ رہے، داد نہیں دی جاسکتی قلم توڑ دیا، آپ کے نزدیک شیخ جی مذکور توحید و سنت کے معلم بھی ہیں، شرک و بدعت کے مٹانے والے بھی ہیں، امر بالمعروف نہی عن المنکر یعنی متقی و

پر ہیزگار بھی ہیں۔ فاضل اجل بھی ہیں محدث بھی ہیں اور مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہیں۔ اور کیا جانے کیا کیا ہیں۔

اس کے بعد جناب روحی صاحب نے زیر عنوان (شیخ اور ان کی جماعت پر اتہامات و الزامات) ان لوگوں پر نکتہ چینی کی ہے جنہوں نے ابن عبد الوہاب نجدی کی زبوں حالی اور بد اعتقادی پر روشنی ڈالی۔ آپ کہتے ہیں۔

”شیخ کو بدنام کرنے کے لیے اور ان کی دعوت توحید و سنت کو ختم کرنے کے لیے مصری و ترکی اور انگریزی حکومتوں نے ان کو خوب بدنام کیا اور ایک الگ مذہب اور گمراہ جماعت بنانے کی کوشش کی بلکہ ہر اسلامی تحریک کو جس سے مسلمانوں کو فائدہ ہو، اس کو وہابی کے نام سے موسوم کر دیا یہ کام ترکی مصری اور انگریزی حکومتوں کے تنخواہ دار مولویوں اور پیروں نے انجام دیا، اس میں سب سے پہلا نام سلیمان بن شمیم کا ہے۔“

پھر چند اور نام لکھ کر لکھا: ”جنہوں نے حکومتوں کے ایجنٹ ہونے کی حیثیت سے اپنی کتابوں میں گالیوں اور افترا پردازیوں کے سوا کچھ نہیں لکھا۔ یہ بڑے فخر سے اعلان کرتے ہیں کہ علامہ شامی نے نجدیوں کو باغیوں میں شمار کیا۔“

پھر علامہ شامی کی عبارت اور اس کا ترجمہ لکھ کر کہا۔

”شامی کی اس عبارت کو رضا خانی علماء بڑے فخر سے اپنے رسالوں میں نقل کرتے ہیں اور اس وقت ہمارے پیش نظر دور سالے ہیں۔“

(۱) ثقافت الوہابیہ جو مولوی مفتی عبد الحفیظ ساکن آنولہ ضلع بریلی مشہور بہ مفتی آگرہ کا لکھا ہوا ہے۔

پھر لکھا: ”مگر ان کو کیا معلوم کہ ابن عابدین شامی نے حکومتوں کے اثر سے ان غریبوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر کے ایک دمیاء

سنجالی، براہو اس دنیا پرستی اور سنہری سکوں کا جس کے عوض شامی نے نجدیوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے۔“

پھر لکھا: ”شامی کے بعد احمد زینی دحلان کا نمبر آتا ہے جس نے اس جماعت کو سب سے زیادہ بدنام کیا ہے اس شخص کو تو اس جماعت سے خدا واسطے کا بیر ہے۔“

اس کے بعد زیر عنوان (نجدیوں کے ظلم بیان کردہ کتاب سیف الجبار) حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سیف الجبار سے وہ عبارت نقل کی جس میں نجدی کی زبوں حالی اور بد اعتقادی اور اس کے فتنے اور فساد قتل اہل اسلام و نہب اموال کا ذکر ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت نوری میاں صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ اسماعیل حسن صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولانا احمد یار خاں صاحب نعیمی مدظلہ کی کتابوں سے وہ عبارتیں جو نجدی کے خبث اعمال و عقائد کو بتا رہی ہیں نقل کیں اس کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا۔

”ہم نے ان اقتباسات میں قصداً مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی کسی کتاب کا اقتباس نہیں دیا، اس سلسلہ میں صرف اتنا ہی عرصہ کر دینا کافی ہے کہ ان مولانا صاحب کی ہر کتاب ہر سالہ ہر فتویٰ اور ہر تحریر و تقریر میں وہابیوں نجدیوں کو کافر مشرک، گردن زدنی، سوختنی، ڈاکو خائن بد معاش اور نہ جانے کیا کیا لکھا ہے جو سرتاپا غلط ہے۔“

اقول: حضرت علامہ شامی اور حضرت دحلان اور حضرت مولانا فضل رسول

صاحب اور حضرات مارہرہ مقدسہ سے لے کر اس فقیر عبد الحفیظ تک نجدی کے متعلق جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے فتنے برپائے، مسلمانوں کو مشرک و کافر بنایا اور اس طور سے بنام جہاد اس نے قتل کیا، حرمین طہیین پر چڑھائی کی، وہاں کے علماء سادات کو شہید کیا، مالوں کو لوٹا اور غنیمت بنایا، بد اعتقادی پھیلائی، چند مخصوص عقیدے ایجاد کئے، ان عقیدوں کے خلاف سب مسلمانوں کو مشرک کہا، انبیاء اولیا کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی، کھلے ہوئے کافروں مشرکوں یہود و نصاریٰ سے کچھ تعرض نہ کیا۔ ساری قوت جہاد مسلمانوں پر ختم کی۔

فیصلہ کا بہترین طریقہ

جناب روحی صاحب۔ آپ نے نجدی کی ثنا و صفت بیان کی، بڑھایا، چڑھایا، اور علمائے اہل سنت نے زمیوں حالی و بد اعتقادی ظاہر کی۔ اب یہ فیصلہ کیسے ہو کہ کون صحیح کہتا ہے کون غلط، کس نے اس کی واقعی تاریخ قلمبند کی اور کس نے غیر واقعی، آپ نے علمائے اہل سنت پر الزام لگائے وہ صحیح درست ہیں یا جو علمائے اہل سنت نے نجدیوں پر الزام لگائے وہ درست ہیں۔

اس بحث و تمحیص میں کہ تاریخ یہ صحیح ہے جو آپ نے لکھی یا وہ صحیح ہے جو علماء اہل سنت نے لکھی بڑی الجھن پیدا ہوگی اور بات ختم نہ ہونے پائے گی، آپ اپنی کہتے رہیں گے اور ہم اپنی، اس لیے اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم آپ ہی کے مسلمات سے فیصلہ کریں تاکہ آپ کو چون و چرا کا موقع نہ ملے بلکہ آپ دم بخود ہو جائیں اور بغیر تسلیم کئے آپ کو چارہ نہ ہو۔ فرمائیے جناب روحی صاحب یہ مناسب ہوتا کہ آپ کی زبان اور آپ کی تحریر خود فیصلہ کر دے۔ سنئے۔

آپ نے اسی اپنے رسالہ میں علماء و فضلاء دیوبند کی بھی مدح سرائی فرمائی ہے اور ان کی جناب میں اپنا حسن اعتقاد ظاہر فرمایا ہے۔ آپ نے زیر عنوان

(فضلاء دارالعلوم دیوبند) لکھا ہے۔

”علم و عمل کی سادگی، بے تکلفی، جفاکشی، امر بالمعروف نہی عن المنکر اس جماعت کا طرہ امتیاز ہے۔ غرض دارالعلوم کی آغوش تعلیم و تربیت سے چودہ ہزار سے زائد علماء و فضلاء پیدا ہو چکے ہیں جو اسلام کا کلمہ بلند کرنے کے لیے دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور اسلامی تعلیمات کے قدیل روشن کیے ہوئے ہیں ان میں صاحب درس و افتاء بھی ہیں اور مصنف و مبلغ بھی، امراض روحانی کے معالج بھی ہیں اور امراض جسمانی کے طبیب بھی، واعظ بھی اور ادیب بھی ہیں الخ“

اس کے بعد آپ نے انھیں اوصاف سے متصف فضلاء دیوبند کے ناموں کی ایک فہرست بھی لکھ دی ہے جس میں آپ نے مولوی سید احمد حسن صاحب امر و ہوی، مولوی اشرف علی صاحب تھانوی، مولوی حبیب الرحمن صاحب عثمانی مہتمم دارالعلوم، مولوی عزیز الرحمن صاحب مفتی دارالعلوم، مولوی خلیل احمد صاحب انیسٹھوی، مولوی محمد انور صاحب کشمیری، مولوی حسین احمد صاحب (مدنی) کے نام تحریر کئے ہیں اور آخر میں لکھا ہے۔

”جیسے علماء جو آفتاب علم کے آفتاب و ماہتاب ہیں، اسی درس گاہ کے فیض یاب اور اسی مے خانہ کے جرعد نوش ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے علم و فضل، درس و تدریس، رشد و ہدایت، دعوت تبلیغ، سیاسی قیادت اور تصنیفی اور صحافتی کمالات کے باعث اسلام سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔“

جب آپ نے اپنے قلم سے ان کے فضل و کمال پر یہ شاندار خطبہ لکھا تو آپ کے مدد و ح معتمد علیہ اور مستند و مسلم ہوئے، آپ کی تحقیق کے مطابق آپ کے تسلیم شدہ یہ صاحبان، صاحبان افتاء بھی ہیں اور مرشد و ہادی بھی ہیں علم کے آفتاب و

ماہتاب بھی ہیں، امراض روحانی کے معالج بھی ہیں تو آپ ضرور ان کے فتوے اور تحقیقات کے قائل و معتقد ہوں گے اور سر جھکا کر مان لیں گے سنئے۔ ان حضرات نے آپ کے ممدوح فاضل شیخ مجاہد نجدی کے متعلق کیا لکھا ہے، ذرا کان کھول کر سنئے، اور آنکھ کھول کر دیکھئے،

جناب مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی

اپنی کتاب التصدیقات لدفع البلیات معروف بہ مہند مطبوعہ ہلالی اسٹیم پریس سادھورہ ضلع سہارن پور میں ابن عبد الوہاب نجدی سے متعلق سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:-

”ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے خوارج ایک جماعت شوکت والی ہے جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے۔ اس تاویل سے یہ لوگ ہمارے جان اور مال کو حلال سمجھتے تھے ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں (آگے لکھتے ہیں) ان کا حکم باغیوں کا ہے (پھر لکھا) اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبد الوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر مغلب ہو گئے اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتلاتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہ ہی مسلمان ہیں اور جو ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔ (ص ۱۳)“

جناب روحی صاحب۔ اس کتاب پر اور اس جواب پر جناب مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی (جنہیں یہ لوگ شیخ الہند کہتے ہیں) کے اور جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے اور جناب مولوی سید احمد حسن صاحب امرہوی کے اور

جناب مولوی عزیز الرحمان صاحب کے اور جناب مولوی حبیب الرحمان صاحب کے دستخط اور تصدیقات ہیں، یعنی یہ سب اسی مضمون کے جو نجدی کے خلاف ہے۔
موسد ہیں۔

جناب مولوی حسین احمد صاحب

جن کو یہ لوگ مدنی اور اس وقت کا شیخ الاسلام کہتے ہیں جو دارالعلوم کے شیخ الحدیث ہیں اور آپ کے مسلم بھی ہیں اپنی کتاب شہاب ثاقب مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند میں لکھتے ہیں۔

”صاحبو۔ محمد ابن عبد الوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ و عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت و الجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا، ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت کا شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں، سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کے تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا، اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔“ (ص ۵۰)

پھر اس کے عقائد باطلہ نمبر وار گنائے گئے جو حسب ذیل ہیں:-

”(۱) محمد ابن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا، ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

(۲) نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کی حیات ہے تو وہ ہی حیات برزخ ہے جو آحاد امت کو ثابت ہے۔

(۳) زیارت رسول مقبول ﷺ و حضوری آستانہ شریف و ملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت حرام وغیرہ کہتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور و ممنوع بتاتا ہے لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد ان کا استدلال ہے بعض ان میں کے سفر زیارت کو معاذ اللہ زنا کے درجہ میں پہنچاتے ہیں، اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ و سلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں۔

(۴) شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی و ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لاتے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول ﷺ کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے تو سل دعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں، ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاشی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔

(۵) وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ والسلام درود بر خیر الانام علیہ السلام اور

قرأت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے درود بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں۔“

”صاحبان آپ حضرات کے سامنے ملاحظہ کے واسطے یہ چند امور ذکر کر دیئے گئے۔ جن میں وہابیہ نے حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے جب کہ انھوں نے غلبہ کر کے حرمین شریفین کے حاکم ہو گئے تھے ہزاروں کو تہ تیغ کر کے شہید کر دیا اور ہزاروں کو سخت ایذا میں پہنچائیں۔“ (از ص ۵۱ تا ص ۸۳)

جناب مولوی محمد انور صاحب کشمیری

سابق شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند مقدمہ فیض الباری میں لکھتے ہیں۔

”اما محمد بن عبد الوہاب النجدی فانہ کان رجلاً بليداً قليل العلم فكان يسارع الى الحكم بالكفر۔“

اور محمد بن عبد الوہاب نجدی ایک کم علم اور کم فہم انسان تھا اور اس لیے کفر کا حکم لگانے میں اسے کوئی باک نہ تھا۔

جناب روحی صاحب ذرا مولے حرف دکھانے والا چشمہ لگا کر اپنے معتمد و مسلم اپنے پیش کردہ اپنے ممدوح علماء و فضلاء دیوبند کے یہ بیانات پڑھئے اور دیکھئے کہ آپ کے اس مقتداء و پیشوا محمد بن عبد الوہاب نجدی (جس کی مدح و ثنا میں آپ نے ۳۶ صفحہ سے لے کر ۵۸ صفحہ تک سیاہ کئے ہیں) کے متعلق کس قدر سخت و درشت کلمات لکھے ہیں اور کس طرح اس کی زبوں حالی اور بد اعتقادی کو صاف صاف اردو میں بتایا ہے۔

(۱) آپ نے لکھا کہ ابن عبد الوہاب نے دعوت توحید و سنت دی لیکن آپ کے مسلم عالم مولوی حسین احمد نے کہا کہ وہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا

اور تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک جانتا تھا۔

(۲) آپ نے لکھا کہ اس نے جزیرہ کے قلب میں حضور کی تعلیمات اصلی صورت میں جلوہ گر کیں۔ آپ کے معتمد مولوی خلیل احمد صاحب نے لکھا کہ وہ ہمارے نزدیک خارجی ہے اور مولوی حسین احمد صاحب نے لکھا کہ وہ ظالم، باغی، خونخوار، فاسق، فاجر، شقی القلب، خبیث اور لئیرا ہے۔

(۳) آپ نے لکھا کہ اس کا علمی پایہ بلند تھا اور قرآن و حدیث کی بات کہتا تھا آپ کے مستند مولوی انور شاہ صاحب نے لکھا کہ وہ جاہل اور پلید یعنی غبی اور بیوقوف تھا، اور مسلمانوں کو کافر بنانے میں اسے باک نہ تھا

جناب روحی صاحب آپ نے جن کلمات میں نجدی کی مدح فرمائی اسی کے بالکل خلاف آپ کے فضلاء دیوبند نے ظالم، فاسق، باغی، خونخوار، خارجی، خبیث، شقی القلب مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانے والا، شان نبوت میں گستاخی کرنے والا مسلمانوں کا موقی پلید قلیل العلم، عقائد باطلہ رکھنے والا جیسے الفاظ سے یاد کیا۔

فرمائیے آپ کے خلاف آپ کے مسلم فضلاء دیوبند نے نجدی وہابی کے متعلق اس کے زبوں حال اور بد اعتقاد ہونے کا فیصلہ کر دیا۔ اس فیصلہ کو قبول کرنے سے آپ کو انکار تو نہ ہوگا اور نجدی وہابی کی مدح سرائی واپس لے لیجئے گا۔ فرمائیے آپ کے خلاف فضلاء نے فیصلہ دیا تو آپ کو ندامت و خجالت ہوئی یا نہیں۔ ذرا اپنی روح کو مضبوط تھام لیجئے گا کہ کہیں فرط خجالت و شرمندگی سے پرواز نہ ہو جائے، اپنے ہاتھوں پر قابور کھے گا کہ کہیں دانتوں تک نہ پہنچ جائیں۔

اور دیکھئے! کہیں اپنے علماء و فضلاء کے متعلق نہ کہہ دیجئے گا کہ ان لوگوں نے شیخ پر اتہام و الزام لگایا۔

جناب روحی صاحب فرمائیے کہ علمائے اہل سنت از حضرت علامہ شامی و حضرت علامہ دحلان و حضرت مولانا فضل رسول صاحب تائیں فقیر نے نجدی کے متعلق جو کچھ لکھا، وہی ہے نا جو آپ کے فضلاء دیوبند نے لکھا، بلکہ آپ غور کریں تو ان سے کہیں زائد اور مفصل آپ کے فضلاء نے لکھا۔

روحی صاحب آپ نے حضرات اہل سنت کو اتہام و الزام لگانے والا بتایا حالانکہ جو انھوں نے لکھا وہ ہی آپ کے فضلاء نے لکھا تو آپ یہاں اپنے فضلاء کو بھی اتہام اور الزام لگانے والا بتائیں گے۔ آپ نے سب سے پہلے علامہ شامی پر حملہ کیا کہ انھوں نے فتاویٰ شامی میں نجدی کے خلاف زہرا گلا گرا کر آپ نے دیکھا کہ آپ کے مسلم مولوی خلیل احمد نے خود علامہ شامی کا حوالہ دے کر اور مولوی محمود حسن صاحب، مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ نے تصدیق کر کر علامہ شامی کے قول کی تصدیق کر دی، اور مولوی حسین احمد صاحب نے تو صاف صاف صاف وہی لکھ دیا، جو علامہ شامی نے لکھا، فرمائیے علامہ شامی کا حوالہ دے کر یہ سب بھی رضا خانی مولوی ہو گئے آپ نے علامہ شامی کے متعلق یہ چبتا ہوا جملہ کہا ”ابن عابدین شامی نے حکومت کے اثر سے ان غریبوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر کے اپنی دنیا سنبھال لی، براہواس دنیا پرستی اور سنہری سکوں کا جس کے عوض شامی نے نجدیوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے۔“

فرمائیے جناب روحی صاحب یہ آپ کے مسلم فضلاء نے بھی تو وہ ہی لکھا ہے۔ جو علامہ شامی نے تو آپ کے فضلاء نے بھی حکومت کے اثر سے ان غریبوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف تمام فضلاء دیوبند نے متحدہ محاذ بنا لیا اور دنیا سنبھالی۔ دنیا اور سنہری سکوں کے عوض انھوں نے نجدیوں کو دل کھول کر قلم چلا کر بدنام کیا۔ کیا فرماتے ہیں جناب روحی صاحب۔

جناب روجی صاحب۔ آپ نے زیر عنوان (ترکی اور مصری اور انگریزی حکومتوں سے ٹکراؤ) لکھا:-

”اس طرح ترکی، مصری اور انگریزی پروپیگنڈے سے یہ حق والی جماعت بدنام ہوئی، ترکی اور مصری حکومتوں نے تنخواہ دار مولوی اور پیر فراہم کئے اور ان کے خلاف الزامات و اتہامات کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔“

فرمائیے آپ کے فضلاء دیوبند مولوی خلیل احمد صاحب، مولوی محمد حسین صاحب مولوی اشرف علی صاحب، مولوی عزیز الرحمان صاحب، مولوی حبیب الرحمان صاحب، مولوی انور شاہ صاحب، مولوی حسین احمد صاحب بھی انگریزی، مصری اور ترکی حکومتوں کے تنخواہ دار مولوی اور پیر تھے جو نجدیوں کے خلاف ہوئے اور ان کی زیروں حالی اور بد اعتقادی کو طشت از بام کیا اور اتہام الزام لگائے، کیا ہندوستان میں ترکی و مصری و انگریزی اقتدار کا اثر ان فضلاء دیوبند پر بھی ہوا جیسا کہ علامہ شامی اور علامہ دحلان پر ہوا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم حد ہو گئی غلط گوئی اور افترا کی۔

اور یہ تو فرمائیے کہ نجدیوں کے خروج کے زمانہ میں حجاز میں مصری و ترکی اثر تو تھا، مگر آپ کے انگریز وہاں کب تھے جو ان کو بھی سان لیا یا یوں ہی مسلمانوں کے بھڑکانے کے لیے انگریزوں کا نام لے دیا۔

جناب روجی صاحب آپ نے قسم کھالی ہے کہ ایک بات بھی صحیح نہ لکھوں گا آپ نے نجدی کے متعلق جو کچھ مدح سرائی کی وہ سر تا پا غلط ٹھہری، صحیح تاریخ وہی ہے جس کو علمائے اہل سنت نے قلم بند کیا، جس کی تائید و تصدیق لفظ بہ لفظ آپ کے فضلاء دیوبند نے کی۔

جناب روجی صاحب آپ نے آخر میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا کہ ان کا کوئی فتویٰ، کوئی تحریر خالی نہیں جس میں نجدی کو وہابی، ڈاکو، خائن، بدمعاش وغیرہ نہ کہا ہو۔ اگر کہا تو کیا غلط کہا جیسا تھا ویسا کہہ دیا۔ ان کا کہنا تو آپ کے جگر کے پار ہو گیا، دکھ ہوا، درد ہوا، مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ کے مروجین فضلاء دیوبند نے کیا کچھ کم کہا ہے، ان کے الفاظ ان کی عبارتوں میں دیکھئے۔ ظالم، باغی، خونخوار، فاسق، شقی القلب، لئیرا، وہابی، خبیث، پلید، خارجی، کافر و مشرک گر، گستاخ بے ادب سب ہی کچھ کہہ ڈالا، کیا کہئے گا اپنے فضلاء دیوبند کو۔

جناب روحی صاحب ایک قول کے دو قائل ہوں، ایک مضمون کے دو قائل ہوں تو ایک کو مطعون کرنا، ملزم قرار دینا، دنیا پرست، سنہرے سکوں کا حاصل کرنے والا بنانا، ترکی و مصری و انگریزی حکومتوں سے متاثر کہنا، خدا واسطے کا بیر ٹھہرانا، اور دوسرے کو صاحب رشد و ہدایت بنانا آفتاب و ماہتاب علم کہنا، اسلام کی قندیل روشن کرنے والا کہنا، امراض روحانی کا معالج ماننا۔ مفتی و واعظ اسلام کا خطاب دینا۔ یہ کون سا انصاف ہے۔ کون سی دیانت ہے۔ ذرا آئینہ میں اپنا منہ دیکھئے اور وجہ فرق بتلائیے۔

جناب روحی صاحب۔ آپ نے علمائے اہل سنت کا ذکر کیا تو ایسے بھونڈے انداز میں اور ایسے گرے ہوئے جملوں میں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب آپ کے شاگرد اور آپ سے سبق پڑھے ہوئے ہیں۔ آپ کی درس گاہ کے طالب علم ہیں۔ آپ کا فتنا صرف یہ ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہ لوگ کوئی صاحبان علم و فضیلت نہیں، معمولی قسم کے لوگ ہیں۔ آپ نے یہ انداز اختیار کر کے ایک تو مسلمانوں کا دل دکھایا دوسرے دھوکہ دیا۔

سچے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ وہ علم و فضل رکھتے ہیں کہ ملک شام کے مفتی

کہلاتے ہیں۔ فتاویٰ شامی ان کی کتاب حنفیہ کے یہاں معمول تھا حنفیوں کا کوئی دارالعلوم کوئی مدرسہ ایسا نہیں جہاں فتاویٰ شامی پر عمل نہ ہوتا ہو، آخر آپ کے فضلاء دیوبند نے بھی اسی کا حوالہ دیا اور سند میں پیش کیا۔

حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ۔ حرم محترم مکہ معظمہ کے مفتی ہیں۔ جنہوں نے مذہب شافعی اور مسلک اہل سنت کی بہترین خدمات انجام دیں اور انہیں کی کتاب الدرر السدیہ کے مضامین کا ترجمہ آپ کے معتمد مولوی حسین احمد صاحب نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں لکھا۔

”حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے بعد مرتبہ رکھتے ہیں آپ استاذ الہند حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کے ہم عصر ہیں، آپ نے عقائد میں ایک کتاب لکھی المستند المستند جس کی تقریظ مولانا فضل حق خیر آبادی نے فرمائی، جس میں حضرت بدایونی کو عالم تبحر، فاضل اہل سنت، امام وقت جیسے شان دار کلمات سے یاد فرمایا، ظاہر ہے کہ حضرت مولانا فضل حق، خیر آبادی جس کی تعریف کریں اس کی شان کس قدر بلند ہوگی۔“

حضرات علمائے مارہرہ شریف رحمۃ اللہ علیہم ہندوستان کے باوقار و ذی علم خاندانوں سے ایک خاندان سے مستحب ہیں۔ سادات کرام ہیں۔ حضرت غوث پاک کی اولاد ہیں، طریقت و شریعت کے جامع ہیں مقتدائے اہل سنت ہیں، لاکھوں انسان اس خاندان سے علمی و روحانی فائدے حاصل کرتے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ جناب مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے بے مثل فقیہ تھے۔ علوم منطق و فلسفہ کے ماہر تھے۔ جناب مولانا ہدایت اللہ خاں جو پوری کے شاگرد رشید تھے۔ مدتوں اجمیر شریف کے مدرسہ عالیہ میں

صدر مدرس رہے، سینکڑوں علماء ان کے شاگرد ہیں جو اپنے اپنے مقام پر اپنی خدمات میں مشغول ہیں۔ جناب مولانا غلام جیلانی صاحب مدرسہ اسلامیہ میرٹھ میں صدر مدرس ہیں۔ جناب مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب دارالعلوم مبارک پور کے صدر مدرس ہیں، جناب مولانا شمس الدین صاحب جوئی پوری مدرسہ منظر الحق ٹائڈہ کے صدر مدرس ہیں۔ جناب مولانا رفاقت حسین صاحب بہاری مدرسہ احسن المدارس کانپور کے صدر مدرس ہیں۔ جناب مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری ناظم و صدر مدرس جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائل پور پاکستان ہیں۔ جناب مولانا ارشد قادری صدر مدرس مدرسہ فیض العلوم ٹانگر ہیں۔ جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب اڑیسوی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان کا تو کہنا ہی کیا جن کے علم کا ڈنکا عرب و عجم میں بج چکا ہے جنہوں نے وہابیت و دیوبندیت کو موت کے گھاٹ اتارا، ایک ہزار سے زائد رسائل و کتب کے مصنف علم دین کے سوا جغرافیہ، ہیئت، جفر، منطق و فلسفہ ریاضی کے ماہر عالم جنہیں تمام عرب نے اس زمانہ کا مجدد تسلیم کیا ان کی شان میں کلمات مدح و ثنا تحریر کیے جن سے اکثر علماء عرب و فضلاء حرم محترم نے سندیں لیں۔

جناب روحی صاحب آپ نے ان حضرات پر نکتہ چینی کی، طرح طرح کے الزام لگائے، آپ کا یہ انداز اہل نظر و فکر کے نزدیک کوئی قابل تحسین نہیں۔ جناب روحی صاحب آپ اور ان حضرات پر نکتہ چینی، حالانکہ آپ علم عربی سے کورے دینیات سے بے بہرہ کیا صرف پروفیسر ہونے سے بڑھ گئے، جو آپ نے ان کو معمولی افراد سمجھا اور طعنہ زنی کی، آپ جیسے سینکڑوں پروفیسر تو ان حضرات کے کفش بردار ہیں، ریزہ خوار ہیں، آپ ان کے شاگردوں کے شاگردوں کی

حیثیت کے بھی برابر نہیں، انسان کو اپنا منہ اپنا وزن، اپنی حیثیت دیکھ کر زبان سے بات نکالنا چاہیے۔

جناب روحی صاحب پاکستان پہنچ کر وہابیت کی مدح سرائی اور علمائے اہل سنت پر طعنہ زنی سے آپ کچھ وہابیت کو تو بڑھا نہیں سکتے، سنت کو مٹا نہیں سکتے، ہاں یہ ممکن ہے کہ بڑوں کی ٹوپی اچھالتے سے آپ کچھ مشہور ہو جائیں پاکستان کے وہابی آپ کو جاننے لگیں، دعوتیں آئیں، جلب منفعت کا سبب بنیں، اور آپ اپنی دنیا سنبھال لیں، اور اسی کی آپ کو ضرورت بھی ہے اس لیے کہ آپ خود گھر کے دولت مند تو ہیں نہیں یہاں آگرہ ہی میں آپ کی اقتصادی حالت نازک تھی بہتوں کے آپ قرضدار ہو کر گئے، ان کے مطالبے آپ کے سر پر ہیں۔ پاکستان پہنچنے کے بعد اس کی ضرورت زیادہ ہوئی۔ اسی واسطے یہ رسالہ تحریر میں آیا کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی طرح کچھ کام چلے گا، جیب پر ہوگی، ہاتھ گرم ہوں گے روزگار چلے گا۔ بہر حال وہابیت کی مدح سرائی۔ آپ کے لیے مفید ضرور ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

جناب روحی صاحب۔ ذرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نجدی کی زبوں حالی و بد اعتقادی کے متعلق یہ پیشین گوئی جس کو امام بخاری نے روایت فرمایا ہے۔ سن لیجئے۔

حضور نے ملک یمن اور شام کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ صحابہ نے نجد کے لیے بھی عرض کیا حضور نے فرمایا۔ ہناک الزلازل والفتن و بہا یطلع قرن الشیطان۔ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینک وہاں نکلے گا۔ فرمائیے اس پیشین گوئی کا مصداق ابن عبد الوہاب کے سوا اور کوئی ہے علمائے اہلسنت اور آپ کے فضلاء دیوبند نے جو اس کے زبوں حالی کی تاریخ

قلمبند کی اس کی تائید حضور کی یہ پیشین گوئی کر رہی ہے یا نہیں۔ اس سے فتنے برپا ہوئے یا نہیں۔ شیطانی حرکات کا اس سے ظہور ہوا یا نہیں۔ اگر اس پیشین گوئی کا مصداق نہیں ہے، تو بتائیے کہ ان تیرہ سو برس میں نجد میں کون ایسا پیدا ہوا جو پورا پورا اس پیشین گوئی کا مصداق ہو۔

افسوس صد افسوس کہ حضور تو اس کے قرن الشیطان ہونے کی خبر دیں زلزلے اور فتنے والا بتائیں اور آپ اس کو داعی الی التوحید والنسۃ فاضل اجل شیخ الاسلام امر بالمعروف نہایت عن المنکر کہیں، آپ کو شرم آنی چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ایک مرد تمیمی بولا کہ انصاف سے تقسیم کیجئے، حضور نے فرمایا میں انصاف نہ کروں گا تو روئے زمین پر کون انصاف کرنے والا ہوگا، ایک صحابی نے اس کی اس گستاخی پر قتل کی اجازت چاہی، حضور نے فرمایا۔ ”اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی، جو قرآن پڑھے گی مگر مقبول نہ ہوگا وہ دین اسلام سے ایسے کورے ہوں گے جیسے تیر شکار سے صاف نکلتا ہے یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔“ (بخاری شریف)

جب ابن عبد الوہاب کا نب دیکھا جاتا ہے تو اسی مرد تمیمی کے قبیلہ بنی تمیم سے ملتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ پیشین گوئی سے ابن عبد الوہاب اور اس کی جماعت مراد ہے، اور پیشین گوئی کے یہ الفاظ تو ملاحظہ فرمائیے کہ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے نہ بولیں گے۔ فرمائیے آپ کے فضلاء دیوبند کے بیان کے مطابق کہ انھوں نے بتایا کہ نجد یوں نے مسلمانوں کو شہید کیا، حرمین شریفین کے علماء کو قتل کیا۔ یہ پیشین گوئی نجد یوں پر پوری پوری صادق آئی یا نہیں۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ ان تیرہ سو برس میں ابن عبد الوہاب کے سوا کون ایسی جماعت

پیدا ہوئی، جس نے مسلمانوں کو قتل کیا حرمین طہیین پر چڑھائی کی۔

افسوس کہ جس کو آپ مجاہد اسلام کہیں، اس کی مدح کے گیت گائیں، اس کا جہاد صرف یہ کہ مسلمانوں کو قتل کیا، ان کا مال لوٹا، اس کو مجاہد اسلام کہتے آپ کو حیا نہیں آتی۔ روحی صاحب ذرا تاریخ سے ثابت تو کیجئے کہ آپ کے مجاہد اسلام نے کتنے بت پرستوں کے ساتھ جنگ کی، کتنوں کو مارا اور کتنے یہود و نصاریٰ سے لڑے۔

افسوس ہزار افسوس آپ کی ذہنیت پر کہ آپ نے نجدی کی اتنی طرفداری کی ایسا سراہا کہ اپنے فیصلہ کے خلاف بھی قدم اٹھایا اور حضور کی پیشینگوئی کے خلاف بھی راہ چلے۔

جناب روحی صاحب یاد رکھئے کہ یہ آپ کا قلم اور آپ کی دوات اور آپ کا کاغذ اور آپ کے لکھے ہوئے نقوش و حروف آپ ہی کے خلاف میدان قیامت میں گواہی دیں گے کہ اے رب ذو الجلال والجلال اس پروفیسر نے دنیا کی متاع اور سنہری روپیلی سکوں کی وصول تحصیل کی خاطر نجدی کی مدح سرائی کی نہ اس نے علماء اہل سنت کی مانی نہ اپنے فضلاء دیوبند کی بلکہ نہ حضور کی پیشینگوئی کی پروا کی۔

اور کیوں جناب روحی صاحب آپ نے اپنی ذہنیت کے ثبوت میں جو چیز پیش کی وہ مولوی مسعود عالم ندوی کی لکھی ہوئی تاریخ پیش کی تو آپ کے مسعود عالم کوئی قطب وقت ہیں، ابن خلدون زمانہ ہیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی محمود حسن صاحب اور مولوی اشرف علی صاحب اور مولوی انور شاہ صاحب اور مولوی حسین احمد صاحب سے علم میں فضل میں تاریخ دانی میں حالات نجدی کے جاننے میں بڑھ چڑھ کر ہیں جو ان کی لکھی ہوئی بات مان لی جائے اور ان فضلاء دیوبند کو اس بحث کے سلسلہ میں نظر انداز کر دیا جائے، بڑے شرم کی بات ہے کہ ایک

معمولی شخص کی لکھی ہوئی تاریخ پر اتنا اعتماد کہ اس کو سند میں پیش کیا جائے اور فضلاء دیوبند کے لکھے ہوئے کو غیر معتبر مانا جائے، جناب روحی صاحب وضع کی پابندی کیجئے در در نہ پھر یے ورنہ نہ گھر کے رپے گانہ گھاٹ کے۔

جناب روحی صاحب آپ نے علامہ دحلان پر الزام لگایا کہ جب ہندوستان میں انگریز کی حکومت قائم ہو رہی تھی اور مسلمان جہاد کے نشہ میں تھے اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر ہندوستان کو انگریزوں کے منہوں قبضہ سے بچانے کی فکر میں تھے اس وقت ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ دیا اور انگریز کا ساتھ دیا۔

جناب روحی صاحب فتویٰ کے نوک پلک کا سمجھنا تو آپ کے علم سے کوسوں دور ہے آپ کیا جانیں کہ دارالحرب کسے کہتے ہیں اور دارالاسلام کسے اور کب دارالحرب ہوتا ہے اور دارالاسلام دارالحرب، یہ ایک مفصل بحث کو چاہتا ہے اور آپ کے سامنے یہ تحقیق رکھنا ایسا ہی ہے جیسے بھینس کے سامنے بین بجانا۔

مگر آپ کو میں بتاؤں کہ اس وقت فرنگی محل لکھنؤ کے علماء میں سے جناب مولانا عبدالحی صاحب نے بھی تو یہی فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

”وہی نمائند کہ بلاد ہند کہ در بعضہ نصاریٰ اند دارالاسلام ہستند و شروط بودن دارالحرب دراں موجود نیستند اگرچہ دراں تھا احکام کفرہ جاری اند، مع ہذا احکام اسلام ہم خصوصاً اصول و ارکان اسلام جاری اند“۔ (مجموعہ فتاویٰ ج ۱)

علامہ دحلان تو مکہ میں تھے، ان کو انگریزوں سے کیا واسطہ، مگر مولانا عبدالحی صاحب تو ہندوستان ہی میں تھے، کہے کہ انھوں نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا کہ دارالاسلام بنا کر مسلمانوں کو جہاد سے روک دیا، اور آپ کے فضلاء دیوبند کے

مقتدائے دوم معلم ثانی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی تو ہندوستان کے دارالحرہ ہونے کا فتویٰ نہ دیا اور یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

”ہندوستان کے دارالحرہ ہونے میں علمائے حال مختلف ہیں، اس میں بندہ فیصلہ نہیں کرتا“ (فتاویٰ رشیدیہ)

فرمائیے انھوں نے بھی ہندوستان کے دارالحرہ ہونے کا فتویٰ نہ دے کر انگریزوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کو جہاد کرنے سے ٹھنڈا کر دیا۔ فرمائیے کہ یہ الزام صرف علامہ دحلان ہی پر رہا یا مولانا عبدالحی صاحب اور مولوی رشید احمد گنگوہی پر بھی آیا، افسوس ہے آپ کی ذہنیت پر۔ خداوند تعالیٰ آپ کو ہدایت دے، اور وہابی، نجدیوں کے پھندے سے نکالے۔ آمین

جناب روحی صاحب، آپ اور آپ جیسے دس بیس سو دو سو ہزار دس ہزار لاکھ، دس لاکھ اور اس سے بھی زائد اکٹھے ہو جائیں، اور ابن عبد الوہاب کی پیشانی پر اس کی زبون حالی اور بد اعتقادی کا وہ لوٹائیگا جو لگ چکا ہے جہاد میں سے رگڑ رگڑ کر دور کرنا چاہیں تو مٹ نہیں سکتا۔ حضور کی پیشینگوئی غلط نہیں ہو سکتی وہ مفسد اور فتنہ پرور بد عقیدہ اور بقول مولوی حسین احمد صاحب، ظالم فاسق باغی خونخوار لٹیرا، خبیث، خارجی ضرور کہا جائے گا، اور آپ نے جو کچھ لکھا وہ سب غلط در غلط ہے، مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اپنی دنیا سنبھالنا ہے۔

سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی

یہ نمبر ص ۷۰ سے زیر عنوان (سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی) شروع ہوا اور ص ۸۸ پر ختم ہو گیا ہے۔

آپ نے زیر عنوان (تحریک جہاد) سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی کی جہادی ٹیگ و دو پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

”سکھوں کے مظالم کے سلسلے میں پچھلے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس دور میں جب کہ پنجاب میں نماز پر پابندی تھی، اذان دینا جرم تھی، ذبیحہ بند تھا مسجدوں کی بے حرمتی عام تھی، سکھوں کے ظلم حد کو پہنچے ہوئے تھے، لہذا حضرت سید احمد شہید اور مولوی اسماعیل شہید نے اس طاغوتی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور سکھوں سے مورچہ لیا۔“

پھر آپ نے لکھا: ”اور اس طرح ۱۸۳۱ء میں بمقام بالا کوٹ سید احمد شہید اور اسماعیل شہید نے اسلام کی سر بلندی، دین کی سر بلندی، قیام صلوٰۃ کی جدوجہد اذان سے پابندی دور کرنے کی سعی، مسلمانوں کو سکھوں کے مظالم سے چھڑانے کے لیے اپنی جان تک قربان کر دی، اس معرکہ کارزار کی تفصیلات سے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ حیات طیبہ مرزا حیرت دہلوی۔ سیرت احمدی مولوی محمد جعفر تھانیسری، سیرت سید احمد شہید، مولوی ابوالحسن ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک مولوی مسعود عالم ندوی..... اور مسلمانوں کا روشن مستقبل از مولوی طفیل احمد بنگلوری دیکھنا چاہیے۔“

بہت اچھا دیکھ لیں اور خوب دیکھ لیں اور دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ جو کچھ آپ نے لکھا صرف زور زبان اور روانی قلم ہے، نہ اسلام کی سر بلندی مقصود تھی نہ کتاب و سنت کی سر بلندی، نہ سکھوں سے جہاد اسلامی بلکہ صرف تبلیغ و ہابیت، مذہب نجدی کی اشاعت خیر اس کا ثبوت تو ہم بعد میں دیں گے، پہلے ہم سکھوں سے جہاد کی غایت و حکمت دیکھنا چاہتے ہیں۔

بات یہ ہے

کہ جب ہندوستان پر انگریزوں کا تغلب ہوا تو ہندوستان کے صوبوں میں سخت و درشت ہیکڑ صوبے دو تھے۔ پنجاب اور سرحد، پنجاب میں سکھوں کا تغلب تھا

اور سرحد میں مسلمانوں کی قوت تھی، یہ دونوں صوبے اپنے پٹھے پر انگریزوں کو ہاتھ نہ رکھنے دیتے تھے۔ انگریز کو ان دونوں صوبوں سے سخت خطرہ تھا اور وہ جانتا تھا کہ اگر یہ دونوں قبضے میں نہ آئے تو حکومت محتل و متزلزل رہے گی، ضرورت تھی کہ پنجاب و سرحد پر ایسے لوگ متعین ہوں جو صورت و شکل میں ان جیسے ہوں اور ان کو اپنے قابو میں لائیں چنانچہ اس کام کے لیے اس نے سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل کوتا کا اور نشانہ ٹھیک لگا۔ ان دونوں کی انگریز نے مدد کی اور سکھوں اور سرحدی مسلمانوں سے ان دونوں نے جنگ کی۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

جب انگریز یہاں متغلب ہو رہا تھا پنجہ جمار ہا تھا تو سب سے پہلے انگریز سے جہاد کرنا چاہیے تھا نہ کہ سکھوں سے۔ یہ بات قابل غور ہے بہت گہری عقل سے سوچنے کی ہے۔ مگر انگریزوں سے تو جہاد کرنے کو منع کر دیا اور عدم جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا۔

حیات طیبہ مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۲۹۶ میں ہے۔ ”مکملہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے۔ تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں ہے ایک تو ان کی رعیت ہیں دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔“

یہی واقعہ تاریخ عجیبہ محمد جعفر تھاعسری مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۷۳ میں درج ہے اور سنیے اسی تواریخ عجیبہ کے صفحہ ۹۱ میں سید احمد کا یہ مقولہ درج ہے۔

”ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرا دیں۔“

جناب روحی صاحب! یہ حوالے آپ ہی کے پیش کردہ اور مانی ہوئی تواریخ کے ہیں جن کو تسلیم کرنے میں آپ کو چون و چرا کا حق نہیں۔

پہلے تو یہ سنئے کہ آپ نے علامہ دحلان پر یہ الزام لگایا کہ انگریزوں پر عدم جہاد کا فتویٰ دے کر انگریزوں کا ساتھ دیا اور مسلمانان ہند کے جوش جہاد کو ٹھنڈا کر دیا فرمائیے آپ کے ہندوستان کے مجاہدین اسلام پیرو مرید دونوں نے کیسے عدم جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا بلکہ یہاں تک کہہ مارا کہ جوان سے لڑے مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان سے لڑیں۔ فرمائیے انھوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا یا نہیں اور فرمائیے کہ وہ قوت جہاد اسلام صرف سکھوں کے لیے تھی۔ انگریزوں کے لیے نہ ہوئی۔

دوسرے یہ سنئے کہ انگریزوں سے عدم جہاد کا فتویٰ دینا، یقیناً انگریزوں سے دوستی کا مترادف ہے اور صاف بتا رہا ہے کہ سکھوں سے جہاد کرنا اسلامی جہاد نہ تھا بلکہ انگریزوں کی دوستی کا حق ادا کرنا تھا اور سکھوں کی قوت توڑ کر انگریزوں کا پنجہ جمانا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سید صاحب اور اسماعیل کی تیاری جہاد پر انگریز خاموش رہے اور نکتہ چینی نہ کی۔ بلکہ مدد کی۔ سنئے

تواریخ عجیبہ ص ۱۸۲ میں ہے۔

”اس سوانح اور نیز مکتوبات منسلک سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے، اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی، تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ مدد نہ پہنچتی مگر سرکار

انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔“

فرمائیے جناب روحی صاحب بالکل وہ ہی بات کہ وہ سکھوں پر جہاد کا نام اسلامی جہاد تو برائے نام تھا۔ مقصود سکھوں کی طاقت کمزور کرنا اور انگریز کا تسلط قائم کرنا تھا۔

جناب روحی صاحب اور سناؤں دیکھئے۔ حیات طیبہ ص ۳۰۲

”سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے تو سید صاحب نے مولانا اسماعیل کے مشورے سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لیفٹیننٹ گورنر مملکت مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرنے کو ہیں، سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے، لیفٹیننٹ گورنر صاحب نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری میں اور امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں کچھ سروکار نہیں۔“

فرمائیے مجاہدین اسلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگریز ایسے دشمن اسلام سے سکھوں پر جہاد کی اجازت چاہی جائے اور انگریز سے تعرض نہ کیا جائے اور سنئے۔

تواریخ عجیبہ ص ۸۹

”اس وقت ہر شہر و قصبہ و گاؤں واقعہ برٹش انڈیا یعنی انگریزی عملداری واقع ہند میں علانیہ سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ ہوتا تھا۔ (اس کے بعد لکھا) اس کے بعد جب سید صاحب ملک یاغستان میں پہنچ کر سکھوں سے جہاد میں مصروف تھے اس وقت ایک ہندوی سات ہزار روپیہ کی جو بذریعہ ساہوکاران دہلی مرسلہ محمد اسحاق صاحب بنظم سید صاحب روانہ ہوئی تھی ملک پنجاب میں وصول نہ ہونے پر اس سات ہزار کی واپسی کا دعویٰ عدالت دیوانی میں دائر ہو کر ڈگری ہوا اور پھر ہنگام اپیل عدالت عالیہ دیوانی ہائی کورٹ آگرہ میں بھی حکم ڈگری بحق مدعی

بحال رہا۔“

فرمائیے جناب یہ سات ہزار کی ہنڈی کس نے بھیجی۔ کیا بالواسطہ یہ انگریزوں کی امداد نہ تھی۔ اور سنے

سیرت سید احمد مولوی ابوالحسن ندوی حصہ اول ص ۱۹۰

”اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ انگریز گھوڑے پر سوار چند پالیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں، انگریز گھوڑے پر سے اتر اور ٹوپی ہاتھ میں لیے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیئے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں آج انھوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قافلہ کے ساتھ تمھارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ یہ اطلاع پا کر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا۔ تیار کرانے کے بعد لایا ہوں۔ سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے۔ کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔“

فرمائے جناب روحی صاحب۔ انگریز بے وقوف نہیں جو بلا کسی وجہ کے کسی کی خاطر کریں اور قافلہ کے قافلہ کو کھانا کھلائیں اور آمد آمد کا انتظار کریں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ پھر دو تین گھنٹہ بیٹھ کر گفتگو کر کے گیا۔ یہ کیا گفتگو ہوئی۔

سید صاحب سے انگریز دوستی، خاطر، تواضع اور دو تین گھنٹہ کی رازدارانہ گفتگو صاف صاف بتا رہی ہے کہ سید صاحب حقیقتہً انگریز کا کام کر رہے تھے اس کے پٹو بنے ہوئے تھے۔ سکھوں پر جہاد کا تو صرف نام تھا۔ اور ذرا یہ بھی سن لیجئے۔

تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۷۰

”حضرت (مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی) نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انیٹھ نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے بہت سی کراٹیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبدالحی لکھنوی و مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب رام پوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاز میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسمیٰ یا محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔“

جناب روحی صاحب فرمائیے۔ آپ کے مجاہد اسلام نے تو سکھوں پر جہاد کا وعظ کیا تیاری کی۔ مگر انھیں چھوڑ کر پہلا جہاد مسلمانان باشندگان یاغستان سے کیا۔ کہیے جہاد اسلامی اسی کا نام ہے کہ مسلمانوں کو قتل و غارت کیا جائے۔ تف ہے ایسے جہاد پر اور نفرین ہے ایسے مجاہد پر۔

خلاصہ یہ کہ

آپ نے سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی کی جہادی تگ و دو کو جس قدر سراہا اور انھیں مجاہدین اسلام کہہ کر چڑھایا۔ اس کی حقیقت آپ ہی کی پیش کردہ تواریخ سے لکھی گئی کہ یہ صرف سکھوں پر جہاد کا نام تھا اور انگریزوں کی حکومت کا بیجہ مضبوط کرنا تھا۔ اسی لیے اس نے روپیہ پیسہ سے مدد کی، دعوتیں دے کر کھانا کھلا کر خاطر تواضع کی اور انھوں نے بھی صاف کہہ دیا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا جائز نہیں بلکہ جو انگریزوں سے لڑے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان سے لڑیں انگریزوں کی ہم رعایا ہیں۔ ان لله وانا الیہ راجعون۔

شہیدین

جناب روحی صاحب آپ نے سید احمد شاہ اور اسماعیل دہلوی کو شہیدوں میں

شمار کیا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ شہید کسے کہتے ہیں۔ شہید وہ ہے جو اسلامی جہاد کے سلسلہ میں کافروں کے ہاتھ سے میدان جنگ میں مارا جائے۔

جب سکھوں سے ان دونوں کی جنگ اسلامی جنگ نہ تھی، بلکہ انگریز کی حکومت کے جمانے اور اس کو تقویت پہنچانے کے لیے تھی تو اگرچہ اس سلسلہ میں وہ سکھوں کے ہاتھ سے مارے گئے تو شہید نہ ہوئے۔ شہید کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی۔

لیکن واقعات کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سکھوں کے ہاتھ سے نہیں مارے گئے بلکہ مسلمانوں نے ختم کیا یہ تو آپ کی پیش کردہ کتب تاریخ سے ثابت ہوا کہ انھوں نے مسلمانوں سے بھی جنگ کی تو کیا عجب ہے کہ مسلمانوں نے اپنے سے جنگ کرنے کی وجہ سے ختم کر دیا ہو۔

چنانچہ ہمارے نزدیک معتبر واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں جب مقام پنج تار پنچے تو وہاں کے رئیس فتح خاں نامی نے شروع میں ان لوگوں کی بڑی خاطر تواضع کی اور یہ لوگ چند دنوں وہاں رہے لیکن ان دونوں نے وہاں کے لوگوں پر ظلم و ستم شروع کیا۔ ان کو بد عقیدہ بد مذہب ٹھہرایا، بات بڑھتی گئی تو ان پٹھانوں نے ان کو وہیں ختم کر دیا۔ اگر یہ واقعہ ایسا ہی ہے اور ایسا ہی ہے تو مسلمانوں کے ہاتھ سے اپنے ظلم و ستم کی وجہ سے مارے گئے۔ تو پھر شہید کہاں ہوئے جو شہید شہید کا ایک شور بے ہنگم مچا رکھا ہے۔ فاعتبر و ایا اولی الابصار۔

مذہبی تنگ و دو!

جناب روحی صاحب یہ تو آپ کے سید صاحب اور اسماعیل صاحب کی جہاد کی تنگ و دو تھی۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ صرف انگریز نے اپنا کام نکالا اور ان کے ذریعے سکھان پنجاب اور مسلمانان سرحد پر پنجہ جمانا چاہا۔ انگریز نے ان کی مالی

امداد کی۔ دعوتوں سے خاطر تواضع کی۔ اب مذہبی تنگ و دو کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔

آپ اور آپ کے مسعود عالم صاحب نے یہ تو تسلیم کر لیا ہے کہ نجدی وہابی اور اسماعیلی تحریک دونوں کا ایک جذبہ تھا۔ اور دونوں کا طریقہ کار بھی ایک ہی تھا آپ فرماتے ہیں۔

”یہ اتفاق کی بات ہے کہ دونوں کی تحریکیں ایک ہی جذبہ اور ایک ہی مقصد کے لیے وجود میں آئی تھیں اور اس وقت کے ماحول کے مطابق کم و بیش ایک ہی طریقہ کار دونوں نے استعمال کیا۔“ ص ۳۷

پھر آپ نے ص ۷۳ پر لکھا

”جہاں یہ حضرات لوگوں کو اسلام کی سر بلندی کے لیے جہاد پر آمادہ کر رہے ہیں، وہیں ان کو اسلام کی سیدھی سادی زندگی اور کتاب و سنت کے اتباع کی تبلیغ کا فریضہ بھی ادا کرتے جاتے تھے، بدعت، شرک، تعزیر، چیر پرستی اور تمام غیر اسلامی رسوم و بدعات کا قلع قمع کرتے تھے“

اس کے بعد آپ نے ان کتابوں کا ذکر کیا۔ جن کو آپ نے بزعیم خود کتاب و سنت کے موافق جانا اور شرک و بدعت کا قلع قمع کرنے والا۔ آپ فرماتے ہیں۔

”سید احمد اور مولوی اسماعیل شہید کی مساعی جلیلہ اور ان کی کارگزاریوں کا

ذکر ہو چکا ہے، ان حضرات کی تصنیفات میں بھی وہی کتاب و سنت کی پابندی پر اور بدعات سے محترز رہنے کے احکام کا بیان ہے، مولوی اسماعیل شہید کی دو کتابیں، تقویۃ الایمان، اور صراط مستقیم، خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان کتابوں میں کتاب و سنت کی تعلیم کو نہایت عام فہم طریقہ پر بیان کیا گیا ہے۔ صراط مستقیم میں سید احمد صاحب کے ملفوظات ہیں، اور تقویۃ الایمان میں رو بدعت و

شُرک ہے۔“ ص ۸۰

یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ تقویۃ الایمان مولوی اسماعیل کی کتاب ہے اور یہ بھی آپ نے مان لیا کہ جو کچھ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے، وہی اسماعیل دہلوی کا مذہب ہے اور اسی کی اشاعت کرتے رہے اور یہ بھی آپ نے تسلیم کر لیا کہ جو محمد ابن عبد الوہاب نجدی کی تحریک کے جذبے اور رجحانات تھے۔ وہ ہی اسماعیل دہلوی کی تحریک میں موجود ہیں اور دونوں کا طریقہ کار ایک ہی ہے۔ اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ نجدی وہابی کی تحریک صرف اپنے مخصوص وہابیہ عقائد کی تبلیغ تھی، جن عقائد کو اس نے کتاب التوحید میں جمع کر دیا اور کتاب التوحید اس کی کتاب ہونا آپ نے تسلیم کر لی تو ان مقدمات کے مسلم ہو جانے کے بعد لازمی نتیجہ بھی نکلا کہ ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے مذہبی تنگ و دو میں صرف وہابیت کی تبلیغ کی۔ عقائد وہابیہ، خیالات نجدیہ کی اشاعت کی۔

ثبوت ملاحظہ ہو

ثبوت یہ ہے کہ مولوی اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان بالکل ترجمہ ہے کتاب التوحید کا جو عقائد اس میں درج ہیں وہ ہی تقویۃ الایمان میں ہیں۔ دونوں کی ترتیب ایک دونوں کے ابواب ایک۔ دونوں کے عقائد ایک۔ ملاحظہ فرمائیے۔ کتاب التوحید عربی کا ترجمہ تقویۃ الایمان کی اردو میں۔

کتاب التوحید:- اعلم ان الشرک قد شاع فی هذا الزمان۔

تقویۃ الایمان:- اول سننا چاہیے کہ شرک لوگوں میں پھیل رہا ہے۔

کتاب التوحید:- فان تری عامته مومنی هذا الزمان مشرکا۔

تقویۃ الایمان:- اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں

کتاب التوحید:- فواحد بعید النبی و متبعه حیث یعتقدہم شفعاۃ

و اولیائہ و هذا قبح انواع الشرک۔

تقویۃ الایمان :- اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی سمجھ کر بھی پوجے وہ بھی مشرک ہے۔

کتاب التوحید :- ان من اعتقد النبی وغیرہ ولیہ فہو ابو جہل فی الشرک سوا

تقویۃ الایمان :- جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گی کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سوا ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔

کتاب التوحید :- وهذا الاعتقاد شرک سوا کان من نبی او ولی او ملک او جنی او صنم او وثن و سوا کان یعتقد حصولہ لہ بذاتہ او باعلام اللہ تعالیٰ بای طریق کان یصیر مشرکاً۔

تقویۃ الایمان :- سوا اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے۔ خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادے سے، خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی طرف سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

کتاب التوحید :- فمن قال یا رسول اللہ اسئلک الشفاعۃ یا محمد ادع اللہ فی قضاء حاجتی یا محمد اسئل اللہ بک و اتوجه الی اللہ بک و کل من ناداه فقد اشرك شرکا اکبر فانه اعتقد ان محمدا یعلم و یطلع علی ندائہ من بعید کما عن قریب و هل هذا الاشرک۔

تقویۃ الایمان :- جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت پوری کر دے اور پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کچھ شرک نہیں کیا اس

واسطے کہ حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور اور نزدیک سے برابر سنتے ہیں۔

کتاب التوحید:- فہذا الحدیث صریح فی انہ کان لایعلم امر خاتمہ فی حال حیاتہ فکیف یعلم حال تلک المشرکین۔

تقویۃ الایمان:- جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔

کتاب التوحید:- فمن اعتقده التصرف فی العالم المخلوق او اعتقده شفیعہ صار مشرکا و ان اعتقده ادون من اللہ و مخلوقا۔

تقویۃ الایمان:- سوا اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سوا اب اس پر مشرک ثابت ہوتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور نہ اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو ثابت کرے۔

کتاب التوحید:- ثبت بھذا الحدیث ان القیام متمثلا بین یدی احد شرک۔

تقویۃ الایمان:- کسی کی محض تعظیم کے لیے اس کے روبرو ادب سے کھڑا ہونا انھیں کاموں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں۔

کتاب التوحید:- انظروا اعتذر النبی بمنع السجود لکونہ ذمۃ فی قبرہ۔

تقویۃ الایمان:- یعنی میں بھی ایک روز مرمر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوں۔

کتاب التوحید:- فثبت بهذه الآية ان السفر الى قبر محمد و مشاهدہ و مساجدہ (الی ان قال) شرک اکبر۔

تقویۃ الایمان:- اور کسی کی قبر یا چلے پر یا کسی کے تھان پر دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی تکلیف اٹھا کر میلے کھیلے ہو کر وہاں پہنچنا (یہاں تک کہا) یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔

کتاب التوحید:- المراد ما قبل فی حقہ انہ لنبی او ولی یصیر حراما ونجسا مثل الخنزیر۔

تقویۃ الایمان:- یعنی جیسے سورا اور لہو اور مردار ناپاک و حرام ہے، ایسا ہی وہ جانور بھی ناپاک و حرام ہے۔ کہ خود گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کا ٹھہرایا۔

کتاب التوحید:- (آیات متعلقہ علم غیب لکھ کر لکھا) فہذه الآيات و امثالها لنا صریحة فی اختصاص علم الغیب باللہ و نفيه عن غیرہ فمن اثبتہ لغيرہ نیا کان اولیا صنما او وثنا ملکا او جنیا فقد اشرک باللہ۔
تقویۃ الایمان:- (آیت متعلقہ علم غیب لکھ کر لکھا) سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے، یہ اللہ صاحب کی شان ہے کسی ولی و نبی کو، جن و فرشتے کو، پیر و شہید کو، امام امام زادے کو، بھوت و پری کو، اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی۔ پھر کہا۔ اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا جن و فرشتہ کو (وغیرہ وغیرہ) کو ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔

کتاب التوحید:- فمن فعل بنی او ولی او قبرہ او آثارہ و مشاهدہ و ما يتعلق به شیاعن السجود والركوع وبذل المال له و الصلوة له

والتمثل قائما و قصد السفر اليه و التقييل و الرجعة القهقري وقت
التوديع و حزب الحباء و ارخاء الستارة و الستر بالشوب و الدعاء من
اللہ ہہنا و المجاورة و التعظیم حوالیہ و اعتقاد کون ذکر غیر اللہ
عبادۃ و تذکرہ فی الشدائد و دعائہ نحو یا محمد یا عبد القادر یا حداد
یا سمان فقد صار مشرکا۔

تقویۃ الایمان :- پھر جو کوئی پیر و پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی سچی قبر کو یا کسی
کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تمبر کو یا نشان کو یا تابوت
کو سجدہ کرے رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا
ہوئے، یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دوڑ دوڑ سے قصد کر کے جاوے یا
وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے، چادر چڑھائے، ان کے نام کی چھڑی کھڑی
کرے، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے، ان کی قبر کو بوسہ دے، مور چھل
جھلے، شامیہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد
مانگے، مجاور بن کے بیٹھ رہے، وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور اسی
قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔

جناب روحی صاحب یہ چند نمونے دونوں کی اتحاد و یگانگت کے پیش کر دیئے
گئے ہیں ورنہ دونوں کتابیں اپنے جذبے اور رجحانات میں لفظ بہ لفظ، مسئلہ بہ
مسئلہ، عقیدہ بہ عقیدہ بالکل ایک ہیں۔

فرمائیے کہ تقویۃ الایمان کے ذریعے اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں
وہابیت کی تبلیغ و اشاعت کی یا نہیں اور اسماعیل دہلوی نجدی کے دلال یا روحانی
مرید و شاگرد ہوئے یا نہیں۔

اور ہم فضلاء دیوبند کی زبانی یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ابن عبد الوہاب بد

عقیدہ، عقائد باطلہ، خیالات فاسدہ رکھنے والا ہے اور خبیث ہے تو مولوی اسماعیل دہلوی انہیں نجدی عقیدوں کے معتقد ہونے کے بعد وہابی اور عقائد باطلہ و خیالات فاسدہ رکھنے والے ہوئے یا نہیں۔

جناب روحی صاحب آپ کے شیخ نجدی کے عقائد باطلہ کے متعلق کچھ تو ہم مولوی حسین احمد صاحب کی زبانی سنا چکے ہیں اور جو تفصیل اتحاد کتاب التوحید و تقویۃ الایمان ہم نے پیش کی ہے اس میں بھی نجدی کے خبیث اعتقاد ملاحظہ فرما لیجئے کہ ایک مسئلہ بھی مذہب اہل سنت سے ملتا جلتا معلوم نہیں ہوتا۔ تقویۃ الایمان میں بھی یہی ہے۔

علم غیب کا انکار، شفاعت کا انکار، ندائے یار رسول اللہ کا انکار، سوال شفاعت کا انکار، حضور کی حیات جسمانی کا انکار، سفر زیارت کا انکار، حضور کے سوا چھ میں کھڑے رہنے کا انکار فرمائیے، آپ کے شیخ نجدی کی دعوت توحید و سنت یہ ہی ہے اور آپ کی قہیلین کی پیش کردہ اسلامی سیدھی سادھی راہ یہی ہے، کتاب و سنت کا اتباع یہی ہے۔ غیر اسلامی رسومات کا قلع قمع یہ ہی ہے، تقویۃ الایمان کا رد بدعت و شرک یہی ہے، یہ ہی جہاد بالقلم ہے کہ ایک قلم تمام مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک بنادیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لفظ وہابی

آپ نے ص ۳۷ پر لکھا۔

”وہاں اس تحریک کو وہابی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ لہذا ہندوستان میں بھی سید احمد شہید کی تحریک کو شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی شاخ اور تہمت بتایا۔“ اور آپ کے مسعود عالم صاحب نے لکھا:۔

حضرت سید احمد شہید کی تحریک تجدید و جہاد یا ہندوستان کی پہلی تحریک عام

طور پر وہابی تحریک کے نام سے یاد کی جاتی ہے اور اپنوں غیروں تمام حلقوں میں یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ نجد کی دعوت توحید و اصلاح سے اس کا ڈانڈا ملا دیا جائے۔ (ص ۳۷)

جناب روحی صاحب نجد کی تحریک لفظ وہابی تحریک سے مشہور ہوئی تو کیا قباحت ہوئی۔ آخر ابن عبدالوہاب میں لفظ وہاب تو موجود ہی ہے اسی کی طرف انتساب عرب کے قاعدے کے مطابق ہو گیا، عرب میں یہی دستور ہے کہ قبیلہ کنبہ کو مورث اعلیٰ کی طرف نسبت دے دیتے ہیں۔ تمیمی، قریشی، ہاشمی، عدوی، عدنانی، صدیقی، فاروقی برابر استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح وہابی، ہندوستان میں بھی یہی دستور ہے کہ کسی نہ کسی کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے۔ علیگ، مظاہری، جامی، دیوبندی، قادری، نقشبندی وغیرہ عام طور سے مستعمل ہے۔ پس نجدی کو وہابی کہنا کوئی گالی نہیں۔ آپ کے فضلاء دیوبند نے خود ابن عبدالوہاب کی جماعت کو وہابی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ مولوی حسین احمد صاحب کی مفصل تحریر میں اس جماعت کے لیے لفظ وہابیہ موجود ہے اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ایک سوال کے جواب میں کہا ہے۔ ”محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں“ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱)

اب رہے مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے ماننے والے سوچو کہ ان کے عقائد وہ ہی ہیں اور تقویۃ الایمان کتاب التوحید کا چر بہ ہے، اس لیے اس اتحاد مذہبی اور خیالات کی یگانگی کی وجہ سے ان پر بھی لفظ وہابی کا اطلاق ہونے لگا یہ کوئی زبردستی اور خواہ مخواہ ہی نہ ہوا۔

جناب روحی صاحب، آپ نے فضلاء دیوبند کی فہرست میں مولانا عبدالحق حقانی کا نام سترہویں نمبر میں لکھا ہے اور وضاحت کے لیے ان کے نام کے ساتھ

مفسر تفسیر حقانی بھی لکھ دیا ہے تو یہ بھی آپ کے مسلم فضلاء دیوبند سے ہیں اور آپ کے معتمد علیہ اور مستند اور ان کی بات بھی آپ کے نزدیک وزنی اور قابل اعتبار ہوگی، سنئے وہ اپنی تفسیر حقانی کے حاشیہ میں ص ۱۱۲ تفسیر سورہ بقرہ میں مذہب نیچری کے عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں۔

”اس کنبے میں سے ایک شخص سید احمد خاں صاحب بہادر بھی پیدا ہوئے یہ شخص ابتداء میں مولوی مخصوص اللہ صاحب نبیرہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمت میں آکر کسی قدر صرف و نحو سے آشنا ہوئے اور تعویذ گنڈے بھی سیکھے، لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو گورنمنٹ برٹش کی طرف رجوع کیا، اور اپنی لیاقت خداداد سے کوئی اچھا عہدہ بھی پایا۔ پھر تو پکے وہابی متبع مولوی اسماعیل صاحب ہو گئے۔“

ذرا اخیر کے جملوں کو چشمہ لگا کر دیکھئے۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کہ مولوی اسماعیل صاحب کو وہابی کہا، لفظ وہابی کی تفسیر متبع مولوی اسماعیل صاحب کے لفظ سے ہی قابل غور و فکر ہے۔ فرمایئے کہ آپ کے مسلم مولانا نے مولوی اسماعیل کو بدنام کرنے کے لیے کہا یا حقیقت بیان کر دی۔ جب آپ کے مانے ہوئے مولانا بیکے از فضلاء دیوبند انھیں وہابی کہہ رہے ہیں تو ہم اہل سنت و جماعت اگر انھیں وہابی کہیں تو گالی ہو جائے گی اور بدنام کرنے کے لیے ہو جائے گی۔

روحی صاحب فرمایئے کیا حال ہے آپ کا ذرا نبض پر ہاتھ رکھ کر کے جلد دیکھ لیجئے اور سورہ یسین جلد پڑھوا لیجئے کہ آپ کے مولانا عبدالحق صاحب نے آپ کی ساری تحریر اور سارے پروپیگنڈے کا جواب ایک ہی لفظ میں دے دیا۔

اتهام والزام

جناب روحی صاحب آپ نے سید احمد بریلوی کا ذکر کرتے کرتے اور اپنے الفاظ میں ان کے ذہین ہونے، ان کی علمی ترقی کی رفتار کے تیز ہونے کا گیت

گا کہ حضرت مولانا فضل رسول صاحب پر یہ تہمت لگائی کہ انھوں نے سید صاحب کو جاہل محض بتایا۔

حیات طیبہ مرزا حیرت کے ص ۲۷۱ میں ہے۔

بزرگ سید احمد بچپن میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجہ کا غبی مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اسے تعلیم دینا بے سود ہے کبھی کچھ آئے جائے گا نہیں۔

ص ۲۷۴ میں ہے۔

”یہ ہی کیفیت بعینہ بزرگ سید احمد کی تھی کہ جب وہ ایک ایک جملہ کو گھنٹوں جپے جاتا تھا، تب کہیں کسی قدر یاد ہوتا تھا اور دوسرے دن تماشا یہ ہوتا تھا کہ وہ بھی چوپٹ جب یہ کیفیت ہوئی تو والدین اور میاں جی کی تنبیہ بڑھنے لگی اور گھر کی جھڑکی آنکھیں نکالنے سے گزر کر مار پیٹ پر نوبت پہنچ گئی۔ اس سے بھی والدین کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ جب انھوں نے یہ دیکھا کہ قدرتی طور پر اس کے دماغ میں قفل لگ گیا ہے اور یہ کسی طرح کی تنبیہ سے بھی نہیں پڑھ سکتا تو ناچار ہو کے پڑھنے سے اٹھالیا“

فرمائیے جناب روجی صاحب آپ کے ذہن یہ ہی ہیں اور یہ ہی علمی ترقی کی تیز رفتاری ہے۔ اور فرمائیے کہ حضرت مولانا بدایوانی نے جو جاہل لکھا تو کیا غلط لکھا۔ آپ کو شرم آنا چاہیے اور سنئے آپ کے قاتل ثانی اسماعیل دہلوی خود اقرار کر رہے ہیں کہ سید صاحب بے پڑھے لکھے رہے، دیکھئے صراط مستقیم۔

”آپ کی لوح فطرت علوم رسمہ کے نقش اور تحریر و تقریر کے دانشمندوں کی راہ و روش سے خالی تھی۔“

فرمائیے۔ لفظ جاہل ان پڑھ اتنی لمبی چوڑی خوبصورت عبارت کا شارٹ

ہے یا نہیں، اور جو حضرت بدایوانی نے فرمایا وہ ہی آپ کے اسماعیل دہلوی نے کہا
”یا نہیں“

دارالعلوم دیوبند

یہ نمبر ص ۸۹ سے عنوان (دارالعلوم دیوبند اور اس کی گراں بہا خدمات) کے ماتحت شروع ہوا اور ص ۱۰۴ پر ختم ہو گیا۔

زیر عنوان (دارالعلوم دیوبند کا قیام) آپ نے اس کے قیام اور اس کی تعلیمی خدمات اور اس کے طلبہ کے گوشوارہ کا ذکر کیا۔ پھر فضلاء دارالعلوم دیوبند کے زیر عنوان آپ نے لکھا:-

”علم و عمل کی سادگی، بے تکلفی، جفاکشی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اس جماعت کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ غرض دارالعلوم کی آغوش تعلیم و تربیت سے چودہ ہزار سے زائد علماء و فضلاء پیدا ہو چکے ہیں جو اسلام کا کلمہ بلند کرنے کے لیے دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اسلامی تعلیمات کے قندیل روشن کئے ہوئے ہیں ان میں صاحب درس و افتاء بھی ہیں اور مصنف و مبلغ بھی، امراض روحانی کے معالج بھی ہیں اور امراض جسمانی کے طبیب بھی واعظ بھی ہیں اور ادیب بھی۔“

پھر ناموں کی ایک فہرست لکھنے کے بعد لکھا:-

علم کے ”جیسے علماء جو آفتاب و ماہتاب ہیں اسی درس کے فیض یاب اور اسی مے خانہ کے جرعه نوش ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے فضل و علم، درس و تدریس، رشد و ہدایت، دعوت، تبلیغ سیاسی، قیادت اور تصنیفی اور صحافتی کمالات کے باعث دنیائے اسلام سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔“

جناب روحی صاحب۔ یہ سب کچھ صحیح، مگر اس کو کیا کیا جائے کہ آپ کے

دارالعلوم دیوبند کی تعلیم اور فضلاء دیوبند کے دلی جذبے اور اعتقادی رجحانات وہ ہی ہیں جو ابن عبد الوہاب نجدی عربی وہابی کے اور مولوی اسماعیل دہلوی ہندی وہابی کے۔

ثبوت ملاحظہ ہو

آپ کے فضلاء دیوبند کے مقتدائے دوم معلم ثانی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔

”محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے عقائد عمدہ ہیں“ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۷ ص ۷)

غور فرمائیے کہ محمد بن عبد الوہاب کے عقیدہ کو عمدہ کہہ کے اپنے رجحان قلبی سے مطلع کر دیا۔ اور لوگوں کو ان عقائد کے قبیح ہونے کی ترغیب دے کر اس طرف مائل کر دیا۔

یہ تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں وہ ہی عقیدے اور خیالات ہیں۔ جو محمد ابن عبد الوہاب کے عقائد و خیالات ہیں جن کو اس نے کتاب التوحید میں جمع کر دیا ہے جن کو مولوی حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دیوبند نے وہابیہ خبیثہ کہہ کر عقائد باطلہ خیالات فاسدہ کہا ہے۔

اور تقویۃ الایمان کے متعلق جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی تحریر فتاویٰ رشیدیہ ج اول ص ۱۱۵ میں یوں ہے:-

”اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لا جواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔“

یہ ہی جملے فتاویٰ میلاد ص ۲۱ پر ہیں اور اس پر حسب ذیل دستخط ہیں۔

مولوی محمد حسن، مولوی محمد علی رضا، مولوی محمد اسماعیل گنگوہی، مولوی امیر حسن
مولوی عنایت الہی، مولوی احمد علی۔

تقویۃ الایمان کو جب عمدہ کتاب کہا اس کا رکھنا، پڑھنا، عمل کرنا عین اسلام
بتایا تو صاف مطلب یہ ہوا کہ اس میں لکھے ہوئے خیالات و عقائد عمدہ اور اچھے
ہیں اور عقائد وہ بھی ہیں جو ابن عبدالوہاب کے ہیں وہابیوں کے ہیں۔ پس تقویۃ
الایمان کی ترغیب عقائد وہابیہ کی ترغیب ہوئی ثابت یہ ہوا کہ فضلاء دیوبند کے
رجحانات بالکل ابن عبدالوہاب کے رجحانات ہیں۔

یہ تو اجمالی اور اصولی ثبوت ہے تفصیلی درکار ہو تو مسئلہ غیب، تصرفات،
استمداد، ندائے یار رسول، فاتحہ، عرس گیارہویں، میلاد و قیام، نذر و نیاز کے متعلق
جو کچھ کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان میں ہے وہ ہی فضلاء دیوبند کے فتاویٰ
میں ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ میلاد، فتاویٰ امدادیہ، براہین قاطعہ وغیرہ
تصنیفات فضلاء دیوبند ملاحظہ کر لیجئے غرضیکہ دیوبندیت وہابیت و اسماعیلیت
کا پورا لباس ہے۔

علاوہ بریں

دارالعلوم کے بانی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں
حضور کی خاتمیت زمانیہ پر حملہ کیا اور حضور کا باعتبار زمانہ آخری نبی ہونا عوام کا
خیال ٹھہرایا، ملاحظہ ہو ص ۳۔

مہموم عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی
ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی
ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر
مقام مدح میں لیکن رسول اللہ خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا

”ہے۔“

پھر خاتمیت زمانہ کو عوام کا خیال بتا کر اپنی طرف سے ایک قسم خاتمیت مرتبی کی ایجاد کی جس کی طرف ان کا یہ قول اشارہ کر رہا ہے۔

”پھر ایک مراد ہو تو شایان شان محمد ﷺ خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی

(ص ۸)“

پھر خاتمیت مرتبی پر زور دیتے ہوئے حضور کے زمانہ ہی میں وجود نبی دیگر کی

تجویز پیش کر دی ملاحظہ فرمائیے ص ۱۴

”اور اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین یا کسی اور

زمین میں یا آسمان میں کوئی اور نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا

محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوت بہر طور آپ پر ختم ہوگا۔“ اور اسی پر یہ تفریع بھی

کی ملاحظہ ہو ص ۱۵

”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا

خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے“

پھر اور آگے بڑھے اور کہا ص ۲۸

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی

میں پھر کچھ فرق نہ آئے گا۔“

اور مولوی رشید احمد صاحب و مولوی خلیل احمد صاحب نے تو غضب ہی ڈھا

دیا اور خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتا دیا اور کذب باری تعالیٰ کو ممکن ٹھہرا دیا۔

ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ، ج ۱ ص ۴۵

”مگر ما امکان کذب بہ ایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اس

کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو وہ نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے“ اور

ملاحظہ ہو براہین قاطعہ ص ۲۔

”امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا۔ بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں۔“

پھر ص ۳ میں کہا۔ ”اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے“

مولوی خلیل احمد انیسٹھوی نے حضور کے علم محیط زمین کو شیطان کے علم سے کم ٹھہرایا۔ شیطان کے لیے نص سے ثابت اور ایمان بتایا اور حضور کے لیے غیر ثابت اور شرک کہا۔ ملاحظہ ہو براہین قاطعہ ص ۵۱

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

اور حضور کو علماء دیوبند کا اردو بولنے میں شاگرد ٹھہرایا۔ ملاحظہ ہو براہین قاطعہ

ص ۲۶

ایک صالح فخر عالم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔“

مولوی اشرف علی تھانوی نے تو حد ہی کر دی اور حضور کے علم غیب کو زید عمر بچے پاگل جانور چوپایوں کے علم جیسا ٹھہرایا۔ ملاحظہ ہو حفظ الانیان ص ۸

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو

دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس علم غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے حاصل ہے۔“

جناب روحی صاحب یہ تو چند نمونے ہیں ورنہ دیوبندی خیالات و عقائد میں اس سے کہیں زیادہ مسالہ موجود ہے۔

فرمائیے آپ کے فضلاء دارالعلوم دیوبند کی یہ ہی تعلیم و تربیت ہے یہ ہی کلمہ اسلام کی سر بلندی ہے۔ یہ ہی قندیل اسلام کا روشن کرنا ہے۔ یہ ہی امر بالمعروف نہی عن المنکر ہے یہ ہی علم و فضل ہے یہ ہی رشد و ہدایت ہے یہ ہی دعوت تبلیغ ہے۔ یہ ہی علاج امراض روحانی ہے۔ یہ ہی وعظ ہے یہ ہی ادب ہے۔ کہ کوئی حضور کے ختم زمانی کو بگاڑ کر نبی دیگر کی تجویز پیش کر دے اور بد عیانت نبوت کے لیے دروازہ کھول دے۔ کوئی خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتائے اور امکان کذب کو عقیدہ اسلام ٹھہرائے۔ کوئی حضور کو علماء دیوبند کا شاگرد کہے کوئی شیطان کے علم سے حضور کے علم کو کم مانے۔ کوئی بچے پاٹلوں اور جانور چوپایوں ایسا حضور کا علم غیب قرار دے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا کار پغلاں خراب خواہد شد
روحی صاحب آپ نے بھی قلم اٹھایا تو کس موضوع پر، زور تحریر دکھایا تو کس بحث میں جہاں نیکی و صلاح کا نام و نشان تک نہیں۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ آپ فرمائیں۔

”اب ہم علمائے بریلی شریف کی تصنیفات سے چند اقتباسات پیش کریں گے جن کے ذریعہ سے انھوں نے ادارہ دیوبند کے علماء و فضلاء کو وہابی اور نہ جانے کیا کیا ٹھہرایا ہے۔“ ص ۱۰۴

حضرات علماء بریلی نے کیا کیا۔ صرف یہ ہی کہ آپ کے علماء و فضلاء دیوبند کے خیالات باطلہ و عقائد فاسدہ پر گرفتیں کیں۔ آپ کے فضلاء نے شان ربوبیت و درگاہ نبوت میں جو گستاخیاں کیں ان پر احکام شرعیہ سنا دیئے نہ آپ کے فضلاء یہ سب کچھ کرتے نہ علماء بریلی دار و گیر فرماتے۔

عقائد باطلہ کی تردید کرنے والے علمائے اہل سنت

آپ نے زیر عنوان (بریلی علماء کی کتابوں سے کفر کے چند اقتباسات) لکھا۔ ”سب سے اول ہم مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب سیف الجبار سے اقتباس پیش کرتے ہیں۔ مولانا فضل رسول صاحب نے مولوی اسماعیل شہید کو بہت سب و شتم کیا ہے اور ان کے طریق کے ماننے والوں کو فرقہ اسماعیلیہ اور وہابیہ کے نام دیئے ہیں اور ان حضرات کے خلاف افتراء و کذب کا ایک طومار باندھ دیا ہے۔“ (ص ۱۰۴)

حضرت بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی اسماعیل کی تاریخ جو قلمبند کی ہے وہ سب و شتم نہیں، افتراء و کذب نہیں بلکہ حقیقت ہے اور واقعیت، سچے۔

جناب روحی صاحب آپ تو کل کی پیداوار ہیں اور مولوی اسماعیل دہلوی کی مدح و ثنا میں جن تاریخوں کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ پرسوں، ترسوں کی پیداوار ہیں انھوں نے جو کچھ لکھا وہ سب شنیدہ جیسا کسی نے کہا لکھ دیا اور یاد رکھیے کہ حضرت مولانا فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ اسی زمانہ میں تھے جس زمانہ میں مولوی اسماعیل دہلوی تھے، انھوں نے مولوی اسماعیل دہلوی کی ایک ایک حرکت ایک ایک سکون، ایک ایک قدم تمام حالات، کوائف کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور یہ چیز طے شدہ ہے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ لہذا حضرت بدایونی نے جو کچھ لکھا وہ آپ کے حیرت اور مسعود عالم اور ابوالحسن ندوی وغیرہ کے لکھے ہوئے سے بہت زیادہ

قابل اعتبار و لائق وثوق ہے۔

حضرت بدایونی نے جب یہ دیکھ لیا کہ مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان کے ذریعہ ابن عبدالوہاب کے عقیدہ کی اشاعت کر رہے ہیں تو وہابی کہہ دیا کیا برا کیا اور وہ تو وہ آپ کے مسلم مولانا عبدالحق مفسر تفسیر حقانی بھی تو مولوی اسماعیل کو وہابی قرار دے چکے ہیں۔ فرمائیے انھوں نے بھی کذب و افتراء کا طومار باندھ دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

مولانا فضل رسول صاحب بدایونی کے بعد دیگر بزرگوں نے اپنی تمام زندگی مسلمانوں کو کافر بنانے میں صرف کردی اور ان کو مرتد ٹھہرایا۔ اور بدعات کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ ہر بدعت کو سنت ثابت کیا۔ تیجہ دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی، عرس، فاتحہ، علم خفیب، مردوں سے مدد مانگنا۔ صلوٰۃ غوشیہ ادا کرنا۔ غرض اسی قسم کے مسائل پر چار چار چھ صفحے کے رسالے لکھے۔

جناب روحی صاحب محمد ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی اور آپ کے فضلاء دیوبند نے اپنی تمام زندگی مسلمانوں کو کافر مشرک۔ بدعتی بنانے میں صرف کردی اور عقائد وہابیہ کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ ہر امر مباح جائز کو بدعت ثابت کیا۔ معمولات اہل سنت تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ برسی عرس فاتحہ اولیاء اللہ سے مدد مانگنے۔ ندائے یا رسول اللہ کو حرام اور ناجائز قرار دیا اور فتاویٰ رشیدیہ، براہین قاطعہ، فتاویٰ امدادیہ، تعلیم الاسلام، تقویۃ الایمان، رسالہ میکروزی، مایہ مسائل وغیرہ رسالے لکھ مارے۔ علماء اہل سنت کے لکھے ہوئے رسالوں کے اگرچہ چار چار چھ صفحے کے تھے جواب نہ دے سکے۔ بغلیں جھانکنے لگے۔ منہ چھپانے لگے۔ مناظروں کی نوبت آئی تو کہیں روپوش ہو گئے کہیں پولیس کی مدد سے جان بچائی۔

آپ لکھتے ہیں۔

”ان لوگوں نے مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی خلیل احمد صاحب انیسٹھوی، مولوی اسماعیل شہید۔ مولانا اشرف علی تھانوی کو خاص طور سے مرتد اور کافر ٹھہرایا۔“

جناب روحی صاحب آپ کو بڑا دکھ ہوا۔ بڑا رنج پہنچا۔ مگر جب مولوی قاسم صاحب نے حضور کی ختم زمانی پر حملہ کیا تو آپ کو کچھ دکھ پہنچایا نہیں۔ خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتایا۔ شیطان کے علم سے حضور کے علم کو کم ٹھہرایا۔ جانور چوپایوں ایسا کہا تو آپ کو کچھ رنج ہوا یا نہیں۔ جناب الوہیت، جناب رسالت کا کچھ لحاظ نہیں کہ آپ کے فضلاء تو ہین کریں اور آپ کے منہ سے آدھا کلمہ نہ نکلے۔ بلکہ مدح و ستائش پر آمادہ رہیں اور ان توہین کرنے والوں کو علماء اہل سنت کچھ کہیں تو آٹھ آٹھ آنسو آپ رونے لگیں۔ ٹسوے بہانے لگیں۔ ان کا اس قدر لحاظ و پاس۔

جناب روحی صاحب خدا کا شکر ادا کیجئے کہ علماء بریلی کے ہاتھ میں صرف قلم تھا۔ صرف جہاد بالقلم سے کام لیا۔ اگر زمانہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ہوتا یا حضرت عالمگیر کا تو جہاد بالسیف سے کام لیا جاتا کہ شریعت مطہرہ میں توہین جناب الوہیت و شان نبوت کی یہ ہی سزا ہے۔

جناب روحی صاحب مرنا ہے۔ خدا کو منہ دکھانا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے پوچھا کہ تم نے ہماری اور ہمارے رسول کی جناب میں گستاخی کرنے والوں کی حمایت کی، طرفداری کی، ان کی مدح کے خطبے پڑھتے رہے۔ صاحب رشد و ہدایت اور معالج امراض روحانی سمجھتے رہے اور جن ہمارے بندوں نے حق بات کہی ان پر گرفتیں کیں ان کو آنکھیں دکھاتے رہے۔ برا کہتے رہے۔ کہو کیا جواب ہے روحی صاحب کیا جواب دو گے، جواب کیا دو گے۔ فہمت الذی کے مصداق ہو جاؤ گے

فضلاء دیوبند کی اس قدر پاسداری اور جناب الوہیت و درگاہ رسالت سے اس قدر بے اعتنائی۔

تقویۃ الایمان

آپ نے اس عنوان کے ماتحت حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک۔

”کتاب التوحید کا ترجمہ ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے کیا جس کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور ہندوستان میں اسی نے وہابیت پھیلائی۔ ان وہابیہ کا ایک بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر اور مشرک ہے۔“
نقل کر کے کہا ”یہ سراسر الزام ہے۔“

الزام نہیں ہے حقیقت ہے بالکل درست ہے بے شک تقویۃ الایمان کتاب التوحید کا ترجمہ ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے تو اس کی اشاعت وہابیت کی اشاعت ہے اور بے شک ان وہابیوں کا یہ ہی عقیدہ ہے کہ جو ان کے عقیدہ پر نہ ہو وہ کافر و مشرک ہے۔ آپ کے مولوی خلیل احمد صاحب بحوالہ علامہ شامی اور مولوی حسین احمد دونوں نے ان کے اس عقیدہ کا اقرار کر لیا ہے، کیوں صاحب جو بات آپ کے فضلاء دیوبند فرما دیں اور اسی کو دوسرے لوگ کہہ دیں تو دوسروں کا کہنا سراسر الزام۔ بہتان ہو جائے گا۔ اگر الزام و بہتان کی دفعہ لگانا ہے تو دونوں پر کہ وہ دونوں ایک مقولہ کے قائل ہیں اور اگر ایک پر نہیں تو دوسرے پر بھی نہیں۔

آپ نے یہ عبارت بھی بطور طعنہ و الزام نقل کی ہے۔

”اس مذہب کا رکن اعظم اللہ تعالیٰ کی توہین اور محبوبان خدا کی تذلیل ہے ہر امر میں وہ ہی پہلو اختیار کریں گے جس سے منفصلہ نکلتی ہو۔“

کیا غلط فرمایا۔ آپ کے مولوی حسین احمد صاحب نے بھی تو یہ ہی لکھا ہے۔

”(۴) شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ

نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔“

نوٹ:

یہ عبارت گذشتہ اوراق میں بحوالہ صفحہ و کتاب نقل کی جا چکی ہے۔

جناب روحی صاحب اگر آپ برانہ مانیں تو تقویۃ الایمان سے دو ایک عبارتیں سنا دوں دیکھئے ص ۱۰ پر لکھا۔

”ہر مخلوق بڑا ہوا یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چھارے بھی ذلیل ہے“

اور بڑے مخلوق کی تفسیر خود اس عبارت میں کر دی۔

”ہر بندہ بڑا ہوا یا چھوٹا نبی ہو یا ولی سوا اس کے کہ اللہ سے مانگے۔“ الخ ص

۲۵

تو پہلی عبارت میں بڑے مخلوق انبیاء و اولیاء کو چھارے بھی ذلیل کہا اور وہ بھی

اس انداز سے جس سے ظاہر ہے کہ چھارے کی تو کچھ عزت ہے اور یہ بالکل ذلیل۔

اور دیکھئے ص ۴۰۔

”اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب اولیاء انبیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز

سے بھی کمتر ہیں۔“

یہاں بھی وہ ہی انداز ہے کہ ذرہ ناچیز تو کچھ ہے مگر یہ کچھ نہیں اور صاف

صاف انبیاء اولیاء کا لفظ استعمال کیا۔ اور دیکھئے ص ۲۹

”اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں“ اور دیکھئے ص ۴۳

انبیاء، اولیاء، امام، امام زادے، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مغرب بندے

ہیں وہ سب انسان ہیں اور ہمارے بھائی بھی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے

بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا

حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں“

اور یہ تقویۃ الایمان کی عام بولی ہے کہ وہ عاجز ہیں مجبور ہیں نادان ہیں بے خبر ہیں اور جتنی آیتیں اللہ تعالیٰ نے بتوں کے زبوں حالی میں نازل فرمائیں ان سب کو حضرات انبیاء اور اولیاء پر محمول کیا۔

اور سن لیجئے اور ملاحظہ کیجئے صراط مستقیم ص ۸۷

”اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔“

جناب روحی صاحب دیکھے آپ نے اپنی تقویۃ الایمان کے گلچھرے کہ کس کس طرح تو بیہنی کلمات استعمال کئے جارہے ہیں ایسی ہی کتاب کے لیے آپ اپنا درد ظاہر فرما رہے ہیں افسوس صد افسوس۔

اسی طرح حضرت محمد میاں صاحب مارہروی اور حضرت مولانا احمد یار خاں صاحب اوجھیا نوی اور فقیر نے ”تہافت الوہابیہ“ میں اور جناب مولانا محبوب علی خاں صاحب نے ”الصوام المحمدیہ“ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب حرف بہ حرف صحیح و درست ہے اور مدلل و مبرہن ہے۔ اور وہ تو فقیر کی کتاب تہافت الوہابیہ ہی کے لفظ لفظ اور اس کے استدلال کا ذرا محققانہ انداز سے جواب ہی لکھ دیجیے۔ ہے ہمت۔ جناب روحی صاحب آپ نے زیر عنوان (یہ فروعی اختلاف ہیں) یہ لکھا۔ ”ہم مسلمانوں سے خدا کا واسطہ دے کر اہل کرتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ اکابرین علماء کو گالیاں دینا اور ان کو کا فر ٹھہرانا ان کو مرتد ظالم اور بد مذہب ٹھہرانا کہاں کا اسلام ہے۔ اگر فروعی مسائل میں اختلاف ہے تو اس کے یہ معنی یہ ہیں کہ اسلام سے خارج ہو گئے۔“ ص ۱۱۴

سنئے۔ ہمارا اختلاف فروعی مسائل میں بھی ہے اور اصولی مسائل میں بھی ہم اہل سنت نے فروعی مسائل میں کسی کو کا فر و مرتد نہیں کہا ہے۔ ہم مذہب و افتا کی نوک اور پلک کو جانتے ہیں یہ آپ کا محض بہتان ہے کہ ہم نے فروعی مسائل کے

سلسلہ میں کافر و مرتد کہا۔ اور اب پھر سن لیجئے کہ فاتحہ و میلاد کا انکار عرس و گیارہویں کا انکار، قیام میلاد کا انکار۔ جو ازندائے یار رسول اللہ کا انکار، امداد کا انکار، ماکان و مایکون کے تمام جزئیات کے علم حضور کا انکار نہ کفر ہے نہ ارتداد۔ ہاں اصولی مسائل میں بے شک کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ آپ ہی بتائیے کہ خدا کے لیے امکان کذب کا قائل ہونا، ختم زمانی کا انکار، حضور کے علم سے شیطان کے علم کو زیادہ بتانا۔ بچوں پاگلوں۔ جانور چوپایوں کے ایسا علم قرار دینا کیا توہین نہیں۔ استخفاف نہیں، کفر نہیں، ارتداد نہیں اور کیا یہ مسائل بھی آپ کے نزدیک فروعی مسائل ہیں۔ جناب روحی صاحب آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ فروعی مسائل کے کہتے ہیں اور اصولی مسائل کے کہتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ ذات و صفات باری تعالیٰ اور ذات و صفات نبی سے تعلق رکھنے والے مسائل اصولی مسائل ہیں۔

شریعت مطہرہ نے جو ان کی تفصیل پیش کی ہے اس میں ذرہ برابر کی ایمان کو نقصان دہ ہے۔
 جناب مولانا محمد عمر صاحب نعیمی کی جو عبارت آپ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں سواد اعظم سے نقل کی اس کو آپ سمجھے ہی نہیں انھوں نے صرف فروعی مسائل کے اختلاف کو ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ان کی آخر عبارت میں یہ لفظ ہیں۔ ”لیکن بعض عقائد میں اور بعض فروعی مسائل میں ان کو ایسا تشدد ہے“ جس میں دونوں قسم کے اختلاف کو بتایا۔ عقائد میں بھی اور فروع میں بھی۔ حیرت ہے کہ آپ نے خود عبارت نقل کی اور خود نہ سمجھے اور اختلاف کو صرف فروعی مسائل پر محمول کیا اور غلط بیانی سے کام لیا۔

جس خط کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں بھی مسئلہ اذان ثانی کا ذکر ہے اور وہ صرف فروعی مسائل سے ہے۔ نہ اس میں کسی کی تکفیر کا ذکر ہے نہ ارتداد کا، جناب روحی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ آپ لکھتے لکھتے ایسے گھبرا گئے کہ عبارتوں

سے اخذ مطالب بھی نہیں کر سکتے اور الٹ پلٹ۔ نتیجہ اخذ کرنے لگے۔ خدا خیر کرے۔

آپ نے ص ۱۰۸ پر لکھا۔

ان بزرگوں کی کتابوں سے عبارات کو قطع و برید کر کے اور ان کو غلط سلسلہ معنی پہنا کر بدنام کیا۔“

جناب روحی صاحب۔ یہ بحث ذرا ٹھنڈے دل سے ملاحظہ فرمائیے تاکہ آپ کی قطع و برید کا حال معلوم ہو جائے۔

دیکھئے جناب جب کوئی مصنف کوئی رسالہ یا کتاب لکھتا ہے تو اس میں کچھ مقدمات ہوتے ہیں کچھ تقریبات ہوتی ہیں کچھ دلائل ہوتے ہیں۔ اصلی مقاصد اور نتائج کلام۔ کتاب کی اصل چیز صرف مقاصد اور نتائج ہیں۔ باقی سب زوائد، بحث ”جب کی جاتی ہے تو پہلے مقاصد و نتائج پر اگر ابتدائی مقاصد و نتائج غلط ہوں تو پھر مقدمات و دلائل پر گفتگو نہیں کی جاتی۔ شریعت مظہرہ کا قانون ہے کہ دعویٰ اگر اپنے شروط میں پورا نہ ہو تو اول میں دفعہ خارج ہو جاتا ہے نہ یہ کہ گواہیاں وغیرہ کے بعد خارج ہو۔

جب سو دو سو ہزار دو ہزار کلمات پر مشتمل کتاب میں سے اصل مقاصد و نتائج لیے جائیں گے تو چند ہی جملے ہوں گے اور آگے پیچھے سے منقطع ہوں گے یہ قطع و برید قابل الزام و اتہام نہیں۔ اس لیے کہ اس نے اصل مقصد کے الفاظ میں قطع و برید نہیں کی ہے۔ بلکہ مقاصد کو مقدمات اور تقریبات و شواہد سے الگ کر دیا ہے کہ ضرورت صرف مقاصد کی ہے۔ سمجھے روحی صاحب۔

علماء اہل سنت نے تحذیر الناس۔ براہین قاطعہ، حفظ الایمان، تقویۃ الایمان وغیرہ میں سے جو عبارتیں نقل کی ہیں وہ صرف اصل مقاصد اور نتائج کی ہیں ان میں کوئی قطع و برید نہیں۔ ہاں وہ عبارتیں مقدمات و شواہد و تقریبات سے ضرور جدا

ہیں اور ان کی ضرورت بھی نہیں۔ ہم نے تحذیر الناس سے جو عبارتیں مختلف صفحات سے نقل کی ہیں۔ وہ سب مل کر ایک ہو کر کفر نہیں بنی ہیں بلکہ ہر ایک عبارت مستقل کفر ہے۔ اسی طرح براہین قاطعہ سے جو عبارت نقل کی ہے۔ وہ ان کے کلام کا نتیجہ ہے جس پر لفظ الحاصل دلالت کرتا ہے اسی طرح حفظ الایمان سے جو عبارت نقل کی ہے وہ مستقل ایک مقصد ہے ان کی عبارتوں میں کوئی مذموم قطع و برید نہیں یہ آپ کا قطع و برید کا لفظ استعمال کرنا محض سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ اور بدظن کرنے کے لیے ہے۔

رہا ان کے معنی غلط سلسلہ۔ تو جناب وہ عربی نہیں، انگریزی نہیں، جرمنی نہیں روسی نہیں، اردو ہے اردو۔ اور اہل زبان ہونے کی حیثیت سے ہم ان کو خوب سمجھتے ہیں وہ کوئی جناتی زبان نہیں جو سمجھ میں نہ آئے۔ اور اگر واقعی اس میں کوئی اور پہلو بھی نکل سکتا ہے اور غلط سلسلہ معنی بھی ہو سکتے ہیں تو ایسی جناتی زبان کے استعمال کی ہی کیا ضرورت تھی صاف صاف اردو بولنا چاہیے۔ اور وہ بھی جناب الوہیت و درگاہ رسالت میں۔

جناب روحی صاحب آپ سمجھے نہیں۔ جب ان عبارتوں کے مصنفین کے دلوں میں اس خبیث اور توہین آمیز مضمون کا خیال آیا تو قدرت کی طرف سے یہ تازیانہ پہلے ہی لگا کہ صاف صاف اردو میں جس میں ایک پہلو کے سوا دوسرا پہلو ہی نہ نکل سکے لکھوادیا اور لکھنے والے کو اس وقت پتہ نہ لگا کہ میں کیا کہہ گیا۔ جب علمائے اہل حق نے گرفت کی تو آنکھیں کھلیں ہوش آیا اور بجائے اس کے کہ جلدی سے ان کلمات کو بقاعدہ شرعیہ واپس لے لیتے لگے تاویل میں اور ایر پھیر کرنے انہوں نے سمجھا کہ اگر ہم نے واپس لیا تو ہمیشہ کے لیے عزت خاک میں مل جائے گی، اور سارے علم و فضل کا کٹا ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے نزدیک ہمیشہ کے لیے ذلیل ہو

جائیں گے اس لیے ایر پھیر پر ٹھہری کہ کچھ نہ کچھ تو ہم نوار ہیں گے اور پاکستان میں مولوی روحی صاحب ہی کچھ حمایت کر کے مسلمانوں کو بے وقوف بنالیں گے۔
مسلمانوں کی تکفیر

آپ نے اس عنوان کے ماتحت لکھا:-

”ان حضرات کو تو کفر کی گردان کے سوا اور کچھ یاد ہی نہیں۔ لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ غیر کافر کو کافر کہنا خود کافر کہنا ہے۔“

جی ہمیں یہ بھی معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ کافر کو کافر سمجھنا اور اس کے کفر پر اطلاع پاتے ہوئے مسلمان جاننا یہ بھی کفر ہے۔ فقہ و کلام کا قاعدہ کلیہ ہے۔ من شک فی کفره وعذابه فقد کفر۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو یہ دھنوں میں سے کسی کو ضرور گھیر لیتا ہے جس کو کافر کہا وہ اگر کافر ہے تو وہ کافر ہے ورنہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ اور ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اگر کسی کے قول میں ننانوے پہلو کفر کے ہوں اور ایک پہلو اسلام کا تو اس ایک پہلو ہی کا لحاظ کیا جائے گا اور مسلمان رہنے کا فتویٰ دیا جائے گا اور ان ننانوے پہلوؤں کی پروا نہ کی جائے گی۔

ان سب چیزوں کے علم ہوتے ہوئے علمائے اہل سنت نے ان پر جن پر کفر کا فتویٰ دیا جانا چاہیے فتویٰ دیا ہم دودھ پیتے بچے نہیں۔ ہم کو سبق نہ پڑھائیے کہ ان کو یہ نہیں معلوم کہ غیر کافر کو کافر کہنا خود کافر کہنا ہے۔

اے جناب روحی صاحب آپ اپنے فضلاء دیوبند میں سے ایک فاضل جناب مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی کا فتویٰ بھی سن لیجئے۔ ملاحظہ کیجئے ان کی کتاب اشد العذاب ص ۵۔

”بخلاف اس بد نصیب کے کہ جو نماز و روزہ بھی ادا کرتا ہے اور تبلیغ اسلام

میں ہندوستان ہی میں نہیں تمام یورپ کی خاک بھی چھانتا ہو بلکہ فرض کرو کہ اس کی سعی اور کوشش سے تمام یورپ کو اللہ تعالیٰ حقیقی اسلام و ایمان بھی عنایت فرما دے مگر اس دعوے اسلام و ایمان اور کوشش وسیع کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دیتا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء نہ جانتا ہو، اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ جھوٹا جانتا ہو۔ جھوٹ بولنا اس کی عادت بتاتا ہو (یہاں تک کہ کہا) اور ضروریات دین سے انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے۔“ پھر صفحہ ۹ پر لکھا۔

”جیسے کسی مسلمان کو اقرار تو حید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتا دیا۔ اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بتا دیا حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے اس لیے اس کو خوب اچھی طرح (اے جناب روحی صاحب) سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہ ہی ہے کہ جو منکر ضروری دین ہوا سے کافر کہا جائے۔“

اے جناب روحی صاحب اپنے اس فاضل کی تحریر کی روشنی میں اپنی نصیحت کے جملوں کو ملاحظہ کیجئے اور شرمندہ ہو جائے۔

اور اے جناب روحی صاحب۔ آپ نے غلط کہا کہ ان کو کفر کی گردان کے سوا اور کچھ یاد نہیں، ہمیں واقعی کفر کی گردان یاد نہیں اور خدا کرے کہ ہمیں یاد نہ ہو۔ ہاں ہمیں تکفیر کی گردان البتہ یاد ہے اور کفر کی گردان آپ کے دوست نجدی اور یار اسمعیل دہلوی اور احباب فضلاء دیوبند ہی کو یاد ہے کہ جنہوں نے فروغی مسائل میں بھی مسلمانوں کو کافر و مشرک بتایا۔

جناب روحی صاحب آپ صرف سے تو واقف ہیں نہیں جو تکفیر اور کفر میں

فرق کر سکیں اسی وجہ سے آپ تکفیر کے موقعہ پر لفظ کفر اور کفر کے موقعہ پر لفظ تکفیر بولتے ہیں۔ ہم سے سچے لفظ کفر ثلاثی مجرد ہے جس کے معنی ہیں کفر کرنا اور لفظ تکفیر ثلاثی مزید ہے جس کے معنی ہیں کفر کرنے والے کو کافر کہنا یا سمجھنا۔ لہذا کفر تو برا ہے اور تکفیر کافر مطلوب شرع ہے۔ آپ کے فضلاء دیوبند نے کفر کیا کفر کی گردان گردانی۔ ہم نے کفر کا فتویٰ دیا تکفیر کی۔

تکفیر کا مرتبہ کفر کے بعد ہے جس طرح لا ثلاثی مزید کا درجہ ثلاثی مجرد کے بعد ہے۔ اگر کسی لفظ کا مجرد نہ ہوگا مزید بھی نہ ہوگا۔ اسی طرح آپ کے فضلاء میں کفر نہ ہوتا تو علماء اہل سنت کی جانب سے تکفیر نہ ہوتی۔ ادھر سے کفر ہوا ثلاثی مجرد پایا گیا تو ادھر سے تکفیر ہوئی ثلاثی مزید آپ کے سامنے آیا۔ حضرت شاہ نوری میاں صاحب قدس سرہ نے یہ ہی فرمایا کہ مرا مسلم را کافر گفتن از قتل کردن او ہم بدتر است، مسلمان کو کافر کہنا قتل کرنے سے بدتر ہے۔ علمائے اہل سنت نے کسی مسلمان کو کافر نہ کہا۔ کافر کہا اس کو جس نے کفر کیا۔

دیکھئے آپ نے ص ۱۰۷ پر لکھا۔

”انھوں نے حاجی امداد اللہ مہاجر کی وغیرہ کے لیے کچھ نہیں لکھا ہے۔“

سمجھے آپ جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ مولوی رشید احمد اور مولوی خلیل احمد اور مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر ہیں۔ مگر علمائے اہلسنت نے بقول آپ کے انھیں کچھ نہیں کہا۔ علمائے اہل سنت معاذ اللہ کچھ سر پھرے تو ہیں نہیں کہ جس سے کفر نہ صادر ہو اس کو بھی کافر کہہ دیں حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ پر کیوں کفر کا فتویٰ دینے لگیں جب ان سے کوئی چیز صادر نہ ہوئی۔ علمائے اہلسنت کی احتیاط دیکھئے کہ پیر کی شان میں ایک لفظ استعمال نہیں کیا مگر اس قسم کے مریدوں پر کفر کے فتویٰ لگائے کیوں اس لیے کہ انھوں نے ایسا

ہی کام کیا۔ جو جیسا تھا اس کے لیے ویسا ہی قدم اٹھایا۔

جناب روحی صاحب قاضی کے دربار میں جب کسی کا زنا یا چوری ثابت ہو جائے تو وہ اس کی سزا کا حکم دے گا، رجم یا کوڑوں کا استعمال ہوگا، ہاتھ کاٹا جائے گا تو یہ رجم اور کوڑوں کا استعمال، ہاتھ کاٹنا برا نہیں۔ برا ہے زنا کرنا۔ چوری کرنا۔ اگر ادھر زنا نہ ہوتا چوری نہ ہوتی تو ادھر یہ سزا نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر ادھر کفر نہ ہوتا تو ادھر تکفیر نہ ہوتی۔ تکفیر ایک قسم کی سزا ہے کفر کی اور سزا جرم پر مرتب ہوتی ہے جرم کرنے والا گرفتار ہوتا ہے سزا دینے والے پر لعن طعن نہیں کی جاتی ہے۔

جناب روحی صاحب علمائے اہل سنت کی تکفیر تو اس قدر حق اور صحیح ہے کہ جس کو آپ کے فضلاء دیوبند نے کھلے لفظوں میں تسلیم کر لیا۔ سچے وہ ہی آپ کے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب اسی اشد العذاب ص ۱۳ میں کہتے ہیں۔

”اگر خاں صاحب (اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب) کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے سمجھا تو خاں صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے جیسے علمائے دیوبند نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے۔ تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر مرتد کہنا فرض ہو گیا۔ اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں تو وہ خود کافر ہو جائیں گے جو کافر کو کافر نہ کہے۔ وہ خود کافر ہے۔“

جناب روحی صاحب مسائل پر کچھ کہنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا تو شریعت اسلامیہ کے ان قوانین سے پہلے واقفیت ضروری تھی یہاں صرف پروفیسریت ہی سے کام نہیں چلتا، عقائد و فقہ کے جزئیات پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ اسی واسطے حرام قرار دیا گیا کہ بغیر کامل علم کے گفتگو کرے آپ نے بغیر علم کے ان مسائل میں

باتھ ڈالا آپ نے ایک فعل حرام کا ارتکاب کیا تو بہ کیجئے اور آئندہ ایسا قدم نہ اٹھائیے۔

باب ہفتم

آپ نے زیر عنوان (باب ہفتم انگریز دوستی اور بریلوی جماعت) سنی علماء پر دوسرے انداز سے نکتہ چینی کی ہے اور انگریز دوستی کا الزام لگایا ہے آپ فرماتے ہیں۔

”ان میں سے بعض علماء نے ازاول تا آخر ملک و ملت کے مفاد سے ہمیشہ مخالفت کی ہے ہم نے پچھلے صفحات میں ان کا رویہ تحریک ولی اللہی تحریک، جہاد سید احمد شہید۔ مولوی اسماعیل شہید، انقلاب ۱۸۵۷ء کے متعلق دکھایا ہے کہ ان علمائے کرام نے کس کس طرح ان مقدس تحریکات کو نقصان پہنچایا اور انگریزوں کو خوش کیا۔“

جب روحی صاحب آپ کی کتاب آئینہ صداقت کی تو یہ عام بولی ہے کہ آپ نے علمائے اہلسنت پر بار بار یہ جملے کہے ہیں کہ انگریزوں کا ساتھ دیا اور ان انگریزوں کی دوستی میں وہابی کہہ کر بدنام کیا اور یہ غالباً اس لیے کہ انگریز سے ہر پاکستانی اور جدید ہندوستانی مسلمان متنفر ہو چکا ہے اس کے کردار سے عام بیزاری ہو چکی ہے اس لیے آپ نے اس سے فائدہ حاصل کیا کہ اس کا نام سنتے ہی اور یہ معلوم کرتے ہی کہ فلاں فلاں نے انگریز کا ساتھ دیا تھا ہر مسلمان اس سے متنفر ہو جائے گا۔ اچھا کیا آپ نے اس موضوع کو ترک نہ فرمایا حقیقت واضح ہو جائے گی نیچے جناب۔

انگریز سے دوستی کس نے کی مولوی اسماعیل دہلوی نے اور پیر جی سید احمد صاحب نے، دونوں نے انگریزوں پر عدم جہاد کا فتویٰ دیا اور یہاں تک کہا جو ان

سے لڑے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان سے لڑیں۔ ہم ان کی رعایا ہیں ان کی حکومت میں ہمیں امن ہے ان کی دعوتیں اڑائیں سات سات ہزار کی ہنڈیاں وصول کیں انگریز سے تخلیہ میں دودھ گھٹنے باتیں کیں فرمائیے یہ انگریز دوستی آپ کے شہیدین نے کی یا بریلوی جماعت نے۔ بریلوی جماعت کے مولانا فضل امام اور مولانا عبدالحق اور مولانا عنایت علی مصنف علم الصیغہ نے مخالفت کا جذبہ پیدا کیا اور انگریز سے جہاد کی تیاری کی تو آپ کے شہیدین نے عدم جہاد کا فتویٰ صادر کر کے مسلمانوں کو ٹھنڈا کر دیا اور ان حضرات کو انگریزوں کی طرف سے سزائیں ہوئیں۔

آپ نے اس موضوع کو چھیڑ دیا ہے تو اور سن لیجئے۔

تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۸۰ میں جناب گنگوہی صاحب کہتے ہیں۔

”جب میں حقیقت میں سرکار (برٹش کا) فرماں بردار رہا ان جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیگانہ ہوگا۔ اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔“

فرمائیے جناب یہ انگریز دوستی کس کا شعار ہے یہ کس کے سامنے اطاعت کا سر جھک رہا ہے اور اپنا مالک کہا جا رہا ہے۔

اور سنئے اسی تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۳ میں ہے۔

”بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انھوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اپنی رحمدل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔“

فرمائیے جناب یہ انگریز کی دوستی کہ اس کے خلاف قدم اٹھانے والے کو باغی ہونے کا فتویٰ دیا جائے۔

اور سنئے اور دیکھئے کتاب مکالمۃ الصدرین مرتبہ طاہر احمد قاسمی مطبوعہ رحمانی پریس محلہ گڑھیادہلی ص ۸

”مولانا حفظ الرحمن (سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلماء ہند دہلوی نے) کہا ”الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو ابتداً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔“

فرمائیے جناب نام تبلیغی جماعت اور کام تبلیغ کلمہ و نماز اور عالم بھر میں شور مگر انگریز کے وظیفہ خوار، فرمائیے یہ انگریز دوستی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

اور سنئے اور دیکھئے اسی مکالمۃ الصدرین کے ص ۱۰، ۱۱ کو۔ ”شبیر احمد دیوبندی صدر جمعیتہ العلماء اسلام کلکتہ نے حفظ الرحمن کے جواب میں کہا کہ دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ اور پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔“

فرمائیے جناب یہ انگریز دوستی کہ چھ سو روپیہ ماہوار وظیفہ پائیں اور فرمائیے کہ انگریز دوستی میں آپ فضلاء دیوبند کا کس قدر لمبا ہاتھ ہے۔

آپ نے اس موضوع میں دو بزرگوں کے نام لیے ہیں حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ دونوں حضرات کا کوئی فتویٰ ایسا پیش کر سکتے ہیں جس میں انگریزوں سے عدم جہاد کا ذکر ہو، ایسی تحریر دکھا سکتے ہیں جس میں دہلی لچی گفتگو ہو۔ انگریز کو رحمدل بے رور یا غیر متعصب کہا ہو۔ پھر ان پر انگریز دوستی کا الزام کیونکر صحیح ہو سکتا ہے یا یہ

یہ ثابت کر دیجئے کہ ان حضرات نے انگریزوں سے وظیفہ پایا ہو۔ جناب والا یہ سب خوبیاں آپ کے فضلاء دیوبندی میں ہیں جن کی علو شان رفعت مکان کے

آپ گیت گارہے ہیں۔

اس سلسلہ میں آپ نے حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے اکمل التاریخ سے ایک طویل مضمون نقل کیا جس میں آپ کی ملازمت محکمہ افتا کا ذکر ہے جو گورنمنٹ کی طرف سے قائم تھا۔ پھر سرشتہ داری کا ذکر ہے۔ اس کے بعد آپ نے لکھا۔

”آپ ملاحظہ فرمائیے کہ ایک عالم ہوتے ہوئے دنیوی اعزاز و وقار کے لیے انگریز کی ملازمت کر کے حکام وقت کو گرویدہ لیاقت بنانا یہ تو انگریز سے تعلق کا کھلم کھلا حال ہے۔“ ص ۱۳۳

مگر جناب روحی صاحب اس سے زیادہ کھلم کھلا حال تو مولوی اسماعیل دہلوی اور پیر جی سید احمد صاحب کا ہے کہ صاف صاف لفظوں میں انگریز سے جہاد نہ کرنے کا فتویٰ دیا اور اس کو رحمدل سرکار کہا اور انگریز کو اتنا گرویدہ بنایا کہ ہنڈی آئی اور دعوت اڑائی اور انگریز سے لڑنے والوں کے ساتھ جنگ کا حکم دیا۔

اور حضرت مولانا بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ ابتدائی زمانہ تھا انھوں نے یہ ہی پسند فرمایا کہ محکمہ افتا کی ملازمت کی اس وقت حکومت کی طرف سے دارالافتا اسی لیے قائم تھے کہ مسلمانوں کے مذہبی مسائل کا تصفیہ مسلمان عالم ہی کرے اس لیے مسلمانوں کے دینی مسائل کی حفاظت کے لیے ملازمت اختیار کی۔

پھر آپ نے لکھا۔

”اس کے صلہ میں انگریز نے ریاست حیدرآباد دکن سے سترہ روپیہ یومیہ مقرر کرادیئے جو بعد کو گیارہ روپیہ یومیہ ہو گئے۔“

جناب روحی صاحب کیا انگریز کا پروانہ آپ ہی حیدرآباد لے کر گئے تھے جس میں نواب حیدرآباد کو لکھا تھا کہ ان کے سترہ روپیہ مقرر کر دو۔ آپ کو اس کا علم

کس طرح ہوا یا کوئی کان میں پھونک گیا۔

جناب روحی صاحب یہ تو ریاست حیدر آباد کا عام دستور تھا کہ ہر صاحب کمال کی وہ قدر کرتی تھی اور وظیفے مقرر کرتی تھی۔ یہاں تک کہ شاعروں اور ہندوؤں کے چٹتوں کے بھی وظیفے مقرر ہوتے تھے۔ اس کو انگریز کی سفارش سے کیا تعلق اور اگر ہے تو فرمائیے کہ دارالعلوم دیوبند کو وہاں سے وظیفہ ملا تھا۔ اکثر فضلاء دیوبند وہاں کے وظیفہ خوار تھے اور مولوی شبیر احمد عثمانی تو آخر تک وظیفہ خوار رہے فرمائیے یہ بھی انگریز سے تعلق کا کھلم کھلا حال ہے اور انگریز نے ان کے وظیفے مقرر کرائے۔

جناب انگریز کی اعانت اسے نہیں کہتے ہیں انگریز کی اعانت اور کھلم کھلا تعلق یہ ہے کہ مولوی الیاس صاحب اور مولوی اشرف علی صاحب براہ راست حکومت سے وظیفہ پاتے رہے۔ قاضی دایا داس۔
اور اگر ریاست حیدر آباد کا کچھ دینا انگریز کے کہنے سے تھا تو کیا فرمائیں گے۔ آپ سید احمد صاحب کے لیے جبکہ نواب ٹونک نے انھیں دس ہزار روپیہ دیئے تھے دیکھئے۔ حیات طیبہ ص ۳۰۸

”نواب ٹونک نے بھی دس ہزار روپیہ شاہ اسٹن کی معرفت بھیجے“
فرمائیے کہ یہ روپیہ انگریزی نے بھجوائے ہوں گے۔ کیونکہ وہ انگریز ہی کی طاقت منظم کرنے کے لیے سکھوں سے جہاد کے لیے آمادہ ہوئے تھے۔
آپ نے زیر عنوان (مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے تعلقات) لکھا۔

”رہے ہمارے مولانا احمد رضا خاں صاحب کے تعلقات وہ ہم صرف اشارۃً بیان کرتے ہیں تفصیلات کا موقع نہیں۔ مولانا کا مدرسہ بریلی کے رئیس

اعظم سرکار انگریزی کے وفادار اور اس کے خطاب یافتہ خان بہادر رحیم داد خاں صاحب بریلوی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ الخ“

جناب روجی صاحب کو جب یہاں انگریز دوستی کی کوئی چیز نہ ملی تو فرما دیا کہ تفصیلات کا موقع نہیں۔ اشارۃً بیان کرتے ہیں۔ جناب یہاں تفصیلات میں کچھ ہی نہیں جو آپ کو موقع ملے اور اشارۃً بھی بیان کیا تو رحیم داد خاں صاحب کی اعانت مدرسہ بس

جناب روجی صاحب ایک خان بہادر رحیم داد خاں ہی کیا بھتیر نے خان بہادر اس آستانہ کے نیاز مند تھے اور صرف یہ ہی نہیں بمبئی اور کاٹھیاواڑ اور رنگون اور برما اور کلکتہ کے بڑے بڑے تاجر نیاز مند تھے مدرسہ کی اعانت کرتے تھے۔

اور اس طرح ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں خان بہادر سرکار سے خطاب یافتہ خان بہادر اور شمس العلماء دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے محسن و مددگار تھے تو فرمائیے کہ یہ آپ کے مدرسہ بھی گورنمنٹ کے منت کش و بھی خواہ ہوئے واللہ کیا اشارہ ہے آپ کا اشارہ ہے یوسوس والے کا دوسوہ ہے۔ رحیم داد خاں اگر خان بہادر تھے خطاب یافتہ تھے تو اس سے پھر کیا وہ خود گھر کے رئیس اعظم تھے اپنی ذاتی جائیداد کے محاصل سے مدد کرتے تھے اور کیوں جناب آپ نے بھی تو انگریزی اسکول میں ملازمت کی ہے اور پروفیسری کا خطاب انگریزی ہی کا دیا ہوا ہے تو آپ کے لیے بھی وہ ہی اشارہ نکلتا ہے جو دوسروں کے لیے اشارہ نکلا تھا۔

آپ نے اس کے بعد لکھا۔

”ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے خلافت میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ مسلم لیگ کے یہ دشمن رہے علی گڑھ تحریک کو انھوں نے بدنام کیا۔ مسلم

ایجوکیشنل کانفرنس کو انھوں نے نہ بخشا۔ پاکستان کے خلاف انھوں نے زہرا گلا۔“
 جناب روحی صاحب مولانا احمد رضا خاں کے زمانہ میں کب پاکستان بنا تھا۔
 مسلم لیگ اس وقت کہاں تھی یا یوں ہی اللٹیواڑا شروع کر دیا۔ یہ آپ کی تاریخ
 ذاتی ہے وہ اپنے اصول کے بہت پختہ تھے تھالی کے بیگن نہ تھے جس چیز کو انھوں
 نے حق سمجھا اس پر وہ پابند رہے۔ خلافت میں شرعی قباحتیں دیکھیں کنارہ کش رہے
 ایک عالم ربانی کا یہ ہی فرض ہے کہ دین کے معاملہ میں مداخلت سے کام نہ لے۔
 علی گڑھ تحریک کو انھوں نے ہی صرف بدنام نہیں کیا بلکہ آپ کے تمام فضلاء دیوبند
 اس کے خلاف رہے چنانچہ تفصیل کے ساتھ مولانا عبدالحق حقانی نے تفسیر حقانی
 میں سید احمد خاں کا رد کیا اور اس کو گمراہ قرار دیا اور جناب روحی صاحب مسلم لیگ
 کی مخالفت کا الزام صرف اہلسنت کے سر پر ہے اور آپ کے فضلاء دیوبند نے،
 مولوی حسین احمد صاحب نے، مولوی حفظ الرحمن صاحب نے، مولوی کفایت اللہ
 صاحب نے، مولوی ابوالکلام آزاد صاحب نے جو مسلم لیگ کی مخالفت کی
 ہندوستان کو تقسیم کرایا۔ خون بہایا۔ جناح کو گالیوں سے یاد کیا، یہ کارنامے اپنے
 فضلاء دیوبند کے بھول گئے اور جب پاکستان بن گیا تو یہ ہی مسلم لیگ کے مخالف
 پاکستان کو برا کہنے والے سب سے پہلے یہاں سے بھاگے اور پاکستان پر قابض
 ہو گئے اور آپ بھی تو مسلم لیگ کے مخالف تھے اپنے فضلاء دیوبند کے ہم خیال اور
 کانگریس کے حامی تھے۔ جناح کو رافضی رافضی کہہ کر مخالفت کرتے تھے اور اب
 پاکستان پہنچ گئے تو بگلا بھگت بن گئے اور بکے مسلم لگی ہو گئے۔ تف ہے ایسے
 ناپاک القاب پر کہ جیسا ماحول دیکھا ویسے ہی ہو گئے۔

رہ گئے اس دور کے وہ حضرات جنھوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا
 ان کے ملفوظات گرامی سننے اور ان کے علم و فضل اور واقفیت مسائل شرعیہ سے

باخبر تھے انھوں نے وقت کی نزاکت کا بھی خیال کیا اور مذہب کی نوک پلک کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ مسلم لیگ کی مخالفت کی نہ موافقت، سکوت سے کام لیا۔

آپ نے زیر عنوان (وصایا مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی) دو وصیتوں کا ذکر کیا اور بطور طعنہ زنی ذکر کیا۔ نیچے جناب

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زندگی بد مذہبیوں۔ بد عقیدوں کے رد و ابطال میں گزاری اور مذہب اہل سنت کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔ طبیب کا فرض ہے کہ بوقت معالجہ جس طرح استعمال کے لیے دوائیں، غذائیں بتاتا ہے اسی طرح اس کو پرہیز بھی بتانا چاہیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک ماہر طبیب روحانی تھے جہاں انھوں نے مذہب اہلسنت کے اتباع کی تاکید کی وہاں بد مذہبیوں سے پرہیز کرنے کی بھی تلقین فرمائی۔

جناب روحی صاحب جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا کہ میری امت کے بہتر فرشتے ہو جائیں گے ایک جنت میں جائے گا باقی بہتر جہنم میں (مسکوٰۃ) تو جنتی اور جہنمیوں کا نیچا تنا ضروری ہوا یا نہیں تاکہ جنتی کا اتباع کر کے جنت کے مستحق ہوں اور جہنمیوں سے بچ کر جہنم سے بچیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ ایک جنتی گروہ صرف اہل سنت ہیں۔ باقی جہنمی لہذا فرق باطلہ سے بچنے کی وقت وقات وصیت فرمادی۔ اس وصیت سے آپ کے جگر میں کیوں تیر لگا جو محسوس نہیں ہو گئے۔

دوسری وصیت متعلقہ بہ قاتحہ:- جناب روحی صاحب یہ وصیت وصیت بہ اتفاق مال ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی میں اپنے مال کے مالک تھے اور مالک کو حق حاصل ہے کہ اپنے مال میں سے کچھ مال کے لیے وصیت کر جائے اعلیٰ حضرت

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مال میں سے خرچ کرنے کی ایک وصیت فرمائی کہ میرا فاتحہ کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فاتحہ کے جواز و استحسان کے قائل تھے اس لیے فاتحہ کی وصیت فرمائی اور یہ ظاہر کہ بعد وفات اعلیٰ حضرت ان چیزوں کو جن کا فاتحہ میں ذکر کیا گیا ہے براہ راست تو نوش فرمائیں گے نہیں بلکہ کھائیں گے حق دار اور ان کو اس کا ثواب پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ثم انکی ہر نہ پاؤ گے جب تک کہ اپنی محبوب چیز خرچ نہ کرو گے۔ اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب باغ بیرحہ ہے لہذا خدا کے لیے اسے خرچ کرنا ہوں یہ صدقہ ہے۔ معلوم ہوا کہ محبوب چیز کا خرچ مطلوب شرع ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی میں ان غذاؤں کو محبوب رکھتے تھے۔ لہذا فاتحہ و اتفاق کے لیے محبوب چیز کی وصیت فرمائی اور قرآن کریم کی آیت کے منشا پر عمل فرمایا۔

اے جناب روحی صاحب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو ان لذیذ غذاؤں پر فاتحہ کی وصیت فرمائی مگر آپ کے فضلاء میں سے تو کسی کو یہ بھی توفیق نہ ہوئی کہ باجرہ کی روٹی اور بھینس کے گوشت یا ارہر کی دال ہی پر فاتحہ کی وصیت کر جاتے وہاں تو یہ ہی حال رہا کہ مر گئے..... نہ فاتحہ نہ درود۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مال میں سے خرچ کرنے کی وصیت فرمائیں اور آپ جیسے ناعاقبت اندیش دنیا طلبی پر محمول کریں۔ دنیا طلبی تو جب ہوتی جب یہ فرماتے کہ اگر کسی کو میری دعوت کرنا ہے تو یہ لذیذ غذائیں تیار کرنا۔ افسوس ہے آپ کی ذہنیت پر کہ بات سمجھنے اور کہنے کا بھی شعور نہیں پروفیسر تو ہیں مگر بات سمجھنے کے لیے بچوں کی سمجھ سے بھی کم سمجھ

ہے۔

مسلمانوں سے درخواست

آپ نے اس عنوان کے ماتحت جو درخواست کی ہے اس کا اکثر حصہ شریعت مطہرہ کے قانون کے خلاف ہے لہذا وہ درخواست قابل قبول نہیں۔ صحیح درخواست یہ ہے۔

آخر میں ہم مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے واسطے اللہ و رسول کا حکم قرآن شریف و حدیث کریم اور فقہ و کلام سے معلوم کیجئے اور اس پر عمل کیجئے، علمائے حق اہلسنت سے ملیئے، علمائے سوء اہل مذاہب باطلہ سے دور رہیئے فرض کو فرض۔ واجب کو واجب، سنت کو سنت۔ مستحب کو مستحب۔ حرام کو حرام، ناجائز کو ناجائز جانئے۔ جائز و مباح کو بدعت نہ جانئے کہ تعدی حدود اللہ نہ ہو جائئے۔ بدعات اور اہل بدعات سے دور رہیئے۔ جس کو حضور نے ناجی فرمایا ہے اس کا ساتھ دیجئے جس کو ناری فرمایا ہے اس سے دور رہیئے کہ کہیں اس کی وجہ سے تم ہی ناری نہ ہو جاؤ۔ سنی رہیئے۔ اور دیوبندی و بابی اور آزاد خیالوں کے چکر میں نہ پڑیئے اور جو مولوی ہر بد مذہب اور بد عقیدہ کو حق اور مسلمان سمجھے اس کی ہرگز نہ سنیئے وہ اسلام و کفر کو اب تک نہیں سمجھا۔ لہذا اس سے اسلام کا راستہ ملنا مشکل ہے وہ سب کو ایک سمجھ کر سب سے ملنا چاہتا ہے اور اپنا الو ہر کسی سے سیدھا کرنا چاہتا ہے ورنہ مسلمان کو مسلمان سمجھنا اور کافر کو کافر جاننا ضروریات دین اسلام سے ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ یہ دور بڑا نازک دور ہے ہر جاہل تمھارے سامنے مصلح بن کر آئے گا۔ دیکھو یاد رکھو کہ اس قسم کا مولوی جو باطل و حق کی تمیز نہ رکھے تمام بد مذہبوں کو محبوب نگاہوں سے دیکھے۔ وہ میدان قیامت میں پریشان ہوگا اور ذلیل و خوار۔

روحی صاحب نہ تو آپ کو بات کرنے کا ڈھنگ ہے نہ کلام کے ربط و سلسلہ کا شعور ہے جو بات جس وقت یوسوس والے نے ڈال دی کہہ ماری۔ اگلی پچھلی سے ملتی جلتی ہو یا نہ ہو بلکہ یوں کہیے کہ دل کے پھپھو لے پھوڑتے ہو۔ بھلا بتائیے درخواست کے ساتھ مہاجرین پر حملہ کرنے اور ان کو برا کہنے سے کیا تعلق ہے یہ تو آپ کی ناپاک ذہنیت اور کمینگی پر دال ہے۔

یہ تو انقلاب زمانہ ہے۔ مہاجرین کی تقدیر میں مصیبتیں تھیں اٹھائیں مگر نہ اس لیے کہ آپ طعنہ لگائیں اور مذاق بنائیں۔ اور ہندوستان میں آستانے اور قبریں ہی کیا چھوڑ کے آئے بڑے بڑے عالیشان مکان، دوکانیں، تجارتیں چھوڑ کر آئے مگر الحمد للہ کہ مذہب ساتھ لے کر آئے وہاں سنی تھے یہاں بھی سنی ہی رہے وہاں لگی تھے تو یہاں بھی لگی ہی رہے۔ وہابی دیوبندی نہ ہوئے یہ نہ ہوا کہ بھارت میں کاغذ لپی اور پاکستان میں لگی۔ وہابیوں دیوبندیوں نے پہنچ کر تو اپنی مکاری و حیلہ سازی سے حکومت میں جگہ لے لی عہدے سنبھال لیے اونچی اونچی تنخواہیں پانے لگے ان کے پیٹ تو اس طرح پر ہو گئے تو بچارے سنی کیا کرتے انھوں نے عرسوں اور فاتحوں سے ہی کام لیا۔ مگر یہ تو بتائیے کہ سنی مولوی تو قبریں آستانے یہاں چھوڑ گئے مگر آپ کے فضلاء نے ان پر کیوں قبضہ کیا اور کرنا چاہتے ہیں۔ کہیں خواجہ صاحب کا عرس کر رہے ہیں۔ کہیں قطب صاحب کا عرس کر رہے ہیں تو الی کی مجلسوں میں رونق افروز ہیں اوقاف کو ہڑپ کرنے کی فکر میں ہے۔ یہ مذہب کے خلاف حرکتیں کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ آپ سمجھے، میں بتاؤں آپ کے فضلاء کو تقسیم ہندوستان سے پہلے کانگریس کی خدمات انجام دینے کے سلسلہ میں تنخواہیں ملتی تھیں۔ وظیفے ملتے تھے مگر جب کانگریس کو ضرورت نہ رہی تو یہ سب بند ہو گئیں اب رہ گئے کھسکے ہاتھ تو کیا کریں۔ بس انھوں نے انہیں آستانوں قبروں

سے اپنا پیٹ بھرنے کی فکریں کیں۔ مگر مذہب چھوڑ کر جس کو بدعت و ناجائز کہتے تھے اس پر عمل کر کر۔ خدا کا شکر ہے کہ سنیوں نے اپنا مذہب نہ بدلا جس عرس و فاتحہ سے وہاں ان کی دنیا چلتی تھی اسی سے پاکستان میں وہ وہاں بھی جائز سمجھتے تھے یہاں بھی جائز سمجھتے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ یہ لوگ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں بالکل غلط صرف دنیوی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ ذہنی حالت تو دونوں جگہ ایک ہے ذہنی کشمکش میں آپ کے فضلا مبتلا ہیں کہ جس چیز کو حرام اور ناجائز کہتے تھے اب اس کو عملاً جائز کہہ رہے ہیں۔

آرزوئے دلی

اس عنوان کے ماتحت آپ نے آرزوئے دلی ظاہر کی ہے۔ ہم بھی اس آرزوئے دلی میں آپ کے شریک ہیں مگر ذرا سی ترمیم کے ساتھ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایک عقیدہ مذہب اہل سنت کا پابند رکھے۔ باقی بہتروں کو یا تو سنی بنادے یا ختم کر دے اس لیے کہ جب تک عقائد میں اتحاد نہ ہو گا کسی چیز میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام بہتر فرقوں کے شر سے محفوظ رکھے اور جاہل شریعت سے ناواقف مسائل فقہ و کلام سے بے خبر لیڈروں، پروفیسروں، نام کے مولویوں سے مامون رکھے۔ آمین۔

بقایا

جناب روجی صاحب۔ آپ نے شروع کتاب میں ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں ایک لیڈر ائمہ مضمون قلم بند کیا ہے۔ اس کے متعلق بھی مجھے عرض کرنا ہے۔ آپ نے اسلام کے اتحاد و اتفاق اور اس کی برکتوں کا ذکر کرتے ہوئے نا اتفاقی کی مذمت اور اس کے نقصانات کا ذکر کیا ہے۔

مگر آپ جانتے ہیں کہ اتفاق و اتحاد اسی وقت رہتا ہے۔ جب سب ایک

مرکز سے متصل اور ایک دائرہ کے اندر ہیں نقصان وہ ہی پہنچائے گا جو مرکز کو چھوڑے اور دائرہ سے باہر نکلے۔ اسلام کا مرکز وہ ہے جس کو حضور نے مآ انا علیہ فرمایا ہے۔ اور دائرہ وہ جس کو حضور نے واصحابی فرمایا ہے۔ حضور نے اسی مآ انا علیہ واصحابی کو نجات والا اور جنتی کہا ہے۔ مرکز اور دائرہ کے چھوڑنے والوں کو کھسم فی النار فرما کر ہلاک شدہ اور جہنمی بتایا۔ حضور کی اس پیشگوئی نے صاف صاف بتا دیا کہ ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا جس میں لوگ مرکز و دائرہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ پیشگوئی تو پوری ہوئی ہی ہے آپ ہزار کوششیں کریں کہ افتراق و اختلاف نہ ہو وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ ہمارا فرض یہ نہیں ہے کہ دنیا سے افتراق و انشقاق کو مٹا دیں اور نہ یہ ہماری طاقت میں ہے۔ اس لیے کہ حضور کی پیشگوئی کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا کہ یہ سب بجز ختم ہو جائیں یا ان کا اختلاف نیست و نابود ہو جائے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں اور اپنے آپ کو ان بہتروں سے محفوظ رکھیں۔

آپ کا یہ کہنا (کہ چند فردی اختلافات کو آڑ بٹا کر اختلافات کی قلعی کو وسیع سے وسیع تر کر رہے ہیں) خلاف واقعہ ہے۔ اگر اختلافات صرف فردی ہوتے تو کبھی قلعی وسیع نہیں ہوتی۔ آپ دیکھئے حقیقہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ میں بڑا فردی اختلاف ہے ہزاروں مسائل میں ایک کی روئے دوسرے کے خلاف ہے۔ مگر الحمد للہ کہ ان کے آپس میں کوئی دشمنی نہیں۔ کوئی ضد نہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے ایک کا دوسرے کے یہاں رشتہ ہو جاتا ہے اور ہر ایک دوسروں کے ان خیالات سے جو علم خدا سے تعلق نہیں رکھتے متفق ہو جاتا ہے یہ ہی وجہ ہے کہ علم عقائد و کلام میں حقیقہ، شافعیہ اور مالکیہ کی لکھی ہوئی کتابوں کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آج کل کا اختلاف فردی نہیں ہے

بلکہ اصولی اختلاف ہے جس اختلاف کی وجہ سے وہ بہتروں میں شمار ہوئے۔
 شیعہ۔ معتزلہ۔ قدریہ۔ جبریہ سے اہل سنت کا اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی ہے
 اور عقائد کا ہے چونکہ یہ لوگ اپنے اعتقاد کی وجہ سے اس مرکز اور دائرہ سے جدا
 ہو گئے۔ اختلاف رونما ہو گیا۔ ہم اہل سنت الحمد للہ اسی دائرہ میں رہے اختلاف
 ہم نے نہیں کیا۔ بلکہ انھوں نے کیا۔

رہا اس دور کا اختلاف واللہ العلیٰ العظیم اگر صرف فاتحہ کا مسئلہ ہوتا گیا رہیں
 اور عرس کا مسئلہ ہوتا۔ چادر اور غلاف کا مسئلہ ہوتا تو یہ اختلاف ایسا ہی ہوتا جیسا
 کہ شافعیہ و حنفیہ کا اختلاف کہ یہ اختلاف صرف جواز و عدم جواز، استحسان و عدم
 استحسان کا ہوتا مگر اختلاف صرف اس پر منحصر نہیں عقائد میں اختلاف کیا گیا علم غیب
 نبی کا انکار کیا گیا۔ جو عظیم معجزات و دلائل نبوت سے ہے جس کا ثبوت قرآن کی
 نصوص قطعیہ سے ہے ختم نبوت زمانی پر حملہ کیا گیا۔ حضور کے علم کو شیطان کے علم
 سے کم ٹھہرا کر بچوں اور پاگلوں، جانوروں اور چوپایوں ایسا بتا کر حضور کی توہین کی
 گئی اور معاذ اللہ خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتایا گیا۔ یہ اختلاف ہوا اور اصولی اور
 اعتقادی اختلاف ہوا۔ پھر بھلا بتائیے کہ جب اسلام و کفر کا صاف و صریح
 اختلاف ہوا تو اتحاد تو آپ ہی غائب ہو جائے گا اور نجدی نے تو خدا کی پناہ
 شفاعت کا انکار کیا حضور کی حیات جسمانی کا انکار کیا۔ سفر زیارت کا انکار کیا۔ تعظیم
 انبیاء کا انکار کیا۔ فرمائیے یہ سب اختلاف آپ کے نزدیک فروعی اختلاف ہیں
 اگر آپ ان کو فروعی مسائل سمجھتے ہیں تو یقیناً آپ فروع و اصول ہی سے بے خبر
 ہیں۔ آپ دونوں کے فرق سے نا بلد ہیں آپ کو پہلے شرح عقائد شرح موافق
 ساریہ وغیرہ و علم کلام پڑھنا چاہیے تھا تب اس موضوع پر کچھ کہتے یا صرف لفظ
 فروع ہی یاد کیا ہے کہ ہر جگہ اسی کا استعمال۔

آپ فرماتے ہیں کہ انگریز نے اپنے اقتدار کے مضبوط کرنے کے لیے خصوصاً انچ کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انگریز نے اپنے اقتدار کے مضبوط کرنے کے لیے خصوصاً اور اپنے دوران حکومت میں عموماً ایسے بعض مولویوں (سید احمد اور اسماعیل دہلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی محمد الیاس کاندھلوی) کو خرید کر ہنڈی اور وظیفے دے کر ملت اسلامیہ میں اختلافات کا ایک سلسلہ پھیلا یا۔ انگریز کی پالیسی آپس میں پھوٹ ڈالنا اور حکومت کو تھکی لہذا اس نے ان پیروں اور مدرسہ کے مولویوں اور خاندانی بدعتیوں کو خرید کر خوب ان سے کام لیا۔ بعض مولویوں نے فاتحہ اور میلاد کے نام پر بدعتی کہنے کا کارخانہ قائم کیا اور بعض نے علم غیب و شفاعت و زیارت وغیرہ کے اعتقاد پر تکفیر کی مشین چلائی شروع کی اور اہل سنت و جماعت کو بدعتی اور کافر کہنا اپنا شعار بنا لیا تقویت الایمان چھاپ کر مفت تقسیم کی گئی اور ملک میں افتراق کی آگ پھیلا دی حالانکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک یہ سب کچھ نہ تھا۔ اہل سنت و جماعت کو بدعتی کے نام سے مشہور کر کے نا اتفاقی اور تنفر کا بیج بویا اور فرنگی کی مدد سے ملک میں اسی قسم کا لٹریچر تقویت الایمان، مسائل اربعین تحذیر الناس فتاویٰ برشیدیہ، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، اور ماہواری رسالے مذہبی لٹریچر کے نام سے وجود میں لائے گئے خود انگریز نے بھی اس قسم کے لٹریچر میں مدد دی جس سے ان علماء و ہابیہ دیوبندیہ نے فائدہ اٹھایا۔ دیکھئے سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی کو برابر انگریزوں نے بنام جہاد رقیں دیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی اور محمد الیاس صاحب کو وظیفے دیئے، نواب ٹونک نے رقیں بھیجیں، حیدرآباد سے وظیفے ملے اور اب وقت قریب میں ہندو نوازی سے کام لیا کانگریس سے رقیں وصول کیں اور مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کر دیا۔ اور مسلمانوں کو جو نقصان پہنچایا وہ

اعظم من الشمس ہے پھر یہ ہی نہیں۔ پاکستان پہنچنے کے بعد بھی وہ ہی بدعت اور شرک کے فتویٰ جاری۔ حیرت ہے کہ انھوں نے پاکستان اور مسلم لیگ کی کٹے بندوں مخالفت کی تقریریں کیں۔ شیرہ شہر قریہ بقریہ مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی حفظ الرحمن صاحب اور بعض وہ جواب پاکستان میں موجود ہیں۔ خصوصاً روحی صاحب نے مسلم لیگ کو برا کہا پاکستان کے وجود کو خطرناک بتایا۔ مگر سب سے پہلے وہاں جادو کے کل نہ سہی تو بعض۔

جناب روحی صاحب آپ نے ص ۳ کے مختصر حاشیہ سے جو عبارت نقل کی وہ حضرت بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہے۔ بلکہ محمد صادق صاحب مارہروی نے لکھا ہے آپ کا اس عبارت کو حضرت کی طرف نسبت کرنا بالکل افترا و بہتان ہے اور جو اس سے ترجیح دیا وہ علامہ القاسمی علی القاسم ہے۔ جب حضرت مولانا نے یہ کتاب لکھی ہے اس وقت تک تو حالات نجدیان مضبوط ہی نہیں ہوئے تھے اور وہ انگریزی تاریخ وجود میں بھی نہیں آئی تھی ہاں جب دوبارہ یہ کتاب چھپی ہے اس وقت تک یہ تاریخ مرتب ہو چکی تھی اس لیے اس وقت حاشیہ میں جی نے ظاہر کر دیا اور انگلستان کی تاریخ میں جو کچھ لکھا گیا۔ آپ کے پاس وحی آگئی کہ اس کے اتباع میں یہاں کے علماء نے اس کو برا بھلا کہا۔ اگر یہی بات ہے تو آپ مولوی ظیل احمد ایٹھوی اور مولوی حسین احمد شیخ الحدیث دیوبند کو کیا کہیں گے۔ کیا انھوں نے بھی اسی انگلستان کی تاریخ کی رو سے نجدیوں کو ظالم قاسق خونخوار باغی خارجی کہا اور اس کے عقائد کو خبیث قرار دیا۔ جواب دیجئے اور آپ کے فضلاء دیوبند نے بھی اس طرح انگریزی حکومت کی خدمت ادا کی جس کے صلہ میں نوابوں اور رئیسوں نے اور خود انگریز نے وظیفے دیئے اور مدرسوں کی چندے دلوائے فرمائے کیا جواب ہے۔

آپ نے مقدمہ کے آخر میں خلیل احمد بھراچی کا ذکر کیا ہے۔ جس نے فسادِ ملا رسالہ لکھا۔ آپ کو کیا معلوم کہ واقعہ کیا ہے۔ قصبہ مہراں جگن جلیج ضلع بہرائچ میں جلسہ تھا علماء اہل سنت کا اجتماع تھا کہ اتنے میں یہ خواجہ خلیل احمد پنچے انھوں نے چاہا کہ جلسہ میں بھی تقریر کروں۔ اہلسنت کو اس کی بد مذہبی کا حال معلوم تھا تقریر کا موقع نہ دیا اور نہ کوئی خاطر تواضع کی یک بینی و دو گوش وہاں سے رفو چکر ہوا۔ اس سے جل کر اس نے رسالہ لکھ مارا اور انتہا درجہ کے افترا و بہتان سے کام لیا۔ اس رسالہ کے بعد جوان کی اس ضلع میں گت ہوئی تو انھیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا اس کے علاوہ عزیز گرامی مولانا محبوب علی صاحب لکھنوی نے تاریخ اعیان و ہابیہ تصنیف فرما کے اس کے کروت کی مکمل سزا دے دی کہ جس کے بعد اس نے اٹک سر نہ اٹھایا۔

وہی فسادِ ملا آپ کے گھر پہنچا اور اس کو اپنا امام و پیشوا بنا کر آپ نے یہ رسالہ لکھ ڈالا جیسے امام ویسے مقتدی، وہ بھی علم دین سے کورے آپ بھی ویسے بنی ناواقف، خیر ہم نے بفضلہ تعالیٰ اس کے جواب میں یہ چند سطور پیش کر دیئے ذرا نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائے گا آپ کہتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میری یہ کوشش اٹل جناب آپ کی یہ کوشش حقارت کی نظر سے دیکھی جائیں گی۔ اس لیے کہ آپ نے خود اپنے بکے پر عمل نہ کیا آپ نے نصیحت فرمائی کہ ان فروعی باتوں میں زیادہ بحث و تمحیص نہ کی جائے اور اتفاق و اتحاد سے زندگی گزاریں مگر آپ نے خود ایک فساد کا دروازہ کھولا اور علمائے اہل سنت پر ناپاک الزام لگائے اور آگ بھڑکا دی اجماعی جو کچھ اب تک ہو چکا تھا آپ کو خلیل احمد کے مختصر سے ناتمام تبصرہ کے بعد مکمل تبصرہ کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں آپ کی اس حرکت کا دندان شکن جواب لکھنا پڑا اور بات بڑھی مگر آپ بھی کیا کرتے

ہندوستان میں سب کچھ چھوڑ کے گئے وہاں خالی ہاتھ پہنچے۔ سنیوں نے تو اپنا گزاریا عرس فاتحہ سے کر لیا آپ کے مردے تو اس قابل ہی نہیں کہ ان کی فاتحہ یا عرس ہو سکے۔ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو گئے تو یہ رسالہ میں لکھ مارا کہ اس کے سہارے کچھ دال دلیا پیٹ کو ہو جائے گا۔

جناب روحی صاحب آپ نے باب اول کے ماتحت تمہید کے عنوان سے جو مضمون قلمبند کیا ہے وہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ یایوں سمجھئے کہ مایخو لیا والوں کی طرح کچھ سوچا اور اسی کو حقیقت سمجھ لیا۔

آپ کہتے ہیں۔

”مگر برصغیر پاک و ہند میں جیسے جیسے مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کو دھکا لگا اور ان کی حکومت کی بنیادیں تزلزل پیدا ہو اس وقت سے ان میں فرقہ بندی کی ایسی ہوا چلنی شروع ہوئی کہ جس نے ان کو برباد کر کے رکھ دیا“

جناب روحی صاحب ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ کچھ تاریخ سے واقف ہوں گے مگر ہمارا خیال غلط نکالا اور آپ کی اس عبارت سے پتہ چلا کہ اس فن سے بالکل کورے ہیں۔

فرمائیے کہ اسلام میں یہ مختلف فرقے پیدا ہونے والے شیعہ، خارجی، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، مجسمہ، کب ظہور میں آئے کیا یہ بھی ہندوستان کی حکومت اسلامیہ کے بعد ظاہر ہوئے اجی جناب ہندوستان اور ترک میں تو اسلامی حکومت کا وجود بھی نہ تھا اور یہ فرقے موجود تھے۔ شیعہ، خارجی وغیرہ خلفائے بنی امیہ اور عباسیہ کے زمانہ ہی میں ظاہر ہو گئے تھے اس قدر غلط بیانی اور تاریخ سے ناواقفیت۔

پھر آپ کہتے ہیں۔

مسلمانوں کی حکومت ختم ہو رہی تھی اور اس کی جگہ انگریزوں کی حکومت قائم ہو رہی تھی۔ انگریز نے دیکھا کہ اس کی تمام کوششیں ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ میں بیکار ہو چکی ہیں لہذا اس نے مسلمانوں میں اندرونی تفرقہ ڈالنے کی کوششیں کیں تاکہ مسلمانوں کی قوت کمزور ہو جائے اور انگریز کا سیاسی مقصد پورا ہو جائے۔ انگریز نے بہت غور و فکر کے بعد ہندوستان میں ایسے لوگوں کو اپنایا جن کا ذریعہ معاش قبر پرستی پیر پرستی اور خانقاہوں پر گزراوقات تھی یہ گروہ عام طور سے مسلم عوام پر چھایا ہوا تھا اور مسلمانوں کی زندگی کو غیر اسلامی روایات و رسومات سے بھر دیا تھا ان لوگوں کو انگریز نے خریدا۔ دوسری طرف کچھ ایسے لوگ تھے کہ جن کی زندگی قرآن و حدیث کے تابع تھی جن کا مقصد حیات خدا کے حکم کی فرماں برداری تھا جن کو سنت رسول سے ذرہ برابر ہٹنا گوارہ نہ تھا اور جن کی نظر میں انگریز کی حکومت مسلمانوں کی بربادی کا پیش خیمہ تھی اور جو مغلیہ حکومت کی بربادی کے بعد دوبارہ ملت اسلامیہ کے تحفظ کے لیے کوشاں تھے الخ۔

جناب روحی صاحب۔ آپ نے غلط تخیل قائم کیا واقعیت سے بہت دور، دیکھئے قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ اکثریت کی قوت توڑی جاتی ہے اور اقلیت کو مدد دے کر اکثریت کے کچلنے کے لیے آمادہ کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں اکثریت انہیں لوگوں کی تھی جن کو آپ قبر پرست اور پیر پرست کہہ رہے ہیں جن کی آمدنی قبروں اور عرسوں کی نذریں بتا رہے ہیں چنانچہ آپ نے اپنے اس قول میں ”یہ گروہ عام طور سے مسلم عوام پر چھایا ہوا تھا۔“ ان کی اکثریت کو تسلیم کر لیا۔ انگریز کو خطرہ انہیں سے تھا کہ اکثریت والا جتھا اگر مخالفت پر آمادہ ہو گیا تو بات بگڑ جائے گی۔ اس نے اس اکثریت کو توڑنے کے لیے اقلیت کو مدد دی اور جن کو آپ نے قرآن و حدیث کے تابع بتایا انہیں کو انگریز نے خریدا اور اس اکثریت کو ان اقلیت کی

زبانی بدعتی اور مشرک کہلوا کر ایک ہنگامہ برپا کر دیا کہ یہ آپس کے جھگڑوں میں پھنس جائیں گے۔ ہم سے غافل ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس کی یہ کوششیں اول سے آخر تک جاری رہیں شروع شروع میں سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی کو خریدا۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ پھر اس نے سید احمد خاں کو مول لیا۔ چنانچہ آپ کے مسلم و معتمد جناب مولانا عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی فرماتے ہیں۔

”اسی کتبے میں سے ایک شخص سید احمد خاں صاحب بہادر بھی پیدا ہوئے یہ

شخص ابتدا میں مولوی مخصوص اللہ صاحب نبیرہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی قدر صرف نحو سے آشنا ہوئے اور تعویذ گنڈے بھی سیکھے لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو گورنمنٹ برٹش کی طرف رجوع کی اور اپنی لیاقت خداداد سے کوئی اچھا عہدہ بھی پایا پھر تو پکے وہابی متبع مولوی اسماعیل صاحب ہو گئے اس عرصہ میں غدر ہو گیا اور سید صاحب اپنی خیر خواہی اور حکام رسی سے بڑی کوشش کر گئے اور اپنی خوش بیانی اور عالی دماغی سے انگریزوں میں بڑے فاضل یا فلاسفر باوقار مانے گئے۔ اور سی ایس آئی کا لقب حاصل کیا اور کچھ عجب نہیں کہ گورنمنٹ برٹش ۱۸۵۷ء کے فساد سے پر غدر ہوا اور سید صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے گورنمنٹ کو نہ صرف اطمینان دلایا بلکہ خیالات مذہبیہ کے گرانے کا بھی بیڑا اٹھایا ہو۔“

جناب روحی صاحب۔ دیکھا آپ نے اپنے فاضل کا محققانہ بیان کہ انگریزوں نے سید احمد خاں کو کس طرح خریدا اور یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ سید احمد خاں وہابی تھے اور وہابیت میں مولوی اسماعیل کے متبع تھے تو کس کو خریدا، وہابی کو اور گورنمنٹ کی مدد کس نے کی، وہابی نے، اور یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سید احمد خاں اور مولوی اسماعیل بھی پکے وہابی تھے تو انگریزوں نے شروع میں کس کو خریدا وہابی کو اور کس نے

انگریز کے پنجے جمائے، وہابی نے۔

پھر انگریز نے مولوی اشرف علی کو خریدا، مولوی الیاس کو خریدا، ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ دونوں وہابیانہ خیال کے اور وہابیانہ عقائد کے مبلغ تھے تو کس کو خریدا، وہابی کو، کس نے مدد کی، وہابی نے۔ اب فرمائیے کہ قبر پرست پیر پرست کی قوت توڑنے کے لیے انگریز نے کس سے کام لیا۔ اول سے آخر تک وہابیوں سے، یہ ہی وہ وہابی ہیں جن کو آپ نے قبیح قرآن و حدیث بتایا جن کا مقصد حیات خدا کے حکم کی فرماں برداری اور سنت رسول پر عمل کرنا بتایا۔ فرمائیے اتباع قرآن و حدیث یہ ہی ہے کہ انگریزوں کے پنجے جمائیں۔ اس کی مدد کریں اس کے خلاف عدم جہاد کے فتوے دیں اور انگریزوں سے جہاد کو حرام قرار دیں اسے رحمدل اور امن والی حکومت لکھیں۔ وظیفے لے کر مسلمانوں کو بدعتی مشرک بنائیں۔ یہ لوگ ملت اسلامیہ کے تحفظ کے کوشاں تھے یا حکومت برطانیہ کے دلال اور پٹھو تھے۔ جناب روجی صاحب ہوش سنبھالیے اور واقعات کو تاریخ کی روشنی میں دیکھئے غلط بیانی سے مسلمانوں کو دھوکہ نہ دیجئے۔

آپ فرماتے ہیں۔

”اس کے بعد نت نئے بدعت کے دروازے کھول دیئے اور اپنے مخالف گروہ کو وہابی کے لقب سے پکارنے لگے۔“

جناب روجی صاحب آپ کی ساری کتاب لفظ وہابی پر رونے اور اسی کی تعزیت سے پر ہے آپ کو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ کلیجہ چھلنی ہوتا ہے جب سنی کسی بد مذہب کے لیے لفظ وہابی استعمال کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ سے آپ چڑھتے ہیں جیسے بعض لوگ کریلے اور گلاب جامن سے چڑھتے ہیں۔ مگر آپ اپنا سر پکڑ کر رویئے کہ جس کو اہل سنت وہابی کہتے ہیں اسی کو آپ کے فضلاء دیوبند

بھی وہابی اور خبیث وہابی کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے مانے ہوئے مفسر تفسیر حقانی تو صاف لفظوں میں مولوی اسماعیل دہلوی کو لفظ وہابی کا خطاب دے چکے۔

آپ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے قبیحین کا ذکر کر کے کہا۔ ”ان لوگوں نے مسلمانوں کو فروعی مسائل میں الجھائے رکھا وہ مسائل کیا تھے۔ میلاد شریف۔ قیام میلاد۔ فاتحہ۔ تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ برسی۔ نذر۔ فاتحہ۔ نذر غیر اللہ۔ علم غیب۔ انگوٹھوں کا چومنا۔ قبر پر بعد تدفین اذان کہنا۔ عرس کرنا۔ چادریں چڑھانا۔ آمین بالجہر، رفع یدین قبر پرستی پیر پرستی محرم کا کھچڑا اور شربت۔ شب برات کا حلوہ۔ غرضیکہ اسی قسم کے بہت سے بدعتی اور فروعی مسائل نکال کر مسلمانوں کو کافر و ملعون و مردود ٹھہرایا۔“

جناب روحی صاحب آپ کے منظور نظر وہابیوں نے اہلسنت کے ان معمولات کو بدعت حرام ناجائز اور شرک بتا کر مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک ٹھہرایا اور اختلافات کا ایک طومار کھڑا کر دیا۔ یہ معمولات تو مسلمانوں کے قدیم سے رائج تھے آپ کے وہابیہ نے تو جنم بھی نہ لیا تھا اور یہ معمولات تھے آپ کے وہابیہ نے کیوں انہیں ناجائز و حرام و شرک کہا۔ اور ایک اختلاف کی بنیاد ڈالی۔ انہیں یہ سب کچھ نہ کرنا تھا نہ کرتے مگر دوسروں پر اعتراض کرنے اور ان معمولات کو بدعت قرار دینے کا کیا حق تھا۔ کیا قرآن و حدیث وہ ہی سمجھتے تھے حقیقی اتباع کے انہوں نے ٹھیکے لے لیے تھے۔ جب انہوں نے ناجائز کیا تو علمائے اہل سنت نے جواز کے دلائل و براہین پیش کئے اور دانت کھٹے کر دیئے۔ مگر پھر بھی ان مسائل کے انکار پر کسی کو کافر نہ کہا۔ آپ کا یہ کہنا کہ ان فروعی مسائل میں کافر مردود کہا، صرف بہتان و افتراء ہے۔ کافر کہا اسے جس نے خدا کی طرف امکان کذب کی

نسبت کی، ختم زمانی پر حملہ کیا۔ حضور کی توہین کی۔ اور اس میں کسی بڑی سی بڑی شخصیت کی پروانہ کی۔ خواہ وہ شہید کہلاتے ہوں یا قطب وقت یا شیخ الہند یا شیخ الاسلام۔

غرض کہ جس کی بات اپنے نزدیک اور اپنی تحقیق میں خلاف مذہب اسلام و مسلک اہلسنت دیکھی مداخلت نہ کی اور بلا رورعایت شریعت مطہرہ کا قانون سنا دیا۔ ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کیا۔

آخر نہ رہا گیا آپ سے تو آپ نے پیر مغاں سرسید احمد خاں کا بھی ذکر کر دیا اور ہونا چاہیے تھا اس لیے کہ پروفیسری تو انہیں کے دم قدم سے جناب کو ملی۔ جناب روحی صاحب سید احمد خاں کے متعلق وہ پڑھیے جو مفسر تفسیر حقانی نے نیچری کے زیر عنوان تفسیر حقانی میں لکھا ہے۔ جس کا کچھ حصہ ہم نقل کر چکے ہیں اس وقت آپ کی آنکھیں کھلیں گی۔ کہ آپ کے سید احمد خاں نے مذہب کو کس قدر نقصان پہنچایا اور مسلمانوں کو کس طرح برطانیہ کے بیچہ میں پھنسایا۔ اور چونکہ وہ بھی وہابی تھا اس لیے اس کو علمائے اہلسنت نے برا کہا تو آپ چڑھ گئے۔

اس سلسلہ میں آپ نے حضرت مولانا عبدالباری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر کیا ہے، جناب روحی صاحب مولانا عبدالباری صاحب وہ ہیں جو آپ کے نزدیک قبر پرست، پیر پرست۔ گیارہویں اور عرس والے کہلاتے ہیں۔ سنی تھے اور آپ کی تحقیق کے مطابق بدعتی تھے۔ وہ تو الی بھی سنتے تھے۔ اور یکم ربیع الاول سے ۱۲ تک روز آنہ بڑے تکلف سے مجلس میلاد شریف کرتے تھے میں خود ذاتی طور سے واقف ہوں اس لیے کہ میں خود فرنگی محل مدرسہ نظامیہ کا ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔ حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ سے خاص طور پر شرح چغین پڑھی ہے۔ مگر زمانہ خلافت میں کچھ باتیں ان سے سرزد ہو گئیں جن پر اعلیٰ حضرت نے

گرفت فرمائی آخر کار وصال سے کچھ پہلے خدام الحرمین کے جلسہ میں علماء بریلی شریک ہوئے اس وقت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ نہ کیا اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر جو اعتراضات کیے ہیں ان باتوں سے رجوع کیجئے۔ چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش سے تحریر دی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرنگی محل گئے دونوں میں مصافحہ و معانقہ ہوا۔ حضرت مولانا حامد رضا خاں نے حضرت مولانا عبدالباری کے ہاتھ چومے اس لیے کہ وہ صحابی کی اولاد میں ہیں اور وہیں قیام فرمایا۔ فقیر اس موقعہ پر موجود تھا۔ اس خوشی میں دارالشفاع کی برافیاں آئیں اور باقاعدہ فاتحہ ہوا اور تقسیم ہوئیں۔ جناب روحی صاحب عبرت حاصل کیجئے اس واقعہ سے اور دیکھئے حقانیت بریلوی اور بقول آپ کے رضا خانیوں کی اور ملاحظہ فرمائیے حق پرستی و بے نفسی حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی۔ مولیٰ تعالیٰ اعلیٰ حضرت کی سی حق گوئی۔ اور مولانا عبدالباری صاحب کی سی حق پرستی سب کو عطا فرمائے۔ مگر اس حق گوئی کی قدر و منزلت اسی نے کی جو سنی تھا۔ وہابی۔ دیوبندی کیا قدر کرے گا۔ اور یہ حق پرستی اسی نے کی جو سنی تھا۔ وہابی، دیوبندی کیا حق پرستی کرے گا۔ اسے لڑنا آتا ہے اور سینہ تانتا۔ میں یہاں آپ کو ایک نکتہ سمجھا دوں اگر سمجھ میں آجائے۔

حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خدا اور نبی اور ولی کی شان میں گستاخی نہ کی تھی تو ہین آمیز کلمات استعمال نہ کئے تھے صرف چند باتیں تھیں جن پر اعتراضات تھے اس لیے ان سے حق پرستی کا مادہ سلب نہ ہوا تھا اس کی

روشنی باقی تھی۔ لہذا حق کو قبول کر لیا اور خدا نے توفیق بخشی۔ وہابیہ، دیوبندیہ نے خدا اور اس کے حبیب اور اولیاء کی شان میں گستاخیاں کیں۔ اس لیے حق پرستی کا مادہ سلب ہو گیا۔ خدا کی توفیق نے دسگری نہ کی لہذا حق کو قبول نہ کر سکے اپنے وقار دنیوی کو قائم رکھا اور یہ کہتے رہے کہ اس کا یہ مطلب ہے وہ مطلب ہے مگر توبہ نصیب نہ ہوئی وقار اخروی کھو بیٹھے ایسے لوگوں کے لیے خدا نے فرمایا ہے۔ صم بکم علمی فہم لایرجعون۔

اہل سنت و جماعت

آپ نے اس عنوان کے ماتحت تو یہ تسلیم کر لیا کہ اہل سنت ہی اسلام کا وہ فرقہ ہے جو عموم و کثرت کے ساتھ اب بھی باقی ہے اور یہ بھی آپ نے تسلیم کر لیا کہ بہت سے فرقے پیدا ہوئے اور ختم ہو گئے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک بات اور آپ کو کہہ دینی چاہیے تھی جو بہت ضروری تھی۔ وہ یہ کہ حضور کی پیشین گوئی کے مطابق ناجی اور جنتی اولیک علی ہدی من ربکم واولئک ہم المفلحون۔ یہ ہی فرقہ ہے اور باقی بہتر فرقے کھم فی النار ہیں۔ حضور کے اس فرمان سے آپ نے گریز کیوں کیا۔ کیا باقیوں کو جہنمی کہنا۔ آپ کو دکھ پہنچاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں ”اگرچہ ایک صدی سے قبل اس کے مقابل شیعہ فرقہ سمجھا جاتا تھا مگر آج سنی کے مقابل فوراً وہابی سمجھا جاتا ہے۔“ آپ نے غلط کہا ہر فرقہ باطلہ کے مقابلہ میں سنی کا لفظ تھا معتزلہ کے مقابلہ میں، قدریہ جبریہ مجسمہ کے مقابلہ میں، خارجی اور شیعہ کے مقابلہ میں غرضیکہ جو فرقہ باطلہ جس زمانہ میں تھا اس کے مقابلہ میں لفظ سنی تھا۔ اب اس کے وقت برسر ہنگامہ وہابی ہے اور اہل سنت کے عقائد سے مختلف ہے اس لیے اب زیادہ تر اس کا استعمال وہابی کے مقابلہ میں ہوتا ہے اس لیے کہ وہابی تو سنی کہلایا ہی نہیں جاسکتا۔ جیسا کہ معتزلی سنی نہیں کہلایا جاتا

تھا۔ اب رہا انشقاق و افتراق تو اس کی نحوست اسی کے سر تھپے گی جو اہل سنت کے خلاف عقائد ایجاد کر کے اہل سنت سے جدا ہو گیا اور فسادِ بن کر جنگ و جدال کی آگ بھڑکائی اور اپنی اقلیت کو اکثریت میں لانے کے لیے توڑ پھوڑ شروع کی، اور مدانگریز سے لی، وظیفے انگریز سے لیے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ بار بار عام لفظ مسلمان مسلمان بول کر تمام فرق باطلہ کو ایک میں سمیٹ سکتے ہیں۔ جبکہ صاف و صریح یہ موجود ہے کہ انھیں کلمہ گو یوں میں سے بہتر ناری ہوں گے۔ ان ناریوں سے آپ کو کیوں محبت ہے ان کے غم میں آپ کیوں پگھلے جاتے ہوں۔ زبان و قلم کو ان کی تعزیت میں کیوں استعمال کرتے ہیں۔

آپ نے عنوان سنت و جماعت کے ماتحت سنت و جماعت کے جو معنی سمجھائے وہ تو قریب قریب لفظ سنت اور جماعت سے خود ماخوذ ہوتے ہیں۔ بتانا آپ کو یہ چاہیے تھا کہ اس کا صحیح مصداق اسلام کے فرقوں میں سے کون سا فرقہ ہے یوں تو ہر شخص اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت کہنے کا حقدار بنتا ہے۔ اب ہم آپ کو بتائیں کہ صحیح مصداق کون ہے سنیے۔ وہ ہے جو شیعہ اور خارجی نہ ہو۔ معتزلہ اور قدریہ نہ ہو۔ مجسمہ اور مرجیہ نہ ہو اور غیر مقلد نہ ہو، چکڑالوی نہ ہو۔ قادیانی نہ ہو۔ نیچری نہ ہو اور وہابی اور دیوبندی نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسلام دنیا کے تمام فرقوں کو مٹا کر تمام دنیا کی ایک عمومی برادری قائم کرنے آیا تھا۔ بالکل صحیح ہے۔ مگر ستیاناس ہو خارجی اور شیعہ کا، معتزلہ اور قدریہ کا، وہابی اور دیوبندی کا، جنھوں نے اس عمومی برادری کو قائم نہ رہنے دیا اور فرقہ فرقہ ہو کر اہل سنت و جماعت سے جدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان اپنی جگہ ہے اس نے لفظ المومنون فرما کر اخوت قائم کی پس جو صفت المومنون سے جدا ہو کر کلہم فی النار کا مستحق ہو گیا وہ مومنین کا بھائی کیسے ہو سکتا ہے۔ جناب روحی صاحب الفاظ کی رو

میں نہ ہے۔ حقیقت پر نظر ڈالے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط مستقیم اور دائیں بائیں چھوٹے چھوٹے خط کھینچ کر جو تفہیم فرمائی آپ نہ سمجھ پائے۔ حضور نے خط مستقیم اپنا راستہ بتایا۔ یہ ہی راستہ اہل سنت کا ہے۔ دائیں بائیں کے خطوں کے متعلق فرمایا کہ ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔ یہ دائیں بائیں مختلف راستے وہ ہی ہیں جو خارجیت اور رخص اور اعتزالی اور وہابیت کے نام سے موسوم ہیں اس لیے کہ تابعین کے زمانہ سے لفظ اہل سنت مشہور ہوا اور الحمد للہ کہ اپنی اسی شان سے اب تک چلا آرہا ہے۔ مگر دائیں بائیں نام بدلتے رہے اعتزالی جب بدنام ہوا تو اصحاب التوحید داعی الی التوحید نام رکھ لیا۔ اہلحدیث کہلانے لگے۔ جب وہ بدنام ہوئے تو تبلیغی جماعت اور اسلامی جماعت نام رکھ لیے۔ حقیقت سب کی وہ ہی وہابیت، لباس بدلتا رہا۔ اب جناب روحی صاحب آپ کوئی اور نام رکھ کر جماعت بنا لیجئے۔

عقائد میں وسعت طبعی

اس عنوان کے ماتحت آپ نے لکھا کہ ”اسلام نے اصول دین کو چھ دفعات میں یکجا کر دیا ہے اور وہ ایمان باللہ، ایمان بالرسل، ایمان بالکتاب، ایمان بالملائکہ، ایمان بالیوم الآخر اور ایمان بالتقدیر۔ یہ دفعات صحابہ کے عہد میں بالکل سادہ تھے مگر جیسے جیسے مسلمانوں میں خیال آرائی بڑھتی گئی۔ ان مسائل میں نئے نئے مسائل بڑھتے گئے۔“

جناب روحی صاحب۔ ان دفعات کے ماتحت بڑی بڑی تفصیلات ہیں جن تفصیلات میں سے کسی کا انکار منافی ایمان ہوگا۔ مثلاً ایمان باللہ میں یہ ضروری ہے کہ اس کی تمام صفتوں کو قدیم ازلی، ابدی، ممتنع الزوال ماننا ہوگا اور ہر صفت

عیب و نقص سے پاک اور منزہ جاننا ہوگا۔ صدق بھی اس کی ایک صفت ہے جو صفت کمال اور لازوال ہے کذب ایک عیب و نقص ہے۔ مگر جب مولوی اسماعیل دہلوی نے اور ان کے اتباع میں دیوبندیہ نے خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر مانا تو خدا کی صفت صدق پر ایمان نہ ہوا تو پھر خدا پر ایمان کیسے متصور ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ایمان بالرسل میں ان کی تعظیم و توقیر کا بجالانا ہے۔ جس کا تعلق ان کی ذات سے بھی ہے اور صفات سے بھی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں ان کی خاتمیت زمانیہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ پس اگر کوئی حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتائے یا بچوں۔ یا گلوں۔ یا نوروں۔ جو پایوں۔ ایسا کہے یا حضور کے وصف ختم زمانی پر حملہ کرے تو یہ حضور پر ایمان متصور نہ ہوگا۔ سمجھے صاحب۔

پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ بعض مسائل ضروریات دین اسلام سے ہیں کہ جن میں سے کسی ایک کا انکار کفر قطعی اور ارتداد مقینی ہے۔ وہ وہ ہی ہیں جو چھ دفعات اور ان کی تفصیلات ہیں۔ فرقہ ہائے اسلام میں سے بعض فرقوں نے اگرچہ بظاہر ان چھ دفعات کا اقرار تو کیا لیکن کتاب و سنت سے ثابت ہونے والے دوسرے مسائل کا انکار کیا۔ جیسے شیعہ نے خلافت شیخین سے انکار کیا معتزلہ نے رویت باری، شفاعت، پل صراط، وزن اعمال سے انکار کیا۔ اس لیے اہل سنت و جماعت نے اپنے آپ کو ان فرق باطلہ سے ممتاز رکھنے کے لیے اور صحیح صراط مستقیم بتانے کے لیے ان مسائل کی تفصیل بڑی شرح و بسط سے فرمائی۔ جو ضروریات مذہب اہل سنت سے شمار کئے گئے ان میں سے کسی کا انکار ابتداء فی الدین اور مذہب اہل سنت سے خروج شمار کیا گیا۔ آج کل وہابیہ حضور کے اور اولیاء کے علم غیب کے قائل نہیں، شفاعت کے قائل نہیں حضور کی حیات جسمانی کے قائل نہیں

استمداد کے قائل نہیں، جواز ندائے نبی و ولی کے قائل نہیں۔ یہ مسائل اہلسنت کے متفقہ مسائل ہیں وہابیہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ لہذا وہ اہلسنت والجماعت سے جدا اور مبتدع شمار کئے گئے۔ جناب روحی صاحب اس کو سمجھئے۔

آپ فرماتے ہیں اور آج کل ان لوگوں نے اہل سنت ہونے کا دار و مدار چند خود ساختہ غیر اسلامی بدعتانہ اور شرکانہ رسموں پر رکھا ہے۔“

جناب روحی صاحب معمولات اہلسنت کو بدعتانہ اور شرکانہ رسمیں قرار دینا یہ ہی کھلی ہوئی وہابیت ہے۔ جناب کہہ دینا اور گھر بیٹھ کر قلم چلا دینا تو بہت آسان ہے اور خصوصاً آج کل آزادی کے زمانہ میں مگر جب آپ سے مطالبہ کیا جائے کہ ثابت کیجئے کہ یہ بدعت یا شرک کی رسمیں ہیں۔ تو بغلیں جھانکنے لگیں گے۔ پسینہ آ جائے گا۔ چھٹی کا دودھ یا دا آ جائے گا منہ چھپائے پھر پئے گا۔

www.AFSAAN.COM
"THE ISLAMIC PHILOSOPHY"

آپ نے اس عنوان کے ماتحت بدعت پر غلط فہمی فرمائی ہے اور بدعت کی تعریف کی ہے۔ وہ بھی قائل غور ہے اور ہمارا آپ کا فیصلہ اسی پر ہے آپ فرماتے ہیں۔

”اس سے بدعت کی حقیقت ظاہر ہوتی اور وہ یہ ہے کہ بدعت دین حق کے اندر کسی ایسی چیز کا باہر سے اضافہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اور بتائے ہوئے دین میں نہیں نہ اس کی اصل موجود ہے اور نہ اس کی نظیر موجود ہے اور نہ وہ قرآن و حدیث سے مستنبط ہے۔“

جناب روحی صاحب اگر اس کی اصل موجود ہے اور نظیر بھی پائی جاتی ہے تو وہ چیز تو بدعت نہ ہوگی۔ یہ تو آپ کو تسلیم ہے پس ہم کہتے ہیں کہ میلاد و قیام فاتحہ، عرس، اذان برقبر، چادران سب کی اصل و نظیر موجود ہے لہذا بدعت نہیں اگر آپ

کو ان کے دلائل و براہین دیکھنا ہوں تو نظر انصاف سے رسائل اہلسنت ملاحظہ فرمائیے اگر وہ میسر نہ ہوں تو فقیر کا رسالہ ”تہافت الوہابیہ“ کا باب دوم سنت و بدعت کا بیان دیکھئے خاطر خواہ تسلی ہو جائے گی۔
آپ فرماتے ہیں۔

”اس جماعت نے بدعت کی بھی دو قسمیں قرار دے دیں ایک بدعت حسنہ اور ایک سیئہ بدعت، ان عقلمندوں سے کوئی پوچھے کہ بدعت حسنہ کیسے ہو سکتی ہے جبکہ صاف صاف حدیث میں کل بدعت ضلالتی ہے۔“

جناب روحی صاحب آپ کو دین و مذہب کی کتابوں سے تو واسطہ نہیں یا دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق نہیں۔ آپ صرف دو قسموں پر طعنہ زنی کر رہے ہیں حالانکہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) بدعت محرمہ (۲) بدعت واجبہ (۳) بدعت مندوبہ (۴) بدعت مکروہہ (۵) بدعت مباحہ۔

ملا علی قاری مکی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ قال الشیخ عز الدین ابن عبد السلام فی آخر کتاب القواعد۔ البدعة اما واجبة کتعلم النحو لفہم کلام اللہ ورسولہ وکتدوین اصول الفقہ و الکلام والجرح والتعلیل واما محرمة کمذہب الجبرية والقدرية والمرجئة والمجسمة والرد علی هؤلاء من البدع الواجبة لان حفظا الشریعة من هذه البدع فرض کفایة واما مندوبہ کا حدیث الروابط والمدارس وکل احسان لم یعہد فی الصدر الاول وکاتب اویح امی بالجماعة العامة و الکلام فی دقائق الصوفیہ واما مکروہہ کزخرفة المساجد و تزئین المصاحف یعنی عند الشافعية واما عنہ الحنفية فمباح واما مباحہ کا لمصافحة

عقوب الصبح و العصرای عند الشافعية ایضاً و عند الحنفية مکروه علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں قال العلماء البدعة خمسة اقسام واجبة و مندوبة و محرومة و مکروهة و مباحة۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مجموعہ فتاویٰ میں فرماتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ہر بدعت بمعنی مذکور مذموم ہو بلکہ بعض واجب ہیں اور بعض حرام ہیں اور بعض مندوب اور بعض مکروه اور بعض مباح (لمتقطاً)

فرمائیے ان حضرات نے جو بدعت کی قسمیں فرمائیں تو کیا یہ لوگ حدیث کل بدعة ضلالة سے واقف نہیں یا آپ ہی واقف ہیں اور سمجھتے ہیں۔

اور مختصر یہ سن لیجئے کہ علامہ نووی فرماتے ہیں البدعة مالم یکن فی مبد رسول اللہ ﷺ وہی منقسمہ الی حسنة و قبیحة۔

جناب بروقی صاحب اب یہ بھی سن لیجئے کہ حدیث کل بدعة ضلالة کا مطلب کیا ہے اور شراح حدیث نے کیا لکھا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ قال فی الازہار اے کل بدعة سنية ضلالة لقوله علیه السلام من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها کل بدعة ضلالة میں بدعت سے بدعت سنیہ مراد ہے اس لیے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ جو شخص اسلام میں طریقہ حسنہ جاری کرے تو اس کو اس فعل کا ثواب ملے گا جو اس پر عمل کرے گا۔ اس کا بھی اجر اس کو ملے گا۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں فاذا عرف ذلك ما ذکرته علم ان الحديث من العام المخصوص۔ حدیث کل بدعة ضلالة عام لخصوص منه البعض ہے۔

مولانا عبدالحی فرماتے ہیں اور حدیث کل بدعة ضلالته عام لخصوص

منہ البعض ہے۔ جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ قاری نے تصریح فرمائی۔

آپ فرماتے ہیں کہ بدعت حسنہ کیسے ہو سکتی ہے۔ جناب جب مشکوٰۃ میں حدیث کل بدعة ضلالة دیکھی تھی تو اسی باب میں چند حدیثوں کے بعد یہ حدیث بھی ہے و من ابتدع بدعة ضلالة لا یرضاها اللہ و رسولہ الخ اس حدیث میں حضور نے بدعت کو لفظ ضلالت سے مقید فرما دیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی بدعت ایسی بھی ہے جو ضلالت نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ قید یہ لاخراج البدعة الحسنة حضور نے بدعت کے ساتھ ضلالت کی قید لگا دی اس لیے کہ اس حکم سے (جو حدیث میں بیان کیا گیا ہے عدم رضا و خدا و رسول) بدعت حسنہ مستثنیٰ ہو جائے۔ دیکھا آپ نے بدعت ایسے حسنہ ہو سکتی ہے کہ حضور نے خود تقسیم فرمادی اور بتاؤں حضرت عمر رضی اللہ عنہ قیام رمضان کے متعلق فرماتے ہیں نعمت البدعة هذه یہ بدعت حسن ہے۔ دیکھئے حسنہ ایسے ہو سکتی ہے فرمائیے یہ حضرات عقلمند ہوئے یا نہیں انہیں عقلمندوں سے پوچھنے کے لیے آپ نے فرمایا دیکھئے یہ عقلمند کیسے کیسے عالم دین ہیں اور اب بتائیے کہ ان عقلمندوں کے مقابلہ میں آپ کون ہوئے۔ میں اپنی زبان سے نہ کہوں گا آپ خود جواب سوچ لیجئے۔

آپ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی صاحب نے کسی طالب علم سے (غالباً) دیوبند کا ہوگا) پوچھا کہ میاں دو اور تین کے ہوتے ہیں۔ اس نے برجستہ جواب دیا پانچ روٹیاں اس کے ذہن میں روٹی ہی روٹی تھی۔ لہذا روٹی کہہ دیا آپ کے ذہن میں بھی ضلالت ہی ضلالت ہے لہذا ہر بدعت کو ضلالت کہہ دیا۔ نہ حدیث پر نظر نہ اسکے معنی سمجھنے کی توفیق، نہ شراح حدیث سے غرض مطلب۔

حقیقت بدعت

آپ نے اس عنوان کے ماتحت حقیقت بدعت بیان فرمائی ہے۔ مگر نقلی، آپ فرماتے ہیں۔ ایک ذی علم بزرگ نے کیا خوب لکھا ہے اور حاشیہ میں ان کا نام بھی حضرت مولانا حکیم عبدالغفور آنولوی بتا دیا ہے۔

جناب روحی صاحب آپ نے اس رسالہ کی سخت توہین کی کہ ایک دین سے ناواقف عربی سے نابلد کو حضرت مولانا کے خطاب بخشے پتہ چلا کہ آپ کے مروی عنہ سب ایسے ہی ہیں اور جیسے آپ کے مروی عنہ ویسے ہی آپ ان کے راوی۔

میں خود آنولہ کا رہنے والا ہوں۔ میں خوب جانتا ہوں وہ محلہ گنج کے رہنے والے ہیں۔ سوت بیچنے کی دوکان ہے کبھی کبھی پرچوتی کی بھی دوکان کر لیتے ہیں معمولی سی فارسی پڑھے ہوئے ہیں۔ علم عربی سے بالکل ناواقف اتفاق یہ کہ کسی مرفہ الحال وہابی کے یہاں رشتہ داری ہو گئی۔ اس روز سے خیالات بدل گئے

حضرت والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے اور وہاں کے اہل سنت نے بہت سمجھایا۔ تو پھر تبلیغ سے تو باز آ گئے۔ مگر ادھر ادھر تحریروں سے کام لیتے رہے۔ آخر کار ایک مرتبہ بایکٹ کر دیا گیا۔ تو معافی مانگی غرض کہ کسی مدرسہ کے تعلیم یافتہ نہیں سند کس کو کہتے ہیں۔ اسی طرح حکمت میں بھی کسی کے شاگرد نہیں۔ خود ہی علاج الغریب۔ میزان

الطب وغیرہ سے حاصل کر لی ہے۔ وہ بھی ناکام۔ جناب روحی صاحب یہ ہیں آپ کے حضرت مولانا حکیم۔ مگر چونکہ آپ کی اور ان کی ذہنیت مل گئی۔ اس لیے حضرت مولانا حکیم ہو گئے۔ قول کے نقل کرنے سے پہلے قائل کی علمی حیثیت معلوم

کر لینی چاہیے۔ آپ کو حقیقت بدعت کے لیے ملے تو یہ ملے نہ حضرت علامہ نووی ملے نہ حضرت ملا علی قاری ملے۔ نہ حضرت مولانا عبدالحی ملے۔ افسوس صد افسوس۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ حقیقت بدعت کا مضمون کیوں ایجاد ہوا، ہم سے پوچھئے۔ محلہ گنج کی ایک مسجد ہے جوں بزرگ ہے جس کے قریب ان کی دوکان

ہے۔ وہاں کے نمازی نماز فجر و عصر کے بعد امام سے مصافحہ کر لیتے ہیں اتفاقاً ایک نماز میں یہ بھی تھے ان سے بھی مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا انھوں نے جھٹک دیا۔ لوگ بگڑ گئے اور خوب توں توں میں میں ہوئی اور ان سے کہا کہ آپ مصافحہ نہیں کرنا چاہتے ہیں نہ کریں۔ مگر مصافحہ کرنے والوں کو بدعتی وغیرہ بنانے کا آپ کو کیا حق ہے۔ آپ کوئی مولوی مفتی ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے یہ مضمون لکھا چنانچہ اس میں اسی مصافحہ کا ذکر آیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ

آپ نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کو خوب دھوکہ دیا ہے۔ تاریخی واقعات کو غلط لکھا۔ اور جہاں کچھ حقیقت تھی وہاں اپنا حاشیہ چڑھایا ایک ایک بات کو کئی مرتبہ اس طرح بیان کی کہ جس سے پتہ چلے کہ بڑے غصہ میں بھرے ہوئے ہیں مضمون بے ربط و سلسلہ بات کچھ شروع کی پہنچے کہاں اور ساری کتاب بد مذہبوں و ہابیوں دیوبندیوں کی مدح سرائی سے پر، اہل سنت پر طعنہ زنی، کتاب کیا ہے کہ تعزیرات ہند کا مجموعہ نہ کسی چیز کا ثبوت نہ کسی مسئلہ کی تحقیق، شان علم سے کوسوں دور، آج کل جس طرح لیڈر بولتے ہیں اسی انداز پر ایک لیکچر یہ ہے جناب کی پروفیسری کی لیاقت اور وہ بھی اسلامی لٹریچر کی پروفیسری کہ جن کو نہ علم فقہ کی خبر، نہ علم کلام کی، نہ تفسیر کی، نہ شروع حدیث کی اور لطف یہ کہ جن کی حمایت کے لیے قلم اٹھایا ان کے گھر کی بھی خبر نہیں۔ انگریز سے ہر مسلم تنفر ہو چکا تھا۔ اور ہے اسی کو پیش نظر رکھ کر جذبات کو ابھارا اور بے موقعہ انگریز انگریز کا ذکر چھیڑا اور تمام اہلسنت پر انگریز دوستی کا الزام لگا کر تنفرو بیزاری کا جذبہ پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی۔ حفظنا اللہ عن شر کل طاغیہ والحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ علی نبیہ محمد و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

فقیر عبد الحفیظ عفی عنہ

مفتی شاہی جامع مسجد آگرہ

سید احمد بریلوی

انگریز دوست یا انگریز دشمن؟

از جناب عنایت اللہ چشتی چکڑالوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

تاریخ کے مطالعہ میں ہمیں ایک اہم حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو وہ لامحالہ ہمارے اسلاف سے بحث کرنے کی ہو سکتا ہے کہ ہم ان اسلاف کے متعلق بعض باتوں کو جو کچھ سمجھتے چلے آ رہے ہوں تاریخ کا مطالعہ ہمیں اس کے خلاف بتائے اور اس نتیجہ تک پہنچائے کہ نہیں! بات یوں نہیں بلکیوں تھی اس سے بعض اوقات ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اسلاف میں سے کسی ایک کے متعلق جو رائے ہم پہلے رکھتے تھے اُسے بدلنا پڑے۔ تاریخ کے صحیح مطالعہ سے مضموم ہی یہ ہے کہ اگر واقعات اس کے متقاضی ہوں تو ہم اپنی رائے میں تبدیلی کر لیں اگر ہم اس کے لیے تیار نہ ہوں تو پھر تاریخی تحقیق و تدقیق سے کچھ حاصل نہیں۔

آج جبکہ ماضی کی ستائش ہر مورخ کا نصب العین بن گیا ہے۔
 رفنگان کی غلطیوں کا شمار کرنا عصر خویش سے جنگ کرنے کے مترادف ہے
 لیکن آئندگان کو ان غلطیوں سے آگاہ کرنا ناگزیر ہے جن کی وجہ سے ماضی
 میں مسلمانوں کو ناگفتہ بہ حالات سے گزرنا پڑا ہے تاکہ مستقبل کی تعمیر میں ان

غلطیوں سے احتراز کیا جائے زمانہ حال ماضی کا ثمرہ ہے اور مستقبل کے لیے ایک تخم کی حیثیت رکھتا ہے ہمیں آج اپنے پیشرو حضرات کے اعمال کا محاسبہ کرنا ہے اس لیے نہیں کہ ہم ان کو مطلقاً کریں بلکہ اس لیے کہ ماضی کی روشنی میں مستقبل کے لیے شاہراہ عمل کی جستجو کریں۔

زیر نظر مقالہ میں ہم نے برطانوی ہندوستان کی مشہور تحریک دہلیت کے قائد جناب سید احمد بریلوی کے سیاسی کردار کا تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیا ہے اگر ہمارا یہ جائزہ آپ کے جذبات کو مجروح کرتا ہے تو اس میں ہمارا قصور نہیں کیونکہ ہماری تحقیق کا مدار تاریخ پر مبنی ہے اس لیے ہم پر ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہیے۔

برطانوی دور حکومت میں جناب سید احمد بریلوی کی تحریک ایک ایسی تحریک ہے جو یگانوں اور بیگانوں میں "تحریک دہلیت" کے نام سے مشہور ہے یہ تحریک دہلیت کے نام سے کیوں مشہور ہوئی؟ اس کی وجہ جناب سید احمد بریلوی کے ایک بہت بڑے مداح شیخ محمد اکرام صاحب سی، ایس، پی کی زبان سے سنئے :-

"جب وہ (سید احمد بریلوی) حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں انہیں وہابیوں کے عقائد سے باخبر ہونے کا موقع ملا جو ان کے سفر حج سے چند سال پہلے مقامات مقدسہ پر قابض تھے۔ حضرت سید صاحب اور وہابیوں کے مقاصد میں بہت اشتراک تھا۔ اس لیے ان کے کئی ساتھی وہابی عقائد سے متاثر ہو آئے۔ مثلاً وہابی عقائد میں ایک اہم عقیدہ عدم وجوب تعلیقہ شخصی کا ہے۔

اہل سنت مسلمان، فقہ کے چار بڑے اماموں، امام ابو حنیفہ، امام

شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل میں سے کسی ایک کے پیرو اور ان کے طے کردہ مسائل فقہ میں سے کسی ایک کے مقلد ہوتے ہیں لیکن وہابی اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں اور فقہی اماموں کے بجائے احادیث کی پیروی کرتے ہیں۔ اس مسئلے پر شاہ اسماعیل شہید نے سفر حج کے بعد اپنے آپ کو غیر مقلد ظاہر کیا۔^۱

سرسید احمد خان کا انکار تقلید بھی شاہ اسماعیل کے ”فیضانِ صحبت“ کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ مولانا الطاف حسین حالی، سرسید کی ابتدائی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

”مولانا اسماعیل شہید نے اُن کے خیالات کی اور زیادہ اصلاح کی اور انہیں کسی قدر تقلید کی بندشوں سے آزاد کیا۔“^۲

جناب سید احمد بریلوی اور اُن کے ”مریدانِ باصفاء“ کے دینی معتقدات کی تغلیط میں سید صاحب کے زمانہ سے لے کر آج تک اکابر اہل سنت نے کیا کچھ لکھا صرف اس کی فہستہ کے لیے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ ہر دست یہ قصہ ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ ہمارا موضوع سید صاحب کے سیاسی اعمال و نظریات پر نقد و نظر ہے۔

کچھ دنوں سے سید صاحب کے مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے بعض حضرات یہ ثابت کرنے کی بدرجہ غایت کوشش کر رہے ہیں کہ ”سید صاحب بنیادی طور پر انگریزوں کے تسلط کے بھی ویسے ہی مخالف تھے جیسے سکھوں کی حکومت کے۔ اور ان کے منصوبہ جہاد میں انگریزوں سے

قتال اسی طرح شامل تھا جس طرح سکھوں سے۔ "آج کل اس نقطہ نظر کے بہت بڑے مبلغ مولانا غلام رسول مہر ہیں۔ انہوں نے تحریک وہابیت پر قریباً پورے دو ہزار صفحات پر مشتمل چار مجلدات مرتب کی ہیں جن کے نام بالترتیب حسب ذیل ہیں :-

① سید احمد شہید حصہ اول ② سید احمد شہید حصہ دوم

③ جماعت مجاہدین ④ سرگزشت مجاہدین

مہر صاحب نے اپنی متذکرہ تصانیف میں اپنے نقطہ نظر کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے اپنا پورا زور قلم و استدلال صرف کیا ہے اس کے باوجود مہر صاحب کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ کیونکہ جن لوگوں کے سامنے تحریک وہابیت سے متعلق ایسی کتابیں ہیں جو اس تحریک کے بنیادی مانخذ کی حیثیت رکھتی ہیں وہ مہر صاحب کے نقطہ نظر کی تائید کرنے سے معذور ہیں کیونکہ ان کتابوں میں ایسا مواد بکثرت موجود ہے جو مہر صاحب کے نقطہ نظر کے برعکس سید صاحب کو انگریزوں کا حلیف ثابت کرتا ہے۔

تحریک وہابیت سے متعلق حسب ذیل تین دستاویزات بلند پایہ تاریخی حیثیت کی حامل ہیں :-

① سوانح احمدی :- اس کے مصنف مولوی محمد جعفر تھانوی

ہیں مولوی صاحب، سید احمد بریلوی کے خاص معتقدین میں سے ہیں۔ ان کی تصنیف سوانح احمدی کو سید صاحب کے سوانح حیات میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ بقول غلام رسول مہر :-
"اُردو زبان میں سید صاحب کے متعلق

یہ پہلی کتاب ہے۔“ لہ

شروع سے لے کر آج تک اسے سید صاحب کے حالات و واقعات کے سلسلے میں مستند ماخذ تسلیم کیا گیا ہے۔ کسی نے اس کے واقعات و روایات سے اختلاف نہیں کیا۔ خود مہر صاحب مولوی محمد جعفر تھانیسری کی بلند پایہ شخصیت کے معترف ہیں۔ ثبوت کے لیے مہر صاحب کی حسب ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیے :-

”مولوی جعفر تھانیسری، سید صاحب کے خاص معتقدین سے وابستہ تھے اس وابستگی کے باعث انہوں نے خوفناک تکلیفیں اٹھائیں، گھر بار لٹا یا اور کم و بیش اٹھارہ سال کالے پانیوں میں بسر کیے ان کی قربانیوں کے سامنے ہر شخص کی گردن استراٹا جھک جانی چاہیے۔“

④ مقالات سرسید - سرسید احمد خان، سید صاحب کے صرف معاصرین میں سے ہی نہیں بلکہ معتقدین میں سے بھی ہیں۔ سرسید کی ثقاہت سے کسی کو بھی انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ سرسید کو سید صاحب سے جو واردت تھی اس کا اندازہ شیخ محمد اکرام صاحب سی۔ ایس۔ پی کے حسب ذیل بیان سے ہو سکتا ہے :-

”حقیقت یہ ہے کہ سرسید، مولانا دین احمد بریلوی کے ہم خیال اور ان کے نہایت عقیدت مند مباحثوں میں تھے اس کا ثبوت ان مضامین سے مل سکتا ہے جو انہوں نے ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کے خلاف اور وہابی عقائد کے حق میں

لکھے تھے۔ اس کے علاوہ سر سید نے اپنی کتاب آثار الضادید میں مولانا سید احمد بریلوی، مولانا اسماعیل شہید اور شاہ عبدالعزیز کے متعلق بے حد عقیدت کا اظہار کیا ہے ان بزرگوں کے حالات زندگی بڑی تفصیل اور بڑے ادب و احترام سے لکھے ہیں اور ان کے مخالفوں پر سختی سے نکتہ چینی کی ہے سر سید اور سید احمد بریلوی کے ذاتی تعلقات کا تو کوئی سراغ نہیں ملتا لیکن آثار الضادید سے معلوم ہوتا ہے کہ سر سید، مولانا شہید کے مسجد جامع کے وعظ میں شریک ہوا کرتے تھے اور مولانا کی تعلیمات سے خاص طور پر متاثر ہوتے تھے۔^۱

③ حیاتِ طیبہ :- اس کے مصنف مشہور اہل قلم میرزا حیرت دہلوی ہیں۔ میرزا حیرت دہلوی کو جناب سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی سے بے پناہ عقیدت تھی اس کا ثبوت ان کی اس تصنیف کے ایک ایک سطر سے ہوتا ہے۔ میرزا حیرت کے تعصب کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے اپنے مدوح (شاہ اسماعیل) کو جگہ جگہ پیارے شہید لکھا ہے اور اپنے مدوح کے مخالف رئیس الاحرار حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کو "منطقی صاحب" کے نام سے لکھا ہے۔ میرزا صاحب نے حضرت علامہ فضل حق کی مخالفت ایسے سوقیانہ انداز میں کی ہے کہ شرافت و متانت سرپیٹ کے رہ جاتی ہے۔ بطور نمونہ چند سطور درج کی جاتی ہیں۔ میرزا صاحب حضرت علامہ فضل حق کے بارے میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ :-
 "یہ بھی مسلم الثبوت ہے کہ آپ طلباء کے پڑھانے کے

ایسے پابند تھے کہ نا واجب موقع پر بھی نہ جو کتے تھے یعنی جب آپ طوائف کے ہاں ہوتے تھے اس حالت میں بھی سبق پڑھانے میں دریغ نہ کرتے تھے۔^۱

مندرجہ بالا سطور اس امر کی غمازی کرتی ہیں کہ میرزا حیرت کو اپنے ممدوح کے کتنی اندھی عقیدت تھی اور اُس نے اسی عقیدت کی رو میں بہہ کر اپنے ممدوح کے ایک مخالف کے بارے میں (جو اپنے وقت کے ایک جلیل القدر عالم دین اور جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) کے ہیرو ہیں) نہایت بے باکی سے بہتان تراشی کی ہے۔ ایسے غالی عقیدت مند کے متعلق یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے اپنے ممدوحین کے بارے میں کچھ ایسے غلط واقعات منسوب کیے ہوں جن سے ان کے ممدوحین کی تعریف کی بجائے تنقید ثابت ہوتی ہو۔ بہر حال اُسے اپنے ممدوحین کے بارے میں مخلص تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ ہیں تحریکِ دہلی کے بنیادی ماخذ۔ ان سے زیادہ مستند شائع شدہ اور کوئی ماخذ نہیں۔

ہم نے اس مقالہ میں مذکورہ بالا ماخذوں کی روشنی میں جناب سید احمد بریلوی کے سیاسی کردار کا جو تجزیہ کیا ہے وہ نذرِ قارئین کرام ہے۔ ہم اپنے محاکمہ میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا جائزہ لینے کے لیے اگلے اوراق کی شہادت ضروری ہے۔

خاکسار

عنایت اللہ چشتی - چکڑالہ - ضلع میانوالی ۱۹۶۶ء

ہندوستان کا سیاسی نقشہ

جناب سید احمد بریلوی کے سکھوں کے خلاف اعلان جنگ سے پیشتر ہندوستان کن سیاسی حالات سے دوچار تھا اس کی حقیقت غلام رسول مہر کے حسب ذیل بیان سے منکشف ہوتی ہے :-

”سید صاحب کی ولادت سے کم و بیش تیس برس پیشتر ایک اجنبی قوت نے ہندوستان میں قدم جمالیے تھے یہ انگریز تھے جو تاجروں کے بھیجے میں آئے ملکی حاکموں کی بد عملیوں نے ان میں حکمرانی کے دلوے پیدا کر دیئے۔ سب سے پہلے کر نائیک، بنگال، بہار اور اڑیسہ ان کے زیر اثر آئے۔ پھر انہوں نے مرہٹوں اور نظام کو ساتھ ملا کر سلطنت میسور کو ختم کیا۔ اُدھر سے فارغ ہوئے تو مرہٹوں، نظام اور اودھ پر توجہ مبذول کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں سب کو امدادی فوجی نظام کی زنجیروں میں جکڑ کر بے دست و پا بنا دیا۔ پھر دہلی پہنچے تو اس تخت گاہ کے مختار کل بن گئے جو پورے ہندوستان کی اطاعت و انقیاد کا سرچشمہ تھی۔ سید صاحب کے ہوش سنبھالنے سے پہلے یہ سب کچھ پورا ہو چکا تھا۔ یہ حقیقت محتارج بیان نہیں کہ اسلامی حکومت

کے اجیاء کا خواب دیکھنے والے ہر شخص پر واضح تھا کہ انگریزوں کی قوت سے ٹکراتے اور اسے پاش پاش کیے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جاسکتا۔

مولانا مہر کے مندرجہ بالا بیان سے پتہ چلتا ہے کہ سکھوں کے خلاف سید صاحب کے اعلان جنگ سے قبل انگریز، ہندوستان کے بہت بڑے علاقے پر قابض ہو چکے تھے یہ امر حیران کن ہے کہ سید صاحب نے ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر سرحد میں جا کر سکھوں کے خلاف جنگ کرنے کی مزدورت کیوں محسوس کی؟ بعض حلقے سید صاحب کے اس اقدام کے جواز میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ سید صاحب نے سنا تھا کہ سکھ سرحدی مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں اس لیے سید صاحب نے سکھوں سے انتقام لینے کے لیے سرحد جا کر سکھوں سے جنگ شروع کر دی۔ اقل تو یہ دلیل اتنی کمزور ہے کہ اسے کوئی سمجھدار انسان تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سید صاحب کے وطن میں انگریز ظلم ڈھاتے ہوئے تھے اور سید صاحب انہیں نظر انداز کر کے اپنے وطن سے سینکڑوں میل دور سکھوں سے لڑنے چلے جاتے ہیں؟ دوم مولانا غلام رسول مہر تو سید صاحب کے اعلان جنگ کی اس وجہ کو تسلیم ہی نہیں کرتے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

”بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ رام پور میں افغانوں نے آپ کو مسلمانوں پر سکھوں کے ظلم و ستم کی داستانیں سنائی تھیں اور یہ سن کر آپ نے سکھوں کے خلاف جہاد کا فیصلہ کر دیا۔“

یہ محض سوانح نگاروں کے تخیل کا کرشمہ ہے سید صاحب اس سے بہت پہلے جہاد کا پختہ فیصلہ کر چکے تھے اور اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کریں..... سید صاحب کے نزدیک جہاد کا پہلا ہدف انگریز تھے جو ہندوستان کے بہت بڑے علاقے پر قابض ہو چکے تھے۔ سکھوں سے بھی جہاد ضروری تھا لیکن وہ انگریزوں سے پہلے نہ آتے تھے۔

مولانا مہر کے مندرجہ بالا بیان سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سکھوں سے پہلے انگریزوں سے جنگ ناگزیر تھی لیکن سید صاحب نے سکھوں سے جنگ شروع کر دی۔ سید صاحب نے سکھوں سے اس لیے جنگ شروع نہیں کی کہ وہ مسلمانوں پر ظلم کر رہے تھے بلکہ سید صاحب کی اس جنگ کا مقصد ہندوستان میں اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ سید صاحب ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی میں چھوڑ کر اسلامی حکومت قائم کرنے کے خواب کی تعبیر ڈھونڈنے میں سرحد چلے گئے۔ اس ضمن میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انگریز عملی طور پر سارے ہندوستان کا مالک تھا تو اس نے سید صاحب کو اپنے مقبوضات اور زیر اثر علاقوں میں جہاد کی آزادانہ تبلیغ کی اجازت کیونکر دی اور ان کی تحریک اور اس کے ابلاغ کو کیوں نہ روکا؟ اس سوال کا جواب اس تحریک کے پس منظر کو سامنے رکھنے سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ سید صاحب کی تحریک جہاد کے سرپرست انگریز تھے اور سید صاحب کا انگریزوں سے کوئی پکیٹ ہو چکا تھا اس لیے انگریزوں نے سید صاحب کی

تحریک جہاد میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔ اس بات کی تائید نواب امیر خان آف ٹونک اور انگریزوں کی صلح کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے نواب امیر خان، انگریزوں کا شدید مخالف تھا۔ سید صاحب نے نواب امیر خان کی ملازمت اختیار کر کے نواب امیر خان کو سبز باغ دکھا کر اس کی انگریزوں سے صلح کرا دی۔ اس صلح کی روداد مولوی محمد جعفر کی زبان سے سنئے :-

”ایک روز کا ذکر ہے کہ لشکر نواب امیر خان مرحوم سرکار انگریزی کے لشکر سے لڑ رہا تھا۔ دونوں طرف سے توپ اور بندوق چل رہی تھیں اُس وقت سید صاحب اپنے خیمہ میں تشریف رکھتے تھے آپ نے اپنا گھوڑا تیار کروایا اور اس پر سوار ہو کر مثل ہوا کے دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں پہ سالار فوج انگریزی کا مع اپنے مصاحبوں کے کھڑا تھا۔ پس وہاں سے اُس پہ سالار کو ساتھ لے کر پھر دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اپنے خیمہ تک چلے آئے۔ یہاں آکر تھوڑی سی بات چیت کے بعد پہ سالار مذکور نے عہد کر لیا کہ میں اسی دم اپنے لشکر کو مقابلہ نواب امیر خان صاحب سے واپس لے جاؤں گا اور پھر مقابلہ کو نہ آؤں گا بلکہ جہاں تک ممکن ہو گا اپنی سرکار کو اس بات پر مجبور کروں گا کہ نواب امیر خان سے صلح کر لے۔ اس وقوعہ کے بعد پھر سرکار انگریزی اور نواب امیر خان میں جنگ نہیں ہوئی۔ بلکہ صلح کی بات چیت اور رسل و سائل شروع ہو گئے اور بعد لارڈ ہیٹنگ صاحب بہادر وائسرائے ہند

ٹونک کا ملک، نواب صاحب کو دے کر صلح کی گئی۔^{۱۷}
اس صلح کے متعلق ایک اور مؤرخ (میرزا حیرت دہلوی) کی شہادت
بھی سن لیجئے :-

”۱۲۳۱ھ تک سید صاحب، امیر خان کی ملازمت
میں رہے مگر ایک ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں
اور امیر خان کی صلح کرادی۔ اور آپ ہی کے ذریعہ سے جو شہر
بعد ازاں دیئے گئے اور جن پر آج تک امیر خان کی اولاد
حکمرانی کرتی ہے دینے پائے تھے۔ لارڈ ہیٹنگ،
سید صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔
دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس
میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خان، لارڈ ہیٹنگ
اور سید صاحب، سید صاحب نے امیر خان کو بڑی مشکل
سے شیشہ میں اتارا تھا۔ آپ نے اسے یقین دلادیا تھا کہ
انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑنا اگر تمہارے لیے
بڑا نہیں ہے تو تمہاری اولاد کے لیے سم قاتل کا اثر رکھتا ہے
یہ باتیں امیر خان کی سمجھ میں آگئی تھیں اور اب وہ اس
بات پر رضا مند تھا کہ گزارہ کے لیے کچھ ملک مجھے دے
دیا جائے تو میں آرام بیٹھوں۔ امیر خان نے ریاستوں اور
ان کے ساتھ انگریزوں کا بھی ناک میں دم کر دیا تھا۔ آخر

ایک بڑے مشورے کے بعد سید احمد صاحب کی کارگزاری
 سے ہر ریاست میں سے کچھ کچھ حصہ دے کر امیر خان سے معاہدہ
 کر لیا۔ جیسے جے پور سے ٹونک دلوادیا۔ اور بھوپال سے
 سروجن۔ اسی طرح سے متفرق پر گئے مختلف ریاستوں سے
 بڑی قیل و قال کے بعد انگریزوں سے دلو کر پھرے ہوئے
 شیر کو اس حکمت عملی سے پنجرہ میں بند کر دیا۔" ۱۷

یہ بیان مزید وضاحت کا محتاج نہیں اس بیان کے خط کشیدہ فقرات
 کو ایک بار پھر پڑھیے اور سید صاحب کی انگریز دوستی کا اندازہ لگائیے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
 OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"

انگریزوں سے جہاد کی اجازت

مندرجہ بالا واقعات و روایات سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ سید صاحب کے انگریزوں سے گہرے تعلقات تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے ایماء پر نواب امیر خان کو انگریزوں کی اطاعت پر مجبور کر دیا۔ ان تعلقات کے پیش نظر سید صاحب کو انگریزوں سے تحریک جہاد کی اجازت کی چنداں ضرورت تو نہیں تھی کیونکہ سید صاحب سب کچھ انگریزوں کے اشارہ پر کر رہے تھے لیکن سید صاحب نے رسمی طور پر اپنے صوبہ کے گورنر سے جہاد کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ مولوی محمد جعفر تھانی سری رقمطراز ہیں :-

”اُس وقت ہر شہر و قصبہ و گاؤں برٹش انڈیا (انگریزی عملداری واقع ہند) میں علانیہ سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ ہوتا تھا مگر براہِ دُور اندیشی معرفت شیخ غلام علی صاحب رئیس عظم الہ آباد کے نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر اضلاع شمالی و مغربی کو بھی اس تیاری جہاد کی اطلاع دی گئی تھی جس کے جواب میں صاحب ممدوح نے یہ تحریر فرمایا کہ جب تک انگریزی عملداری میں کسی فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو ہم ایسی تیاری کے مانع نہیں۔“^۱

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اس اجازت جہاد کی روداد میرزا حیدر دہلوی سے بھی سُن لیجئے :-
 ”سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی
 رئیس الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمال
 کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کی تیاری
 کرتے ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔
 لفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں
 خلل نہ پڑے تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں نہ ہم ایسی
 تیاری میں مانع ہیں۔“

مندرجہ بالا واقعات اس امر کے سمجھنے میں مدد ہوتے ہیں کہ سید صاحب
 کی تحریک جہاد میں انگریزوں کا ہاتھ تھا اس لیے انہیں سید صاحب
 کی اس تحریک سے قطعاً خدشہ نہیں تھا اگر انہیں سید صاحب کی وفاداری
 پر ذرا بھی شبہ ہوتا تو وہ سید صاحب کو بغاوت کے الزام میں پابند سلاسل
 کر کے تختہ دار پر چڑھا دیتے چونکہ انہیں سید صاحب کی وفاداری پر
 اعتماد تھا اس لیے وہ سید صاحب کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرتے رہے۔

انگریزی حکومت کے متعلق سید صاحب کا فتویٰ

انگریزی حکومت کے متعلق سید صاحب کا فتویٰ بھی پڑھ لیجئے :-
 ”یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب آپ (سید صاحب) سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دُور سکھوں پر جہاد کرنے کیوں جاتے ہو؟ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں۔ دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جاوے گا۔ سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت نہیں کرنا چاہتے..... سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ہی اُن کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کرتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے ہمارا اصل کام اشاعت توحید الہی اور احیاء سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک

اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے
جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب
گراویں ملے۔“

سید صاحب کے مندرجہ بالا بیان کے ایک ایک لفظ سے انگریز
دوستی کا ثبوت ملتا ہے وہ انگریز جس نے سلطان ٹیپو شہید کی سلطنت و دولت
خداداد کو تہس نہس کر دیا تھا اور ہندوستان میں مسلمانوں کے خون سے ہولی
کھیل رہا تھا کے متعلق سید صاحب کا یہ فتویٰ کہ :

”سرکار انگریزی مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور
نہ ہی ان کو فرض مذہبی اور عبادت لاندھی سے روکتی ہے۔“

غامہ انگشت بدندان ہے اسے کیا کہیے

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

سید صاحب کی اس خود فریبی اور خوش فہمی پر ڈاکٹر اقبال کا یہ
شعر صادق آتا ہے :

”ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت

ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

لگے ہاتھوں سید صاحب کے دست راست مولوی شاہ اسماعیل

دہلوی کا فتویٰ بھی پڑھ لیجئے :-

”یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب

ایک روز مولانا محمد اسماعیل شہید و عظم فرما رہے تھے۔ ایک

شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔

سید صاحب اور ان کے رفقاء و کار کے انگریزوں کے متعلق یہی نیک خیالات تھے جن کی وجہ سے انگریز ان سے بالکل مطمئن تھے انگریزوں کے اطمینان کی ایک اور شہادت بھی سن لیجئے میرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

”جب مہذب تحریک پھیلی تو ضلع کے حکام اس سے چوکنے ہوئے اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کہیں ہماری سلطنت میں رخنہ نہ پڑے اور موجودہ امن میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو۔ اس نظریے سے ضلع کے حکام نے حکام اعلیٰ کو لکھا۔ وہاں سے صاف جواب آگیا۔ ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو۔ ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے یہ سکھوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔“

چونکہ ضلع کے چھوٹے افسروں کو انگریزوں سے سید صاحب کی ساز باز کا علم نہیں تھا اس لیے انہوں نے سید صاحب کے جوش و خروش کو دیکھ کر خطرہ محسوس کرتے ہوئے حکام اعلیٰ کو ان کی سرگرمیوں کی اطلاع دی مگر حکام اعلیٰ کو سب کچھ معلوم تھا اس لیے انہوں نے سید صاحب کے بارے میں اطمینان دلادیا۔

انگریزی عدالتوں کا تعاون | سید صاحب کی تحریک جہاد کے سلسلے میں انگریزی عدالتوں نے

اپنے تعاون میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ چنانچہ مولوی محمد جعفر تھانوی لکھتے ہیں :-

”سید صاحب جہاد میں معروف تھے۔ اس وقت ایک ہنڈی سات ہزار روپے کی جو بذریعہ ساہوکاران دہلی مرحلہ محمد اسحاق صاحب روانہ ہوئی تھی۔ ملک پنجاب میں وصول نہ ہونے پر اس سات ہزار کی واپسی کا دعویٰ عدالت دیوانی میں دائر ہو کر ڈگری ہوا اور پھر ہنگام اجیل عدالت عالیہ دیوانی (ہائیکورٹ) آگرہ میں بھی حکم ڈگری بحق مدعی بحال رہا۔ اس واقعہ کی تصدیق میرزا حیرت دہلوی کے قلم سے بھی پڑھ لیجئے :-

جب سید صاحب یاغستان میں تھے تو مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی نے کچھ اوپر سات ہزار روپیہ سید احمد صاحب کو بذریعہ ہنڈی روانہ کیا تھا۔

وہ کسی باعث

سے نہیں پہنچا تھا اس پر نالش کی گئی تھی اور پھر روپیہ وصول کر کے دوبارہ سید صاحب کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا۔ اگر سید صاحب انگریزوں کے مخالف ہوتے تو وہ ان کو روپیہ کے وصولی میں کیوں مدد دیتے بلکہ ان کا روپیہ بحق سرکار ضبط کر لیتے۔

انگریز کی طرف سے سید صاحب کو دعوتِ طعام

مولوی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں کہ :-

”جب نمازِ عشاء کی ہو چکی اس وقت دیدبانوں نے عرض کیا کہ فاصلہ دُور دراز سے تین مشعلیں اس طرف کو آتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آتے آتے جب وہ مشعلیں کنارہ کے نزدیک پہنچیں تو دیکھا کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار بہت سا کھانا قسم قسم کا بیگینوں میں رکھوائے ہوئے چلا آتا ہے اُس نے کشتی کے نزدیک آکر پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ جب حضرت نے کشتی میں سے جواب دیا تو وہ گھوڑے سے اتر کر اور اپنی ٹوپی سر سے اتار کر بہت ادب سے حضرت کے سامنے کشتی میں آیا۔ اور بعد سلام و مزاج پُرسی کے عرض کیا کہ تین روز سے میں نے لوگوں واسطے لانے خبر تشریف آوری حضور اس طرف تعینات کر رکھے تھے سو آج انہوں نے مجھ کو خبر دی۔ سو یہ ماحضر واسطے حضور اور کل قافلے کے تیار کر کے لایا ہوں۔ براہِ بندہ نوازی اس کو قبول فرمائیں۔ حضرت نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ فوراً وہ کھانا اپنے برتنوں میں لے کر قافلے میں تقسیم کر دو۔ قریب دو گھنٹی تک وہ انگریز

حضور میں حاضر رہا اور پھر رخصت لے کر مع اپنے آدمیوں
کے واپس چلا گیا۔^{۱۷}

یہی واقعہ سید صاحب کے خاندان کے ایک نامور عالم اور مصنف
مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زبان سے بھی سن لیجئے :-

”اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ انگریز گھوڑے پر سوار چند
پالکیوں پر کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب
کہاں ہیں۔ حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود
ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اُترا اور ٹوپی ہاتھ میں لیے
کشتی پر پہنچا اور مزاج چیرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں
نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیے تھے کہ آپ کی اطلاع
کریں۔ آج انہوں نے اطلاع دی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت
قافلہ کے ساتھ تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ یہ اطلاع
پاکر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاریوں میں مشغول رہا۔
سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا
جائے۔ کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز دو تین
گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔“

کیا انگریز کی اس دعوت سے یہ حقیقت واضح نہیں ہوتی کہ انگریز،
سید صاحب کو اپنا آدمی سمجھتے تھے اگر وہ سید صاحب کو دشمن سمجھتے تو
انہیں سید صاحب کی اس خصوصی دعوت کے اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔

مولانا عبدالحی، سابق ملازم افرنگ | مولانا غلام رسول مہر سید صاحب کی جماعت کے

ایک ممتاز رکن مولانا عبدالحی کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں
”انگریزوں کو ابتدائے حکومت میں اس بات کی بڑی خواہش تھی

جستجو تھی کہ خاندانی و ذی وجاہت علماء و افتاد و صدارت کے

مناصب قبول کر لیں تاکہ شمالی ہند انگریزی حکومت عوام کے

نزدیک مقبول ہو سکے۔ چنانچہ میرٹھ میں مفتی عدالت کا عہدہ

خالی ہوا تو کوشش کی گئی کہ شاہ عبدالعزیز، مولانا عبدالحی کو

یہ عہدہ قبول کرنے کی اجازت دے دیں اور انہوں نے

اجازت دے دی۔ یوں کچھ مدت تک مولانا عبدالحی

میرٹھ میں مفتی عدالت رہے۔“

مولانا عبدالحی کے سابق ملازم افرنگ ہونے کے واقعہ سے پتہ

چلتا ہے کہ انگریزوں نے سید صاحب کی تحریک میں اپنے معتمد آدمی

اس غرض سے داخل کر رکھے تھے کہ وہ انگریزوں کی ہدایات کے مطابق

تحریک کو چلائیں۔

سید صاحب جاسوس افرنگ ہونے کا شبہ

مولانا غلام رسول مہر سید صاحب کے سید میں داخلہ کے حالات بیان کرتے

ہوئے لکھتے ہیں :-

۱۔ جماعت مجاہدین ص ۱۱۱ :

①

”انگریزوں کے بارے میں عام سندھیوں کی رائے ابھی
 نہ تھی۔ سید صاحب کو بے سبب ان تمام شبہات کا ہدف
 بننا پڑا۔“

②

”یہ شہر (شکارپور) پہلے شاہ شجاع بادشاہ افغانستان
 کے قبضے میں تھا جو اپنے بھائی محمود شاہ کے مقابلے میں شکست
 کھا کر پنجاب سے ہوتا ہوا انگریزوں کے پاس پہنچ چکا تھا
 اور لدھیانے میں مقیم تھا۔ سید صاحب کے پہنچنے سے تین
 برس پیشتر امیران سندھ نے اس پر قبضہ جما لیا۔ سید صاحب
 پہنچے تو اہل شہر میں خدا جانے کس بناء پر افواہ پھیل گئی کہ شاہ
 شجاع نے ایک دستہ فوج اس غرض سے یہ تبدیل لباس
 بھیج دیا ہے کہ خفیہ خفیہ شکارپور پر قبضہ کر لے۔ اس پر
 اضطراب پیدا ہوا۔ حاکم شہر کو حکم دینا پڑا کہ سید صاحب کے
 غازی شہر میں داخل نہ ہوں۔“

چونکہ سید صاحب کو قدم قدم پر انگریزوں کی تائید و حمایت حاصل
 تھی اور سید صاحب کی زبان پر بھی انگریزوں کی تعریف و توصیف تھی اس
 لیے سید صاحب پر انگریزوں کے ایجنٹ ہونے کا شبہ بے جا نہیں تھا۔

③

سید صاحب اور ان کی جماعت کے خلاف سرحد کے علماء نے جو فتویٰ تیار کیا تھا جس پر بہت سے علماء کی مہر ثبت تھیں اس کا مضمون یہ تھا کہ :-

”سید صاحب چند عالموں کو اپنے ساتھ ملا کر تھوڑی سی جمعیت کے ہمراہ افغانستان گئے ہیں۔ وہ بظاہر جہاد فی سبیل اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہ ان کا فریب ہے وہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے مخالف ہیں ایک نیا دین انہوں نے نکالا ہے۔ کسی ولی یا بزرگ کو نہیں مانتے۔ سب کو برا کہتے ہیں۔ انگریزوں نے انہیں تمہارے ملک کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی باتوں میں نہ آنا۔ عجب نہیں تمہارا ملک چھوڑ دو جس طرح ہو سکے انکو تباہ کرو۔ اگر اس باب میں غفلت یا سستی برتو گے تو پچھتاؤ گے اور ندامت کے سوا کچھ نہ پاؤ گے۔“

مندرجہ بالا فتویٰ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سرحدی مسلمانوں نے سید صاحب کی انگریز دوستی کی وجہ سے ان کا ساتھ نہ دیا اور سید صاحب کی جماعت سے سرحد میں جو سیاسی اور مذہبی غلطیاں ہوئیں ان کی تفصیل کے لیے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے چونکہ وہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہیں اس لیے ہمیں ان کے تفصیلی تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے اور یہی غلطیاں سید صاحب کی ناکامی کا باعث

ہوئیں۔ یہاں ان غلطیوں کے بارے میں مولانا عبید اللہ سندھی کا یہ ارشاد نقل کر دینا کافی ہے کہ :-
 ”غلطیاں اس قدر ہوئیں کہ ان کا لازمی نتیجہ شکست تھا۔“

سید صاحب کی انگریزوں کے متعلق اپنیوں کی دیکھ بھال

①

مولوی محمد جعفر تھانوی لکھتے ہیں کہ :-
 ”اس سوانح و سوانح احمدی، اور مکتوبات فلسفہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی، اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی۔ مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔“
 مولوی محمد جعفر کے اس بیان کی تصدیق مشہور بنگالی مورخ میجر باسو کی حسب ذیل تحریر سے ہوتی ہے :-
 ”برطانوی حکمران اس دن کا بے چینی سے انتظار کر

رہے تھے کہ وہ رنجیت سنگھ کی دولت اور سلطنت پر قبضہ کر سکیں۔
اس میں مطلق شک نہیں کہ پنجاب میں تمام فسادات، انتشار اور
پراگندگی کا سبب خود انگریز تھے تاکہ اسے کمزور کر کے اپنی
سلطنت سے اس کا الحاق کر لیں۔“

(۲)

”پندرہ برس کے بعد سلطنت پنجاب، متعصب اور
ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی عادل اور آزاد اور
لامذہب (انگریزی) قوم کے ہاتھ آگئی کہ جس کو ہم مسلمان
(مریدان سید صاحب) اپنے ہاتھ پر فتح ہونا تصور کرتے ہیں
اور غالباً سید صاحب کے الہام کی صحیح تاویل یہی ہوگی جو
ظہور میں آئی۔“

(۳)

”آپ (سید صاحب) کے سوانح عمری اور مکاتیب میں
بیس سے زیادہ ایسے مقام پاتے گئے ہیں۔ جہاں کھلے کھلے اور
اعلانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں
کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے..... سید صاحب
کا جہاد صرف اس وقت کے ان ظالم سکھوں سے تھا جنہوں نے
اس وقت پنجاب کے مسلمانوں پر قیامت برپا کر رکھی تھی نہ کہ

۱۔ ہندوستان میں نصرانی اقتدار کا عروج۔

۲۔ سوانح احمدی ص ۱۳۸

سرکار انگریزی سے — پس اس امر میں بھی ان درمیدینے
 سید صاحب، کو سید صاحب کی پیروی کرنی ضرور لازم ہے۔
 میرزا حیرت دہلوی کی شہادت | میرزا حیرت دہلوی
 لکھتے ہیں :-

یہ تمام تین ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے
 ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا۔ سرکار انگریزی
 سے مسلمانوں کو ہرگز مخالفت نہ تھی۔

مولوی محمد جعفر تھانویؒ کی تحریف کا بے بنیاد الزام

مولانا غلام رسول مہر نے اپنی تصانیف میں بعض مفروضات کی بناء پر
 جناب سید احمد بریلوی کو انگریز کا مخالف ثابت کرنے کی انتہائی کوشش
 کی لیکن کوئی ٹھوس ثبوت فراہم نہیں کر سکے انہوں نے اپنے موقف کو
 ثابت کرنے کے لیے مولوی محمد جعفر تھانویؒ پر سید صاحب کے مکاتیب
 میں تحریف کرنے کا بے بنیاد الزام عائد کیا ہے۔ مولانا مہر نے اپنی تصنیف
 ”سید احمد شہید“ میں ”سوانح احمدی“ مصنفہ مولوی محمد جعفر تھانویؒ سے
 سید صاحب کے مکاتیب کے چار اقتباس درج کئے ہیں اور انہیں غلط
 ٹھہرا کر ان کے مقابلے میں سید صاحب کے چار مکتوبات کے اقتباس

اس مجموعہ سے دیئے ہیں جو مولانا مہر کے پاس ہے۔ مولانا مہر نے اپنے مجموعہ مکاتیب کو صحیح قرار دیا ہے اور سوانح احمدی کے مکاتیب کو غلط قرار دیا ہے۔ مولانا مہر نے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اصل مکاتیب میں جہاں انگریزوں کے نام کے ساتھ مخالفت ہے وہاں مولوی محمد جعفر نے سکھوں کے نام کے ساتھ مخالفت لکھ دی۔ لیکن اس سلسلے میں پہلی قابل غور بات یہ ہے کہ مولانا مہر نے مولوی محمد جعفر صاحب جیسی مسلمہ شخصیت پر تحریف کا الزام عائد کر کے مولوی صاحب کو دوسرے لفظوں میں بددیانت ثابت کیا ہے جو سید صاحب کے مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے اہل علم حضرات کے لیے ناقابل تسلیم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولوی محمد جعفر صاحب کی تصنیف سوانح احمدی کو شائع ہوئے قریباً ایک صدی ہو چکی ہے اس عرصہ میں کسی مؤرخ، محقق اور عالم نے مولوی صاحب پر تحریف کا الزام عائد نہیں کیا۔ کیا اس عرصہ میں سید صاحب کے مکاتیب تک مولانا مہر کے سوا کسی کو دسترس حاصل نہیں ہوئی۔

تیسری بات یہ ہے کہ مولانا مہر کے پاس جو ذخیرہ مکاتیب ہے وہ اصل نہیں بلکہ نقل ہے اور نقل بھی نقل درنقل۔ خدا معلوم یہ مجموعہ کتنے واسطوں سے نقل ہوتا ہوا مولانا مہر تک پہنچا ہے۔ یہ امر بھی فیصلہ طلب ہے کہ مہر صاحب کے پاس جو ذخیرہ مکاتیب ہے۔ اس کی حیثیت کیا ہے کیسے یہ ذخیرہ صرف مولوی محمد جعفر کو محض ثابت کرنے کے لیے تو وجود میں نہیں لایا گیا؟

افادات سرسید احمد خان

(۱)

ذیل میں سرسید احمد خان کے اس معرکہ الاراء مقالہ سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو اُس نے بنگال کے ایک معزز سرکاری افسر ولیم ہسٹر آئی۔ سی۔ ایس کی کتاب ”ہمارے ہندوستانی مسلمان“ کے جواب میں سپرد قلم کیا تھا اس مقالہ میں سرسید احمد خان تحریک و ہدایت کے متعلق ڈاکٹر ہنٹر کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”جو کام اُس زمانہ کے ولابی کرتے تھے ان سے گورنمنٹ انگریزی واقف تھی اور کسی طرح ان لوگوں کی طرف گورنمنٹ کی بدخواہی کا گمان نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں علی العموم مسلمان لوگ عوام کو سکھوں پر جہاد کرنے کی ہدایت کرتے تھے تاکہ وہ اپنے ہم وطن مسلمانوں کو اس قوم کے ظلم و غدی سے نجات دیں اُس زمانہ میں مجاہدین کے پیشوا سید احمد صاحب تھے مگر وہ واعظانہ تھے۔ واعظ قوم مولوی محمد اسماعیل صاحب تھے جن کی نصیحتوں سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک ایسا دلولہ اثر خیز پیدا ہوتا تھا جیسا کہ کسی بزرگ کی کرامت کا اثر ہوتا ہے مگر اس واعظ نے اپنے زمانہ میں کبھی کوئی لفظ اپنی زبان سے ایسا نہ نکالا جس سے

ان کے ہم مشربوں کی طبیعت ذرا بھی گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے برا فروخت ہو بلکہ ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ فرما رہے تھے۔ اٹلٹے واعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کتے وہ بھی تو کافر ہیں۔ اس کے جواب میں مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لیے ہم پر اپنے مذہب کی رُو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں پس اس زمانہ میں ہزاروں مسلح مسلمان اور بے شمار سامان جنگ کا ذخیرہ سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے ہندوستان میں جمع ہو گیا۔ مگر جب صاحب کشن اور صاحب مجسٹریٹ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے گورنمنٹ کو اطلاع دی۔ گورنمنٹ نے ان کو صاف لکھا کہ تم کو اس معاملہ میں ہرگز دست اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ ان کا ارادہ کچھ گورنمنٹ انگریزی کے مقاصد کے خلاف نہیں ہے غرض کہ ۱۸۲۳ء میں یہ لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے سرحد پر پہنچے اور اس کے بعد ہندوستان سے برابر ان کے پاس مدد پہنچتی رہی اور گورنمنٹ بھی اس امر سے بہ خوبی واقف تھی جس کے ثبوت میں ایک مقدمہ کی کیفیت نظر آ میں درج ذیل کرتا ہوں :-

دہلی کے ایک ہندو مہاجن نے جس کے پاس جہادی لوگوں کی امداد کے واسطے روپیہ جمع کیا گیا تھا امداد کے روپیہ میں

کچھ تغلب کیا اور مسٹر ولیم فریزر صاحب بہادر متوفی کشن کے
 زہر و اس پر نالش ہوئی اور انجام کار مولوی محمد اسحاق صاحب
 مدعی کے حق میں اس دعویٰ کی ڈگری ہوئی اور جو روپیہ مدعا علیہ
 سے ڈگری کا وصول ہوا وہ اور ذریعہ سے سرحد کو بھیجا گیا۔ بعد
 اس کے اس مقدمہ کی اپیل صدر کورٹ الہ آباد میں ہوئی۔ وہاں
 بھی عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رہا۔

..... ان کے ایک نہایت مشہور و معروف مولوی محبوب علی تھے۔
 (جن کا انتقال ۱۸۶۳ء میں ہوا)۔ شاید اس مضمون کے پڑھنے والے
 اس عجیب بات کے سُنے سے بھی خوش ہوں کہ مولوی محبوب علی صاحب
 وہی شخص تھے جن کو ۱۸۵۷ء میں باغیوں کے سرغنہ بخت خان نے عین ہنگامہ
 غدر میں طلب کیا اور ان سے یہ درخواست کی کہ آپ اس زمانہ میں انگریزوں
 پر جہاد کرنے کی نسبت ایک فتویٰ پر اپنے دستخط کر دیں مگر مولوی محبوب
 علی صاحب نے صاف انکار کیا اور بخت خان سے کہا کہ ہم مسلمان گورنمنٹ
 انگریزی کی رعایا ہیں۔ ہم اپنے مذہب کی رُو سے اپنے حاکموں سے مقابلہ
 نہیں کر سکتے اور طرہ برائیں یہ ہوا کہ جو ایذا بخت خان اور اس کے رفیقوں نے
 انگریزوں کی میموں اور بچوں کو دی تھی اس کی بابت بخت خان کو سخت
 لعنت ملا مت کی۔“

”پینتیس برس پیشتر ایک بہت بڑے مولوی محمد اسماعیل
 نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کیا اور سب آدمیوں کو جہاد کے

لے مقالات سرسید حصہ نہم مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی ص ۱۳۱-۱۳۳ شائع کردہ مجلس ترقی ادب لاہور۔

ترغیب دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکارانگریزی کے امن میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کر سکتے اس لیے ہزاروں آدمی جہاد میں ہر ایک ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے اور سرکار کی غلطی میں کسی طرح کافہ نہیں کیا۔ اور غزنی سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی۔“

— (۳) —

سر سید احمد خان، دہلی کے دہاوی علماء کی فتویٰ جہاد سے برأت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”دلی میں ایک بہت بڑا گروہ مولویوں اور ان کے تابعین کا ایسا تھا کہ وہ مذہب کی رُو سے معزول بادشاہ دلی کو بہت بُرا اور بدعتی سمجھتے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ دلی کی جن مسجدوں میں بادشاہ کا قبضہ و دخل اور اہتمام ہے ان مسجدوں میں نماز درست نہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جامع مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے اور غدر سے بہت قبل کے چھپے ہوئے فتوے اس معاملہ میں موجود ہیں پھر کبھی عقل قبول کر سکتی ہے کہ ان لوگوں نے جہاد کے درست ہونے میں اور بادشاہ کو سردار بنانے میں فتویٰ دیا ہو۔“

۱۔ اسباب بغاوت ہند ۱۸۵۷ء از سر سید احمد خان ص ۵۔

۲۔ اسباب بغاوت ہند ص ۱۰۰۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں وہابیوں کی عدم شمولیت | مولانا محمد جعفر

تھانیسری لکھتے ہیں کہ :-

”حالانکہ ابتدائے عملداری سرکار سے وہابیوں سے قتل انگریز تو درکنار کبھی کوئی حرکت خلاف تہذیب بھی سرزد نہیں ہوئی۔ عین بغاوت ۱۸۵۷ء کے عام فتنہ کے وقت بجائے بغاوت اور فساد کے وہابیوں نے انگریزوں کی میم اور بچوں کو باغیوں کے ہاتھ سے بچا کر اپنے گھروں میں چھپا رکھا۔“

مقالات سرسید کے مرتب کا تبصرہ

①

”مقالات سرسید“ کے مرتب جناب محمد اسماعیل پانی پتی نے ”مقالات سرسید“ حصہ شانزدہم میں سرسید کے مقالہ بعنوان ”حضرت سید احمد صاحب قدس سرہ“ کے فٹ نوٹ میں جناب سید احمد صاحب بریلوی کی انگریز دوستی کے موضوع پر پُر از حقائق و معارف تبصرہ کیا ہے چونکہ یہ تبصرہ ہمارے موضوع زیر بحث سے خاص تعلق رکھتا ہے لہذا اسے بہ تمام و کمال ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

”اس زمانہ میں بعض حضرات یہ کہنے لگے ہیں کہ ”دراصل حضرت

سید کا لاپانی از مولوی محمد جعفر تھانیسری شائع کردہ شعاع ادب لاہور ص ۲۶ :

سید احمد شہید کا مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا تھا۔ سکھ تو ویسے ہی درمیان میں آگئے۔ ”یا اگر سکھ آزادی وطن کے جہاد میں حضرت سید احمد کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوتے تو خود ان سے رزم و پیکار کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔“ یا ”سکھوں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شہید کا پختہ ارادہ انگریزوں سے جہاد کا تھا۔“

مگر واقعہ یہ ہے کہ ان عینوں بیانات کا کوئی حقیقی ثبوت موجود نہیں اور صاف اور سچی بات یہی ہے کہ ہرگز ہرگز حضرت کا ارادہ انگریزوں سے جہاد کا نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو سرسید (جو حضرت شہید کے سب سے قریب العہد مورخ ہیں) ضرور اس کا ذکر کرتے۔ سرسید کا یہ بیان اس لحاظ سے بھی نہایت معتبر و مستند اور محکم و مضبوط ہے کہ حضرت شہید، سرسید کے زمانہ میں تھے اور ان کی شہادت کے صرف چودہ پندرہ برس بعد ہی سرسید نے ان کا یہ تذکرہ لکھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس سے پہلے کا کوئی بیان حضرت شہید کے ضمن میں موجود نہیں۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ حضرت شہید کے متعلق اس اولین بیان کو جو ان کے ایک ہم عصر نے دیا ہے ہم معتبر اور مستند نہ سمجھیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کے جواب میں جو مضمون سرسید نے ۱۸۷۱ء میں لکھ کر انگریزی میں اخبار پانیئر (PIONEER) الہ آباد میں اور اردو میں علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شائع کرایا تھا اُس سے بھی نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شہید کے جہاد کا رخ صرف اور صرف سکھوں کے خلاف تھا۔

۱۔ ملاحظہ فرمائیں مقالات سرسید حصہ شانزدہم ص ۱۳۱ تا ۱۳۲ ÷

دوسرا ہم عصر مؤرخ فرانس کا مشہور متشرق گارسن دتاسی ہے۔ جس کی "تاریخ ادب اردو" کی تلخیص اردو میں "طبقات الشعراء ہند" کے نام سے مولوی کریم الدین پانی پتی اور ایک انگریز ایف۔ فیلن نے ۱۸۳۸ء میں شائع کی جس میں گارسن دتاسی سید احمد کے متعلق صاف طور پر لکھتا ہے کہ

"وہ بیس برس کا عرصہ ہوا کہ حکموں کے خلاف جہاد کرتا ہوا مارا گیا۔"

اور اس بات کا اشارہ بھی کوئی ذکر نہیں کرتا کہ وہ (یعنی سید احمد) انگریزوں کا بھی دشمن تھا اور ان کے خلاف جہاد کرتا یا جہاد کا ارادہ رکھتا تھا۔ نیز نواب صدیق حسن خان نے بھی "ترجمان و بابیہ" کے صفحہ ۸۸، ۸۹ پر یہی بات لکھی ہے کہ:-

"حضرت شہید کا جہاد انگریزوں کے خلاف نہ تھا۔"

ان ہم عصر مؤرخوں کے واضح بیانات کی موجودگی میں اب ۱۱ برس کے بعد یہ کہنا کہ

"نہیں حضرت شہید انگریزوں کے خلاف جہاد کا عزم بالجزم رکھتے تھے۔"

ایک ایسا دعویٰ ہے جو اپنے ساتھ کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر سید احمد انگریزوں کے دشمن ہوتے اور ان کے خلاف جہاد کا ارادہ رکھتے۔ یا اس سلسلہ میں کوئی جدوجہد کرتے یا لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے

آمادہ عمل کرتے یا غوام و خواص میں اس ارادہ کا اظہار کرتے تو انگریز ہرگز ایسے بے وقوف اور نادان واقف نہیں تھے کہ اپنے دشمن کو کھلی چھٹی دے دیتے کہ ہمارے ملک میں بیٹھ کر ہمارے خلاف بے فکری سے جہاد کی تیاری کرو۔ وہ تو فوراً ان کا قلع قمع کر کے رکھ دیتے۔ جیسا انہوں نے اُن سب لوگوں کا کر دیا جن کو انہوں نے اپنا مد مقابل اور دشمن سمجھا برخلاف اس کے سید احمد سے انگریز شروع سے آخر تک نہایت نرمی و ملائمت نہایت ہندوئی و اعانت، انتہائی شفقت و مروت اور بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آتے رہے۔ چنانچہ انگریزوں نے ان کی دعوتیں کیں۔ سکھوں کے خلاف ان کے جہاد کو نہایت پسند کیا اور اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ ان کی جہادی سرگرمیوں پر اپنے علاقہ میں ہرگز کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ بلکہ جب ایک انگریز مجسٹریٹ نے ایسا اقدام کرنا چاہا تو انگریزی حکومت نے سختی سے اُسے روک دیا اور مجسٹریٹ کو حکم دیا کہ حضرت سید احمد اور ان کے لشکر سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ اور ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے پھر جب تک مجاہدین سرحد پر سکھوں سے برسرِ پیکار رہتے پٹنہ۔ بنگال اور دوسرے انگریزی علاقوں سے برابر اُن کے پاس روپیہ اور سامان بلار دے گا۔ جب جمع شدہ چندہ میں ایک ہندو مجاہد نے تغلب اور بددیانتی کی تو اس کا دعویٰ بھی مجاہدین پر شاہ محمد اسحاق نے انگریزی عدالت میں کیا۔ انگریزی عدالت نے مجاہدین کے حق میں فیصلہ دیا اور روپیہ مجاہدین کو دلوا دیا جو فوراً سرحد پر بھیج دیا گیا۔

ان متذکرہ بالا ساری باتوں کے ثبوت مستند تاریخوں اور معتبر بیانیوں میں موجود ہیں جن سے انکار کی جرات کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ اگر ذرا صاحبی

شبہ انگریزوں کو ہوتا کہ حضرت یسدا احمد ہم پر جہاد کا مقصد رکھتے ہیں اور اس غرض کے لیے فوج، سامان اور روپیہ جمع کر رہے ہیں تو وہ آپ کو فوراً ہی گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیتے۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی خاص طور سے غور طلب ہے کہ جب حضرت شہید بجزم جہاد صوبہ سندھ اور سرحد کے علاقہ میں داخل ہوئے (جو اس وقت انگریزی عملداری میں نہ تھے) تو ان کے متعلق عام طور سے یہ شبہ کیا گیا کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اور یہ شبہ محض اس بنا پر کیا گیا کہ حضرت شہید کے تعلقات انگریزوں سے نہایت درجہ خوشگوار تھے۔ اگر حضرت شہید انگریزوں کے دشمن ہوتے اور علی الاعلان اس کا اظہار کرتے اور ان کے خلاف جہاد کی تیاری کرتے تو ان پر انگریزوں کے جاسوس ہونے کا شبہ کبھی نہ کیا جاتا۔ اس بات کو مثلاً یوں سمجھئے کہ اگر رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم روس جاتے تو کیا روسی یہ شبہ کرتے کہ ہندوستان سے انگریزوں کا یہ جاسوس یہاں آیا ہے۔

ایک بڑا پختہ ثبوت اس بات کا کہ حضرت یسدا احمد اور آپ کے مجاہدین کی نیت یا ارادہ یا خیال ہرگز نہ تھا کہ انگریزوں سے جہاد کیا جائے یہ ہے کہ حضرت یسدا احمد کے شہید ہونے کے صرف ۲۶ برس بعد جب ۱۸۵۶ء میں ہر طرف انگریزوں کے خلاف بغاوت کے شعلے زور شور سے بھڑکے ہندوستان کی سرزمین انگریزوں پر تنگ ہو گئی۔ ان کو اپنی تباہی اور ہلاکت سامنے نظر آنے لگی اور ہر جگہ وہ بے دردی سے قتل کئے جانے لگے تو اس قیامت خیز ہنگامہ میں حضرت یسدا احمد شہید کے گروہ کا ایک شخص بھی شریک نہ ہوا۔“

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

علاوہ ازیں مولوی عبدالرحیم صادق پوری جو اُس زمانہ کے مصنف تھے
اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :-

”اتباع سید احمد صاحب کی یہ روش رہی کہ وہ ایک طرف
لوگوں کو سکھوں کے خلاف آمادہ جہاد کرتے اور دوسری طرف
صرف حکومت برطانیہ کی امن پسندی جتا کر لوگوں کو انگریزوں
کے مقابلے سے روکتے تھے۔“

اگر حضرت سید احمد شہید کی جماعت انگریزوں کی دشمن ہوتی تو یہ موقع
اس جماعت کے لیے انگریزوں کے خلاف کھڑے ہونے کا بہترین تھا
کیونکہ اُس وقت بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ انگریزوں کی حکومت اب گئی
اور اب گئی۔ ایسی حالت میں مجاہدین سید احمد بڑی خوشی اور
بڑی آسانی سے انگریزوں کے خلاف جنگ میں شریک ہو جاتے پس
معلوم ہوا کہ نہ حضرت سید احمد کا یہ منشاء تھا نہ انہوں نے اپنی جماعت
کو اس کی تلقین کی نہ ان کی جماعت نے انگریزوں نے خلاف کبھی کسی
ہنگامہ میں کسی قسم کی مدد دی۔ اس موقع پر بڑے تماشے کی بات یہ ہے
کہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ
میں حصہ لینے والے وہ سب کے سب علمائے کرام شامل تھے جو عقیدہ
حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسماعیل کے شدید ترین دشمن تھے اور جنہوں
نے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱۷ مقالات سرسید حصہ شانزدہم صفحہ ۱۶۳۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) ۱۷ الدر المنثور ص ۱۳۵ :

شاہ اسماعیل کے رومی جہت سی کتابیں لکھی ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی۔ اگر انہیں ذرا سادگی شہ ہو جاتا کہ سید احمد اور شاہ اسماعیل انگریزوں کے مخالف تھے اور ان سے جنگ کرنا چاہتے تھے تو باہم دشمنی اتنی شدید تھی کہ وہ فوراً سب علماء و فضلاء سید احمد کی دشمنی میں انگریزوں سے صلح کر لیتے اور ہرگز ان کے خلاف کھڑے نہ ہوتے۔

مقالات سرسید حصہ شانزدہم میں سرسید احمد خان کے مضمون بعنوان ”محی السنۃ قاطع البدعہ مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ“ کے فٹ نوٹ میں مقالات سرسید کے مرتب جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی رقمطراز ہیں :-

”جناب خلیق احمد نظامی نے ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامہ کے دیباچہ میں صفحہ ۵ پر..... ہنر کے بے بنیاد الزامات کو پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف پیدا ہونے والی تحریکوں کے بانی

یہ تو سرسید احمد خان کی مروج ہے کہ علمائے حق بھی سید احمد کی مخالفت کی وجہ انگریزوں کے ساتھ صلح کر لیتے مگر حقیقت میں ایسا کبھی نہیں ہوا علمائے حق نے احقاق حق کو کسی مصلحت کا شکار نہیں ہونے دیا بلکہ سب بے دینوں سے چومکھی لڑائی لڑتے رہے۔ سرسید چونکہ خود مصلحت پسند سیاسی ذہن کا بندہ تھا اس لیے دوسروں کو بھی اپنے برقیاس کرتا رہا۔ (ادارہ)

۱۷ مقالات سرسید حصہ شانزدہم ص ۲۳۸ تا ۲۵۲ :

دراصل سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید ہی تھے اور ۱۸۵۷ء میں جو کچھ ہوا وہ ان دونوں حضرات کی تبلیغ ہی کا نتیجہ تھا۔ مگر اس بیان کو حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ حضرت سید احمد بریلوی اور حضرت شاہ صاحب کی عملی زندگی سب پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ چنانچہ ان حضرات کے انگریزوں سے جیسے اچھے تعلقات تھے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور سرسید کی اس عبارت کا سیاق و سباق بھی بتاتا ہے کہ یہ لوگ صرف اسی خیال سے سرحد جاتے تھے کہ سکھوں کے خلاف جس تحریک کو ہمارے پیرومرشد نے شروع کیا تھا اُسے جاری رکھا جائے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں مولوی ولایت علی صادق پوری جہاد کی غرض سے بالا کوٹ گئے اور اس وقت مجاہدین کشمیر کے راجہ گلاب سنگھ سے مصروفِ پیکار تھے۔ اگر یہ لوگ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے جاتے تھے تو انگریزوں نے روکا کیوں نہیں؟ اور پھر سرسید نے ان انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے والوں کو کیوں سراہا؟ جبکہ وہ اس وقت انگریز کے ملازم بھی تھے۔ نیز اس وقت تک پنجاب انگریزوں کے قبضے میں بھی نہیں آیا تھا۔

یہ بات دوسری ہے کہ ۱۸۵۷ء کے چند سال بعد سید صاحب کے متبعین نے سرحد پر لڑائیاں شروع کر دیں۔ مگر اس کا ذمہ دار سید احمد اور شاہ صاحب کو قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ تحریکوں کے بانیوں کے مرجانے کے

بعد پس ماندگان اپنی اپنی راہیں خود متعین کر لیا کرتے ہیں اسی طرح اگر بعد والوں نے انگریزوں کے خلاف کچھ کیا تو یہ اُن کا اپنا معاملہ ہے سید صاحب اور شاہ صاحب نے جو کام نہیں کیا اور جس کے کرنے کا نہ کبھی اظہار کیا اس کو خواہ مخواہ اُن کے ذمے لگانا تاریخ کے ساتھ ظلم کرنا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ ملک کے آزاد ہو جانے کے بعد ہر مذہبی عبادت اپنے اپنے اکابر کو انگریز دشمن ثابت کرنے میں مصروف ہے اور یہی جذبہ شاہ صاحب اور سید صاحب کو انگریز دشمن ثابت کرنے کے لیے مجبور کر رہا ہے اور یہ جذبہ پیدا بھی ایسے مصنفوں میں ہوا ہے جن کے قلم کے حسن کی کرشمہ سازیاں خاص شہرت رکھتی ہیں یہ لے

"THE NATURE AND CHARACTER
OF AHLE-SUNNAT WAL JAMAAT"

وہابی علماء اور انگریز کی مدح و ثناء

گذشتہ اوراق میں جناب سید احمد بریلوی کی انگریز دوستی کا ثبوت ناقابل تردید اسناد و شواہد کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اب ذیل میں سید صاحب کے بعد کے چند مشہور وہابی علماء کے انگریز دوستی سے متعلق سوال و احوال پیش کیے جاتے ہیں۔

مولوی نذیر حسین دہلوی | ① مقالات سر سید حقہ شانزدہم
میں سر سید احمد خان کے مضمون

بعضوان ”جناب مولوی نذیر حسین سلمہ اللہ تعالیٰ“ کے فٹ نوٹ میں مقالہ سر سید کے مرتب جناب شیخ محمد اسماعیل پانی پتی لکھتے ہیں :-

”مولوی نذیر حسین سورج گرہ ضلع مونگیر کے رہنے

والے تھے۔ جہاں ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے ۱۸۲۸ء میں دہلی

آگئے اور یہیں ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا۔ جماعت اہل حدیث

کے امام اور شیخ الکمل کے لقب سے مشہور تھے۔ گورنمنٹ

برطانیہ کی خیر خواہی کے صلہ میں شمس العلماء کا خطاب بھی

ملا۔۔۔۔۔ پنجاب میں مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت

السنہ ان کے خاص شاگردوں میں سے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں سرکار انگریزی کی خدمات بڑے
خلوص قلب سے انجام دیں جن کے صلہ میں تیرہ سو روپے
نقد انعام میں پائے اور خوشنودی سرکار کا ایک پروانہ بھی کمشنر
دہلی نے عطا فرمایا۔" ۱

② مولوی محمد جعفر حقانی سری لکھتے ہیں :-

”مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی جو ایک
نامی خیر خواہ دولت انگلیشیہ کے ہیں۔“ ۲

شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی | آغا شورش کشمیری
لکھتے ہیں :-

”جن لوگوں نے حوادث کے اس زمانہ میں فتنہ جہاد
کی تاویلوں کے علاوہ ”أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ
أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ میں اولی الامر کا مصداق انگریزوں
کو ٹھہرایا ان میں مشہور انشا پر داز ڈپٹی نذیر احمد کا نام بھی ہے جو
ایک شعلہ بیان مقرر ہونے کے علاوہ مایہ ناز اور بلند پایہ
مصنف بھی تھے انہوں نے قرآن مجید کے ترجمے میں انگریزوں
کو پہلی دفعہ اولی الامر قرار دیا اور ان کی اطاعت کو اللہ اور
رسول کی اطاعت سے مستلزم..... اس ترجمہ کی کاپی آپ
نے سر ولیم میور کو انگلستان بھجوائی جس کی سفارش سے آپ
کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔ اسی ترجمہ پر آپ کو ایڈنبرا یونیورسٹی

نے ایل ایل ڈی کی ڈگری عطا کی تھی۔ دیکھو داستان تاریخ
اردو مصنفہ حامد حسن قادری ص ۳۹۸ ۱۰

مولوی نذیر احمد دہلوی کے ارشادات

①

شمس العلماء مولوی نذیر احمد نے اپنے لیکچر میں جوہ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو
ٹاؤن ہال دہلی میں دیا، فرمایا:-

”ہندوؤں کی عملداری میں مسلمانوں پر طرح طرح کی سختیاں
ہیں اور مسلمانوں کی حکومت میں بعض ظالم بادشاہوں نے
ہندوؤں کو ستایا۔ الغرض یہ بات خدا کی طرف سے فیصل شدہ
ہے کہ سارے ہندوستان کی عافیت اس میں ہے کہ کوئی اجنبی
حاکم اس پر مستطار ہے جو نہ ہندو ہو نہ مسلمان ہی ہو کوئی سلاطین
یورپ میں سے ہو مگر خدا کی بے انتہا مہربانی اس کی مقتضی
ہوئی کہ انگریز بادشاہ ہوئے (چیز) انہوں نے سوا سو برس
حکومت کر کے اپنی قومی بیدار مغزی، جفاکشی، لیاقت،
انصاف، رعایا پروری اور بہادری کو آشکارا طور پر ثابت کر
دیا جیسے روز روشن میں آفتاب۔ تو کیا اب بھی کسی مُنصف
مزاج دانشمند، ملکی خیر خواہ کے دل میں یہ ولولہ گذر سکتا ہے کہ

۱۰ عطا اللہ شاہ بخاری از آغا شورش کاشمیری ص ۱۳۵ ۱۰

خدا نخواستہ سلطنت بدل جائے۔ سب بولو! نہیں نہیں (چیر)۔
لیکن منہ سے کہنا کافی نہیں۔ کردار سے، گفتار سے ثابت کر
دو کہ تم تبدیل سلطنت نہیں چاہتے۔“ ۱۷

(۲)

اور فرماتے ہیں :-

”کیا گورنمنٹ جابر اور سخت گیر ہے تو بہ تو بہ ماں
باپ سے بڑھ کر شفیق۔“ ۱۸

(۳)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-
”جو آسائش ہم کو انگریزی عملداری میں میسر ہے کسی دوسری
قوم میں اس کے مٹا کر نہ کی صلاحیت نہیں پس یہی باغیان
نا عاقبت اندیش بر خود غلط جو عملداری کے تزلزل سے خوش
ہیں چند روز میں عاجز آکر بھنت انگریزوں کو مانا کر لائیں تو سہی
میں اپنی مملو مات کے مطابق اس وقت کے ہندوستانی والیان
ملک پر نظر ڈالتا تھا اور برما اور نیپال اور افغانستان بلکہ فارس
اور مصر اور عرب تک خیال دوڑاتا تھا۔ اس سرے سے اُس
سرے تک ایک متنفس سمجھ میں نہیں آتا تھا جس کو میں ہندوستان
کا بادشاہ بناؤں۔ امیدواران سلطنت میں سے اور کوئی گروہ

۱۷ مولوی نذیر احمد کے لیکچررں کا مجموعہ بار اول ۱۸۹۷ء ص ۵۔

۱۸ مولوی نذیر احمد کے لیکچررں کا مجموعہ ص ۱۱ :-

اس وقت موجود نہ تھا کہ میں اس کے استحقاق پر نظر کرتا۔ پس
میرا اس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنت ہندوستان
کے اہل ہیں سلطنت انہی کا حق ہے انہی پر بحال رہنی چاہیے
دعویٰ مدعیان معہ خرچہ ڈسمس۔“

مولوی محمد حسین بٹالوی کے ارشادات

(۱)

مولوی محمد حسین بٹالوی جو مسرور اہلحدیث کہلاتے تھے اپنے رسالہ
”اشاعت السنہ“ میں لکھتے ہیں :-

”سلطان روم ایک اسلامی بادشاہ ہے لیکن امن عام
اور حسن انتظام کے لحاظ سے مذہب سے قطع نظر برٹش
گورنمنٹ بھی ہم مسلمانوں کے لیے کچھ کم فخر کا موجب نہیں ہے
اور خاص کر گروہ اہلحدیث کے لیے تو یہ سلطنت بلحاظ امن
آزادی اس وقت کی تمام اسلامی سلطنتوں (روم - ایران - خراسان)
سے بڑھ کر فخر کا محل ہے۔“

(۲)

۱۔ مولوی نذیر احمد کے لیکچروں کا مجموعہ ص ۲۶-۲۷۔

۲۔ رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۱۰ جلد ۶ ص ۲۹۲ :-

”اس امن و آزادی عام و حسن انتظام برٹش گورنمنٹ کی نظر سے اہم دیش ہند اس سلطنت کو از بس غنیمت سمجھتے ہیں اور اس سلطنت کی رعایا ہونے کو اسلامی سلطنتوں کی رعایا ہونے سے بہتر جانتے ہیں اور جہاں کہیں وہ رہیں اور جائیں (عرب میں خواہ روم میں خواہ اور کہیں) کسی اور ریاست کا محکوم رعایا ہونا نہیں چاہتے۔“

حرفِ آخر | ہم اپنے اس مقالہ میں جناب سید احمد بریلوی اور ان کے متبعین کے سیاسی اعمال و نظریات

اجمالاً خود انہی بزرگوں کے اپنے الفاظ میں پیش کر چکے ہیں ہر جگہ حوالہ جات ساتھ شامل ہیں تاکہ جن اصحاب کو مزید تحقیق یا تنقید و تصدیق کا اشتیاق ہو انہیں سہولت رہے اگر ہم نے اخذ مطالب میں کہیں نادانستہ ٹھوکر کھائی ہے یا کہیں کوئی مغالطہ رہ گیا ہے تو ہمیں توقع ہے کہ جو علماء و فضلاء اپنی اہلیت کے اعتبار سے اس موضوع پر قلم اٹھانے کے زیادہ اہل ہیں ہماری غلطیوں کی تصحیح و رہنمائی سے دریغ نہ فرمائیں گے لیکن انہیں اس امر کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ انہیں سید صاحب کی انگریز دشمنی سے متعلق سید صاحب کے اپنے بیانات شائع شدہ مستند کتابوں سے پیش کرنے ہوں گے۔ غیر مطبوعہ، غیر مستند اور خانہ ساز حوالوں کا سہارا نہیں لینا ہوگا۔ اگر انہوں نے ہماری اس درخواست کو درخور اعتناء نہ سمجھا اور حسب معمول سابق خانہ ساز قلمی حوالہ جات اور دُوراز کاریاں کا سہارا لینے کی سعی کی تو ان کی یہ سعی تار عنکبوت سے بھی زیادہ ناپائیدار ثابت ہوگی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
ایک تاریخی جائزہ اور عبرت انگیز مرقع

پاکستان

WWW.NAFSEISLAM.COM
"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF ANJELUNNAT WAL JAMAAT
اور

کانگریسی علماء کا کردار

مولانا ضیاءالحامدی نقشبندی مجددی

کانگریسی علماء کا کردار

جھلکیاں

- ☆ آج کل قومیں اور طان سے بنتی ہیں۔ مذہب سے نہیں بنتیں (مدنی)
- ☆ پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی (آزاد)
- ☆ کسی مسلم لنگی کو لڑکی دینا جائز نہیں (مفتی محمود)
- ☆ احرار کا وطن لنگی سرمایہ دار کا وطن نہیں (بخاری)
- ☆ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سوز ہیں (بخاری)
- ☆ دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر علی خاں جو اہر لعل نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔ (حبیب الرحمن لدھیانوی)
- ☆ یہ قائد اعظم ہے کہ ہے کافر اعظم (منظہر علی مظہر)
- ☆ احرار پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں (چوہدری افضل حق)
- ☆ عالمی قوانین منظور کرانے میں مفتی محمود پیش پیش ہیں۔ (حمزہ)
- ☆ مفتی محمود نے وزیر تجارت سے ۵ ہزار روپے وصول کئے۔ (مولانا فرید احمد)

احوال واقعی

یہ حقیقت ثابت ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے جذبہ اسلام سے سرشار ہو کر قائد اعظم کی قیادت میں حصول پاکستان کیلئے فقید المثال قربانیاں دیں اور بفضلہ تعالیٰ انگریزوں، ہندوؤں اور کانگریسی مسلمانوں کی شدید مخالفتوں کے باوجود پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی ملک کی حیثیت سے اُجاگر ہوا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد وہ تمام عناصر جو نظریہ پاکستان کے سخت مخالف تھے ایک سیلاب کی طرح اُمنڈ کر پاکستان میں آ پہنچے اور پاکستان کے خلاف خفیہ سازشوں میں مصروف ہو گئے اور فضائے پاکستان ان کی شرانگیزیوں اور ہوس ناکیوں سے زہر آلود ہو گئی اور اب تک یہ تخریبی عناصر اس اسلامی مملکت میں اپنی مخالفانہ اور معاندانہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

ہماری نئی نسل شاید اس تلخ اور المیہ ناک حقیقت کا تصور بھی نہ کر سکے کہ دارالعلوم دیوبند (بھارت) کے کانگریسی علماء کا ایک مختصر سا گروہ قومی تاریخ کو مسخ کرنے کی زبردست سازشیں کر رہا ہے اور نئی نسل کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان کی مخالفت صرف انگریزوں اور ہندوؤں نے کی تھی حالانکہ پاکستان کی مخالف جماعتوں میں کانگریسی علماء کی ”جمعیت علمائے ہند“ پیش پیش تھی، مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی جیسے موقع پرست اور دین فروش مولویوں نے تحریک پاکستان کو نقصان پہنچانے کی خاطر اپنے مناصب حقیقی، اپنے فرائض خصوصی، اپنے امتیازات مقدسہ اور حمیات اسلامی کو گاندھی، نہرو اور سردار پٹیل کے جوتوں میں ڈال دیا تھا اور تعاون بالمشرکین کیلئے احادیث کے ذخیروں کو کھنگال ڈالا اور وہ وہ موشگافیاں کیں کہ آیات قرآنی تمللا انھیں اور ہندوستان میں ہندو سیکرلرازم کی نظری حیثیت کو چیلنج کرنے کے علی الرغم سیکرلرازم اور اکھنڈ بھارت کی تائید پر زور صرف کر دیا۔

یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ آج مفتی محمود اور ان کے رفقاء قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے اپنی شکست کا انتقام لینے اور گاندھی و نہرو کی پلید روحوں کو خوش کرنے کے لئے اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر کے ساتھ مل کر ملک میں انتشار و افتراق کی فضا پیدا کر رہے ہیں اور پاکستان کے بدترین

امید ہے کہ قارئین کرام ان نام نہاد کانگریسی مولویوں کے قیام پاکستان سے قبل کے کردار اور موجودہ انداز کا اس پمفلٹ کے ذریعے جائزہ لے سکیں گے۔

”ضیاءالحامدی نقشبندی مجددی“

محرمات پاکستان

انگریز کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد ہندوؤں کے عزائم کیا تھے؟ وہ ہندوستان میں کون سا راج قائم کرنا چاہتے تھے؟ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے جذبات کیا تھے؟ ذیل میں دیئے گئے ہندو کانگریسی لیڈروں کے بیانات سے ہندوؤں کے عزائم اور ناپاک ارادوں کی وضاحت ہو جاتی ہے جن سے ہندوؤں کے تعصب، تنگ نظری اور مسلمانوں سے بغض و عناد کا اظہار ہوتا ہے۔

”مہاتما گاندھی اور گاؤر کھشا“:

مہاتما گاندھی نے جسے ہندو سچائی کا مجسمہ اور امسا (عدم تشدد) کا اوتار کہہ کر پکارتے ہیں۔

۱۹۱۸ء میں گاؤر کھشا کے متعلق کہا تھا کہ:

”یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ یورپین کیلئے گاؤر کھشا جاری رکھنے کی بابت ہندو کچھ بھی محسوس

نہیں کرتے، میں جانتا ہوں کہ ان کا غصہ اس خوف کے نیچے دب رہا ہے جو انگریزی عملداری نے پیدا کر دیا ہے مگر ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول و عرض میں ایسا نہیں ہے جو ایک دن اپنی پھر زمین کو گاؤ کشی سے آزاد کرانے کی امید نہ رکھتا ہو۔ ہندومت عیسائی یا مسلمان کو کھوار کے زور بھی مجبور کرنے سے تامل نہیں کرے گا کہ وہ گاؤ کشی بند کریں۔“

لالہ ہر دیال اور ہندو راج:

کانگریس کے مشہور ہندو لیڈر لالہ ہر دیال کہتے ہیں کہ: ”پس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملی تو

یہاں ہندو راج قائم ہوگا۔ نہ صرف ہندو راج قائم ہوگا بلکہ مسلمانوں کی شدھی اور افغانستان کی فتح وغیرہ۔

باقی آورش بھی پورے ہو جائیں گے۔ (روزنامہ ملاپ ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء)

دشمنوں اور سخت ترین مخالفوں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کو پاکستان کی جنگ آزادی کا ہیرو قرار دے رہے ہیں تاکہ عوام تحریک پاکستان کے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہو جائیں۔ چنانچہ حال ہی میں مشہور کانگریسی عالم مولانا حسین احمد مدنی کے بیٹے اور بھارتی پارلیمنٹ کے ممبر مولوی اسد مدنی پاکستان کے دورے پر آئے۔ (عوام میں مشہور ہے کہ وہ مسز اندرا گاندھی کی خصوصی ہدایات پاکستان میں رہنے والے بھارتی ایجنٹوں اور کانگریسی نمائندوں کو پہنچانے اور کچھ لینے اور کچھ دینے آئے تھے) ۲۰ مارچ ۱۹۷۰ بروز جمعہ امین قاسم باغ قلعہ کہنہ ملتان پر نام نہاد جمعیت العلماء اسلام ہزاروی گروپ نے اسد مدنی کی آمد پر ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا۔ جس میں لالکپور کے مولوی ضیاء القاسمی نے پاکستان کے بدترین دشمن مولوی حسین احمد مدنی اور ان کے رفقاء کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ”مولانا حسین احمد مدنی جنگ آزادی کے عظیم ہیرو تھے اور پاکستان کے قیام کے لئے انہوں نے عی زمین ہموار کی کیونکہ اگر وہ اتنی بے جگری سے انگریز کے خلاف نہ لڑتے تو انگریز کبھی اس ملک سے نہ جاتا اور یوں پاکستان کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا اور مولانا مدنی کی کوششوں نے ملت اسلامیہ کو نشاۃ ثانیہ عطاء کی۔“ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے مولانا حسین احمد مدنی اور ابوالکلام آزاد وغیرہ پاکستان کے سخت مخالف اور کانگریس کے ساتھی ہی نہیں بلکہ ابوالکلام آزاد آل انڈیا کانگریس کے صدر اور مولانا حسین احمد مدنی صوبہ یوپی کانگریس کے صدر تھے ان کی تمام خدمات گاندھی اور نہرو کے لادینی نظام کے قیام کے لئے وقف تھیں۔ اسلام کے لئے نہیں وقت کی نزاکت کے پیش نظر میں نے محسوس کیا کہ کانگریسی علماء کی پاکستان دشمنی کو بے نقاب کرنا اور عوام کو ان کے داغ دار ماضی سے آگاہ کرنا از حد ضروری ہے تاکہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ قیام پاکستان سے قبل کانگریسی علماء کے پاکستان کے خلاف کیا جذبات تھے اور آج بھی یہ پاکستان دشمن مولوی اپنے سینوں میں کن خطرناک عزائم کو چھپائے ہوئے ہیں اور یہ ناگتیں جواب ہماری آستینوں میں آن بیٹھی ہیں ان کی افترا پردازی اور بہتان تراشی کے زہریلے ڈنگ سے بچنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیے اس پمفلٹ میں ہندوؤں کے عزائم اور کانگریسی علماء کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے جو مختلف اخبارات و رسائل و کتب سے مرتب کیا ہے۔

سردار پٹیل کا نعرہ:

سردار پٹیل نے اپریل ۱۹۴۲ء میں احمد آباد میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ”جو لوگ ایک جداگانہ قومیت کے حتمی ہیں ان میں سے تو بے قصودہ ہیں جو اس ملک کی مٹی کی پیداوار ہیں۔ اس لئے اگر یہ لوگ پھر اپنی اصل میں جذب نہیں کئے جاسکتے تو یہ ان لوگوں کا قصور ہے جن سے نکل کر یہ لوگ الگ ہوئے ہیں“
(ہندوستان ٹائمز۔ ۱۶ اپریل ۱۹۴۲ء)

ہندو مہاسبھا کے نائب صدر ڈاکٹر رادھا مکرجی کا بیان:

ہندو مہاسبھا کے نائب صدر اور بنگال میں کانگریس پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر رادھا مکرجی نے آل انڈیا ہندو ویدک یوتھ کانفرنس لاہور کے خطبہ صدارت میں کہا تھا کہ:
”ہندوستان کو نظریہ اور عمل دونوں لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیئے جس کا کلچر ہندو جس کا مذہب ہندو اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو۔“ (طلوع اسلام دسمبر ۱۹۳۸ء)
ہندو اخبارات کی اسلام دشمنی کا مظاہرہ:

ذیل میں ہندوؤں کے مشہور اخبارات روزنامہ ملاپ اور آریہ مسافر کے ادارے ہندوؤں کے ناپاک عزائم کی وضاحت کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

کیا ہندوؤں نے تاریخ سے کچھ سبق نہیں سیکھا جس طرح خیال میں ہندو تہذیب ہے اسی طرح افغانستان اور سرحد پر بھی ہندو سنہٹائیں ہونی ضروری ہیں ورنہ سوراہیہ حاصل کرنا بے سود ہوگا۔ پہاڑی قومیں ہمیشہ بہادر اور بھوکے ہوتی ہیں اگر وہ ہماری دشمن بن جائیں تو ملک بالکل بے کسی کی حالت میں رہ جائے گا اور پھر نادر شاہ اور زماں شاہ کا زمانہ شروع ہوگا۔ اب تو انگریز افسر سرحد کی حفاظت کر رہے ہیں لیکن کیا ہندوؤں کے ملک کو بچانے کیلئے سمندر پار سے افسر آتے رہیں گے اگر ہندوؤں کو اپنی رکھشا کرنی منظور ہے تو اپنے پاؤں خود ہلانے پڑیں گے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سردار ہری سنگھ لکھوہ کی یادگار میں افغانستان اور سرحد کو فتح کر کے تمام پہاڑی قبیلوں کی شدھی کرنا ہوگی اگر ہندو اس فرض سے غافل رہیں

گے تو پھر اسلامی حکومت ہندوستان میں قائم ہو جائے گی۔ (ہندو اخبار روزنامہ ملاپ ۲۳ جولائی ۱۹۲۸ء)

ملکی اور مذہبی نقطہ نظر سے مسلمانوں کو ویدک دھرم اور ویدک تہذیب کے نزدیک لانا از حد ضروری ہے؛ جب تک مسلمان سر زمین حجاز کے عاشق ہیں، عرب کی سر زمین اور کھجوروں پر جان غنار کرتے ہیں اور زمزم کو گنگا پر ترجیح دیتے ہیں، وہ ہندوستان سے محبت نہیں کر سکتے، اس لئے ملک میں ایک قوم پیدا کرنے کیلئے لازمی ہے کہ ہم ویدک دھرم کا پیغام جلد از جلد ان تک پہنچائیں۔ (آریہ مسافر ۵ مارچ ۱۹۳۸ء)

مذکورہ بالا ہندو کانگریس لیڈروں کے بیانات اور ہندو اخبارات کے اداروں سے ہندو قوم کے ناپاک ارادوں اور عزائم کی نشاندہی ہو جاتی ہے اور ہر شخص جسے اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور کی دولت سے نوازا ہے وہ بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ہندو قوم مسلمانوں کے بارے میں مخلص نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ مسلمان اکابرین نے محسوس کیا کہ ہندوؤں کے تیور صحیح نہیں ہیں، چنانچہ حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریک پاکستان کا آغاز ہوا، ایک عظیم الشان اور انقلاب آفرین جدوجہد کے بعد مسلم لیگ نے پاکستان کی جنگ جیت لی لیکن کفر اور اسلام کی جنگ میں کانگریسی مولویوں نے انتہائی شرمناک کردار ادا کیا جسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

قومیت اور اسلام

قرآن حکیم کی رو سے قومیت کی بنیاد وطن، نسل اور رنگ وغیرہ نہیں ہے بلکہ (آئیڈیالوجی) ہے اور جو لوگ قرآن پاک کے پیش کردہ فلسفہ حیات پر ایمان رکھتے ہیں وہ ایک قوم کے افراد ہیں، خواہ وہ ایک ہی وطن میں رہتے ہوں اور ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہوں اور جو لوگ قرآن مجید کے پیش کردہ نہ بدلنے والے نظریہ زندگی کے خلاف کسی اور نظریہ کے قائل ہوں وہ دوسری قوم کے افراد ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اسی اسلامی قومیت کی حقانیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ہم ہمارے حصارِ ملت کی اتحاد وطن نہیں ہے

اور قائد اعظمؒ نے واضح طور پر اپنے دعویٰ کو پیش کر دیا کہ ”چونکہ مسلمان اپنے دین کی بناء پر ہندوؤں سے الگ ایک قوم ہیں۔ اسلئے ان کے لئے ایک جداگانہ مملکت کا وجود ضروری ہے جہاں مسلمان اپنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے مطابق زندگی گزار سکیں۔“ ہندوؤں کی طرف سے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس مطالبہ کی مخالفت ناگزیر تھی کیونکہ وہ تو ہندوستان کے مسلمانوں پر حکومت کرنے اور ان کی شدھی کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن دارالعلوم دیوبند کے بعض نام نہاد کانگریسی علماء کی ”جمعیت علماء ہند“ کی طرف سے اسلامی قومیت کی مخالفت باعث حیرت ہے۔

متحدہ قومیت کا فتنہ

برصغیر پاک و ہند میں سلطنت مغلیہ کے شہنشاہ اکبر نے اپنے عہد میں اپنے اقتدار کے استحکام کیلئے متحدہ قومیت کی بنیاد رکھی جس کے خلاف امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کیا اور بفضلہ تعالیٰ جہانگیری عہد میں متحدہ قومیت کے بُت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہندوستان کے انگریزی دور غلامی میں متحدہ قومیت کے مردہ کو گاندھی نے پھر زندہ کیا۔ جس پر ابوالفضل اور فیضی جیسے دین فروش علماء سوا ایمان لے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ابوالفضل نے شہنشاہ اکبر کے ”دین الہی“ کی حمایت میں قرآن و حدیث میں تحریف کی تھیں اور دنیوی مفاد کے حصول کی خاطر ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو قربان کر دیا اسی طرح گاندھی کی متحدہ قومیت کی حمایت میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء قرآن و حدیث کو غلط معنی پہنا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سر توڑ کوششیں کرتے رہے ہیں اور گاندھی و نہرو کی قیادت میں لادینی نظام کے لئے کوشاں رہے لیکن بفضلہ تعالیٰ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے قائد اعظم کی قیادت میں متحدہ قومیت کے فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور پاکستان بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

تحریک پاکستان کا پس منظر اور اس کے حقیقی عناصر

تحریک پاکستان محض تقسیم ملک کا نام نہیں بلکہ احیائے اسلام کی ایک کوشش بھی تھی۔

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں ہمیشہ یہ چبھتا ہوا احساس موجود رہا کہ ان کا نظم اجتماعی اسلامی بنیادوں پر استوار نہیں ہے، ان کی سیاسی معاشرتی زندگی اور ان کے افکار و خیالات نظریات و معتقدات و تصورات کے درمیان بعد پایا جاتا ہے۔ اس بعد کو دور کرنے کے لئے تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں نے مختلف طریقوں سے جدوجہد کی، کبھی یہ تحریک امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور جہانگیر کی صورت میں ظاہر ہوئی اور کبھی یہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی سرگرمیوں اور تجدیدی کوششوں کا روپ دھار کر ابھری، مسلمانوں کے زوال کے بعد یہ تحریک احیائے اسلام ایک تسلسل کے ساتھ چلتی رہی اس تحریک کے زیر اثر امت کے نامور ائمہ اور صلحاء نے بے مثال قربانیاں دیں۔

تحریک خلافت کی ناکامی کے بعد مسلمانوں میں یاس و قنوطیت کی فضا پیدا ہو گئی تھی، مسلمانوں کو اشتراکیت، اشتمالیت، وطنیت، قومیت اور سیکولر جمہوریت کے نعرے سنائی دے رہے تھے، حساس اور ایثار پسند مسلم نوجوان اپنوں سے مایوس ہو کر ان غیر اسلامی نعروں کو اپنارہے تھے، انتشار اور پراگندہ خیالی کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک نئے نعرے کو اسلام سے منسوب کرتا اور ذہنی پستی و مغرب سے مرعوبیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ مغرب کی ہر چیز پر بلا سوچے سمجھے ایمان لاتے اور اسلام کی ہر چیز پر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے، مسلمانوں کی یہ ذہنی کیفیت اور سیاسی ابتری نہایت قابل رحم تھی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر ہندوؤں نے مسلمانوں کو کانگریس کے وطنیت اور قومیت کے پرفریب نعروں میں پھانسنے کیلئے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ ایسے نازک اور پر آشوب مرحلے پر مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر جید علماء سے توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کریں گے، لیکن افسوس کہ..... مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد اور مفتی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ خود سیکولر جمہوریت اور وطنیت کے دام فریب میں مبتلا ہو گئے اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی نہ کر سکے، وہ دوسرے مسلمانوں کو بھی کانگریس کے دام فریب میں پھانسنے کی سعی کرتے رہے، جبکہ مسلمانوں کی حقیقی خواہش اور ذہنی رجحان یہ تھا کہ انہیں سب کچھ قبول تھا لیکن کسی قیمت پر کافر، نہ اور مشرکانہ نظام حیات جس کی بنیاد الحاد پر مبنی ہو، اس کے تحت زندگی گزارنے کیلئے تیار نہ تھے، اس وقت مسلمان نہایت ہی غیر منظم، پراگندہ خیال اور انتشار کے عالم میں تھے۔ ان کی کوئی تنظیم نہیں رہ گئی تھی جو

ان کی رہنمائی کرتی، مسلمانوں کی یہ بڑی بد قسمتی تھی کہ جہاں سے انہیں احیائے اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق بلند کرنے کے لئے دعوت ملنی چاہیے تھی وہاں سے انہیں وطنیت اور قوم کے اشتراک پر قومیت کی تشکیل کیلئے پیغام مل رہا تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ سادہ دستاویز پر دستخط کر کے اپنی اور اپنی قوم کی ہنڈیا گاندھی کے ہاتھوں میں تھما چکے تھے۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے تاریخ کے اس نازک دور میں مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے قائد اعظم جیسی عظیم شخصیت کو منتخب فرمایا اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمان قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں انگریزوں اور کانگریسیوں کی شدید مخالفتوں کے باوجود پاکستان قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی ملک بن کر اُجاگر ہوا۔

www.NAFSEISLAM.COM

تصورِ پاکستان قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ کی نظر میں

آج کل نظریہ پاکستان کے دیرینہ مخالفین قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ کی روحوں سے اپنی پیہم شکستوں کا انتقام لینے کیلئے ان پر طرح طرح کے الزامات لگا کر مسلمانوں کی نگاہ میں ان کی عظمت و وقار کو کم کرنے کیلئے ناپاک کوششیں کر رہے ہیں اور یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ بھی اسلامی سوشلزم کے حامی تھے اور قائد اعظم پاکستان میں اسلامی سوشلزم کے قیام کے خواہاں تھے جو سراسر غلط ہے۔ ذیل میں قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ کی تقاریر کے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن سے ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ قائد اعظم اور علامہ اقبالؒ اسلام کے سوا کسی دوسرے نظام پر یقین نہیں رکھتے تھے اور وہ مسلمانوں کے تمام وسائل و مشکلات کا حل اسلام ہی کو سمجھتے تھے اور اسلام ہی ابتداء سے پاکستان کا نصب العین تھا۔

☆ اگست ۱۸۴۱ء میں قائد اعظم جب حیدرآباد دکن تشریف لے گئے تو ان سے اسلامی حکومت کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے اس سوال کے جواب میں نوجوان طلباء کو بتلایا کہ ”اسلامی حکومت کا یہ امتیاز

پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت و وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کے لئے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں، اسلام میں اصلانہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی اور شخص اور ادارہ کی، قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی و پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں، اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآن کے اصول و احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کیلئے بہر حال آپ کو علاقہ اور سلطنت کی ضرورت ہے۔ مسلم لیگ کی تنظیم اس کی جدوجہد اس کا رخ اور اس کی راہ سب اس سوال کے جواب ہیں۔ (قائد اعظم محمد علی جناح ص: ۳۵۴)

☆ قائد اعظم قرآن حکیم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ ”میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اُس اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم جمہوریت کی بنیاد صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔“ (شاعی دربار بلوچستان ۱۴ فروری ۱۹۴۷ء بحوالہ ”آئین: ۲ مارچ ۱۹۴۹ء)

منظر اسلام علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ”اسلام ایک زندہ قوت ہے جو ذہن انسانی کو نسل و وطن کی قیود سے آزاد کر سکتی ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ مذہب کو فرد اور سیاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام کی تقدیر خود اس کے ہاتھ میں ہے اسے کسی دوسری تقدیر کے حوالے نہیں کیا جا سکتا، یہ ایک زندہ اور عملی سوال ہے جس کے صحیح حل پر اس امر کا دار و مدار ہے کہ ہم لوگ آگے چل کر ہندوستان میں ایک ممتاز اور مفتخر تہذیب کے حامل بن سکیں، کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اسلام کو بطور تمثیل کے تو برقرار رکھیں لیکن اُس کے نظام سیاست کی بجائے ان قومی نظامات کو اختیار کریں جن میں مذہب کی مداخلت کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔“ (خطبات اقبالؒ)

برادران اسلام! غور فرمائیے کہ قائد اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ نے کس طرح واضح و آشکار الفاظ میں اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا تھا کہ پاکستان کے قیام کا مقصد صرف قرآن و سنت پر مبنی ایسے اسلامی نظام کے قیام کے لئے تھا جس میں مسلمان اور دیگر اقوام امن و سکون کی زندگی گزار سکیں اور اسی نصب العین کے پیش نظر برصغیر کے مسلمانوں نے عدیم المثال قربانیاں دیں۔

کانگریسی مولویوں کا کردار قیام پاکستان سے پہلے

ہماری قومی زندگی کی یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ملک میں اُن حضرات نے بھی قومی قیادت اور مذہبی امارت کے تاج پہن لئے ہیں جو دن رات تحریک پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش تھے اور جوش مخالفت میں خدا کے دین کو بطور حربہ استعمال کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہ کی پاکستان کے بدترین دشمن کانگریسی مولوی آج نئے نئے روپ دھار کر اور نئے نئے بھیس بدل کرنے نئے نئے شوشے چھوڑ رہے ہیں اور اسلام کے نام پر عوام کو اسی طرح گمراہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جس طرح قیام پاکستان سے قبل اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کانگریس میں شمولیت کی دعوت دیتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کانگریسی مولویوں نے ابھی تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا اور وہ اپنے سابقہ نظریات کی تبلیغ سے باز نہیں آئے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا تھا اور گاندھی نہرو اور پٹیل کے چہرہوں میں بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کا سودا کیا تھا۔

ہم سمجھتے تھے کہ شاید پاکستان بن جانے کے ۲۲ سال بعد ان لوگوں نے اپنی ذہنیت کو بدل لیا ہو گا اور بھارت کے مسلمانوں پر ہندوؤں کے وحشت ناک مظالم دیکھ کر اپنی سابقہ غلطی کا اعتراف کر لیا ہو گا اور یہ بات ان پر عیاں ہو گئی ہو گی کہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی سیاست بُری طرح ناکام ہوئی ہے۔ وہ بہر حال غلطی پر تھے لیکن رستی جل گئی بل نہیں گئے کے مصداق ان لوگوں کی ذہنیت اب بھی نہیں بدلی ہے۔ یہ لوگ آج بھی قائد اعظم اور علامہ اقبال کے مقابلہ میں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی سیاسی برتری ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی علییت تسلیم لیکن سیاسی لحاظ سے بہر حال یہ لوگ گمراہی کا شکار تھے اور ان کی علییت و قابلیت سے اسلام کو عظیم نقصان پہنچا اور کفر کو بیحد فائدہ حاصل ہوا۔ آج جمعیت علماء اسلام (ہزاروی گروپ) کے رہنما کامریڈ مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر ساتھی اپنی برتری اس انداز میں ثابت کرتے ہیں کہ انہوں نے انگریز کی غلامی سے مسلمانوں کو آزاد کرانے میں بڑھ چڑھ کر

حصہ لیا تھا۔ لیکن صاحب علم حضرات پر یہ حقیقت واضح ہے کہ یہ کانگریسی مولوی برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو انگریز کی غلامی سے نکال کر ہندوؤں کی بدترین غلامی میں پھنسا دینا چاہتے تھے گویا آگ سے بچا کر تباہی کی طوفان خیز موجوں میں دھکیل دینا چاہتے تھے ان لوگوں کے نزدیک ہندو مسلم سکھ عیسائی وغیرہ سب ایک قوم تھے قائد اعظمؒ ان کے نزدیک ”کافر اعظم“ تھے اور گاندھیؒ نہرو اور پنیل کو وہ اپنا ان داتا تسلیم کرتے تھے۔

یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ یہ لوگ نظریہ پاکستان کے سخت مخالف تھے اور آج تک ان کانگریسی مولویوں نے پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ بجائے اس کے یہ لوگ اپنی غلطی کو تسلیم کر کے عوام سے معافی مانگتے اور بھدق دل سے اسلام کے فروغ اور پاکستان کے استحکام کی خاطر اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے اس کے برعکس ہٹ دھرمی سے کام لے کر گرگٹ کی طرح ایک نیارنگ بدلتے ہوئے ملت کے کرداروں افراد کو انتہائی عیاری اور مکاری سے یہ باور کرائے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مولانا حسین احمد مدنی کی قیادت میں ہم نے ملت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف پاکستان کی مخالفت کر کے جس غداری کا ارتکاب کیا ہے وہ سرزد ہی نہیں ہوئی۔

اگرچہ کانگریسی مولویوں کی ہندوانہ ذہنیت بدلی نہیں جاسکتی لیکن ہم اس کے باوجود ان کے سابقہ کرتوتوں کو عوام کے سامنے پیش کر کے انہیں بے نقاب کرتے رہیں گے تاکہ مسلمانوں پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ ان کانگریسی مولویوں نے کس طرح دنیوی مفاد کے حصول کی خاطر خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر پاکستان کی مخالفت کی اور اسلام کو گاندھیؒ نہرو اور پنیل کے جوتوں پر قربان کر دیا اور دین و ملت کو کتنا نقصان پہنچا اور ان کی موجودہ غلط روش سے اسلام اور پاکستان کو کن خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ذیل میں ہم کانگریسی علماء کی تحریریں اور بیانات مختلف اخبارات و رسائل اور کتب سے نقل کر رہے ہیں جن سے ان کانگریسی مولویوں کے گھناؤنے کردار کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

تحریک پاکستان اور اُس کی قیادت پر ناروا حملے

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور صدر مدرس 'کانگریس کی ہمنوا' 'جمعیت العلماء

ہند' کے مولانا حسین احمد مدنی کی تقریریں اور فتوے

”ہندو مسلم بھائی بھائی“:

ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی اور پارسی سب شامل ہوں جاہل کرنے کے لئے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیے، ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے عین مطابق ہے اور اسلام اس آزادی کی اجازت دیتا ہے۔ (زمزم ۷ جولائی ۱۹۳۸ء)

متحدہ قومیت اور قرآن:

مولانا حسین احمد مدنی، گاندھی کی متحدہ قومیت کی حمایت میں آیات قرآنی کو غلط معنی پہنا کر اس کے جواز کے لئے لفظ قوم پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”جس جگہ یہ لفظ مضاف واقع ہوا ہے اور مضاف اور مضاف الیہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا مسلمان ہے اور کلام غیر مسلم کے متعلق ہے تو یقیناً اس جگہ پر مشرکوں اور کفار کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا مسلمانوں کے ساتھ قومیت متحدہ میں منسلک ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے۔ کذبت قوم نوح المرسلین کذبت قبلہم قوم نوح و اصحاب الرس الخ۔

(متحدہ قومیت اور اسلام ص ۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے چودہ برس گزر جانے کے بعد مدینہ منورہ میں وہاں کے اور اپنے ساتھ کے مہاجر و انصار مسلمانوں اور مدینہ کے یہودیوں کو ملا کر ایک متحدہ قوم اور متحدہ امت بنائی اور نہایت مفصل عہد نامہ اس امر کے متعلق تحریر فرمایا اور اس میں تحریر کر دیا گیا کہ مشروط اور مذکورہ امور میں دشمنوں کے مقابل مسلمان اور یہود ایک امت متحدہ ہونگے مگر ہر ایک اپنے اپنے مذہب کا پابند ہوگا۔ (متحدہ قومیت اور اسلام ص ۴۴)

قومیں اوطان سے بنتی ہیں:

مولانا حسین احمد مدنی نے فتویٰ صادر کیا کہ ”آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتی ہیں۔“ (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص: ۲۸۰)

اس فتویٰ پر حضرت علامہ اقبالؒ نے مندرجہ ذیل اشعار فرمائے:

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن ہست چہ بے خبرز مقام محمدؐ عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

حضرت مولانا ظفر علی خاںؒ اس پر یوں رقمطراز ہوئے:

حسین احمد سے کہتے ہیں حذف ریزے مدیجے کے
کہ لٹو آپ بھی کیا ہو گئے سنگھم کے موتی پر
حضرت اسد ملتانی بھی اس موقع پر خاموش نہ رہ سکے اور یوں بولے:

ہوا ہے مولویوں کو یہ کیا مرے مولاً لگا رہے ہیں جو وہ مالوی کو سینے سے
یہ مولوی مدتی سے کوئی ذرا پوچھے مدن سے آپ کو نسبت ہے یا مدینے سے

مسلم لیگ بے دین ہے:

مولوی محمد میاں ناظم جمعیت العلماء ہند لکھتے ہیں کہ ”مسلم لیگ کی موجودہ حالت سے جو بے دینی پھیل رہی ہے اور جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو حاصل ہو رہا ہے وہ کانگریس تو درکنار ہندوستان کے تمام ہندوؤں سے نہیں پہنچ رہا ہے۔“ (مولانا ظفر احمد صاحب کے فتویٰ پر تبصرہ ص: ۹)

یہی مولوی محمد میاں کانگریس کی حمایت میں کہتے ہیں کہ:

”کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل جہاد آزادی میں اشتراک عمل ہے جس پر مذہبی حیثیت سے

ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ موت و حیات کا مدار ہے۔“ (ایضاً)

مولانا حسین احمد مدنی ہندوستان کے باشندوں کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”ہندوستان کے باشندے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں بحیثیت ہندوستانی اور متحد الوطن ہونے کے ایک قوم ہو جائیں۔“ (متحدہ قومیت اور اسلام ص: ۵۳)

ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ مولانا حسین احمد مدنی کس طرح قرآن و حدیث میں تحریف کر کے مسلمانوں کو کفار و مشرکین میں ضم کرنے کے لئے بے تاب نظر آتے ہیں۔

مولوی حبیب الرحمن عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

ہندو مسلمان باوجود اختلاف مذہب کے کسی مشترک مقصد کی تحصیل کے لئے متفق ہو سکتے ہیں۔ ایسا اتفاق شریعت کے کسی قاعدے کے خلاف نہیں ہے بلکہ ایسی حالت میں کہ مسلمانوں کو ان کے دینی مقاصد کی تحصیل میں تقویت حاصل ہوتی ہو یہ اتفاق ضروری ہو جاتا ہے۔ (جواز شرکت کا نگریس ص: ۱۰)

مولوی احمد علی نائب مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

”جہاں مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے مدد لینی جائز ہے وہیں اپنے مخصوص مقاصد و اغراض صحیحہ کی بناء پر ان کی امداد کرنی یا ان کی حمایت کرنی یا ان کے جھنڈے کے نیچے لڑنا بھی شرعاً جائز ہے۔“ (جواز شرکت کا نگریس ص: ۴۴)

مفتی محمد نعیم رکن جمعیت العلماء ہند کا عزم

مفتی محمد نعیم رکن جمعیت العلماء ہند مسٹر منشی کی تقریر جو انہوں نے لدھیانہ میں اکھنڈ بھارت کانفرنس میں کی سن کر بے تابانہ پکار اٹھے لبیک یا جبل لبیک۔ گھبراہٹ نہیں پاکستان کی ہم مخالفت کریں گے یہ نظریہ اسلام کے خلاف ہے۔“ (ہندوستان ٹائمز ۳۱-۹-۸ بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء)

مولانا حسین احمد مدنی اور جمعیت العلماء ہند کے اکابرین نے تحریک پاکستان کی مخالفت کیوں کی؟ اس کی وضاحت قائد اعظمؒ کے معتمد اور مسلم لیگی رہنما ایم اے ایچ اصفہانی نے اپنی تصنیف

(Quaid Azam As I new him) میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری کا اجلاس لاہور میں ہوا جس میں مسلم لیگی لیڈروں نے تقریریں کیں اس اجلاس میں مولانا احمد حسین مدنی اور مفتی کفایت اللہ بھی تشریف لائے انہوں نے قائد اعظم اور مسلم لیگ کی تحریک کو خوش آمدید کہا اور تعاون کا یقین دلایا لیکن آخری اجلاس میں ان حضرات نے تجویز پیش کی کہ مسلم لیگ جس پروگرام کو لے کر میدان سیاست میں اُتری ہے اس کے لئے وسیع پروپیگنڈہ کی ضرورت ہے اور دیوبند کا حلقہ اس کے لئے پوری طرح تیار ہے۔ بشرطیکہ مسلم لیگ ہمارے اخراجات برداشت کرے اور اس کیلئے کم از کم پچاس ہزار روپیہ درکار ہے۔ مگر اس وقت مسلم لیگ کے پاس تانے کے چند سکے بھی نہ تھے۔ حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فی الحال لیگ کے پاس اتنا فنڈ نہیں ہے اور نہ ہی مستقبل قریب میں اتنی رقم جمع ہونے کی امید ہے جب کبھی مسلم لیگ کے پاس مناسب فنڈ ہو گیا تو وہ ان کی امداد کر سکیں گے۔ قائد اعظم نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیں اس واقعہ کے بعد یہ حضرات ہندو کانگریس کی حمایت کرنے لگے اور انہوں نے وہاں سے مالی امداد حاصل کی۔ (صفحہ ۲۳، ۲۴)

مولانا ابوالکلام آزاد جمعیت علماء ہند کے سرخیل تھے انہوں نے گاندھی ازم کی کس طریق سے حمایت کی اور تحریک پاکستان کی کس انداز سے مخالفت کی ان کے بیانات شہادت کیلئے کافی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد گاندھی کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”مسٹر گاندھی نے جنگ آزادی میں اپنی جان اور مال دونوں دونوں کو لٹا دیا پس وہ فی الحقیقت ”مجاہد فی سبیل اللہ“ اور بانفسہ و با موالہم کے ہر دو مراحل جہاد مقدس سے گزر چکے ہیں۔ یہ (مسٹر گاندھی) حق وعدالت کا عجیب سپہ سالار ہے۔“

(مضامین مولانا آزاد نمبر ۱۹ بحوالہ الداعی شوال ۱۳۵۷ ص ۱۱)

پاکستان کا لفظ ناپاک ہے!

مولانا ابوالکلام آزاد پاکستان کے سلسلے میں رقمطراز ہیں کہ:

”میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی اس کا

مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ایک حصہ تو پاک ہے۔ باقی ناپاک، پاک اور ناپاک کی بنیاد پر کسی قطعہ ارض کی تقسیم غیر اسلامی اور روح اسلام کے بالکل منافی ہے۔ اسلام اس طرح کی کوئی تقسیم قبول نہیں کرتا۔ الخ
(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۷۶)

جمعیت علماء ہند کے رہنما مفتی محمود کا فتویٰ

مفتی محمود صاحب جمعیت علماء ہند کے زبردست اور سرگرم کارکن رہے ہیں۔ آج کل مولانا شبیر احمد عثمانی کی جمعیت علمائے اسلام پر بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی سے قبضہ کئے ہوئے ہیں، سابق سرخ پوش اور کانگریسی ہیں۔ سرحدی گاندھی عبدالغفار خان کی رفاقت پر انہیں بڑا ناز ہے، انہوں نے اپنے گرو سرحدی گاندھی کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان کی مخالفت میں پورا زور صرف کر دیا۔ سرحد ریفرنڈم میں بھی اس شخص نے پاکستان کے خلاف جدوجہد کی لیکن جب خان عبدالقیوم خاں سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے اور انہوں نے سرخ پوشوں کے خلاف کارروائی کا پروگرام بنایا تو مفتی محمود بھاگ کر پنجاب چلے آئے اور اس وقت سے ملتان میں مقیم ہیں اور پاکستان کے خلاف خفیہ سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ مفتی محمود نے تحریک پاکستان کی کس طرح مخالفت کی ان کے معروف فتوے سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے، انہوں نے ۱۹۳۳ء میں فتویٰ دیا تھا کہ ”دنیا کی تمام قوموں سے رشتے ناطے جائز ہیں لیکن کسی مسلم لڑکی کو لڑکی دینا ناجائز ہے۔“ (اخبار آزاد ۵ اگست ۱۹۳۳ء بحوالہ ہفت روزہ شہاب لاہور یکم اگست ۱۹۶۳ء تحریک اسلامی اور اس کے مخالفین ص ۳۸۰)
کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان مرحوم جو کہ سرحدی گاندھی کے بڑے اور حقیقی بھائی تھے انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی فلائٹ لفٹیننٹ پنڈت جسونت سنگھ سے اسی فتویٰ کی بنا پر کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

تحریک پاکستان اور مجلس احرار

ال انڈیا مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کی وضاحت

”مسلمان سیاسی مذہبی تمدنی رہنمائی کی توقع مسلم لیگ کی غیر اسلامی قیادت سے نہیں کر سکتے

اور مسلم لیگ کے کسی فیصلے کو اسلامی ہند کا فیصلہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔“ (ریمس الاحرار ص ۲۸۳)

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور کانگریس:

پنڈت موتی لعل نہرو مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سحر بیانی کے عاشق تھے۔ انہیں کے پروگرام کے مطابق شاہ صاحب کام کر رہے تھے۔ الہ آباد میں جب شاہ صاحب پنڈت موتی لعل نہرو کے ہاں پہنچے تو موتی لعل جی نے خود شاہ صاحب کے کھانے کا بندوبست کیا اور اپنے ہاتھ سے دونوں وقت چائے بنا کر پلائی پنڈت جی بار بار شاہ صاحب سے کہتے ہیں شاہ صاحب کانگریس ستیہ گرہ کی کامیابی صرف آپ ہی سے وابستہ ہے کانگریس کی تحریک میں پنجاب کے احرار رہنماؤں کی شرکت اور شاہ صاحب کے دورہ کا یہ اثر ہوا کہ گاندھی ارون پیکٹ کے بعد جب بھی احرار گاندھی جی سے ملنے گئے تو گاندھی جی نے اٹھ کر دروازے تک خود احرار رہنماؤں کی عزت و کرم کی۔ (رئیس الاحرار ص ۱۳۶-۱۳۷)

مولانا احمد سعید دہلوی نے کہا کہ ”کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو“ کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو احرار کا وطن لگی سرمایہ دار کا وطن نہیں۔ (خطبات احرار ص ۹۹)

مسلم لیگ کو ووٹ دینے والے سورت ہیں سید عطاء اللہ بخاری کا اعلان مولانا ظفر علی خان مرحوم اپنی تصنیف چمنستان میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”مجلس احرار کے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے امر وہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سورت ہیں اور سورت کھانے والے ہیں۔“ (چمنستان ص ۱۰۱)

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کا نہرو سے عشق!

مولانا ظفر علی خان مرحوم فرماتے ہیں کہ مجلس احرار کے صدر مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے میر تقی میر کہا کہ ”دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر علی خان جو ابر لعل نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔“ (چمنستان ص ۱۰۱)

غلام غوث ہزاروی کی زہرافشانی

۱۹۳۶ء میں ہندو اخبار روز نامہ ملاپ میں مولوی غلام غوث ہزاروی کا ایک بیان شائع ہوا جس

میں وہ فرماتے ہیں کہ ”مسلم لیگی لیڈر کافرہ لڑکیوں سے شادیاں رچا کر بھی مسلمان ہی رہتے ہیں دراصل ان کی مسلمانی گوشت خوری کے لئے ہے۔“ (روزنامہ ملاپ ۳۶-۲-۳ بحوالہ سواد اعظم لاہور)

مسلم لیگی انگریز کے ایجنٹ ہیں

قاضی مظہر حسین چکوال والے نے کہا ”مسلم لیگ کی بنیاد انگریز نے رکھی ہے اور یہ مسلم لیگی انگریز کے ایجنٹ ہیں۔“ (ایضاً)

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ

مجلس احرار کے صدر اور معروف شیعہ لیڈر مولانا مظہر علی اظہر نے موچی دروازہ لاہور میں غلام غوث ہزاروی کی صدارت میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ”یہ قائد اعظم ہے کہ ہے کافر اعظم۔“

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۱)

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کا اعلان

مجلس احرار کے رہنما مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ”مسلم لیگ کا موجودہ رویہ خود مسلمانوں اور تمام ملک کیلئے نقصان دہ ہے اور اگر ان کا یہ رویہ جاری رہا تو قلیل عرصہ میں اس کو جاپان و جرمنی کی طرح کچل دیا جائے گا۔ مولانا نے مزید کہا مولانا آزاد اور پنڈت جواہر لعل نہرو کی بے عزتی کا نتیجہ مسلم لیگ کو بھگتنا پڑے گا۔“ (روزنامہ ملاپ ۲۵-۸-۵)

قائد احرار چوہدری افضل حق اور پاکستان

مجلس احرار کے قائد جناب چوہدری افضل حق نے یکم دسمبر ۱۹۳۱ء میں ”ڈسٹرک احرار کانفرنس قصور“ میں اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا تھا کہ ”احرار اس پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔“

(خطبات احرار ص ۸۳ از شورش کاشمیری)

مانسٹر تارا سنگھ کو ہزاروی کی مبارک باد

۳۰ مارچ ۱۹۳۷ء کو پنجاب اسمبلی کے سامنے ماسٹر تارا سنگھ نے کرپان لہرا کر کہا تھا کہ پاکستان کا فیصلہ یہ نیکوار کرے گی تو غلام غوث ہزاروی نے ماسٹر تارا سنگھ کو مجاہد فی سبیل اللہ قرار دیا اور اس کی جرأت و بے باکی کی مبارکباد بھیجی اس پر مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے غلام غوث ہزاروی کو ”جعفر ثانی“ اور مفتی محمد حسن امرتسری نے تنگ انسانیت کا خطاب دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (بحوالہ مضمون سیر و سفر ۹ اگست ۱۹۶۳ء)

دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا کردار

معروف مسلم لیگی عالم جو دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی مدیر صدق لکھنؤ لکھتے ہیں کہ ”دیوبند کے علماء اور طلباء کا ایک وفد جو کانگریس کا ہم خیال ہے آج کل دریاباد آیا ہوا ہے۔ ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ وہ کام مسلمانوں کے اندر کرتا ہے مگر تعلقات تمام مسلمانوں سے توڑے ہوئے ہے اور قصبہ کی غیر مسلم آبادی سے جوڑے ہوئے ہیں قیام اُن کا دھرم شالہ میں ہے حالانکہ قصبہ میں ایک نہیں دوسرا نہیں مسلمانوں کی موجود ہیں۔ ان کا رہنا سہنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا تمام تر ہندوؤں کے ساتھ ہے۔“ (نوائے وقت ۲۱ مارچ ۱۹۳۶ء صدق لکھنؤ فروری ۱۹۳۶ء)

علامہ شبیر احمد عثمانی اور دیوبند کے طلباء

دیوبندی مکتبہ فکر کے مقتدر عالم مولانا شبیر احمد عثمانی جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس رہ چکے تھے جب تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو انہوں نے کانگریس نواز جمعیت علماء ہند کے غیر اسلامی نظریہ قومیت متحدہ سے اختلاف کر کے علیحدگی اختیار کر لی اور مسلم لیگ کی حمایت میں جمعیت العلماء اسلام کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔ یہ بات دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء کے لئے ناقابل برداشت ہوئی لہذا انہوں نے مولانا شبیر احمد عثمانی سے جو سلوک کیا اس سے دارالعلوم دیوبند کے طلباء اور اساتذہ کے کردار اخلاق اور سیرت کی ایک جھلک نمایاں ہو جاتی ہے۔ جناب علامہ شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں کہ ”دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جائیں۔“ (مکالمہ الصدرین ص ۳۱)

دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں

کئے جن میں ہم کو ابو جہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔“ (مکالمۃ الصدرین ص ۳۱)

قارئین کرام! گذشتہ اوراق میں ہندوؤں کے ناپاک عزائم اور کانگریسی و احراری مولویوں کے گھناؤنے کردار کا مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا ہے جس سے حقیقت حال پوری طرح بے نقاب ہو جاتی ہے اور کانگریسی و احراری مولویوں کے اس پروپیگنڈے کا پردہ چاک ہو جاتا ہے کہ ہم نے نظریہ پاکستان کی مخالفت نہیں کی اور پاکستان مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی قربانیوں کے نتیجہ میں معرض وجود میں آیا یہ ہے وہ اصل فریب جو ہماری قوم کو اب دنیا جا رہا ہے اور حسب سابق گرگٹ کی طرح ایک نیا روپ بدلتے ہوئے ملت کے کروڑوں افراد کو انتہائی مکاری اور عیاری کے ساتھ یہ باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ مفاد ملت کے خلاف پاکستان کے قیام کی مخالفت کر کے جس غداری کا ارتکاب کیا ہے وہ سرزد ہی نہیں ہوئی۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کانگریسی مولویوں نے تحریک حصول پاکستان کو ناکام کرنے کیلئے دجل و فریب کے صالحانہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر پاکستانی قیادت پر ایسے ایسے جھوٹے الزام لگائے اور بہتان باندھے کہ جن پر عقل روئے اور بصیرت ماتم کرے۔ ان کانگریسی مولویوں نے گاندھی اور نہرو کے کافرانہ نظام کے قیام کی خاطر سر توڑ کوششیں کیں اور آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کو غلط معنی پہنا کر مسلمان کو کانگریس میں شامل ہونے کی تلقین کرتے رہے۔ یہ تاریخ پاکستان کے وہ انٹ نفوش ہیں جنہیں تحریک پاکستان سے محو نہیں کیا جاسکتا۔ گاندھی، نہرو اور ہر دار پٹیل وغیرہ کفار کی محبت کے جوش میں انہوں نے قائد اعظمؒ اور ان کے رفقاء پر کون سا افتراء ہے جو وضع نہیں کیا اور کون سا سنگین الزام ہے جو نہیں لگایا اور کون سا بہتان ہے جو نہیں تراشا۔ آئندہ اوراق میں قیام پاکستان کے بعد کانگریسی عیار کے کردار کا جائزہ لیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ کانگریسی علماء نے ابھی تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ قائد اعظمؒ کی روح سے اپنی سابقہ شکست کا انتقام لینے کے لئے اسلام دشمن عناصر کیساتھ مل کر پاکستان کی بنیادوں کو کمزور کر کے اکھنڈ بھارت بنانے میں سرگرم عمل ہیں۔ لیکن انشاء اللہ یہ لوگ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

قیام پاکستان کے بعد کانگریسی علماء کا کردار

قیام پاکستان کے بعد کانگریس کی ہمتو اجمیت العلماء ہند کا وجود تقریباً ختم ہو گیا۔ اگرچہ ہندوستان میں اس جماعت کا ابھی تک خاصا اثر و رسوخ موجود ہے۔ پاکستان میں اس جماعت کے جو ارکان موجود تھے وہ تمام کے تمام غیر معروف لوگ تھے جن میں مفتی محمود گل بادشاہ مولوی احمد علی لاہوری کے نام قابل ذکر ہیں۔ مولوی احمد علی لاہوری نے پیری مریدی کا سلسلہ شروع کر دیا اور ہفت روزہ ”خدام الدین“ کے ذریعے اپنے شخصیت کو روحانی بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا۔ احراری رہنما مولوی غلام غوث ہزاروی بھی ان کے ساتھ تعویذ گندوں میں ہاتھ بٹانے لگے اور اصلی سلاجیت کا کاروبار بھی جاری رکھا۔ گل بادشاہ نے اکوڑہ خٹک میں عربی مدرسہ کھول لیا اور اس طرح عوام مسلمانوں سے دین کے نام پر چندے ہٹانے شروع کر دیے اور پوشیدہ طور پر پاکستان کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہے۔

مفتی محمود اور سرحدی گاندھی:

مفتی محمود کانگریس کی ہمتو اجمیت العلماء ہند کے سرگرم زکن تھے اور تحریک پاکستان کی سخت مخالفت کرتے رہے۔ مولانا حسین احمد مدنی کی قیادت میں گاندھی اور نہرو کے (سیکرلزم) لادینی نظام کے قیام کے لئے کوشاں رہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد پاکستان کے بدترین دشمن سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں کی رفاقت اختیار کر لی۔

سرحد ریفرنڈم میں مفتی محمود نے پاکستان کے خلاف ووٹ ڈالوانے کی مہم شروع رکھی جب خان عبدالقیوم خاں سرحد میں وزیر اعلیٰ بنے اور انہوں نے سرچوشوں کے خلاف سخت کارروائی کا پروگرام بنایا تو مفتی محمود بھاگ کر پنجاب چلے آئے اور اس وقت سے ملتان میں مقیم ہیں۔ ملتان میں مدرسہ قاسم العلوم میں مفتی محمود کو ملازمت مل گئی اور آہستہ آہستہ مدرسہ پر بہت حد تک قبضہ ہی کر لیا چونکہ سیاست پیدائشی طور پر ان کی گھٹی میں رچی ہوئی تھی اس لئے یہاں بھی وہ خاموشی سے درس و تدریس پر اکتفا نہ کر سکے خوش قسمتی سے انہیں ان کے سرحدی مزاج کے مطابق ایک نایاب شخصیت حکیم سید انور علی شاہ کی رفاقت مل گئی جنہوں

نے مفتی محمود کو آگے بڑھنے میں بڑی مدد دی اور مفتی محمود دونوں میں لیڈر بن گئے۔

مدرسہ قاسم العلوم کا سالانہ جلسہ اور سرحدی گاندھی

۱۹۵۵ء میں مفتی محمود نے اسلام اور پاکستان کے غدار سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں (جس نے آج تک پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا اور افغانستان میں بیٹھ کر بھارت کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کی ہدایت پر پاکستان میں اپنے بیٹے عبدالولی خاں کے ذریعے انتشار و افراق پیدا کر کے پاکستان کو ختم کرنے کے لئے کوشاں ہے) کو ملتان میں آنے کی دعوت دی اور مدرسہ قاسم العلوم کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں سرحدی گاندھی ہی کے ہاتھ سے فارغ ہونے والے طلباء کو سند ات تقسیم کرائی گئیں۔ جس سے مفتی محمود کی پاکستان دشمنی بے نقاب ہو جاتی ہے۔

جمعیت علماء اسلام پر غاصبانہ قبضہ کی سازش

جمعیت العلماء اسلام کی بنیاد ۱۹۳۵ء میں کلکتہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر علی احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا طاہر القاسمی اور مولانا آزاد سبحانی وغیرہ نے رکھی اور اس جماعت نے تحریک پاکستان میں بہترین کردار ادا کیا اور کانگریس کی ہمنوا ”جمعیت العلماء ہند“ جس کے صدر مولانا حسین احمد مدنی تھے کا سخت مقابلہ کیا اور پاکستان کی زبردست حمایت کی۔ پاکستان بن جانے کے بعد یہ جماعت بدستور کام کرتی رہی ۱۹۵۵ء کے لگ بھگ جمعیت العلماء ہند اور مجلس احرار کے سرگرم کارکن مفتی محمود، مولوی احمد علی لاہوری اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ چور دروازوں سے جمعیت العلماء اسلام میں داخل ہو گئے اور سازش کر کے پنجاب شاخ پر قابض ہو گئے۔ ۱۹۵۶ء میں انہوں نے پنجاب شاخ کی جمعیت کو مرکزی جمعیت العلماء اسلام سے علیحدہ اور خود مختار کر لیا۔ اس طرح یہ کانگریسی علماء پاکستان کی سیاست میں دخیل ہو گئے اور مختلف طریقوں سے عوام میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے میں سرگرم رہے۔ جمعیت علماء اسلام پر چور دروازوں سے قبضہ کرنا ان کی بددیانتی کی ایک واضح مثال ہے۔

مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا قصہ اور مفتی محمود

جب ۱۹۵۷ء میں ملک میں مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا قصہ اٹھا تو سرحدی گاندھی کے بڑے بھائی ڈاکٹر خان جو رچیلکن پارٹی کے بانی تھے نے مشرقی پاکستان میں جگتو فرنٹ کی جماعتوں سے مل کر مشرقی پاکستان میں ہندو اقلیت کو خوش کرنے کے لئے مخلوط انتخاب کی حمایت کر دی تو ملتان سے واحد مفتی محمود اور ان کی نام نہاد جمعیت العلماء اسلام تھی جس نے مخلوط انتخاب کی حمایت میں ریزولوشن پاس کر کے بھیجا حالانکہ مخلوط انتخاب کی حمایت تحریک پاکستان کے دو قومی نظریہ سے انحراف کے مترادف تھا اور یہ پاکستان سے کھلی غداری تھی مفتی محمود نے مخلوط انتخاب کا بل پاس ہو جانے پر ڈاکٹر خان اور کانگریس کے صدر بی کے داس کو مبارکباد کے پیغامات بھیجے۔ اس طرح مفتی محمود شروع دن سے اسلام دشمنی اور پاکستان دشمنی میں واضح مقام رکھتے ہیں۔

مفتی محمود حقیقت کے آئینہ میں

مارشل لاء کا نفاذ

۱۹۵۸ء میں جب ملک میں مارشل لاء نافذ ہوا اور ایوب خان بندوق کی گولی کے زور سے برسر اقتدار آئے تو ملتان سے مفتی محمود نے سب سے پہلے خوش آمدید کہا اور مارشل لاء پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا عالمی قوانین کا آرڈیننس:

جب ایوب خان نے مارشل لاء میں عالمی قوانین کا آرڈیننس جاری کیا تو اس وقت بھی مفتی محمود اور ان کے حواریوں کی زبانیں خاموش رہیں اور ایک لفظ بھی اس کی مذمت میں نہ کہہ سکے جبکہ علماء حق نے اس وقت بھی عالمی قوانین کے خلاف آواز بلند کی اور اس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما جناب حمزہ کا انکشاف

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما جناب حمزہ صاحب نے میونسپل پارک کمالیہ میں جمہوری

پارٹی کے زیر اہتمام جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ ”عائلی قوانین منظور کرانے میں مفتی محمود اور افضل چیمہ پیش پیش تھے لیکن اس کے نفاذ کے بعد یہی لوگ اس کے نام نہاد مخالف بن گئے۔ (جسارت ۳ اپریل ۱۹۷۰ء)۔

برادران ملت! جناب حمزہ کے مذکورہ بالا بیان سے مفتی محمود اور ان کے حواریوں کی اسلام دوستی بے نقاب ہو جاتی ہے اور ہر شخص بخوبی جان سکتا ہے کہ مفتی محمود وغیرہ کس طرح دورخی پالیسی پر چل کر عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔

جمعیت العلماء اسلام کی بحالی اور مفتی محمود

ملک میں چار سال سیاسی سرگرمیاں معطل رہنے کے بعد جب ۱۹۶۲ء میں مارشل لاء کا اختتام ہوا اور سیاسی جماعتیں بحال ہوئیں جمعیت العلماء اسلام کے رہنما بھی اس کے احیاء کے لئے سوچ ہی رہے تھے کہ مفتی محمود صاحب نے موقع غنیمت جانا اور نہایت ڈھٹائی و بے شرمی سے جمعیت کے نام کو اغوا کر کے ”جمعیت العلماء اسلام“ کی بحالی کا آل پاکستان بنیادوں پر اعلان کر دیا اور اپنے آپ کو مولانا شبیر احمد عثمانی کا جانشین ظاہر کرنے لگے حالانکہ علامہ شبیر احمد عثمانی سے مفتی محمود یا غلام غوث ہزاروی کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا یہ لوگ اصل میں کانگریس کے ہمنوا مولانا حسین مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے خوشہ چیس اور حاشیہ بردار تھے جو پاکستان کے بنیادی طور پر مخالف تھے۔

مولانا احتشام الحق تھانوی کا اظہار حقیقت

مرکزی جمعیت العلماء اسلام کے ممتاز رہنماؤں مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا اور لیس احمد کاندھلوی وغیرہ نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ یہ لوگ سابق کانگریسی اور نظریہ پاکستان کے مخالف تھے چنانچہ مولانا احتشام الحق تھانوی نے ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی کے ۲۵ جون ۱۹۶۹ء کے شمارہ میں شائع ہونے والے اپنے انٹرویو میں کہا کہ ”آج کل جمعیت العلماء اسلام کے نام سے جو لوگ سرگرم ہیں انہیں تحریک پاکستان سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ سب نظریہ پاکستان کے دشمن

تھے۔ ان ہی لوگوں سے ہم نے علامہ شبیر احمد عثمانی کی قیادت میں جنگ لڑی تھی۔ اب انہوں نے جمعیت العلماء اسلام کے نام پر ہی قبضہ کر لیا ہے۔ اس وقت تحریک پاکستان سے زیادہ فیصلہ کن مرحلہ درپیش ہے اب ہمیں نظریہ پاکستان کی بقاء کی جنگ لڑنی ہے کانگریسی علماء نے اس نظریہ کی بیخ کنی کے لئے اس وقت بھی کوشش کی تھی جب ہم پاکستان کی جنگ لڑ رہے تھے اور آج بھی وہ اپنا وزن اس نظریہ کے مخالفین کے پلڑے میں ڈال رہے ہیں۔“

قارئین کرام! مذکورہ بالا بیان پر غور فرمائیں کہ کس طرح مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ نے جمعیت العلماء اسلام پر قبضہ کیا اور پاکستان کے خلاف منظم طور پر سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

جمعیت العلماء پاکستان اور کانگریسی مولوی

مارشل لاء کے اختتام کے بعد دیگر جماعتوں کی بحالی کیساتھ جمعیت العلماء پاکستان بھی بحال ہو گئی جو علماء اہلسنت بریلوی پر مشتمل ہے۔ تحریک پاکستان میں علماء اہلسنت و جماعت بریلوی اور مشائخ عظام نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ تحریک پاکستان کے مخالفین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ یہ تاریخ کے وہ امنٹ نقوش ہیں جنہیں تاریخ کے صفحات سے محو نہیں کیا جاسکتا مارشل لاء کے بعد جمعیت العلماء پاکستان نے اپنے عقائد حقہ کی تبلیغ وسیع بنیادوں پر شروع کر دی۔ نظریہ پاکستان کے بدترین دشمن کانگریسی مولوی خائف ہونے لگے چنانچہ مفتی محمود اینڈ کمپنی نے اپنے بھارتی آقاؤں کے اشارے پر ملک میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کیلئے علماء اہلسنت بریلوی کے خلاف خطرناک منصوبہ بنایا اور مفتی محمود نے بریلوی زعماء اور اکابرین پر بھگت باز کی بازی کا سلسلہ شروع کر دیا اور وہ اپنے شاگرد خاص مولوی ضیاء القاسمی لائل پوری کو اس ناپاک مشن کا سپہ سالار بنایا، چنانچہ مولوی ضیاء القاسمی وغیرہ نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، محدث پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ لاکھپوری، غزالی زماں مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی، مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی، صدر جمعیت العلماء پاکستان اور دیگر اکابرین پر بیہودہ الزامات اور بہتان باندھے کھلے جلسوں میں تمسخر اڑایا، غلیظ گالیاں دی گئیں لیکن علماء اہلسنت کے صبر و تحمل کی وجہ سے یہ معاملہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔

۱۹۶۵ء کا صدارتی انتخاب اور کانگریسی مولوی

ایوبی آمریت کے خلاف متحدہ حزب اختلاف نے تحریک جمہوریت کا آغاز کیا۔ ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخاب میں سی او پی (متحدہ حزب اختلاف) نے قائد اعظمؒ کی ہمیشہ مادرِ ملت محترمہ قاطمہ جناح کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا۔ محترمہ قاطمہ جناح کے میدانِ انتخاب میں آنے سے ایوب خاں کو اپنا اقتدار خطرے میں نظر آیا اور اس نے مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ کو سبزاغ دکھا کر ان سے خفیہ معاہدہ کر لیا چنانچہ ان کانگریسی مولویوں نے ایوب خان کا حق نمک ادا کرنے کیلئے محترمہ قاطمہ جناح کی مخالفت میں زبردست و شرمناک تحریک چلائی اس وجہ سے نہیں کہ شرعاً عورت کا..... سربراہِ مملکت بننا ناجائز ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ قائد اعظمؒ کی بہن تھیں اور قائد اعظمؒ سے انہیں ازلی دشمنی ہے یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ صرف مادرِ ملت کی مخالفت کرتے رہے اور ایوب خاں کے بارے میں ان کا رویہ جو صلہ افزار رہا۔

نوابزادہ نصر اللہ خاں کا بیخام:

مشرقی پاکستان جمہوری پارٹی کے صدر نوابزادہ نصر اللہ خاں صاحب نے خان گڑھ کے قریب ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہا:

”مولانا مفتی محمود نے گزشتہ صدارتی انتخاب کے دوران مادرِ ملت کے خلاف ایوب خان کی حمایت میں ووٹ دیا تھا“۔ (روزنامہ مشرق کراچی ۱۱۰ اپریل ۱۹۷۰ء)

مفتی محمود نے سابق وزیر تجارت عبدالغفور خان ہوتی سے

۵ ہزار روپے وصول کئے: مولوی فرید احمد کا انکشاف

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما مولانا فرید احمد صاحب نے پشاور کے چوک یادگار میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا ”جمعیت العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) کے ناظم اعلیٰ مفتی محمود نے گول میز کانفرنس کے دوران سابق وزیر تجارت نوابزادہ عبدالغفور ہوتی سے ۵ ہزار روپے وصول کئے تھے اور گزشتہ

صدارتی انتخابات کے موقع پر حکومت نے مفتی محمود کے مدرسہ کیلئے فنڈ جمع کر کے دیا تھا اس فنڈ کے طور پر مفتی محمود نے ہزاروں روپے حکومت سے وصول کئے۔ (روزنامہ امروز ملتان کی روایت ۵ ہزار روپے وصول کرنے کی ہے۔ روزنامہ جسارت ملتان ۲۶ مارچ ۱۹۷۰ء)

قارئین کرام! پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنماؤں کے مذکورہ بالا بیانات سے مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ کانگریسی مولویوں کے گھٹاؤ نے کردار کا اندازہ لگائیے کہ یہ لوگ کس طرح خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر دنیوی مفاد کے حصول کیلئے دین کو قربان کر دیتے ہیں، محترمہ فاطمہ جناح کی مخالفت اور ایوب خان کی حمایت کے اسباب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

دوسرا ترمیمی بل اور مفتی محمود:

سابق صدر ایوب خان کے اپنے بنائے ہوئے ۱۹۶۲ء کے آئین میں ایک شق یہ بھی تھی کہ انتخاب سے تین ماہ قبل صدر کو کرسی صدارت سے الگ ہو جانا پڑے گا اور قومی اسمبلی کا سپیکر صدارت کے فرائض سنبھالنے لگے گا یہ بات ایوب خان اور ان کے حواریوں کیلئے تشویشناک تھی چونکہ وہ جانتا تھا کہ پولیس اور فوج کی نگرانی اور حفاظت کے بغیر وہ عوام کا سامنا نہیں کر سکے گا۔ نیز کرسی صدارت سے الگ ہو کر ووٹروں پر دباؤ ڈالنا بھی آسان نہیں تھا۔ اس لئے اس نے آئین میں ترمیم کرنے کیلئے ترمیمی بل اسمبلی میں پاس کرانے کیلئے پیش کیا لیکن اسے اس ترمیم کیلئے حکومتی پارٹی کے ووٹروں کے علاوہ باہر سے بھی ایک ووٹ کی ضرورت تھی چنانچہ ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاقے سے تعلق رکھنے والے ایک مرکزی سیکرٹری کی خدمات حاصل کی گئیں نامعلوم ایوب خان نے مفتی محمود کو کیا سبز باغ دکھائے اور کیسے ترنوالے کھلائے کہ مفتی محمود ایوب خان کے حق میں ووٹ استعمال کرنے پر مجبور ہوئے۔

مفتی محمود یہ جانتے ہوئے کہ ایوب خان نے عائلی قوانین اور خاندانی منصوبہ بندی جیسے غیر اسلامی قوانین آرڈیننس کے ذریعے نافذ کر دیئے تھے جن کی مخالفت کرنا مفتی محمود پر لازم تھا لیکن اس کے برعکس مفتی محمود نے ایوب خان کے حق میں ووٹ دے کر مزید ۵ سال تک کے لئے ایوب خان کی آمریت کو برقرار رہنے کا موقع دیا انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر مفتی محمود ایوب خان کے حق میں ووٹ نہ دیتے تو وہ

کبھی دوبارہ برسرِ اقتدار نہ آتا اور اسلام کے بنیادی اصولوں کو پامال نہ کیا جاتا۔ ایوب خان کے دور میں الحاد و بے دینی اور علاقائی عصبیتوں کو جو فروغ ہوا مفتی محمود اس میں برابر کے شریک ہیں اور روزِ قیامت ایوب خان کے ساتھ ہی سزا پائیں گے۔ (ایشیا ۱۱۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

غلام غوث ہزاروی کا بہتان:

انہی دنوں صدارتی انتخابات کے بعد مفتی محمود کے دستِ راست غلام غوث ہزاروی نے مغربی پاکستان اسمبلی میں ایوب خان کے کارندوں کے ایما پر سنسنی پیدا کرنے کیلئے یہ اعلان فرما کر پورے ملک کو حیرت زدہ کر دیا کہ ”حزب اختلاف نے صدر ایوب خان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے“ جو سراسر بہتان تھا اور حزب اختلاف کو بدنام کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا اعتراف غلطی

پاکستان بن جانے کے بعد ہندوستان میں مجلس احرار کا وجود تک نہ رہا مجلس احرار کے تمام اکابرین و زعماء مشرقی پنجاب سے مغربی پاکستان منتقل ہو گئے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی شعلہ بیانی اور فنِ خطابت کے اپنے اور بیگانے سب ہی معترف ہیں۔ سیاسی اختلاف کے باوجود مسلم لیگ کا ایک طبقہ انہیں احترام کی نظر سے دیکھتا تھا، قیام پاکستان کے بعد انہیں اپنی سیاسی غلطیوں کا احساس ہوا اور وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے کہ اُن کا نام استعمال کر کے روٹیاں بٹورنے والے مولویوں کی بڑی تعداد خلوص و ایثار سے عاری ہے چنانچہ انہوں نے پاکستان میں قدم رکھتے ہی اعلان کر دیا کہ ”ہم غلطی پر تھے اور قائد اعظمؒ راسی پر تھے۔ آج سے ہمارے لئے سیاست سؤر کی بوٹی ہے“ اس اعلان کے ساتھ ہی مجلس احرار کو ختم کر دیا اور سیاست سے کنارہ کش ہو گئے اور آخر دم تک اس پر قائم رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مجلس احرار کا بعد میں دوبارہ احیاء کیا گیا۔ (ہفت روزہ اقدام لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء)

تحریک ختم نبوت کا پس منظر:

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے اعلان کے بعد احرار لیڈر آزاد ہو گئے بعض تو مسلم لیگ میں

شامل ہو گئے اور بعض نے حسین شہید سہروردی کی عوامی لیگ کے ساتھ باطلہ جوڑ لیا لیکن محمد علی جالندھری مولوی غلام غوث ہزاروی اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی وغیرہ نے پاکستان کو وحشی طور پر قبول نہ کیا۔ اس لئے ان کا کسی موجودہ جماعت میں شامل ہونا محال تھا اور نہ ان میں اتنی جرأت تھی کہ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی طرح بھارت سے خارج جاتے مگر نہ کو لگی بھی نہ چھوٹی تھی لہذا یہ تینوں حضرات اپنے طور پر ایسے مواقع تلاش کرنے لگے جہاں سے انہیں اسٹیج میسر آ سکے۔

مولوی محمد علی جالندھری نے بوازرخیز دماغ پایا ہے۔ فوری طور پر ایسا نسخہ تیار کر لیا جس میں شہرت بھی تھی، عزت بھی، دولت بھی وہ جانتے تھے کہ ختم نبوت کے معاملے میں مسلمانوں کے جذبات بڑے شدید اور طوقان خیز ہیں، قاضی احسان احمد شجاع آبادی جیسے خطیب کی رفاقت انہیں حاصل تھی، ظاہر ہے انہیں اپنے پراجیکٹ میں کامیابی کیوں نہ ہوتی، چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی مرکزی وزیر تھے، خواجہ ناظم الدین مرحوم اپنی شرافت اور نرم مزاجی کیساتھ وزارت عظمیٰ پر رونق افروز تھے۔ پنجاب میں میاں ممتاز محمد خان دولتانہ وزیر اعلیٰ تھے۔ میاں صاحب اور مولوی محمد علی جالندھری دونوں ذہین اور بیدار تھی سیاسی تھے، میاں ممتاز دولتانہ کے شہر لندن میں نہ سٹوم کیا طے ہوا کہ اچانک قادیانیوں کے خلاف ملک گیر تحریک چل پڑی، گولیاں چلین، ہزاروں کی تعداد میں مسلمان زخمی اور شہید ہوئے، جیلوں کی صوبتیں برداشت کیں، کوڑے کھائے، مارشل لا لگا، خواجہ ناظم الدین زیادہ دیر تک اس بد امنی کے ساتھ نہ ٹھہر سکے اور وہ مولویوں سے سمجھوتہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے، دولتانہ کو مولوی محمد علی جالندھری نے سیاسی شکست فاش دی اور ختم نبوت کے اسٹیج پر مستقل قبضہ کر لیا، گرفتار شدہ مولویوں کی اکثریت نے معافیاں مانگ کر رہائی حاصل کی اور میاں افتخار الدین کے دسترخوان پر مہمان نوازی کے مزے لوٹے، مولوی محمد علی جالندھری اور ان کے دیگر رفقاء نے ایک طرف لاکھوں روپیہ ختم نبوت کے نام پر عوام سے چندہ جمع کیا ہوا، ہضم کیا اور دوسری طرف دولتانہ صاحب کی حکومت سے بھی ہزاروں روپے وصول کئے جس کی تفصیل ”رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب“ میں دیکھی جاسکتی ہے، تحریک ختم نبوت کو مذہب کے نام پر چلایا گیا اور کانگریسی و احراری مولویوں نے دجل و فریب سے علماء اہلسنت بریلوی کو آگے لگا کر ان کے کاندھے

پر بندوق چلائی، عوام نے اس تحریک میں فقط ناموس رسالت کے تحفظ کے طور پر حصہ لیا اور شہید اور زخمی ہوئے اور قید کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، راقم الحروف نے بھی اس تحریک میں ادنیٰ رضا کار کی حیثیت سے شرکت کی اور جیل کی سزا بھگتی لیکن فی الحقیقت یہ تحریک دولتانہ اور مولوی محمد علی جالندھری وغیرہ کی سیاست کا کرشمہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ اس قدر ہمہ گیر تحریک چلنے کے باوجود ناکام ہوئی اگر تحریک ختم نبوت کے قائدین کے دلوں میں خلوص و ایثار اور خدمت اسلام کا جذبہ ہوتا تو یہ تحریک کبھی ناکام نہ ہوتی۔

ابشراکیت اور کانگریسی علماء:

۱۹۶۸ء کے آخری دنوں اور ۱۹۶۹ء کے ابتدائی ایام میں ایوب خان کی آمریت کے خلاف عوام کا رد عمل شدید طور پر ظاہر ہوا۔ حزب اختلاف کی جماعتوں، مسلم لیگ (کنسل) نظام اسلام پارٹی، قومی جمہوری محاذ، عوامی لیگ، جماعت اسلامی اور جمعیت العلماء پاکستان پر مشتمل تحریک جمہوریت تشکیل دی گئی، تحریک جمہوریت کے اکابرین دس سال سے ایوب کی آمریت کے خلاف صف آراء تھے اور آمرانہ حکومت کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ تحریک جمہوریت آہستہ آہستہ عوامی تحریک بنتی چلی گئی، جب یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہونے کے قریب تھی تو اچانک ایوب خان کے چہیتے اور سابق وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو بھی منظر عام پر آ گئے اور انہوں نے منکرین حدیث کے گروہ ”بزم طلوع اسلام“ اور چوہدری غلام احمد پرویز کے خیالات سے متاثر ہو کر ان کے ”اسلامی سوشلزم“ کے نعرے کو بلند کیا اور قائد اعظم و علامہ اقبال پر بھی بہتان باندھ دیا۔ انہوں نے بھی اسلامی سوشلزم کا نعرہ بلند کیا تھا۔ اس نعرے نے ملک میں ایک انتشار و نا اہلی پیدا کر دیا اور ملک ایک نظریاتی کش مکش میں مبتلا ہو گیا جس نے اب خطرناک صورت اختیار کر لی ہے جس کی مامیت کو کسی وقت بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

علماء حق نے دہر حاضر کے اس عظیم فتنہ سوشلزم کے خطرناک نتائج سے عوام کو آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا اور اس کی بقاء و استحکام بھی اسلام کے ساتھ وابستہ ہے اور اسلام ایک مکمل ضابطہ اور نظام حیات ہے جو ہماری زندگی کے تمام مسائل اقتصادی، معاشی، معاشرتی، سیاسی وغیرہ کو پرامن طور پر حل کرتا ہے، غریبوں، مزدوروں، کسانوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ لہذا ہمیں

کسی غیر ملکی کافرانہ (سوشلزم یا سرمایہ دارانہ) نظام حیات کی ضرورت نہیں چنانچہ پاکستان کے تمام مکاتیب فکر کے ۱۳ اجید اور ممتاز علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سوشلزم کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تا کہ عوام سوشلسٹوں کے فریب میں آکر اسلام کی دولت سے محروم نہ ہو جائیں۔ ”سوشلزم“ کے کفر ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے، اسلامی سوشلزم پر فریب اور منافقانہ اصطلاح ہے جو سوشلزم سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ سوشلسٹوں کی طرف سے علماء کے اس فتوے کی مخالفت ناگزیر تھی کیونکہ فتوے کی وجہ سے وہ عوام کو آسانی سے گمراہ نہیں کر سکتے لیکن افسوس اس پر ہے کہ مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر ساتھی جو بزعیم خویش پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے مدعی ہیں (کی طرف سے علماء حق کے اس فتوے کے خلاف ایک شرمناک تحریک چلائی جا رہی ہے اور فتویٰ دینے والے علماء کو امریکی سامراج اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ قرار دیا جا رہا ہے اور طرفہ یہ کہ مفتی محمود اینڈ کمپنی انہی علماء کے مرتب کردہ ۲۲ نکات کو آئین کی بنیاد بنانے کا مطالبہ بھی حکومت سے کرتے ہیں اس طرح یہ دور قبیح پالیسی اختیار کر کے عوام کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

جمعیت العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) سوشلزم کی حمایت کیوں کر رہا ہے

ہر شخص جانتا ہے کہ جمعیت العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) سابق کانگریسی اور احراری مولویوں پر مشتمل ہے جو نظریہ پاکستان کے بدترین دشمن تھے اور جنہوں نے خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر دنیوی اغراض کی تکمیل کیلئے گاندھی، نہرو اور سردار پٹیل کے کافرانہ نظام کی حمایت کی تھی اور قائد اعظم اور پاکستان کے خلاف انتہائی شرمناک سازشیں کیں اور گاندھی کے اکھنڈ بھارت کے نعرے کو عین اسلام قرار دیا حقیقت یہ ہے کہ کانگریسی علماء کی کانگریسی ذہنیت تبدیل نہیں ہوئی اور ان کے قلوب کفار و مشرکین کی محبت سے لبریز رہتے ہیں۔ آج کل ہندوستان کی مسز اندرا گاندھی نے سوشلزم کی حمایت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے وہ اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کیلئے سوشلزم نظام کو رائج کرنا چاہتی ہے چنانچہ گاندھی اور نہرو کے پاکستانی ایجنٹ کانگریسی مولویوں مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ نے بھی سوشلزم کی حمایت کو جزو ایمان بنا لیا ہے تا کہ مسز اندرا گاندھی کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور اپنے عمل سے گاندھی و نہرو سے اپنی

وقاداری کا ثبوت مہیا کریں۔

مولوی اسد مدنی کا دورہ پاکستان:

مشہور کانگریسی مولوی حسین احمد مدنی کے صاحبزادے اور بھارتی پارلیمنٹ کے ممبر مولوی اسد مدنی گذشتہ دنوں پاکستان کے دورے پر آئے (یہ ان کا ایک سال میں دوسرا دورہ تھا) پاکستان آنے کے بعد وہ دیوبند مکتب فکر کے جید علماء مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا ادریس احمد کاندھلوی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا احتشام الحق تھانوی وغیرہ سے ملاقات نہیں کرتے بلکہ اپنے والد حسین احمد مدنی کے دیرینہ کانگریسی ساتھی مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ سے ملاقات کرتے ہیں اور جلسوں، دوروں اور پریس کانفرنسوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ جس میں مفتی محمود اینڈ کمپنی ان کے والد حسین احمد مدنی کو خراج تحسین پیش کر کے مولوی اسد مدنی کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ ہم بدستور اپنے سابقہ موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ہم نے پاکستان کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کو اکھنڈ بھارت بنانے کیلئے کوشاں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کانگریسی مولوی سوشلزم کی حمایت کر کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کیلئے اپنی تمام قوتیں بروئے کار لارہے ہیں۔

برادران ملت! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مولوی اسد مدنی نہرو کے معتمد خاص رہے، نہرو کی وفات کے بعد لال بہادر شاستری کے مقرب خاص بن کر مستقل رہائش دہلی میں اختیار کر لی، لال بہادر شاستری کے بعد اب مسز اندرا گاندھی کے معتمد خاص ہیں اور ہر سال حکومت ہند کے نمائندہ کی حیثیت سے حج کے موقع پر سعودی عرب جانے لگے ہیں ان کا حالیہ دورہ پاکستان خطرے سے خالی نہیں ہے۔ عوام میں ان کا دورہ پاکستان موضوع بحث بنا ہوا ہے کہ یہ بھارتی پارلیمنٹ کا ممبر الیکشن کے موقع پر پاکستان کے دورہ پر کیوں آیا؟

مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی جواب دیں!

جمعیت علماء اسلام ہزاروی گروپ عام اجلاسوں میں بارہا اعلان کر چکی ہے کہ ہماری جماعت غریب ہے اور غریبوں، مزدوروں، کسانوں کی حمایت کرے گی اور اپنے مخالفین پر امریکی امداد کے بے بنیاد

الزامات لگاتی ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ مفتی محمود کی جمعیت علماء کی جمعیت ہے اور علماء کے پاس سرمایہ کہاں؟ وہ تو دوسرے لوگوں کے چندوں پر گزارہ کرتے ہیں پھر آئندہ ہونے والے الیکشن کیلئے دو سو چھپیس صرف مغربی پاکستان کیلئے خریدنے کی صدر یحییٰ کو پرمٹ کی جو درخواست دی ہے اور مشرقی پاکستان کے لئے الگ خریدی جائیں گی۔ اتنی کثیر رقم کہاں سے آئی۔ عوام مفتی محمود سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اسد مدنی کے دورہ کے چند روز بعد اتنا سرمایہ کہاں سے آیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ اسد مدنی کا حالیہ دورہ پاکستان درحقیقت پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔ (روزنامہ ندائے ملت ۱۱ اپریل ۱۹۷۰ء)

حرف آخر

ہم نے مختصر طور پر گزشتہ صفحات میں کانگریسی علماء کے ماضی اور حال کا جائزہ لیا ہے اور ان پاکستان دشمن کانگریسی مولویوں کے عزائم و مقاصد اور تصادات کے کافی گوشے آپ کے سامنے آگئے ہیں کہ ان لوگوں نے کس کس انداز اور کن کن طریقوں سے تحریک پاکستان اور قائد تحریک کی راہ میں مشکلات کے پہاڑ کھڑے کئے اور اسلام کے نام پر گاندھی اور نہرو کے سیکرلزم (لادینی نظام) کی حمایت کرتے رہے اور جب ان کی سر توڑ مخالفتوں کے باوجود پاکستان بفضلہ تعالیٰ معرض وجود میں آگیا تو یہ کانگریسی مولوی پاکستانی قیادت کے خلاف نفرتوں اور کدورتوں کی فضا پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس امر کے لئے کوشاں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسند اقتدار پر قبضہ جما کر اپنی سابقہ شکست کا بدلہ لیں اور پاکستان کو ختم کر کے اکھنڈ بھارت بنادیں۔ یہی ان کا مقصود و منشاء ہے۔

تاریخ پاکستان کا سیاہ باب:

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت کی محاصمت اور تحریک پاکستان کی مخالفت جس شد و مد سے ان کانگریسی مولویوں نے کی ہے وہ تاریخ پاکستان کا ایک سیاہ باب ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ نے اسلام کو گاندھی اور نہرو کے جوتوں پر قربان کر دیا تھا اور پاکستان کے خلاف ہر وہ حربہ استعمال کیا جو ان کے امکان میں تھا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو لوگ نظریہ پاکستان کے دشمن تھے اور جنہوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی وہ کبھی بھی پاکستان کے دوست اور وفادار نہیں ہو سکتے۔ تاریخ پاکستان کا ہر واقعہ بخوبی جانتا ہے کہ کانگریسی مولوی نظریہ پاکستان کے مخالف تھے اور انہوں نے تحریک پاکستان کو ناکام کرنے کیلئے طرح طرح کے خطرناک اقدامات کئے تھے اور آج بھی یہ کانگریسی مولوی پاکستان کی بنیادوں کو منہدم کرنے کیلئے اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر کے ساتھ ہیں اور اسلامی نظام کی حامی جماعتوں کے خلاف ایک شرمناک تحریک جاری کر رکھی ہے۔ قیام پاکستان سے قبل سیکرلزم (لادینی نظام) کی حمایت بھی اسلام کے مقدس نام پر کرتے رہے اور آج پھر پاکستان میں اسلام کے برعکس (سوشلزم) لادینی نظام کے قیام کی حمایت بھی اسلام کے معصوم نقاب چہروں پر ڈال کر کر رہے ہیں۔ لیکن مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر پاکستان دشمن ساتھیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ پاکستان اس اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا اور برصغیر کے مسلمانوں نے بے شمار قربانیاں دے کر اسے حاصل کیا۔ یہاں پر مفتی محمود اینڈ کمپنی یا کسی اور دشمن اسلام کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ پاکستان میں غیر ملکی لادینی نظام نافذ کریں جب تک علماء حق کا وجود باقی ہے وہ کانگریسی مولویوں کے ناپاک عزائم کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے اور بھارت کے ان ایجنٹوں کے گھناؤنے کردار کو بے نقاب کیا جائے گا۔ پاکستان کی بقاء و استحکام کیلئے تمام مکاتیب فکر کے علماء کرام کو متحد و متفق ہو کر اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر اور کانگریسی مولویوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو اس کے دشمنوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور اسے شب و روز ترقی و فروغ حاصل ہو۔ (آمین)

ضیاءالحامدی نقشبندی مجددی

۱۱۲ اپریل ۱۹۷۰ء

الحق الحق ان يتبع

افادات اشرفیہ کا دوسرا رخ

مسمیہ

اشرف الافادات

www.NAFSEISLAM.COM یعنی

حکیم الامت حضرت علامہ الحاج مولانا شاہ اشرف علی صاحب قدس سرہ
کے نظریات و افکار کی روشنی میں

لیگ اور شرکت لیگ کا حکم

از: مولانا عبد الاحد صاحب (سورتی) زاد مجدد
(دیوبندی)

ناشر: انیس الحسن شعبہ نشر و اشاعت مرکزیہ جمعیتہ علماء ہند دہلی
مطبوعہ: دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً و مصلیاً

سخن اولین.....تعارف

مرکز اعتماد فقط کتاب اللہ ہے پھر سنت رسول اللہ جو کتاب اللہ پر منطبق ہو۔ ان کے بعد وہ فروعی اور تفصیلی احکام (بائی لاز) جو ان دونوں سے ماخوذ ہوں جس کو فقہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تاکید فرمائی:

”جب تک تم کتاب و سنت کو مضبوطی سے سنبھالے رہو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔“

لہذا کسی تحریک، کسی عملی یا قولی فیصلہ کی صحت و خطا کا مدار مذکورہ بالا اصول ہیں۔ لیکن عام مسلمان جو ان اصول کے علم و فہم سے قاصر ہیں۔ ان کو کسی عالم کے قول وارشاد پر ہی اعتماد کرنا پڑتا ہے جس سے ان کو حسن عقیدت ہو۔

حضرت حکیم الامتہ مولانا شاہ اشرف علی صاحب قدس سرہ کے تفقہ اور زہد و تقویٰ میں کلام نہیں کیا جاسکتا مگر آپ عملی اور فکری طور پر ہمیشہ سیاسیات سے علیحدہ رہے حتیٰ کہ اخبار کا مطالعہ بھی آپ تضييع اوقات سمجھتے تھے۔

اتفاق سے ایک مخصوص مذاق کے حضرات آپ کے حاضر باش تھے جو واقعات کو اپنے خیالات کی عینک سے دیکھتے اور اپنے مذاق کے بموجب ان کی ترجمانی کرتے۔ اہل غرض نے حضرت کی گوشہ نشینی اور اس مخصوص ماحول سے بسا اوقات غلط فائدہ اٹھایا۔ واقعات کو غلط انداز میں پیش کر کے ان کے مطابق فتویٰ لکھوایا اور اس کی لاتعداد اشاعت سے اپنی اغراض پوری کیں۔

بہر حال جبکہ مدار فتویٰ کسی بزرگ کے ملفوظات وارشادات نہیں ہیں تو اس بحث میں پڑنا بھی لا حاصل ہے۔ مگر گذشتہ الیکشن کے دوران میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نے ”افادات اشرفیہ“ و ”مسائل سیاسیہ“ کے عنوان سے ایک رسالہ شائع کیا۔ کسی بزرگ کے ملفوظات کی ترتیب کے وقت مصنف

کافر فرض ہوتا ہے کہ وہ اس موضوع سے متعلق جملہ ملفوظات کو جمع کر دے تاکہ پڑھنے والا مشکلم کی مراد کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔

مگر افسوس ”افادات اشرفیہ“ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعیتہ علماء ہند اور کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی حمایت مصنف کے پیش نظر ہے اور وہ اپنی ذہنیت کے آئینہ سے مشکلم کی رونمائی کرنا چاہتا ہے۔ مولانا محمد شفیع صاحب کے اس طرز عمل نے خود حضرت تھانوی قدس سرہ کے انصاف پسند متوسلین اور معتقدین کو مجبور کیا کہ وہ تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کریں تاکہ حکیم الامتہ کی حکمت و دانشمندی کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

ہم شکر گزار ہیں عزیز محترم مولانا عبدالاحد صاحب سورتی کے کہ آپ نے یہ رسالہ شعبہ نشر و اشاعت جمعیتہ علماء ہند کو پیش کیا جو ”اشرف الافادات“ کے عنوان سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس رسالہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت حکیم الامتہ کے اُن حکیمانہ ارشادات کو جمع کیا گیا ہے جو لیگ کی حقیقت کے پیش نظر حکیم الامتہ کی شان حکمت کو نمایاں کرتے ہیں۔ ممکن ہے افادات اشرفیہ کے مصنف و ناشر ہماری مجبوریوں کو محسوس نہ کریں مگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انصاف پسند اور صداقت طلب متوسلین و مسترشدین سے توقع ہے کہ وہ ”اشرف الافادات“ کی اشاعت کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیں گے اور اس اعلان حقیقت پر شعبہ نشر و اشاعت جمعیتہ علماء ہند کے شکر گزار ہوں گے۔

واللہ ولی التوفیق وهو بہدی السبیل

خادم علماء محمد میاں عفی عنہ

۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۶۵ھ ۲۱ مئی ۱۹۴۹ء

مسلم لیگ خالص اسلامی جماعت اور مسلمانوں کی شرعی و مذہبی تنظیم اور سواد اعظم قرار دی جا سکتی ہے اور اس کی شرکت اور تائید درست ہے یا نہیں؟ اس کا جواب اپنے اکابر خصوصاً حضرت حکیم الامت تھانوی کے مسلک و تعلیمات کے بموجب واضح الفاظ میں تحریر فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

الجواب: هو الموفق للصواب!

حامد اومصلیٰ اما بعد: موجودہ مسلم لیگ میں قادیانی مرتدین و کیونسٹ ملحدین اور بددین اور باطل فرقے بھی شامل ہیں۔ اس لئے لیگ خالص اسلامی جماعت قرار نہیں دی جا سکتی بلکہ اصول شرعیہ و قواعد عقلیہ سے یہ جماعت غیر اسلامی جماعت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ مرکب کامل اور ناقص کا ناقص ہوتا ہے تو کفار اور مسلم سے جو سلطنت (علیٰ ہذا جو جماعت) مرکب ہوگی وہ بھی غیر اسلامی ہوگی۔ (ملفوظ نمبر ۳۳۲ ملفوظات ص ۲۶۲/۵) اور زندیق و مرتدین کو سیاسی مصلحت کی بناء پر اسلامی برادری میں شمار کر لینا بھی جائز نہیں ہے چنانچہ یو اور انوار میں ہے۔

سوال چہارم: بعض بھی خواہان قوم کا خیال ہے کہ گونا گور مذکور (خوجہ) شرعی نقطہ نگاہ سے اسلام سے خارج ہو لیکن اس وقت ہم مسلمانوں کو اتحاد قومی اور ترقی کی ضرورت ہے۔ لہذا ایسے جھگڑے بکھیڑوں کو نکالنا مناسب نہیں۔ یہ وقت نازک ہے سب مدعیان اسلام کو مسلمان کہنا اور سمجھنا چاہیے ان کو اسلام سے خارج کر کے اپنی تعداد اور مردم شماری کو گھٹانا نہیں چاہیے بھی خواہان قوم اور ہمدردان اسلام کا یہ خیال شرعاً کس قدر وقعت رکھتا ہے۔

الجواب: ان کفریات کے ہوتے ہوئے نہ ایسے شخص کا دعویٰ اسلام کافی ہے نہ اس کی نمازی اور روزہ دار ہونا کافی ہے۔ نہ اس پر نماز جنازہ جائز ہے نہ مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے اور نہ مصلحت کے سبب کافر کو مسلمان کہنا یا اس کیساتھ مسلمانوں کا سامعہ کرنا جائز ہے۔ البتہ بلا ضرورت کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا بھی نہ چاہیے اور ایسے مصالح کی بناء پر ایسی رعایت کرنا ان مصالح سے زیادہ مفاسد کا موجب ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مصالح تو محض دنیوی ہیں اور مفاسد دینیہ۔ ان مفاسد کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کفریات کے

ہوتے ہوئے کسی کو مسلمان کہا جاوے گا تو ناواقف مسلمانوں کی نظر میں ان کفریات کا قبح خفیف ہو جاوے گا اور وہ آسانی سے ایسے گمراہوں کے شکار ہو سکیں گے تو کافروں کو اسلام میں داخل کہنے کا انجام یہ ہوگا کہ بہت سے مسلمان اسلام سے خارج ہو جاویں گے۔ کیا کوئی مصلحت اس مفسدہ کی مقاومت کر سکے گی ایسے مصالح و مضار کے اجتماع کا یہ فیصلہ فرمایا گیا ہے۔ قال تعالیٰ قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس و اثمہما اکبر من نفعہما۔ قال تعالیٰ یدعو لمن ضرہ اقرب من نفعہ (حق تعالیٰ فرماتا ہے آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں (شراب و قمار) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں ہیں اور لوگوں کو فائدے بھی ہیں اور وہ گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔) (مختصر اوص ۶۷ تا ۸۰۰)

غرض موجودہ لیگ خالص اسلامی جماعت اور مذہبی و شرعی تنظیم سواد اعظم تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سواد اعظم سے مراد بیاض اعظم ہے یعنی نور شریعت جس جماعت میں ہو (ملفوظ نمبر ۵۷۔ النور شعیان ۵۱ھ) نیز فرمایا کہ سواد اعظم کا مشہور مفہوم یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جس طرف کثرت ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مراد نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ خیر القرون میں جس عقیدہ کی طرف کثرت تھی کیونکہ اس وقت اہل یاطن کم تھے اہل خیر زیادہ تھے۔ اس وقت کسی طرف کثرت ہونا علامت تھی اس کے حق ہونے کی اور اس وقت کا سواد اعظم مراد نہیں۔ الخ۔ (ملفوظ ۵۰۵ ملفوظات ص ۴۰۴/۵)

نیز ارشاد ہے یہ کوئی حق کا معیار تھوڑا ہی ہے ہاں ایک اور معیار ہے کہ جس طرف عوام الناس ایک دم چل پڑیں سمجھ لو کہ دال میں کالا ہے کیونکہ خالص حق اور دین پر چلنا نفس پر گراں ہوتا ہے۔ (ملفوظ نمبر ۱۵ ملفوظات ص ۶۰/۵) سواد اعظم کی مخالفت اتباعوا السواد الاعظم سے منہی ہے اور اس کا حاصل بھی اجتماع ہے کہ ظاہر اسواد اعظم سے متبادر کثرت عددی ہے مگر ثم یفشوا الکذب سے یہ مقید ہے خیر القرون کے ساتھ یعنی خیر القرون میں جس عقیدہ پر اکثر مسلمین متفق ہوں وہ واجب الاتباع ہے کیونکہ اس وقت زیادہ مسلمان اس عقیدہ پر تھے جو حق تھا۔ بدعت مغلوب تھی پس اس وقت مسلمانوں کا کسی عقیدہ پر متفق ہونا علامت تھی۔ اس عقیدہ کے حق ہونے کی اور اہل حق کا اتفاق بھی اجتماع ہے اس سے ثابت ہوا کہ اہل باطل اجتماع کے ارکان نہیں (ماخوذ از النور حمادی الاخریٰ ورجب ۵۱ھ ص ۲۰)

فرمایا کہ آج کل جمہوریت کو شخصیت پر ترجیح دی جا رہی ہے اور کہتے ہیں کہ جس طرف کثرت ہو وہ سواد اعظم ہے۔ اس زمانہ میں میرے ایک دوست نے اس کے متعلق عجیب اور لطیف بات بیان کی تھی کہ اگر سواد اعظم کے معنی یہ بھی مان لئے جاویں کہ جس طرف زیادہ ہوں تو ہر زمانہ کا سواد اعظم مراد نہیں بلکہ خیر القرون کا زمانہ مراد ہے جو غلبہ خیر کا وقت تھا۔ ان لوگوں میں جس طرف مجمع کثیر ہو وہ مراد ہے نہ کہ ثم یفسوا الکذب کا زمانہ کہ یہ جملہ ہی بتا رہا ہے کہ بعد خیر القرون کے کثرت شر میں ہوگی۔ مجھے یہ بات بہت ہی پسند آئی واقعی کام کی بات ہے۔ (ملفوظ نمبر ۲۵ النور ربیع الثانی ۵۱ ص ۲۱)

اور حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ سواد اعظم اس جماعت کا نام ہے جو حقیقتاً خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور ناموس شریعت کی محافظ ہے۔

(مدینہ منورہ ۹ مارچ ۴۰ھ)

اور حضرت مولانا عبد الجبار صاحب فاضل دیوبند فرماتے ہیں کہ حدیث اتباعوا اسواد الاعظم میں سواد اعظم سے مراد سواد افضل ہے نہ کہ سواد اکثر یعنی جو جماعت شرافت اور فضیلت کے اعتبار سے بڑی ہو اس کی اتباع واجب ہے یہ مطلب نہیں کہ جو جماعت تعداد کے اعتبار سے بڑی ہو اس کی اتباع ضروری ہے۔ (زمزم ۲۵ دسمبر ۴۵ء)

اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری خلیفہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ خالص اسلامی جماعت میرے ناقص خیال میں وہ ہو سکتی ہے جس کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور سنت نبویہ کے موافق عقائد و اعمال اخلاق و احکام کی ترویج ہو۔ اولاً جماعت کے افراد اعتقاد و عملاً و اخلاقاً مذکورہ بالا مقصود سے موصوف ہوں اور بعدہ دوسروں کو دعوت دینے میں ساعی ہوں موجودہ لیگ جماعت بالا کا مصداق نہیں اور اس کے ارکان اوصاف حسنہ مذکورہ سے موصوف نہیں کما حوالہ المشاہد (ماخوذ از نقل مکتوب بنام دعوت الحق بمبئی) اور توضیح میں ہے کہ السواد الاعظم عامۃ المسلمین ممن ہو امة مطلقۃ والمراد بالامة المطلقۃ اهل السنة والجماعة وهم الذين طريقتهم طريقة الرسول عليه السلام واصحابه رضى الله عنهم دون اهل البدع (ص ۳۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ سواد اعظم وہ ہیں کہ ان کا طریق اور عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا سا ہو۔ پس جس جماعت میں زندگیوں اور دہریوں کی بھرمار ہو اور جس کے ارباب بست و کشاد کی سرشت میں مغربی تہذیب اور مغربی تمدن اور مغربی معاشرت طبیعت ثانیہ بن چکی ہو وہ اسلامی جماعت اور سواد اعظم اور شرعی تنظیم کیسے قرار دی جاسکتی ہے اور اس جماعت سے اصلاح قوم اور ترقی اسلام کی توقع کس طرح کی جاسکتی ہے چنانچہ حضرت حکیم الامتہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیڈر ان قوم خود ہی محتاج اصلاح ہیں دوسروں کی اصلاح کیا کریں گے..... آج یہ حالت ہے کہ اظہار ہمدردی اسلام میں بڑے بڑے جیسے ہوتے ہیں۔ انجمنیں قائم ہوتی ہیں مگر نہ نماز کی فکر ہے نہ روزہ کا خیال۔ مال کی اتنی افراط ہے کہ دس آدمیوں کو اور بھی ساتھ لے جاسکیں۔ لیکن محبت اسلام کا یہ عالم ہے کہ خود بھی حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ وضع دیکھئے تو سر سے پاؤں تک اسلام کے بالکل خلاف گفتگو کو دیکھئے وہ مذہب سے بالکل جدا (الاشرف الجواب ص ۱۵۸/۳) نیز فرماتے ہیں کہ افسوس مسلمانوں کی تکلیل اور باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو اسلام کے دوست نہ دشمن ہیں۔ وہ علم دین و دینی فہم عقل سب سے معرا ہیں اور جب وہ خود کم کردہ راہ ہیں دوسروں کو کیا راہ بتائیں گے اور آج کل ایسے ہی لوگ لیڈر ہیں جن میں اکثر ناواقفیت اندیش ہوتے ہیں انہوں نے ہی ملک اور مخلوق کو تباہ اور برباد کیا اور امن تو ان کی بدولت دنیا سے رخصت ہی ہو چکا۔ آئے دن ایک نیا فساد ملک میں کھڑا رہتا ہے ایسے ہی بداندیش لوگوں کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے:

گر بہ میرد سگ وز یرو موش را دیواں کنند

ایں چنین ارکان دولت ملک را ویران کنند

اگر ملی حاکم اور کتا و زیر اور چوہا دیواں کر دیا جائے تو یہ ارکان دولت ملک کو ویران کر دیں گے۔ (ملفوظ نمبر ۳۳ ملفوظات ص ۲۷۶/۵) فرمایا کہ یہ نامعقول قوم کے رہبر اور پیشوا بننے کو تیار ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ صورت سے بھی مسلمان کہلانے کے قابل نہیں اور داڑھی کے تو اس قدر دشمن ہیں کہ جس کا حدو حساب نہیں۔ (ملفوظ نمبر ۳۳ ملفوظات ص ۲۷۱/۳) فرمایا کہ آج کل کے لیڈر بیدار مغز اور روشن دماغ کہلاتے ہیں نہ معلوم ان کے دماغوں میں گیس کے ہنڈے روشن ہیں یا بجلی سا گنی ہے حالانکہ یہ باتیں سب

ظلماتی ہیں۔ الخ۔ (ص ۲۷۱/۳) فرمایا کہ نمازوں کیلئے مسجدوں میں نہ آنا گھروں پر جانمازیں سمجھی ہیں یہ متکبروں کی ایک پہچان ہے کہ وہ مسجد میں آنا اور غربا کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا کسر شان سمجھتے ہیں اور پھر بھی مسلمانوں کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے ان کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں شرم نہیں آتی اگر مسجد میں آئیں گے بھی توجہ کے روز وہ بھی پیدل چل کر نہیں جب دیکھو فتن میں دھرے ہیں اور دل میں فتن بھرے ہیں۔ (ملفوظات ص ۲۲۹/۳) نیز فرمایا کہ ایک لیڈر نے جس کو تیمم کا طریقہ معلوم نہ تھا اپنی عقل سے یہ سمجھا کہ جن اعضاء پر وضو میں پانی ڈالا جاتا ہے۔ شاید تیمم میں ان سب پر مٹی ڈالی جاتی ہوگی تو آپ نے اول دونوں ہاتھوں پر اوپر نیچے مٹی ملی۔ پھر منہ میں کلی کیلئے بھی مٹی دی اور ایک دفعہ ان ہی صاحب نے مونہ ٹھہرا کر اس میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لی اور پھر بھی وہ قوم کے پیشوا اور لیڈر ہی رہے۔ ایسے ہی لیڈر کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے:

اذا كان الغراب دليل قوم
سهديم طريق الهيا لكينا

(یعنی جب کسی قوم کا قائد گواہ ہو تو ان کو ہلاکت کا راستہ بتلائے گا) (التبلیغ وعظہ ص ۳۰)

پس جو لیڈر وضو کے مسائل سے بھی ناواقف ہو اور سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو اور دین سے قطعاً نا بلند اور اسلامی تہذیب سے بالکل نا آشنا اور اسلام سے اتنا ہی دور ہو جتنا کہ ایک غیر مسلم دور ہو سکتا ہے۔ وہ ہمارے اکابر خصوصاً حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاعد ملت اسلامیہ کیسے بن سکتا ہے۔ ایسے ہی قائدین کے متعلق ڈاکٹر اقبال مرحوم نے فرمایا:

ایک شوریدہ خوابگاہ نبی پرورو کے کہہ رہا تھا

کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

یہ زائرین حریم مغرب ہزار رہبر بنے ہمارے

بھلا ہمیں ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

غضب ہے یہ مرشداں خود ہیں خدا تری قوم کو بچائے

بگاڑ کر تیرے مسلمانوں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

نے گا اقبال کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے

نئے زمانہ میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنارہے ہیں

اور حضرت علامہ شاہ معین الدین احمد جمیری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اس کا (اسلام یا مسلم کا) مفہوم صرف اس قدر ہے کہ وہ ایک قوم یا مخصوص نسل کا نام یا عنوان ہے تو جیسا کہ عرض کیا گیا ہے ہر ایک نا آشنائے مذہب کے ہاتھ میں اسلام یا مسلم کی باگ دی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اس قوم کا جو مسلمان کہلاتی ہے بحیثیت قوم ہونے کے خیر خواہ اور مخلص ہو لیکن اگر اسلام کا تعلق عقائد و اعمال سے ہے اور ان کے فقدان سے اسلام پر اثر پڑ سکتا ہے تو ایسی حالت میں مسلمانوں کا قائد وہی ہونا چاہیے جس میں یہ مذہبی روح موجود ہو اور جو غیر ضروری وسیع الخیالیوں کی آمیزش و اختلاط سے کمزور اور فنانہ ہو گئی ہو ورنہ اس کی قیادت میں جو ترقی ہوگی وہ درحقیقت اسلام یا مسلمانوں کی ترقی نہ ہوگی بلکہ اس کا تعلق قوم یا ملک سے ہو گا۔ جس کی پرستش اس عہد میں اعلیٰ درجہ کی روشن خیالی سمجھی جا رہی ہے۔ ایسی ترقی بعض اوقات اسلام اور مسلمانوں کے حق میں سخت مضر بلکہ عذاب الہی کی صورت میں نمودار ہو جاتی ہے۔ اسی ترقی کی فضا میں فردی اعمال اور جزئی عقائد بجائے خود رہے اسلام کے اصول اور ضروری شعائر تک کے متعلق غیر ضروری ہونے کا فتویٰ قابو یافتہ جماعت کی جانب سے صادر ہونے میں شامل نہیں ہوتا اور اسی طرح بتدریج تمام اسلامی بندشوں کو توڑ دینے کا سلسلہ قائم کر دیا جاتا ہے۔ (از خطبہ صدارت اجلاس انجمن جمعیت علماء ہند ۱۳۳۸ء) اور حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتاب الساسیۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ میں ہے کہ امت کا اتفاق ہے کہ منصب قیادت کا اہل وہ مسلمان ہے جو عالم اور متقی ہو۔ اگر امت کو ایسا جامع شخص نہ ملے تو بحالت مجبوری یہ منصب دو شخصوں میں سے کسی ایک کو تفویض کیا جائے۔ عالم فاسق یعنی عالم بے عمل یا جاہل متقی یعنی جاہل باعمل۔ (مطبوعہ مصر ص ۱۷)

بہر حال اقوال علماء و صلحاء سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ موجودہ لیگ اسلامی جماعت و شرعی تنظیم اور سواد اعظم کہلانے کی ہرگز مستحق نہیں اور یہ ایسی جماعت ہے کہ بقول حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اسلام اپنے سر کو تھامے ہوئے اس پر رو رہا اور فریاد مچا رہا ہے۔ (السلام بیکی و یستغیث یدہ فی

راسه من هولاء الفجار من هولاء الفساق . من هولاء اهل البدع والضلال الخ
(الفتح الربانی ص ۶۶۱)

لہذا بفرمان باری تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ولا ترکوا الی
الذین ظلموا فتمسکم النار (یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو اور اے
مسلمانوں ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے) اس ہڑ بونگ سے اجتناب
ضروری اور تعاون ناجائز ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے:

بے وفا سمجھیں تمہیں اہل حرم اس سے بچو

دیروالے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھلی

اسی قسم کی سرسید احمد خاں مرحوم کی قائم کردہ انجمن کی شرکت کے بارے میں حضرت قطب
العالم مولانا رشید احمد گنگوہی سے دریافت کیا گیا تھا اس کا جو جواب آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ ذیل میں مع
سوال درج کیا جاتا ہے۔

سوال سوم: ایک جماعت قومی مسکمی بہ نیشنل کانگریس جو ہندو اور مسلمان وغیرہ سکٹائے ہند کے واسطے رفع
تکالیف و جلب منافع دنیاوی چند سال سے قائم ہوئی اور ان کا اصل اصول یہ ہے کہ بحث ان ہی امور میں
ہو جو کل جماعت ہائے ہند پر موثر ہوں اور ایسے امر کی بحث سے گریز کی جاوے جو کسی ملت یا مذہب کو مضرت ہو یا
خلاف سرکار ہو تو ایسی جماعت میں شرکت درست ہے یا نہیں؟

سوال چہارم: سید احمد خاں نیچری نے جو ایک جماعت ایسوی ایشن قائم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ
اعلان مطبوعہ ۸ اگست ۱۸۸۸ء یوں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندوؤں و
جاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ جو کانگریس کے برخلاف ہیں شامل ہیں۔ ہر شخص جو داخل ہو پانچ پانچ روپیہ
چند ماہواری میرے نام علیگزہ یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے وغیرہ وغیرہ اور اس کی مدد
کے واسطے جا بجا ایسوی ایشنیں انجمن اسلامیہ کے نام سے لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہیں۔ جو شخص ان
کے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ طرح طرح کا فساد اور فتنہ برپا کر کے اس

کو جبراً ملانا چاہتے ہیں آیا ایسی جماعت میں مسلمانوں کو شامل ہونا اور ان کی مدد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں اور نیچری لوگ بدخواہ اسلام ہیں یا نہیں۔

جواب از حضرت گنگوہی قدس سرہ:

اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع و شراء و تجارت میں کر لیں اس طرح کہ کوئی نقصان دین میں یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے جائز ہے اور مباح ہے مگر سید احمد سے تعلق رکھنا نہیں چاہیے اگرچہ وہ خیر خواہی اسلام کا نام لیتا ہے یا واقع میں خیر خواہ ہو مگر اس کی شرکت مال کار اسلام و مسلمانوں کو سم قاتل ہے ایسا میٹھا زہر پلاتا ہے کہ آدمی ہرگز نہیں بچتا۔ پس اس کے شریک مت ہونا اور ہنود سے شرکت معاملہ کر لینا اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو یا مسلمانوں کی ذلت و اہانت یا ترقی ہنود ہوتی ہو وہ کام بھی حرام ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا اسی طرح پر ہے اور بس فقط۔ (بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ نصرۃ الابرار ص ۱۳)

اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سرسید احمد خاں کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب مدرسہ دیوبند قائم ہوا اور بنیاد پڑی تو سرسید خاں نے کہا تھا کہ کیا ہوگا اور دو چار قتل اعوذئے بڑھ جائینگے۔ یہ معلوم نہ تھا کہ تمہارے جادو کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہباء منثورا کرنیوالی جماعت یہی ہوگی۔ واقعی اگر ہندوستان میں حق تعالیٰ اس جماعت کو پیدا نہ فرماتے تو چار طرف الحاد اور دہریت کے چشمے ہندوستان میں ابل پڑتے اور ابھی ابلنے میں کوئی کسر رہ گئی لیکن قانون قدرت کے مطابق ہر فرعون نے راموسیٰ کا مصداق یہ جماعت ہو گئی جس کے متعلق مخبر صادق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں کہ لا یزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق لا یضرہم من خذلہم۔ (میری امت میں سے ایک جماعت دین الہی پر ہمیشہ مضبوطی کے ساتھ قائم رہے گی اس کی رسوائی کرنیوالے اس کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے) ورنہ ان کا مکر اور ان کی چالاکیاں ایسی تھیں جیسے ارشاد ہے وان کان مکرم لتزل منه الجبال۔ (اور واقعی ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جاویں) ان کے تمام مکر اور کید اسلام کی دشمنی پر تلے ہوئے تھے لیکن حق تعالیٰ وعدہ فرماتے ہیں۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ الخ۔ (ملفوظ نمبر ۸۲ ملفوظات ص ۱۰۶/۵)

اب آپ غور فرمائیں کہ مذکورہ انجمن اور اس کے قائد اور موجودہ لیگ اور اس کے قائد میں کیا فرق ہے بلکہ بعض حیثیت سے لیگ اور اس کے قائدین کو بدتر ثابت کیا جاسکتا ہے لہذا بقول حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرکت مال کار اسلام و مسلمانوں کو سم قاتل ہے اگر کسی کو شبہ ہو کہ لیگ کی شرکت اور اس کی تائید ہمارے اکابر خصوصاً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور تعلیمات کے خلاف ہے تو پھر مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی و مولوی شبیر علی صاحب تھانوی نے کیوں شرکت فرمائی اور آئے دن تائیدی بیانات کیوں شائع کئے جا رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً ان حضرات کا عمل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور تعلیمات کے برخلاف ہے اور اس کے ثبوت کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات منقولہ بالا کافی ہیں اور حضرت کے مشہور خلفاء مولانا سید سلیمان صاحب و مولانا خیر محمد صاحب و مولانا محمد عبد الجبار صاحب و مولانا محمد طیب صاحب و مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ سعید یہ وغیرہم کی عدم شمولیت اس کی روشن دلیل ہے۔ تاہم مزید اطمینان کیلئے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کے مکتوب گرامی و حضرت مولانا عبد الجبار صاحب مدظلہ ابوہری کے اعلان کو بطور گواہ پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو! اول الذکر تحریر فرماتے ہیں کہ: خود قطب العالم حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لاہوری حامیان لیگ کے ایک دعوت نامہ کے جواب میں ۱۳۵۸ھ میں مفصل اظہار خیال فرمایا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ لیگ کے تعاون کو چار امور پر معلق فرمایا ہے۔

(۱) مسلم لیگ اپنے مقاصد میں نماز کو داخل کر لے۔ (۲) مسلم لیگ وضع اسلامی کی پابندی تمام ممبروں پر لازم قرار دے دے۔ (۳) خاکساریوں سے تعلق قطع کر دے۔ (۴) علماء اسلام کے خلاف زہرا گلنے کو اور علماء کی توہین کرنے کو چھوڑ دیں۔ امید کہ مذکورہ بالا خلاصہ سے آپ کے خط کا جواب ہو گیا ہوگا۔

والسلام خیر محمد عقی عنہ (بنام ناظم جمیعتہ علماء کاوی ضلع بھڑوچ)

ثانی الذکر کا اعلان: حضرت والا نے لیگ کی بد اعمالیوں اور مذہب دشمنی ملاحظہ فرما کر لیگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ جس مجلس مبارک میں حضرت والا نے یہ فرمایا تھا مولانا ظفر احمد صاحب بھی موجود تھے۔ اسی فرمان کو سن کر مولانا ظفر احمد صاحب نے کہا کہ حضرت والا چند ماہ اور ٹھہر جائیے۔ حضرت حکیم

الامت نے فرمایا کہ اب لیگ کی اصلاح کی امید بالکل ختم ہو گئی۔ میں ان حضرات سے خوب واقف ہوں
حضرت والا بار بار یہ شعر پڑھتے تھے:

نہ خنجر اٹھے گانہ لکواران سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

ہاں یہ صحیح ہے کہ شروع شروع میں لیگ کے حامی تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت حکیم الامت
مسلم لیگ جیسی بد دین جماعت کی حمایت کریں۔ اب تو وہ قادیانیوں، دہریوں اور شیعوں کی مجسم جماعت
ہے۔ لہذا اتمام متوسلین کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ حضرت والا کا اتباع کرتے ہوئے لیگ سے علیحدگی اختیار
کریں۔ (مدینہ ۷ نومبر ۱۳۵۷ء)

جناب ناظم صاحب جمعیت علماء کاوی ضلع بہروج نے اس بیان کی تصدیق چاہی تو آپ نے
جواباً تحریر فرمایا کہ بالآخر لیگ اور خاکسار ایک نظر آنے لگے اور لیگ کے جلسوں میں بے حجاب عورتیں شامل
ہونے لگیں اور احکام اسلامی سے ان لوگوں کی بے رغبتی ملاحظہ فرمائی گئی تو آپ اس جماعت کی اصلاح
سے بالکل ناامید ہو گئے تھے۔ یہ بات بالکل صحیح اور درست ہے جس مجلس میں حضرت والا نے مایوسی ظاہر
فرمائی تھی، میں خود موجود تھا۔ حضرت والا ایک اعلان بھی اپنی مایوسی کا فرمانا چاہتے تھے مگر بعض حضرات نے
مشورہ دیا کہ آپ کچھ عرصہ تک مزید انتظار فرمادیں۔ اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا کہ:

خنجر اٹھے گانہ لکواران سے

الی آخرہ۔

اس کے علاوہ جب سکندر حیات خاں نے پنجاب کے ضمنی انتخابات میں لیگ کے امیدوار کی
تصویب اور تصدیق کرنی چاہی تھی تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ آپ لوگ مولویوں کو اپنا آلہ کار
بنانا چاہتے ہیں اس لئے مجھے معاف فرمایا جائے۔ (فقط والسلام عبدالجبار عفی عنہ۔ مورخہ ۲۵-۱۲-۲۹)

فی الواقع حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ موجودہ لیگ کی شرکت اور تائید کسی طرح گوارہ نہیں کر سکتے
آپ بے علموں کا ساتھ دینے کو بھی منع فرماتے تھے۔ چہ جائیکہ بد دینوں، قادیانیوں، کیونسٹوں کے ساتھ جو
بحکم من بدل دینہ فاقلوہ (صحیح بخاری) (جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو) واجب القتل ہیں کالمیت
فی ید الغسال (مردہ بدست زندہ) کی طرح شامل ہو جانا پسند فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر علماء

بے علموں کے ساتھ ہو جاویں تو کیا نفع ہو۔ ہاں بے علم لوگ علماء کے تابع ہو جاتے تب کچھ فائدہ ہوتا۔ دیکھئے ایک موٹی بات ہے اگر کوئی طبیب مریضوں کا اتباع کرنے لگے تو کیا مریضوں کو فائدہ کی امید ہوگی اور لوگ اس کو کمال سمجھیں گے ہرگز نہیں اور نہ اس میں کچھ مریضوں کی سعادت بلکہ مریض اگر طبیب کے تابع ہوں تو اس میں مریضوں کو نفع ہوگا۔ اور یہ ان کا کمال بھی ہے اور عقلمندی بھی ہے کیونکہ اپنے آپ کو ایک حکیم اور دانشمند شخص کے سپرد کر دیا اور اس صورت میں کہ جو طبیب مریضوں کے تابع ہو جائے یہ سراسر طبیب کا جہل ہے ایسے طبیب کے بارہ میں وہی کہا جائے گا جو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بے خبر بود نداز از حال دروں استعیز اللہ مما یفقروں
اور یہ ناعاقبت اندیش اسی حکم میں ہوں گے جس میں علماء بنی اسرائیل ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ فخریہ بیان کرتے ہیں کہ علماء بھی ہمارے ساتھ ہو گئے۔ (الہادی محرم ۱۳۲۸ھ ص ۴۲)

میر فرماتے ہیں اسی لئے میں مولویوں کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ ان کو چاہیئے کہ ان فضولیات کو چھوڑ دیں اور ان کاموں میں لگیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ فتویٰ دیں، تبلیغ کریں، پڑھیں، پڑھائیں، جاہلوں کے ساتھ ہو کر تخریب اوقات نہ کریں پھر وہ بھی تابع بن کر اگر جاہل ان کو متبوع بناتے تب بھی چنداں مضائقہ نہ تھا مگر آج کل تو رزولیشن پاس کرتے ہیں جاہل اور مولوی ان کا اتباع کرتے ہیں کیا واہیات ہے۔ ایسوں ہی کی بدولت ملک اور مخلوق برباد اور خراب ہوئی۔ (ملفوظ نمبر ۳۳۲ ملفوظات ص ۵/۲۰)

اس وقت جو مولوی لیگ کے حامی ہیں وہ قائدین لیگ کے متبوع ہیں یا کالمیت فی ید الغسال کی مصداق و تابع محض و آلہ کار ہیں۔ ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے ان صاحبان کی حمایت لیگ لا لحب علی بل لبغض معاویہ۔ کے قبیل سے ہے ورنہ یہ حضرات خود بھی لیگ کی مخالفت کر چکے ہیں اور اس کی شرکت کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے خلاف قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ مولانا ظفر احمد صاحب نے زمانہ قیام ڈابھیل میں مولانا عبد الجبار صاحب استاد جامعہ سے کہا تھا کہ حضرت کانگریس اور لیگ کو نجس قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کانگریس گو ہے تو لیگ کی موت۔ اور جب دعوت الحق بمبنی کی جانب سے شرکت لیگ اور اس کی حمایت کی استدعا اور درخواست کی گئی تو علماء تھانہ بھون نے بالاتفاق لیگ کی مذمت

فرمائی اور مرحوم سکندر حیات خاں کے سیکرٹری کے خط کے جواب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لیگ کے آلہ کار بننے سے انکار فرمانا نقل کیا گیا۔ ان خطوط کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین جناب الحاج محمود قاسم مدیر التبلیغ ترکیسر اور جناب عیسیٰ بھائی ابراہیم ناظم جمعیتہ العلماء کاوی ضلع بہروج نے ۲۲ ستمبر ۱۹۳۵ء کو جمید یہ مسجد بمبئی میں ناظم دعوت الحق کے پاس دیکھا ہے اور مولانا عبدالعزیز بہاری صدر جمعیتہ العلماء بمبئی کو بھی ان خطوط کا علم ہے لیکن اس کے بعد بمبئی سے وفد جاتا ہے۔ وفد کیا تھا گویا آسمانی وحی تھی۔ دفعۃً ان حضرات کی رائے میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور محرم ۱۳۶۵ھ کو ۱۰۲ صفحات پر مشتمل ایک سیاسی رسالہ افادات اشرفیہ در سائل سیاسیہ معرض وجود میں آ جاتا ہے۔ یہ ایک پراسرار معجزہ ہے۔ اس رسالہ میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے چنانچہ اس وقت صرف ایک چیز بطور مشتبہ نمونہ خروارے پیش کرتا ہوں۔ افادات اشرفیہ کے ص ۸۸ پر ارقام ہے کہ ۱۹۳۹ء میں جمعیتہ العلماء ہند کا جو اجلاس دہلی میں ہوا تھا۔ اس کا دعوت نامہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں بھی آیا تھا اور اسی دعوت نامہ کے ساتھ ناظم صاحب کا ایک خط بھی تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا خود جواب عنایت فرمایا تھا اور اس کی نقل رکھ لینے کو مجھے حکم دیا تھا چنانچہ ناظم صاحب جمعیتہ کا اصل خط اور حضرت کے جواب کی نقل میرے پاس محفوظ ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے حضرت کا مسلک پوری طرح واضح ہو جائے گا اور وہی آج تک ہمارا مسلک ہے۔

والسلام محمد شبیر علی عفی عنہ۔ الجمعۃ مرکزیۃ العلماء الہند بازار یلیماران دہلی

حضرت اقدس زاد اللہ مجدکم؛

السلام علیکم!

دعوت نامہ ارسال خدمت ہے اگر سفر کا تحمل نہ ہو تو حضرت کسی کو بطور نمائندہ روانہ فرمادیں۔ معاملات کی اہمیت حضور کے پیش نظر ہے۔ من یدکم الاحقر الفقیر احمد سعید کان اللہ لہ

(۲۶ فروری ۱۹۳۹ء)

جواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا دعوت نامہ آیا۔ میرا عذر سفر تو آپ کو معلوم ہی ہے اس لئے خود تو حاضری سے قاصر ہوں

اگر دعوت نامہ کچھ پہلے آتا تو ممکن تھا کہ اس کے متعلق کچھ خط و کتابت کر کے کسی کو بھیجنے کا انتظام کرتا۔ اب عین وقت پر اس کا انتظام بھی مشکل ہے۔ اس لئے شرعی حیثیت سے صرف اپنی ایک رائے کا اظہار کرتا ہوں جس کے متعلق مولانا کفایت اللہ صاحب سے زبانی گفتگو بھی ہو چکی ہے اور اب تو واقعات نے ہم کو اس رائے پر بہت ہی پختہ کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا خصوصاً حضرات علماء کا کانگریس میں شریک ہونا میرے نزدیک مذہباً مہلک ہے بلکہ کانگریس سے بیزاری کا اعلان کر دینا نہایت ضروری ہے۔ علماء کو خود مسلمانوں کی تنظیم کرنا چاہیے تاکہ ان کی تنظیم خالص دینی اصول پر ہو اور مسلمانوں کو کانگریس میں داخل ہونا اور داخل کرنا میرے نزدیک ان کی دینی موت کا مترادف ہے۔ والسلام! اشرف علی

اب میں بزم جمشید ملقب بہ اسم تاریخی نمخانہ باطن (ضبط کردہ صاحب غلق سامی جناب وصل صاحب بنگرامی) سے ایک ملفوظ پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ خود فیصلہ کر سکے گے کہ اس جواب کی نسبت حضرت مولانا کی طرف کرنا اور یہ کہ اس کی نقل رکھ لینے کو مجھے حکم دیا تھا کہہاں تک درست ہے اور حضرت کے مسلک اور ان حضرات کے مسلک اور دعویٰ میں کس قدر تطابق و توافق ہے۔ بزم جمشید ضمیمہ نمبر ۲ ص ۳۵ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سہ شنبہ ۹ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۳۹ء بعد نماز ظہر۔

(۲) مجلس عام میں جناب مولوی منفعت علی صاحب وکیل سہارنپور جناب مولوی عبدالرحمن صاحب وکیل پٹنہ اور بہت سے حضرات حاضر تھے۔ ایک خاص مقام سے (دہلی) ایک خاص اہم جلسے میں (جمعیتہ علماء ہند منعقدہ دہلی مورخہ ۱۱-۱۲-۱۳-۱۴ محرم ۱۳۵۸ھ مطابق ۲-۳-۴-۵-۶ مارچ ۱۹۳۹ء) شرکت کی دعوت کا خط آیا تھا۔ جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر جناب والا شرکت نہ فرما سکیں تو اپنی طرف سے کسی کو بھیج دیں۔ اس سے پہلے اسی جلسہ میں اشاعت کے واسطے ایک خاص مضمون بھیجنے کیلئے جناب مولانا ظفر احمد صاحب اور جناب مولوی شبیر علی صاحب نے اجازت طلب کی تھی لیکن حضرت والا نے منظور نہیں فرمایا تھا۔ اب یہ خط آیا تو حضرت والا نے جناب مولوی شبیر علی صاحب کے پاس بھیج دیا۔ جناب ممدوح نے اس کا جواب لکھ کر ملاحظہ عالی کیلئے پیش کیا۔ حضرت والا نے مصالح بیان فرماتے ہوئے جواب بھیجنا نامناسب خیال فرمایا۔

بعد عشاء جناب مولوی منفعت علی صاحب اور جناب مولوی عبدالرحمن صاحب کی رائے ہوئی کہ جواب جانا چاہیے اور اس کے لئے جناب مولوی شبیر علی صاحب کے ذریعہ سے حضرت اقدس کی گرامی خدمت میں عرض کیا جائے چنانچہ دونوں حضرات اس خادم (وصل بلگرامی) کو لے کر جناب مولوی شبیر علی صاحب کے پاس گئے۔ وہاں جناب ظفر علی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ ان دونوں صاحبوں نے واقعات بیان کئے۔ ضرورت ظاہر کی اور جواب بھیجنے کے لئے رائے پیش کی۔ جناب مولانا ظفر احمد صاحب نے بھی جواب بھیجنے کی تائید فرمائی۔ لیکن مولوی شبیر علی صاحب نے فرمایا کہ جب مضمون بھیجنا حضرت والا کے خلاف مزاج ہو اور جواب بھیجنے کی اجازت نہیں دی تو پھر اصرار کرنا یا مکرر عرض کرنا مناسب نہیں ہے۔ دوسرے دن صبح کے وقت جب یہ خادم (وصل بلگرامی) کسی ضرورت سے خدمت اقدس میں حاضر تھا تو کسی سلسلہ میں رات کے واقعہ کا ذکر آ گیا۔ اس ذکر سے حضرت والا پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں سمجھ کے کہتا ہوں۔ غور کرنے کے بعد کہتا ہوں متعدد بار تجربہ ہو چکا ہے وہی ہوا جو میں نے کہا تھا۔ پھر بھی نہیں سمجھتے (الی قولہ) اب لہجہ میں تیزی ہو گئی تھی۔ بیان میں کوئی دوسری قوت کارفرما تھی۔ آواز بلند تھی۔ چہرہ مبارک اور سر اقدس پسینہ سے تر تھا۔ یہاں تک کہ عمامہ عالی اتار کر رکھ دیا گیا تھا۔ اُسی مضمون کے تحت میں عجیب جوش، عجیب کیفیت اور عجیب جذبہ کی حالت میں ایک ایسی تقریر فرما رہے تھے جو کسی طرح تحریر میں نہیں آ سکتی۔ جناب مولانا ظفر احمد صاحب بھی بیتاب ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ کر آ گئے تھے۔ عجب سماں تھا، عجیب کیفیت تھی، تمام فضا جوش سے بھری ہوئی تھی، معلوم ہوتا تھا درود یوار کیا کل کائنات لرزاں ہے۔ (الی قولہ)۔

(نوٹ) پھر اُس جلسہ مذکورہ کے بعد جس میں حضرت والا کو دعوت شرکت دی گئی قریب ہی ایک سخت ناگوار واقعہ (مالک اخبار الامان مولوی مظہر الدین کا قتل) پیش آیا۔ جس کا عام نظروں میں اُسی جلسہ کی تقریروں کا اثر سمجھا گیا۔ اس وقت عین یقین کے درجہ میں سب کی سمجھ میں آیا کہ جواب کا نہ جانا اور مضمون نہ بھیجنا عین مصلحت تھا ورنہ بعض نگاہوں میں ان تقریروں کو اس مضمون کا اثر سمجھا جاتا کہ اسی مضمون کی مخالفت ان تقریروں کا سبب ہوئی۔ (صفحہ ۳۷) (رسالہ بزم جمشید کے مرتب جناب وصل بلگرامی ہیں اور

قالب) کو مٹی سے بنایا۔ پھر ان کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو پس وہ (جاندار) ہو گئے۔ یہ امر واقعی آپ کے پروردگار کی طرف سے (بتلایا) ہے۔ سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جیسے۔ پس جو شخص آپ سے عیسیٰ کے باب میں (اب بھی) حجت کرے۔ آپ کے پاس علم (قطعی) آئے۔ یہ سچے تو آپ فرما دیجیے کہ آجاؤ ہم (اور تم) بلا لیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں۔

ترجمہ (مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی)

نجران کے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضور نبی کریم علیہ السلام آیات کا پس منظر سے بحث کر رہے تھے کہ وہ اللہ اور ابن اللہ میں اور دلیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی پیدائش کے واقعہ کو پیش کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر محض اعجازی شان کے ساتھ پیدا ہونا خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کی دلیل بن سکتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش میں اس سے بڑھ کر نشان اعجازی موجود ہے۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ ہونے کی بنا پر خدایا خدا کا بیٹا قرار دیا جاسکتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کو قدرہ اولیٰ خدایا خدا کا بیٹا کہنا چاہیے کہ ان کے ماں باپ کوئی بھی نہیں۔ حالانکہ تم بھی اس بات کے قائل نہیں ہو۔

ابتدائی دو آیات کی تفسیر میں مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی تحریر فرماتے ہیں کہ: نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسیٰ بندہ نہیں۔ اللہ کا بندہ ہے۔ آخر کہنے لگے کہ وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو تم بتاؤ کس کا بیٹا ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ آدم کے تو نہ باپ تھے نہ ماں عیسیٰ کے باپ نہ بہن بھینچا ہے؟ اس حساب سے تو آدم کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے پر زیادہ زور دینا چاہیے۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ پھر فرماتے ہیں: ”یعنی ریح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا وہی حق ہے جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ جو بات تھی بلا کم و کاست سمجھا دی گئی۔ پھر آیت مبارکہ کے تحت مولانا محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نجران اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ جہاد کر دو۔ جس کی زیادہ مؤثر اور مکمل صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں۔ اور خوب گرو گڑا کر دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اُس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ پھر فرماتے ہیں

”بعض سلف کے طریق عمل اور بعض فقہائے محنفیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مباہلہ کی مشروعیت اب بھی باقی ہے۔ مگر ان چیزوں میں جن کا ثبوت بالکل قطعی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ مباہلہ میں بچوں عورتوں کو بھی شریک کیا جائے۔ میرے خیال میں مباہلہ ہر ایک کاذب کے ساتھ نہیں صرف کاذب معاند کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں ثم قال تعالى اموءا رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یناہل من عند الحق فی امر عینی بعد ظہور البیان واللہ اعلم۔

(ماخوذ از تفسیر مولانا محمود الحسن دیوبندی) ۲۔ تفسیر مواہب الرحمن میں بحر العلوم علامہ سید امیر علی سلج آبادی نے حاشیہ جمل کے حوالے سے علامہ دوانی و شیخ شیرازی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

اب مباہلہ نہیں جائز ہے مگر کسی ایسے ہی ہم میں جو شرعی ہو اور اس میں اشتہار و عناد کیا گیا ہو۔ اور وہ بدوں مباہلہ کے دفع نہ ہوتا ہو تو ردِ واجب بشرطیکہ مباہلہ سے پہلے حجت پوری

پوری قائم کرے۔ اور شبہ دور کرنے میں کوشش کرے۔ اور پہلے نصیحت اور ڈر اولے پھر اگر وہ نفع نہ کرے اور یہی ضرورت پیش آوے کہ مباہلہ کیا جاوے تو روا ہے ۳۔ تفسیر

صحاب الرحمن جلد اول پارہ سوم) ۳۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ ”آیت (مباہلہ) میں اپنے حق سے مراد خود اہل مباحثہ ہیں ۴۔ تیسرے ابوباری ترجمہ و شرح بخاری شریف میں ”حدیث مباہلہ“ کی تشریح میں علامہ وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ : ”آنحضرت نے ان کو گھمایا اسلام کی دعوت دی۔ قرآن سنایا۔ پر انھوں نے نہ مانا نہ آخر آپ نے فرمایا

کہ اچھا آؤ ہم تم مباہلہ کریں۔ یعنی دو فریق جن میں باہمی اختلاف ہو جب تقریر اور بحث میں قائل نہ ہوں تو دونوں مل کر اللہ سے دعا کریں ”یا اللہ جو کوئی ہم سے غلطی اور ناحق پر اصرار کر رہا ہو اس پر اپنا عذاب اتار“ (ماخوذ تیسرے ابوباری شرح صحیح بخاری کتاب المغازی باب قصۃ اہل نجران) مندرجہ بالا آیات قرآنیہ اور تفاسیر و کلام علماء و ائمہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(الف) مباہلہ کے لیے ضروری ہے کہ اس سے پیشتر بحث و مباحثہ (مناظرہ) میں فریقین اپنے دلائل پیش کر کے اپنے نظریہ کو ثابت کریں۔ یعنی مباہلہ سے پہلے مناظرہ کر کے اتمام حجت کرنا ضروری ہے۔ بغیر اس کے مباہلہ مشروع نہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر سے بھی اس مضمون

کی تائید ہوتی ہے۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں : ومن النصف و طلب الحق علم ان البیان قد بلغ الی الغایۃ القصویٰ فنجد ذلک

۶ ستمبر ۱۹۳۹ء کو آپ اس کی ترتیب سے فارغ ہوئے ہیں)

رسالہ بزم جمید حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات سے شائع ہوا ہے اور افادات اشرفیہ حضرت کی وفات کے بعد۔ اور وفات کے بعد کی تصنیفات قابل اعتماد نہیں معلوم ہوتیں چنانچہ تہ اشرف السوانح کے متعلق جناب مولوی عمر احمد صاحب ابن مولانا ظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ تہ اشرف السوانح حضرت نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد جناب خواجہ عزیز الحسن مرحوم نے تصنیف فرمایا اور موصوف کے بھی انتقال کے بعد بعد تحریف و تنسیخ (جس کی داستان طویل ہے) شائع کیا گیا۔ الخ۔ (منشور ۶ مارش ۱۹۳۶ء)

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی فقط واللہ اعلم

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه و الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه آمین۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"

عبدالاحد غفرلہ الصمد (سورتی)

(۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۳۶ء)

کافر ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا جو کچھ کیا وہ تم نے کیا بے خطا ہوں میں

اکابر دیوبند اپنے آئینہ میں

دیوبندی شاطر
انے منہ کا وشر

— مؤلف —

صمصام المناظرین مولانا محمد حسن علی قادری رضوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُحَمَّدٌ ۖ وَنُصَلِّيَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اقتراح

مخالفین اہل سنت عامۃ المسلمین کو دھوکہ دینے کے لیے علماء اہل سنت پر مسلمانوں کی بلا وجہ تکفیر کا الزام عاید کرتے ہیں۔ حالانکہ علماء اہل سنت میں سے کسی نے بھی نہ مسلمانوں کی تکفیر کی۔ نہ کسی کی بلا وجہ تفسیق کی۔ مسلمانوں کی بلا وجہ تکفیر کے اس جملہ کا ایک ایک لفظ مخالفین اہل سنت کے مغالطہ و فریب کی عکاسی کرتا ہے۔

سیدنا علیہ السلام حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات طیبہ سے لے کر آج تک اس الزام کو دہرایا جا رہا ہے کہ جی! یہ ہر کسی کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی بلا وجہ تکفیر کے اس الزام کا طلسم چاک کرتے ہوئے علیہ السلام حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:-

۱۔ ناچار عوام المسلمین کو بھڑکانے اور دن دباڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علماء اہل سنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار دے لوگ تو زرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں سان کی مشین میں ہمیشہ کوئی ٹکڑے کا ٹکڑا چھپا کرتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا۔ مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا۔ بھرجن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے۔ وہ ملتا اور ملاتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کو کہہ دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جو پورے ہی حدیث سے اونچے گزر گئے۔ وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذ باللہ عیاذ باللہ حضرت شیخ محمد والیف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض بزرگواروں نے

مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الزہاد آبادی مرحوم و مغفور سے جا کر جڑ دی کہ معلنا
معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی قدس سرہ
کو کافر کہہ دیا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے۔ انہوں نے آیہ کریمہ
إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِيقٌ فَتَبَيَّنُوا پرمحل فرمایا بخط لکھ کر درخت
کیا۔ جس پر یہاں سے رسالہ ایجاد البری عن وسواس المفتري لکھ کر ارسال
ہوا۔ اور مولانا نے مفتري کذاب پر ماحول شریف کا تحفہ بھیجا۔ غرض ہمیشہ
ایسے ہی افترا اٹھایا کرتے ہیں۔

تہذیب ایمان ص ۴۶/۴۷ مطبوعہ رضا پبلیکیشنز لاہور
ماننا پڑے گا امام اہل سنت سیدنا علیہ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جن لوگوں
کی تکفیر فرمائی کمال احتیاط کو مدنظر رکھا۔
ثابت ہوا کہ امام اہل سنت سیدنا علیہ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ یاد دیگر علمائے
اہل سنت نے ہر کسی کی تکفیر نہیں فرمائی۔ اور کسی مسلمان کو بلا وجہ کافر نہیں کہا۔ نہ ہی کسی
کو ذرا ذرا سی بات پر کافر قرار دیا۔ مخالفین کا یہ الزام محض افتراء و بہتان ہے۔
ہاں البتہ علمائے اہل سنت اور امام اہل سنت علیہ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ
نے ان لوگوں کو یقیناً کافر و مرتد قرار دیا جنہوں نے تنقیص حضرت باری تعالیٰ و توہین
شان رسالت و نبوت کا ارتکاب کیا۔ جنہوں نے

(۱) اللہ عزوجل (سبح و قدوس) پر امکان وقوع کذب کا افترا کیا۔
(۲) سرکارِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم النبیین ہونے کو عوام کا خیال جاگرو
بالکل غلط اور جدید معنی پہنچا دے۔ مرزا قادیانی اور دیگر دجالوں کے ایسے نبوت کا دروازہ
کھولنے کی ناپاک سعی کی۔

(۳) حبیب خدا نائبِ عظیم خالقِ ارض و سما خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے علم غیب شریف کو زید و عمر ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے علم غیب سے
تشبیہ دی۔

(۴) شیطان مردود کے وسعت علم محیط ارض کو نفق سے ثابت مانا اور سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم محیط ارض کو خلافت نصوص اور شرک و شرار دیا۔ وغیرہ وغیرہ من الحرافات

ایسے عقائد باطلہ و نظریات فاسدہ کے حامل افراد بلاشبہ کافر و مرتد اور دائرہ اسلام و ایمان سے خارج ہیں۔ متذکرہ بالا جملہ عقائد اکابر دیوبند میں سے مولوی رشید احمد گنگوہی کے دستخطی و مہر شدہ فتوے میں تحریر بالناس "حفظ الایمان" "براہین قاطعہ" وغیرہ سے ثابت ہیں۔ اور یہ کتابیں عام مل جاتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یا دیگر علمائے اہل سنت نے بلا وجہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا۔ بلکہ مذکورہ بالا عقائد کے حامل افراد کو بذریعہ حبس و خطوط ان کے اقوال کفریہ سے خبردار کیا۔ احکام شرعیات بیان کیے۔ لیکن وہ اپنے اقوال کفریہ پر مصر رہے تو بہ و رجوع کی توفیق میسر نہ آئی۔ تو پھر شان الوہیت و رسالت کے تحفظ و دفاع کے لئے امام طہسنت امام احمد رضا خاں بریلوی نے اکابر و مشائیر علماء و مشائخ عرب و عجم کی خدمت میں ان اقوال کفریہ کو پیش کر کے علمائے عربین شریفین (مدینہ طیبہ و مکہ معظمہ) سے حکم شرعی حاصل کیا۔ جو کتاب خطاب

"حسام الحرمین علی منحر الکفر والہین"

میں مذکور ہے۔ پھر بڑے صغیر ہندو پاک کے ہر ضلع، ہر صوبہ، الہیہ ریاست کے علماء و مشائخ اہل سنت و مفتیان شریعت نے فتاویٰ حسام الحرمین شریفین کی تائید و توثیق فرمائی۔ دیکھو "الصوارم الہندیہ" وغیرہ

ان لوگوں کی ذہنیت پر تعجب و افسوس ہے جو اپنی کی تکفیر کا رونا توڑتے ہیں۔ لیکن تنقیر حضرت الوہیت اور توہین شان رسالت کا انہیں کوئی علم نہیں۔ انہیں رنج و طال ہے تو صرف تکفیر کا ہے۔ اپنے اکابر کے اقوال کفریہ کا نہیں۔

اگر بالفرض کوئی عالم کسی کے اقوال کفریہ پر شرعی احکام نہ بھی جاری کرے۔ تو کیا وہ کفرین اسلام ہو جائے گا؟ نہیں۔ بلکہ وہ عند اللہ کفر ہی ہے گا۔

جن عقاید باطلہ و عبارات کفریہ پر علمائے اہل سنت و امام اہل سنت علیہم السلام
فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے فتویٰ کفر جاری فرمایا۔ وہ یقیناً کفر ہیں۔ اگر اکابر و بزرگ کی مختلف
کتب کو کھنگالا جائے۔ اور ان کے مختلف مصنفین کی جملہ تاویلات کا جائزہ لیا جائے
یا ان کے اکابر کا نام ظاہر کیے بغیر ان عبارات پر ان کے موجودہ علماء سے فتوے لیا جائے
تو وہ بھی ان عقاید و نظریات و عبارات پر فتوے کفر دیتے ہیں۔ جن کو امام اہل سنت مجدد
دین و ملت علیہم السلام مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر علماء
اہل سنت و مفتیان شریعت نے کفر قرار دیا۔

ہمارا یہ مختصر کتابچہ اس قسم کے حوالہ جات پر مشتمل ہے۔ انشاء اللہ اس سے
مخالفین کے اس الزام کا کہ یہ لوگ بلا وجہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ دفعیہ ہو جائے
گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ مختصر مکتب شاید اس قدر جلد مرتب نہ ہو پاتا۔ لیکن اصل باب میں ایک محبت الہیہ
نے یکے بعد دیگرے اپنے پُر اصرار خصوصی مکانیب کے ذریعہ میری سمیت بندھائی۔ اور
اس ماہم فوزی ضرورت کا احسّاس دلایا۔ لہذا وقت کی ضرورت اور اس موضوع کی
اہمیت کے پیش نظر فقیر نے اپنی دیگر تالیفی مصروفیات چھوڑتے ہوئے اس کتابچہ
کی ترتیب و تدوین کو اولیت دی۔ مولے تعالیٰ مقبول خاص و عام فرائے آمین

فقیر قادری، گدائے رضوی

محمد حسن علی غفرلہ الولی میٹسی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّم

سُورِجِ اِلٰہِ پاؤں پلے چاند اشارے سے ہو چاکٹ
اندھے نجدی دیکھ لے قدرتِ رسول اللہ کی

بے علم خود کا فرہا دنیا میں ایک بھلائی ایمان نہیں

بابائے دہلیت مولوی اسماعیل دہلوی اپنی تقویت الایمان ص ۴۴ پر بحوالہ شکوۃ نقل کرتے ہیں۔

پھر بھیجے گا اللہ ایک باڈ اچھی۔ سو جان نکال لے گی۔ جس کے دل میں ہوگا
رائی کے دانہ بھرا ایمان۔ سورہ جائیں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں
سو پھر جائیں گے اپنے باپ دادا کے دین پر۔

ایک حدیث شریف کے الفاظ بھی خود ہی نقل کیے۔ اور ص ۴۴ پر اس

کا ترجمہ یہ کیا۔

”نکلے گا وہ جہاں سو بھیجے گا۔ اللہ بڑے کریم کو۔ سو وہ ڈھونڈھے گا اس کو
تباہ کر دے گا اس کو پھر بھیجے گا اللہ ایک باڈ ٹھنڈی (سرد ہوا) شام
کی طرف سے، سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں نہ ہو
بھرا ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی۔“

حدیث مذکور لکھ کر مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویت الایمان کے اسی صفحہ ۴۴ پر صاف
صاف لکھ دیا کہ

”سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔“

اب نہ خروج و جہاں کی حاجت، نہ نزول مسیح کی ضرورت، ان کی قسمت
کی وہ سرد ہوا (ٹھنڈی باد) چل گئی۔

تمام دنیا کو کافر و مشرک اور بے ایمان بنانے کے بابائے دہلیت نے
ختم دنیا کی حدیث اپنے زمانہ موجودہ پر حمادی۔ اور صاف لکھ مارا۔

”سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔“

گویا وہ سچا چل گئی اور دنیا میں معاذ اللہ مرے کافر ہی کافر ہیں جس کے دل
میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان تھا۔ فنا ہو گیا۔

بتایا جائے کہ مولوی اسماعیل صاحب اور اس کے پیرو کیا اس دنیا سے کہیں
الگ بستے ہیں؟ وہ بھی اسی دنیا میں ہیں۔ اپنے اس قول و سترار سے یہ خود
ٹھیکٹ کا فر ثابت ہوئے۔

اکابر دیوبند اپنے اہلینہ میں

دیوبندی شاطر — اپنے منہ کا فر

عزبان میری ہے بات ان کی

کلمات کفر از علماء دیوبند	فتویٰ کفر از علماء دیوبند
---------------------------	---------------------------

”صاحبو! محمد بن عبد الوہاب نجدی ابتدا
تیرہویں صدی نجد عربی ظاہر ہوا۔
اور چونکہ عقاید خیالات باطلہ اور عقاید
فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے
اہل سنت و جماعت سے قتل و
قتال کیا۔۔۔۔۔ سلف صالحین اور اتباع
کی شان میں نہایت گستاخی اور بے
ادبی کے الفاظ استعمال کیئے شارح
نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا

(۱) ”جو الفاظ سوچم تحفیر حضور سرور کائنات
علیہ السلام ہوں۔ اگرچہ کہنے والے
نے نیت حقارت نہ کی ہو مگر
ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے“
دلائل رشیدیہ ص ۲۲
از مولوی رشید احمد گنگوہی
دیوبندی

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

کلمات کفر از علماء دیوبند

الصلوة والسلام میں "یا نبیہ" گستاخی
کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے
آپ کو مماثل ذات سرور کائنات
خیال کرتے ہیں۔

(الشہاب الثاقب ص ۴۲ و ص ۴۳)

از مولوی حسین احمد صاحب "مدنی" صدر
مدرسہ دیوبند

"تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت
واقع ہو گئے ہیں۔ اس زمانہ کی جہالت
کا علاج تھا۔۔۔ یہ بے خشک لہجہ ادبی
اور گستاخی ہے۔۔۔ ان الفاظ کو
استعمال بھی نہ کیا جاوے گا۔"

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۱۵)
از مولوی اشرف علی صاحب
تھانوی دیوبندی

"جن الفاظ میں ایہا گستاخی ہے
ادبی کا ہوتا تھا۔ ان کو بھی باعث ایذا
جناب رسالت مآب علیہ السلام ذکر کیا
اور آخر میں فرمایا کہ بس ان کلمات کفر
کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہیے
اگر متدور ہو۔ اور اگر باز نہ آوے قتل کرنا
چاہیے۔ کہ مودی و گستاخ شان جناب
کبریٰ تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول
امین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔"

(الشہاب الثاقب از مولوی
حسین احمد صاحب "مدنی" صدر
مدرسہ دیوبند ص ۵)

فقہ کفر از علماء دیوبند

کلمہ کفر از علماء دیوبند

(۳) جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجاہدین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔

(المہند ص ۳۶ از

مولوی خلیل احمد صاحب انبھٹوی دیوبند)

یاد رہے کہ المہند نامی کتاب مولوی

عماد الحسن دیوبندی، مولوی احمد حسن امرتسری

مولوی کفایت اللہ دہلوی مولوی عاشق الہی دہلوی

اور خود مولوی اشرف علی تھانوی کی مصدقہ ہے۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“

(حفظ الایمان ص ۱۸۰ مولوی اشرف علی تھانوی)

(۴) بابائے وہابیت و دیوبندیت مولوی

اسماعیل صاحب دہلوی غیروں سے مدد

مانگنے والوں کو اللہ شرک قرار دیتے

ہوئے لکھتے ہیں۔

تجہ سوا مانگے جو غیروں سے مدد

فی الحقیقت ہے وہی شرک اللہ

دوسرا اس سنا نہیں دنیا میں بد

ہے گلے میں اس کے جل من مسد

سب سے اُس پہ لعنت و پکار ہے۔

مردوں سے حاجتیں مانگنا اور

جناب حاجی اماد اللہ صاحب اکابر علماء دیوبند

کے پیرو مرشد ہیں۔ وہ تحذیر الناس، حفظ

الایمان، براہین قاطعہ کے کفریات کی

تائید نہیں فرماتے۔ وہ اہل سنت کے

مطابق عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ بعد از

وصال اپنے پیرو مرشد مولانا نور محمد صاحب

کو امداد کے لئے پکارتے ہوئے لکھتے

ہیں۔

تم ہوائے نور محمد خالص محبوب

ہند میں ہونا میں حضرت محمد مصطفیٰ

کلمہ کفر از علماء دیوبند

”تم مددگارِ مددِ امداد کو پھر خوف کیا
عشق کی پرسن کے ماتیں کانپتے ہیں دوپا
اے شہِ نذرِ محمد وقت ہے امداد کا
آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری فتح اتکا“
(شما تم امدادیہ ص ۸۳ و
امداد المشتاق ص ۱۱۶)

فتوے کفر از علماء دیوبند

ان کی منت ماتنا کفار کی راہ ہے۔
(تذکیر الانحوان ص ۲۴۳ و ص ۸۳)

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسو دیوبند
قصائد قاسمی ص ۷۸ پر لکھتے ہیں
مددگارے کرم احمدی کہ تیرے ہوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی و کار
مگر کرے روح القدس میری مدد گلی
تو اس کی مدح میں کروں میں تم شہار
جو حیرتِ دل پر ہو فکر کی میرے
تو آگے بڑھ کے کہو کہ جہاں کے سردار

”ہا اکثر لوگ پیروں کو پیغمبروں کو اہل
کو اور شہیدوں کو اور پرہیزوں کو مشکل
کے وقت پکارتے ہیں۔ ان سے
مرادیں مانگتے ہیں۔ وہ شرک میں
گرفتار ہیں۔“

(تقویۃ الایمان ص ۱۵ از مولوی اسماعیل دہلوی)

”انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا
بزرگ ہے۔ سو اس کی بڑے بھائی کی
سی تعظیم کیجیے۔“

”انبیاء اولیاء امام زادے پیر شہید
حقنے اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ وہ

(۶) کوئی ضعیف الایمان بھی ایسی خرافات
زبان سے نہیں نکال سکتا اور جو اس کا
قائل ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر
اتنی ہی فضیلت ہے۔ جتنی بڑے
بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے۔

کلمات کفر از علماء دیوبند

سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے
عاجز ہمارے بھائی۔
(تقویۃ الایمان ص ۲۸ از مولوی محمد
اسماعیل دہلوی)

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

تراس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ
وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔
(المہند ص ۲۸ از مولوی خلیل احمد
انبیٹھوی)

کھول دے دل میں در علم حقیقت میر رب
ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے
(تعلیم الدین ص ۱۳۴ از مولوی اشرف علی
تھانوی۔ سلاسل طیبہ ص ۲۲ از مولوی
حسین احمد مدنی۔ ابداد السلوک ص ۱۴۵
از مولوی رشید احمد گنگوہی)

”کوئی کسی کے لئے حاجت و مشکل کشا
و دستگیر کس طرح ہو سکتا ہے۔ ایسے
عقاید والے لوگ بالکل پکے کافر ہیں۔
ان کا کوئی نکاح نہیں۔ ایسے عقاید باطلہ
پر مطلع ہو کر جو انہیں کافر مشرک نہ کہے
وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔
(جواہر القرآن ص ۱۲۱ المختص از مولوی
غلام خاں)

شیطان اور ملک الموت کو یہ وصعت
(علم محیط الارض) نص سے ثابت ہوئی۔
فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نقص قطعی
ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے
ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(برائین قاطعہ ص ۵۵ از مولوی خلیل احمد
انبیٹھوی و رشید احمد گنگوہی دیوبندی)

”ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس
کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام
سے زیادہ ہے وہ کافر ہے۔
(المہند ص ۱۳۴ از مولوی خلیل احمد
انبیٹھوی)

اس کتاب پر مولوی محمد الحسن دیوبندی مولوی
اشرف علی تھانوی مفتی کھایت اللہ دہلوی مولوی علی شمس الدینی
ریاضی کی تصدیق و تائید موجود ہے۔

کلمات کفر از علماء دیوبند

ایک خاص علم کی وسعت آپ (رضو علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو نہیں دی گئی۔ اور اطمینان کو دی گئی ہے۔
والشہاب الثاقب ص ۹۱ از مولوی
حسین احمد مدنی

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

(۹) جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ وہ کافر ہے۔ (المہند ص ۱۲)

انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں۔ تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی تمام عمل اس میں بسا اوقات اتنی بظاہر مساوی ہو جاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔
(تحذیر الناس ص ۵۸ از مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

(۱۰) ہمارے یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں نبی کریم علیہ السلام سے اعلیٰ ہے۔ وہ کافر ہے۔ ہمارے حضرات اس کے کافر ہونے کا فتوے دے چکے ہیں۔
(المہند ص ۱۲ از مولوی خلیل احمد اہل حق مطبوعہ مکتبہ تحفانوی کراچی ص ۱۳)

"درغ صریح بھی کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ہر قسم کا حکم یکساں نہیں ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں۔ بالکلہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ خالی غلطی سے نہیں"

۱۱) "انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ ان کو ترک معاصی سمجھنا العیاذ باللہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔ اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریک پڑھنا جائز بھی نہیں۔ فقط واللہ اعلم
احمد سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

کلمات کفر از علماء دیوبند

جواب صحیح ایسے عقیدے کا کفر ہے جب تک تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کریں۔

مسعود احمد عفی اللہ عنہ

مہر دارالافتاء دہلی دیوبند فتویٰ ۱۴۱
ماہوزا شہباز دہلوی محمد عیسیٰ ناظم مکتبہ عجمی
اسلامی لودھراں ضلع ملتان و ماہنامہ
”تجلی“ دیوبند اپریل ۱۹۵۶ء

(۱۲) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس
اللہ سرہ العزیز نے متعدد فتاویٰ میں یہ
تصریح فرمائی کہ جو شخص ابلیس لعین کو
رسول مقبول علیہ السلام سے اعلم اور
اوسع علما کہے وہ کافر ہے۔
(الشہاب الثاقب ص ۸۷)

”ایک خاص علم کی وسعت آپ حضور
علیہ السلام کو نہیں دی گئی۔ اور ابلیس لعین
کو دی گئی ہے۔“
(الشہاب الثاقب ص ۹۱ از مولوی حسین
صدر مدرس دیوبند مطبوعہ کتب خانہ
رحیمیہ دیوبند)

(۱۳) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس
اللہ سرہ العزیز نے متعدد فتاویٰ میں
تصریح فرمائی ہے کہ جو شخص ابلیس لعین
کو رسول مقبول علیہ السلام سے اعلم اور اوسع
علما کہے وہ کافر ہے۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک
الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا
فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل
محض قیاس قاسد سے ثابت کرنا ترک
نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

(الشہاب الثاقب از مولوی
حسین احمد "مدنی" ص ۸۸)

کلمات کفر از علماء دیوبند

و ملک الموت کو یہ وصیت قرآن و حدیث سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم (علیہ السلام) کی وصیت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(برائین قاطعہ ص ۱۵ از مولوی خلیل احمد انبھوی)

(۱۳) ان اللغة العربية حاكمة
بأن معنی خاتم النبیین فی
الآیۃ هو آخر النبیین
لا غیر

”بے شک زبان عربی کا اہل فیصلہ
ہے کہ آیت کریمہ کے اندر خاتم النبیین
کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے۔ دوسرا
کوئی معنی نہیں۔“

(ہدایۃ المہدیین ص ۲)

اجمعت علیہ الامة فیکمذ

مدعی خلافت و قتل ان اصر
”امت محمدیہ کا خاتم النبیین کے
معنی پر اجماع و اتفاق ہے۔ لہذا

عوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم
ہونا یا اس معنی ہے کہ آپ کا زمانہ
انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد او
آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم
پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں
بالذات کچھ تفصیل نہیں بچر مقام مد
میں وَلَکِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ
النَّبِیِّیْنَ فرما نا کیونکہ صحیح ہو سکتا
ہے۔“

(تحذیر الناس ص ۱۷ از مولوی محمد تقی
نانوتوی مطبوعہ راشد کمپنی دیوبند)

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

خاتم الانبیاء کا دوسرا معنی گھڑنے والا کا ہے۔
ہے۔ اور اصرار کرے تو قتل کیا جائے۔

ہدایۃ المہدیین ص ۳۵
از مفتی محمد شفیع دیوبندی سابق مفتی مدرونی

(۵) جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب
نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی نا جائز
ہو گا۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور
سے سنتے ہیں۔ بسبب علم غیب کے

تو خود کفر ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۹)

از مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی

"یہ عقیدہ کہ آپ (ص) علیہ السلام

کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔"

فتاویٰ رشیدیہ دوم ص ۱۱

کلمات کفر از علماء دیوبند

جناب حاجی امداد اللہ صاحب اکابر دیوبند
کے پیر و مرشد ہیں۔ وہ کفریہ عبارات
مثل حفظ الایمان و برائین قاطعہ کی
تائید نہیں کرتے۔ وہ فرماتے ہیں:

"اگر کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اولیاء

کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق

جس طرف نظر کرتے ہیں۔ دریافت

و ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے۔

اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث و حضرت

عائشہ (کے معاملات) سے خبر نہ تھی

اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں۔

یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم کے واسطے توجہ

ضروری ہے (خاتم امداد دوم ص ۱۱)

نوٹ: صلح حدیبیہ کے متعلق گستاخان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ خیرہ چٹھی اور شورہ

فتویٰ کفر از علماء دیوبند	کلمات کفر از علماء دیوبند
(۱۳) نبی کو جو حاضر و ناظر کہے۔ بلا شک شرع اس کو کافر کہے۔ جواب القرآن ص ۱۷ مولوی غلام حارث دیوبندی	رسول اللہ اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ

پشتی ہے کہ معاذ اللہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اپنے سفیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انجام سے بے خبر تھے۔ اس لیے بے بنیاد اور لغو ہے کہ بیعت رضوان کے موقع پر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا تھا کہ یہ بیعت حضرت عثمان کی طرف سے ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ قتل کی خبر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلط سمجھتے تھے۔ اور واقفان اسرار نبوت کو بتا رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس "واقعہ افک" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ: میں اپنے اہل کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ "افک" منافقین کی جانب سے ایک گھناؤنی، گہری سازش تھی۔ بہتان عظیم اور افتراء پر دازی تھی۔ سکوت میں یہ راز پنہاں تھا کہ الزام کی تحقیق و تبیین سے قبل اسے کلیتہً مسترد کر دینا حکم اور امریت کے مترادف تھا۔ دوسرے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم عدلیہ کے تمام تعاضفے پورے کرنا چاہتے تھے۔ اور واقعہ کی پوری طرح تفتیش اور چھان بین کو آزاد عدلیہ کے لئے لازم و ملزوم سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس واقعہ کی باضابطہ تحقیق و تفتیش ہوئی۔ اور تہمت تراشنے والوں پر حد قذف (۸۰ درتے) جاری کی گئی۔ اور یوں کسی پاکباز اور باعصمت خاتون پر ناپاک الزام لگانے والوں کے خلاف منزا کا اعلان قاتخون کی شکل اختیار کر گیا۔

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

کلمات کفر از علماء دیوبند

حاصل نہیں۔

دستگیر الٹاس ص ۱۱ از مولوی محمد قاسم
 "انوتوی بانی مدرسہ دیوبند"

(۱۷) "ہم اور ہمارے اکابر حضور سید رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش مبارک کی
 اہانت موجب کفر سمجھتے ہیں جیسا بیگم
 ولادت با سعادت کے متعلق کلمات
 مستحقین و مستحقہ مستحق کرنا۔
 (المہند ص ۱۱ از مولوی خلیل احمد
 افسیٹوی)

"یہ ہر روز اعادہ ولادت حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کا شل مہنود کے سانگ کنہیا
 کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔
 (برائین قاطعہ ص ۱۳۸ از مولوی خلیل
 احمد افسیٹوی دیوبندی)

(۱۸) کہتے ہیں کہ ان (دیوبندی) لوگوں
 کے نزدیک معاذ اللہ خداوند اکرم جل
 علا شانہ کاذب اور جھوٹا ہو سکتا ہے
 یہ سب غلط ہے اور افتراء محض ہے
 ہرگز ہمارے اکابر اس کے قائل نہیں
 بلکہ اس کے معتقد کو کافر و نذیق کہتے
 ہیں۔

(الشہاب الثاقب ص ۸۷ از مولوی حسین احمد
 ہمد دیوبند)

"لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور
 باشد ترجمہ: ہم نہیں مانتے اللہ کا جھوٹ بولنا
 یک روزی ص ۱۳۵
 والا لازم آید کہ قدرت انسانی نید
 از قدرت ربانی باشد
 ترجمہ: اگر خدا جھوٹ نہ بول سکے تو لازم آئے
 گا کہ آدمی کی قدرت اس سے بڑھ جائے
 یک روزی ص ۱۳۵ گی۔"

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

کلمات کفر از علماء دیوبند

(۱۹) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے (علم غیب رسول) یا بلا اعتقاد صراحتہ یا اشارہ یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ وہ تکذیب کرتا ہے۔ نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

(بسط البیان ص ۱۳۷ از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی)

”پھر یہ کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے۔ یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“

(حفظ الایمان از مولوی شرف علی تھانوی)

(۲۰) علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے۔ اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہا ہم شرک سے خالی نہیں۔“

(فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۳۷ از مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی)

”بیان بالا سے ثابت ہوا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے۔ نہ یہاں ہو سکتی ہے۔“

(توضیح البیان علی حفظ الایمان ص ۱۳ از مولوی رفیع حسن درہنگی چاندپوری)

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بعباء الہی حاصل ہے۔“

(توضیح البیان علی حفظ الایمان ص ۱۳)

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

کلمات کفر از علماء دیوبند

(۲۱) یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا۔ صریح شرک ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم ص ۱۸)
علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے
اس لفظ کو کسی تاویل کے دوسرے
پر اطلاق کرنا ایہاں شرک سے خالی
نہیں۔

غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں مولانا
(تھانوی) نے دو شقیں فرمائی ہیں۔ ایک
شق کو سب میں موجود مانتے ہیں۔ یہی
کہہ رہے ہیں کہ جو علم غیب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ وہ سب میں
موجود ہے۔ بلکہ اس معنی کو سب میں
موجود مانتے ہیں۔

(الشہاب الثاقب ص ۱۷۱)
حسین احمد

(فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۱۷۱)

(۲۲) کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک
معاذ اللہ خداوند اکرم جل و علا شانہ
کاذب اور جھوٹا ہو سکتا ہے۔ اور ہو سکتا
ہے کہ خدا کے کلام میں جھوٹ ہو۔ یہ سب
غلط اور افتراء محض ہے۔ ہرگز ہمارے
اکابر اس کے قائل نہیں۔ بلکہ اس کے
معتقد کو کافر و زندیق کہتے ہیں۔

مسئلہ امکان کذب کے البتہ حضرت
مولانا گنگوہی اور ان کے متبعین حسب
رائے اکابر سلف صالحین قائل تھے اور
ہیں۔

(الشہاب الثاقب ص ۸۲)
مولانا گنگوہی بعض اتباع مولانا سہیل
مشہد مسئلہ امکان کذب کے قائل ہوئے

نوٹ: مذکورہ بالا ہر دو عبارات میں مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی حسین
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تسلیم کیا ہے۔

کلمات کفر از علماء دیوبند

ہیں۔ یہ قول محض افتراء و جہالت ہے مولانا گنگوہی نے سلف صالحین امت پر جو کلمہ کا اتباع کیا ہے۔

(شہاب ثاقب ص ۸۳ از مولوی حسین احمد صدر دیوبند)

فتویٰ کفر از علماء دیوبند

(شہاب ثاقب ص ۸۵)

لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی
مستطور باشد

(یکم روزی ص ۱۲۵)

یعنی ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ
بولنا محال ہو۔

(۲۳) اس (اللہ تعالیٰ) کے کسی کلام میں

کذب کا شائبہ اور خلاف کا واقعہ بھی
بالکل نہیں۔ جو اس کے خلاف عقیدہ
رکھے یا اس کے کلام میں کذب کا وہم
بھی کرے وہ کافر و ملحد و بدعتی ہے

اس میں ایمان کا شائبہ بھی نہیں۔
(المہند ص ۱۹ از مولوی خلیل اللہ چھوٹی دیوبند)

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی
نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ
فرق نہ آئے گا۔

(تحذیر الناس از مولوی محمد قاسم
نانوتوی ص ۳۲)

(۲۴) جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے آخری نبی ہونے کا منکر ہو اور
یہ کہے کہ پھر کا زمانہ سب انبیاء کے
زمانہ کے بعد نہیں۔ بلکہ آپ کے بعد اور
کوئی نبی آسکتا ہے تو وہ کافر ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ۷۲ از مولوی
حسین احمد صدر دیوبند)

فتویٰ علماء دیوبند

کلمات کفران علماء دیوبند

(۲۵) اس عبارت میں کس طرح تصریح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں ہونے کی فرما رہے ہیں۔ اور آپ کے خاتم زمانی ہونے کے منکر کو شکا فرما رہے ہیں؟

(الشہاب الثاقب ص ۳۷ از مولوی حسین احمد صد مدرس دیوبند)

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء و رسل کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلَٰكِنْ تَرٰٓسُوْلًا لِّدٰٓخِلِیْ وَخَاتَمًا لِّلنَّبِیِّیْنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟“

(تخذیر الکس ص ۵۷ مولوی قاسم نانوتوی مدظلہ العالی)

(۲۶) ”ہمارے یقین ہے کہ جو شخص کہے کہ فلاں نبی کریم علیہ السلام سے اعلیٰ ہے وہ کافر ہے۔ اور ہمارے حضرت اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔ پھر چلا ہماری کسی تصنیف میں یہ سٹک کہہ لیا پایا جاسکتا ہے۔“

(المہند ص ۳۱ از مولوی خلیل انبیٹوی)

”شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت (علم) نص (قرآن و حدیث) سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے (براہین قاطعہ ص ۵۱ از مولوی خلیل احمد انبیٹوی)

کفریہ عبارات کی تاویلات کے تضاد میں اقرارِ کفر

علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کی کفریہ عبارات کی آج تک جو مختلف النوع و متضاد تاویلات کی ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے یکسر مختلف و متضاد ہیں۔ بلکہ ایک کی تاویل سے دوسرے پر حکم تکفیر عائد ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی تاویل سے سیرا کا فرق قرار پاتا ہے۔ سر و دست ہم بطور نمونہ صرف حفظ الایمان اور تحذیر الناس کی عبارات پر مبنی مخالفین کے ذہنی خلط و ثار کا نقشہ قارئین کرام کی حسیافتِ طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔

عبارت حفظ الایمان

”حفظ الایمان“ دیوبندی حکیم الامت جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی تصنیف ہے۔ جس کے صفحہ ۸ پر یہ عبارت موجود ہے۔
”پھر کہ آپ (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافتِ طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“

علماء اہل سنت کا مواخذہ

جب اس گستاخانہ عبارت پر علماء اہل سنت خصوصاً امام اہل سنت علی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے مواخذہ فرمایا اور حسام الحرمین میں اکابر و مشائخ علمائے عرب و عجم اور الصواریم الہندیہ میں بڑے صغیر پاک و ہند کے مشہور و ممتاز علماء و فقہاء نے فتویٰ کفر و یالومضف حفظ الایمان اور اس کی ذریت کے پاؤں اکھڑ گئے۔ صاف اور سیدھے انداز میں توبہ کرنا مقدر میں نہ تھا لہذا نئی تاویلات بھونے لگیں عبارت کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

www.NAFSEIS.COM

تو قارئین کرام حفظ الایمان کی محولہ بالا عبارت پر غور فرمائیں۔ اور اچھی طرح ذہن نشین فرمائیں اور سوچے تو کسی پرانے چھاپے سے عبارت کی مطابقت کر لیں۔ ہمارے پاس لاہور۔ دہلی۔ دیوبند سے چھپنے والے ایڈیشنوں میں بعینہ و بلفظ اسی طرح مرقوم ہے۔ جس طرح اوپر مذکور ہے۔

کتر بیونت

جب مولوی اختر علی صاحب تھانوی کو اپنی اس گستاخی پر سخت مواخذہ اور فتاوے کفر کا سامنا کرنا پڑا۔ تو سیدھی بات یہ تھی کہ علماء و فقہاء عرب و عجم کی تصریحات کے مطابق عبارت سے توبہ کر لی جاتی۔ اور توبہ کی اشاعت فرمادیتے۔ لیکن انہوں نے حفظ الایمان کی اس عبارت میں کتر بیونت مشروع کر دی۔ اور عبارت کا حلیہ بگاڑ کر یوں پیش کی گئی۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا

جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو الخ

(حفظ الایمان ص ۱ مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند یو۔ پی۔ شائع شدہ

نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

مذکورہ جدید عبارت میں علم غیب کی جگہ عالم الغیب کر دیا گیا اور مولوی منظور سنبھلی کے رسالہ ماہنامہ الفرقان بریلی مطابق رجب ۱۳۵۴ھ میں اس ترسیم کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ مگر اس سے ہی کونسے اچھے معنی پیدا ہوتے تھے۔ زید، عمرو، صبی و مجنون، حیوانات و بہائم کے الفاظ تو بدستور موجود تھے۔ لہذا عوام و خواص مطمئن نہ ہو سکے۔ نہ ہی کفری معنی بدلے۔ لہذا بعد میں کسی مولوی معین صاحب کی وساطت سے اپنے حیدر آباد دکن کے عامہ مخلصین کی اپیل پر رسالہ تفسیر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان میں مؤخر الذکر جملہ کی یوں گت بنائی۔

لہذا قبولاً للمشورہ اس کو لفظ اگر کے بعد سے عالم الغیب کہا جاوے
تک اس طرح بدلتا ہوں۔ اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو
..... اس طرح پڑھا جاوے۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو
اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علوم
غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔ الخ

(اشرف علی تھانوی ۸ صفر ۱۳۵۴ھ وقت الضحیٰ فقط)

قارئین کرام سے انصاف کے نام پر اپیل ہے، اگر حفظ الایمان
کی عبارت نے الواقع کفریہ نہیں تھی۔ اور اس میں کوئی گستاخی نہ تھی۔ تو ترسیم
در ترسیم اور کتر بیونت کی کیا ضرورت تھی؟

ثابت ہوا کہ عبارت نے الواقع گستاخانہ اور کفریہ تھی جس سے غیر مشروط
توبہ لازمی تھی۔ مگر توبہ متحدہ میں نہ تھی۔ لہذا کتر بیونت کی نوبت آئی۔ لیکن کتر بیونت
سے کفر زائل نہیں ہوتا۔ کھلم کھلا توبہ چاہیے تھی۔

عبارت "حفظ الایمان" پر علماء دیوبند کی خانہ جنگی

عبارت "حفظ الایمان" کی علماء و مناظرین دیوبند نے مختلف النوع و متضاد تاویلات کی ہیں۔ چند تاویلات کا تضاد ملاحظہ ہو۔
مولوی مرتضیٰ حسن دروہنگی چاند پوری

کہتے ہیں۔

"واضح ہو کہ (حفظ الایمان میں) ایسا کالفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں۔"

(توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۷ مطبع قاسمی دیوبند)
"عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر اور اتنا ہے۔ پھر تشبیہ کیسی؟ (توضیح البیان)

گویا ایسا اگر تشبیہ کے معنی میں ہوتا تو قابل اعتراض اور کفر تھا۔ لیکن اتنا اور اس قدر میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔

مولوی حسین احمد صد دیوبند

اب مولوی حسین احمد صاحب صدر المدرسین مدرسہ دیوبند کی سنئے۔ وہ کہتے ہیں۔

حضرت مولانا (تھانوی) عبارت میں ایسا فرماتا ہے میں۔ لفظ اتنا تو نہیں

فرمایا ہے۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اور چیزوں کے برابر کر دیا۔۔۔۔۔
 ... اس سے بھی اگر قطع نظر کریں۔ تو لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔
 (الشہاب الثاقب ص ۱۰۲)

صدر مدرسہ دیوبند کے اس قول سے ثابت ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں لفظ
 ایسا تشبیہ کے لئے ہے۔ اور اگر ایسا، اتنا یا اس قدر کے معنی میں ہوتا تو قباحت
 تھی۔ اور اس کو تو بین رسالت اور کفر قرار دیا جاسکتا تھا۔

ما حاصل

مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی چاندپوری اور مولوی حسین احمد ٹانڈوی کی تاویلات
 کا خلاصہ اور ما حاصل یہ ہے کہ درہنگی صاحب کے بقول اگر ایسا تشبیہ کے معنی
 میں ہوتا تو کفر تھا جس سے تشبیہ کا اقرار کرنے والے مولوی حسین احمد صاحب
 کافر قرار پائے۔ اور بقول صدر دیوبند لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہوتا
 تو کفر ہوتا نہ پہلے سے بقول مولوی حسین احمد صاحب مولوی مرتضیٰ حسن درہنگی
 ایسا کا اتنا اور اس قدر معنی کر کے کافر قرار پائے۔

مولوی منظور سنبھلی اور حسین احمد ٹانڈوی کا معرکہ

آپ ابھی ”الشہاب الثاقب“ کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں کہ مولوی حسین احمد
 صدر دیوبند کے نزدیک لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہے۔ لیکن اس کے برعکس
 سلطان المناظرین دیوبند یہ مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان لکھنؤ اس کے برعکس
 کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

”حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔“

بلکہ وہ یہاں بدول تشبیہ کے اتنا کہ معنی میں ہے؟
 (فتح بریلی کا دیکھن نظارہ ص ۳۲)
 مخط الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے
 (ص ۳۴)

اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب
 بیان کر رہے ہیں۔ جب تو ہمارے نزدیک بھی موجب کفر ہے؟
 (ص ۳۵)

نوٹ :- یہ کتابچہ بریلی شریف کے اس عظیم الشان تاریخی مناظرہ کی دیوبندی و ندو
 ہے جو سلطان العلوم، امام المناظرین، محدث اعظم، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا
 محمد سردار احمد صاحب بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف، و فیصل آباد اور مولوی
 منظور سنہلی مدیر الفرقان لکھنؤ کے درمیان حفظ الایمان کی عبارت پر ہوا تھا۔ سید
 محبت اعظم حضرت علامہ محمد سردار احمد صاحب قبلہ قدس سرہ کا فرمانا تھا کہ لفظ ایسا
 تشبیہ کے لئے ہے مولوی منظور نے کہا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ لفظ ایسا
 اتنا کہ معنی میں ہے۔ اور یہ کہ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی
 سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں۔ تو ہمارے نزدیک بھی کفر ہے۔ گویا کہ
 ایسا کو تشبیہ کے طور پر استعمال کرنا مولوی منظور سنہلی کے نزدیک کفر ہے
 اور مولوی حسین احمد صاحب صدر دیوبند بر ملا کہہ رہے ہیں کہ لفظ ایسا تو کلمہ
 تشبیہ کا ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۲) ثابت ہوا کہ دیوبندی سلطان
 المناظرین مولوی منظور سنہلی کے فتوے کے مطابق مولوی حسین احمد
 صدر دیوبند کا فرہی ہے۔

کافر ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا
 جو کچھ کیا وہ تم نے کیا بے خطا ہوں میں

عبارت تحذیر الناس

تحذیر الناس بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب ہے اس کے دیوبند اور انارکلی لاہور سے چھپنے والے دو پرانے ایڈیشنوں میں ص ۲ پر یوں ہے۔

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے۔ اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مرجع میں وَلَکُمْ رَسُوْلٌ اللّٰہِ وَخَاتَمُ النَّبِیَّاتِ فرمایا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔“

اور ص ۲۸ پر یوں ہے۔

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

تحذیر الناس کی یہ وہ عبارات ہیں جن کے رد میں علماء برصغیر نے بکثرت کتب تحریر فرمائیں۔ ان عبارات پر بھی علماء عرب و عجم نے حکم کفر صادر فرمایا۔ دیکھو حمام الحرمین و الصوارم الہندیہ وغیرہ

اعتراض حقیقت

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں : جس وقت سے مولانا (قاسم نانوتوی) نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا (نانوتوی) کے ساتھ موافقت نہیں کی پھر

مولانا عبدالحی صاحب کے:

(الافاضات الیومیہ جلد چہارم صفحہ ۵۸ زیر ملاحظہ ۹۲۷)

ہندوستان بھر کے علما کی عدم موافقت کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ نانوتوی صاحب اپنی زندگی میں اپنا توبہ نامہ چھاپ دیتے۔ یا پھر اکابر و مشاہیر علماء عرب و عجم کا فتویٰ بصورت "حسام الحرمین" سامنے آنے کے بعد عبارات تحذیر الناس کی تاویلات نہ کی جاتیں مگر اب تک ایک طرف تو مذموم تاویل کی جارہی ہے۔ اور دوسری طرف اب مکتبہ راشد کمپنی دیوبند کی طرف سے شائع ہونے والے تحذیر الناس کے نئے ایڈیشن میں مؤخر الذکر ص ۲۸ کی عبارت کو بدل کر کھلم کھلا تحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے ملاحظہ ہو:

تحذیر الناس میں تحریف

تحذیر الناس ص ۲۸ کی پرانی اصل عبارت قدیم ایڈیشنوں میں یوں ہے۔

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس ص ۲۸)

لیکن اس عبارت سے توبہ و رجوع کی بجائے دیوبندیوں نے یہ نیا جھرو چلایا کہ اصل عبارت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ ملاحظہ ہو نئی عبارت یہ ہے۔
"اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔"

(تحذیر الناس ص ۲۲ شائع کردہ مکتبہ راشد کمپنی دیوبند یو۔ پی)

عبارت میں نبی پیدا ہونے کی جگہ نبی فرض کیا جائے کر دیا۔

اس کا رستانی سے ثابت ہوا کہ یہ عبارت خود علما دیوبند کے نزدیک بھی کفر ہے لیکن وہ اپنے بانی مذہب کی تکفیر نہیں کرنا چاہتے۔ اس لیے عبارت میں تحریف کر ڈالی۔ اور ممکن ہے ابھی آئندہ ایڈیشنوں میں مزید تحریف ہو۔ حفظ الایمان و تحذیر الناس کی ان تحریفات سے ثابت ہوا کہ ان کتب کی اصل عبارات خود اہل دیوبند کے نزدیک بھی

قابل اعتراض اور تنقیص شان رسالت و انکار ختم نبوت پر مبنی ہیں۔ مگر چونکہ اپنے ہیں۔ اس لئے تنقیض کے حکم شرعی سے احتراز کیا جاتا ہے۔ مگر بغیر توبہ و تجدید ایمان محض تحریف سے تو عند ان کی ذات بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔

تضادات

ہمیں اختصار مانع ہے۔ ورنہ حفظ الایمان کی عبارت کی طرح ”تخذیر الناس“ کی اس عبارت کی بھی مختلف النوع و متضاد تاویلات کو مفصل بیان کیا جاتا۔ قارئین کرام و منصف مزاج اہل علم چاہیں تو سیف یلانی، مناظرہ اوری کی دیوبندی داستان، چراغ صنت، عبارات اکابر، الشہاب الثاقب، المہند سے اس عبارت پر دیوبندی تضادات ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

لرزه خیز انکشاف و سیخ خیز ہماکہ

ایک طرف تو آج کل بعض علماء دیوبند عبارات ”تخذیر الناس“ کی لایعنی و بے معنی تاویلات کر کے اس کو عین اسلام و عین ایمان قرار دینے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ دوسری طرف دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب نے یہ انکشاف کیا ہے کہ ”تخذیر الناس“ کے کفر سے مولانا نانوتوی کلمہ پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔ تھانوی صاحب ہی کی زبانی سینے لکھتے ہیں: ”تخذیر الناس“ کی وجہ سے جب مولانا نانوتوی (پرفتوے لگے تو جواب نہیں دیا بلکہ یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونے کا طریقہ بڑوں سے یہ سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے کوئی مسلمان ہو جاتا ہے۔ تو میں کلمہ پڑھتا ہوں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

(الانافات الیومیہ جلد ۴ ص ۲۹۲ زیر ملفوظ ۱۳۵۷)

اب جو لوگ اس عبارت کی تاویل میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ وہ گویا کفر کی حمایت و تاویل کر رہے ہیں۔

مولوی محمد حسن نانوتوی کی توبہ

یہ صاحب بھی اکابر دیوبند میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ یہ صاحب بھی تحذیر الناس کی عبارت سے تحریری توبہ کر چکے ہیں۔ ان کی کہانی ان کی اپنی زبان سے سنئے۔ فرماتے ہیں۔

مولوی نقی علی خاں (والد ماجد علیہ الرحمۃ فاضل بریلوی قدس سرہ) نے ان بن عباس کی صحت نسیم کرنے کی وجہ سے مولانا محمد حسن نانوتوی کی تکفیر کی۔ مولانا محمد حسن نے آخر میں مولوی نقی علی خاں کے ایک صاحبی رحمت حسین کو یہ لکھا: جناب مخدوم و مکرم ہندو دہم بخیر ہم پس از سلام مسنون التماس ہے۔ مگر مولوی (نقی علی خاں) صاحب نے برہمسافر نوازی غلطی تو ثابت نہ کی۔ اور نہ مجھ کو اس کی اطلاع دی۔ بلکہ اول ہی کفر کا حکم شائع فرمادیا اور تمام بریلی میں لوگ اس طرح کہتے پھرے خیر میں نے خدا کے حوالے کیا۔ اگر اس تحریر سے میں عند اللہ کافر ہوں تو توبہ کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ قبول کرے۔ زیادہ نیاز (عاصی محمد حسن عفی عنہ) کتاب مولانا محمد حسن نانوتوی ص ۵۸ بحوالہ متلبیہ الجہاں ص ۱۶

نوٹ: اس کتاب کا تصانیف مفتی محمد شفیع دیوبند کی تصانیف پر تحریر کیا ہے جو کتاب کی صحت اور اس کے مستبرج کی دلیل ہے

در بارہ تکفیر فیصلہ کن بیان

اگر مولانا احمد رضا خان صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند (مولوی قاسم نانوتوی مولوی رشید گیلانی مولوی غلام غنی مولوی غلام جیلانی مولوی شرف علی تھانوی) واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔

(اشد العذاب ص ۱۳) از مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی چاند پوری ناظم تعلیمات مدرستہ دیوبند

اس واضح اعتراف کے بعد تکفیر کا شرعی حکم واضح کرنے والے خدا ترس علماء کے خلاف معاندانہ پراپیگنڈہ ختم ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ جن توہین آمیز گستاخانہ عبارات کو علماء اہل سنت کفر قرار دیتے ہیں۔ ان کو مستضاد ماویلا کے نتیجہ میں، عدم واقفیت بے خبری کے عالم میں الغرض کسی نہ کسی طرح ان عبارات کو وہ خود بھی کفر سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے مفصل بحوالہ کتب اکابر دیوبند ثابت کیا ہے۔ اور تمام حوالہ جات اکابر دیوبند کی اپنی مستند و مستند کتب سے نقل کیے ہیں جو لے عز وجل ضد عناد سے بچاؤ اور قبول حق کی توفیق رفیق فرمائے آمین

مرثیہ گکوہی

علمائے دیوبند کی نظرمیں

ترتیب

حکیم اللہ بخش انصاری اسد نظامی

پیش لفظ

۱۔ الجھاپے پاؤں یا کازلف و دلازمین
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

دیوبندی حضرات کی کچھ زیادتی ہے کہ وہ دوسروں کے خلاف تو شرک و بدعت کا لٹھ لیے پھرتے ہیں لیکن انہیں اپنی آنکھ کا شہسیر نظر نہیں آتا، اگر کوئی ان کی غلطیوں کی نشاندہی بھی کرے تو وہ اپنی کبھی غلطی تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے اور انہیں اپنے مخالفین نامہ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

لطف باللہ لطف یہ ہے کہ جس غلطی وجہ سے ادبی کو ردیدہ دانستہ کبھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے اگر وہی حیران کی کتابوں اور پیشواؤں کے نام و اظہار کے بغیر ان کے مفتیوں سے دریافت کی جائے تو کچھ تو حیرت منانہ تصور کر کے جھٹ فتوے رسید کرتے ہیں۔ ایسا تماشا اگرچہ ان کے ہاں بار بار ہو چکا ہے مگر ہم ان کے ایک تازہ تماشا سے آپ کو روشناس کرانا چاہتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی کے فوت ہو جانے کے بعد دیوبند کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے ان کا مرتبہ لکھا جو بارہا شائع ہو چکا ہے اس مرتبہ میں مولوی محمود الحسن نے ایک طرف تو جی بھر کر شانِ رسالت و مقامِ نبوت کی توجہیں و تنقیص کی اور دوسری طرف مولوی رشید احمد گنگوہی کی منقبت میں ایسی باتیں لکھیں جسے دیوبندی حضرات شرک و بدعت اور حرام ناجائز وغیرہ گردانتے ہیں۔

چنانچہ مرتبہ گنگوہی کے بعض ایسے اشارے کے متعلق جب دیوبندی مفتیوں سے بغیر اظہار نام کے

استفسار کیا گیا تو انہوں نے اشارہ پر سخت گزرت کی حلال کہ اگر رشیدیہ محمود کا نام لے کر ان سے دریافت کیا جاتا تو ان کا قلم کبھی حرکت میں نہ آتا اور اب بھی ہم کہہ دیتے ہیں کہ دیوبندی مفتیوں کے فتوے کے باوجود اب بھی دیوبندی اپنے اکابر کی غلطی و بے ادبی کبھی تسلیم نہیں کریں گے اور ناواقفیت میں جن مفتیوں نے فتوے لکھ دیے ہیں وہ بھی کبھی اس غلطی کو غلطی ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہوں گے۔

مرثیہ کا حکم : قبل اس کے کہ ہم مرثیہ دیوبند کے متعلق علماء دیوبند کے فتاوے کا انکشاف کریں ہم پہلے منزل میں خود مرثیہ کے متعلق دیوبندی تضاد بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مرثیہ کے متعلق خود مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوہ ہے۔ نمبر ۱۲ مرثیہ خواں فاضل ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۳۹)۔

نمبر ۲ شہیدانِ کربلا کا مرثیہ جلا دینا یا زمین میں دفن کرنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۲۷۴ مطبوعہ کراچی) رسالہ حائق الاشرار جو کہ تقویۃ الایمان کے ساتھ کتب خانہ فاروقی بیرون بورسٹریٹ ملتان سے شائع ہو چکا اس کے صفحہ نمبر ۱۲ پر لکھا ہے کہ مرثیہ کہنا مجوسیوں کا شعار ہے۔

یہ ہے دیوبندی تحقیق و دیانت کہ دوسروں کے لیے شہیدانِ کربلا رضی اللہ عنہم کا مرثیہ بھی جلا دینا یا دفن کرنا ضروری اور مجوسیوں کا شعار اور اپنے مولانا اس دنیا سے رخصت ہوں تو ان کے مرثیہ کی باقاعدہ تصنیف و اشاعت صوبہ روا۔

اسد نظامی

اب آئیے مرثیہ گنگوہی کے متعلق علمائے دیوبند کے فتاویٰ کی طرٹ مرثیہ گنگوہی کے ایک شعر میں مولوی محمود الحسن نے مرثیہ احمد گنگوہی کے متعلق لکھا ہے :

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا رب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(مرثیہ گنگوہی مٹ مطبوعہ کتب خانہ الزاویہ دیوبند)

اس شعر میں مرثیہ احمد گنگوہی کو روحانی و جسمانی حاجت روا قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ جب اس شعر کے متعلق مفتیان دیوبند سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے حسب ذیل جواب دیا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور : کے مفتی جمیل احمد تھانوی لکھتے ہیں :-

قبلہ حاجات روحانی و جسمانی کے یہ معنی ہوں کہ وہ خود بخود بلا حق تعالیٰ کی منظوری و اجازت کے حاجات پوری کرنے والے ہیں تو یہ شرک ہے کفر ہے اس سے توبہ فرض ہے اور اگر یہ معنی ہوں کہ وہ دعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ سب حوائج پوری کر دیں گے یہ درجہ حاصل ہے تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہاں ثابت اوروں کے یہاں نہیں۔ شعریوں پڑھیے۔

حوائج دین و دنیا کے فقط اللہ سے لیں گے

وہی ہے قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

فقط جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور ۱۱/شوال ۱۴۹۳ھ

تعلیم القرآن راولپنڈی

کے مفتی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں :-

حاجت روافدہ حاجات دنیوی ہوں یا آخروی ہوں صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی نہیں ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو حقیقتاً حاجت دوا سمجھے وہ حکم قرآن حکیم مشرک ہے چنانچہ ارشاد ہے
ومن الناس من يتخذ من دون الله اندادا يجرنهم مذهب الله الى اخر
الایات هذا والله تعالیٰ اعلم بالصواب -

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۸ شعبان ۱۳۹۳ھ

تاسم العلوم فقیر والی رہبہاول نگر

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLE SUNNA"

کے مفتی عبداللطیف صاحب لکھتے ہیں :-
کہ اس قسم کے موہم شرک اشعار سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ عوام الناس کے عقائد خراب نہ ہوں
لیکن چونکہ اس میں ایسی توجہات ہو سکتی ہیں کفر نہیں ہیں اواسطے اس کے پڑھنے یا نظم کرنے والے
پر فتوے کفر نہیں لگایا جاسکتا۔ احقر عبداللطیف مفتی مدرسہ عربیہ تاسم العلوم فقیر والی ۲۳ شوال ۱۳۹۳ھ

نہ لکھانیہ پشاور

کے مفتی روح اللہ لکھتے ہیں کہ: اگر شاعر کا یہی عقیدہ ہو کہ بالذات روحانی و جسمانی حاجات پورا
کرنے والا ہے اما زنا اللہ تو شرک کا خوف ہے اور اگر مجازاً بھی کہے تو بھی احتیاط کے خلاف ہے
وہ الفاظ جو مہمات شرک ہوتے ہیں اس سے اجتناب ضروری ہے ہمارے علمائے دیوبند لفظ

چنانچہ علم کلام کے مسلم اصول ہیں۔

قبلہ بھی محاسن خطاب سے نہیں ٹھہراتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب
روح اللہ دارالعلوم نمایانہ اتمان زئی تحصیل چارسدہ پشاور ۱۹/۱۱/۱۳۹۳ھ

مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ : کے مفتی محمد خلیل لکھتے ہیں :-

بظاہر اس شعر کا مطلب غلط ہے اس کو نہیں پڑھا چاہیے۔
محمد خلیل مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ ۱۲/ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ

مدرسہ اسم العلوم ملتان : کے مفتی محمد انور لکھتے ہیں :-

اس قسم کی مبالغہ آمیزی کرنا جو بظاہر حد و درجہ سے تجاوز ہے درست نہیں بدلیل لاقطر و
ف الحدیث بتاویل ایسے کلمات کا مطلب اگرچہ درست بیان کیا جاسکتا ہے لیکن عام مخلوق
میں اس قسم کے اشتباہ و گمراہی درست نہیں احتراز لازم ہے۔

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ تاسم العلوم ملتان ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد عفا اللہ عنہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

مرثیہ گنگوہی کے ایک شعر کے جواب میں چھ دیوبندی مفتیوں کا فتوے قارئین کے پیش نظر
ہے جن کے مطابق مرثیہ گنگوہی کا مذکورہ شعر تبدیلی کا مستحق ہے شرک ہے کفر ہے موہم شرک ہے اور
عوام الناس کے عقائد کی خرابی کا ذریعہ ہے حد و درجہ سے تجاوز ہے اور پڑھنے کے قابل نہیں،
مفتیان دیوبند کے بقول یہ شعر کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ مفتی جمیل احمد خانوی نے شعر میں عملاً ترمیم
کر کے صاف لکھ دیا ہے کہ فقط اللہ ہی قبلہ حاجات روحانی و جسمانی ہے مگر اس کے باوجود یہ شعر
ابھی تک مرثیہ گنگوہی میں چھپ رہا ہے۔

(۲)

ہے زبان پر اہل ہوا کی ہے کیوں اُعل و ہسل شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی !

(مرثیہ گنگوہی ص ۷۷ مصنف مولانا محمد الحسن دیوبندی)

اس شعر میں مولوی رشید احمد گنگوہی کو بانی اسلام کا مان کہا گیا ہے بانی اسلام سے مراد اللہ تعالیٰ ہو گا یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، لہذا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کے ثانی ہوتے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہے کہ یہ گنتی اور شمار کا موقع نہیں اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ مولوی محمود الحسن صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کو اللہ تعالیٰ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل قرار دے کر خدا و رسول کی شان میں توہین کی۔ جب دیوبندی مکہ فتح فکر کے مفتی صاحبان سے اس شعر کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے حسب ذیل جواب دیا :-

دارالعلوم حنفیہ عثمانیہ راولپنڈی : کے مفتی محمد امین صاحب کہتے ہیں :-

شعر کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالشُّرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْفَسَادُ نِ الْاٰیۃ شعراء میں قہم کا بے تکلی باتیں کرتے ہیں جس سے مراتب کا لحاظ کھو بیٹھتے ہیں۔ بانی اسلام صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کسی اور کے متعلق اس قسم کی بات کہنا سراسر شرعیت کے خلاف ہے۔ اتھرقاری محمد امین عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم حنفیہ عثمانیہ محمد ورکشاپی راولپنڈی یکم ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

دارالعلوم اسلامیہ سوات کے مفتی محمد ادریس کہتے ہیں :- کہ

اس شعر سے صاحب مزار کو صفات نبوی ثابت کرنا ہر حسی کہ صفت رسالت بھی، تو یہ قول کفر

ہے کیوں کہ قرآن میں خاتم النبیین آپ کی صفت موجود ہے پس دوسرے نبی کا دعویٰ کرنے کا منافی قطعی سے مخالف ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین اور اگر مراد جمیع صفات کمالیہ محمدیہ میں حوائی نبوت کے ہے تو یہ قول فصیح اور مخالف اہل سنت والجماعت ہے۔ اور اگر مثلاً صحت ظاہری میں یا اور ایک صفت خاصہ غیر النبوة و لوازمہا سے ہے تو یہ امر شمر عامتہ نہیں مگر یہ امر محتاج اشبات طلب ہے بغیر تنقیح کے یہ دعویٰ بھی جائز نہیں، ہاں صحت ثانی و ثالث میں اگر مقام مدح ہو تو کوئی حرج نہیں مگر خلاف اولیٰ ہے بے ادبی ہے۔ فسق و فحش کی وجہ سے۔ الجواب صحیح محمد ادریس صمد دارالعلوم اسلامیہ چارباغ

الجواب صحیح محمد مرخان غفرلہ مدرسہ اسلامیہ چارباغ صوات ۴۳-۱۶-۶

بذا الجواب صحیح نور محمد نائیب صدر

WWW.NAFSEELAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY OF HUMANITY"

تبویات اے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سودکان کے لقب ہے یوسف ثانی

(مرغیہ گلبری ۵)

اس شعر کے متعلق علمائے دیوبند کا فتوے طافظ ہو۔

مدیر بیہ منظم العلوم کراچی کے مفتی محمد اسماعیل صاحب کہتے ہیں کہ:

اس قسم کے اشعار کو شریعت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے اور اس قسم کے اشعار کی وجہ سے ہی شریعت نے شعراء کو گمراہ لکھا ہے کہ وہ خیالات کی وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ دیکھئے سورہ شعراء کا آخری رکوع پارہ ۱۹ شریعت کے نظر میں شعر وہی درست

ہے جس سے دین کی خدمت ہو اور موافقت ہو اور باقی جو وہی تباہی اشعار میں ان کی شریعت میں سخت مذمت ہے یہ شعر بھی انہیں اشعار میں شامل کر لیں جو شریعت کو ناپسند میں۔

واللہ اعلم بالصواب محمد اسماعیل غفرلہ مدرسہ عربیہ منظر العلوم محلہ کٹہہ کراچی پاکستان ۱۴ جولائی ۱۴۲۰ھ
ناظرین ہی انصاف فرمائیں کہ بقول حضرات دیوبند ہم سنیوں نے انہیں بدنام کیا، یا کہ خود ان کے آوازی
تعلیم نے انہیں تباہ کیا۔ کہنے والے نے کتنے پتے کی بات کہی سے

آپ کہتے ہیں کیا ہم کو غصیدوں نے تباہ
بندہ پروردہ کہیں اپنوں کا ہی کام نہ ہو

www.nafiseislam.com

خدا ان کا مرل وہ مرل تھے خدائی کے
مرے مولائے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی

(مرثیہ گلگاہی ص ۱۷)

تعلیم القرآن راولپنڈی کے مفتی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں کہ:-

یہاں اس بزرگ پر مرلی کا اطلاق بمعنی تعلیم ظاہریہ باطن ہرود کے ہے فلہذا بصورت
مراد اس کے کوئی خاص بڑی حجت نہیں ہے البتہ ایہام کے مکر وہ تفسیر کے درجہ میں ہے۔ بر ملا
عوام میں ایسے موسم الفاظ سے احتراز مناسب ہو تا ہے اور اگر عقیدہ فاسد ہو اور غلط معنی میں اس کو
استعمال کیا جائے تو جائز نہ ہوگا۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ

⑤

عہدہ کو آپ مائل تھے اور میری حق بھی دائر تھا
میرے قبل میرے کب تھے حقانی سے حقانی

(مرثیہ گلگڑی ص ۵)

دارالعلوم سرحد پشاور کے مفتی عبداللطیف صاحب لکھتے ہیں کہ :-

از روئے شریعت جائز نہیں کیوں کہ جو تاویل ممکن ہے وہ مراد شاعر نہیں اور جو مراد شاعر ہے وہ جائز نہیں، زیادہ سے زیادہ جو تاویل ممکن ہو سکتا ہے وہ وہ ہے جو کہ شرع عقائد ص ۴۵ پر لکھا ہے و تحقیقہ ان صرف العبد قد رتبہ دارادۃ الی الفصل کب وایضاً اللہ تعالیٰ عقب ذلک خلق یعنی کعب عبد مقدم ہے ایما و رب پر یا ایما و رب بعد کعب عبد ہے لیکن یہ معنی مراد شاعر نہیں کیوں کہ اس معنی کے لحاظ سے صاحب قبر کی عظمت ثابت نہیں ہوتی یہ معاملہ تو ہر عبد کے ساتھ ہے شاعر کا مطلب صاحب قبر کی عظمت ہے۔ جیسا نصف اخیر (میرے قبل میرے کب) اس وال ہے تو عظمت تو یہ ہے کہ الیا ذب اللہ حضرت حق تابع ہے اور صاحب قبر مقبول اعازا اللہ منہ اور اللہ بچائے، آخر صاحب قبر غیر تو نہیں کہ معلوم ہو آخر کبھی تو کوئی گناہ کر لیا ہو گا تو گناہ کی صورت میں یہ کیا ہو گا۔ عہدہ کو آپ مائل تھے اور میری حق بھی دائر تھا اور قطع نظر معیار شرع سے ویسا بھی یہ کلام ردی اور ماقط الاعتبار ہے کیوں کہ آخر الکلام معنی ہے اول کلام سے۔ نصف اول سے معلوم ہوتا ہے کہ الیا ذب اللہ صاحب قبر مقبول ہے اور حق تابع، اور نصف اخیر سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قبر تابع حق ہے کیوں کہ کہتا ہے میرے قبل میرے کب تھے حقانی سے حقانی

کہا جاتا ہے رجل حقانی یا رجل ربانی یعنی تابع حق یا تابع رب، خلاصہ یہ ہے کہ شعر مذکور کا کہنا از
روئے شعر منوع ہے اس سے ثابت ہونا چاہیے۔ نقطہ

مفتی دارالعلوم عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۲۳ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ محمد الیوب بنوری غفرلہ
ہمارا جہاں تک خیال ہے کہ مولوی محمد الحسن صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند اس شعر کے متعلق
توبہ کی بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے کیوں کہ ابھی تک توبہ نامہ شائع نہیں ہوا اور نہ ہی اس شعر
کو مرثیہ سے نکالا گیا ہے۔

کچھ نہ صیاد کا شکوہ نہ چلیں کا گلہ
اپنے ہاتھوں سے جلایا ہے نشیمن اپنا

(۶)
چھپائے جامہ فانوس کیوں کر شمع روشن کو
تھی اس نور مجسم کے کفن میں وہی عسریانی

(مرثیہ گنگوہیؒ)

مرآۃ احیاء العلوم مظفر گڑھ کے مفتی محمد حسن صاحب اس شعر کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

یہ شعرا و کا تخیل ہوتا ہے درست یا نہ درست کی پرواہ نہیں کرتے و الشعر لو یتبہد
النساون اگر شاعر کا خیال عربانی سے مشکاپن ہے کہ باوجود کفن کے بھی وہ شگاہے توبہ بھی ولی کی توہین
ہے حالانکہ کفن ستر کے لیے شریعت نے مقرر کیا ہے اگر اس کا تخیل یہ ہے کہ صاحب قبر ایسے
نور مجسم تھے کہ باوجود کفن کے بھی اس میں عربانی تھی تب بھی توہین ہے اگر سرے سے صاحب
قبر کو نبی نوع انسان سے نکال کر کوئی اور مخلوق میں شامل کر لے گا تو یہ بھی سراسر

جھوٹ ہے اُسی بھی ولی کی توہین ہے کیوں کہ ساری مخلوق سے انسان برتر ہے ولقد کرّمنا بنی آدم
 یہ تو انسان بھی نہیں مانتا، بہر حال جو تخیل بھی لیا جائے بندہ کی سمجھ میں تو صاحبِ قبر کی توہین ہے اور
 بے ادبی ہے باقی یہاں نور سے مراد نورِ ولایت لیا جائے تو پھر عریانی کا مطلب نہیں بتایا کہ نور سے
 مراد جل منور لیا جائے تو پھر شاعر کا تخیل نہیں ہے کیوں کہ وہ ممدوح کی مدح میں نور مجسم کا لفظ استعمال
 اس کا جسم مراد لیا ہے کہ جسم اس کا نور ہے بہر حال شرع شریف میں ایسا شعر جو کہ اصل کے خلاف ہو
 کہنا گناہ ہے ادب ادبی ہے۔ کتبہ محمد حسن غفرلہ مدس مد عمر بید احیاء العلوم عید گاہ مظفر گڑھ

مفتی سعید احمد بخاری ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

مد نصرت العلوم کو حیرانوالہ کے مفتی محمد عیسیٰ صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ محمود الوسی نے
 سورۃ نساء کی آیت لقد من اللہ علی المؤمنین ازبغت فیہم رسولاً من انفسہم کی تفسیر کرتے ہوئے
 روح المعانی میں لکھا ہے کہ شیخ ولی الدین سے پوچھا گیا کہ آپ کے بشر ہونے کا عقیدہ اور آپ کے
 عربی ہونے کا علم ایمان کے لیے شرط ہے۔ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
 خاتم النبیین مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر ہیں یا فرشتے عربی ہیں تو ایسے شخص کے کفر میں
 شک نہیں اس نے قرآن کو جھٹلایا اور اجماعی قطعی عقیدہ کا انکار کیا اس میں کسی کا اختلاف نہیں اگر
 ایک غیبی ان پڑھ اس بات کو نہیں جانتا ہو تو اس کو سمجھانا واجب ہے اگر اس کے بعد بھی نہ مانے تو
 پھر اس پر کفر کا حکم صادر کریں گے۔ اس شعر میں اگر بشریت کا انکار ہے جیسے کہ بظاہر معلوم ہوتا
 ہے تو آپ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے اور بشریت کے انکار سے کفر صریح لازم
 آتا ہے۔

اور اگر صفات نورانی مراد ہیں تو بھی شبہ کفر کی وجہ سے ایسا شعر کہنا حرام

ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد بنی عفی عنہ مدظلہ نصرت العلم کو جبرائیل ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

(۷)

شعبہ و صالح و صدیق ہیں حضرت باذن اللہ

حیات شیعہ کا منکر ہو جو ہے اسکی نادانی

(رشید گلگڑی ص ۱۱)

تعلیم القرآن راولپنڈی کے مفتی عبدالرشید صاحب اس شعر کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

الفاظ مذکورہ ظاہر اپنے الفاظ کے قابل اعتراض ہیں کیوں کہ الفاظ مذکورہ میں سے زیادہ الفاظ بدعت تاویل صادق نہیں ہیں اور ایہام خلاف مقصود کا ان میں موجود ہے نیز اطراد فی الملصوح ہے۔
فلہذا یہ شکیک نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بانار راولپنڈی ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

(۸)

وفات مرور عالم کا نقشہ آپ کی رحلت

تھی بستی گزیر بستی محبوب سبجانی

اے ہم نے صرف یہ شعر لکھ کر بھیجا تھا کہ یہ شعر اندوے شریعت کیجیسا ہے تو مفتی صاحب نے سمجھا کہ یہ شعر خضر علیہ السلام کے متعلق ہے۔ تب انہوں نے یہ نثر لے دیا۔ لیکن مفتی صاحب کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ شعر ترمذی محمدا بن الحسن نے رشید احمد گلگڑی کی خان میں کہا ہے۔ اب مفتی صاحب کا فتوے کے متعلق کیا خیال ہے۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کے مفتی دل حسن صاحب کہتے ہیں کہ:-

مصر و برعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کسی بھی شخص کی وفات کے مشابہ نہیں ہو سکتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کن یصاحبوا بمشلی" یعنی امت کو میری کی طرح کسی کی وفات کا صدمہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے پہلا مسعرہ شمر غلط اور کذب ہے۔ دوسرا مسعرہ مبالغہ سے خالی نہیں فقط واللہ اعلم دل حسن دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی

۹
ہے رہے منہ آپ کی جانب تو بوند ظاہری کیا ہے
ہمارے قبلہ و کعبہ ہو تم دینی و ایمانی

(ترغیب گنگوہی)

دارالعلوم محمد حنفیہ (دعوت، ڈیرہ غازی خان) کے مفتی عبدالرحیم صاحب نظامی اس شعر کے متعلق کہتے ہیں ایسا کہنا بالکل حرام ہے بلکہ اگر اس شاعر کا عقیدہ بھی یہی ہے تو اس کو ایسے کلمات و جملے کہنے سے توبہ کرنی ضروری ہے۔ کیوں کہ یہ کلمات قریب الی الکفر ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب
نقطہ والسلام ابوالعالم عبدالرحیم نظامی بقلم خود مدرس دارالعلوم محمدیہ سعودی لند ٹینج ڈیرہ غازی خان

جامعہ عربیہ سرگوجر والہ کے مفتی تیزاحمد صاحب اسی شعر کے بارے میں کہتے کہ مذکورہ

بالاشعر میں صاحب تبر کو دینی اور ایمانی قبلہ و کعبہ کہا گیا ہے اگر اس سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ صاحب تبر دینی اور ایمانی امور میں آخری سند میں تو یہ بالکل غلط اور ناجائز ہے کیوں کہ یہ حیثیت صرف خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہے اور اگر صرف عزت و احترام مراد ہے تو پھر بھی

ایسے اشعار ناپسندیدہ ہیں کیوں کہ اس میں صاحبِ قبر کو ایسے القاب دیئے گئے ہیں جو صرف آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہونے چاہئیں۔ واللہ اعلم
نذیر احمد غفرلہ جامعہ عربیہ گوجرانوالہ ۱۲/۱۰/۱۴۰۳ھ

(۱۰)

تمہاری تربتِ انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی میری دیکھی بھی نادانی

(مرثیہ گلگوشی سنگ)

جامعہ اشرفیہ مسلم ماؤن لاہور کے مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب اس شعر کے بارے میں لکھتے
ہیں کہ چونکہ لفظ ارنی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اللہ تعالیٰ سے اپنے دکھانے کی درخواست تھی
جس کا جواب نفی میں ملا تھا طور سے تشبیہ دینا اللہ تعالیٰ کی تجلّی گاہ سے تشبیہ دینا ہے، یہ
حق تعالیٰ کے جلوہ کی بے حرستی ہے دوسرے ارنی کا سوال صاحبِ قبر سے نہیں خود اللہ تعالیٰ
سے بھی ہو تو درست نہیں جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نفی میں جواب ملا ہے اس لیے یہ گناہ
ہے ان سے بچنا چاہیئے۔

جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ماؤن ۱۲ اشوال ۱۴۰۳ھ

مدرسہ مخزن العلوم خانیپور

کے مفتی محمد ابراہیم صاحب لکھتے ہیں کہ:

اس قسم کے اشعار قبر پر پڑنا خلاف ادب ہے اور خلاف طریقہ سنت زیارت قبو ہے

عام طور پر اس قسم کے اشعار یا کاسی اور بغیر غلوں کے دنیاوی اغراض کی وجہ سے پڑھے جاتے ہیں لیکن
 سمجھو خود شاید کی بنا پر اس لیے منع و ناجائز ہیں ان امور کی وجہ سے اہل مزید و جہ منع یہ بھی ہے
 جو اوصاف کسی میں نہ ہوں ان سے تعریف ممنوع ہے اہل اہل قبر سے خطاب کرنا بغیر اسلام علیکم
 یا اہل القبور الخ ٹھیک نہیں بلکہ مزید اس میں تشبیہ قبر کو ہر طور سے اور صاحب قبر کی دیدار کو اللہ تعالیٰ کی
 دیدار سے تشبیہ لازم ہے۔ اور صاحب کو اللہ سے تشبیہ آتا ہے یہ شرعاً جائز نہیں کیوں کہ آیت قرآنی
 ہے ”نفس کبشہ شیء“ بلکہ کفر ہے۔ البتہ اللہ جل جلالہ کا مالک کو اس سے توبہ کرنا چاہیے۔ تحریر کنندہ
 محمد ابراہیم عفی عنہ از مخزن العلوم خانپور عید گاہ ضلع رحیم یار خاں یکم ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

www.natalseislam.com

THE NATURAL PHILOSOPHY
 OF AHLE SUNNAT WAL JAMAAT

اس کا جو حکم تھا صیغہ تصانیف میں

(مرتبہ نگار ص ۳۷)

جامعہ مدنیہ کیمیل پور سے قاضی محمد ابراہیم الحسینی لکھتے ہیں:-

کہ ایسا عقیدہ نص قرآنی مجید کے صراحتاً خلاف ہے۔ ان الحکم الا للہ : ولہ الحکم،
 الا للہ الخلق والامر و ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ کئی آیت قرآنیہ سے بالکل واضح ہے کہ (حکم)
 صرف اللہ تعالیٰ کا ہی چلتا ہے۔ اس عقیدہ سے توبہ کرنی چاہیے۔ واللہ الموفق
 قاضی محمد ابراہیم الحسینی جامعہ مدنیہ کیمیل پور ۳ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ ۲۹ نومبر ۱۳۹۳ھ

دارالعلوم کراچی کے مفتی مسدود بنی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

محکم کی صفت اس شعر میں بیان کی گئی ہے وہ صرف خدا تعالیٰ کے حکم پر صادق آتی ہے کسی
 اور کے حکم کی یہ صفت بیان کرنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم
 کتبہ محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ نائب مفتی دارالعلوم کراچی ۱۲۱۳ھ ۱۱/۹

(۱۲)

۷ مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
 اسی سیمائی کو دیکھیں ذرا ابن مسعود (مرثیہ ۲۷)

دارالعلوم تعلیم العتدیان کو ہاٹ ہے مفتی محمد یوسف صاحب لکھتے ہیں کہ صاحب قبر
 کے حق میں ایسا کہنا ناجائز ہے کیوں کہ یہ شعر مہم غلطی ہے موت اور حیات خداوند تعالیٰ کا فعل ہے
 خلق الموت والحیاء لیسئلکم الایۃ صمدۃ تعالیٰ والذی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ خداوند تعالیٰ
 نے عطا تھا کسی بزرگ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ثابت کن اور حجت نہیں، خداوند تعالیٰ حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام کے ماتم احیاء موتی کے فعل کو ظاہر کرتے تھے واذ حق الموت باذن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و
 السلام کا فعل نہیں تھا۔ دوسرے شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب بنایا ہے ماضی ناظر
 صرف خداوند تعالیٰ ہے شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرک فی الذات جیسے عیسائی تین خدا مانتے ہیں۔
 اور ایک شرک فی الصفات کہ کسی بندے کو خدا کی طرح صفت ملنے قصت میں یا دیکھنے میں یا سمجھنے میں
 یعنی جس طرح خدا ہر چیز پر قادر ہے اسی طرح یہ بزرگ ہر چیز پر قاصر ہے یا جیسا خدا دُور نزدیک ممتا،
 دیکھتا ہے ویسا بزرگ بھی ہے یہ شرک فی الصفات ہے اگرچہ اس شعر کا معنی تاویل سے صحیح ہو سکتا ہے
 مگر ظاہر معنی فاسد اور باطل ہیں۔ فقط مفتی محمد یوسف دارالعلوم انجمن تعلیم القرآن کو ہاٹ شہر ۱۲۱۳ھ

دارالعلوم شبیریہ ضلع سرگودھا

کے مولوی محمد سعید اس شعر کے بارے میں لکھتے ہیں، کہ احیاء موتی کا معجزہ برحق ہے مگر باذن اللہ کے معاذ مشروط ہے مردوں کو زندہ کرنا اور زندہوں کو مرنے نہ دینا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کسی دوسرے کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا خصوصاً اس شعر میں ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام جو اولوالعزم پیغمبر ہیں ان سے برتری کا ایہام ہے اہل واسطے یہ شعر کہنا مردے کی طرف نسبت کرنا ناجائز اور موجب شرک ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب ۲۹

محمد سعید ہستم مدرسہ شبیریہ میان تحصیل بھیرہ ضلع سرگودھا۔

دارالعلوم عرفانیہ ریاست دیر

مولوی محمد عرفان صاحب لکھتے ہیں کہ یہ کہنا صاحب قبر کے لیے جائز نہیں ہے کیوں کہ زندہوں کو مرنے تک رسائی اور مردوں کو زندہ کرنا یہ دونوں خدا کے فعل خاص ہیں اس میں کسی آدمی کی شرکت نہیں ہے۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جزوی طور پر خدا تعالیٰ نے معجزہ دیا تھا یعنی خدا تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر معجزہ کے طور پر اپنا فعل جاری کیا ہے یہ عیسیٰ علیہ السلام کے فعل بھی نہیں اس لیے یہ کہنا بغیر اذنا وکیل شرک اور کفر ہے۔ فقط

(مولوی) محمد عرفان بانی و ہستم دارالعلوم عرفانیہ دیر ضلع دیر ۲۹

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

کے مفتی عبد الرشید صاحب کہتے ہیں کہ یہ شعر اپنے ظاہری مضمون کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔

کیوں کہ اس میں معرفت اور ظاہر کے اعتبار سے اجزاء کی نسبت غیر ان کی طرف پائی گئی ہے اور بدن
تاویل یہ شرک ہے نیز اس میں دل کا مقابل ساتھ نبی کے کیا گیا ہے اور یہ بھی دست نہیں اور اس میں توہین
نبوت ہے۔ اشراک سے بچنے کے لیے اجزاء کو اپنے ظاہری اور معرفت معنی سے پھر بھی لیا جائے
تو بھی ایہام اشراک اور توہین باقی رہتے ہیں فلہذا ایسا کہنا دست نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے ”لا تقولوا دعانا
الحج اور حدیث شریف میں ہے کہ مشتبہ امور سے بچنا چاہئے فقہا کرام نے بھی مہمات سے بچنے کا
امر فرمایا ہے فلہذا یہ شعر مجالس میں پڑھا دست نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

عبد الرشید عفتی دہلوی العلوم تعلیم القرآن راجہ باناروا دہلوی ۲۹ شوال ۱۳۹۲ھ

WWW.NAFSE-ISLAM.COM
مدرسہ عربیہ سیر الدار کس طمان
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT

استفتاء

کیا فرتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند دن ہوئے یہاں ایک عرس ہوا اس میں ایک نعت
خوان نے یہ شعر کہا ۵

پھر میں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے اجنبیہ کا رخصتہ
جو دکتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

کیا ایسا کہنا دست ہے؟ بینوا تو جسروا

الجواب: اگرچہ یہ شعر تاویل کا متحمل ہے اور اس کے قائل پر تکفیر کا فتوے نہیں لگایا جاسکتا

نہ اگر شرعی اہمیر کی جگہ لکھو لکھا جوتا تو فتوے کا جواب تک نہ آتا۔ رشیک کے اصل شعر میں اہمیر کی جگہ لکھو ہے۔

تاہم اس غلط فہمی اور سوء ادبی ضرور مفہوم ہوتی ہے لہذا اس قسم کا شمار سے احتراز ضروری ہے۔
 فقط واللہ اعلم فقط محمد عبد اللہ عطاء اللہ عنہ ۱۴/ ذی القعدہ ۱۴۳۳ھ مدرسہ خیر المدارس ملتان

مدیر منظر العلوم سکھر سندھ

کے مفتی صاحب کہتے ہیں ایسا کہنا درست نہیں ہے کیوں کہ اس شعر میں کبیر پراجپت کی فضیلت
 ظاہر ہوتی ہے جو مرتج کفر ہے لیکن فتوے کفر میں احتیاط ہے اس لیے قائل کی نیت معلوم کیے بغیر کفر
 کا قیاس نہیں دیا جاسکتا ہے۔

محمد صراویہ الجوی مدیر منظر العلوم منزل گاہ سکھر

www.NAFSEISLAM.COM

THE NATURAL PHILOSOPHY
 OF AHMAD RAZI

پھر تھے کبیر میں بھی پوچتے گنگوہ کا دستہ
 جو رکھتے اپنے عینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

(مرثیہ گنگوہی ص ۹ از مولوی محمد رحمن دیوبندی)

ماہرین کلام!

بجائے بجائے کی بر لیاں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ وہ اذیت ہے جس کا کوئی کل سیدھا
 نہیں کوئی تو مولوی محمد الحسن سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کو جاہل کبیر رہا ہے کوئی کا فر اور
 مشرک کوئی گنگوہی کبیر رہا ہے غرضیکہ ان کے یہاں فتوے نویسی کا معیار ہی نہیں اور یہ سارے
 فتوے اس بنیاد پر ہیں کہ کسی کو بھی اس کی خبر نہیں کہ تیر کے نشانے پر کون ہے اگر یہ معلوم ہوتا کہ
 جناب شیخ الہند صاحب کا شعر ہے تو پھر ان شعروں میں وہ وہ گوشے نکالے جاتے کہ عالمگیری و
 شامی کے بجائے دیوان غالب و دیوان ذوق کے صفحات اٹھ جاتے اور اردو شاعری میں

ان شعروں کو ایک نئے مفہوم کا اضافہ کیا جاتا ہے کہ عجیب بات کہ کفر و شرک کے فتادے خود عماریں مسک
دیوبند سے دیئے جائیں اور بدنام اہل سنت کو کیا جائے آج بلند بانگ نروں سے یہ کہا جاتا ہے کہ
کافر کو کافر نہ کہو حالانکہ یہ کہہ کر خود اس بدولت نے کافر کہہ دیا یعنی کافر تو ہے مگر کافر مت کہو۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

لڑتے ہیں اور ملاتے ہیں تلوار بھی نہیں

آخر میں مرثیے کے متعلق ایک فتوے کا خلاصہ فرمائیے۔

استفسار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی بزرگ کے متعلق مرثیہ لکھنا اور
پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: خلاف شرع اشعار پڑھنا تو جائز نہیں خواہ مرثیہ کے ہوں یا غیر مرثیہ کے اور

خلاف شرع نہ ہوں تو جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹/۱/۲۰۰۹ء

اب ناظرین انصاف کریں کہ متقیان دیوبند نے مرثیہ لنگوہی کے شعروں کو خلاف شرع
قرار دیا ہے یا نہیں، تمام فتووں میں لکھا ہے کہ ایسے کلمات نہیں کہنے چاہئیں یہ حدود شرعیہ
سے متجاوز ہیں ان سے توبہ کھانی چاہیئے۔

نوٹ

جن مفتیوں نے یہ فتوے دیئے ہیں ہم ان کی زندگی میں شائع کر رہے ہیں تاکہ وہ ان کو
پڑھ لیں اور انکار نہ کر سکیں جس شخص کا دل چاہے جس رت چاہے اگر فتوے کا خط کر سکتا
ہے۔ قلمی فتوے ہمارے پاس موجود و محفوظ ہیں۔ فقط اسد نظامی غفرلہ

کیونکہ میں مٹا کر اس سے دیا۔

یار سے گاؤں میں آپ کو لوگوں تقریر کر کے چکے گئے ہیں شکر گاہوں میں منتہ بہار ہو گیا ہے
قرآن و حدیث کی روشنی میں سد و فہم فرما دیں تاکہ منتہ بہر قابو پایا جاسکے۔ مولانا صاحب دربار کرا
گئے منتہ یہ اشعار پڑھ کر گئے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنا نہ دیا
اسی نیکان کو دیکھیں ذرا ابن مریم
پھر تھے قلبہ میں ہیں احوال سے بعد و جاہل
پیشکش جو رکھنے اپنوں سبوں سے تھے ذوق و شوق و غمان

خدا نے دین و دنیا کی کسان لے بائیں ہم چار

پیارے قبلہ علیات مدظلہ العالی

خدا کا ہر دھوکا ہر غم و کاہ
وہ جو ہم کو تھکا گیا تھا

اس سے مدد و تقریر یہ کہا کہ باجیوں کے میں سے میں نے قبر میں "قیام" سے

آج چنگ سے اب مانتا پیش کر کے منتہ جا غانہ مفرد سے ہیں گاؤں نے آپ کے
نقشہ کے مداح بننے کے لئے ہر اقدار سے کیا ہے۔

الجواب مولانا صاحب اشعار پڑھتے ہیں

یہ تمام سرکوب مشورہ ہے یہ تمام

صفات حق تعالیٰ کی سرور جو آئے آئے

پیش کر کے طرہ مشورہ کی میں قرآن و حدیث

کہ مدد میں ہیں یہی سرک ہے اس قسم

الفاظ کہنے سے بچنا چاہیے اور نہ بڑا جانیے

ایسا شخص اس قابل نہیں کہ وہ تقریر کرے ایسے شخص کی تقریر سننے سے بچنا چاہیے

دارالانشاء

ملک حیدر آباد

شہر عارف والا

زادہ صاحبوال فون 2670

تقریر مولانا صاحب اشعار پڑھتے ہیں

4-4-94

خدا مالدین فروش امیر علی کے دعوت

مباہلہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHL SUNNAT WAL JAMAT"

کابواب

محمد شمیم الحسن قادری رضوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی و نسلو علی رسولہ الکریم و علی
آلہ و أصحابہ اجمعین

برادرانِ اسلام! افغانستان میں روسی مداخلت کے بعد وطن عزیز پاکستان کو جس
قسم کے خطرات و دہشت میں وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ ملت اسلامیہ کے داخلی اور خارجی
دشمن اپنے پورے وسائل سے مسلح ہو کر اس ملک اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے
کے لیے ہمہ تن مصروف ہیں۔ ان حالات میں ہر محب وطن یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ عوام میں
اتحاد و اتفاق کی جتنی ضرورت آج ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ ہماری بدقسمتی اس سے بڑھ کر اور کیا
ہو سکتی ہے کہ ہمدردی صفوں میں کانگریسی قومیت کے لوگ آج بھی موجود ہیں جو ملت اسلامیہ
کا شیرازہ بکھیرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کی تازہ ترین مثال وہ پمفلٹ ہے جسے امیر علی
قریشی کی دعوت مباہلہ اور شاہ احمد نورانی کا فرائیڈ کے عنوان سے
لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر ملک کے گوشہ گوشہ میں مسلسل اور مفت تقسیم کرایا جا رہا ہے۔
اور ہم ظریفی کی انتہا یہ کہ اس کی اشاعت پر عمرہ کا لالچ بھی دیا جا رہا ہے۔ اندیشہ حال
حکومت اور عوام کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ملک دشمنوں کی یہ حرکت کسی سازش کا پیش خیمہ
نہ ہو؟ ذیل میں ہم نے محض ملکی سالمیت اور حب الوطنی کا تقاضا سمجھتے ہوئے اس پمفلٹ
کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے تاکہ پاکستان بلکہ عالم اسلام کی عظیم اکثریت "عواد اعظم
الملت و جماعت" کے عظیم و معروف مذہبی و سیاسی رہنما حضرت مبلغ اسلام مولانا
شاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم کے متعلق عوام کے ذہنوں کو انتہائی عیاری
کے ساتھ جو گمراہ کیا جا رہا ہے اس کا ازالہ کر کے حقیقت حال کو واضح کیا جائے۔
اس پمفلٹ میں امیر علی نے اپنے آپ کو خواجہ غوث بہاؤ الحق ذکر یا ملتانی قدس
سرہ العزیز کی اولاد میں بتا کر اپنا مذہبی رشتہ ان لوگوں کے ساتھ بتایا ہے جو لوگ
جو لوگ انبیاء کرام، اولیاء عظام کے گستاخ و بے ادب سمجھے جاتے ہیں۔ جو لوگ
مزار انبیاء و اولیاء کو منہم خانہ اور بت خانہ جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہوں اور وحدت (حکومت)
میر آج نے پران مزارات اور قبوں کو مسمار (گرانے) کر دینے کا عزم رکھتے ہوں، ایسے لوگوں
سے اپنا مذہبی رشتہ جوڑنا آگ اور پانی کے یکجا ہونے کی طرح عجائبات زمانہ سے ایک ہے
لہذا ہماری سوچ بھی ملائے یہ ہے کہ امیر علی ان بزرگ کی اولاد میں سے نہیں۔ اور اگر ہے تو

پھر اُسے ناخلف ہی کہا جاسکتا ہے۔ بہر حال کہنا یہ ہے کہ امیر علی نے اپنے آپ کو اکابر
 علماء دیوبند کا ادنیٰ خادم، اکابر دیوبند کو سچا پکا اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کا حامل
 مسلمان، اور اُن اکابر دیوبند کو اولیاء اللہ، اور دیوبندی مسلک کے لوگوں کو اصلی اہلسنت
 کہا ہے جبکہ مولانا نورانی صاحب اور ان کے ہم مسلک مٹنی حضرات کو نقلی اہلسنت، باطل پر
 بھی کہا ہے اور پمفلٹ کے آخر میں مسلمان بھی کہا ہے۔ کیا امیر علی صاحب اور اُن کے ہم مسلک
 دیوبندی حضرات میری اس حیرت کو دور کریں گے کہ نورانی صاحب اور ان کے ہم مسلک اگر باطل
 پر ہیں تو انھیں مسلمان کیوں لکھا؟ اور اگر مسلمان ہیں تو "دعوتِ مباہلہ" اور اس پر اصرار کا
 کیا مطلب ہے؟ ہمیں اس بات سے غرض نہیں کہ امیر علی نے اپنے ہم مسلک لوگوں کو سچا مسلمان
 اہل حق، اصلی اہلسنت کیوں لکھا اور کچھ بات صرف اتنی ہی ہوتی تھی کہ ہمیں ان سے تعرض کرنے
 کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر جب وہ ایک معروف مذہبی رہنما پر یہ بنیاد الزام لگا کر، اور جھوٹے بہتان باندھ کر بڑے
 عوام کی تحقیر و تذلیل کرنے پر تلاطم ہوا ہے اور عوام اہلسنت و جماعت کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچا
 رہا ہے تو اب ہمارے لیے خاموشی تماشا بن کر اپنے مسلک کی تحقیر و تذلیل کو گواہ کر لینا ناممکن
 ہے۔ رسمِ دیارِ حسن سے نا آشنا تھا میں لیک کہ اُسٹا جو بیکار خود آپ نے
 مضمون کی طوالت سے بچنے کے لیے "دعوتِ مباہلہ" نامی پمفلٹ سے صرف اسی قدر اقتباس
 نقل کروں گا جن کا جواب دینا کسی حد تک بھی ضروری ہے۔ لایعنی باتوں سے مجھے کوئی سروکار
 نہ ہوگا۔ امیر علی نے جو دعوتِ مباہلہ مولانا مولانا نورانی صاحب کو دی ہے۔ اس میں حق و باطل
 کے انہماک کے لیے چند خود ساختہ اور من گھڑت طریقے اور تجاویز پیش کی ہیں جو حجبِ ذیل ہیں:
 ۱۔ مولانا نورانی اور ہم (امیر علی) دونوں حضور کے دستِ پاک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں جس
 کے سلام کا جواب آئے وہ اور اُس کی جماعت برحق۔ ۲۔ نماز فجر کے بعد ذکر و مراقبہ کے بعد ایک
 دوسرے کے لیے بددعا کریں۔ پانچ منٹ بعد جس کی شکل سنچ ہو جائے وہ باطل پر ہوگا۔
 ۳۔ مولوی حسین احمد مدنی کی قبر پر ہم دونوں چلیں میرے ذکر کے بعد اگر قبر سے ذکر کی آواز اور
 خوشبو آئے تو دیوبندی مسلک حق اور سچا۔ ۴۔ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی قبر پر ہم دونوں
 چلیں میرے ذکر کے بعد اگر قبر سے بڑی آواز اور بدبو آئے تو بریلوی مسلک باطل اور جھوٹا۔
 ۵۔ مولوی خلیل احمد مہار بنوری کی قبر پر ہم لوگ چلیں میرے ذکر کے بعد قبر سے اگر قرآن پاک
 پڑھنے کی آواز اور خوشبو آئے تو دیوبندی مسلک برحق اور سچا۔ ۶۔ مولانا نورانی کے والد صاحب

کے قبر پر چلیں میرے ذکر کے بعد قبر سے جڑی آواز آئی بدبو آئے تو بریلوی مسلک جھوٹا اور باطل۔
 امیر علی نے مندرجہ بالا تجاویز پر عمل درآمد کے سلسلہ میں اپنی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے دعویٰ
 کیا ہے کہ "میں نے مدینہ طیبہ میں مولانا نورانی کا بازو پکڑ کر کہا کہ میں نے آپ کو مباہلہ کا چیلنج
 دیا تھا۔ اب آپ چونکہ اتفاق سے یہاں موجود ہیں لہذا آپ میرے ساتھ مباہلہ کریں مگر نورانی صاحب
 طرح دے گئے" راقم الحروف نے مولانا نورانی سے امیر علی کے دعویٰ کے بارے میں جب
 احتفاد کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ بالکل مفید جھوٹ اور خالص بہتان ہے" جہاں
 تک امیر علی کی دعوت مباہلہ کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ امیر علی نہ معروف
 شخصیت ہے اور نہ اس کی علییت کا کسی کو پتہ ہے لیکن جس جماعت کی حمایت میں وہ اپنی
 سرگرمیاں دکھا رہا ہے کم از کم اس جماعت میں تو اہل علم حضرات کی کمی نہیں ہے۔ آخر علماء و دیوبند
 اس مسئلہ پر کیوں خاموشی اختیار کیے بیٹھے ہیں۔ وہ امیر علی کی تجاویز پر اپنا تبصرہ کیوں نہیں
 ظاہر کرتے کہ مباہلہ کا صحیح طریقہ کیا ہے جو امیر علی نے پیش کیا ہے یا کچھ اور؟ اگر واقعی
 مباہلہ کرنا ہی مقصود ہے تو عند مباحثہ اور من گھڑت طریقہ اپنانے کے بجائے اس طریقہ کو کیوں
 نہیں اختیار کرتے ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ کیا آپ کو پتہ نہیں کہ حضور نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نجران کے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کرنے کا ایک موقع پیش
 آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ نبی قرآن مجید میں مباہلہ کرنے کا یہ طریقہ ارشاد فرمایا؟ اور کیا حدیث
 بخاری بھی آپ کی نظر سے نہیں گزری؟ اور کیا علماء، مفسرین، ائمہ کے ارشادات سے آپ بالکل بے خبر
 ہیں اور آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ مباہلہ کن حالات میں اور کن امور میں مشروع اور جائز ہے؟
 اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا یہ طریقہ ارشاد فرمایا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 مباہلہ کے لیے کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ اور ائمہ دین نے کن شرائط کے ساتھ اس کا مشروع
 ہونا بتایا ہے؟ اگر آپ نہیں جانتے تو لیجیے میں بتا دیتا ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد
 فرماتا ہے: **إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ**
الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ
مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَكُمْ وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَكُمْ وَنَسَاءَكُمْ كَذَٰلِكَ
وَأَنْفُسُكُمْ تَوَنَّبَهُمْ فَنَجْعَلُ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝ ترجمہ۔ بیشک حالت
 کے مشابہ حالت عیسیٰ (حضرت آدم کی ہے کہ ان کے

قَالَ تَعَالَى فَمَنْ حَاجَّكَ بَعْدَ هَذِهِ الدَّلَائِلِ الْوَاضِحَةِ وَالْجَوَابَاتِ
الْإِثْمَةِ فَاقْطَعْ الْكَلَامَ مَعَهُمْ وَعَامِلْهُمْ بِمَا يَعْمَلُ بِهِ الْمُعَانِدُونَ
وَهُوَ أَنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْمَلَاعِنَةِ - (توضیح) مجبور نظر انصاف طالب حق ہو گا وہ
یقیناً سمجھ لے گا کہ بیان اپنے انتہائی کمال کو پہنچ چکا ہے ایسی ہی مقام پر اللہ تعالیٰ نے
ارشاد فرمایا کہ جو لوگ (اے محبوب) ان واضح دلائل اور صاف شرح جوابات کے بعد
بھی تم سے حجت بازی کریں تو آپ ان سے مباحثہ ختم کر دیں اور ان کے ساتھ وہ بتاؤ کریں
جو جھگڑا القوم کے لوگوں سے کیا جاتا ہے یعنی دعوت مباہلہ دیں۔ معلوم ہوا کہ مناظرہ کے
بعد ہی مباہلہ ہو سکتا ہے اور یہی صحیح طریقہ ہے جو قرآن و محضت و کلام اللہ سے ظاہر ہے۔
اور دینی معاملات میں حق واضح کرنے کے لیے مناظرہ کرنا سنت انبیاء ہے۔ چنانچہ
امام رازی تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں: واعلم ان هذه الرواية دالة على ان
المناظرة في تقرير الدين وازالة الشبهات حرفة الانبياء عليهم الصلوة
والسلام یعنی جان لو کہ یہ روایت دلالت کر رہی ہے کہ احقاق دین اور ازالہ شہادت
کے لیے مناظرہ کرنا طریقہ انبیاء ہے۔

(ب) مباہلہ قطعی امور پر ہو سکتا ہے نہ کہ ظنیات پر۔ قطعی امور مدار کفر و ایمان ہو سکتے
ہیں۔ ظنیات پر کفر و ایمان کا دار مدار نہیں ہوتا۔ لہذا اگر مباہلہ ہو گا تو کفریات دیوبندی
وہابیہ پر ہی ہو گا کہ دیوبندیوں نے جو شان رسالت میں گستاخیاں کی ہیں وہ ہمارے
قطعا کفر ہیں۔ خطا لکھتے لکھتے شوق نے دفتر کیے رواں + افراط اشتیاق نے آخر بڑھائی بات
یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہو گی کہ امیر علی نے جو خود ساختہ تجاویز پیش کی ہیں چونکہ
دیوبندی مسلک کے لوگ انہیں خوب اچھا ل رہے ہیں اور شائع کر کے خوب تقسیم کر رہے
ہیں ایسے میں مسلک دیوبند کے لباب علم و دانش سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوں کہ کسی قبر سے اچھی یا
بری آواز کا آنا۔ اور کسی قبر سے خوشبو یا بدبو کا پھیلنا کیا حق و باطل کو پہچاننے کا معیار ہے؟ حالانکہ
مباہلہ کے وقت آپ لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ کس کی قبر سے خوشبو پھیلتی ہے اور کہاں
سے بدبو۔ اسی طرح اچھی اور بُری آوازوں کا بھی پتہ چل جائے گا اس وقت انشاء اللہ
یہ ساری غو خیاں آپ لوگ بھول جائیں گے) اور امیر علی صاحب! آپ بھی جواب دیں
ساتھ ہی اس سوال کا جواب بھی مرحمت فرمائیں۔ اور اگر آپ سے جواب ممکن نہ ہو تو علم

اپنے اکابر دیوبند سے پوچھ لیں کہ یہ کس طرح آپ کو معلوم ہوا کہ قبروں پر حق و سزا باطل کا اظہار اچھی اور بری آوازوں اور خوشبو و بدبو کے ذریعہ ہی ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ آپ کی بات کو پورا کرنے کا پابند ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کسی اور طریقے سے اظہار حق و باطل نہیں کر سکتا؟ آخر یہ کیوں ضروری ہے کہ حق و باطل کا اظہار اسی طرح ہو جسے آپ چاہتے ہیں؟ کیا غیبی اور آئندہ کے پیش آنے والے واقعات کا پیشگی علم آپ کے پاس ہے؟ آخر آپ کا ذریعہ علم کیا ہے؟ آخر اسے ہم آپ کا دعویٰ غیب دانی سمجھیں یا خاموش ادعا ئے نبوت سمجھیں یا کیا سمجھیں؟ مری تقریر طبع یار کو بے چین کرتی ہے + حسب کیا ہے وہی کہتا ہوں جو دل پر گزرتی ہے۔ حق و باطل کے اظہار کے لیے جو معیار آپ نے مقرر کیا ہے اسی معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ امیر علی صاحب! آپ کے پیشوا اور مسلک دیوبند کے عظیم مبلغ مولوی غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی والے کے انتقال پر ان کے چہرے کا دیدار کیوں نہیں کرایا گیا جبکہ ہزاروں افراد دیدار کی تمنائے کرتے تھے لیکن انھیں مایوس ہونا پڑا اور غمگین کیا گیا کہ ”طبی وجوہ کی بنا پر حضرت کا چہرہ نہیں دکھلایا جاسکتا ہے“ اور آپ یہ نہ سمجھیں کہ کوئی ڈھکی چھپی بات ہے۔ یہ بات تو ملک کے قومی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے ورنہ تو کسی کو اس کی ہول بھی نہیں لگتی۔ اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی غلام اللہ صاحب صاحب طبعی موت مرے میں (یعنی جلنے دینے جیسا کوئی حادثہ

پیش نہیں آیا) تو پھر دیدار نہ کرنے کی وجہ صرف یہی کچھ میں آتی ہے کہ معاذ اللہ ان کا چہرہ بوقت موت مسخ ہو گیا تھا اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ وہ اپنی تقریروں میں توحید کی اسط میں انبیاء کرام و اولیاء عظام کی شان میں علی الاعلان گستاخیاں کرنے کے عادی تھے۔ اسی لیے ان کا چہرہ مسخ ہو گیا ہوگا تو بتائیے اس موقع پر آپ کیا کہیں گے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مسلک باطل تھا۔ بڑے بڑے فاسق و فاجر دنیا سے جاتے ہیں لوگ ان کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ وہ تو عالم تھے ان کے چہرے پر تو فدا یت اور شگفتگی ہونی چاہیے تھی۔ ڈاکٹر اقبال ایک مومن کی موت کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں:

نشان مرد مومن با تو گویم چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست
اس موقع پر میں اس کے ہوا اور کچھ نہیں کہنا ہے کہ — پھیلا رکھا تھا جس کو مدتوں

سے دل میں اے انور + ہزار افسوس وہ شرح وریاں تک بات جا پہنچی۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اظہار حق و باطل کے بارے میں جو معیار امیر علی نے مقرر کیا ہے اس کے پیش نظر تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ قرب قیامت میں جب دجال ظاہر ہوگا اور اس کے عجیب اور خارق عادت امور کا ظہور ہوگا۔ مثلاً بارش برساتنا، مردے زندہ کرنا، قحط مٹا لانا، جنت و نار دکھانا، زمین کے خزانوں کا اس کی آواز پر ظاہر ہونا، پھر ان خزانوں کا اس کے پیچھے چلنا۔ تو کیا ان امور کو دیکھ کر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ دجال اور اس کے ماننے والے اہل حق اور سچے ہیں اور اس کو ماننے والے جھوٹے اور باطل پر ہیں؟

امیر علی قریشی کو میرا مشورہ: مبذول کرانا چاہوں گا کہ: مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے ہم مسلک لوگوں کو کسی کی قبر پر بے جا مانے سے پہلے اپنے مسلک و پابند کے مفتیان و اکابر علماء سے مندرجہ ذیل مسائل میں فتویٰ بھی انھوں نے حاصل کر لیا ہے؟ اگر فتویٰ حاصل نہیں کیا ہے تو میں انھیں مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ پہلے ان سے فتویٰ ضرور حاصل کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے ہم مسلک و اکابر و پابند آپ کو عین موقع پر دغا دے جائیں، آپ کا ماتہ چھوڑ دیں، آپ ہی پر کفر و شرک و حرام کا فتویٰ لگادیں۔ وہ مسائل یہ ہیں:

- الف: بزرگوں یا کسی کی قبر پر خاص ارادہ کر کے صغر کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- ب: بزرگان دین و صاحب قبور اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ مر کے مٹی میں مل گئے ہوں؟
- ج: اہل قبور حق و باطل کے اظہار کے سلسلہ میں کسی قسم کا تصرف کر سکتے ہیں اور قادر ہیں؟
- د: حق و باطل کا اظہار جب اہل قبور تلاوت قرآن و ذکر سے کریں گے تو یہ ان کی طرف سے مدد ہوگی تو کیا اہل قبور سے امداد برحق ہے؟

۵: جو حق پر ثابت ہوگا گویا اسے قبر والوں سے نفع پہنچے گا اور جو جھوٹ ثابت ہوئے گا گویا انھیں اہل قبور سے ضرر نقصان پہنچے گا۔ تو کیا اہل قبور کسی کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ یا انھیں کوئی نفع و نقصان ملتا ہے؟

۶: اور پھر اہل قبور کو کیا علم ہے کہ کچھ لوگ ہماری قبر پر حق و باطل کا اظہار کرنے (مدد کرنے) کے لیے آئیں۔

مجھے یقین ہے کہ جب مندرجہ بالا سوالات علماء دیوبند سے پوچھیں گے تو ان کا جواب سن کر آپ کا سارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔ اور اس وقت آپ یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے جائیں گے۔ دل کے پھپھو لے جل گئے صینے کے داغ سے + اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ میں آپ کو فتویٰ حاصل کرنے کا مشورہ اس لیے دے رہا ہوں کہ آپ تو ان کو علماء دیوبند کی حمایت و کالت میں اچھل کود رہے ہیں اور اس بات سے بے خبر ہیں کہ ”علماء دیوبند کا پورا مسلک تضادات کا مجموعہ ہے“ شاید آپ نے کوئی کتاب ان کی ایسی دیکھ لی ہوگی جس سے آپ یہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ ”سُرس و فاتحہ میلاد، بزرگوں سے توسل و استمداد، قبروں پر حاضری، سُرس میں شرکت، بزرگوں کے تصرف و اختیارات، ان کے علوم غیبیہ و انکشافات باطنی، دلوں کے سراوس بد مطلع ہو جانا۔ وغیرہ وغیرہ عقائد و نظریات کے علماء دیوبند قائل ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ آپ کو ان کی کتابوں سے ایسا دھوکہ لگا ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مجھ سے من لیجیے کہ علماء دیوبند مذکورہ بالا مسائل میں بالکل ان مسائل کے برعکس بھی ایک نظریہ رکھتے ہیں۔ گویا ہر مسئلہ اختلافی میں وہ لوگ دو رائے، دو عقیدہ، دو شرک و کفر کا بھی اور ایمان کا بھی حلال و ناجائز بھی اور حرام و ناجائز بھی) کے پابند نہیں گے۔ اور یہی ان کے مسلک کا

سب سے بڑا تضاد ہے۔ اگر آپ کو میری باتوں پر یقین نہ آئے تو میں آپ کی رہنمائی علماء دیوبند کی مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف کرتا ہوں آپ ان کا بغور مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو میرے اس دعویٰ کی صداقت کا یقین ہو جائے گا۔ مندرجہ بالا مسائل کے بارے میں علماء دیوبند کی حمایت و کالت دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ ”تذکرۃ الرشید - ارواحِ ثلاثہ - نشر الطیب اشرف السورخ - الامداد - شیخ الاسلام منیر - امداد المشتاق - مرثیہ گنگوہی صراطِ مستقیم - تصانیف قاضی کا مطالعہ فرمائیں۔ اور ان مسائل میں علماء دیوبند کا مخالفانہ طرزِ عمل دیکھنا چاہتے ہوں تو پھر حفظ الایمان، تحذیر الناس - براہین قاطعہ، صراطِ مستقیم - فتاویٰ رشیدیہ - تقویت الایمان - بلغۃ البھران - جواہر القرآن وغیرہ کتب کا مطالعہ میرے دعویٰ کی صداقت کے لیے بہت کافی ہو گا اور اگر اتنی کتابوں کا مطالعہ دشوار ہو تو ایک طرف تقویت الایمان یا فتاویٰ رشیدیہ کا مطالعہ کریں۔ دوسری طرف المہند یعنی عقائد علماء دیوبند کا مطالعہ کریں تو بھی بہت کافی ہو گا۔ آپ حیران ہو گئے کہ ایک مسئلہ میں بیک وقت

دورانے کس طرح رکھی جاسکتی ہیں تو میں کہوں گا کہ علمائے دیوبند کا یہی وہ خاص فن ہے جس کی گہرائی تک پہنچنا ہر کس و نا کس کا کام نہیں۔ علماء دیوبند کے مسلک کا تضاد اس شعر کا مصداق ہے۔

جیسا موسم ہے مطابق اس کے میں دیوانہ ہوں مارچ میں بیل ہوں میں جولائی میں پروانہ ہوں
ہاں تو امیر علی صاحب! فتویٰ حاصل کرنے کا مشورہ میں اس لیے دے رہا ہوں کہ آپ تو نورانی صاحب اور ان کے ہم مسلک لوگوں کو لے کر قبر پر جائیں اور علمائے دیوبند اپنی کتابیں تقویت الایمان، فتاویٰ رشیدیہ، بہشتی زیور لے کر آجائیں اور ان کا کفر و شرک کا گولہ کہیں آپ ہی پر داغ نہ دیں کہ امیر علی صاحب! تم قبروں پر کیا لینے آئے ہو؟ غیر اللہ سے تمہیں کیا ملے گا؟ کیا تمہیں پتہ نہیں کہ یہ اہل قبور مر کے مٹی میں مل چکے ہیں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ غیب دان نہیں کہ منوں مٹی کے نیچے سے تمہیں دیکھ لیں گے اور تمہارے دل کا قصد پر مطلع ہو جائیں؟ تمہیں پتہ نہیں کہ خدائے انہیں کیا عاجز و بے اختیار بنایا ہے؟ انہیں تصرف کرنے سے مدد کرنے کی قدرت نہیں دی بلکہ یہ اہل قبور تو اپنی جہان کے نفع و نقصان کے مالک نہیں تمہیں کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اور پھر جب تک یہ زندہ رہے انہیں اپنے انجام اور دوسروں کے انجام تک کا توبہ نہیں تھا تا بابا مرنے کے بعد تمہارے حق و باطل کا فیصلہ یہ کس طرح کر سکتے ہیں؟ کیا تمہیں پتہ نہیں کہ علمائے دیوبند نے رسول خدا کے لیے دیوار کے نیچے کا علم نہیں مانا تو یہ مٹی کے ڈھیر کے نیچے سے تمہارے بارے میں کچھ کیونکر جان سکیں گے؟ اور امیر علی! تم تو بالکل ہی اپنے دیوبندی عقیدہ سے غافل ہو بھلا بتاؤ تو! تم لوگوں کو بارگاہ رسالت مآب میں لا کر حضور کے سامنے یہ کفر و شرک کیسی بھلا دے ہو۔ جب ہمارے علماء دیوبند نے حضور کی زندگی دنیوی میں ان کا علم غیب نہیں مانا بلکہ ان کے لیے دیوار کے نیچے کا علم تک نہ مانا تا باب بھلا حضور اتنے حجاب میں رہتے ہوئے تمہیں کس طرح دیکھیں گے؟ تمہارے سلام کا جواب کس طرح دیں گے؟ جبکہ ہمارے علمائے دیوبند اپنی کتاب میں حضور علیہ السلام صاحب کے لیے ”مر کے مٹی میں ملنے والا“ پہلے ہی لکھ چکے ہیں ہاں اگر تم ہمارا دیوبند کا (کا) مشورہ مانو تو ابلیس یعنی شیطان کے پاس یہ مقدمہ لے کر جاؤ کیونکہ اس کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے اس کی وسعت علمی پر قصور قطعاً قرآن و حدیث کے

دلائل موجود ہیں جبکہ حضور کی وصیت علی پر کوئی نص قطعی نہیں بلکہ شرک ہے شیطان کو تو تمام روئے زمین کا علم ہے حضور علیہ السلام کو کب روئے زمین کا علم حاصل ہے؟ بلکہ ان کے لیے روئے زمین کا علم ماننا بھی شرک ہے تو شیطان ہی فیصلہ کرے گا اور تم ڈرو نہیں امیر علی صاحب! چونکہ ہمارے اور تمہارے اکابرین علمائے دیوبند نے شیطان کے لیے دھول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم مانا ہے اور اس کی تعریف کی ہے لہذا گمانِ اغلب یہی ہے کہ شیطان کا فیصلہ ہم علماء دیوبند کے حق میں ہی ہوگا کیونکہ وہ ہم لوگوں سے بہت خوش ہے ہم نے اور ہمارے (وہابی دیوبندی) اکابر نے انبیاء اولیاء کی بہت قویہن کی ہے جس کے سبب شیطان کے مشن کو بہت تقویت ملی ہے پھر ہمارا تمہارا ساتھ کیوں نہیں دے گا؟ جاؤ تو وہی؟

کیسے امیر علی صاحب! کیسی رہی؟ میرا کہنا مانیں تو علمائے دیوبند کی حمایت و وکالت چھوڑیں اور خادم ہی بنتا ہے تو اپنے جدا مجد حضرت خواجہ غوث بہاؤ الحق ذکر یا ملانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک حقہ کے خادم بن جائیں اور ان کے غلاموں کے خادم بنیں۔ کوئی اپنے دشمنوں کا بھی خادم بنتا ہے؟

امیر علی صاحب! خواہ مخواہ آپ نے اتنا بڑا ہوتا کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور فیصلہ تو ہو گیا: دعوتِ مباہلہ کی کاپیاں چھپوا کر اپنے دیوبندی بھائیوں کا پیسہ آپ ضائع کر رہے ہیں۔ فیصلہ تو خود آپ نے کر دیا ہے۔ اور آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ بریلوی حق پر ہیں۔ دیکھیے آپ نے "دعوتِ مباہلہ" نامی کتابچہ کے آخری صفحہ پر یہ لکھا ہے کہ: اب فقیر مندرجہ ذیل باتیں چاہتا ہے:

۱۔ ہم ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ یہ بھی مسلک دیوبند کو کافر کہنا بند کر دے اور توبہ نامہ ضائع کرے۔ ۲۔ وہ مباہلہ کر لے۔

ہوا ہے مدعا کا فیصلہ اچھا مرے حق میں زینخانے کیا خود چاک دھن ماہ کنٹاں کا

سوال یہ ہے کہ بریلوی تو ہمیشہ سے اپنے آپ کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اصل میں تو آپ کو کھٹنا

تھا اور وہ آپ نے سمجھ لیا۔ اب اسی صورت میں دعوتِ مباہلہ دینا اور اہل پر اصرار

کرنا کیا بالکل بے معنی اور لغو نہیں ہے؟ والفضل ما شہدت بہ الاعداء

باقی رہا آپ کا یہ مطالبہ کہ بریلوی مسلک والے دیوبندی مسلک والوں کو کافر نہ کہیں۔

اس سلسلہ میں آپ غالباً کچھ مناظرے میں ہیں۔ بریلوی حضرات کسی مسلمان کو ہرگز کافر نہیں کہتے جو کچھ بریلوی کہتے ہیں وہ یہ ہے:

جن اکابر دیوبند نے حضور نبی کریم علیہ السلام کی شان رفیع میں بے ادبیاں کی ہیں اور شدید گستاخانہ کلمات کہے ہیں اور توبہ تک کی زحمت گوارا نہیں کی بلکہ توہین رسالت کے ارتکاب پر آخر تک قائم رہے ان کے متعلق حکم قرآنی (لَا تَتَّخِذُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔ تم بہانے و بناؤ تم ایمان لانے کے بعد رسول کی گستاخی کر کے) کافر ہو گئے۔ لَقَدْ قَالُوا اِكْلَمَةٌ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ۔ یعنی بے شک انھوں نے کفر کا کلمہ کہا اور اسلام لانے کے بعد (کلمہ کفر یہ کہہ کر) کافر ہو گئے) بہت واضح ہے۔ بریلویوں کا اگر کوئی جرم (آپ کے گمان کے مطابق) ہے تو صرف یہ کہ وہ اہل قرآنی فیصلے کو مانتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ یہ جانتے ہوئے دیکھ گئے فلاں فلاں حضرات نے رسول کی توہین کی ہے ابھی انھیں اپنا مقصد اور نتیجہ سمجھتے

سمجھتے ہیں اور گستاخانہ عبارتوں سے سبزیاری ظاہر نہیں کرتے ان کے لیے کبھی وہی حکم قرآنی ہے۔ رہے وہ لوگ جو انھیں کسی حسین ظن کی بناء پر اپنا پیشوا اور عالم دین سمجھتے ہیں اور ان بے چاروں کو یہ پتہ تک نہیں یہ رسول کے گستاخ ہیں وہ بریلویوں کے نزدیک مسلمان ہیں ان بے چاروں کو کوئی کافر نہیں کہتا۔ اس مقام پر پہنچ کر یہ سوال پیدا ہونا فطری بات ہے کہ اکابر دیوبند نے وہ کون سی گستاخیاں کی ہیں جن کی بناء پر ان پر توہین رسالت کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ تو لیجیے بارگاہ رسالت میں ان کی گستاخوں کے چند نمونے حوالوں کے ساتھ پیش کیے دیتا ہوں۔ اگرچہ تمیز اقلیم ان عبارتوں کو نقل کرتے ہوئے کاتب رہا ہے مگر حجت تمام کرنا ضروری ہے۔ ان گستاخانہ عبارتوں اور طعنون کلمات کو بڑھ کر آپ کی ایمانی آگ جو سرد چڑھ چکی ہے۔ شاید ان میں کوئی چمکا رہی موجود ہو اور رحمت خداوندی سے وہی چمکا رہی از سر نو حرارت ایمانی بخش دے۔ خدا کی رحمت سے کچھ بید نہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے آمین۔

عقیدہ "غیب کی باتوں کا ایسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے

دیوبندی عقائد کے چند نمونے

ایسا علم زید عمرو، بچوں اور پاکلوں کو، بلکہ تمام جانوروں کو حاصل ہے، رسول کی تخصیص نہیں۔“
 حوالہ کے لیے دیکھیے کتاب (حفظ الایمان مصنف مولوی اشرف علی تھانوی ص ۱۷ شائع کتب خانہ اشرفیہ کمپنی
 دیوبند) عقیدہ ۷۲ ”حضور نبی کریم علیہ السلام کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے اہل علم کا نہیں۔“ (تحدیر الناس ص ۱۷)
 ص ۱۷ مصنف مولوی محمد قاسم جاناغوتوی شائع کردہ کتب خانہ اعزاز دیوبند) عقیدہ ۷۳ ”حضور
 نبی کریم علیہ السلام کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“
 (تحدیر الناس ص ۱۷) عقیدہ ۷۴ ”شیطان و ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم ہے اور حضور علیہ السلام
 کے علم سے زیادہ ہے۔“ (برائین قاطعہ ص ۱۷ مصنف مولوی خلیل احمد بیٹھوی شائع کردہ کتب خانہ لہندہ
 دیوبند) عقیدہ ۷۵ ”ملا میں حضور علیہ السلام کا خیال گدھے اور ذیل کے خیال میں ڈوبنے سے بڑا
 ہے۔“ (مراط مستقیم ص ۹ مصنف مولوی اسماعیل دہلوی شائع کردہ کتب خانہ اشرفیہ داخدا کمپنی دیوبند)
 عقیدہ ۷۶ ”ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چارے بھی ذیل ہے۔“ (تقویت الایمان
 ص ۱۷ مصنف مولوی اسماعیل دہلوی شائع کردہ کتب خانہ اشرفیہ داخدا کمپنی دیوبند) عقیدہ ۷۷
 ”حضور علیہ السلام کو کچھ قدرت ہے نہ کچھ خیب والی ان کی قدرت کا حال تو یہ ہے کہ وہ اپنی
 جان تک کے نفع و نقصان کے مالک نہیں۔“ (تقویت الایمان ص ۱۷) عقیدہ ۷۸ ”اللہ تعالیٰ
 جو کچھ معاملہ اپنے بندوں سے کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر خواہ آخرت میں اس کی حقیقت کسی
 کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی نہ اپنا حال نہ دوسروں کا۔“ (تقویت الایمان ص ۱۷) عقیدہ ۷۹
 ”جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔“ (تقویت الایمان ص ۱۷) عقیدہ ۸۰ ”سب
 انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔“ (تقویت الایمان ص ۱۷)
 عقیدہ ۸۱ ”حضور علیہ السلام کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجئے۔“ (تقویت الایمان ص ۱۷)
 عقیدہ ۸۲ ”حضور علیہ السلام پر افرامانہا کہ گویا آپ نے فرمایا میں بھی ایک دن مرکز
 مٹی میں ملنے والا ہوں۔“ (تقویت الایمان ص ۱۷) عقیدہ ۸۳ ”حضور علیہ السلام کا یوم میلاد
 منانا کنھیا کے جنم دن منانے کی طرح ہے۔“ (برائین قاطعہ ص ۱۷)

امیر علی صاحب دیوبندی حضور علیہ السلام کے لیے اردو زبان کا علم دیوبند کے علماء
 سے آنا بتاتے ہیں (برائین قاطعہ ص ۱۷) بلغۃ الحیران نامی کتاب میں حضور علیہ السلام کا گونا گوا
 اور اپنے لیے لکھا کہ میں نے انھیں گرنے سے روکا۔“ رسول کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔“
 (برائین قاطعہ ص ۱۷) ”رسول کے چاہنے کے کچھ نہیں ہوتا۔“ (تقویت الایمان ص ۱۷)

کہاں تک میں ان علمائے دیوبند کی کفریات نقل کروں؟ آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کیا ان عقائد کے حامل افراد مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں؟

حجت ضروری و ضا میں نے طوالت سے بچنے کے لیے ان کفری عبارتوں کے اقتباسات درج کیے ہیں مکمل مضمون ان کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مولوی مرتضیٰ حسن دہلوی کا فیصلہ: ”اگر خاں صاحب (مولانا احمد رضا خاں صاحب) کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے انھیں سمجھا تو خاں صاحب (مولانا احمد رضا خاں صاحب) پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔۔۔ کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔“

(اشد العذاب ص ۱۲، مسائل شائع کردہ دارالعلوم دیوبند مطبع مجتہبی دہلی)

آخری اور فیصلہ کن بات میں ملک اردطت اسلامیہ کے عظیم تر مفاد میں اور امیر علی امدان کی پشت پناہی کرنے

والے دیوبندی و بابی حضرات کو مشورہ دوں گا وہ کسی پر بھی غلط نہ اچھا لیں، فرقہ واریت کی آگ کو نہ بھڑکائیں، ملک کے حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے نہ ہی ملک اس کا تحمل سہہ سکتا ہے۔ میں نے یہ چند مصطور بھی عوام کے ذہن کو صاف کرنے کے لیے لکھے ہیں ورنہ مجھے اس بات کی خوشی نہیں کہ میان بازیوں میں بھی حصہ لوں یہ میرا مشورہ ہے لیکن آپ لوگ اگر میرے اس مخلصانہ مشورہ کی قدر نہیں کرتے اور مباہلہ کرنے پر ہی آپ کو اصرار ہے تو صغیہ ہم مباہلہ سچے لیے تیار ہیں۔ لیکن

۱۔ مباہلہ سے پہلے مناظرہ ضرور ہوگا جس میں فریقین دلائل شریعت سے اپنا اپنا نقطہ نظر پیش کریں گے۔ ۲۔ فریقین کے درمیان مناظرہ علانیہ ہوگا۔ موضوع مناظرہ ”کفریات علمائے دیوبند“ ترتیب وار ہوں گے جن کا بیان آہ پرگزریا ہے۔ بریلوی لوگ ان عبارتوں کو کفریہ اور دیوبندی لوگ انھیں غیر کفری ثابت کریں گے اور علماء دیوبند کو ثابت کرنا ہوگا کہ ان پر توہین رسالت کا الزام غلط ہے اور وہ عبارات گستاخانہ نہیں۔ ۳۔ مناظرہ تحریری و تقریری دونوں ہوگا یعنی ہر مناظرہ اپنا اپنا تحریری بیان اپنے اور گواہوں کے دستخط و ہرے مرتب کرے گا پھر اسے آواز بلند پڑھ کر فریق ثانی کے حوالے کرے گا۔ ہر مناظرہ کے تقریری بیانات مکمل ٹیپ

کیے جائیں گے۔ ۴۔ مناظرہ میں غیر جانب دار اہل علم و دانش حضرات بطور منصف اور سچ اپنے فرائض انجام دیں گے اور مناظرہ کے اختتام پر کسی قسم کا اعلان یا ہار و جیت سے متعلق کرنے کے مجاز صرف وہی ہوں گے۔ ۵۔ ہر فریق کے منتظمین اپنی جماعت اور اپنے عوام کی جانب سے امن و امان برقرار رکھیں گے۔ یہ ان کی ذمہ داری ہوگی۔ ۶۔ مناظرہ کے باقی شرائط اس وقت طے ہوں گے جب آپ لوگ مناظرہ کرنے کے لیے باقاعدہ اعلان کریں گے کہ ہم تیار ہیں۔ بالفوض اگر کسی وجہ سے مناظرہ سے بھی بات نہیں بنتی ہے اور فیصلہ کے لیے مباہلہ ہی ضروری ہوتا ہے تو پھر ہم آپ سے مباہلہ بھی کریں گے لیکن مباہلہ الف پاکستان میں کیجیے تاکہ یہاں کے سنی دیوبندی عوام بھی دیکھیں۔ ۷۔ مباہلہ کا موضوع بھی وہی ہوگا کہ اے اللہ ہم دیوبندیوں اور ان کے فلاں فلاں اکابر پر توہین و رسالت کا الزام لگانے میں اگر بریلوی سچے ہیں تو ان کی حقانیت کو ظاہر فرما اور اگر ہم لوگ سچے ہیں یعنی نہ ہم نے نہ ہمارے فلاں فلاں اکابر نے توہین و رسالت کیا ہے بلکہ اس معاملے میں بے قصور ہیں تو ہماری حقانیت ظاہر فرما۔ اے اللہ توہین و رسالت کے مجرموں اور ان کے متبعین پر اپنا عذاب نازل فرما۔ ان پر اپنی لعنت بھیج۔ ج۔ مباہلہ کرنے کے لیے دو جماعتوں میں سے جو حضرات بھی منتخب ہوں گے ان کے متعلق ان کی جماعت کے اکابر علماء اور مفتیوں کو اپنا تحریری و کالت نامہ فریق ثانی کے حوالے کرنا ہوگا کہ فلاں شخص ہماری جماعت کا نمائندہ ہے اس کی ہار و جیت ہماری ہار و جیت ہوگی۔

امیر علی جس مکتبہ فکر یعنی دیوبندی مسلک کی نمائندگی کر رہا ہے اس مسلک کے

مولانا شاہ احمد نورانی کا اعلان

اکابر علماء و مفتیان لکھ کر دیں کہ امیر علی ہمارا نمائندہ ہے اس کی ہار و جیت ہماری جیت ہوگی تو میں مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی اٰخِرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَ صَحْبِهِ اَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

خاکپائے محمد شمیم الحسن قادری رضوی غفرلہ خطیب جامع مسجد سولٹی
مرکز لاہوری الاولیٰ ام ۱۴۳۸ھ بروز جہان افروز دوشنبہ

آئینہ حق و باطل

سبب تالیف

کانگریس کے گڑھ وہابیت کے مرکز مدرسہ دیوبند کے احراری۔
 کانگریسی تنظیمی۔ جماعتی۔ مودودی وغیرہ وہابی مولوی نہ صرف یہ کہ
 نظریہ پاکستان کے بدترین دشمن ہیں بلکہ جمہور مسلمانان اہل سنت و
 جماعت کے پاکیزہ عقائد و معمولات کو شرک و بدعت اور مسلمانان اہل
 سنت و جماعت کو مشرک و بدعتی قرار دیتے ہیں چنانچہ حال ہی میں کسی
 ایمان الدین قاسمی دیوبندی وہابی کی طرف سے ”بریلی کانیا دین“
 نامی کتاب منظر عام پر آئی ہے جس میں اہل سنت و جماعت کے
 عقائد و معمولات کو نہایت غلط انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ بلکہ حضور
 اقدس نبی اکرم رسول محترم نور مجسم واقف اسرار لوح و قلم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو عالم غیب، حاضر و ناظر، نور مجسم مختار کل ماننے والوں۔ صلوة و
 سلام پڑھنے والوں، عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے
 والوں، گیارہویں شریف، بیچہ، دسواں، بیسواں، چہلم و عرس شریف
 کرنے والوں کو مشرک و بدعتی قرار دیا گیا ہے ہم کچھ دوسری فرصت میں
 جامعیت کے ساتھ بریلی کانیا دین کے الزامات و افتراءات کے مدلل
 و مفصل جوابات کی طرف متوجہ ہوں گے اور جملہ اعتراضات کا تسلی
 بخش جواب عرض کرینگے۔ دست ہم مخالفین اہل سنت کے ذمہ دار
 اکابر علماء کی مستند کتب و رسائل سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ یہ حضرات
 جن عقائد و معمولات کا باعث اہل سنت و جماعت کو مشرک و بدعتی

قرار دیتے ہیں وہ تمام باتیں اپنے بزرگوں اور پیشواؤں میں مانتے ہیں۔
 فرق صرف اتنا ہے کہ اہل سنت و جماعت تو اپنے پیارے انبیاء و مرسلین
 علیہم السلام بزرگان دین اولیائے کاملین قدست اسرار ہم کئے فضائل و
 کمالات پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ حضرات اپنے مولویوں میں وہ سب فضائل و
 کمالات مانتے ہیں جن کے باعث ایک سنی مسلمان معاذ اللہ مشرک و بدعتی قرار
 پاتا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ ۵

یوں نظر دوڑے برہمی تان کر اپنے بیگانے ذرا پہچان کر
 یہ حضرات اپنے زعم باطل میں جو عیب اہل سنت و جماعت میں
 تلاش کرتے ہیں اور مشرک و بدعتی قرار دینے کی راہ نکالتے ہیں وہی عیب
 ان کے اپنے ذمہ دار اکابر علماء میں ہے۔ لہذا ہمارا پر خلوص مشورہ یہی ہے کہ
 دوسروں کے عیب بیشک ڈھونڈنا ہے ان کے چشمِ عبرت سے کبھی اپنی سیکاری بھی دیکھ

اہل باطل سے ہیں سنی مسلمان ہوشیار



مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد انعام
 ہر اس شخص کو دیا جائے گا جو مندرجہ ذیل حوالہ جات غلط ثابت کرے۔

رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہیں
 لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۶ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

مفتی محمد حسن دیوبندی رحمۃ للعالمین ہیں

مفتی محمد حسن اشرفی مشہور دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی
 کے خلیفہ اعظم تھے ان کے انتقال پر ایبٹ آباد کے دیوبندی، ہبتم مدرسہ
 مرثیہ خواں ہیں۔

”آج نماز جمعہ پر یہ خبر جانکاہ سن کر دل حزیں پر سید چوٹ لگی کہ
 رحمۃ للعالمین مفتی محمد حسن اشرفی، دنیا سے سفر آخرت فرما گئے ہیں۔“
 (تذکرہ حسن بحوالہ ”بجلی دیوبند و نوری کرن“ فروری ۱۹۶۲ء)

حتم نبوت کا انکار

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم
 ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور
 آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخیر
 زمانی میں کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلَٰكِنْ رَّسُولُ اللَّهِ
 وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے....
 اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا
 ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (تحذیر الناس
 ص ۲۵، ۳۔ از مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

نبوت کے لئے دیوبندیوں اور مرزاہیوں میں خانہ جنگی

دیوبندیوں کے شیخ التفسیر مولوی احمد علی صاحب لاہوری رقم طراز ہیں: ”مرزا غلام احمد قادیانی اصل میں تو نبی ہی تھے لیکن میں نے ان کی نبوت کشید کر لی اور یہ نبوت اب مجھے وحی کی منفعتوں سے نواز رہی ہے۔ (تجلی دیوبند جنوری ۱۹۵۷ء)

پیغمبرانہ صحبت

کاش ہم حرمات نصیب حضرت قطب الاقطاب (مولوی احمد علی لاہوری) کی پیغمبرانہ صحبت سے مستفید ہوتے۔ (خدام الدین لاہور ۲۰ اپریل ۱۹۶۲ء)

رخ علامہ احمد علی کی ہر تجلی میں نبوت کے سراج علم بتویر دیکھی تھی
(خدام الدین لاہور ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء)

دیوبندیوں کا کلمہ درود اور تھانوی صاحب کا اعلان نبوت رسالت

دیوبندیوں و ہابیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے پہلے خواب پھر بیداری میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اشرف علی رسول اللہ ﷺ اور پھر عین بیداری و ہوشیاری کی حالت میں درود شریف یوں پڑھا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا اشرف علی اس پر بجائے توبہ کی تلقین کے تھانوی صاحب نے تسلی دی کہ تم جس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے۔ (رسالہ الامداد صفر المنظر ۱۳۲۶ھ ۳۵۳ از مولوی اشرف علی تھانوی)

مرد حقانی کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور
 عارف رومی فرماتے ہیں ۵

نور حق ظاہر بود اندر ولی نیک ہیں باشتی اگر اہل ولی
 اگر تو صاحب بصیرت ہے تو اچھی طرح دیکھ کہ اللہ کا نور ولی اللہ (مولوی
 احمد علی) میں چمکتا ہے۔ (خدام الدین ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء)
 مولوی احمد علی لاہوری مرنے کے بعد اُن کا ایک مرید لکھتا ہے
 ”اس گنہ گار آنکھ نے دو مرتبہ شرف زیارت حاصل کیا۔ کیا عرض
 کروں۔ چہرے پر نور برس رہا تھا۔ پنجابی شعر ۵
 چہرہ انور پیشانی وچ چمکداسی اوی نور دے وچ سما گئے تے
 (خدام الدین شیخ التفسیر نمبر ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

پیغمبر کے لئے معجزہ ضروری نہیں

جس شخص سے کوئی معجزہ نہ ہو اس کو پیغمبر نہ سمجھنا یہ عادتیں پھور
 اور نصاریٰ اور مجوس اور منافقوں اور اگلے مشرکوں کی ہے۔
 (تقویت الایمان ص ۱۷-۱۸ از مولوی اسماعیل ہولوی)

عطاء اللہ بخاری کا معجزہ

امیر شریعت (عطاء اللہ بخاری) کی معجزانہ خطابت کی تاثیر حلاوت
 جرأت، ویے باکی، حق گوئی و سحر بیانی ضرب المثل تھی۔ (خدام الدین لاہوری
 ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء ص ۱)

صحابہ کی توہین کرنے والا اہل سنت سے خارج نہیں

جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے.....

وہ اپنے اس کبیرہ کی وجہ سے سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۱۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

علماء کی توہین کرنے والا کافر

علماء کی توہین کو چونکہ علماء نے کفر کھا ہے جو بوجہ امر علم اور دین کے ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۶)

محرم میں سبیل لگانا شریعت و دھ پلانا حرام

محرم میں ذکر شہادت حسین کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شریعت پلانا و دودھ وغیرہ پلانا سب تا درست اور تشبیہ و افتراض کی وجہ سے حرام ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۱۱۳ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہندوؤں کی پوری کھانا حلال

ہندوؤں کی ہولی دیوالی کٹی کھیلیں اور پوری کھانا درست ہیں۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۱۱)

مرثیہ شہداء کر بلا کا جلا دینا ضروری ہے

مرثیہ شہداء کر بلا کا جلا دینا یا دفن کر دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۱۳)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا مرثیہ جائز

دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی نے اپنے آقائے نعمت مولوی رشید احمد گنگوہی کے انتقال پر ایک کتابچہ بنام مرثیہ گنگوہی شائع کیا

ہوا ہے جو پاک و ہند کے ہر دیوبندی و ہابی کتب خانہ سے مل سکتا
ہے جس میں نوحہ ماتم کا ایک مصرعہ یہ ہے ۴
جہاں تھا خندہ و شادی وہاں ہے نوحہ و ماتم

زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے والا کافر
زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دے دیا اس کے سامنے دوزخ و جہنم
تو یہ سب افعال اس پیر کی عبادت کے ہوں گے جو اللہ کے نزدیک موجب
لعنت ہوں گے (جو اہل القرآن ص ۱۱۱) جو ان کو کافر نہ کہے خود کافر ہے۔
جو اہل القرآن ص ۱۱۱۔

مولوی احمد علی لاہوری کے ہاتھ چومنا جائز
شاہ جی عطاء اللہ بخاری کا اپنا یہ حال تھا کہ حضرت (احمد علی لاہوری)
کو گھسٹوں ہنساتے رہتے۔ طرح طرح کی باتوں سے حضرت علیہ الرحمۃ کا
دل بہلاتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ فرط عقیدت سے کبھی حضرت (مولوی احمد علی
لاہوری) کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ کبھی حضرت کی وارٹھی چومنے لگتے۔
(خدام الدین لاہور ص ۱۱۱، ستمبر ۱۹۶۲ء)

تعظیم دین دار (دیوبندی مولیوں) کے لئے کھڑا ہونا درست ہے
ہاتھ پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے اور احادیث
سے ثابت ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۵۹۔ از مولوی رشید احمد گنگوہی)
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننے والے کافر و مشرک
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو حاضر و ناظر کہے بلا شک مشرک اس کو

کافر کہے۔ (جواہر القرآن ص ۶) جو انہیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی
وہیسا ہی کافر ہے۔ (جواہر القرآن ص ۷)

دیوبندی وہابی شیخ اور مولوی حاضر ناظر

ترجمہ فارسی۔ یعنی مرید اس بات کو یقین جانے کہ شیخ (دیوبندی پیر) کی روح ایک جگہ میں مقید نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہو قریب ہو خواہ دور اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت سے دور نہیں تو جب اس بات کو محکم جانے اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے اور رابطہ قلب پیدا ہو جائے اور ہر دم فائدہ حاصل کرتا رہے اور جب مرید کسی مشکل کشائی میں پیر کا محتاج ہو تو شیخ کو دل میں حاضر جان کر زبان حال سے سوال کرے تو خدا کے حکم سے یقیناً پیر کی روح اسے ایقا کرے گی۔ (امداد السلوک ص ۱۱۰) مولوی رشید احمد گنگوہی وصالہ الشہاب الثاقب صفحہ ۶۱ از مولوی حسین احمد کانگریسی صدر مدرسہ دیوبند

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتا
رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ
بالکل بے اصل بلکہ مخصوص مروجہ شرعیہ کے خلاف اور مشرکانہ عقیدہ
ہے۔۔۔۔ اس گمراہانہ عقیدہ کو اسلامی تعلیمات سے اسی قدر بچد ہے
جس قدر بت پرستی اور عقیدہ تثلیث کو اسلام اور عقیدہ توحید سے۔
(رسالہ حاضر و ناظر ص ۲) از مولوی منظور احمد نعمانی مہتمم سید الفرقان لکھنؤ

ابلیس لعین اور مولوی سید احمد اے پری حاضر ناظر ہیں
ابو زید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت آپ نے فرمایا یہ کوئی کمال

کی چیز نہیں دیکھوا بلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔
 (حفظ الایمان ص ۹۰ از۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی وہابی)
 یہ ہیں مولوی سید احمد رائے بریلوی مولوی اسماعیل دہلوی صاحب
 تقویت الایمان کے پیرو مرشد و آقائے نعمت چنانچہ ان کا ایک واقعہ
 اکابر دیوبندی کی مستند کتب میں مذکور ہے۔ ایک مال دار مسلمان
 (دیوبندی وہابی) دائم الخمر (شرابی) نے آپ (سید احمد) کی خدمت
 میں عرض کیا۔ حضرت میں شراب نوشی کا ایسا عادی ہوں کہ اس کے
 بغیر ایک لحظہ بھی جی نہیں سکتا اور تمام منہیات شرعی سے آپ کے ہاتھ
 پر توبہ کرتا ہوں، مگر شراب نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ نے فرمایا اچھا ہمارے
 سامنے شراب نہ بیا کرو۔ اس کے بعد وہ بیعت ہو گیا۔ ایک روز شراب
 کے نشہ نے زور کیا۔ فوکر سے شراب مانگی۔ وہ پیالہ میں ڈال کر شراب لے آیا
 جوں ہی پیالہ منہ کے نزدیک لے گیا۔ دیکھا کہ واٹنوں میں انگلی دبائے
 ہوئے (مولوی سید احمد وہابی) سامنے کھڑے ہیں۔ فوراً پیالہ ہاتھ سے
 پھینک کر توبہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ مگر پھر دیکھا تو سید صاحب وہاں نہیں ہیں
 سمجھا کہ شاید مجھ کو وہم ہو گیا تھا۔ پھر نوکر کو حکم دیا وہ شراب پیالہ بھر کر لایا اور
 اس نے پینے کے لئے منہ کے قریب کیا۔ مگر پھر سید صاحب کو حاضر اور موجود پایا
 پھر پیالہ پھینک کر حضرت حضرت کے آپ کی طرف دوڑا بھر دیکھا وہاں کوئی
 بھی نہیں ہے پھر کوٹھری میں گھس کر کل دروازوں کو مقفل کر وا کر شراب
 طلب کی۔ منہ کے قریب پیالہ جانے کے ساتھ ہی (مولوی سید احمد وہابی)
 کو سامنے کھڑا دیکھا۔ تب پیالہ پھینک دیا۔ سید صاحب کو کھڑکھونڈا تو کچھ پتہ
 نہ چلا۔ آخر لاچار ہو کر بیت الخلا یا خانہ گاہ میں شراب طلب کی تو وہاں
 بھی حضرت (مولوی سید احمد) کو (حاضر) سامنے کھڑا دیکھا۔ اس وقت
 اس نے شراب سے بھی توبہ کی۔ (سوانح احمدی ص ۵۵ مولفہ محمد جعفر تھانیسری وہابی)

حضور علیہ السلام کا علم زمین کو محیط نہیں یہ شرک ہے
الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط
زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ
سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حقہ ہے (براہین قاطعہ
از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی ص ۵۲)

شیطان اور ملک الموت کا علم یہ شرک نہیں ہے
شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے
تمام نصوص کو رد کر کے شرک ثابت کرتا ہے (براہین قاطعہ ص ۵۲) از مولوی
خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی۔

حضور علیہ السلام کو قبلہ و کعبہ لکھنا مکروہ تحریمی اور منع ہے
سوال : قبلہ و کعبہ یا قبلہ دارین کعبہ کونین یا قبلہ دینی و کعبہ دنیوی
..... یا مثل ان الفاظ کے القاب و آداب کسی کو تحریر کرنے جائز
ہیں یا نہیں۔ حرام ہے یا غیر حرام۔ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔
الجواب : ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی
ہیں۔ لقولہ علیہ السلام صلا تظر و فی الحدیث۔ رواہ البخاری
والمسلم۔ جب زیادہ حدیثان نبوی سے کلمات آپ کے واسطے ممنوع ہوئے
تو کسی دوسرے کے واسطے کس طرح درست ہو سکتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۱)۔

اے لقاء تو جواب ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل و قال
آپ (مولوی احمد علی لاہوری) کا دیدار ہر سوال کا جواب ہے اور
آپ سے مشکل فوراً حل ہو جاتی ہے (خدام الدین لاہور ص ۲۱۹، فروری ۱۹۶۳ء و خدام الدین ۲۲، مئی ۱۹۶۳ء)۔

● مشہور احراری لیڈر عطاء اللہ بخاری کے انتقال کے بعد لائل پور کے
ایک غیر مقلد اہل حدیث اخبار المنبر کی ایک نظم کا مرثیہ ملاحظہ فرمائیے۔
روح ابوالکلام کا آئینہ وار فکر چشم چراغ محفل مشکل کشا گیا
(اخبار المنبر لائل پور، ۶ ستمبر مطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۴۰۴ء)

حضور علیہ السلام مرکز مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طریقت منسوب کر کے لکھا کہ وہی
بھی ایک روز مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں بذل تقویت الایمان ۹۶
(از مولوی اسماعیل بولوی)

دیوبندی وہابی مولوی مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں
کیا ایسے لوگ حقیقت میں مر جاتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں
سید احمد بولوی۔ شاہ اسماعیل شہید۔ حجت الاسلام محمد قاسم نانوتوی
مولانا رشید احمد گنگوہی۔ شیخ الہند محمود الحسن۔ شیخ الاسلام حسین احمد
مدنی اور امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری جیسی شخصیتیں مر چکی ہیں؟
فنا ہو گئی ہیں؟ مٹ چکی ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ جس طرح یہ لوگ
زندہ ہیں اور یقیناً زندہ ہیں اس طرح اس قافلے کے آخری سالار
شیخ التفسیر مولانا احمد علی بھی زندہ جاوید ہیں۔

(خدام الدین لاہور۔ ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

”نبی ولی کو علم نہیں قبر و حشر میں کیا ہوگا“

جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے کرے گا دنیا خواہ قبر خواہ آخرت و حشر اس کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال معلوم نہ دوسروں کا (تقویت الایمان ص ۳۲ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

● میں (حضور علیہ السلام) نہیں جانتا میرے اور آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا (براہین قاطعہ ص ۵۲ از خلیل انبیلٹھوی)

● خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم

مولوی احمد علی لاہوری کو قبر و حشر اور آخرت کا حال معلوم ہے

میں (مولوی احمد علی) نے اللہ والوں (علماء دیوبند) کی صحبت میں چالیس سال رہ کر باطن کی آنکھیں حاصل کی ہیں (خدام الدین، جولائی ۱۹۶۱ء ص ۶)

● بزرگوں (دیوبندی وہابی مولویوں) کی صحبت میں بیٹھنے سے اور ان کی نگاہ فیض کے اثر سے مجھ اللہ اتنی توفیق میسر آگئی ہے کہ اب یہ مجھ پر بھی منکشف ہو جاتا ہے کہ کون اپنی قبر میں کس حال میں ہے۔

(خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء ص ۶)

قبر سے گفتگو

حضرت والا جاہ (مولوی احمد علی) اپنے مغموں دل سے (اپنے) بچوں میں سے بعض کو قبور پر تشریف لے گئے اور حالت کشف میں جو گفتگو ہوئی اس کو اماں جان (اپنی بیوی) سے آکر پیش کرتے رہے (خدام الدین لاہور۔

۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

خالی قبر

ایک دفعہ حضرت لاہوری نے ایک روضہ کو دیکھ کر فرمایا قبر کے اندر تو کچھ بھی نہیں چنانچہ بزرگوں سے معلوم ہوا کہ اس قبر کی لاش کو عقیقت مندرکال کر لائل پور لے گئے تھے۔ (خدام الدین ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء)

ولی اللہ کی خوشبو

کشف القبور کا آپ کو علم تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں شاہی قلعہ رلاہورم کی غلی دیوار کے پاس کسی ولی اللہ کو مدفون پاتا ہوں اور مجھے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ (خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء)

WWW.NAFSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF ISLAMIC JAMAAT"

سید احمد کی قبر

علامہ افغانی نے دریافت فرمایا۔ حضرت کیا وجہ ہے کہ سید صاحب (رجوئخ اور مرشد ہیں) کی قبر پر انوار مولانا (اسماعیل شہید) کی نسبت کم معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت (احمد علی) نے فرمایا۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ میں نے صاحب قبر سے دریافت کیا تو اس نے کہا میں سید احمد شہید نہیں ہوں میرا نام سید احمد ہے۔ میں مولانا (اسماعیل) شہید کا مرشد نہیں۔ لوگوں نے مولانا شہید کی قبر کے قریب ہونے کی وجہ سے غلط فہمی میں مجھے سید صاحب سمجھ لیا ہے۔ (خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء ص ۲۲)

سرداری میں زیارت

واقعی حضرت شیخ التفسیر (مولوی احمد علی وہابی دیوبندی) کا علم

کشف القبور پر اکمل تھا۔ حضرت کا کمال تھا کہ بیداری میں ہی احقر کو ان قلعہ لاہور والے مرحوم بزرگوں کی زیارت کرا دی اور دو منٹ میں ہی حضرت کی کرامت سے مجھے بہت کچھ حاصل ہو گیا۔ جو بادۂ صد سالہ سے بھی نہیں ملتا (خدا م الدین ۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء)

آخرت کا حال

ایک محترمہ جس کے دو بیٹے فوت ہو گئے تھے کے حوالے سے فرمایا ایک اچھی حالت میں ہے اور دوسرے کی حالت دگرگوں ہے۔ (خدا م الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

سیدھا جہنم میں

ایک شخص نے عرض کیا حضرت میرا بیٹا لاہور سے بی اے کر کے لندن گیا وہاں سے واپس آیا تو بیمار ہو گیا۔ حضرت اس کا خاتمہ کیسا ہوا؟ مولانا احمد علی (دیوبندی وہابی) نے انھیں بند کیں..... اور کھول کر فرمایا سیدھا جہنم میں۔ (خدا م الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۸)

عید میلاد النبی اور گیارہویں شریف کا تبرک حرام کفر

یہ تیغیات ربیع الاول میں اور عشرہ محرم میں کچھڑا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور گیارہویں اور تونہ اور سمنی بوعلی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام کا چاہا پر لے جانا بدعت ضالہ ہیں اگر نیت ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح اور صدقہ ہے تو داخل مآجل ہے بغیر اللہ میں ہے اور حرام ہے اور ایسے عقائد فاسدہ موجب کفر کے ہیں اور ان الفاظ کو کفر ہی کہنا چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہولی دیوالی کی کھیلیں پوری اور کبرے کے پورے اور گوکھانا تھواب ہندو تھوار ہولی دیوالی کی کھیلیں یا پوری یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجتے

ہیں ان کا لینا اور کھانا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۲۰)
(از مولوی رشید احمد گنگوہی)

- گاؤ کی اوجھری اور بکرے کے کیورے کھانا درست ہیں۔
- (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۵۱ مطبوعہ افضل المطابع مراد آباد)
- جس جگہ زاع معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو اُکو کھانے والے کو ثواب ہوگا۔
- (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۳ از مولوی گنگوہی)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویت الایمان ص ۶۵)

- جس کا نام محمد یا علی ہے کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویت الایمان ص ۶۵)
- یوں کہنا کہ نبی یا رسول اگر چاہے تو فلاں کام ہو جاوے گا۔
- مشرک ہے۔ (بہشتی زیور اول ص ۴۵ از مولوی اشرف علی تھانوی)
- مولوی رشید احمد گنگوہی نے مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں اور علیہ السلام کو جیلنج کرتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

مولوی حسین احمد کانگریسی روحانی طاقت اور اختیار

مولوی محمد الیاس کاندھلوی دیوبندی نے ایک مرتبہ عالم جذبہ میں فرمایا۔ میاں ظہیر لوگوں نے حسین احمد کو پہچانا نہیں۔ خدا کی قسم ان کی روحانی طاقت اتنی بڑھی ہوئی ہے اگر وہ اس طاقت سے کام لے کر انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے تو نکال سکتے تھے۔

(رسالہ الصدیق جمادی الثانی ورجب المرجب ۱۳۷۲ھ ص ۱۷)

رسول پاک امام حسین مجد الف ثانی کی قبور پر گنبد حرام ہیں

راہبیا اور اولیاء کی، قبور پر گنبد اور فرش بختہ بنانا ناجائز اور حرام ہے اور جو اس فعل سے راضی ہوں گنہگار ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد اول از مولوی عزیز الرحمن دیوبندی)

قبر پر مقبرہ حرام ہے

قبر پر مقبرہ بنانا حرام ہے کسی ہی کی قبر ہو (تقویت الایمان مع تذکرۃ الاولیاء)

مندرجہ ذیل اور اس میں سنگ مرمر کی مورتی مہیا کرنا جائز ہے

ہندوستان کے ایک نام نہاد مسلمان (دیوبندی) فضل الرحمن سیٹھ بٹری والے نے کشمی نرائن مندر کی تعمیر میں بیس ہزار روپہ (۲۰۰۰۰) دیا۔ اس کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے گیارہ سو روپے بطور ہدیہ مسرت اور دیئے۔ مندر کے موجودہ کرتن ہال میں بجلی بھی (دیوبندی) سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ سے لگوائی اور مندر کا سنگ بنیاد رکھتے وقت یہ اعلان کیا گیا کہ مندر کے لئے مشرقی کشمی نرائن کی سنگ مرمر کی مورتی (بہت) بھی میں ڈھائی ہزار کی رقم سے اپنے خرچ پر مہیا کروں گا۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند اکتوبر ۱۹۵۷ء) (نوائے وقت اکتوبر ۱۹۵۷ء)

دیوبندی جمعیتہ العلماء ہند کی خاص شکر نوازی

ماہنامہ تجلی دیوبند رقمطراز ہے کہ فضل الرحمن کی بات اگر بہت تک رہ جاتی تو ملا کو کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن دلچسپی کا باعث وہ مختصر تقریر ہے

جو علمائے حقہ (دیوبند) نے واحد سرکاری آرگن اور ترجمان الجمعۃ
رہندہ تھے اس پر فرمایا ہے کہ ہمیں اس خبر سے یہ دکھانا ہے کہ ۳۶ کروڑ کی
آبادی میں مذہبی رواداری کی مثال قائم کرنے کی توفیق بھی صرف مسلمان
ہی کو حاصل ہے۔ یہ سیرچشمی..... یہ وسیع النظری اور یہ رواداری سوائے
مسلمان کے آپ کو کہاں نظر آسکتی ہے (المجلیۃ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۷ء)

نعرۂ رسالت یا رسول اللہ عقیدہ غیب کے ساتھ پکارنا کفر ہے

..... یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہو گا اور یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ
دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۶)

نعرۂ گاندھی جی کی جے محمود الحسن کی جے جائز

جس وقت حضرت مولانا محمود الحسن (دیوبندی) کا موٹر چلا تو ایک دم
اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے بعد نعرۂ رسالت نہیں (گاندھی جی کی جے
مولوی محمود الحسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔ (افاضات یومیہ از اشرف علی تھانوی)

بزرگان دین کا عرس جس میں کوئی خلاف شرع نہ ہو تو بھی بدعت ہے

یہ (عرس وغیرہ) امر بھی بدعت و ضلال و گناہ سے خارج نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۹ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

● مولود شریف اور عرس جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو.....

اس زمانہ میں درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰۵)

● جس عرس میں صرف قرآن پڑھا جائے اس میں شریک ہونا بھی

نا درست ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۷)

امیر شریعت (عطاء اللہ بخاری) کی یاد میں میلہ (عرس) جائز

اوکاڑہ کے اس میلہ (عرس) میں مشہور احراری لیڈر ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین اور شورش کاشمیری شرکت فرما رہے ہیں۔
(نوائے وقت لاہور ۹ اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۱)

نوٹ: عطاء اللہ بخاری صاحب کا عرس ہر سال لاہور و ملتان اور لائل پور میں بیادگار امیر شریعت کے لیل سے احراری دیوبندی کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا مثل اور نظیر ممکن ہے۔ آپ ہم جیسے بشر ہیں

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی ولی جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویت الایمان ص ۱۱۱ از مولوی اسماعیل دہلوی) دیوبندی
حضور علیہ السلام کا نظیر ممکن ہے۔ دیرابین قاطعہ ص ۱۱۱ از مولوی خلیل احمد
جو شخص حضور علیہ السلام کو ایک مرتبہ اپنے جیسا بشر کہتا ہے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ (اخبار پاکستان لائل پور)

مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی حسین احمد کانگریسی کے مثل ہیں۔

مولوی رشید گنگوہی کے انتقال پر مولوی محمود الحسن دیوبندی نے لکھا:
دلوں کو جھانکتے ہیں اپنے اور سب مسکراتے ہیں

کہا جب میں نے مولانا رشید احمد تھکے لاثانی (مرثیہ گنگوہی) ص ۶
حضرت مولوی احمد علی لاہوری نے فرمایا۔ میں ایسا ہی نہیں
بلکہ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ روئے زمین پر حضرت حسین احمد مدنی
قدس سرہ جیسا کوئی جامع و بلند پایہ شخصیت موجود نہیں۔

(خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص ۱۱)

عبدالبنی عبد الرسول علی بخش حسین بخش نام رکھنا شرک

ہستی زیورہ ۴۴ اول از مولوی اشرف علی تھانوی

د تقویت الایمان ص ۶۷ از مولوی اسماعیل دہلوی

پنڈت کرپارام برہمچاری مادھو سنگھ گنگارام نام رکھنا جائز

مولوی عطاء اللہ بخاری نے دیناج پور جیل میں اپنا نام پنڈت کرپارام برہمچاری ظاہر کیا اور اس نام سے اپنے احباب کو خط لکھے۔ کتاب عطاء اللہ بخاری سنو میں (احمد علی) کہتا ہوں کہ اگر تم اپنا نام مادھو سنگھ گنگارام رکھو اور نماز پنجگانہ ادا کرو۔ زکوٰۃ پائی پائی گن کر دو۔ حج فرض ہے تو کر کے آؤ اور پورے رمضان کے تیسوں روزے رکھو تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ تم بچے مسلمان ہو۔ (خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

پیران کلیر وغیرہ سوداگری یا خریداری کے لئے جانادریست نہیں

مسلمانوں کے میلوں (عرس) میں جیسے پیران کلیر وغیرہ واسطے سوداگری، خریداری جانادریست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸۹)

مند رکا چڑھاوا کافر و مشرک سے خریدنا جائز

”جو مرغ و بکرا کھانا کفار اپنے محابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاہد لیتا ہے تو اس کا خریدنا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۱۸)

تندرست کو بیمار کرنا حاجتیں برائی برائیں مالنی انبیاء اولیاء کو ماننا

مردوں (انبیاء اولیاء) سے حاجتیں مانگنا اور ان کی منتیں ماننا

کفار کی راہ ہے۔ (تذکرہ الاخوان ص ۳۱)

● تندرست و بیمار کر دینا، اقبال و ادبار دینا، حاجتیں بر لانی
بلائیں، طمانی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور
کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف
تثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو
پکارے۔ سو وہ مشرک ہو جاتا ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی
طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے
ہر طرح شرک ہے۔ (تقویت الایمان ص ۱۷۱ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

دیوبندی مولوی مرنے کے بعد بھی جتنا روادار و افح البلاء ہیں

دو مولوی محسن الدین صاحب (دیوبندی) حضرت مولانا محمد
یعقوب صاحب نانوتوی صدر مدرس دیوبند کے بڑے صاحبزادے
تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی۔ بیان
کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں بھاڑے بخار کی بہت کثرت ہوئی
سو جو شخص مولانا یعقوب (دیوبندی) کی قبر کی مٹی لے جا کر باندھ لیتا
اسے ہی آرام ہو جاتا، پس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی
ڈلوڑوں تب ہی ختم۔ کئی بار مٹی ڈال چکا تھا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں
مولانا کی قبر پر جا کر کہا کہ آپ کی تو کرامت ہوئی ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد
رکھو اگر اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہو گے
لوگ جو تے پہنے تمہارے اوپر سے چلیں گے۔ پس اس دن سے کسی کو آرام
نہ ہوا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۲۲، حکایت نمبر ۳۶۶)

ملاحظہ ہو دیوبندی اپنے مولویوں کو مشکل کشا، حاجت روادار و افح البلاء
سمجھتے اور قبروں میں زندہ ماننے اور ان کی قبروں کی مٹی سے شفا پاتے ہیں۔

وہ اپنے اس کبیرہ کی وجہ سے سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۱۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

علماء کی توہین کرنے والا کافر

علماء کی توہین کو چونکہ علماء نے کفر رکھا ہے جو بوجہ امر علم اور دین کے ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۶)

محرم میں سبیل لگانا شریعت و دھ پلانا حرام

محرم میں ذکر شہادت حسین کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شریعت پلانا و دھ وغیرہ پلانا سب نام درست اور تشبہ و افتراء کی وجہ سے حرام ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۱۱۲ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہندوؤں کی پوری کھانا حلال

ہندوؤں کی ہولی دیوالی کی کھیلیں اور پوری کھانا درست ہیں۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۱۱)

مرثیہ شہداء کر بلا کا جلا دینا ضروری ہے

مرثیہ شہداء کر بلا کا جلا دینا یا دفن کر دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۱۳)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا مرثیہ جائز

دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی نے اپنے آقائے نعمت مولوی رشید احمد گنگوہی کے انتقال پر ایک کتابچہ بنام مرثیہ گنگوہی شائع کیا

ہوا ہے جو پاک و ہند کے ہر دیوبندی وہابی کتب خانہ سے مل سکتا
ہے جس میں نوحہ ماتم کا ایک مصرعہ یہ ہے ۴
جہاں تھا خندہ و شادی وہاں ہے نوحہ و ماتم

زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے والا کافر
زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دے دیا اس کے سامنے دوزخ تو بیٹھ گئے
تو یہ سب افعال اس پیر کی عبادت کے ہوں گے جو اللہ کے نزدیک موجب
لعنت ہوں گے (جو اہل القرآن ص ۱۱۱) جو ان کو کافر نہ کہ خود کافر ہے۔
جو اہل القرآن ص ۱۱۱۔

مولوی احمد علی لاہوری کے ہاتھ چومنا جائز
شاہ جی عطاء اللہ بخاری کا اپنا یہ حال تھا کہ حضرت (احمد علی لاہوری)
کو گھنٹوں ہنساتے رہتے۔ طرح طرح کی باتوں سے حضرت علیہ الرحمۃ کما
دل بہلاتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ فرط عقیدت سے کبھی حضرت (مولوی احمد علی
لاہوری) کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ کبھی حضرت کی وارثی چومنے لگتے۔
(خدام الدین لاہور ص ۱۸، ستمبر ۱۹۶۲ء)

تعظیم دین دار (دیوبندی مولیوں) کے لئے کھڑا ہونا درست ہے
ہاتھ پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے اور احادیث
سے ثابت ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۵۹۔ از مولوی رشید احمد گنگوہی)
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننے والے کافر و مشرک
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو حاضر و ناظر کہے بلا شک مشرک اس کو

کافر کہے۔ (جواہر القرآن ص ۶) جو انہیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی
ویسا ہی کافر ہے۔ (جواہر القرآن ص ۷)

دیوبندی وہابی شیخ اور مولوی حاضر ناظر

ترجمہ فارسی۔ یعنی مرید اس بات کو یقین جانے کہ شیخ (دیوبندی پیر) کی روح ایک جگہ میں مقید نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہو قریب ہو۔ خواہ دور اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت سے دور نہیں تو جب اس بات کو محکم جانتے اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے اور رابطہ قلب پیدا ہو جائے اور ہر دم فائدہ حاصل کرتا رہے اور جب مرید کسی مشکل کشائی میں پیر کا محتاج ہو تو شیخ کو دل میں حاضر جان کر زبان حال سے سوال کرے تو خدا کے حکم سے یقیناً پیر کی روح اسے ایفا کرے گی۔ (امداد السلوک ص ۱۷۰ مولوی سید احمد گنگوہی رسالہ الشہاب الثاقب صفحہ ۶۱ از مولوی حسین احمد کانگریسی صدر مدرس دیوبند)

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتا
رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ بالکل بے اصل بلکہ مخصوص مریحہ شرعیہ کے خلاف اور مشرکانہ عقیدہ ہے۔۔۔۔ اس گمراہانہ عقیدہ کو اسلامی تعلیمات سے اسی قدر بچد ہے جس قدر بت پرستی اور عقیدہ تثلیث کو اسلام اور عقیدہ توحید سے۔
(رسالہ حاضر و ناظر ص ۱۷۰ مولوی منظور احمد نعمانی مفتعلی سید الفرقان لکھنؤ)

ابلیس لعین اور مولوی سید احمد رائے بریلی حاضر ناظر ہیں
ابو زید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت آپ نے فرمایا یہ کوئی کمال

کی چیز نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔
 (حفظ الایمان ص ۹۰ از۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی وہابی)
 یہ ہیں مولوی سید احمد رائے بریلوی مولوی اسماعیل دہلوی صاحب
 تقویت الایمان کے پیرومرشد و آقائے نعمت چنانچہ ان کا ایک واقعہ
 اکابر دیوبندی کی مستند کتب میں مذکور ہے۔ ایک مال دار مسلمان
 (دیوبندی وہابی) دائم الخمر (شرابی) نے آپ (سید احمد) کی خدمت
 میں عرض کیا۔ حضرت میں شراب نوشی کا ایسا عادی ہوں کہ اس کے
 بغیر ایک لحظہ بھی جی نہیں سکتا اور تمام منہیات شرعی سے آپ کے ہاتھ
 پر توبہ کرتا ہوں، مگر شراب نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ نے فرمایا اچھا ہمارے
 سامنے شراب نہ بیا کرو۔ اس کے بعد وہ بیعت ہو گیا۔ ایک روز شراب
 کے نشہ نے زور کیا۔ تو گھر سے شراب مانگی۔ وہ پیالہ میں ڈال کر شراب لے آیا
 جوں ہی پیالہ منہ کے نزدیک لے گیا۔ دیکھا کہ دانتوں میں انگلی دبائے
 ہوئے (مولوی سید احمد وہابی) سامنے کھڑے ہیں۔ فوراً پیالہ ہاتھ سے
 پھینک کر توبہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ مگر پھر دیکھا تو سید صاحب وہاں نہیں ہیں
 سمجھا کہ شاید مجھ کو وہم ہو گیا تھا۔ پھر تو کو حکم دیا وہ شراب پیالہ بھر کر لایا اور
 اس نے پینے کے لئے منہ کے قریب کیا۔ مگر پھر سید صاحب کو حاضر اور موجود پایا
 پھر پیالہ پھینک کر حضرت حضرت کر کے آپ کی طرف دوڑا پھر دیکھا وہاں کوئی
 بھی نہیں ہے پھر کوٹھری میں گھس کر کل دروازوں کو مقفل کر دیا کہ شراب
 طلب کی۔ منہ کے قریب پیالہ جانے کے ساتھ ہی (مولوی سید احمد وہابی)
 کو سامنے کھڑا دیکھا۔ تب پیالہ پھینک دیا۔ سید صاحب کو کھڑکھوٹا تو کچھ پتہ
 نہ چلا۔ آخر لاچار ہو کر بیت الخلا پاخانہ گاہ میں شراب طلب کی تو وہاں
 بھی حضرت (مولوی سید احمد کو) حاضر سامنے کھڑا دیکھا۔ اس وقت
 اس نے شراب سے بھی توبہ کی۔ (سوانح احمدی ص ۵۵ مولفہ محمد جعفر تھانوی وہابی)

حضور علیہ السلام کا علم زمین کو محیط نہیں یہ شرک ہے
الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط
زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ
سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حقہ ہے (برائین قاطعہ
از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی ص ۵۲)

شیطان اور ملک الموت کا علم زمین کو محیط ہے
شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے
تمام نصوص کو رد کر کے شرک ثابت کرتا ہے (برائین قاطعہ ص ۵۲ از مولوی
خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی -)

حضور علیہ السلام کو قبلہ و کعبہ لکھنا مکروہ تحریمی اور منع ہے
سوال : قبلہ و کعبہ یا قبلہ دارین کعبہ کونین یا قبلہ ذینی و کعبہ و نبوی
..... یا مثل ان الفاظ کے القاب و آداب کسی کو تحریر کرنے جائز
ہیں یا نہیں۔ حرام ہے یا غیر حرام۔ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔
الجواب : ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی
ہیں۔ لقولہ علیہ السلام صلا تطلو فی الحدیث۔ رواہ البخاری
والمسلم۔ جب زیادہ حدشان نبوی سے کلمات آپ کے واسطے ممنوع ہوئے
تو کسی دوسرے کے واسطے کس طرح درست ہو سکتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۱)۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کو قبیلہ کچھلکھننا جائز ہے

جدھر کو آپ مائل تھے اور ہر حق بھی اُتر تھا
میرے قبلہ میرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی
مرثیہ گنگوہی ص ۱۲ از مولوی محمود الحسن دیوبندی وہابی
ہمارے قبلہ و کعبہ ہو تم دینی و ایمانی
صفحہ ۶ از مرثیہ گنگوہی

انبیاء اولیاء کو مشکل کشا کہتے والے کافر و مشرک ہیں

مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی ضمان ہے اور کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں ہے جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے۔ سو وہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ میں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ہے۔ (تقویت الایمان ص ۱۷۰ مولوی اسماعیل دہلوی)

کوئی دینی ولی کسی کے لئے حاجت روا اور مشکل کشا و دستگیرس طرح ہو سکتا ہے۔ ایسے عقائد والے لوگ بچے کافر ہیں۔ ان کا کوئی نکاح نہیں.... جو انہیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔

اجواب القرآن ص ۱۲۷

مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی احمد علی لاہوری مولوی عطاء اللہ بخاری

حاجت اور مشکل کشاییں

حوائج دین و دنیا کے کہاں بے جا ہیں ہم یا رب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی
(مرتبہ گنگوہی)

حضرت احمد علی لاہوری کا وجود اس شجر کا واضح مصداق ہے۔

اے لقاے توجواب ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل و قال
آپ (مولوی احمد علی لاہوری) کا دیدار ہر سوال کا جواب ہے اور
آپ سے مشکل فوراً حل ہو جاتی ہے (خدام الدین لاہور ص ۱۹، ۲۲، فروری
۱۹۶۳ء و خدام الدین ۲۲، مئی ۱۹۶۳ء)۔

● مشہور احراری لیڈر عطاء اللہ بخاری کے انتقال کے بعد لائل پور کے
ایک غیر مقلد اہل حدیث اخبار المنبر کی ایک نظم کا مرثیہ ملاحظہ فرمائیے۔
روح ابوالکلام کا آئینہ دار فکر چشم چراغ محفل مشکل کشا گیا
(اخبار المنبر لائل پور ۶، ستمبر مطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۴۰۴ء)

حضور علیہ السلام مرکز مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کر کے لکھا کہ وہ ہیں
بھی ایک روز مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں بدلتقویت الایمان ص ۹۶
(از مولوی اسماعیل بدیلوی)

دیوبندی وہابی مولوی مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں
کیا ایسے لوگ حقیقت میں مرجاتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں
سید احمد بدیلوی۔ شاہ اسماعیل شہید۔ حجت الاسلام محمد قاسم نانوتوی
مولانا رشید احمد گنگوہی۔ شیخ الہند محمود الحسن۔ شیخ الاسلام حسین احمد
مدنی اور امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری جیسی شخصیتیں مرجی ہیں؟
فنا ہو گئی ہیں؟ مٹ چکی ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ جس طرح یہ لوگ
زندہ ہیں اور یقیناً زندہ ہیں اس طرح اس قافلے کے آخری محالار
شیخ التفسیر مولانا احمد علی بھی زندہ جاوید ہیں۔

(خدام الدین لاہور۔ ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء)

”نبی ولی کو علم نہیں قبر و حشر میں کیا ہوگا“

جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے کہے گا دنیا خواہ قبر خواہ آخرت و حشر
اس کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال معلوم نہ دوسروں کو
(تقویت الایمان ص ۳۲) از مولوی محمد اسماعیل دہلوی

● میں (حضور علیہ السلام) نہیں جانتا میرے اور آپ کے ساتھ کیا کیا
جائے گا۔ (برائین قاطعہ ص ۵۳) از خلیل انیسٹھوی

● خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی
ولا بکم

مولوی احمد علی لاہوری کو قبر و حشر اور آخرت کا حال معلوم ہے

میں (مولوی احمد علی) نے اللہ والوں (علماء دیوبند) کی صحبت میں
چالیس سال رہ کر باطن کی آنکھیں حاصل کی ہیں (خدام الدین، جولائی
۱۹۶۱ء ص ۶)

● بزرگوں (دیوبندی وہابی مولویوں) کی صحبت میں بیٹھنے سے اور
ان کی نگاہ فیض کے اثر سے بجز اللہ اتنی توفیق میسر آگئی ہے کہ اب یہ مجھ پر
بھی منکشف ہو جاتا ہے کہ کون اپنی قبر میں کس حال میں ہے۔

(خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء ص ۴)

قبر سے گفتگو

حضرت والا جاہ (مولوی احمد علی) اپنے مغموم دل سے (اپنے)
بچوں میں سے بعض کو قبور پر تشریف لے گئے اور حالت کشف میں جو گفتگو ہوئی
اس کو اماں جان (اپنی بیوی) سے آکر پیش کرتے رہے (خدام الدین لاہور۔

۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

خالی قبر

ایک دفعہ حضرت لاہوری نے ایک روضہ کو دیکھ کر فرمایا قبر کے اندر تو کچھ بھی نہیں چنانچہ بزرگوں سے معلوم ہوا کہ اس قبر کی لاش کو عقیدت مندرکال کر لائل پور لے گئے تھے۔ (خدام الدین ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء)

ولی اللہ کی خوشبو

کشف القبور کا آپ کو علم تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں شاہی قلعہ رلاہور کی غلی دیوار کے پاس کسی ولی اللہ کو مدفون پاتا ہوں اور مجھے اس کی خوشبو آرہی ہے۔ (خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء)

WWW.NAFSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF HUSNAWAL JANAAT"

سید احمد کی قبر

علامہ افغانی نے دریافت فرمایا۔ حضرت کیا وجہ ہے کہ عید صاحب (رجوئخ اور مرشد ہیں) کی قبر پر انوار مولانا داسما عیسیٰ شہید کی نسبت کم معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت (احمد علی) نے فرمایا۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ میں نے صاحب قبر سے دریافت کیا تو اس نے کہا میں عید احمد شہید نہیں ہوں میرا نام سید احمد ہے۔ میں مولانا داسما عیسیٰ شہید کا مرشد نہیں۔ لوگوں نے مولانا شہید کی قبر کے قریب ہونے کی وجہ سے غلط فہمی میں مجھے عید صاحب سمجھ لیا ہے۔ (خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء ص ۱۲۲)

سیداری میں زیارت

واقعی حضرت شیخ التفسیر (مولوی احمد علی وہابی دیوبندی) کا علم

کشف القبور پر اکمل تھا۔ حضرت کا کمال تھا کہ بیداری میں ہی احقر کو ان قلعہ لاہور والے مرحوم نزرگوں کی زیارت کرا دی اور دو منٹ میں ہی حضرت کی کرامت سے مجھے بہت کچھ حاصل ہو گیا۔ جو جادہ صد سالہ سے بھی نہیں ملتا (خدا ام الدین ۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء)

آخرت کا حال

ایک محترمہ جس کے دو بیٹے فوت ہو گئے تھے کے حوالے سے فرمایا ایک اچھی حالت میں ہے اور دوسرے کی حالت دگرگوں ہے۔ (خدا ام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

سیدھا جہنم میں

ایک شخص نے عرض کیا حضرت میرا بیٹا لاہور سے بی اے کر کے لندن گیا وہاں سے واپس آیا تو بیمار ہو گیا۔ حضرت اس کا حکمہ کیسا ہوا؟ مولانا احمد علی (دیوبندی وہابی) نے آنکھیں بند کیں۔۔۔۔ اور کھول کر فرمایا سیدھا جہنم میں۔ (خدا ام الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۸)

عید میلاد النبی اور گیارہویں شریف کا تبرک حرام کفر

یہ تعینات ربیع الاول میں اور عشرہ محرم میں کچھ پڑا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور گیارہویں اور تونہ اور سنی بوعلی قلندر اور پھر خضر علیہ السلام کے نام کا چاہا پر لے جانا بدعت ضالہ ہیں اگر نیت ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح اور صدقہ ہے تو داخل مآجل بہ لغیر اللہ میں ہے اور حرام ہے اور ایسے عقائد فاسدہ موجب کفر کے ہیں اور ان الفاظ کو کفر ہی کہنا چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہولی دیوالی کی کھیلیں پوری اور کرے کے پورے اور گوکھانا ثواب ہندو تہوار ہولی دیوالی کی کھیلیں یا پوری یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجتے

ہیں ان کا لینا اور کھانا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۰۰)
 (از مولوی رشید احمد گنگوہی)

- گاؤں کی اوجھری اور بکرے کے کیورے کھانا درست ہیں۔
 (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۵۱ مطبوعہ افضل المطابع مراد آباد)
- جس جگہ زراعت معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو اُکو کھانے والے کو ثواب ہوگا۔
 (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۹۳ از مولوی گنگوہی)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویت الایمان ص ۶۵)

- جس کا نام محمد یا علی ہے کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویت الایمان ص ۶۵)
- یوں کہنا کہ نبی یا رسول اگر چاہے تو خلاں کام ہو جاوے گا۔
 شرک ہے۔ (ہشتی زیور اول ص ۴۴ از مولوی اشرف علی تھانوی)
- مولوی رشید احمد گنگوہی نے مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو جیلج کرتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
 اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

مولوی حسین احمد کانگریسی روحانی طاقت اور اختیار

مولوی محمد الیاس کاندھلوی دیوبندی نے ایک مرتبہ عالم جذبہ میں فرمایا۔ میاں ظہیر لوگوں نے حسین احمد کو پہچانا نہیں۔ خدا کی قسم ان کی روحانی طاقت اتنی بڑھی ہوئی ہے اگر وہ اس طاقت سے کام لے کر انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے تو نکال سکتے تھے۔

(رسالہ الصدیق جمادی الثانی درجہ المربع ۱۳۷۲ھ ص ۱۴)

رسول پاک امام حسین مجدد الف ثانی کی قبور پر گنبد حرام ہیں

راہبیا اور اولیاء کی، قبور پر گنبد اور فرش بختہ بنانا ناجائز اور حرام ہے اور جو اس فعل سے راضی ہوں گنہگار ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد اول از مولوی عزیز الرحمن دیوبندی)

قبر پر مقبرہ حرام ہے

قبر پر مقبرہ بنانا حرام ہے کسی ہی کی قبر ہو (تقویت الایمان مع تذکرۃ الاولیاء)

مند بنوانا اور اس میں سنگ مرمر کی مورتی مہیا کرنا جائز ہے

ہندوستان کے ایک نام نہاد مسلمان (دیوبندی) فضل الرحمن سیٹھ بٹری والے نے یکسٹھی نرائن مندر کی تعمیر میں بیس ہزار روپہ (۲۰۰۰۰) دیا۔ اس کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے گیارہ سو روپے بطور ہدیہ مسرت دیئے۔ مندر کے موجودہ کرتن ہال میں بجلی بھی (دیوبندی) سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ سے لگوائی اور مندر کا سنگ بنیاد رکھتے وقت یہ اعلان کیا گیا کہ مندر کے لئے مٹری یکسٹھی نرائن کی سنگ مرمر کی مورتی (بُت) بھی میں ڈھائی ہزار کی رقم سے اپنے خرچ پر مہیا کروں گا۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند اکتوبر ۱۹۵۷ء) (نوائے وقت اکتوبر ۱۹۵۷ء)

دیوبندی جمعیتہ العلماء ہند کی خالص شریک نزاری

ماہنامہ تجلی دیوبند رقمطراز ہے کہ فضل الرحمن کی بات اگر یہیں تک رہ جاتی تو ملا کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی.... لیکن دلچسپی کا باعث وہ مختصر تقریر ہے

جو علمائے حقہ (دیوبند) نے واحد سرکاری آرگن اور ترجمان الجمعۃ
رہندہ بنے اس پر فرمایا ہے کہ ہمیں اس خبر سے یہ دکھانا ہے کہ ۳۶ کروڑ کی
آبادی میں مذہبی رواداری کی مثال قائم کرنے کی توفیق بھی صرف مسلمان
ہی کو حاصل ہے۔ یہ سیر حقیقی یہ وسیع النظری اور یہ رواداری سوائے
مسلمان کے آپ کو کہاں نظر آسکتی ہے (الجمعیۃ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۷ء)

لغزہ رسالت یا رسول اللہ عقیدہ غیب کے ساتھ پکارنا کفر ہے

.... یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اور یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ
دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۶)

لغزہ گاندھی جی کی جے محمود الحسن کی جے جائزہ

جس وقت حضرت مولانا محمود الحسن (دیوبندی) کا موٹر چلا تو ایک دم
اللہ اکبر کا لغزہ بلند ہوا اور اس کے بعد لغزہ رسالت نہیں (گاندھی جی کی جے
مولوی محمود الحسن کی جے کے لغزے بلند ہوئے۔ (افاضات یومیہ از اشرف علی تھانوی)

بزرگان دین کا عرس ہمیں کوئی خلاف شرع نہ ہو تو بھی بدعت ہے

یہ (عرس وغیرہ) امر بھی بدعت و ضلال و گناہ سے خارج نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۹ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

● مولود شریف اور عرس جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو

اس زمانہ میں درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰۵)

● جس عرس میں صرف قرآن پڑھا جائے اس میں شریک ہونا بھی

نا درست ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۷)

امیر شریعت (عطاء اللہ بخاری) کی یاد میں میلہ (عرس) جائز

اوکاڑہ کے اس میلہ (عرس) میں مشہور احراری لیڈر ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین اور شورش کاشمیری شرکت فرما رہے ہیں۔
(نوائے وقت لاہور ۹ اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۱)

نوٹ: عطاء اللہ بخاری صاحب کا عرس ہر سال لاہور و ملتان اور لائل پور میں بیاوکار امیر شریعت کے لعل سے احراری دیوبندی کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا مثل اور نظیر ممکن ہے۔ آپ ہم جیسے بشر ہیں

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی ولی جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا

کر ڈالے۔ (تقویت الایمان ص ۱۱۱ از مولوی اسماعیل دہلوی) (دیوبندی)

حضور علیہ السلام کا نظیر ممکن ہے۔ (دراہن قاطبہ ص ۱۱۱ از مولوی خلیل احمد)

جو شخص حضور علیہ السلام کو ایک مرتبہ اپنے جیسا بشر کہتا ہے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ (اخبار پاکستان لائل پور)

مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی حسین احمد کانگریسی بے مثل ہیں

مولوی رشید گنگوہی کے انتقال پر مولوی محمود الحسن دیوبندی نے لکھا:

دلوں کو جھانکتے ہیں اپنے اور سب مسکراتے ہیں

کہا جب میں نے مولانا رشید احمد تھے لاثانی (مرثیہ گنگوہی) ص ۶

حضرت مولوی احمد علی لاہوری نے فرمایا۔ میں ایسا ہی نہیں

بلکہ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ روئے زمین پر حضرت حسین احمد مدنی

قدس سرہ جیسا کوئی جامع و بلند پایہ شخصیت موجود نہیں۔

(خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص ۱۳)

عبدالبنی عبد الرسول علی بخش حسین بخش نام رکھنا شرک

بہشتی زیورہ ۴۴ اول از مولوی اشرف علی تھانوی
د تقویت الایمان ص ۶۷ از مولوی اسماعیل دہلوی

پندت کرپارام برہمچاری مادھو سنگھ گنگارام نام رکھنا جائز

مولوی عطاء اللہ بخاری نے دنیا ج پور جیل میں اپنا نام پندت کرپارام (۴۳)
برہمچاری ظاہر کیا اور اس نام سے اپنے احباب کو خط لکھے۔ (کتاب عطاء اللہ بخاری)
سنو میں (احمد علی) کہتا ہوں کہ اگر تم اپنا نام مادھو سنگھ گنگارام
رکھو اور نماز پنجگانہ ادا کرو۔ نہ کوۃ پائی پائی گن کرو۔ حج فرض ہے تو کر کے
آؤ اور پورے رمضان کے تیسوں روزے رکھو تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ
تم بچے مسلمان ہو۔ (دخراہ الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

پیران کلیر وغیرہ سوداگری یا خریداری کے لئے جانا درست نہیں

مسلمانوں کے میلوں (عرس) میں جیسے پیران کلیر وغیرہ واسطے
سوداگری، خریداری جانا درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸۹)

مند رکا چڑھاوا کافر و مشرک سے خریدنا جائز

”جو مرغ و بکرا کھانا کفار اپنے معابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاور
لیتا ہے تو اس کا خریدنا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۱۸)

تندرست کو بیمار کرنا حاجتیں برائی بلائیں ٹالنی انبیاء اولیاء کو ماننا

مردوں (انبیاء اولیاء) سے حاجتیں مانگنا اور ان کی منتیں ماننا

کفار کی راہ ہے۔ (تذکرہ الاخوان ص ۳۷)
 ● تندرست و بیمار کر دینا، اقبال و ادبار دینا، حاجتیں بر لانی،
 بلائیں طائفی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور
 کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف
 ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو
 پکارے۔ سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی
 طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے
 ہر طرح شرک ہے۔ (تقویت الایمان ص ۱۷۱ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

دیوبندی مولوی مرنے کے بعد بھی جتا روادافع البلاء ہیں

دو مولوی معین الدین صاحب (دیوبندی) حضرت مولانا محمد
 یعقوب صاحب نانوتوی صدر مدرس دیوبند کے بڑے صاحبزادے
 تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی۔ بیان
 کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نافوۃ میں بھاڑے بخار کی بہت کثرت ہوئی
 سو جو شخص مولانا یعقوب (دیوبندی) کی قبر کی مٹی لے جا کر باندھ لیتا
 اسے ہی آرام ہو جاتا، پس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی
 ڈلوادوں تب ہی ختم۔ کئی بار مٹی ڈال چکا تھا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے
 مولانا کی قبر پر جا کر کہا کہ آپ کی تو کرامت ہوئی ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد
 رکھو اگر اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہو گے
 لوگ جو تھے پہنے تمہارے اوپر سے چلیں گے۔ پس اس دن سے کسی کو آرام
 نہ ہوا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۲۲، حکایت نمبر ۳۶۶)

ملاحظہ ہو دیوبندی اپنے مولویوں کو مشکل کشا، حاجت روادافع البلاء
 سمجھتے اور قبروں میں زندہ ماننے اور ان کی قبروں کی مٹی سے شفا پاتے ہیں۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے معزز علماء ہیں۔ آپ اس شخص یعنی احمد رضا کو یہاں بلائیں، ہمارے سامنے کریں اور پھر اس سے پوچھیں کہ جن عبارات پر کفریہ فتوے عائد کر دیئے گئے ہیں وہ عبارات ہماری کون سی کتاب میں درج ہیں۔

مگر یہ تو اس وقت ممکن تھا جب ان کی کتب ایسی کفریہ عبارات سے پاک ہوتیں۔ پھر ”المہند“ وجود میں نہ آتی بلکہ علمائے حجاز کی رجوع والی تحریریں سامنے آتیں۔ یہاں میں ایک بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ کچھ عرصہ قبل یہ بات عام اخبارات کی زینت بنتی رہی کہ ٹیلی وژن کے فلاں اداکار اور اُس کی اداکارہ بیوی نے ایک ڈرامے میں اکٹھے کام کیا۔ تو ایک مقام پر وہ اداکار اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ مسئلہ یہ کھڑا ہو گیا کہ ڈرامے سے ہٹ کر یہ عام زندگی میں بھی حقیقی میاں بیوی ہیں تو آیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا یا باقی رہا۔ بات پھیلی تو خاوند صاحب بھی فکر مند ہوئے۔ چنانچہ پھر اخبارات کے ذریعے ہی پڑھا گیا کہ اُن صاحب نے فلاں عالم سے رجوع کیا اور اُن سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا۔ پھر اپنی بات کی وضاحت کی۔ اسی طرح وہ مختلف جید علماء سے ملے اور مسئلے کے نوعیت سے آگاہی حاصل کی مگر باوجود اداکار ہونے کے مسلمان ہونے کے ناطے سے وہ شدید پریشانی کا شکار ہو گئے اور جب تک تسلی نہ کر لی آرام اور چین سے نہیں بیٹھے۔

ایک اداکار پر اس قہم کا ناگوار فتویٰ عائد ہو تو اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جائے مگر دیوبند کے قاسم العلوم، قطب عالم، فخر المحدثین اور حکیم الامت وغیرہ پر حجاز سے کفر کا فتویٰ آئے تو کانوں پہ جوں تک نہ رینگے۔ ان سے تو بہتر یہ اداکار صاحب ہوئے کہ ایک ادنیٰ سے مسلمان ہونے کی حیثیت سے انہیں جان کے لالے پڑ گئے مگر یہ علمائے دیوبند ایسی

انانیت، کبر و غرور اور بہت دھرمی کا شکار ہوئے کہ اپنی لٹیا ہی ڈبو کر رکھ دی۔ انہوں نے اللہ و رسول کے مقابلے میں اپنی مولویت کو ترجیح دی۔ علمائے حق کبھی بھی اپنے علم یا ذات کو شانِ خداوندی یا شانِ حالت کے مقابلے میں نہیں لایا کرتے بلکہ وہ تو عجز و انکار کا مجسمہ بن جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی غلط کلمہ زبان و قلم سے نکل ہی جائے تو مطلع ہونے پر فوراً توبہ کر لیتے ہیں مگر گستاخ جیلے بہانوں پر اُتر آتے ہیں۔ علامہ ارشد القادری مدظلہ فرماتے ہیں:-

”رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محترم میں گستاخی کرنے والوں کی تاریخ کا جب آپ مطالعہ کریں گے تو ہر گستاخ کی یہ سہشت قدر مشترک کے طور پر آپ کو ہر جگہ نظر آئے گی کہ دل کے جذبہٴ نفاق کے زیر اثر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی کلمہ ان کی زبان یا قلم سے نکل جاتا ہے تو باز پرس کرنے پر ایک شرمسار مجرم کی طرح وہ اپنے کلمہ کفر سے توبہ کرنے کے بجائے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے غلط حلط تاویل اور سخن پردہ کی بجائے کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔ عہدِ رسالت میں بھی منافقین مدینہ کا یہی رویہ تھا۔ چنانچہ ایک سفر سے واپسی کے موقع پر جب منافقین نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی کلمہ استعمال کیا۔ جب صحابہ کرام کے ذریعہ حضور تک یہ بات پہنچی اور حضور نے منافقین سے اس کے متعلق باز پرس فرمائی تو انہوں نے اغترافِ جرم اور توبہٴ معافی کے بجائے بات بنانے تاویل کرنے اور جیلے بہانے تراشنے کا رویہ اختیار کیا۔ چونکہ اس وقت نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا اس لیے فوراً ان کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی کہ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ جیلے بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر

نزول وحی کا سلسلہ جاری نہ رہتا تو ان کے جھوٹ کا پردہ فاش نہ ہوتا اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلم معاشرے میں اپنے کفر کو چھپائے رکھتے؛ لہٰذا سلسلہ کلام میں دُور نکل آیا اب ذرا اپنے ذہن کو وہیں سے جوڑ لیجئے جہاں میں کہہ رہا تھا کہ علمائے حجاز نے امام احمد رضا کو صرف القاب عزت سے ہی نہیں نوازا بلکہ عین دوسری جانب عبارات کتب دیوبند پر کفر کے فتوے بھی عائد کئے۔ تو علمائے دیوبند کو القاب سے نہ ہی کم از کم اپنے اوپر لگائے گئے فتووں ہی سے کچھ غرض ہوتی۔

ڈاکٹر صاحب! آپ کی ذہنی شکست کی حالت قابلِ رحم ہے۔ جب کوئی دلیل نہیں بن پڑتی تو عجیب عجیب مفروضوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ تصدیق کرانے کی جو آپ کو سوچھی ہے۔ یہ آپ کے بزرگوں کو بہت پہلے سوچھی تھی مگر تصدیق و تحقیق کرتے تو کس برتنے پہ کرتے، لینے کے دینے پڑتے تھے۔ سیر چھڑانے جاتے ایک من گلے میں ڈال کر لانا پڑتا۔ اچی! اس پر سوچنا چھوڑیے اور اپنی جان مت کھائیے کہ یہ القاب عزت اصلی ہیں یا نقلی، آپ کے لیے غور طلب مسئلہ تو یہ ہے کہ عبارات پر جو کفریہ فتوے عائد ہوئے اس کے ردِ عمل کے طور پر علمائے دیوبند کی کارکردگی کیا ہے۔ آپ صرف یہ ثبوت پیش فرمائیے کہ ہمارے بزرگوں نے فوراً متنازعہ کتب اٹھائیں اور سیدھے حجاز سدھارے۔ وہاں انہیں احمد رضا کے مکر و فریب سے آگاہ کیا گیا اور تمام علماء نے اپنے دیئے گئے فتووں سے رجوع کر لیا۔ اور لیجئے یہ ہیں ان کی تحریریں۔

ہے کوئی ثبوت آپ کے پاس اس قسم کا؟ میں آپ کو بتانا چلوں کہ

امام احمد رضا نے صرف فتویٰ لکھ کر ہی پیش نہیں کیا تھا بلکہ ساتھ دیوبندی علماء کی کتابیں بھی پیش کی تھیں۔ یہ کتابیں اُن علمائے حجاز کے پاس موجود ہی تو تھیں تبھی یہ علمائے دیوبند ادھر کو منہ نہیں کرتے تھے۔ ہندوستان میں بیٹھ کر باتیں بنانا کتنا آسان ہے۔ آپ کے رئیس المناظرین سید مرتضیٰ حسن کے مجموعہ رسائل بعنوان ”رسائل چاند پوری“ میں ایک رسالہ ”غلبۃ الحق“ بھی شامل ہے جس کے مؤلف علی حین شاہجہان پوری ہیں لکھتے ہیں :-

”میں کہتا ہوں کہ علمائے عرب اردو زبان کے نکات اور اس کی صلاست و بلاغت سے بے بہرہ اور علمائے ہند کی اردو تصانیف سے بے خبر، انہیں کیا علم کہ کس نے کیا لکھا ہے؟ جیسا سوال خواہ زبانی یا تحریری عربی میں ترجمہ کر کے ان کے سامنے پیش کیا گیا ویسا ہی انہوں نے فتویٰ دے دیا۔ اس میں علمائے عرب کا کیا قصور؟ اگر وہ سوالا انہیں متہم حضرات کے روبرو پیش کیے جاویں تو یہ حضرات بھی اس کے قائل پر بلا تکلف کفر کا فتویٰ تحریر فرمائیں۔ ہاں اگر علمائے حرمین شریفین کے سامنے علمائے دیوبند کی تصنیف کردہ کتابیں پیش کر کے اس پر کفر کا فتویٰ لیتے تو تب البتہ فاضل بریلوی کو ہم بھی سچا کہتے“۔

اب چپ چاپ فاضل بریلوی کو سچا مان لیجئے اس لیے کہ انہوں نے فتویٰ لینے سے قبل علمائے دیوبند کی کتب بھی پیش فرمائیں۔ لیجئے ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔ فتوے کے اندر ہی امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں :-

(الف) ”وہاھو ذانہذ من کتبہم..... الخ
اور ہاں یہ ہیں کچھ ان کی کتابیں۔“ لے

(ب) المہند میں علمائے عرب کی جانب سے جو سوال پوچھے گئے ہیں ان کے شروع میں انہوں نے لکھا: ”اے علمائے کرام..... (دیوبند) تمہاری جانب چند لوگوں نے ولایتی عقائد کی نصبت کی ہے اور چند اوراق اور رسالے ایسے لائے جن کا مطلب غیر زبان ہونے کے سبب ہم نہیں سمجھ سکے۔“ لے

رہی بات علمائے عرب کی کہ وہ اردو سے نااہل تھے تو یہ کون سی بڑی بات ہے۔ آج بھی وہ تمام کتابیں موجود ہیں۔ ”حسام الحرمین“ کی عبارات اور اپنی کتابوں کی عبارات کو لکھ کر دیکھ لیجئے بمطلب و مفہوم میں ہرگز فرق نہیں آئے گا۔ ”حسام الحرمین“ میں تحذیر الناس کے جو تین جملے درج کئے گئے ہیں، علمائے دیوبند نے سارا زور اس پر صرف کر دیا ہے کہ مختلف صفحات سے مختلف جملے لے کر انہیں بے ترتیب لکھ کر کفریہ معنی پیدا کر لیے گئے جیسے قرآن کریم کی مختلف آیات کے ٹکڑے جوڑ لیے جاتیں تو معنی کچھ کا کچھ ہو سکتا ہے مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْہَا خٰلِدُوْنَ ۝ تو اسی طرح بے شک عبارت تحذیر الناس بھی ہے ورنہ نہیں۔ لے

جواباً گذارش ہے کہ نہ تو تحذیر الناس کے ان جملوں میں مذکور مختلف جگہوں سے آیات کریمہ جوڑنے والا معاملہ ہے اور نہ یہاں

لا تقربوا الصلوة لیثا اور وانتم سکا دی چھوڑنے والا مسئلہ ہے بلکہ تحذیر الناس کے یہ تینوں جملے مستقل اور مکمل جملے ہیں، الگ الگ رکھے جائیں یا ایک جگہ، ان کی کوئی بھی ترتیب قائم کر لی جائے یا پوری تحذیر الناس میں بیاق و باق کے حوالے سے دیکھے جائیں۔ یہ ہر صورت میں کفر یہ مضمون کے مالک ہیں۔ ڈاکٹر صاحب یا کسی اور کو تحقیق کا شوق ہو تو بسم اللہ کیجئے، دیر کا ہے کی۔ سوال کیجئے جواب بفضل ربّ قد دس ہم دیں گے۔

المہند۔ اصل نزاع سے دور امام احمد رضا نے دینی

علمائے دیوبند پر فتویٰ عائد کر آیا تو علمائے دیوبند میں کھلبلی مچ گئی۔ ماننے والے ہوتے تو بار بار وضاحت طلبی پر ہی مان جاتے اور اگر خود کو سچا سمجھتے تھے تو دور دور سے گیدڑ بھیہکیوں کی کیا ضرورت تھی۔ عیدھا بریلی شریف پہنچے اور امام احمد رضا کا دروازہ جا کھٹکھٹاتے کہ جناب! آپ نے ہم پر جو فتویٰ دیا ہے وہ غلط ہے آپ مطلب و مفہوم غلط لے رہے ہیں، ہماری عبارات میں یہ معنی و مضمون سرے سے نہیں اور نہ ہمارے حاشیہ خیال میں ہے۔ ہوا کیا۔ ”المہند“ لکھ ماری (آج کل بازار میں یہ کتاب ”عقائد علمائے اہل سنت دیوبند“ کے نام سے مل رہی ہے) اس کتاب کے مؤلف مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہانپوری ہیں جو خود بھی فتوے کی زد میں ہیں۔ ان صاحب نے چھبیس سوال ترتیب دیئے اور کہا کہ یہ علمائے حجاز کی جانب سے پوچھے گئے ہیں پھر ان کے ترتیب وار جوابات لکھے اور ان جوابات پر چند علماء کے نام کی تصدیقات جعلی گھڑ لیں جناب انبیٹھوی صاحب رحمہ اللہ کے

شروع میں فرماتے ہیں :-
 ”اس رسالہ کے دیکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ علماء حرمین
 شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تکریماً حضرات دیوبند کے عقائد کی
 تصحیح فرما رہے ہیں، پس اب دیکھنا چاہیے کہ خان صاحب (امام
 احمد رضا) اپنے قول سے رجوع کرتے ہیں یا علمائے دیوبند کے
 ساتھ علماء حرمین شریفین و مصر و حلب و شام و دمشق سب کی
 تکفیر کرتے ہیں۔“

سرپیٹ لینے ہی کا تو مقام ہے بکفر یہ فتوے کن عبارات
 پر ہیں اور یہ قصد یقینی کون سے جوابات پر ہیں۔ تحذیر الناس کی
 عبارات پر فتویٰ کفر ہے۔ بتائیے المہند میں جو سولہواں جواب
 دیا گیا ہے کیا اس میں تحذیر الناس کی عبارات نقل کی گئی ہیں؟
 براہین قاطعہ پر فتویٰ کفر ہے۔ المہند میں انیسویں جواب میں اس سے
 متعلق فریب کاری تو کرو دی گئی لیکن یہ تو بتائیے کہ براہین قاطعہ کی جس
 عبارت پر فتویٰ کفر ہے کیا وہ عبارت بعینہ نقل کی گئی ہے؟
 حفظ الایمان پر فتویٰ کفر ہے۔ المہند میں بیسویں جواب میں اس سے
 متعلق جو بیس کی گئی ہے بتائیے تھانوی صاحب کی بعینہ وہی عبارت
 کہیں موجود ہے؟ تھانوی صاحب نے تو کہا تھا کہ ”اس میں حضور
 ہی کی کیا شخصیت ہے ایسا علم غیب تو..... الخ

اور یہی تشبیہ کفر کے درجے میں داخل کرتی ہے۔ بتائیے لفظ
 ”ایسا“ کہیں بھی المہند میں درج ہے؟ ان تمام کتب کی متنازعہ عبارتوں
 کی ہر جگہ محض تشریح ہے اور وہ بھی اسلامی طرز و طریقے سے اگرچہ

قابل گرفت پھر بھی ہیں اور چھان بین کرنے سے یہ بے چارے پھرے پکڑے جائیں۔ اسی لیے تو ہر کوئی کہتا ہے کہ یہ سوال نہ وہاں سے بھیجے گئے اور نہ جوابات کی تصدیق کرائی گئی۔ محض پروپیگنڈا ہے اور سرسبز فریب اور دھوکہ دیا گیا ہے اور پھر سوچنے کی بات ہے کہ ان چھبیس سوالات و جوابات گھڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بات تو محض چار عبارتوں کی تھی۔ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر الزام آپ اس وقت رکھتے جب علمائے عرب نے امام احمد رضا کے اسی فتوے کو رد کر دیا ہوتا جو انہوں نے آپ کی کتب کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش فرمایا تھا۔ یا علمائے حرمین شریفین نے آپ کی طبع شدہ کتب کی متنازع عبارات پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہوتی۔ دراصل مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالحق الہ آبادی علیہ الرحمۃ کی موجودگی ہی ”المہند“ کی کارروائی کو جعلی ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ ایک تو وہ اردو ہندی زبان سے واقف تھے بلکہ اہل زبان تھے دوسرے تذکرۃ الرشید جلد اول میں بھی علمائے دیوبند نے انہیں ”وسیع النظر محدث“ تسلیم کیا ہے۔ جب ان کا فتویٰ بھی ”حسام الحرمین“ میں موجود ہے تو خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ نے ان سے رجوع کیونکر نہ کیا۔ ثابت ہوا کہ یہ سوال و جواب سب فرضی کارستانی ہے۔ جیسا کہ پچھلی سطور میں عرض کیا جا چکا ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی مرزا غلام احمد قادیانی کو مرد صالح کہتے رہے۔ گو اس میں بھی آپ یہ تھا، وہ تھا، یوں تھا، وہں تھا کہہ کر تاویلوں سے کام لیں گے مگر یہاں بات چونکہ علمائے عرب کی ہو رہی ہے کہ انہوں نے دیوبندی عقائد کی تصدیق فرمادی۔ تو اس سلسلے میں قارئین کرام یہ بات ذہن میں بٹھالیں کہ ”المہند“ میں سوال و جواب اور تصدیقوں کی کارروائی فرضی و من گھڑت ہے۔ دوسرا نکتہ یہ یاد رکھیں کہ یہ جعلی تصدیقیں بھی

اُن عبارتوں پر نہیں جن پر فتویٰ کفر ہے۔

دعویٰ کچھ دلیل کچھ | آپ لوگ اپنی تحریروں میں ان فتوؤں سے متعلق بڑی ڈینگیں مارتے ہیں اور بڑی

شیخی بگھارتے ہیں کہ فلاں عربی عالم نے رجوع کر لیا تھا مگر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے دلائل کی دنیا میں یتیم نظر آتے ہیں۔ دعویٰ

بِسَدْرَةِ الْمُنْتَهَا اور دلیل نرسی جگ ہنسائی۔ ڈاکٹر

خالد محمود صاحب نے بھی ایسے ہی جوڑ توڑ کا مظاہرہ فرمایا ہے۔
”حضرت مولانا سیدنا احمد برزنجی کا رجوع“ کے عنوان سے

لکھتے ہیں :-

وہ ان علماء میں سے جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی تحین کی تھی حضرت مولانا سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ بھی تھے

جب آپ کو علم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے بات پیش کرنے میں زیادتی سے کام لیا ہے تو انہوں نے پھر مولانا کے رد اور تشریح عقیدے

کی تردید میں غایۃ المامول تصنیف فرمائی اور اس میں مولانا احمد رضا خاں کو ایسے ذکر کیا جیسے کھی عامی کو ذکر کیا جاتا ہے : ”

ڈاکٹر صاحب نے جھوٹ بھی اس مہارت اور خوبصورتی سے بولا ہے کہ ہم لوگ سچ بھی اس طریقے سے نہ کہہ سکیں۔ عنوان دیکھئے کتنا

خوبصورت : ”سید احمد برزنجی کا رجوع“ یعنی مفتی صاحب نے جو ہم دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ دیا تھا وہ انہوں نے واپس لے لیا ہے۔

دیوبند کے مقتدا اب ہر کسی کو دلیل دیتے پھر رہے ہیں۔ جناب اُن علمائے عرب نے تو اپنے فتوے واپس لے لیے تھے۔ دیکھا ڈاکٹر صاحب

نے ”ایک مفتی“ کا لکھا اور وہ بھی بڑا جھوٹ مگر معتقدین کے نزدیک ایک سے ”پوری جماعت“ وجود میں آگئی۔ ”رجوع“ کا لفظ دیکھ کر ایک بار تو دل پھڑک گیا کہ جب سہارنپوری صاحب بہ نفس نفیس مفتی سید احمد برزنجی سے مل آئے ہیں اور مفتی صاحب نے ”رجوع“ کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں کہا تو ڈاکٹر صاحب کس صوراخ سے ”رجوع“ کا مسودہ نکال لائے ہیں۔ مگر عنوان کے نیچے متن پڑھا تو عنوان اپنی موت آپ مر گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا اور اپنی قوم کا دل خوش کرنے کو ”سید احمد برزنجی کا رجوع“ کے الفاظ لکھ کر ہوائی قلعہ تو تعمیر کر دیا مگر اس کو قائم رکھنے کے لیے آپ کے پاس بد قسمتی سے ہمیشہ کی طرح میٹریل (MATERIAL) نہیں تھا اس لیے اگلے لمحے زمین پر آ رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پی ایچ ڈی کی ڈگری لیے بیٹھے ہیں اور معلوم اتنا نہیں کہ دعویٰ کیا کیا اور دلیل کیا دی۔ دعویٰ یہ ہے کہ سید احمد برزنجی نے دیوبندی عبارات پر دیا گیا کفر کا فتویٰ واپس لے لیا اور دلیل یہ دی کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے رد اور شرکیہ عقیدے کی تردید میں ”غایۃ المامول“ تصنیف فرمائی۔ ہے کوئی دیوبندی دنیا میں صاحب انصاف جو جناب علامہ ڈاکٹر صاحب کی اس دلیل کو دعویٰ کے مطابق کر سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے کتاب ”غایۃ المامول“ کا نام لکھ کر اور رد اور تردید وغیرہ کے الفاظ لکھ کر یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو فتویٰ پیش کر کے مفتی صاحب سے تصدیق کروائی تھی وہ جب مفتی صاحب کو پتہ چلا کہ یہ تو دھوکے سے تصدیق

جعلی و من گھڑت ہے۔ مفتی سید برزنجی علیہ الرحمۃ کی ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ مولوی منور علی رامپوری کی تخریب کاری ہے اور یہ صاحب وہی ہیں جنہوں نے اس سے قبل ”سیف النقی“ کا کارنامہ انجام دیا ہے اور اس فرضی ”سیف النقی“ کے ایک صفحے کا عکس جون ۹۳ء میں ”القول السدید“ میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

لی گئی ہے۔ لہذا انہوں نے رجوع کر لیا اور علمائے دیوبند کو دوبارہ مسلمان ہونے کی سند جاری کر دی۔ لعنة اللہ علی الکذبین۔ اصل بات یہ ہے کہ ”غایۃ المامول“ علم غیب کے مسئلے پر لکھی گئی ہے اور ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے کہ اس رسالہ میں چند چیزیں مولانا احمد رضا خان کے عقیدے کے عین مطابق ہیں (گو غایۃ المامول فرضی ہے اگر علمائے دیوبند اسے فرضی نہ بھی تسلیم کریں پھر بھی مفتی صاحب کے پہلے فتوے پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا) بے شمار ایسے مسائل ہیں کہ علماء اپنے اپنے اعتدال سے ایک دوسرے کا رد کرتے چلے آئے ہیں مگر یہ اختلاف فریقین کو دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ بتائیے علم غیب کے مسئلے کے اختلاف کا اثر سید برزنجی کے اُس فتوے پر کس طرح پڑ گیا جو چند دیوبندی عبارات پر عائد ہے۔ کیا آپ ایک لفظ بھی غایۃ المامول میں ایسا دکھا سکتے ہیں جہاں مولانا سید احمد برزنجی نے فرمایا ہو کہ میں دیوبندی عبارات پر دئیے گئے کفریہ فتوے سے رجوع کرتا ہوں؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو گویا آپ نے ایک بار پھر اقرار کر لیا ہے کہ مولانا سید احمد برزنجی کا فتویٰ کفر ہماری عبارتوں پر درست ہے۔

بیچ کہا تو نے تبسم، جو ہے گستاخ نبی

اُس کے تقدیر میں تو بہ کی بھی توفیق نہیں

آپ نے جو بڑے طنطنے سے لکھا ہے ”انہوں نے پھر مولانا (احمد رضا خان) کے رد اور شرکیہ عقیدے کی تردید میں غایۃ المامول تصنیف فرمائی“ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ مفتی سید احمد برزنجی مولانا احمد رضا خان سے علم غیب کے مسئلے پر اختلاف رکھتے تھے اور ان کے عقیدہ کو صحیح نہیں سمجھتے تھے تو آپ یہ بتائیں کہ اُن کے اس اختلاف سے ”حسام الحرمین“ میں جو فتویٰ آپ کی کتب پر

عائد ہے اُس کی حیثیت کیونکر تبدیل ہو جائے گی۔ آپ اپنے اوپر لگائے گئے فتوے کی بات کریں کہ کسی اور مسئلے میں امام احمد رضا اور مفتی سید برزنجی کے اختلاف سے آپ کی کتب پر سے یہ فتویٰ کفر کس طرح اٹھ جائے گا۔

اور اپنے دعوے کی دلیل کے لیے یہ سند اور ثبوت بھی آپ کی گردن پر ہے کہ مفتی سید احمد برزنجی نے کس کتاب کے کس صفحے پر کون سی عبارت لکھی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے بات پیش کرنے میں زیادتی کی ہے۔ اگر کہیں ایسی عبارت ہوتی بلکہ ہلکا سا بھی تاثر ملتا تو آپ کیسے تان کر کیا سے کیا نہ بنا لیتے مگر آپ نے دعویٰ ہی کیا ہے سند پیش نہیں کی۔ جب ثبوت نہیں تو آپ ایک ہزار بار لکھتے پھر میں ہمیں کیا پتہ چلا کہ آپ نے زہر دھت دھوکے، جوڑ توڑ اور فریب کاری سے کام لے کر ”رجوع“ کا لفظ لکھا ہے وگرنہ تو سید احمد برزنجی کا فتویٰ چمک دمک کے ساتھ آج بھی قائم و دائم ہے۔ **فلتد الحمد**۔

قارئین کرام! مزے کی بات یہ بھی ہے کہ رسالہ ”غایۃ المامول“ جو علم غیب کے مسئلے پر ہے اور جس کے بہت سارے اقتباسات مولوی حسین احمد مدنی صاحب نے اپنی کتاب ”شہاب ثاقب“ کے شروع میں نقل کئے ہیں، اس میں بھی مفتی صاحب نے دوبارہ فتویٰ کفر عائد کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

”پھر اس کے بعد علماء ہند میں سے ایک شخص جسے احمد رضا خاں کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آیا جب وہ مجھ سے ملا تو اولاً اُس نے مجھے یہ بتایا کہ ہند میں اہل کفر و ضلال میں سے کچھ لوگ ہیں... (مرزا غلام احمد قادیانی، فرقہ امیریہ، نذیریہ اور قاسم نانوتوی وغیرہ)

وغیرہ کا ذکر ہے).....

اور (اس نے مجھے بتایا کہ) اس نے ان فرقوں کے رد اور ان کے اقوال کے باطل کرنے کے لیے ایک رسالہ موسومہ "المستند المستند" لکھا ہے۔ پھر اس نے مجھے اس رسالہ کے خلاصہ (حسام الحرمین) پر مطلع کیا اس میں صرف ان فرقوں کے اقوال مذکورہ کا بیاض اور ان کا مختصر سار دیا تھا اور اس رسالہ (حسام الحرمین) پر تصدیق و تقریظ طلب کی۔ ہم نے اس پر تقریظ و تصدیق لکھ دی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہو جائیں تو یہ لوگ کافر و گمراہ ہیں کیونکہ یہ سب باتیں اجماع امت کے خلاف ہیں۔ (جاری ہے)

لے غایۃ المامول صفحہ ۲۹۷ تا ۲۹۹ ناشرانچن ارشاد المسلمین لاہور۔
مترجم مولانا نعیم الدین دیوبندی :

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کی منقریب شائع ہونے والی مطبوعات

• سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ

• غیر مقلدین کو دعوت انصاف (جلد چہارم)

• قادیانی دھرم کا علمی محاسبہ (جلد اول)

ناشر : فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونکے

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کی

ایمان سورت فہرست کا بیان

(۲)

از جناب سید بادشاہ قبسم بخاری صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - مُحَمَّدٌ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتاب "غایۃ المامول" پر مزید ۱۳ علماء مدینہ منورہ کے جعلی تصدیقی دستخط نقل کر کے علماء دیوبند نے اپنی گستاخانہ عبارات پر فتویٰ کفر کی تقریظ و تصدیق کرنے والے علماء حجاز کی تعداد میں اور اضافہ کر دیا جس کو تمام علمائے دیوبند نے خود بھی تسلیم کر لیا تبھی تو وہ اسے خود چھاپ رہے ہیں اور خود ہی عربی عبارات کا ترجمہ بھی کر رہے ہیں۔ دیوبندیوں نے اپنے اوپر یہ فتویٰ یوں تسلیم کر لیا کہ "غایۃ المامول" کے مشمولات میں علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات اور ان کے مصنفین کے نام اور پھر ان پر ایک بار علامہ برزنجی کا فتویٰ کفر بھی موجود ہے۔ امام احمد رضا بریلوی سے مسئلہ علم غیب میں اختلاف کے باوجود علامہ برزنجی کا علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر فتویٰ کفر میں مولانا احمد رضا خاں کی تائید و توثیق کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ علماء حرمین نے علی وجہ البصیرت خوب تحقیق کر کے اور بڑے غور و فکر کے ساتھ علماء دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

اس طرح دیوبندیوں کا یہ الزام بھی بے بنیاد ثابت ہو گیا کہ علمائے عرب نے عاجزی و انکساری سے متاثر ہو کر یا مادہ لوجی کے باعث دھوکے میں آ کر فتوے دیئے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب مدنی صاحب کی سنت ادا کرتے ہوئے ہوا میں تیر چلا رہے ہیں۔ جاتے جاتے "مقدمہ شہاب ثاقب" کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرماتے جائیے :-

"علماء دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں علماء حرمین شریفین میں سے صرف ۲۶ علماء کرام نے احمد رضا خاں صاحب کی بظاہر غیر مشروط تائید و تصدیق کی ہے۔" ۱

ڈاکٹر صاحب ایسی بات دیکھتے کہ جب غایۃ المامول آپ کے بزرگوں کے ہاتھ لگتی تھی اور اس میں آپ کے علمائے دیوبند پر مفتی صاحب نے نام لے لے کر فتویٰ کفر دیا تھا تو کیا آپ کے بزرگوں میں سے کوئی ایسا شخص بھی تھا جو فوراً عرب شریفین جان نکلا ہو اور تکریر لٹا دے وغیرہ ساتھ لے کر گیا ہو تاکہ مفتی سید برزنجی کو آگاہ کیا جاسکے کہ جتنا آپ نے ایک بار پھر ہمیں اپنے فتوے میں دھر لیا ہے۔ دیکھیے یہ ہیں وہ کتابیں، ان میں کہیں بھی وہ عبارات درج نہیں جن پر فتویٰ کفر ہے کیا ایسا ہوا؟ اگر نہیں تو کیوں؟

بہر حال "مطالعہ بریلویت" جلد دوم کے شروع کے ایک صد صفحات امام احمد رضا بریلوی کی پُر وقار شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش میں صنایع کئے گئے۔ امام احمد رضا کی کسی عبارت کا کوئی ایک آدھ ٹکڑا لے کر خوب پھبتیاں اڑائی گئیں، فحش کلامی کا مظاہرہ کیا گیا اور اپنی بات کی تائید میں خود اپنی دیوبندی کتب یا کسی اور مخالف امام

احمد رضا کے حوالوں کو بنیاد بنا کر بے شمار طنز کے تیرہ سلسلے لگے۔ یہ کتاب ایک خصوصی پلان کے تحت لکھی گئی ہے اور اس میں فقط ڈاکٹر صاحب نہیں بلکہ کئی ہاتھ کار فرما نظر آتے ہیں۔ اس پلان کا مرکزی خیال یہ ہے کہ عوام الناس کو جس قدر بھی دھوکے اور فریب سے گمراہ کیا جاسکتا ہے، امام احمد رضا کو بدنام کر کے عوام کو گمراہی کے تاریک گڑھوں میں دھکیل دیا جائے اور اس پلان میں کام آنے والے دیوبندی ذہن خوب جانتے ہیں کہ عوام الناس میں سے کس نے امام احمد رضا کی کتب خریدی ہیں اور کس نے بیسیوں کتب کے حوالے ایک ایک کر کے دیکھنے ہیں لہذا جتنی منافقت سے کام لیا جاسکتا ہے لے لو۔ خیر! آفتاب و ماہتاب کا تھوکا منہ پہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم، رحمت عالم محمد مصطفیٰ احمد نجیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طویل معلمین عالم کو ان کے دھوکے اور فریب سے محفوظ و مامون رکھے اور بقول بندہ ناچیز سے ہاتھ اٹھا کر رات دن مانگا کر میں یہ بھی دعا

اے خدا دیوبندیوں کے شر سے تو ہم کو بچا

ڈاکٹر خالد محمود صاحب چونکہ ہر صفحے کے اندر جوڑ توڑ اور فریب کاری کے من بھاتے کھیل میں مصروف رہے اس لیے جی تو چاہتا ہے کہ کوئی صفحہ بغیر جواب کے نہ رہنے دیا جائے مگر یہ مضمون اتنی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا لہذا فریب کاریوں اور جوڑ توڑ کی چند مثالوں پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔

① ترجمہ کنز الایمان | ڈاکٹر صاحب "کنز الایمان ترجمہ قرآن نہیں" کا عنوان دے کر مقدمہ کنز الایمان

کے حوالے سے رقمطراز ہیں :-

"لفظ بلفظ ترجمہ کرنے کے سبب حرمت قرآن، عصمت انبیاء،

اور وقارِ انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے اور انہی تراجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ بعض امور کا علم اللہ رب العزت کو بھی نہیں ہوتا ہے (مقدمہ کنز الایمان صفحہ ۱)

غور کیجئے یہ جرح کیا بعینہ فہمی نہیں جو پادری عبدالحق نے عربی دان ہونے کی حیثیت سے قرآن پر کی تھی اور ان بریلوی علماء نے اردو دان ہونے کی حیثیت سے ان اردو تراجم کے ذمہ لگا دی ہے؟^۱ دیکھنا یہ ہے کہ پادری عبدالحق عربی دان نے کیا جرح کی تھی وہ بھی خود ڈاکٹر صاحب ہی نے نقل کر دی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے پادری عبدالحق کہتا ہے :-

”قرآن کا مطالعہ کرے تو کوئی نقص نہیں جو خدا میں نہ ہو اور کوئی عیب نہیں جو اس کے انبیاء میں نہ ہو، محمدی علماء تفسیر میں ان تمام آیتوں کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن قرآن کے الفاظ جوں کے توں ہیں اور وہ ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں، مسلمانوں کا قرآن کچھ کہتا ہے اور ان کی تفسیر کچھ، سو نجات کی راہ صحفِ مقدسہ میں ہے۔ (صحفِ مقدسہ صفحہ ۱۷۱) قرآن کریم کسی بندے کا کلام نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔ اس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ان کے فصاحت و بلاغت، ان کے حقیقی معنی اور ان کی اصلی مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں، چنانچہ امت کو بتانے کی ضرورت محسوس کی گئی وہ بواسطہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتایا گیا بہت سے الفاظ

ایسے ہیں جو لغت عرب سے لیے گئے مگر ان کے معنی وہ نہیں جو لغت میں ہیں بلکہ قرآن کے اپنے معنی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جو مقدمہ کزن الایمان کی عبارت دی ہے اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ترجمہ: ایسا ہو جس سے حرمت قرآن بھی باقی رہے اور عصمت انبیاء بھی، یعنی ترجمے میں کوئی ایسا لفظ نہ آنے پائے جس میں اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گستاخی ثابت ہو۔ اللہ رب العزت نے جو کلام پاک اُتارا ہے وہ اُس کے الفاظ و معانی کی تفصیل مخلوق سے زیادہ جانتا ہے مگر مخلوق خصوصاً امت محمدیہ کو زیبا نہیں کہ وہ ترجمہ کرتے وقت آداب توحید و رسالت کو بھول جائے کہ یہی تعظیم و ادب ہی اس کا طرہ امتیاز ہے۔ لیے الفاظ ترجمہ میں شامل ہی کیوں کیے جائیں جو ہماری زبان میں اچھے معنوں میں مستعمل نہیں۔ یہ تو مطلب ہوا مقدمہ کزن الایمان کی عبارت کا، جب کہ دوسری طرف پادری عبدالحق صاحب براہ راست قرآن مجید کے عربی الفاظ پر ہی معترض ہیں کہ قرآن کچھ کہتا ہے اور تفسیر کچھ۔ یعنی وہ بے چارہ اپنی عقل پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھ گیا ہے کہ جو سامنے نظر آرہا ہے اس کی اصلیت بھی وہی ظاہر کی طرح ہے۔ گویا پادری صاحب نے جان لیا کہ بس اس کے علاوہ کوئی دوسرے معنی تو متعین ہو ہی نہیں سکتے۔ انہوں نے اپنی کم علمی و کم فہمی سے اللہ کے کلام کے الفاظ کو اپنی عقل کی روشنی میں پرکھا اور اپنی عقل کے زور پر ہی ان کے معنی محدود و مخصوص کر لیے۔ لہذا مقدمہ کزن الایمان کی عبارت پادری صاحب کی عبارت میں مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ اور اگر ڈاکٹر صاحب برائے تعصب پھر بھی بضد ہیں تو بتائیں کہ اگر تفاسیر کے اندر تاویلوں کے ذریعے حرمت قرآن اور عصمت انبیاء کو بچایا جاسکتا ہے تو ترجمہ کے اندر ہی اس

کلیے کو قائم کر لینا کیونکہ درست اور جائز نہ ٹھہرے گا؟ قرآن مجید کے
 عربی لفظ کی جو مراد آپ دوسرے قدم پر جا کر لیتے ہیں وہی مراد اگر
 پہلے قدم یعنی ترجمہ ہی میں لے لی جائے تو کون سی تحریف ہو جائے گی؟
 جو معنی تفاسیر کے مطابق ہو کیا وہ معنی غلط ہو جائے گا؟ چونکہ آپ کے
 علماء دیوبند نے اپنے تراجم میں قرآنی الفاظ ”مکر“ کا معنی فریب کیا۔
 ”ضالاً“ کا معنی ”بھٹکتا ہوا“ کیا، ”ذنب“ کے معنی گناہ کیا اور ان
 سب کی نسبت اللہ و رسول کی طرف کر دی۔ اس لیے اب آپ اس
 بات پر بہت زور دے رہے ہیں کہ جب ان کے لفظی معنی یہی بنتے ہیں
 اور لفظی ترجمہ یہی نکلتا ہے تو وہ کیا کرتے۔ تو عرض ہے کہ وہ وہی کچھ
 کرتے جو انہوں نے صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج اور جہاد کے معنوں میں
 کیا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک لفظی ترجمہ قرآن ہی درست ہے تو پھر
 صلوٰۃ کے معنی نماز نہیں بلکہ مطلق ”دعا“ ہے، زکوٰۃ کا مطلب مطلق ”زادتی“
 ہے، صوم کا مطلب مطلق ”بندش“ ہے۔ حج کا ترجمہ مطلق ”قصہ“ ہے اور
 جہاد کا ترجمہ مطلق ”مشقت“ ہے۔ بتائیے اس کے لفظی ترجمے کیوں نہیں
 کئے گئے۔ آپ کے قول کے مطابق تو اگر صلوٰۃ سے مراد نماز لینا ہوتی تو
 تفسیر کے اندر لی جاتی نہ کہ ترجمہ میں۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر الفاظ کا ترجمہ
 لفظی کر دیا جاتا اور جو مراد تھی وہ تفاسیر میں پیش کی جاتی، آپ کے علمائے
 دیوبند نے ایسا کیونکر نہیں کیا؟ اور سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ جس بیچارے
 کے پاس کوئی تفسیر ہی نہ ہو وہ کیا کرے، کیا وہ لفظی ترجمے پر ہی عمل
 کرے اور ان کے معنی وہی سمجھے جو آپ کے علماء نے ترجمے میں پیش
 فرما دیئے ہیں؟ سیدھے ہاتھ کیوں نہیں مان لیتے کہ ترجمہ لغوی شرعاً
 معتبر نہیں ہوتا بلکہ ترجمہ اصطلاحی شرعاً معتبر ہوا کرتا ہے۔ دیکھئے آپ کے
 حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں :-

”روایت میں آیا ہے کہ جب روزہ کے بارے میں آیت نازل ہوئی ابتداء میں یہ حکم تھا کہ رات کو سو کر جب بھی آنکھ کھلے، اس وقت سے اگلے افطار تک بیچ میں کھانا پینا منع ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف فرمائی اور ارشاد فرمایا: . . . حتیٰ کُلُوا وَاشْرَبُوا يَتَّبِعَنَّ لَكُمْ الْخِيطُ الْبَيْضُ مِنَ الْخِيطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ یعنی صبح کاذب کے بعد جب صبح صادق کا اُجالا ظاہر ہو تو اب کھانے پینے سے رُک جاؤ، اور روزہ کی نیت کرو۔

اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے دو قسم کے دھاگے کالے اور سفید تیار کرائے اور سر ملے رکھ لیے۔ جب سفید دھاگا کالے دھاگے سے تمیز ہو جاتا، تب کھانا پینا بند کرتے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کے دھاگے تیار کرائے اور تکیے کے نیچے رکھ دیئے، ان کو دیکھتے رہے جب کالا دھاگا سفید دھاگے سے بالکل ممتاز نظر آتا، تو روزہ کی نیت کرتے حالانکہ اس وقت صبح صادق ہوئے تھا صاف وقت پندرہ بیس منٹ گزر چکے ہوتے۔

ان حضرات نے باعتبارِ لعنت یہ صورت اختیار کی تھی تو لغوی اعتبار سے غلط بھی نہ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی چونکہ یہ مراد نہ تھی اس لیے سب کی دلجمعی نہ ہوئی اور معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ اے عدی تم کیا صورت کرتے ہو؟

انہوں نے عرض کیا میں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کُلُوا وَاشْرَبُوا کے نازل ہونے کے بعد دو ڈورے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیے ہیں اور انہیں دیکھتا رہتا ہوں۔ جب تک کالا ڈورہ سفید ڈورے سے ممتاز نہ ہو جائے کھانا پینا رہتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عدی! تمہارا تکیہ بڑا وسیع ہے کہ اس میں دن رات چھپ گئے۔ کیونکہ کالے ڈور لے کر رات مراد ہے اور سفید ڈور سے مراد دن ہے۔ دھاگوں کے ڈور لے مراد نہیں اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہاں لغوی معنی مراد نہیں ہے۔
اس کے بعد متصل ہی قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں:-
”یہیں سے معلوم ہوا کہ لفظ کے ایک لغوی معنی ہوتے ہیں اور ایک مرادی۔ قرآن مجید اُتر تو لغت عربی میں ہے۔ لیکن ہر جگہ لغت مراد نہیں۔ بعض جگہ قرآن کریم نے لغت تو زبان عرب سے لیا مگر معنی اس کے اندر اپنے ڈالے اور وہی مرادی معنی کہلاتے ہیں۔“ ۲۷

قاری صاحب کا یہ پیرا بھی پڑھنے کے قابل ہے، فرماتے ہیں:-
”اگر مرادی معنی ضروری نہ ہوتے، لغوی معنی ہی کافی ہوتے، تو اتنا کافی ہوتا کہ حضرت جبریل علیہ السلام قرآن مجید کا نسخہ لاتے، بیت اللہ کے چھت پر رکھ دیئے اور اعلان کر دیئے۔ اے لوگو! تم روحانی مریض ہو۔ یہ تمہارے لیے نسخہ شفا ہے۔ تم زباں داں ہو، عربی سمجھتے ہو، اس کتاب کو دیکھ دیکھ کر اپنا علاج کر لیا کرو۔ پھر پیغمبر مسبوت کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی، مگر مصائل کہیں بھی لغت سے حل نہیں ہوا کرتے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ وہ لغت سے اللہ کی مراد متعین کر کے لوگوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد کیا ہے اور اللہ کے نزدیک اس آیت کا کیا مطلب ہے؟“ ۲۸

۱۔ خطبات حکیم الاسلام جلد دوم صفحہ ۲۷۸ کتب خانہ مجیدیہ ملتان

۲۷ ایضاً صفحہ ۲۸ -

۲۸ ایضاً صفحہ ۲۹ -

ڈاکٹر صاحب! اپنے حکیم الاسلام کی عبارت کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھیے اور پھر بتائیے کہ کیا لفظی و لغوی ترجمہ شرعاً معتبر اور درست سمجھا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو جہاں امام احمد رضا نے مرادی معنی لے کر ترجمہ کیا ہے وہ کیونکر درست نہ سمجھا جائے گا۔ تو کیا اب پادری عبدالحق کی عبارت کو بھی آپ کے حکیم الاسلام صاحب کی عبارت کے ساتھ یہ کہہ کر منطبق کر دیا جائے کہ عبدالحق پادری کو بھی لفظی پر اعتراض ہے کہ ان کے معنی صحیح نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء میں عیب و نقص پائے جاتے ہیں اور قاری صاحب بھی کہتے ہیں کہ اصل معنی تو وہی لغت واللہ ہے مگر مرادی معنی کوئی اور ہے یعنی قاری صاحب بھی تو یہی کہتے ہیں کہ جو کچھ نظر آرہا ہے یہ اصل معنی نہیں مراد کوئی اور ہے اور اصل معنی اسی لیے نہیں کہ اسے حرمت قرآن اور عصمت انبیاء باقی نہیں رہتی کوئی خرابی ایسی ضرور واقع ہوتی ہے کہ قاری صاحب مرادی معنی ہی کی طرف زور دیتے ہیں اور اُسی کو معتبر سمجھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ
② رحمانی کلام میں انسانی کلام | کا ترجمہ پیش کر کے ڈاکٹر صاحب

نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ ترجمہ قرآن میں اپنے الفاظ شامل کرنا بہت بڑی زیادتی بلکہ تحریف قرآن ہے۔ سورہ الرحمن کی ابتدائی آیات کا ترجمہ کنز الایمان نقل کر کے آپ فرماتے ہیں :-
 ”یہ قرآن پر ایک بڑا ظلم ہے، رحمانی کلام میں انسانی کلام کو ملانا ہے اس قسم کا اضافہ ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے“ :-
 اس سے قبل آپ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے :-

”اپنی طرف سے کوئی الفاظ ڈالنا ہو تو اُسے (ر) بریکٹ میں لکھتے ہیں تاکہ اُسے کسی لفظ کا ترجمہ نہ سمجھا جائے۔“ لے
اصل مسئلہ یہ ہے کہ تحریف اس وقت مقصور ہوگی جب کوئی لفظ
معنی میں بگاڑ پیدا کر دے اور مطلب و مفہوم الٹ ہو جائے۔ بغیر بریکٹ
کے اردو الفاظ کا ترجمہ میں زیادہ ہو جانا محض وضاحت سمجھی جاتی ہے،
تحریف نہیں۔ اور اگر تحریف ہی ہے تو پھر یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:-

(الف) وَاسْتَغْفِرْ ط سورة الفجر پارہ ۳۰

ترجمہ محمود الحسن :- ”اور گناہ بخشو اس سے۔“

یہ ”گناہ“ کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے؟ بقول آپ کے رحمانی
کلام میں انسانی کلام کا اضافہ ہو گیا۔ دوسرے یہ بغیر بریکٹ کے ہے،
لہذا بقول آپ کے کھلی تحریف ہے۔ تیسرے یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے
تو محض یہ حکم دیا کہ اے میرے محبوب! تم بخشش چاہو۔ مگر محمود الحسن
صاحب نے ساتھ لفظ ”گناہ“ لکھ کر اس کی نسبت بھی حضور کی طرف
کر دی۔ سورہ الفتح میں تو ”ذنب“ کا لفظ عربی میں بھی موجود تھا۔
بچس سے آپ استدلال کرتے ہیں کہ ذنب کے معنی گناہ کئے گئے یہاں
وستغفرہ میں ”گناہ“ کے لفظ کا اضافہ کر کے اسے ذاتِ پرور کائنات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیونکر منسوب کر دیا گیا؟ طبعی تقاضا ہی
کہا جاسکتا ہے ورنہ قرآن میں تو یہ لفظ نہ تھا۔

(ب) وَأَذِنتُ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ ۝ سورة الانشقاق پارہ ۳۰۔

ترجمہ محمود الحسن :- ”اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ آسمان

اسی لائق ہے۔“

بتائیے ”آسمان“ کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے۔

(ج) کِرَامًا کَاتِبِينَ ۝ سورۃ الانعام پارہ ۳۰ :

ترجمہ محمود اکسن :- ”عزت والے عمل لکھنے والے“

بتائیے ”عمل“ کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے۔ مشق نمونہ از خوارے،

یہی مثالیں کافی ہیں ورنہ تو دیوبندی تراجم میں بھی ہر صفحے پر ایسے اضافے

موجود ہیں۔ تحریف اگر اسی کا نام ہے تو کوئی دیوبندی مترجم بھی

اس تحریف سے نہیں باز ہو سکتا۔

سورۃ الرحمن کی ابتدائی آیات کے ترجمہ میں امام احمد رضا بریلوی

قدس سرہ نے عشق مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مفسرین کرام

کی تصریحات کی روشنی میں اپنے آقلے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی شان اقدس کے لیے جو عظیم الشان الفاظ درج کیے ہیں وہ قرآن و

حدیث کے نظریے کے عین مطابق ہیں جنہیں ڈاکٹر صاحب کم فہمی سے

تحریف کا نام دے رہے ہیں۔ جن بے چاروں نے خصائص کبریٰ، کنز العمال

اور مسند امام احمد کا بھی مطالعہ نہیں کیا وہ بھی امام احمد رضا کے منہ آگے

اس بات کا ثبوت بھی انشاء اللہ آگے آ رہا ہے اور ان علم و فضل

کے دعویداروں کی قلعی کھلنے والی ہے۔ ذہنی طور پر تیار رہیے، بہر حال

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ دیکھئے :-

الْوَحْنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

ترجمہ :- ”رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت

کی جان محمد کو پیدا کیا، ماکان و مایکون کا بیان انہیں سکھایا“ ۱

۱۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ انسان سے مراد حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (کتاب الشفا)

ڈاکٹر صاحب کے پیٹ میں مرد و عورت کھڑا ہوا کہ ہمارا کام تو بنی
کو اپنے جیسا بشر بتانا ہے جس کو اپنے پیٹھ پیچھے کی بھی خبر نہیں ہوتی اور
جو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ اس دیوار کے پورے کیا ہے۔ یہ احمد رضا نے
کیا کہا کہ ماکان و مایکون (جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا علم
قرآن سے ثابت کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے دل کی آتش مطالعہ بریلو
لکھ کر بھجائی مگر نہ انسانی کلام تو ڈاکٹر صاحب کے اپنے علماء کے تراجم
میں بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی بیماری کا اصلی سبب جان چکے ہیں
تو آئیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کے متعلق
اختصاراً دو چار باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

① وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنَاتٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ

(چاند سورہ نحل)

ترجمہ :- اے محبوب ہم نے جو کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے اس
میں ہر چیز کا بیان ہے۔

کُلُّ شَيْءٍ عام ہے۔ اس میں تخصیص نہیں لہذا حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو کُلُّ شَيْءٍ کا علم ہوا کیونکہ آپ ہی قرآن کے سب سے زیادہ
جاننے والے ہیں البتہ یہ ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ
ہے ذاتی نہیں۔

② عَلَّمَ الْبَيَانَ کے تحت شیخ المفسرین صاحب

معالم فرماتے ہیں :-

”یعنی بیان ماکان و مایکون لانه صلی اللہ علیہ وسلم ینبی عن
خبر الاولین والآخرین وعن یوم الدین“

لے تفسیر معالم التنزیل جز صابع مطبوعہ مصر

یعنی بیان ماکان و مایکون جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا اس لیے کہ آپ اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی بھی خبر رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ماکان و مایکون کے یہی الفاظ صند المفسرین علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر خازن میں بیان فرمائے ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں یہ آیا ہے کہ ان اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ملاں اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم مراد ہے یعنی اپنی ذات سے مخلوق میں سے کوئی فرد بھی کچھ نہیں جان سکتا۔ ذاتی علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی نے ”حیۃ النبی“ جلد چہارم میں اس کی تصریح کی ہے۔ (۳) مسلم شریف میں ایک حدیث مبارکہ ابو زید یعنی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے درج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ ظہر ہوئی تو منبر سے اترے۔ نماز پڑھاٹی۔ اسی طرح کرتے کرتے غروب آفتاب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ صرف نماز کا وقفہ ہوتا رہا۔ اس خطبہ شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماضی و مستقبل کی خبر دی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

”ثم صعد المنبر حتى غربت الشمس فاخبرنا بما كان وبما هو كائن“

ترجمہ یہ ہے کہ آپ نے پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا جو غروب آفتاب تک جاری رہا۔ اس طویل خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں (ماکان) جو کچھ پہلے گزر چکا تھا اور (ما هو کائن)

جو کچھ ہونے والا تھا اس کی بھی خبر دی۔

شرح مشکوٰۃ شریف کے باب المعجزات کی ایک حدیث کی شرح میں علامہ ملا علی قاری شرح فرماتے ہیں :-

”يخبركم بما مضى اى بما سبق من خبر الاولين من قبلكم وما هو كائن بعدكم اى من بناء الآخرين فى الدنيا ومن احوال الاعميين فى العقبى“ ۱

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزشتہ اور آئندہ تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور عقبیٰ کے جمیع احوال کی خبر دیتے ہیں۔ حدیث مشکوٰۃ کی ہے۔ شرح ملا علی قاری کی ہے۔ علم ماکان و مایکون ثابت کیا گیا ہے۔

⑤ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (پہلی سورۃ النساء)

ع ۱۳ یعنی اسے محبوب تمہیں سکھا دیا اللہ نے جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ اس آیت کے تحت امام المفسرین ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

”وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنْ خَيْرِ الْاَوْلَيْنِ وَالْاٰخِرِينَ وَ مَا كَانَ وَ مَا هُوَ كَائِنٌ“ ۲

⑥ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے تحت تفسیر عرائس البیان میں ہے :-

”اعلم علوؤم عواقب الخلق علم ما كان وما يكون“ ۳

⑦ تفسیر ابن عباس میں ہے :-

۱۔ مرقاة المصابیح جلد ۵ ۲۔ تفسیر ابن جریر ۳۔ تفسیر عرائس البیان :-

رَعْلَمَ الْبَيَانَ، أَلْهَمَهَا اللَّهُ بَيَانَ كُلِّ شَيْءٍ
وَأَسْمَاءَ كُلِّ وَابَةٍ تَكُونُ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ ۝ ۱۷

۸۔ تفسیر جلالین میں ہے :-

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنَ الْأَحْكَامِ وَالْغَيْبِ۔
اللہ نے احکام شریعت کا علم بھی اور غیب کا علم بھی دیا۔ اگر
صرف ”احکام کا علم“ مراد ہوتا تو ”والغیب“ کا اضافہ ہرگز نہ ہوتا۔
⑨ تفسیر حسینی میں ہے :-

”در احادیثِ معراجیہ آمدہ است کہ در زیرِ عرش قطره در حلق
من ریختہ فعلیمتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُونُ پس دانستم آنچه بود
وآنچه خواهد بود۔“

ترجمہ :- احادیثِ معراجیہ میں آیا ہے کہ عرش سے ایک قطرہ میرے
حلق میں ٹپکایا گیا جس کی وجہ سے مجھے ماضی کا کون و ماسیکون یعنی گزشتہ اور
آئندہ کے سب امور کا علم ہو گیا۔

⑩ مشکوٰۃ شریف میں حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ وعظ فرمایا اور اُن فتنوں کی خبر دی کہ جو ظاہریوں
کے آگے آتا ہے :-

”مَا تَرَكْ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَاكَ إِلَى
يَوْمِ السَّاعَةِ الْأَحَدَةِ“

ترجمہ :- نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام
میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا۔

اب جبکہ احادیثِ مبارکہ اور مفسرینِ کرام کی وضاحت سے آیات

قرآنی کے تحت روشن ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم
ماکان وما یكون حاصل تھا اور مفسرین کرام نے عَلَّمَهُ الْبَيَانَ
کے تحت ہی بیان کیا ہے تو اس جگہ اگر امام احمد رضا نے ترجمہ میں یہی
مراد ہی معنی بیان فرمادئے تو کیا اب اسے تحریف کہا جائے گا؟ اگر
معنوی تحریف ہی دیکھنے کا شوق دامن گیر ہے تو تحذیر الناس اشیاء
تحذیر الناس کے اندر ”خاتم النبیین“ کی دہائی کے نئے معنی کے متعلق خود مانو تو
صاحب لکھتے ہیں :-

”اگر بوجہ کم المتفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی
شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات
کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا؟“
نانو تو صاحب کے لفظ ”مضمون“ کا مطلب کسی لفظ کا معنی
ہے۔ یعنی جو معنی میں نے کیا ہے اس معنی کی طرف بزرگان دین میں سے
کسی کا فہم بھی نہیں گیا۔ ذہن تو اس وقت کسی کا جاتا جب اس لفظ
کا کوئی دوسرا معنی ہوتا۔ اسی بات کی تصدیق مولوی خلیل احمد انبیٹھوی
سہارنپوری نے اپنی کتاب ”المہند“ میں کی ہے۔ لکھتے ہیں :-

”ہمارے خیال میں علمائے متقدمین اور اذکیاء متبحرین میں سے
کسی کا ذہن اس میدان کے نواح تک بھی نہیں گھوما“
یعنی تیرہ سو برس تک کسی عالم، کسی مفسر، کسی متکلم، کسی محدث
کسی امام، کسی تابعی اور کسی صحابی کا ذہن اس معنی کے نواح تک بھی
نہیں گھوما جو معنی ”نانو تو“ صاحب کہیں سے نکال کر لے آئے ہیں۔ حتیٰ کہ خود
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہ معنی نہیں بتلائے۔ ظاہر ہے کہ

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہوتا تو تمام بزرگانِ دین اُسے بھی ظاہر کرتے اور یہ ایسا معنی ہے کہ آئندہ بھی کوئی مسلمان اس کے قریب تک نہیں بٹکے گا۔

بھئی! ایمان کے عزیز نہیں۔ مرزا اعلام احمد قادیانی کے جھوٹے وعدہ نبوت کا اہم سبب (MAIN FACTOR) یہی تحذیر الناس ہے۔
(نوٹ) مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ ایک محدود زمانے کے علم کا نام ہے اس سے اللہ تعالیٰ سے خاص کرنا علم خداوندی کو گھٹانا ہے)

(۳) کفایت بمعنی ”کافی“ ہی نہیں

پخت بھی

”غلط ترجمہ قرآن کی ایک اور مثال“ کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :-

”فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“

(پ ۱۶ ع ۱۶)

ترجمہ :- صواب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ (شاہ عبدالقادر محدث دہلوی) صواب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ (مفت شیخ الہند) ان تراجم سے یہ بات ہویدا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو کافی ہے ان سے خود نبٹ لیں گے۔ مگر مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ السلام کی بجائے ان مشرکین کی طرف سے پیش کر دیا۔ ”سوائے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا (احمد رضا خاں)“

ڈاکٹر صاحب کی عیاری دیکھئے کہ جب کوئی مسئلہ اپنے حق میں کرنا
 جوتا ہے تو کتابیں دیکھ دیکھ کر منطق و کلام کی اصطلاحوں کے مہارے
 ڈھونڈتے ہیں اور جب فریب کاری اور جوڑ توڑ کے کرتب دکھانے
 منظور ہوتے ہیں تو اُردو کے سادہ سے الفاظ ”کفایت“ کے معنی تک
 بھول جاتے ہیں۔ ذرا اٹھائیے اردو لغت اور دیکھئے کفایت کا معنی۔
 اس کے معنی ”بجٹ“ اور ”جز و رسی“ کے بھی ہیں۔ اور کفایت کرنا بمعنی
 ”بجٹ کرنا“ درج ہے اور یہی محاورہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے
 استعمال فرمایا ہے۔ اُردو سمجھنے والے جانتے ہیں کہ محاورات میں مختلف
 الفاظ کے ساتھ ضمیر میں بدل جایا کرتی ہیں۔ اب اس ”بجٹ کرنا“ کے
 معنی کو سامنے رکھ کر مولانا احمد رضا خاں دہلوی کا ترجمہ دیکھئے :-
 ”سوائے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے نہیں کفایت (یعنی
 تمہاری بجٹ) کرے گا۔“

جب لفظ ”کفایت“ کا استعمال کریں گے تو اس کے ساتھ نہیں
 بھی درست ہے اور ”تمہاری“ بھی۔ نہیں کفایت کرے گا یا تمہاری کفایت
 کرے گا، دونوں درست ہیں۔ ”ان کی طرف سے“ یعنی دشمنوں کی گزند
 سے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ دشمنوں کی گزند سے تمہاری بجٹ کرے گا
 یا حفاظت کرے گا اور یہ مطلب ہم نہیں نکال رہے بلکہ الفاظ بھی ظاہر
 ہر لحاظ سے درست ہیں۔ ”کلمات عزیزی“ شاہ عبد العزیز محدث
 دہلوی علیہ الرحمۃ کی مشہور و معروف کتاب ہے اس میں بھی لکھا ہے :-
 ”دفع شر دشمن“ : فَسَكُفِيكُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
 یہ فقرہ سب چیزوں سے بہت نفع کا ہے دشمنوں کے شر سے کفایت طلب کرنے کو :-

یعنی دشمنوں کے شر سے بچت و حفاظت طلب کرنے کو، یہی معنی لے کر ”کفایت“ کا لفظ امام احمد رضا بریلوی نے استعمال کیا ہے، پتہ چلا یہ سب جوڑ توڑ کے کارنامے ہیں ترجمہ میں ہرگز کوئی خرابی نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ میں ”کفایت“ کا استعمال ایک اور جگہ دیکھیے :-

”وَكَفَى اللَّهُ الْمُسْلِمِينَ الْقِتَالَ ط ترجمہ :- اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرمادی“^۱۔
جیکہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ :- ”اور اپنے اوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی“ ہے۔

حاشیہ پر جناب شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :-
”یعنی مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آئی“ مطلب یہ کہ لڑائی سے بچت ہو گئی۔ اس آیت کو ہمیں بھی مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے ”کفایت“ کو بمعنی ”بچت“ ہی استعمال کیا ہے۔ لیکن محمود الحسن صاحب کا ترجمہ : مسلمانوں کی لڑائی اللہ نے اپنے اوپر لے لی، عجیب و غریب ترجمہ ہے مگر ہم لوگ کھینچا تانی کے عادی نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے ”کفی“ کو کافی کے معنی میں بھی لیا ہے۔
”وَكَفَى بِاللَّهِ شَرِّهٖ“ (سورۃ الفتح)
”اور اللہ کافی ہے گواہ۔“

معلوم ہوا کہ انہوں نے ”کفی“ اور ”کفای“ کے معنی کو سیاق و سباق کے لحاظ سے کہیں ”بچت“ کیا ہے اور کہیں ”کافی“ لیجئے اب موضع القرآن سے شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ دیکھئے :-

”پھر کفایت کرے گا تجھے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بدی سے خدائے تعالیٰ۔“

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اور امام احمد رضا بریلوی کے جملے اوپر تلے ملاحظہ فرمائیے :-

”پھر کفایت کرے گا تجھے، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اُن کی بدی سے خدائے تعالیٰ۔“ (محدث دہلوی)

”اللہ ان کی طرف سے، تمہیں کفایت کر لے گا۔“ (امام احمد رضا) الفاظ کے آگے پیچھے ہونے کے معمولی سے فرق کے ساتھ حرف بہ حرف ترجمہ ایک جیسا ہے۔ دیکھئے اُن کی بدی سے خدائے تعالیٰ اور ”اللہ اُن کی طرف سے“ دونوں کا مطلب ایک ہے۔ ”پھر کفایت کر لے گا تجھے“ اور ”تمہیں کفایت کرے گا۔“ دونوں ایک جیسے ہیں۔ مزید وضاحت کے لیے یہ نقشہ ملاحظہ فرمائیے تاکہ صحیح طور پر سمجھ میں آجائے۔ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ترتیب کے ساتھ ہو گا۔

خدای تعالیٰ	اُن کی بدی سے	تجھے کفایت کرے گا (تفسیر موضح القرآن)
اللہ	اُن کی طرف سے	تمہیں کفایت کرے گا (کنز الایمان)
<p>ڈاکٹر صاحب! اگر آپ بگلیں جھانکنے لگے ہیں تو کوئی بات نہیں کہ سنی آپ کا مقدر ہے۔ اسی پر شاکر رہیے۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجموں سے اخذ کردہ ایک اردو ترجمہ حکیم حسین شاہ صاحب سکنہ دھرم سالہ ضلع کاننگڑہ (انڈیا) کا بھی ہے۔ وہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں :-</p>		

”اور ان کی طرف سے تجھے اللہ کافی ہے۔“

ویسے اپنے بزرگ شیخ الہند جناب محمود الحسن صاحب کا یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

”يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا عَزَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ اے

آدمی کس چیز سے بہکا تو اپنے ربِّ کریم پر۔“

جملہ اگر صحیح ترتیب کے ساتھ پڑھا جائے تو اس طرح ہوگا :-

”اے آدمی تو اپنے ربِّ کریم پر کس چیز سے بہکا۔“

یعنی معاذ اللہ وہ کون سی شے تھی جس نے تجھے ربِّ کریم پر بہکا

دیا۔ حالانکہ درست فقرہ یوں ہے :-

”اے آدمی کس چیز نے تجھے ربِّ کریم سے بہکا دیا۔“ جب کہ

”ربِّ کریم پر“ کہنے سے بہکنے کی نسبت ربِّ کریم کی طرف ہو گئی

جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی و کتاخی ہے۔ اب مولانا احمد رضا

حال بہیلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

”اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کریم والے

رب سے۔“

مثلاً کوئی کہے کہ ”وہ راہِ حق سے بہک گیا“ تو مطلب ہوگا کہ

حق کو چھوڑ دیا۔ اور کوئی کہے کہ ”راہِ حق پر بہک گیا“ تو مطلب یہ

نکل آئے گا کہ راہِ حق پر آ جانا بہت بُری بات ہوئی کہ باطل سے بہکا

حق کی طرف آ گیا۔ آپ کے شیخ الہند نے بھی کہہ دیا کہ کس چیز سے بہکا

تو اپنے ربِّ کریم پر۔

ڈاکٹر صاحب! آپ کی دھوکہ بازیوں اور فریب کاریوں

کی داستان کہاں تک کوئی بیان کرے۔

کہتے ہوئے گزر گئے ساری ساری زندگی

قصے ترے فریب کے اب تک میرے ناتمام

﴿مفتی صاحب حضور مراد امت﴾ ڈاکٹر صاحب! حضور

بلانے کی غلطی کے عنوان سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے یوں

بدگمان کرنے کی کوشش کرتے ہیں :-

”وَ اِنْ حُكِمَ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ

اَهْوَاءَهُمْ رِبِّ الْمَائِدَةِ ع ۛ

ترجمہ :- حکم کو ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت

چل ان کی خوشی پر (شیخ الہند)

اے مسلمان اللہ کے احکام پر حکم کرو اور ان کی خواہشوں پر نہ

چل۔ (احمد رضا خاں) OF AHLESUNNAT WAL

مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے نور العرفان حاشیہ کنزالایمان میں

تصریح کر دی ہے کہ یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا سو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے عانی انداز سے مفتی صاحب نے کی اس

بے ادبی کو دوسری آیت میں اس اختلاف سے کہ ”اے محبوب“ کہا،

دھویا نہیں جاسکتا۔“

آپ نے ناحق یہاں مفتی صاحب کے حوالے کا تکلف فرمایا،

اپنی بات کو مدلل بنانے کے لیے اس سے زیادہ معتبر و مستند کہ جس کا رد

کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ خود سارا قرآن کریم تھا، اس لیے کہ ”وَ اِنْ

حُكِمَ..... الخ آیت کریمہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قرآن

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلمؐ مطالعہ بریلویت ج ۲ ص ۱۰۷ :-

ہے اور سارا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتر رہا ہے اس لیے جو حکم دیا گیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو دیا گیا۔ یعنی پہلے یہ حکم اُن تک پہنچا اُس کے بعد اُمت تک۔ بے شمار حکم ایسے ہیں کہ وہاں آپ کی ذات اقدس نہیں بلکہ اُمت کے افراد مراد ہیں یہ آیت کریمہ دیکھئے۔ **فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِنْهُ فَإِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ** ۔

ترجمہ محمود الحسن :- ”سو تو مت رہ شبہ میں اُس سے بے شک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے۔“

حاشیے پر مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :-
”یہ خطاب ہر شخص کو ہے جو قرآن سُنے یا حضور کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔“
اور ملاحظہ فرمائیے :-

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ
..... الْحَقُّ يَرُ الْكَذَّابَ الْاَلِيمَ ۝
ترجمہ محمود الحسن :- ”سو اگر تو ہے شک میں اُس چیز سے کہ اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ اُن سے جو پڑھتے ہیں۔“

حاشیے پر مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :-
”بظاہر یہ خطاب پیغمبر علیہ السلام کو ہے لیکن حقیقت میں آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔“
چونکہ اس سے قبل دو سطر یہ آیت کریمہ یعنی **وَإِنْ حُكِّمُ**

بَيْنَهُمْ سَیْلٌ فَاَحْكُمْ بَيْنَهُمْ ۚ کے الفاظ مبارکہ ہیں
لہذا مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ نے پہلے یہی لکھا کہ اُمت کے افراد
مراد ہیں اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے یہ ترجمہ کیا :-
”تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اُتارے سے اور اے سننے والے
ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔“

کنز الایمان پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ پورے قرآن مجید میں
جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کوئی بات فرمائی گئی ہے وہاں
اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ”اے محبوب“ کے پیارے اور محبت
بھری الفاظ لائے ہیں جس کا خود ڈاکٹر صاحب نے بھی خطرہ
محسوس کرتے ہوئے پیش بندی کے طور پر حوالہ دیا ہے اور جہاں
بظاہر حکم تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے مگر مراد اُمت ہے
وہاں وہ ”اے سننے والے“، ”اے مسلمان“ اور ”اے سننے والے
کے باشندے“ کے الفاظ لاتے ہیں تاکہ پڑھنے والا سمجھ لے کہ یہاں
درحقیقت خطاب اُمت کو ہو رہا ہے۔ یہی کنز الایمان کا اسلوب
ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب چونکہ جوڑ توڑ اور فریب کاری کا پندیرہ
کھیل کھیلنے میں مصروف رہے اس لیے سورہ بقرہ رکوع ۱۳ کی
آیت لکھ کر کہتے ہیں :-

”اب مولانا احمد رضا فاں کا گستاخانہ ترجمہ دیکھئے :-
”اے سننے والے کے باشندے اگر تو اُن کی خواہشوں کا پیرو ہوا
بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا..... الخ (احمد رضا فاں) لے
یہ نہ کہے گا کہ یہاں ڈاکٹر صاحب ”کسے باشندے“ کے معنی سے بے خبر

تھے اس لیے ”گستاخانہ ترجمہ“ کہا اور تبصرے میں من مانی کی بلکہ یہ جوڑ توڑ کی کرامت ہے۔ جس ذہن میں دیوبندیت و بابیت گھر کر جائے وہ ایسی دارد اتول پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی یہ مکر و حیلہ نہ کرتے تو مذہب ملتا تھا سے چلا جاتا۔ ”کے باشد“ کا معنی ہے ”خواہ کوئی ہو“ معلوم ہوا اعلیٰ حضرت نے ”کے باشد“ کہہ کر ان الفاظ کی نسبت اُمت کی طرف کی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی مراد آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہوتی تو وہ اے سننے والے کے باشد ہرگز نہ کہتے اس لیے کہ جب قرآن براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُتر رہا ہے تو اس تخصیص کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ایک اور آیت مقدسہ ملاحظہ فرمائیے:

وَلَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ أَتُحِبُّونَ إِلَهُ الْخَلَائِقِ فِي حَقِّهِ
فَلَوْ مَا تَدُحُّوْنَ رَأْسَهُ

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ”اور اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو جہنم میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا۔“

یہ خطاب چونکہ اُمت کے لیے تھا اس لیے اعلیٰ حضرت نے حسبِ عادت اس مقام پر بھی ”اے سننے والے“ کہا۔ اس آیت سے قبل جن برائیوں کی روک تھام کا ذکر کیا گیا۔ مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ باتیں اُمت کی طرف بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھیجی گئیں۔ جو چیز عثمانی صاحب نے تفسیر میں پیش کی وہی چیز اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں پیش فرمادی تاکہ پڑھنے والا اُسی لمحے اصل حقیقت تک

پہنچ جائے۔ لہذا ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ مولانا احمد رضا خان نے
 حضور کو عانی کے انداز میں بلایا ہے وہ سب سے قریب کار یوں کی طرح
 یہ بھی جوڑ توڑ کی بدترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ شر دیو بندیت سے
 محفوظ و مامون فرمائے: **وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝**
۵ "کفر پایا" بمعنی کفر معلوم ہو گیا | اَحْسَنَ عَيْسَىٰ مِنْهُمْ

اَلْكَفَرُ (پ ۳ آل عمران ع ۵) لکھ کر کہتے ہیں :-

”اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے :- اور جب عیسیٰ نے
 اُن سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف“
 استغفر اللہ العظیم۔ حضرت عیسیٰ نے ایمان ہی ایمان پایا تھا وہ خدا
 کے پیغمبر تھے کفر انہوں نے پر گز نہیں پایا“

ڈاکٹر صاحب الفاظ ”ایمان پانا“، کفر پانا کے مقابلہ میں لائے
 ہیں اور چونکہ خود ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو گستاخ کرنے کے لیے
 اُن پر الزام عائد کرتے ہوئے اُن کے الفاظ ”کفر پانا“ کی نسبت کفر
 کی جانب سے حضرت عیسیٰ کی طرف کی ہے۔ لہذا ڈاکٹر صاحب کے ”ایمان
 پانا“ کے الفاظ بھی کفار کی جانب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
 طرف سمجھے جائیں گے۔ یعنی بقول ڈاکٹر صاحب کے کہ انہوں نے کفار سے
 کفر نہیں بلکہ ایمان پایا تھا اور یہ بات بجلے خود کفر ہے کہ پیغمبر تو
 ایمان والے امتی سے بھی ایمان نہیں لیتا چہ جائیکہ کفار و مشرکین
 سے ایمان حاصل کرے۔ یہ تو تھا الزامی جواب، بہر حال ترجمے کو پڑھ
 کر گمان بھی نہیں گزرتا کہ ”کفر پانے“ کا یہاں مطلب یہ ہے کہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کفار و مشرکین سے کفر کی تعلیم لیتے رہے، مگر دیوبندی ذہن کی عیاری دیکھئے کہ محض ”کفر پانے“ کے الفاظ لے کر ان کی نسبت پیغمبر خدا کی طرف ان معنوں میں کر دی کہ تعلیم حضرت عیسیٰ نے کفار سے اپنے لیے کفر حاصل کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حالانکہ ”کفر پانا“ کا معنی ہے کفر معلوم کر لیا یا اُن کے کفر کا علم ہو گیا۔ ظاہراً بھی الفاظ کا استعمال درست ہے کیونکہ لفظ ”پانا“ کے معنی لغت میں ”معلوم کر لینا“ اور ”جان لینا“ کے ہیں۔ اسی طرح اس کے معنی ”ٹاڑنا“ اور ”پہچاننا“ کے بھی ہیں۔ ”پانا“ کے معنی مطلق حاصل کرنا ہی نہیں ہوتے مثلاً میں کہتا ہوں کہ ”میں نے آپ کا مقصد پالیا ہے۔“ تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہ ہو گا کہ آپ کا مقصد میں نے اپنے لیے حاصل کر لیا ہے یا آپ کا مقصد آپ سے لے لیا ہے۔ کوئی ذی شعور اس طرح نہیں سمجھ سکتا۔ صحت جانتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے آپ کا مقصد معلوم کر لیا ہے یا مجھے آپ کا مقصد پتہ چل گیا ہے۔

مومن کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے :-

کلے تم جو بزم غیر میں آنکھیں چرا گئے
کھوٹے گئے ہم ایسے کہ اغیار پانے گئے

”اغیار پانے گئے“ یعنی اغیار کو معلوم ہو گیا۔ یہی معنی اعلیٰ حضرت نے لیا ہے کہ ”جب عیسیٰ نے اُن سے کفر پانا“ یعنی جب عیسیٰ نے اُن کا کفر معلوم کر لیا۔ مستند اور معتبر شاعر کی زبان سے بھی ثابت ہو گیا اور اردو کی لغات میں بھی یہی ہے کہ ”پانا“ کے معنی جان لینا، ٹاڑ لینا، معلوم کر لینا وغیرہ بھی ہیں۔ ظاہراً باطناً جملہ درست ہے۔ دھوکہ دینے والے اپنے انجام کو پیش نظر رکھیں۔

⑥ ڈاکٹر خالد محمود کی طرف سے بدترین گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کا دفاع

تعصب انسانی ذہن کو اس قدر تاریک و تنگ کر دیتا ہے کہ اُس کے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں مفقود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اپنے پرانے، اچھے برے اور حق و باطل کی تمیز مٹ جاتی ہے۔ اگر ایک عاشق رسول سے دشمنی اور عداوت کا نتیجہ دیکھنا ہو تو ڈاکٹر خالد محمود کی کتاب مطالعہ بریلو بیت جلد دوم کے یہ دو صفحے ضرور ملاحظہ کیجئے جن کی عبارات پیش کی جانے والی ہیں، قلم کی بے راہروی کا نظارہ کرنا ہو یا ذہن کی آوارگی کا تماشا دیکھنا ہو تو ان صفحات کو ضرور پڑھیے جو ڈاکٹر صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کی ناحق دشمنی میں بدترین گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کے حق میں خوش دلی و خوش عقیدگی سے تحریر فرمائے ہیں۔

اہل ایمان جانتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ بدترین کافر و مشرک تھا جو آقاؐ

ولید بن مغیرہ کا تعارف

دو جہاں سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم کو صاحب، مجنوں اور نہ جاننے کیا کیا بکتا تھا (العیاذ باللہ) مفسرِ قرآن شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں :-

”وولید ملعون کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو قرآن پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں یہ باتیں دیوانوں کی کرتاہے سو خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔“

۱۔ تفسیر موضح القرآن سورۃ القلم پارہ ۲۹۰ ۲

ولید بن مغیرہ کی گستاخی پر اللہ تعالیٰ جل شانہ جو ستار العیوب ہے، قرآن کی صورت میں وحی نازل فرمائی اور عیب چھپانے کی بجائے اُس کے عیبوں کو ظاہر فرمادیا۔

مودودی صاحب کے مطابق یہ شخص اس قدر گستاخ رسول اور اپنے دیگر برے عیوب کی وجہ سے مشہور تھا کہ اس کا نام لینے کی ضرورت نہ تھی، اس کی یہ صفات سننے ہی پر ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ اشارہ کس کی طرف

۴۔

ولید بن مغیرہ کے حق میں مندرجہ ذیل آیات قرآنی ملاحظہ کیجئے جس میں اس صفاک شخص کے عیب سرعام بیان کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَطْعُمْ عَمَلًا صَدَقَ عَلَيْهِمْ ۖ هَٰذَا زَمْزَامٌ
مُّبِينٌ ۚ مَّثَلُ الْخَيْرِ مُنَادٍ أَرْسِلْ ۖ عَمَلٌ
يَسْتَدْلِكُ ذَٰلِكَ وَفِيهِمْ ۚ أَنْ كَانَ ذَٰلِكَ مَالٍ وَبَنِينَ ۚ

نور ۲۹ سورۃ القلم

قرچم مودودی صاحب :- ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا ہے وقت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکتا ہے۔ ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے، سخت بد اعمال ہے، جفاکار ہے اور ان سب عیوب کے ساتھ بد اصل ہے، اس بنا پر کہ وہ بہت مال و اولاد رکھتا ہے، گستاخی رسول کا انجام دیکھئے کہ نزول آیات سے لے کر قیامت تک کروڑوں اربوں انسان اس کے عیبوں کی گنتی ہر لمحے اور ہر وقت

کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے کیونکہ دنیا میں کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی صورت میں ان آیات کی تلاوت ضرور ہوتی رہتی ہے اور باوجود عیب گنہگار کے ثواب حاصل کر رہے ہیں اس لیے کہ گستاخ رسول تھا۔ گو یا گستاخ رسول کی بُرائی بیان کرنا قرآنی اصول بھی ہے اور باعثِ ثواب بھی۔

ڈاکٹر صاحب کی ناگواری کا عجیب پہلو | حیرت اس بات پر ہے کہ ولید بن

مغیرہ کے حرامی ہونے کی نشاندہی جب قرآن مجید نے کی تو اُس وقت ولید کے ساتھی کفار و مشرکین نے بھی چڑھیں کھائی بلکہ خود ولید بن مغیرہ بھی متفکر نہ ہوا اور ماں کی جان کے درپے ہوا کہ میرے اصل اور بدصل ہونے کے بارے میں تو یہی بہتر جانتی ہے۔ چنانچہ ماں نے بھی جان چلے جانے کے خوف سے حقیقت ظاہر کر دی کہ تو واقعی اپنے باپ کا نہیں۔ یعنی ولید نے خود بھی اس عیب کو جھٹلایا نہیں اور انکار نہیں کیا بلکہ سچ ہی جانا مگر آج ہماری اسلامی ملک پاکستان کے علامہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی ہیں کہ جنہیں ولید بن مغیرہ کو حرامی کہنے پر سخت چڑ ہے، اس قدر کہ اگر کوئی اُس کے لیے بداصل یا "اُس کی اصل میں خطائے الفاظ تحریر کرے تو ڈاکٹر صاحب کی طبع دیوبندیت پر سخت ناگوار گذرتا ہے۔ ناگواری کا یہ تاثر حیرت انگیز پہلو لیے ہوئے ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

مجھے کہنے دیجئے کہ یہ امام احمد رضا بریلوی کی کھلی کرامت ہے کہ اُن سے دشمنی کرنے والا ولید بن مغیرہ کی حمایت میں لگ گیا۔ آئیے ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں :-
”قرآن کریم نے اس کے بارے میں کہا :- عتِلْ بَعْدَ ذَلِكَ

ذیسمد پ ۲۹ سورہ ن رکوع ۱)

ترجمہ :- ”اجڈان سب کے چھپے بدنام“ (حضرت شیخ الہند)
”درشت خوا اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا“ (مولانا

احمد رضا خاں)

اصل میں خطا سے مراد یہ ہے کہ وہ حرامی ہے، کسی کی اصل میں
خطا ہو بھی تو یہ اُس کا اپنا گناہ نہیں، اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے،
یہاں ان بدکرداروں کے اپنے عیب ذکر کیے جا رہے ہیں، کسی کو حرام زاد
کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں
کیا جاسکتا۔

قرآن پاک گالی سے یقیناً پاک ہے، اس شخص کے لیے جو کسی قوم
میں ویسے ہی آکر مل جائے، زینم کا لفظ کتنا مناسب ہے۔ اس کا معنی
حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندامعنی
نکال کر کس گستاخی سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے؟
ڈاکٹر صاحب ایک عبارت میں زینم کا نتیجہ نکالتے ہوئے یوں
گل افشانی فرماتے ہیں :-

”وہ شخص جو کسی اور قوم سے ہو کر کسی دوسری قوم میں شامل
ہو جائے، خاندان اور نسب بدلنے والا بھی بے شک زینم ہے لیکن
اسے حرامی نہیں کہا جاسکتا یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔
مولانا احمد رضا خاں نے یہ نہایت گندامعنی کیا ہے۔ علمائے اسلام
جب قادیانیوں کو الزام دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اپنے مخالفین
کو گالیاں دی ہیں اور انہیں حرام زادہ کہا ہے، سو ان اخلاق کا آدمی ایک

شریف انسان کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے بھی تو ایک شخص (ولید بن مغیرہ) کو حرام زادہ کہا ہے۔ ہم نے بار بار کہا کہ قرآن کریم نے ہرگز کسی شخص کو حرام زادہ نہیں کہا، نہ زینم کے معنی حرام زادہ کے ہیں، تو وہ جھٹ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنز الایمان پیش کر دیتے ہیں کہ اس میں زینم کے معنی یہ لکھے گئے ہیں "محبوس کے اصل میں خطا ہو" سو ہمیں جواباً کہنا پڑتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بھی تو عہد انگریزی میں دوسرے درجے کے مجدد ہی تھے نا، اول مرزا غلام احمد دوم مولانا احمد رضا خاں — کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ پھپھتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا"۔

ولید بن مغیرہ کے بھڑپور دفاع اور حمایت میں پانچ حملے

① "کسی کی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اُس کا اپنا گناہ نہیں، اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے" (ڈاکٹر خالد محمود)

یہ الزام براہِ راست قرآن مجید پر ہے۔ متقدمین و متاخرین تمام مفسرین و مترجمین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم میں ولید ہی کو زینم کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے معنی حرام زادہ کے ہیں۔ کیا اس بات کی خبر (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ کو نہیں تھی کہ یہ گناہ تو ولید کی ماں کا ہے ولید کا نہیں، پھر میں بھلا

قرآنی آیات ولید کے حق میں اُتار کر اسے حرام زادہ کیونکر کہہ رہا ہوں؟
جناب پی ایچ ڈی کر بیٹھے مگر آج تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ قرآن کریم میں
ولید کو زینم کس لیے کہا گیا ہے۔ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ زینم دراصل
اس لیے کہا گیا کہ اصل اور بد اصل کی عادات و خصائص میں قدرتی طور پر
بہت فرق پایا جاتا ہے۔ بد اصل فطرتاً درشت خو، طعنے باز، جھلی خور اور
جھوٹا ہوتا ہے۔ یعنی برائی کا اثر بچے میں بھی منتقل ہو جاتا ہے اس لیے اس
برائی سے بچنے کی تاکید اس لیے بھی ہے کہ جہاں بذاتِ خود بدکاری بہت
بڑے عذاب کا باعث ہے وہیں اس کا اثر ناجائز اولاد میں بھی بُرے طریقے
سے ظاہر ہوتا ہے۔

② ”کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے
کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔“ (ڈاکٹر صاحب)
یہ الزام بھی براہِ راست قرآن مجید پر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ
نے ولید ہی کو زینم کہا ہے اور اسی معنی میں کہا ہے کہ وہ حرام زادہ ہے اور
یہ عیب اس لیے ظاہر فرمایا تاکہ دنیا اس برائی سے رُک جائے اور سمجھ
لے کہ زینم شخص خود بھی ظلم و زیادتی کرنے والا، جفا کار، بد اعمال و
بد کردار اور سفاک فطرت کا مالک ہوتا ہے یعنی بڑوں کا گناہ تو انک
سوا، جہنم لینے والا کچھ بھی اُن کی بُرائی کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ
سکے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے حرامی ہونے کو بھی ظاہر فرمادیا
کہ یہ جو بڑھ چڑھ کر میرے پیارے محبوب کی شان میں گستاخیاں
کرتا پھر تک ہے یہ دراصل بد اصل ہے اور بد اصل انہی عادات و خصائص
کا مالک ہوتا ہے۔ تو جناب ڈاکٹر صاحب! اب اللہ تعالیٰ سے کہیے کہ اُس
نے ولید کو زینم کیونکر کہا جب کہ گناہ اور قصور اُس کی ماں کا تھا۔
③ ”اس شخص کے لیے جو کسی قوم میں ویسے ہی آکر مل جائے، زینم

کا لفظ کتنا مناسب ہے۔“ (ڈاکٹر صاحب)

دل کے کانوں سے صاحب بصیرت حضرات سماعت فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے یہ الفاظ پکار پکار کر ولید بن مغیرہ کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں مگر کیا کیا جائے ڈاکٹر صاحب! جس گستاخ رسول کی حمایت میں آپ کمر بستہ ہیں اور اُسے حرام زادہ کہنے پر آپ چڑھتے ہیں، تمام مفسرین کرام نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ واقعی حرام زادہ تھا۔ ایک آپ ہیں کہ بڑے پیٹھے انداز میں فرماتے ہیں۔ ”زینم کا لفظ کتنا مناسب ہے“ جیسے ولید کی بارگاہ میں عقیدتوں کے پھول بجھا ور کیے جا رہے ہوں۔ آپ کے پرستار آپ کے ان جذبات کی قدر کرتے ہیں، آپ کا یہ جذبہ سلامت رہے کیونکہ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَاحَادِي لَه۔

③ ”اس (زینم) کے معنی حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں“

(ڈاکٹر صاحب)

”ہرگز“ کی تاکید مکمل طور پر ولید کے حق میں جاتی ہے یعنی آپ مطلق گوارہ نہیں فرما سکتے کہ کوئی ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہے جیسی تو فرماتے ہیں ”اس کے معنی حرام زادہ ہرگز نہیں“، مگر کیا کیا جائے کہ جب علمائے اسلام کی تصریحات و تشریحات دیکھتے ہیں تو وہاں آپ کی بات جھوٹ کا پلندہ نظر آتی ہے اور ولید کے بارے میں جس خوش فہمی کا شکار آپ ہیں وہ خوش فہمی دم توڑ دیتی ہے، بہر حال ہم ہر بلب ہیں کہ ہر کسی کو اپنے بزرگوں کے دفاع کا حق حاصل ہے۔

⑤ ”مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندامعنی نکال کر کس گستاخی

سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے“ (ڈاکٹر صاحب)

مولانا احمد رضا خاں نے تو ”گستاخی“ کو ہی ڈالی، آپ چونکہ

پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں، علامہ ہیں اور اپنے اندر علم و فضل کے بحر ذخار
ضمیمے بیٹھے ہیں، دیانت و صداقت کے اعلیٰ درجے پر بھی فائز ہیں،
روپوں پیسوں کی بھی کمی نہیں لہذا آپ مولانا احمد رضا کے مقابلہ میں
زینم کا ایک اچھا سا، خوبصورت اور محترم معنی نکال کر انتہائی ادب و احترام
سے ولید بن مغیرہ کی ذات پر چپاں کر دیجئے، یوں آپ اور آپ کے
پرستاروں کے کلیجے میں ٹھنڈ بھی پڑ جائے گی اور احمد رضا سے اس کی
گستاخی کا بدلہ بھی ہو جائے گا۔ ایک تیر سے دو تھکار کیوں نہیں کر لیتے؟
ویسے اتنا تو آپ زینم کا باادب و لائق احترام معنی نکالنے میں ناکام
رہے ہیں البتہ میرے اس مضمون کو پڑھنے کے بعد آپ پھر ایک ناکام
سی گشت کر کے دیکھ لیں۔ ہمت مردان مدد.....؟

اسی طرح میں نے آپ کی کتاب سے جو دو مسرے پیرا نقل کیے ہیں وہ
بھی سارے کا سارا ولید کے تحفظ اور بچاؤ کی کھلی عکاسی کرتا نظر آتا
ہے۔ اگر ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہنے پر امام احمد رضا بریلوی
انگریزوں کے ایجنٹ ہو گئے تو آنے والے دلائل کے بعد ڈاکٹر صاحب
کس کس کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیں گے اور کس کس کے سرگستاخ
ہونے کی تہمت رکھیں گے۔

خدا کی شان کہ جو اپنی کتاب میں امام احمد رضا کو گستاخ کہنے کے
لیے مکمل فریب کاری اور جوڑ توڑ سے کام لیتا رہا وہ خود تمام بزرگان
دین حتیٰ کہ بارگاہِ خداوندی اور بارگاہِ رسالت کا کتنا بڑا گستاخ نکلا
کیونکہ قرآن حضور پہ اُترا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینم کے
معنی حرام زادہ کے بتائے اُس کو صحابہ کرام نے سنا اور تابعین تک
پہنچا یا اور تابعین کے ذریعے جمع تابعین تک پہنچا اور ایسے ہی ہم تک
پہنچا۔ اگر یہ معنی نہ ہوتا تو مترجمین اور مفسرین کرام اس کا معنی حرام زادہ

کیوں بتاتے۔ اور ڈاکٹر صاحب کے نزدیک یہ معنی کرنے والا گستاخ
ٹھہرا۔ اب خود شمار کر لیجئے کہ ڈاکٹر صاحب کس کس پر گستاخ ہونے کا
الزام نہیں رکھ رہے۔ اور کون ہے جو اس تہمت بد سے بچ جائے گا۔
نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ الْفٰسِقِیْنَ۔

زینم کا معنی حرام زادہ — ٹھوس دلائل

ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے پاکیزہ دامن
پر جو کچھ اُچھالنے کی باطل کوشش کی ہے، اس سے انہوں نے اپنا
دامن گستاخ رسول سے دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے عتاب و عذاب
کے انگاروں سے بھر لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے انجام کو اللہ تعالیٰ
کے سپرد کرتے ہوئے احقر اب ان دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ
زینم کے معنی حرام زادہ ہی کے ہیں۔

① ڈپٹی نذیر احمد خاں، جنہیں دیوبندی شمس العلماء کے لقب
سے نواڑتے ہیں، انہوں نے عَتْلٰی؟ بَعْدَ ذٰلِكَ زَيْنِمِ
کا ترجمہ یہ کیا ہے :-

”اور ان سب (عیوب) کے علاوہ بد اصل بھی ہے۔“

بد اصل کے معنی حرام زادہ ہی کے ہیں، بقول ڈاکٹر صاحب، مولوی
نذیر احمد خاں انگریز کے ایجنٹ اور گستاخِ قرآن ٹھہرے۔

② جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کا ترجمہ :-

”اور ان صِبِّ عیوب کے ساتھ بد اصل بھی ہے“

حاشیہ میں مودودی صاحب رقمطراز ہیں :-

”اصل میں لفظ زینم کا استعمال ہوا ہے، کلام عرب میں یہ لفظ اس ولد الزنا کے لیے بولا جاتا ہے جو دراصل ایک خاندان کا فرد نہ ہو مگر اس میں شامل ہو گیا ہو۔“

مودودی صاحب کے ترجمہ و تشریح سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ یوہنی آکر کسی دوسرے خاندان میں ملنے والے کو زینم نہیں کہتے بلکہ اُسے کہتے ہیں جس کی اصل گناہ بد کی وجہ سے تبدیل ہو گئی ہو اور وہ دوسرے خاندان میں شامل ہو گیا ہو۔ بقول ڈاکٹر صاحب یہ بھی انگریزی کے ایجنٹ اور گستاخ قرآن ٹھہرے۔

③ مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :-

”زینم“ کے معنی بعض صلف کے نزدیک ولد الزنا اور حرام زادے کہے ہیں، جس کا فسر کی نسبت یہ آیتیں نازل ہوئیں، وہ ایسا ہی تھا۔ ”وہ ایسا ہی تھا“ یعنی حرام زادہ ہی تھا۔ عثمانی صاحب کی تصدیق سے متعلق اب ڈاکٹر صاحب کیا فرمائیں گے؟ کیا اب بھی کہیں گے کہ عثمانی صاحب نے ایک گندامعنی نکال کر کس گستاخی سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے؟

میرے خیال میں اب تو وہ کسی قادیانی کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گے۔ کیا عثمانی صاحب بھی عہد انگریزی میں دوسرے دیے کے مجدد تھے؟

اُف! ڈاکٹر صاحب نے جسے بدنام کرنا چاہا وہ کتنا ہی نیک خو کیوں نہ ہوا، بدنام کر کے رہے اور جسے عقیدت کا اظہار مقصود تھا وہ کتنا ہی بُرا کیوں نہ تھا، اُس کی بارگاہ میں عقیدت کا نذرانہ ضرور پیش

کیا۔ ولید بن مغیرہ کے ساتھ اس خوش عقیدگی کے پس پردہ کون سا جذبہ کارفرما رہا۔ یہ ڈاکٹر صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔

۴) دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ترجمہ دیکھئے :-

”ان (سب) کے علاوہ حرام زادہ (بھی) ہو۔“
 اُمید ہے قارئین کی آنکھیں اب خوب کھلتی جا رہی ہوں گی، کیونکہ ڈاکٹر صاحب کی آنکھیں تو کھلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہاں تو ختم اللہ و علی قلوبہم و علی ابصارہم والا معاملہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ اصل میں خطا ہے چڑھتی مگر یہاں تو لفظ بھی حرام زادہ استعمال ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اب تو آپ قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گے تاہم بالفرض ایسی صورت حال پیش آئی جیسے تو قادیانی کے آگے تحذیر الناس رکھ دیا کیجئے، منظر بدل جائے گا، نگلے ملتے نظر آئیں گے۔ بجائے شرمندگی کے تفاخر کا احساس پیدا ہوگا۔ اور جہاں تک انگریزوں کا اکیٹ ہونے کی بات ہے تو یہ ڈاکٹر صاحب ہی وضاحت فرما سکیں گے کہ آپ کے مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے تھانوی صاحب کے بارے میں یہ کیوں لرزہ خیز انکشاف فرمایا تھا کہ

”ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اُن کو چھ سو روپیہ حکومت (برطانیہ) کی جانب سے دیئے جاتے تھے“

۵) مولوی عبد الماجد دریا آبادی صاحب بھی دیوبندی مذہب میں بلند پایہ درجہ کے مالک ہیں، اُن کا ترجمہ یہ ہے :-

پڑھتا جا شرماتا جا۔

⑧ مولوی محمد نسیم دیوبندی اُستاد تفسیر دیوبند نے زینم کا معنی و تشریح یہ کی ہے :-

”اس کے علاوہ حرام زادہ ہو۔۔۔۔۔۔ جو قریش میں یونہی مضموب ہو یعنی ولید بن مغیرہ، جس کے باپ نے ۸۱ سال بعد اس کو اپنی طرف مضموب کیا تھا، ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ نے جس قدر اس کی برائی کی، کسی اور کی بیان کی ہو لہذا یہ عار ہمیشہ کے لیے اس کو لگ گئی۔“

⑨ زینم آیت مذکورہ یعنی عَصْلَمَ بِحَدِّ ذَالِكَ زَيْنَمَ کے تحت اس تفسیر جلالین کا حاشیہ دیکھئے جو وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان نے ملک کے تمام دینی مدارس کے لیے منظور کی ہے۔ جس پر لکھا ہے ”تعلیقات جدیدہ من التفسیر المعتبرة لمحل الجلالین“ مطبوعہ : ایم وائی پرنٹرز (۲) لیٹڈ پی ۱۵۲۸ صفر مال راولپنڈی۔

حاشیہ میں لکھا ہے :-

”هُوَ مَنْ يُدْعَى لِخَيْرِ أَبِيهِ إِنْبَاءَهُ وَهُوَ الْمُتَّبَعُ كَمَا مَرَّ شَرْحَ هَذَا اللَّفْظِ مِنَ الشَّارِحِ فِي سُورَةِ الْأَحْزَابِ وَفِي رُوحِ الْبَيَانِ فَالزَّيْنَمُ هُوَ الَّذِي تَبْنَاهُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيْنَا وَلَيْسَ بِإِجْنَابٍ لَهُ مِنْ نَسَبِهِ فِي الْحَقِيقَةِ بَلْ وَلِيدٌ بَنِي مَغِيرَةَ بِمَعْرِ خَوَانِدَةَ مَعْدٍ دَرَقَرِيشٍ دَرِاصِلٍ اَزْ قَرِيشٍ نَبُو دِيعِي حَرَامِ زَادَهُ بُوْدُ“

⑩ تفسیر ابن کثیر میں ہے :-

”لغت عرب میں زینم اُسے کہتے ہیں جو کسی قوم کا سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اس کا نہ ہو، عرب شاعروں نے اسے اس معنی میں لیا ہے یعنی جس کا نسب صحیح نہ ہو..... عکرمہ فرماتے ہیں ولد الزنا مراد ہے..... اسی طرح کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن سب کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ زینم وہ شخص ہے جو برائی میں مشہور ہوا ہو اور عموماً ایسے لوگ ادھر ادھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کے صحیح نسب اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا۔“

⑪ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی فرماتے ہیں :-

”سب عیبوں کے بعد زینم ولد الزنا، حرام کا نطفہ بیشتر اخلاقِ رذیلہ کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ ولید کو اٹھارہ برس کے بعد اس کے باپ نے کہا تھا کہ یہ میرے نطفے سے ہے، حرامی اولاد میں خیر و برکت، اجتماع و جمیّت کم ہوتی ہے۔“

ڈاکٹر صاحب نے جو اعتراض کیا تھا کہ کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ حقانی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ قرآنِ کریم نے اسی لیے اس کا یہ عیب ظاہر فرمایا کہ یہ شخص بد اصل و بد نسب ہونے کے باعث خیر و برکت سے محروم اور فطری طور پر بزدل اور بے غیرت تھا۔ گویا جو شخص بد اصل ہو اس میں یہ عیوب بدرجہ اتم پائے جلتے ہیں اور اس کے ضمیر و خمیری میں برائی کے رذیل جراثیم سرایت کر جاتے ہیں۔ کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب علامہ عبدالحق حقانی کے بارے میں؟

۱۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۵ مترجم مولانا ابو محمد جونا گڑھی۔ نظر ثانی دہلی قادیان شاہ کشمیری ادارہ اشاعت ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور ۱۔ تفسیر حقانی جلد ۵ مہر محمد کتب خانہ کراچی ۲۔

(۱۲) شاہ عبدالقادر محدث دہلوی ترجمہ و تشریح میں فرماتے ہیں :-

”حوالے ان سب عیبوں کے حرام زادہ ہے یعنی تحقیق نہیں جو اس کا

باپ کون ہے۔“

اس کے بعد شاہ صاحب نے تفسیر زاہدی کے حوالے سے وہی عبارت درج فرمائی ہے جس کو نمبر ۶ میں بیان کر آیا ہوں یعنی ولید نے جب یہ عیب مٹنے تو ماں کو ڈرا دھمکا کر اصل بات اُگلوالی کیا ڈاکٹر صاحب اب شاہ عبدالقادر صاحب کو بھی عہد انگریزی میں دوسرے درجے کا مجتہد کہیں گے؟

(۱۳) امام عبداللہ بن احمد بن محمود النسخی لکھتے ہیں :-

”رَدِّیْنِہُمْ دَعٰی وَکَانَ الْوَلِیْدُ دَعِیًّا فِی فِتْرِیْنِہِ لَیْسَ مِنْ مَبْنٰہِمَا اَدْعَاءُ اَبُوہٗ بَعْدَ ثَمَانِ عَشْرَۃٖ سَنَۃً مِنْ مَوْلَدِہٖ وَقِیْلَ بَغَتْ اُمُّہٗ وَلَمْ یَعْرِفْ حَتّٰی نَزَلَتْ هٰذِی الْاٰیَۃُ وَالنُّطْفَۃُ اِذَا حَبَّتْ حَبَّتِ النَّاسِیُّ مِنْہَا رَوٰی اَنْہُ دَخَلَ عَلٰی اُمِّہٖ وَقَالَ اِنْ مُحَمَّدًا وَضَعْنِیْ بَعْشَرَ صَفَاتٍ وَجَدْتُ نَسَآءً فِیْ فَاَمَّا الزَّیْمُ فَلَا عَلَمَ لِیْ بِہٖ فَاِنْ اَخْبَرْتَنِ بِحَقِیْقَۃٍ وَاِلَّا ضَرَبْتُ عُنُقَکَ فَقَالَتْ اِنْ اُبَاکَ عَنِیْنِ وَخَفْتُ اَنْ یَّمُوْتَ فِیْصِلْ مَالِہٖ اِلَیْ غَیْرِ وَلَدِہٖ فَدَعَوْتُ رَاعِیًا اِلَیْ نَفْسِیْ فَاَنْتَ مِنْ ذٰلِکَ الرَّاعِی“

اس عبارت کا مطلب بھی وہی ہے جس کو نمبر ۶ میں تفسیر زاہدی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ ماں نے ولید بن مغیرہ کو بتا دیا کہ تو واقعی حرام زادہ ہے۔ اس عبارت کو سمجھنے کے لیے نمبر ۶ کو دوبارہ پلٹ

تفسیر موضح القرآن ۲ تفسیر النسخی المسمی بدارک التزییل وحقائق القایل

کر ملا حظہ فرمائیں۔

ولید بن مغیرہ کا دفاع کرنے والے کے سامنے انتہائی مضبوط، معتبر اور مستند اختصاراً صرف تیرہ دلائل بلکہ اُس کے سر پر تیرہ پہاڑ رکھ دیئے ہیں جن سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ امام احمد رضا نے وہی معنی کیا ہے جو قرآن کا اصل مضاف ہے۔ بیسیوں دلائل اور بھی دیئے جا سکتے ہیں مگر اختصار ملحوظ ہے۔ وہاں بیت ویسے بھی گستاخی رسول کی مشہور صفت ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے تو اس کی پروڈکشن میں ایک دم دگنا تگنا اضافہ کر دیا ہے۔ خدا معلوم، کہ ڈاکٹر صاحب کو ولید بن مغیرہ سے اس قدر ہمدردی کیوں ہے۔ ان کے اس جھوٹ پر کہ اس کا معنی حرام زادہ ہرگز نہیں، کیا کوئی ان کی گردن سے پکڑ کر پوچھ سکتا ہے کہ یہ جھوٹ آپ نے کیوں بولا، یہ دجل آپ نے کیوں کیا اور اتنی باتیں سے آپ نے کیوں کام لیا؟ غصے کی آگ سے ڈاکٹر صاحب جل بھن کر رہ گئے کہ احمد رضا خاں نے ولید کے بارے میں یہ کیوں لکھا کہ اس کی اصل میں خطہ ہے۔ اور یہ شعلے اتنے بھڑکے کہ جب تک یہ نہ کہہ لیا "کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا"، اُس وقت تک دل کی آگ نہ بجھی۔ اب جو میں نے تیرہ پہاڑ ان کے سر پر رکھ دیئے ہیں تو کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ آگ کتنی بھڑکی ہوگی۔ البتہ جو الزام ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا پر عائد کئے تھے وہ سب کے سب ان مذکورہ حضرات پر بھی خود بخود عائد ہو گئے اور ہر کوئی بڑی آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ کاش یہ قہر مجھے اور یہ تفسیریں نہ چھپتیں اور

یوں ڈاکٹر خالد محمود صاحب کو شرم سے (اگر ہے) پانی پانی نہ ہونا پڑتا۔ ہے کوئی صاحب انصاف دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کے گمربیان کو جھنجھوڑ کر پوچھے کہ ان تراجم و تفاسیر کے بارے میں آپ کا خیال کیا ہے اور ان کی تصریحات کے باوجود آپ ولید کو حلالی بنانے پر کیوں تلے ہوئے ہیں اور بداصل و بدلفظ کہنے پر پانی میں تباہی کی طرح کیوں گھلے جا رہے ہیں؟

۵ یہ مانا تیرے لب پہ نغمہ توحید ہے لیکر

تیرے من میں بسیرا ہے ولیدوں کا یزیدوں کا

⑤ الفاظ کا استعمال | امام احمد رضا کو سوچی سمجھی سازش کے تحت بدنام کرنے کے لیے ڈاکٹر

صاحب نے ہر ممکن حربہ استعمال کیا ہے صفحہ ۱۶۱ پر لکھا ہے کہ مولانا

احمد رضا خاں کے ترجمہ کے اندر حیران کن زبان استعمال کی ہے اور جہد

الفاظ پیش کئے ہیں۔ حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ اپنے اپنے علاقے

کی ایک مخصوص بولی ہوتی ہے ایک خاص زبان ہوتی ہے۔ ایک

لفظ ایک جگہ جہد معلوم ہو گا مگر وہی لفظ دوسری جگہ کے رہنے

والوں کے لیے مانوس ہو گا۔ البتہ ایسا لفظ نہ ہو کہ جس کا مفہوم

کہیں بھی اچھا نہ سمجھا جاتا ہو جیسے وجدك صا لا فہدی

میں صا لا کے معنی مفتی مجود الحسن صاحب نے ”بھٹکنا“ لے کر دیئے

ہیں۔ حالانکہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے اور

آپ کی ذات اقدس کے لیے لفظ ”بھٹکنا“ کہیں بھی اچھا نہیں

سمجھا جاتا۔ کسی بھی علاقے کا باشندہ ”بھٹکنا“ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

۶ قاضی عیاضی مامکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص ربقہ حاشیہ بر صغیر

کے لیے استعمال میں ہرگز نہ لائے گا۔ جہاں تک بھدے الفاظ کا تعلق ہے تو بطور مشق نمونہ از خوارے محمود الحسن صاحب کے ترجمہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے :-

● اِنَّ شَانِكَ هُوَ الْاَوْْبَتَرُ ۝ (اکوثر) بیشک دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا۔ (محمود الحسن)
پیچھا کٹا کس قدر بھدا لفظ ہے۔ ترجمے میں لذت نام کی کوئی شے نہیں رہی۔

اب ذرا امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-

”بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔“
(کنز الایمان)

● وَمَرْيَمَ ابْنَتِ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْضَتْ
فَرْجَهَا (التحریم) اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی
شہوت کی جگہ کو۔ (محمود الحسن)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے لیے ایسی بازاری زبان استعمال کرنے کا حوصلہ کسے ہے۔ اب امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے :-
”اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی“
(کنز الایمان)

● وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْئِدَتِهِمْ حَافِظُونَ ۝
(المومنون پارہ ۱۸ آیت ۵) ”اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تقاضے
ہیں۔“ (محمود الحسن)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ضال یعنی گمراہ و بھٹکا کر لے دہ کافر ہے۔ ملخصاً
کتاب الشفاء جلد دوم صفحہ ۱۰۳ :-

تھامنا کا معنی ہے پکڑ لینا۔ دیکھئے کس قدر مضحکہ خیز ترجمہ کیا گیا ہے مگر ڈاکٹر صاحب کو اسی طرح کی زبان پسند ہے اور امام احمد رضا بریلوی کا یہ ترجمہ اُن کے نزدیک ترجمہ ہی نہیں :-

”اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں“ (کنز الایمان)

● — وَجَنَّبُوا الطَّاعُونَ (اور بچو ہڑ دنگے سے) (محمود الحسن)

کتنا دیہاتی اور بھدال فظ ہے مگر امام احمد رضا فرماتے ہیں: ”اور شیطان سے بچو“ (کنز الایمان)

● — وَقُودُهَا النَّارُ وَالْجِجَارَةُ (پاؤں کا تھرم) جس کی چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر (محمود الحسن)

”جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں“ (کنز الایمان)

● — أَلَيْسَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا (سورہ انفال آیت ۶۶)

”اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سُستی ہے“ (محمود الحسن)

یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ ”بوجھ“ کسی قرآنی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ یہ اضافہ ہے اور بغیر برکیٹ کے ہے اور بقول ڈاکٹر صاحب یہ معنوی تحریف ہے۔ دوسرے محمود الحسن صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کہا ”تم میں سُستی ہے“ حالانکہ سُستی انسان کے کسی ذاتی عمل کا نتیجہ ہوتی ہے یعنی کسی فعل کے سمرانجام دینے میں کسی کمی یا کوتاہی کی بناء پر سُستی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ کسی بھی موقع پر (معاذ اللہ) سُست یا کاہل ہوئے ہوں۔

اب امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے۔
 ”اب اللہ نے تم پر سے تخفیف فرمائی اور اُسے علم ہے کہ تم کمزور
 ہو۔“ (کنز الایمان)

لیکن حیرت ہے کہ اپنے چند مخصوص دہائی عقائد کا رد دیکھتے
 ہوئے ڈاکٹر خالد محمود نے ترجمہ کنز الایمان ہی کا انکار کر دیا ہے
 اور کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ قرآن نہیں۔

مسئل افکار و صدقات کی
 وجہ سے انسان جب خود پر

⑧ پیٹھ توڑنا محاورہ ہے

بہت بوجھ محسوس کرتا ہے یا بقدر ضرورت ظاہری اسباب کی کمی
 اُسے متفکر کر دیتی ہے تو ایسے موقع پر عموماً کہا جاتا ہے کہ فلاں
 آدمی کی تو کمر ٹوٹ گئی ہے جیسے کسی آدمی کا بیٹا مر جائے تو کہتا ہے
 آج میری کمر ٹوٹ گئی۔ یہ کہہ کر گویا وہ اپنے صدر سے کا اظہار کرتا
 ہے۔ انگریزی میں بھی اسی طرح ہے۔ (GRIEF HAS BROKEN
 VEN HIS BACK) غم نے اُس کی کمر توڑ دی یا غم نے اُسے بوڑھا
 کر دیا۔

پیٹھ توڑنا یا کمر ٹوٹنا ایک محاورہ ہے جو آلام و تکالیف اور
 مصائب و شدائد کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا
 بریلوی قدس سرہ نے وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الذی
 أَنْقَضَ ظَهْرَكَ کا ترجمہ یہ کیا ہے؟ اور تم پر سے تمہارا بوجھ
 اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔

امام احمد رضا بریلوی کے اس ترجمہ کے بارے میں ڈاکٹر صاحب
 ”حضور کی بے ادبی کی ایک اور حرکت“ کے عنوان سے لکھتے ہیں :-
 ”افسوس خان صاحب نے بہت بے ادبی کا ترجمہ کیا ہے، حضور

کے لیے پیٹھ توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے انہیں ایمانی جیہ مانع نہ آتی۔“

میں نے کہیں پڑھا تھا کہ سپارٹا کی یونانی ریاست میں سب سے اچھے ”واردا تھے“ کو بڑے انعام و اکرام سے نوازا جاتا تھا۔ اگر اس وقت بھی کوئی تیکٹی ویاں یا کہیں اور ہو تو میں اس کی توجہ ڈاکٹر صاحب کی تالیف مطالعہ بریلویت کی طرف مبذول کرتا ہوں۔ **FIRST PRIZE** کہیں نہیں گیا۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ پیٹھ توڑنا یا کمر توڑنا ایک محاورہ ہے اور معنوی طور پر اس میں کسی بھی محترم انسان کی کوئی بے ادبی نہیں نکلتی اگر اس پر ہول دیا جائے۔ خود ڈاکٹر صاحب کے پیشوا اور حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا ترجمہ دیکھئے۔

”اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔“

اب کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب کہ یہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے ادبی کی حرکت ہے یا نہیں اور کمر توڑنے کے لفظ استعمال کرتے ہوئے تھانوی صاحب کو ایمانی جیہ مانع ہوئی تھی یا نہیں؟ آگے چلئے۔

ڈاکٹر صاحب کے ایک اور بزرگ شمس الدین مولوی نذیر احمد خاں دہلوی نے یہ ترجمہ کیا۔

”اور (اس کے علاوہ بوجھ) جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی تم پر سے اتار دیا۔“

کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب! حضور کی بے ادبی کی حرکت ہے یا

ہیں اور کمر توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے مسئلہ مقدمہ مولوی
نذیر احمد صاحب کو ایمانی حیا مانع ہوئی تھی یا نہیں ؟
ڈاکٹر صاحب کے ایک اور بزرگ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب
کا ترجمہ دیکھئے :-

”اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اُتار دیا جو تمہاری کمر توڑے
ڈال رہا تھا۔“

فرمائیے جناب ! حضور کی بے ادبی کی ایک اور حرکت
یا نہیں اور کمر توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے اس بزرگ کو
ایمانی حیا مانع ہوئی یا نہیں ؟

علامہ عبدالحق حقانی دہلوی فرماتے ہیں :-
”اور کیا آپ سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اُتار دیا کہ جس نے آپ کی
کمر توڑ رکھی تھی۔“
آگے تفسیر میں فرماتے ہیں :-

”چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ بہت ہی بڑا تھا
اور خصوصاً اس سبب سے کہ شرح صدر ہو چکا تھا تو آپ کے
عزائم کی کیا انتہا۔ اور مکہ میں اس وقت تک آپ کے پاس اس کے
سراجام کے اسباب نہ تھے، نہ آپ کے قوی و جوارح اس کا تحمل
کر سکتے تھے۔ یہ تھا وہ بھاری بوجھ کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی پیٹھ توڑ رکھی تھی۔“

کیا ڈاکٹر صاحب علامہ حقانی پر بھی حضور کی بے ادبی کا
بیہتان رکھیں گے ؟

اب ذرا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :-
 دو اور اُتار رکھا تھا تجھ سے بوجھ تیرا، جس نے کڑا کاٹی پیٹھ
 تیری۔“ (تفسیر موضح القرآن)

لفظ ”کڑا کاٹی“ میں تو اور بھی شدت پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب
 آپ کے الفاظ حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کے لیے بھی ہیں یا
 ان کو صرف امام احمد رضا ہی کے لیے مخصوص سمجھا جائے گا؟

اب اہل انصاف کو دعوتِ فکر ہے کہ وہ سوچیں اور خوب غور
 کریں کہ اگر ڈاکٹر خالد محمود ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کا اعتراض بجا
 ہوتا تو وہ صرف امام احمد رضا کے ترجمہ پر اعتراض نہ کرتے بلکہ ساتھ
 اپنے پیشواؤں کی بھی خبر لیتے۔ کیا ہم اسے منافقانہ رویہ نہ کہیں گے؟
 کیا یہ تنقید کا دوہرا معیار نہیں؟

کیا تعصب کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی مثال مل سکتی ہے؟
 مذکورۃ الصدر تمام حضرات ڈاکٹر صاحب کے لیے انتہائی محترم
 و مکرم ہیں مگر ڈاکٹر صاحب کی منافقانہ پالیسی اور ان کی فریب کاریوں
 کی وجہ سے وہ حضرات بھی ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے نشانے پر
 آگئے۔ معلوم ہوا یہ سب محض دھوکہ اور فریب ہے۔ امام احمد رضا
 اس ناحق الزام سے بری ہیں، اُن کا دامن صاف ہے، دیوبندیوں
 کی یہ چال بازیوں فقط اس لیے ہیں کہ امام احمد رضا نے ان پر ٹھوس
 دلائل قائم کر کے ان کو گستاخِ رسول ثابت فرمایا۔ علمائے حرمین
 شریفین سے تصدیق کروائی۔ پاک و ہند کے سینکڑوں علمائے حق
 نے بھی تائید کر دی اور وہی گرفت اب تک دیوبندیوں کے دل
 کا کانٹا بن کے رہ گئی ہے۔ فَاعْتَبِرْ وَایَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

⑨ بغیر غوث کے زمین و آسمان | مطالعہ بریلویت کے صفحہ ۱۸۱ سے ۲۱۰ تک جوڑ

توڑ کی برکت سے ایسی ایسی واہمیات عبارات لکھی گئی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دیکھ کر بے ساختہ یہ آیت کریمہ یاد آگئی ہے :-

كَفَّيْلُ الْجَمَارِ يَحْمِلُ اسْفَارًا ط

ایسے علم کے زور پر جو جہالت ڈاکٹر صاحب پھیلا رہے ہیں یہ انہی کا حصہ ہے اور وہ بانگِ دہل کہہ سکتے ہیں — ہنچو ما دگیرے نیست -

ڈاکٹر صاحب ”حضرت (عبدالقادر جیلانی) کا خدا پر رعب“ کے عنوان سے امام احمد رضا پر ناحق تہمت رکھتے ہوئے کہتے

ہیں : ”بریلوی عقائد کے مطابق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس قدر اونچے جہان کے تھے کہ خدا بھی اُن کے حکم سے چلتا تھا، حضرت شیخ عالم بشری میں تو بہت بعد میں آئے لیکن ان کے عقیدے میں ان کا وجود زمین و آسمان کے بننے سے پہلے بھی قائم تھا، مولانا احمد رضا غاں فرماتے ہیں :- ”بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے“ ۱۰

ڈاکٹر صاحب جوڑ توڑ کے زور پر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ غوث سے مراد مطلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔ حالانکہ امام احمد رضا بریلوی نے یہ فرمایا ہے کہ ہر زمانے میں غوث کا ہونا ضروری ہے

اور بغیر کسی غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ یہ بات بھی حسب عادت انہوں نے فخر صادق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک کے تحت کی ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے:

طبرانی میں بعد صحیح حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابدال میری امت میں تیس ہیں، انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے صلب میں اترتا ہے۔ انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

چونکہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم کے مرحلے میں پہنچ چکے ہیں، اس لیے ان سے کیا کہہ۔ بے چاروں نے احادیث کی کتابیں پڑھیں ہوں تو کچھ سمجھیں۔ دیوبندی شاید میری اس بات کو محض طرز و تعصب کے کھاتے میں ڈال دیں مگر انشاء اللہ العزیز مزید آگے ٹھوس دلائل سے ثابت کروں گا کہ ان کے بڑے بڑے عالم احادیث کی کتب سے بے بہرہ ہیں۔ البتہ میرے ان دلائل کے بعد بھی کوئی دیوبندی سے چٹا رہتا ہے تو اپنا انجام خود سوتیج لے۔ ہمارا کام ہے اتمام حجت کرنا، سو پوری کر دی ہے۔

عین ممکن ہے ڈاکٹر صاحب اس حدیث مبارکہ پر بھی اعتراض دھرماریں لہذا ان کے سامنے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کی عبارت رکھی جاتی ہے اور عبارت بھی ان کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے قلم سے نکلی ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں:-

” (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے) فرمایا کہ کوئی جگہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر۔

حرم مکہ مکرمہ میں نماز پنجگانہ میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ شریک ہوتے ہیں اور جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے قیامت واقع ہو گی، اولیاء اللہ و عائم عالم کے ہیں یعنی ستون: ۱

اس پر تھانوی صاحب نے جو حاشیہ چڑھایا ہے وہ میری جانب سے بطور تبصرہ کافی ہے۔ تھانوی صاحب فرماتے ہیں:۔
”کیونکہ ان (اولیاء اللہ) کے باقی نہ رہنے سے پھر مومن بھی نہ رہیں گے اور مومنین کے باقی نہ رہنے پر قیامت آ جانا احادیث میں وارد ہے۔“ ۲

غوث، قطب اور ابدال ہی اولیاء اللہ ہیں، بقول تھانوی صاحب ان کے باقی نہ رہنے پر زمین و آسمان بھی قائم نہ رہیں گے کیونکہ یہ ستون ہیں، ستون گئے تو ساری عمارت گئی اور تھانوی صاحب کے مطابق یہ بات احادیث یعنی کئی حدیثوں سے ثابت ہے لہذا ڈاکٹر صاحب کا اعتراض اب امام احمد رضا پر نہیں بلکہ سید الکونین محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مطہرہ و مقدسہ پر ہو گیا۔ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَيَّ اَنْفُسُكُمْ (تمہاری بغاوت کا نتیجہ تمہیں پر ہے)

خوشگوار پیلو | ڈاکٹر صاحب نے چونکہ اسے خود ہی بریلوی عقیدہ قرار دیا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ اصلی سچے اور کھرے اہل سنت و جماعت بریلوی ہی ہیں جن کا عقیدہ بحمد اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ فللہ الحمد ربہ دشمن جاں نے مرتحیٰ میں گولہ ہی دیدی اعتبار آتا بھلا کس کو جو میں خود کہتا

حضرت جنید بغدادی والے قصے پر اعتراف کا دندان شکن جواب

ڈاکٹر صاحب ”حضرت جنید بغدادی کو خدا پر فضیلت دینا“ کے عنوان سے امام احمد رضا پر یوں اعتراض کرتے ہیں :-

”ایک دفعہ حضرت جنید بغدادی دریائے دجلہ کو زمین کی طرح پار ہے تھے اور اللہ اللہ کہہ رہے تھے، آپ کو دیکھ کر ایک اور شخص نے اسی طرح دریا پار کرنے کی استدعا کی، اس پر مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ :-

”فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کیا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب نیچ دریا کے پہنچا، شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلاتے ہیں، میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا، پکارا حضرت میں چلا، فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید، جب کہا دریا سے پار ہوا اور ملفوظات حصہ اول ص ۱۱۱ لے ڈاکٹر صاحب نے فریب کاری کی آنتوں میں عبارت کا جو آخری حصہ ہضم کر دیا وہ یہ ہے :-

”اُس شخص نے عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی آپ اللہ کہیں تو

پارہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا اترے نادان! ابھی تو جہنم تک پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔“

”شیطان لعین نے دل میں دوسوہ ڈالا“ کا مطلب ہے کہ شیطان اس شخص کو اپنے مرشد سے بدگمان کرنا چاہتا تھا اور اس کی حکم عدولی کروانا چاہتا تھا اور اہل ایمان جانتے ہیں کہ مرشد کے بغیر تو بات بنتی ہی نہیں۔ مرشد کے بارے میں ادویائے کرام نے اتنا عارفانہ کلام لکھا ہے کہ کئی کتابیں بن جائیں۔ گنجائش نہیں ورنہ بہت ساری مثالیں دیتا۔ یا جنید یا جنید کہلوانے کا مطلب یہ تھا کہ مرشد اپنے مرید کی تربیت آہستہ آہستہ کرتے ہیں، پہلے اللہ والوں تک پہنچاتے ہیں، اللہ والوں کی پہچان کراتے ہیں، پھر اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ اس طرح مرید کے جھٹکنے کا ڈر نہیں رہتا۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص آٹے بلیئر شانی سے کھسی دو قدم ہے مطلب یہ کہ بغیر مرشد کے اللہ تک پہنچنا محال ہے۔ بغیر اللہ والوں کے اگر مخلوق اللہ تک پہنچ سکتی تو اللہ تعالیٰ کو پھر انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ صحابہ کرام کی ضرورت کیا تھی، اولیاء اللہ کی ضرورت کیا تھی۔ رہا یہ اعتراض کہ ”یا اللہ“ کہنے سے منع کیا اور ”یا جنید“ کہلویا تو یہ شرک ہرگز نہیں۔ یہ ادویائے کرام کے پوشیدہ راز ہیں، خفیہ اسرار ہیں، یہ کئی حکمتوں پر مبنی باتیں ہوتی ہیں تربیت کا ایک حصہ ہوتی ہیں، مرید کا امتحان مقصود ہوتا ہے، اس کے طرف کے مطابق اسے چلایا جاتا ہے۔

مثلاً حضرت جنید تو اللہ اللہ کر کے دریا پار کر لیتے تھے، ڈاکٹر صاحب کبھی آپ بھی اللہ اللہ کر کے دریائے راوی میں قدم رکھنا۔ لاش برآمد نہ ہوئی تو کہنا۔ وجہ کیا ہے کہ جنید گزر جائیں اور ڈاکٹر صاحب ڈوب

جائیں۔ یہی کہ جنید جس مقام پر تھے ڈاکٹر صاحب اس مقام پر نہیں۔ اور اس مقام تک پہنچنے کے لیے کسی مرشد کا دامن تھا مٹا پڑتا ہے اور پھر مرشد تو ہر قسم کا امتحان لیتے ہیں، پہلے مرید کا یقین اور اعتماد دیکھتے ہیں۔ جس قسم کا اعتراض ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے اس طرح تو کوئی ولی، قطب، غوث اور ابدال نہیں نکھ سکتا۔ ایسے بے شمار واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

”خدا پر فضیلت“ کا اعتراض قطعی ہے جاہے کیونکہ عبارت کے آخری حصے کے یہ الفاظ کہ

”انجی تو جنید تک پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔“ اس اعتراض کا زبردست رد ہے۔ ان الفاظ میں اللہ ہی کی فضیلت تسلیم کی جا رہی ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ واقعہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا وضع کردہ نہیں بلکہ انہوں نے اسے کتاب ”حدیقہ مذیہ شرح طریقہ محمدیہ“ سے نقل فرمایا ہے جیسا کہ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں درج اس واقعہ کے شروع میں انہوں نے لکھا ہے :-

”حدیقہ مذیہ میں ہے.....“

اس کتاب کے مؤلف امام عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ معروف اولیائے کرام سے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے (آپ کے لیے) کہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب ”جمال الاولیاء“ کے صفحہ ۵ پر اس کتاب کا نام لکھ کر اس کے مؤلف کو ”بی عارف باللہ شیخ عبد الغنی نابلسی“ لکھا ہے۔ ”جمال الاولیاء“ میں تھانوی صاحب نے ۴۴ کتب اور ان کے مؤلفین کے نام لکھے ہیں جن میں ”شرح طریقہ محمدیہ“ اور اس کے مؤلف بھی شامل ہیں۔ آخر میں

وہ لکھتے ہیں :-

”غرض یہ چالیس سے کچھ زائد کتابیں ہیں جن کی نقل بھروسہ کی نقل ہے اور پھر ان کے مؤلفین بھی ایسے ایسے اکابر اولیاء اور بڑے بڑے علماء ہیں کہ آفاق عالم میں ان کے مقبول ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے۔“

لہذا ڈاکٹر صاحب کا یہ اعتراض عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ پر ہوا کہ (معاذ اللہ) انہوں نے حضرت جنید کو خدا پر فضیلت دے دی اور وہ علامہ نابلسی جو بقول تھانوی صاحب اولیاء میں سے ہیں اور آفاق عالم میں مقبول بھی ہیں۔

تھانوی صاحب کہیں کہ ان کتابوں کی نقل بھروسہ کی نقل ہے، امام احمد رضا نے وہیں سے قصہ نقل فرمایا تو ڈاکٹر صاحب نے اعتراض جڑ دیا۔ گویا کہ تھانوی صاحب کے قول کو رد کر دکھایا۔

تھانوی صاحب ڈاکٹر صاحب کے روحانی مرشد ہیں مرشد کہے کہ ان پر بھروسہ کرو۔ مرید کہے نہیں نہیں، یہ لائق اعتبار نہیں، اس میں تو اللہ کی شان میں گستاخیاں ہیں۔ بتائیے ایسا مرید کسی کنارے لگ سکتا ہے (یہ علیحدہ بات ہے کہ مرشد بھی ڈوبے ہوئے ہیں)

”مطالعہ بریلویت“ جلد دوم کے مطالعہ سے اہر قاری آصفی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ لوگ نہ شان خداوندی کو دیکھتے ہیں نہ شان رسالت کو، نہ قرآن کریم پر اعتراض سے چوکتے ہیں اور نہ اولیائے کرام پر الزام و ہتھکنڈ دھرنے سے باز آتے ہیں، جس سے دشمنی ہو جائے اُسے پورا کرنے کے لیے یہ لوگ کسی قسم کے تقدس کا خیال نہیں رکھتے بلکہ اپنے ناپاک عقائد اور اردو

کی خاطر سب کو یا مال کرتے چلے جلتے ہیں۔
 کہتے ہیں جھوٹوں کو ان کے گھر تک پہنچانا چاہیے۔ یہ سعادت مجھے
 اکثر حاصل ہوتی رہتی ہے، یہاں بھی اللہ کریم مجھے اس سعادت سے
 سرفراز فرما رہا ہے۔ فللہ الحمد۔ ملاحظہ فرمائیے :-

”اللہ اللہ نہیں آہ آہ کرو“ | دیوبندیوں کے جامع المجددین اور
 حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی
 صاحب کی زبانی یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے :-

”ایک دن حضرت شاہ حاجی امام الدین رحمۃ اللہ علیہ علیل ہوئے
 اور آہ آہ کرنے لگے۔ حضرت مفتی الہی بخش صاحب برادر حاجی صاحب
 کہ نسبت ارادت بھی حاجی صاحب سے رکھتے تھے، عیادت کو آئے
 اور کہا۔ آہ آہ کیوں کرتے ہو اللہ اللہ کرو۔ انہوں نے کچھ خیال نہ کیا
 اور آہ میں مشغول رہے۔ ایک دن اتفاقاً حضرت مفتی صاحب بھی
 اسی درو میں مبتلا ہوئے اور اللہ اللہ کرنے لگے اور آہ منہ سے نہ نکالا۔
 حضرت شاہ صاحب نے تشریف لا کر فرمایا کہ جب تک آہ نہ کرو گے
 صحت نہ ہوگی۔“

چنانچہ یہی ہوا کہ مرض ترقی کرتا گیا، کسی طرح تخفیف نہ ہوئی۔
 بالآخر مفتی صاحب نے آہ کرنا شروع کیا اور صحت حاصل ہو گئی۔ یہ مقام
 عبودیت تھا اور تذلل و عہدیت محبوب کو محبوب ہے اور امتی رضا و
 تسلیم بھی مقصود ہے اور اللہ اللہ مقام الوہیت ہے۔“

اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی جاسکتی ہے مگر مقام عبودیت
 اور تذلل و عہدیت کی جو تائید اس واقعہ میں کر لی گئی، اگر سیدی عرف

بِاللّٰهِ عَلَّامَ غُیْبٍ عَلَیْهِ الرَّحْمَۃُ کے واقعہ میں بھی تسلیم کر لی جاتی اور کہا جاتا کہ مقامِ اُلُوْہِیَّت سے پہلے مقامِ محبوبِ دِیْت کو سمجھنا ضروری ہے تو عَلَّامَ غُیْبٍ کی ذات پر کچھ اعتراض باقی نہ رہتا۔ مگر جن کا کام ہی قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور عباراتِ اولیاءِ کرام میں جوڑ توڑ کرنا ہو اور طرہ یہ کہ مہارت بھی پیدائشی طور پر حاصل ہو تو وہ کوئی دوسرا کام کیسے کریں؟

آپ کی محاری تاویلیں تو فقط اپنے گھر کے خالص دیوبندی بزرگوں کے لیے ہی مخصوص ہیں۔ بتائیے آہ کو اللہ پر فضیلت حاصل ہوئی یا نہیں؟ آپ کے یہی حکیم الامت دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

”میں نے طالبِ علمی کے زمانہ میں کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک پیر مرید سے پوچھا کہ تم خدا کو جانتے ہو۔ مرید نے کہا میں خدا کو کیا جانوں میں تو تم کو جانوں۔ مجھ کو اس پر بڑا غصہ آیا کہ بڑا ہی جاہل اور ایمان سے دُور تھا۔“

میں نے یہ قصہ (اپنے اُستاد) مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی سے عرض کیا کہ حضرت ایسے لیے بھی جاہل ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو۔ تب میری آنکھیں کھلیں۔ فرمایا کہ یہاں کسی اللہ والے ہی کو پہچان لے یہ ہی بڑی نعمت ہے۔“

یہی بات تھی حضرت جنید والے قصہ میں کہ شیطان مرید کو اپنے پیر سے دُور کرنا چاہتا تھا، حضرت جنید اللہ والے تھے، انہیں معلوم تھا کہ مرید میری بات مانتا رہا تو انشاء اللہ دین و دنیا میں فلاح پائے گا مگر شیطان (دیوبندیوں کی طرح) بڑے خوبصورت طریقے سے مرید کو گمراہ کرنا چاہتا

تھا لہذا حضرت جنید نے فرمایا کہ ارے نادان پہلے جنید کو سمجھ لے پھر اللہ تک رسائی کی ہوس کرنا جیسے تھا فوی صاحب کے استاد نے اُن سے کہا کہ اللہ والوں کی پہچان ہی اللہ کی پہچان ہے۔

قصہ تھا حدیقہ ندیہ کا، بیان فرمایا علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے اور واقعہ پیش آیا تھا حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ساتھ اور ہمارے ڈاکٹر صاحب نے اعتراض امام احمد رضا پہ جرّ دیا۔ اور پھر خوب اچھے طریقے سے جھوٹ گھڑ کر عنوان دے دیا ”حضرت جنید بغدادی کو خدا پر فضیلت دینا“ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا ہے :-

هَلْ أَتَيْتُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۖ تَنَزَّلُ
عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ۔

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اُترتے ہیں، اُن پر اُترتے ہیں جو جھوٹ گھڑتے ہیں، گنہگار ہوتے ہیں (الشعراء)۔

⑪ اللہ تعالیٰ کا مشورہ طلب کرنا | ”اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں، مشورے

طلب کرتا ہے“ کا عنوان دے کر شہنشاہ جوڑ توڑ فرماتے ہیں :-

”مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر افسوس، وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے“۔

جھوٹے پر محمد بن عبد الوہاب نجدی کی لی جانے والی آتی جاتی صانوں کا دو گنا لعنت۔ ”اَلَا مَن وَالْعُصَىٰ“ (یعنی اعلیٰ حضرت کی کتاب) میں یہ الفاظ کہیں بھی درج نہیں کہ اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں اور حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے۔ ”وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ“ (بھٹکار

ہو اس پر جو جھوٹ گھڑنے والا گنہگار ہے (الجاثیہ)۔ اس کے بعد لکھتے ہیں :—

”بے شک میرے رب نے میری اُمت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا (الامن والعلی ص ۸۵)“ لہٰذا
محض اتنا سا کٹا نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے دل کی آگ
یوں بجھائی :—

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کیسے کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے مشورہ کرتا ہے ؟

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس بات کو حدیث بنا کر پیش کیا، اور اس پر امام احمد (۲۴۱ھ) اور ابن عساکر (۵۴۱ھ) کا حوالہ دیا اور ابن حذیفہ صحابی کو اس کا راوی بنایا، افسوس کہ ہمیں صحابہ میں ابن حذیفہ نام کے کوئی صحابی نہیں ملے۔ نہ مسند احمد میں حضرت حذیفہ کی یہ روایت ملی ہے، نہ تاریخ ابن عساکر میں کہیں یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں، حضور سے مشورے طلب کرتا ہے (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بات کسی تصور میں نہیں آ سکتی کہ وہ کسی سے مشورے لینے کا محتاج ہو مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ روایت وضع کر کے (یعنی خود گھڑ کے) اس بحث میں اللہ تعالیٰ کے لیے تین بار مشورہ کا لفظ لکھا۔ معلوم ہوتا ہے تین دفعہ لکھنے سے مولانا نے شاید عیسائیوں کو خوش کرنا ہو کہ مسلمان بھی تثلیث کے قائل ہو گئے (یعنی مسلمان وحدانیت کی تین شاخوں باپ (اللہ) بیٹا (حضرت عیسیٰ) اور روح القدس کے قائل ہو گئے) لہٰذا

اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

جہالت و ضلالت کا یہ مظاہرہ آج ڈاکٹر صاحب ہی نے نہیں فرمایا بلکہ برسوں پہلے مدرسہ خیر المدارس ملتان کے نامور دیوبندی علماء بھی فرما چکے ہیں کسی وقت مدرسہ خیر المدارس ملتان سے ماہنامہ ”الصدیق“ بڑے زور و شور سے شائع کیا جاتا رہا اور یہ رسالہ دل کھول کھول کر علمائے اہل سنت کے خلاف زہر اگلاتا رہا۔ بیستیس چونتیس سال قبل الصدیق ماہ ذوالحجہ ۱۳۴۸ھ میں بھی یہ الزام امام احمد رضا کے سر رکھا گیا کہ احمد رضا کی اس پیش کردہ حدیث کا کہیں نام و نشان نہیں۔ اُسے دیکھ کر یقیناً کئی دیگر علمائے دیوبند نے بھی اسے اپنی تحریروں و تقریروں میں پیش کیا ہو گا جو کہ ہماری نظروں سے نہ گزر سکے ہوں گے۔ آج دیوبندیوں کے ایک اور علامہ صاحب نے یہی بہتان پھر دہرایا ہے۔ یہ اعتراض جب ماہنامہ الصدیق ملتان میں شائع ہوا تو اسی وقت غزالیؒ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتراض کا مدلل جواب ماہنامہ ”السید“ ملتان شمارہ دسمبر ۱۹۵۹ء میں پیش فرما دیا جو ”الاہدا“ کے نام سے شائع ہوا پھر یہی علمی مقالہ ”مقالات کاظمی“ حصہ دوم میں شائع ہوا۔ یہی مقالہ ۱۹۹۱ء میں ادارہ معارف نعمانیہ ۳۳۳۔ شاہ باغ لاہور کی جانب سے ”الاہدا“ کے نام سے ہی ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس دور میں جو اعتراض جرّ دیا، ممکن ہے کل کلاں کوئی اور علامہ پھر اعتراض دھر مارے۔

اس اعتراض سے متعلق دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ ماشاء اللہ ساری دیوبندی برادری ہی اس حدیث سے ناواقف نکلی۔ جس میں دیوبندی مؤرخ، مفکر اور محقق علامہ خالد محمود صاحب بھی اللہ کے ”فضل و کرم“ سے شامل ہیں۔ سب نے اپنے اپنے مطالعے کی وسعت، کتب احادیث سے وابستگی اور دیانت و صداقت کا بھروسہ احساس بھی دلادیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ باوجود حدیث پڑھنے کے یا کم از کم علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کے جواب اور احادیث کی کتب کی نشاندہی کے بعد حوالہ ملاحظہ کر کے بھی اگر یہ لوگ اعتراض کر رہے ہیں تو ان کے اندر کار رسول دہشتی کا وائرس بڑا طاقتور ہے۔ ”وائرس“ اس لیے کہا ہے کہ ہر جراثیم جو بیماری پیدا کرتا ہے اس کا علاج موجود ہے مگر دیکھ کے تمام ڈاکٹر اس پر متفق ہیں کہ ”وائرس“ لا علاج ہے۔ بس ان اعتراض کرنے والوں کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کا جو وائرس موجود ہے۔ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ انہوں نے کل بھی اعتراض کیا تھا، آج بھی کیلے اور کل پھر بھی کر یں گے۔ رسول دشمنی کا وائرس اپنا کام دکھاتا رہے گا۔

ان لوگوں کی نظروں سے ماہنامہ ”السّعیۃ“ ضرور گزرا ہوگا، اگر وہ نہیں تو ”مقالات کاظمی“ کتاب پڑھی ہوگی بلکہ نجی محفلوں میں علامہ کاظمی کے جواب پر تبصرے ہوئے ہوں گے، ایک دوسرے کو اس جواب سے آگاہ کیا گیا ہوگا۔ نشاندہی ہو جانے پر کتابوں کی شان بین ہوئی ہوگی اور سب بغلیں جھانک کر رہ گئے ہوں گے۔ اگر یہ بھی نہیں تو ادارہ معارف لغمانیہ کا الگ شائع کردہ ”الاھدا“ ضرور نظروں تلے آیا ہوگا۔ المختصر یہ کہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی جو اعتراض کر رہے ہیں تو پتہ چلا کہ بارگاہِ رسالت کی بے ادبی بے حرمتی

ان لوگوں کا محبوب مشغلہ ہے۔

آج علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ ہم میں موجود نہیں۔ بفر من الیصال ثواب
اور ان کی روح مبارک کو خوش کرنے کے لیے ڈاکٹر خالد محمود صاحب
کے اعتراض کے جواب میں احقر ان کے مضمون ”الاصدا“ ہی سے کچھ
جہارت نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقُنِی
إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ الْحَلِی الْعَظِیْم۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا جواب ملاحظہ فرمائیے :-

جواب :- بد عقیدگی اور گمراہی کی اصل بنیاد یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ جل مجدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال مقدسہ
کا قیاس اپنے افعال پر کر لیا جائے۔ معاذ اللہ تم معاذ اللہ۔ یاد رکھئے
اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہم اپنے مشوروں
کے متعلق اگر یہ کلیہ تسلیم کر لیں کہ ہمارا مشورہ طلب کرنا غلطی کا احتمال
دور کرنے کے لیے احتیاج اور عاجزی کی بناء پر ہوتا ہے تو ممکن ہے
کہ کسی حد تک اسے صحیح کہا جاسکے لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے مشورہ کو بھی اس کلیہ میں شامل کرنا باطل محض ہے
بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ، اللہ و رسول ہماری مانند
ہیں۔ غلطی کا احتمال دور کرنا بھی حاجت ہے اور عاجزی بھی احتیاج
کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور حضور بنی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے محتاج نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم دونوں غنی، بے پرواہ اور احتیاج سے پاک
ہیں جیسا کہ عنقریب دلائل کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔

ایک صحیح اور واقعی حدیث کو جو کتب احادیث میں موجود ہیں
اور معترضین علم حدیث سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اسے معلوم

کرنے سے قاصر رہا۔ محض اپنی رائے ناقص پر اعتماد ذکر کے جھوٹی
حدیث کہہ دینا بلکہ اپنے زعم باطل کی بناء پر یہ دعویٰ کر دینا کہ اس
حدیث کا کہیں ذکر نہیں، بدترین جہالت و ضلالت کا مظاہرہ ہے۔
دیکھئے یہ مبارک حدیث مسند امام احمد جلد پنجم و کنز العمال جلد ششم
اور خصائص کبریٰ جلد دوم تینوں کتابوں میں موجود ہے۔

ان رجب استشارنی فی اُمتی ما ذا افعل بہم
فقلت ما شئت یا رب ہم خلقک و عبادک فاستشارنی
الثانیۃ فقلت لہ کذا لک فاستشارنی الثالثۃ فقلت
لہ کذا لک فقال تعالیٰ انی لن اُخزیک فی اُمتک
یا احمد و بشرنی ان اول من یدخل الجنة معی
من اُمتی سبحون القا لیس علیہم حساب ثم
ارسل الخ اذ ع تجب و سل تحط فقلت لرسولہ
او معطی رجب مسئولی قال ما ارسل الیک الا
لیعطیک۔ الحدیث۔

(حم راحمد) وابن عساكر عن حذیفة (

کنز العمال جلد ششم صفحہ ۱۱۲ حدیث ۱۷۳۵ و خصائص کبریٰ جلد دوم
صفحہ ۱۲۱۰ خراج احمد و ابوبکر الشافعی فی الفیلا نیات و ابوالنعیم
و ابن عساكر عن حذیفة بن الیمان و مستند امام احمد جلد ۵
مطبوعہ مصر صفحہ ۳۹۳۔

تھ جہم :- بے شک میرے رب کریم نے میری اُمت کے
بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟
میں عرض کیا۔ اے میرے رب جو کچھ تو چاہے وہی کر، وہ تیری
مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر اللہ نے دوبارہ مجھ سے مشورہ لیا

میں نے وہی جواب دیا۔ اس نے تیسری دفعہ مجھ سے مشورہ طلب فرمایا میں نے پھر وہی عرض کیا۔ پھر میرے رب کریم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک میں تیری اُمت کے معاملہ میں تجھے ہرگز رسوا نہ کروں گا اور تجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار اُمتی صُحب جنتیوں سے پہلے میری ہمراہی میں داخل جنت ہوں گے۔ ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن سے حساب تک نہ لیا جائے گا۔ پھر میرے رب نے قاصد بھیجا کہ میرے حبیب تو دعا کر تیری دعا قبول کی جائے گی اور مانگ تجھے دیا جائے گا۔ میں نے اپنے رب کریم کے قاصد سے کہا کہ کیا میرا رب میری ہر مانگی ہوئی چیز دے گا؟ تو اس قاصد (فرشتہ) نے عرض کی کہ حضور اسی لیے تو رب تعالیٰ نے آپ کو پیغام بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ بھی مانگیں آپ کو عطا فرمائے۔

آگے یہ حدیث مبارک طویل ہے جس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنی اُمت مکرمہ کے بہت سے فضائل و محامد بیان فرمائے۔ ہم نے قدرِ ضرورت پر اکتفا کیا ہے۔

معرض کا قول تو یہ تھا کہ اس جھوٹی حدیث کا کہیں ذکر ہی نہیں لیکن بحمدہ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا کہ مصداق امام احمد و کنز العمال اور خصائص کبریٰ میں یہ حدیث موجود ہے۔ کنز العمال میں تو اس کی تخریج صرف امام احمد اور امام ابن عساکر کی طرف منسوب ہے لیکن خصائص کبریٰ میں ان کے علاوہ ابو بکر شافعی (امام بزار) اور ابو نعیم کی طرف بھی اس حدیث کی تخریج کو منسوب کیا ہے۔ وللہ الحمد العالیہ۔

اعلیٰ حضرت محمد دین و ملت رحمۃ اللہ علیہ نے الامن والعلیٰ

میں مسند امام احمد کا نام نہیں لکھا۔ صرف اتنا تحریر فرمایا :-
 الامام احمد و ابن عساکر عن حذیفۃ
 (الامن والعلی صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی)
 اور الفاظ حدیث گنزر العمال جلد ششم سے نقل فرمائے اور کتاب
 کا حوالہ نہیں دیا تا کہ ان منکرین و مخالفین کے ادعائے علم و فضل
 کی حقیقت آشکارا ہو۔

الحمد لله! اہل علم نے دیکھ لیا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت
 مجدد ملت قدس سرہ العزیز علم و فضل کا وہ بکر ذخیرہ جس
 کے ساحل تک بھی منکرین کی رسائی نہیں۔ ذلک فضل اللہ۔
 رلم ابن حذیفہ کا معاملہ تو یہ ایک حقیقت ثابت ہے کہ گنزر العمال
 اور خصائص کبریٰ اور مسند امام احمد تینوں میں عن حذیفۃ
 موجود ہے نیز الامن والعلی شائع کردہ نوری کتب خانہ لاہور
 کے صفحہ ۱۲۳ پر عن حذیفۃ موجود ہے۔ البتہ صابر المیکٹرک
 پریس کی مطبوعہ کے صفحہ ۸۵ پر کاتب کی غلطی سے عن کی بجائے
 ابن لکھا گیا جسے کوئی معمولی سمجھ والا انسان بھی مصنف کی طرف
 منصوب نہیں کر سکتا مگر جو شخص تعصب و عناد کے جوش میں ایک
 ایسی عظیم و جلیل حدیث کو نہیں مانتا جو کتب احادیث میں موجود
 ہے تو وہ اس حقیقت ثابتہ کو کیونکر تسلیم کرنے لگا ہے۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ | **خصوصی توجہ چاہتا ہوں** | کی نشاندہی پر اس احقر
 نے خصوصی تگ و دو کی اور ایک بہت بڑی معروف لائبریری

رابطہ قائم کیا۔ وہاں سے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی
 ”خصائص کبریٰ“ اور شیخ علاؤ الدین علی المتقی رحمۃ اللہ علیہ کی
 ”کنز العمال“ نکلوائی۔ اور چند مشکل مراحل سے گزرنے کے بعد
 ان کتابوں کے صفحات مذکورہ حدیث کے فوٹو سٹیٹ کروائے۔
 پھر ”خصائص کبریٰ“ اور دو کو بھی تلاش کیا اور مذکورہ حدیث کے
 صفحات کے فوٹو سٹیٹ کروالیے۔ عربی کی یہ کتب اور وہ بھی پرانے
 نسخے چونکہ چند ایک بڑی لائبریریوں ہی سے دستیاب ہیں، عام
 کتب خانوں یا لائبریریوں سے نہیں ملتے اس لیے بندہ ناچیز نے
 یہ تھوڑی سی محنت اور بھاگ دوڑ کر کے یہ فوٹو سٹیٹ حاصل
 کر لیے تاکہ ہمارے اہل سنت بھائی اپنی آنکھوں سے ان کتب
 میں درج حدیث مبارکہ کا دیدار کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔
 اب جبکہ مصنف کے ساتھ محض حوالے نہیں بلکہ اصلی کتب کے
 فوٹو سٹیٹ بھی دے دیئے گئے ہیں تو قارئین سے صرف اتنی گزارش
 ہے کہ وہ سوچیں اور غور کریں کہ کیا دیوبندی بریلوی جھگڑا، کوئی جھگڑا
 نہیں؟ کیا دیوبندیوں کو جو ہم گستاخ رسول کہتے ہیں تو غلط کہتے ہیں؟
 ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے شریعہ اور گستاخ قلم کا حملہ اگر مولانا احمد
 رضا خاں پر ہوتا تو عفو و درگزر اور مصالحت کی بہت سی راہیں نکل
 سکتی تھیں مگر اب یہ حملہ اور ان عبارات کی ضرب براہ راست رسول
 اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و حرمت پر پڑتی ہے اب
 ڈاکٹر صاحب کے گستاخ قلم کا حملہ کسی بریلوی پر نہیں بلکہ خاص رسول
 اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ محترم پر ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے قلم کا نشانہ احمد رضا کی ذات نہیں بلکہ آقائے
 دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت و عصمت بن گئی اور جس نے

اللہ تعالیٰ کے اس پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
اذیت پہنچانی اُس کا فیصلہ جو بھی ہو گا وہیں سے ہو گا جہاں سے
اس مقدس ہستی کو باعثِ تخلیق کائنات اور رحمتہ العالمین
بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور وہ فیصلہ تو کبھی کا قرآن میں سنایا جا چکا ہے۔
دیکھئے ڈاکٹر صاحب نے جو فرمایا ہے :-

”مشورہ طلب وہ کرتا ہے جسے انجام کی خبر نہ ہو۔“
چونکہ حدیث مبارکہ میں ”استشارنی“ کا لفظ تین بار آیا ہے تو
ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین بار مشورہ ہوا۔
اب جب خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ سے تین بار مشورہ کیا ہے تو اب ڈاکٹر صاحب کے عقیدے
کے مطابق اللہ تعالیٰ کو انجام کی خبر نہ تھی کیونکہ وہ خود تو کہہ رہے ہیں کہ
مشورہ طلب وہ کرتا ہے جسے انجام کی خبر نہ ہو۔ اس صورت میں ڈاکٹر
صاحب اللہ تعالیٰ کے گستاخ ٹھہرے اور اگر اُن کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ
تعالیٰ انجام سے باخبر ہوتا ہے تو پھر حدیث کا انکار کرنا پڑے گا۔ اصل
لیے انجام سے باخبری کا عقیدہ اسی وقت درست سمجھا جائے گا جب
وہ مشورہ طلب کرنے والی حدیث کا انکار کریں گے۔ کیونکہ اُن کے
عقیدے کے مطابق مشورہ طلب کرنے والا تو انجام سے بے خبر ہوتا
ہے لہذا اس دوسری صورت میں وہ گستاخ رسول اور منکر حدیث بنے
یعنی اللہ تعالیٰ کو باخبر مانیں تو مشورے والی حدیث کا انکار لازم آئے

۱۔ مطالعہ بریلویت دوم ص ۲۶۳ ۲۔ دراصل دیو کے بند یوں کا عقیدہ
بھی یہی ہے اور اس عبارت کو ان کے دھرم پنڈت جناب مولوی حسین علی
واں بھروی نے اپنی بلغۃ المجران میں یوں لکھا ہے

گیا اور مشورے والی حدیث مانیں گے تو اُن کے اپنے قول کے مطابق
اللہ کو انجام سے بے خبر ماننا پڑے گا۔

مجنور ہے مگر فتارِ بلاد و نواح سے

وہ صحبتِ یللی ہو کہ ہو فرقتِ یللی

ڈاکٹر صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں :-

”مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر افسوس، وہ لکھتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے“۔

ایک تو ڈاکٹر صاحب نے سراسر یہ جھوٹ بولا کہ مولانا احمد

رضا خاں نے لکھا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے“

الامین والعلیٰ میں اس کا نام و نشان بھی نہیں۔ وہاں تو صرف حدیث

کا ترجمہ لکھا گیا ہے کہ ”بے شک میرے رب نے میری اُمت کے باب

میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا“۔ اللہ تعالیٰ مشورہ کر کے چلتا ہے، کے

الفاظ نہ ہیں اور نہ وہ عاشقِ رسول لکھ سکتا تھا۔ لہذا ڈاکٹر صاحب

اول درجے کے کذاب ٹھہرے اور کذاب کے لیے قرآنی فیملہ لَعْنَةُ اللَّهِ

عَلَى الْكَذِبِ ہیں۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ کرنے کے عقیدے

پر ڈاکٹر صاحب نے افسوس کا اظہار کیا ہے گویا یہ غیر اسلامی عقیدہ

ہے۔ جب یہ حدیث سے ثابت ہے تو یہ خود حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ ٹھہرا، جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ

عنه سے روایت ہے تو یہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کا عقیدہ ٹھہرا، جب علمائے اسلام نے اسے اپنی اپنی حدیث کی کتب

میں درج فرمایا تو یہ ان بزرگانِ دین اور تمام حلف صالحین کا عقیدہ ٹھہرا۔
لہذا ڈاکٹر صاحب کا اظہارِ تائیف امام احمد رضا کے عقیدے پر نہ رٹ بلکہ یہ
اظہارِ تائیف منصبِ رسالت، مقامِ صحابہ اور شانِ اولیاء پر ہو گیا اور
ڈاکٹر صاحب ان سب کے گستاخ ٹھہرے۔ پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے
ہیں: —

”افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس بات کو حدیث بنا کر پیش
کیا ہے اور اس پر امام احمد رضا اور ابن عساکر کا حوالہ دیا اور ابن حذیفہ
صحابی کو اس کا راوی بنایا۔“

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ حدیث
خود گھڑ لی، غلط حوالے دیئے بلکہ جھوٹے اور یونہی جھوٹ موٹ
صحابی کو راوی بنا ڈالا۔ اب جبکہ کتبِ احادیث کے فوٹو سٹیٹ بھی
پیش کئے جا رہے ہیں تو امام احمد علیؑ ثابت ہوئے اور ڈاکٹر خالد محمود
جھوٹے اور جھوٹے کے متعلق قرآنی وعید یہ ہے لعنتم اللہ
علیٰ الکاذبین۔

پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:۔

”نہ مندا احمد میں حضرت حذیفہ کی یہ روایت ملی ہے۔“
یا تو ڈاکٹر صاحب آنکھیں نہیں رکھتے، رکھتے ہیں تو نگاہ کا فرق
ہو گا اور جیسا کہ بظاہر اُن کی نگاہ بھی درست ہے تو ثابت ہوا کہ انہوں
نے تلاش ہی نہیں کی اور جھوٹ لکھ دیا کہ مندا احمد میں یہ حدیث نہیں
جھوٹ کی وہی قرآنی سزا جو اوپر درج کی جا چکی ہے۔ اور اگر دیکھ
لی تھی مگر قصداً لکھ مارا کہ روایت نہیں ملی تب بھی جھوٹے اور جھوٹے

کی قرآنی سزا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ س

دو گونہ رنج و عذاب است جالۃ مجبوراً

بلائے صحبتِ یلۃ و شرقتِ یلۃ

پھر ڈاکٹر صاحب نے لکھا :-

”مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ روایت وضع کر کے

اس بحث میں اللہ تعالیٰ کے لیے تین بار مشورہ کا لفظ لکھا۔“

ایک تو ڈاکٹر صاحب نے یہ جھوٹ بولا کہ یہ روایت وضع

کر دہ ہے جھوٹے پر خدا کی لعنت،

دوسرے امام احمد رضا پر تہمت اور بہتان باندھا۔ اس جرم

کی سزا الگ ہوگی۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا :-

”معلوم ہوتا ہے تین دفعہ لکھنے سے مولانا نے شاید عیسائیوں

کو خوش کرنا ہو کہ مسلمان بھی تثلیث کے قائل ہو گئے۔“

اس گستاخی کی ضرب بھی امام احمد رضا کی ذات پر نہ ہوئی بلکہ

امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت

و حرمت پر جا پڑی۔ چونکہ تین دفعہ خود سید الکونین صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لہذا یہ طرز اب اُن کی ذاتِ اقدس کے لیے

بھی ہو گئی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ و نعوذ باللہ من شرورِ الفضا)

کوئی کام اگر تین بار کہا جائے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ

عیسائی خوش ہوں؟ اگر یہی بات ہے تو پھر آپ مغرب کی غائز

جیسی فرض کی کتنی رکعت پڑھتے ہیں۔ تین پڑھیں گے تو لوگ سمجھیں

گے کہ ”مطالعہ بریلویت“ کے مطابق عیسائیوں کو خوش کر رہے ہیں اور

اگر دُعا یا چام پڑھیں گے تو اسلام کے منکر ہوئے۔ آپ کے لیے دونوں

طرح عذاب ہے۔ پھر رکوع اور سجدے میں تین تین بار ہی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھا جاتا ہے، کیا صائے مسلمان عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے تین تین بار پڑھتے ہیں۔ نکاح میں عورت و مرد سے تین تین بار ہی ایجاب و قبول کرایا جاتا ہے، کیا صائے علمائے کرام و مشائخ عظام جو نکاح منعقد کرنے کا دینی فریضہ انجام دیتے ہیں، عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے تین تین بار کرتے ہیں؟ عشاء کی نماز میں تین و تر پڑھے جاتے ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں تین تین بار اللہ اکبر کہہ کر رفع یدین کیا جاتا ہے، کیا اہل اسلام عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں؟ حجاز کرام تین بار شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں تو کیا یہ سب کچھ عیسائیوں کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے؟ لیکن کہاں تک بیان کرتا رہوں۔ آپ کو تو نہ خدا کا خوف ہے اور نہ اپنے نبی کی لاج۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو آپ کے شر سے محفوظ رکھے۔

ایک بات ہر دیوبندی چھوٹے بڑے کے لبوں سے چپکی رہتی ہے کہ یہ بریلوی قرآن و حدیث کو کیا جانیں۔ یہ تو محض گیارہویں کھانے والے اور مردوں کے کفن اتارنے والے ہیں۔ ہمارے علمائے نے تو کتابوں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ فلاں حدیث کی شرح لکھی ہے، فلاں کا حاشیہ لکھا ہے۔

مگر ان علماء فضلاء کے ان دعوؤں کا حال یہ نکلا کہ بے چاروں نے ابھی تک خصائص کبریٰ، کنز العمال اور مسند احمد تک نہیں پڑھی۔ پڑھی ہوتی تو یہ کیوں کہتے کہ یہ حدیث احمد رضا نے خود گھڑ لی۔ احادیث کی ان کتب کے فوٹو سٹیٹ جب ڈاکٹر صاحب کی نظروں سے گزریں گے تو ان کی مذمت و مخالفت اور جھینپنے کا انداز کیا ہو گا، اس کا تصور خود ہی کر لیجئے گا۔ صبح ہے۔

مگر جسے چاہے خدا ذلیل کرے

یہی بات اللہ تعالیٰ کے مشورہ لینے کی تو علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے تفسیر روح المعانی، ابن جریر، تفسیر کبیر، تفسیر نیشاپوری، عرائس البیان، مدارک، سراج منیر، روح البیان، تفسیر جبل، بیضاوی، تفسیر کشاف اور مفردات راغب کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مشورہ لینا احتیاج و عاجزی کی بناء پر نہیں بلکہ حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے۔ خوف طوالت سے یہ عنوان چھوڑا جا رہا ہے، جس نے تسلی کرتی ہو وہ علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا مضمون ”الاھدا“ مقالات کاظمی حصہ دوم میں خود ملاحظہ کر لے۔

نوٹ :- اس وقت میرے پاس اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتاب ”الامن والاعلیٰ“ کا جو نسخہ ہے، یہ ”کامیاب دار التبلیغ“ ۳۸ اردو بازار لاہور، کا شائع کردہ ہے۔ یہ حدیث اس کے صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸ پر درج ہے اور اس کے آخر میں بھی ”عن حذیفۃ“ ہے ابن حذیفۃ نہیں۔ اور مکرر عرض کرتا ہوں کہ آخر میں خصائص کبریٰ اور کنز العمال وغیرہ کے فولو سٹیک ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۲) تحت قدرت نہ ہونا | ”اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج“ کے عنوان اور الزام و

بہتان سے ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں :-
 ”اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔
 ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر۔“

جو چیزیں اس کی مشیت میں ہوئیں اور جو چیزیں مشیت میں مقدر نہ ہوئیں ان پر بھی وہ قادر ہے، کوئی چیز جو محتج بالذات نہیں، اُس کی قدرت سے خارج نہیں۔ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور

ممکن بالذات۔ سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا، ممکن بالذات نہیں۔ ورنہ حضور کا دائرہ امکان میں آنا کسی طرح سمجھ میں نہ آسکے گا۔ ہاں یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظیر ہرگز نہ ہوگی۔ ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے اور حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے، اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے۔ نہ کرنے اور نہ کر سکنے میں بڑا فرق ہے افسوس کہ مولانا احمد رضا خان نے بڑی بے باکی سے خدا کی قدرت کو چیلنج کیا۔ در حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر محال بالذات ہے، کتب قدرت ہی نہیں، ہو ہی نہیں سکتا رملفوظات حصہ سوم صفحہ ۵۹، ۶۰ ڈاکٹر صاحب جب قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ پر بھی طعن صاف کر چکے ہیں اور انہیں آڑ بنا کر امام احمد رضا پر اہتمام بازی کا مشغلہ جاری رکھا ہے تو امام احمد رضا کی عبارات پر وہ کیونکر کوئی انصاف کر سکتے ہیں۔ اور جب منصوبہ ہی بدنام کرنے اور سازش ہی الزام نہر کرنے کی ہو تو اچھی سے اچھی شے کو بھی حیلہ اور مکر کے فن سے بگاڑا جا سکتا ہے۔ یہ موضوع اچھی خاصی طوالت کا مقتضی ہے مگر میں انشاء اللہ اختصاراً ہی چند عبارات پیش کروں گا۔ اہل انصاف فیصلہ خود کر لیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ علیٰ کل شئی قدير ہے۔ جو اس پر ایمان نہ رکھے اور جھٹلائے وہ شخص ہرگز مسلمان نہیں رہتا۔ دیکھنا فقط یہ ہے کہ ”شے“ کسے کہتے ہیں۔ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی فرماتے ہیں :-

شے کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے، بعض کہتے ہیں، لفظ کے لحاظ سے شے ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور مستثنیٰ خارج ہیں۔ اس لیے اُس کو (اللہ تعالیٰ کو) اپنی ذات پر قادرانہ کر یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو نیست کر سکتا ہے غلط خیال ہے۔ کس لیے، کہ وہ اپنی اور اس کی صفات واجب ہیں، ممکن نہیں اور ممکن نہیں تو شے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں۔ اسی طرح محالات عقلیہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا پیدا کر سکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں، اس لیے کہ ان میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اُس کی قدرت میں کوئی قصور نہیں، ۱۔

امام ابو یوسف محمد اسماعیل دہلوی اور علامہ فضل حق خیر آبادی کے درمیان یہی نزاع کھڑا ہوا تھا۔ علامہ خیر آبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ہو ہی نہیں سکتی۔ جب کہ مخالف کا موقف تھا کہ ہو سکتی ہے البتہ ہو کر وجود میں نہ آئے گی۔ یعنی وہ بے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کے قائل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی لکھا ہے کہ

”سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے محمد کا وجود ممکن ہو سکتا ہے البتہ وہ ممکن وجود میں نہ آئے گا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ ”حضور کی نظر ہرگز نہ ہو گی“ مراد یہ کہ ہو تو سکتی ہے مگر ہو گی نہیں۔ اب ایک بار پھر سے علامہ حقانی کی عبارت پڑھ لیجئے۔ اس عبارت سے واضح ہے کہ جن میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں وہ تحت قدرت بھی نہیں۔ اور اس طرح

اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی فرق بھی نہیں آتا۔ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جیسا دوسرا پیدا نہیں کر سکتا تو کیا کوئی مسلمان کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت گھٹ گئی۔ اس لیے نہیں گھٹی کہ اس جیسا دوسرے کا پیدا ہونا مقدور ہی نہیں لہذا تحت قدرت بھی نہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دوسرا پیدا ہونا مقدور ہی نہیں یا بقول علامہ حقانی، مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں لہذا تحت قدرت بھی نہیں اور اس طرح اللہ کی قدرت ہرگز نہیں گھٹ جاتی۔ یہی بات امام احمد رضا کہہ رہے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممکن ہی نہیں یا نظیر میں مقدور کی صلاحیت ہی نہیں تو یہ تحت قدرت بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ، بھی لا شریک اور محمد مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بھی لا شریک نہ کوئی دوسرا خدا ہو سکتا ہے نہ کوئی دوسرا محمد ہو سکتا ہے (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں: ”علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے امتناع النظیر میں بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممکن ہیں اور مخلوق ہیں، لیکن عظمت و جلالت کے جس بلند ترین مقام پر اللہ تعالیٰ کی عطا سے فائز ہیں اس مقام پر ایک ہی شخص فائز ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ابتداءً اس مقام پر کسی دوسرے نبی کو فائز کر دیتا لیکن جب اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس مقام پر فائز کر دیا تو دوسرا شخص اس مقام پر فائز ہو ہی نہیں سکتا یہ سہ

دیکھئے علامہ حقانی فرماتے ہیں :-

”ممکن نہیں تو شے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں“

اور جب شے کے دائرہ سے نکل گئی تو ممکن نہ رہی، مطلق شے

ہی نہ رہی، جب شے نہ رہی تو تحت قدرت بھی نہ رہی اور اسے

اللہ تعالیٰ کے علیٰ کل شے قدیر ہوئے میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ تو علامہ

فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جب فرمادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم خود ممکن ہیں اور مخلوق ہیں مگر اب کوئی ان جیسا دوسرا ممکن

نہیں۔ ان کی نظیر ممکن نہیں۔ ”دوسرا شخص اس مقام پر قائم ہو ہی نہیں

سکتا۔“ جب نظیر ممکن نہیں تو شے کے زمرے سے خارج ہو گئی اور

وہ نظیر جب شے ہی نہ رہی تو تحت قدرت بھی نہ رہی اور اس سے اللہ

تعالیٰ کی قدرت میں کچھ فرق نہ پڑا۔

حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ فرماتے ہیں :-

”علامہ ابو حنیفہ فرماتے ہیں :-

مَنْزِلَةُ عَنْ شَرِيكَ فِي مَحَامِدِهِ

فَجَوْهُرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مَنْقَسِمٍ

جو ہر حسن غیر منقسم ہے تو دو آدمی اس میں کیسے شریک ہو سکتے

ہیں؟ اشکال تب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ایک نظیر کو پیدا کر دیتا اور دوسری

نظیر کے بارے میں کہا جاتا کہ وہ ممکن ہے۔

مخالفین کا یہ مغالطہ ہے کہ جب ایک شے ممکن ہے تو اس کی نظیر

بھی ممکن ہونی چاہیے۔

مخالفین کا یہ قاعدہ یوں بھی ٹوٹ جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم ممکن بالذات ہی نہیں موجود بالفعل بھی ہیں ان کے قاعدے

کے مطابق نظیر کو بھی موجود بالفعل ہونا چاہیے حالانکہ وہ بھی ملتے ہیں

کہ نظیر ممتنع بالغیر ہے، ایسا کیوں ہے؟ اصل میں یہ تصور ہی غلط ہے کہ جب ایک شے ممکن ہے تو اس کی نظیر بھی ممکن ہوگی، ممکن جب ناقابل تقسیم مقام پر فائز ہو تو اس جگہ دوسرا فائز ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ غور کریں کہ خاتم النبیین ہونے میں دو آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موجود اور اس وصف کے ساتھ موصوف ہوتے ہوئے کون آپ کی نظیر ہو سکتا ہے؟ جب نظیر ہو ہی نہیں سکتی تو تحت القدرت کیسے ہوگی؟ ۱۔

خود امام احمد رضا بریلوی امام بوصیری علیہ الرحمۃ کا شہر مذکورہ بالا مَنزُلاً عَنْ شَرِیکٍ..... الخ لکھ کر فرماتے ہیں:-
”حضور اپنے تمام فضائل و محاسن میں شریک سے پاک ہیں، جو ہر حسن آپ میں غیر منقسم ہے، اہل عصمت کی اصطلاح میں جو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی تقسیم محال ہے۔“ ۲۔

اگر نظیر ”ممکن“ ہوتی تو ”شے“ کے زمرے میں آتی۔ جب نظیر ہے نہیں، ہو ہی نہیں سکتی اور نہ اس نظیر میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہے تو ممکن نہ رہی، ممکن نہ رہی تو شے نہ رہی، جب شے نہ رہی تو تحت قدرت بھی نہ رہی۔ اور تحت قدرت نہ رہی تو امام احمد رضا بریلوی کا یہ فرمانا کہ تحت قدرت ہی نہیں، قدرت خداوندی کو ہرگز چیلنج نہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا امام احمد رضا پر اُن کے حسب عادت و ذوق محض شرمناک اتہام ہے۔ یہ گستاخیاں و بے باکیاں مولوی اسماعیل دہلوی اور اُن کے متبعین ہی کا حصہ ہیں جو بے ساختہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک آن میں کروڑوں محمد پیدا کر سکتا ہے یعنی کروڑوں

خاتم النبیین ممکن ہیں (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ)
 کسی دوسرے کو خاتم النبیین بالفعل مان لیا جائے جیسے قادیانی
 مان رہے ہیں یا محض دوسرے خاتم النبیین کا امکان تسلیم کر لیا
 جائے، اور یہ امکان چاہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت مانا
 جائے یا کسی اور ذریعے سے، امکان تو مان لیا، جب امکان مان لیا گیا
 تو یہ عقیدہ ہو گیا کہ دوسرا خاتم النبیین ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شر
 دیو بندیت سے پناہ دے۔ آمین۔

نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
 قدرت الہیہ سے کچھ تفلی نہیں
 شاید قارئین کچھ تشکی محسوس
 کر رہے ہوں۔ اور اس
 موضوع پر رعایت لفظی
 کسی ذہنی خلجان کا باعث

بن رہی ہو، گو اہل حق کے لیے اتنا ہی کافی و شافی ہے۔ اس موضوع
 پر چند ایک مزید مفروضات پیش خدمت ہیں۔ مطالعہ فرمائیے
 اور قلب و نگاہ کو لذت ایمانی سے آشنا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ جل
 مجدہ فرماتا ہے :-

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
 اللہ تعالیٰ کل شے پر قادر ہے۔

یہ وہ آیت کریمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بے پناہ
 قدرت کا اثبات ہوتا ہے۔ یہ آیت کریمہ قرآن مجید فرمان حمید
 کا ایک چیلنج بھی ہے۔ وہ چیلنج کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے :-

لِيُضِلَّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِيَ بِهِ كَثِيرًا
 قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ بہت سے لوگ قرآن مجید میں اپنی

ذاتی رائے دہی سے نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ گمراہ گمراہ بھی ہوئے۔
اس لیے کہ قرآن مجید کے اندر تفسیر بالرائے کا مطلب خدا سے
بے خوف و نہار ہونے کا نام ہے اور جو خدا کے خوف اور ڈر سے
بے نیاز ہو گیا۔ وہ متقی نہ رہا بلکہ ظالم ٹھہرا اور ہدایت متقین کے
لیے ہے یعنی هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ جبکہ ظالموں کے لیے خسار ہے
وَمَا لِلظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارٌ۔ قرآن کریم متقین کے لیے ہدایت اور
ظالموں کے لیے خسارہ ہے۔

لہذا جس نے قرآن کریم کی کسی بھی آیت کریمہ پر تفسیر بالرائے
کی جرات کی وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ گمراہ بھی۔ تو مذکورہ آیت
کریمہ ان اللہ علی کل شئی قَدِیرٌ بھی اسی معجزانہ کلام سے ہے تو لازم
ہے کہ اس آیت مبارکہ سے استدلال کرنے والے بہت سے آئمہ
کرام ہدایت یافتہ ہوں اور بہت سے نام نہاد علماے گمراہ و گمراہ
گمراہ۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی حدیث کے
حوالے سے لکھتے ہیں :-

”مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَقَدْ كَفَرَ“
(جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی پس کافر ہو گیا)۔
آئیے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم
سے ہدایت یافتہ آئمہ کرام نے اس آیت ان اللہ علی کل شئی
قدیر سے کیا مراد لیا اور گمراہ مفسرین نے کیا مراد لیا۔ آیت کریمہ
میں تین لفظ قابل توجہ ہیں :-

① کل ② شئی ③ قدیر

کُل :- لفظ "کل" اہل علم کے نزدیک بعض اوقات جُز پر بھی مستعمل ہوا ہے جیسے **ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا** (پ ۳ البقرہ ۲۶۰)

ترجمہ :- پھر ڈال ہر پہاڑ پر اُن کا ایک ایک ٹکڑا یعنی جب سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے عرض کی کہ تو مردے کیسے زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ چار پرندے لے کر ان کے ٹکڑے کر کے تمام پہاڑوں پر رکھ دے۔ تو کیا یہاں "کُلِّ جَبَلٍ" سے مراد روئے زمین کے تمام پہاڑ ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں۔ دراصل "کل" کا معنی "مجموعہ جز" ہے اور اسی مجموعہ جز کو تمام اور کل کہتے ہیں۔

امام راعی اصفہانی "مفردات راعی" صفحہ ۳۰۷ طبع کراچی (عربی) امام فخر الدین رازی "تفسیر کبیر" ج ۱ صفحہ ۳۵، علامہ جلال الدین سیوطی "الاتقان" ج ۲ صفحہ ۹۶ اور امام نسفی "عقائد النسفی" صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں کہ لفظ کل کسی شے کے اجزاء کو یکجا کرنے پر بولا جاتا ہے اور لفظ کل کا اطلاق جز پر جائز ہے اور اسم میں لفظ جز کا اطلاق کل پر جائز ہے۔

حاصل کلام یہ کہ لغوی طور پر لفظ کل مشروط ہے اور اجزاء کا مجموعہ ہے اور جب کوئی کلمہ لفظ "کل" قدرت اور شے کے ساتھ مقید ہو کر ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو اس کا مطلب ہوگا کہ تمام ممکنات کے مجموعہ کو کل کہتے ہیں اور محالات اس کلمہ "کل" سے علیحدہ ہوں گے۔

قدرت :- قدرت خداوندی بھی ممکنات کو محیط ہے نہ کہ محالات کو۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جس چیز کو اس کے مخصوص انداز میں

پیدا فرما دیا تو اب اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ محال غیر مقدور ہے، واجب اور محال ہرگز زیر قدرت نہیں۔ اہل علم تو جانتے ہی ہیں کہ محالات و واجبات غیر مقدور ہوتے ہیں مگر عوام کو شبہ ہو سکتا ہے کہ خداوند قدوس کی ذات بابرکات کے آگے کیا محال ہے کہ جس پر قدرت نہیں۔ جواباً اتمام حجت کے طور پر محال کی تشریح بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نالوتوی کے حوالے سے کی جاتی ہے، لکھتے ہیں :-
 ”محال ہونے کی بجائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ وہ دو چیزیں

کہ جو دو چیزیں آپس میں ایسی مخالفت رکھتی ہوں کہ وہ دونوں ایک وقت میں ایک شے میں مجتمع ہو سکیں اور نہ دونوں سے وہ شے ایک وقت میں خالی ہو سکے۔ جیسے ہونا، نہ ہونا کہ یہ دونوں ایک وقت میں ایک شے میں اکٹھے ہو سکیں اور نہ یہ ہو سکے کہ کوئی شے ان دونوں سے ایک وقت میں خالی ہو۔ ایسی دو چیزوں کا یا تو ایک جگہ ایک وقت میں مجتمع ہونا محال ہے، یا ایک شے کا ایک وقت میں انے دونوں سے خالی ہونا محال ہے، سو اس کے اور کوئی صورت محال کی نہیں اور شاید اس میں کوئی نیم ملتا مل کر سکے۔ سو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، تجربہ کرے، خدا نے چاہا تو ہر محال کا انجام انہیں دونوں پر آٹھ پھرے گا۔“

منقولہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ محال دراصل دو ضدین کو کہتے ہیں اور بقول نالوتوی صاحب اس کا انکاری نیم ملتا۔ اور نیم ملتا خطرہ ایمان۔ واجب اور محال ہرگز زیر قدرت نہیں۔ اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو مفردات زاعب الاصفہانی، صفحہ ۳۰۔

طبع کراتشی، المائرة ج ۲ صفحہ ۲۲۹ طبع کراتشی عربی از امام
کمال الدین بن المحام، المائرة شرح المائرة ج ۲ صفحہ ۲۲۹،
مفاتيح الخيب بمعروف تفسير كبير ج ۳ صفحہ ۳۲، موقف شرح
مقاصد، كنز الفوائد (بحوالہ سبحان البوح صفحہ ۷) باب التاويل
في معاني التنزيل بمعروف خازن مع تفسير معالم التنزيل ج ۳ صفحہ
۲۲۶ مطبوعه مصر، تفسير الكشاف ج ۳ صفحہ ۷ مطبوعه بيروت، تفسير الصاوي
على جلالين ج ۳ صفحہ ۳ مطبوعه مصر وغيره میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔
خود ساختہ علامہ خالد محمود صاحب نے بھی لکھا ہے :-

”ہم نے یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظیر ہو کر
نہ ہو گی۔ ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے اور حضور
کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں ہے۔“

”یہ بھی ممکن نہیں“ یعنی اس کا امکان ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملے تو خود ساختہ علامہ جسے !
جب آپ نظیر مان رہے ہیں تو کیا ایک دوسرا خاتم النبیین نہیں مان
رہے؟ کیا آپ نے اس امکان کو تسلیم نہیں کر لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے بعد نبی ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں ہو سکتا تو آپ حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر (برابر کا) کیوں مانتے ہیں۔ جب
آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کے امکان کو تحت
قدرت کے حوالے سے تسلیم کر لیا تو آپ یہ کیوں لکھتے ہیں کہ ”حضور
کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں“؟

جب ایک چیز محال ہے تو وہ ”تحت قدرت“ کے ذریعے ممکن

کیسے ہو جائے گی۔ دوسرا خدا محال ہے تو کیا یہ بھی ”تحت قدرت“ کے ذریعے ممکن ہو جائے گا۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اطلاق محال پر بھی ہے؟

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر محال ہے تو آئمہ کرام کی تصریحات کے مطابق محال غیر مقدور ہے اور محال ہرگز زیر قدرت نہیں یا بقول امام احمد رضا بریلوی تحت قدرت نہیں۔ جب تحت قدرت نہیں تو ”قدرت خداوندی کو چیلنج“ دینے کا شرمناک الزام کیسا؟ دوسرے یہ کہ جب محال زیر قدرت ہے ہی نہیں تو پھر ڈاکٹر صاحب نے ”حضور کی نظیر محال ہے“ لکھ کر اس کے متضاد یہ کیوں لکھا:-

”مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے“۔

اپنے بندہ سجدہ واجب خود مان لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے تو محال کی طرف پہنچانے والا کوئی امر کس طرح ممکن ہو جائے گا وہ بھی تو محال ہی ہوگا۔

امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

”محال کی طرف پہنچانے والا امر (یعنی امکان وغیرہ) بھی

محال ہے۔“۔

مثلاً پھر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ دوسرا خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ محال ہے کہ دوسرا خدا ہو تو امام رازی علیہ الرحمۃ کی تصریح کے مطابق اب ہر وہ امکان جو کسی دوسرے

خدا تک پہنچائے، وہ بھی محال ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی نظر ہی محال ہے تو اس نظر تک پہنچانے والا کوئی امر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر محال ہے تو اب اُس نظر تک پہنچانے والا ہر امکان بھی محال ہے اور محال تحت قدرت نہیں۔ لہذا یہ قدرت خداوندی کو ہرگز چیلنج نہیں بلکہ ڈاکٹر صاحب کا کھلا افتراء ہے۔

ڈاکٹر صاحب! خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ جب آپ نے یہ کہا کہ ————— مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے ————— آپ نے قدرت خداوندی کی راہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو تسلیم کر لیا۔ ”خدا ایسا کر سکتا ہے“ اور ”نظر ہو سکتی ہے“، دونوں میں کوئی معنوی فرق نہیں۔ دونوں میں مکمل یکسانیت ہے اور دونوں کا مفہوم و مطلب ایک ہے۔ اگر نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثبات کیا جائے (گو کسی بھی بہانے سے) تو وہ نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہو گا یا بعد میں؟

اگر پہلے ہو تو محال ہے کہ نظر کا اطلاق ہی نہیں ہوتا، اگر بعد میں ہو تو ناٹنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) آپ اس قابل نہ تھے کہ دوسرے کی ضرورت کو مقدور رکھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول المخلوق ہیں تو گو یا نظر بھی اول المخلوق ہو گا، اگر نہ ہو تو نظر کسی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، آپ کی نظر بھی خاتم الانبیاء ہو گا تو خاتم کی شک کہاں جائے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین آخری دین ہے اور لیظہر علی الدین کلہ طے کے مصداق تمام ادیان پر غالب،

تو دوسرا مفروض یا مقدور کیا دین لائے گا۔ اگر اسی دین کا پیر ہو تو نظر نہیں، اگر نیا دین لایا تو یہ دین آخری دین نہ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ناسخ ادیان سابقہ ہے تو دوسرا مفروض اس دین کو (معاذ اللہ) ناسخ کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر شفاعت فرمانے والے، سب سے پہلے جنت میں جانے والے اور لوگوں کو اللہ کے دستِ اقدس میں ہوگا، تمام اُمت کو سمجھالے ہوئے ہوں گے تو دوسرا مفروض یا مقدور کیا کرے گا؟ یہ چند ایک مختصر اعتقادی مفہومات ہیں درہ ان کی فہمست طویل ہے۔ ان دلائل سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظر محال ہے اور محال مقدور نہیں ہوتا اور اس کی طرف پہنچانے والا ہر امر (قدرتِ خداوندی کا امکان وغیرہ) بھی محال ہوتا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ | عین ممکن ہے کوئی نیم مٹا کہہ ڈالے کہ ہم نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالفعل موجود نہیں مانتے اور نہ عقیدہ ہے کہ آئندہ یہ نظر کبھی بالفعل موجود ہو، جو آپ ایسے دلائل دینے بیٹھ گئے ہیں بلکہ ہم تو خود کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر محال ہے البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قدرت رکھتا ہے، وہ قادر ہے، عاجز نہیں وہ نظر پیدا کرتا نہیں لیکن کر سکتا ہے کیونکہ علیٰ کل شئی قدير ہے۔ (خالہ محمود صاحب نے یہی لکھا ہے)

الجواب :- دیکھ لیا! نظر کو محال بھی مانا اور علیٰ کل شئی قدير کے بہانے سے ممکن بھی مان لیا، محال تو ممکن کی ضد ہے۔ دونوں کا مجتمع ہونا کسی طرح ممکن نہیں۔ کیا کوئی ایسا محال ہے جو کسی طریقہ سے کسی وقت ممکن ہو جائے۔

دوسرے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ داستِ بادی تعالیٰ اور ذاتِ نبوی

علیہ التیمیۃ والثناء سے متعلق امکانی پیوند کاری قابل گرفت ہے مثلاً یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں کہ اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر نہ بنا سکے۔ تو گویا قدرت خداوندی کی راہ سے آپ امکانِ نظیر کے قائل ہو گئے۔ جب آپ نظیر کے قائل ہو گئے تو بدیہی بات ہے کہ نظیر میں وہ تمام صفات بھی موجود ہوں گی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہیں۔ پھر تو آپ نے نظیر کو بھی خاتم النبیین تسلیم کر لیا۔ گویا بالفعل کسی کو آپ نے نامزد نہیں کیا کہ فلاں نظیر ہے مگر یہ کہہ کر کہ ”اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے“ تسلیم تو کر لیا کہ خاتم النبیین دوسرا ہو سکتا ہے دل میں اس کا امکان تو مان لیا۔ جب ”ہو سکتا ہے“ کہہ کر آپ نے امکان مان لیا تو آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے ڈھکے چھپے نہیں صریح منکر ٹھہرے ”خاتم النبیین“ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسی طرح کوئی شریک نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت میں اُس کا کوئی شریک نہیں قدرتِ الہیہ کے بہانے دوسرے خاتم النبیین کے امکان کا عقیدہ ختم نبوت کا صریح انکار ہے، اور خصائصِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مکمل نفی کا بھرپور اظہار ہے۔ لہٰذا باللہ من شرور القضا۔

مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب جو کہتے ہیں کہ خدا ایک آن میں کروڑوں محمد پیدا کر ڈالے (گویا کروڑوں خاتم النبیین پیدا کر ڈالے) ایسے عقیدے سے توبہ کرنی چاہیے۔ قیامت میں قرآن کا بتایا ہوا عقیدہ کام آئے گا، ”تقویۃ الایمان“ کا بتایا ہوا نہیں۔ قارئین کو بتانا چلوں کہ ”امکان“ کا معنی ہے عدم اور وجود کا مساوی ہونا یعنی کسی چیز کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو تو امکانِ نظیر مصطفیٰ کے دیوبندی عقیدے کا مطلب یہ ہوا کہ نظیر موجود ہو تب بھی ایمان سلامت اور نہ ہو تب بھی۔ یا۔ کوئی دوسرا

خاتم النبیین ہو تو پھر بھی ایمان سلامت اور نہ ہو پھر بھی ایمان سلامت،
دوسرا خاتم النبیین ہونا، نہ ہونا ان کے لیے برابر ہے۔

کھلا تضاد :- ڈاکٹر صاحب ایک ہی عبارت میں ایک جگہ نظر
کو ممکن مانتے ہیں، پھر دوسری جگہ محال۔ پہلے کہتے ہیں :-

”صوبہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہوگا“
یہاں نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ممکن مان لیا۔ لیکن ایک ہی
صطر بعد اس کے برعکس کہتے ہیں :-

”ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے۔“

یہاں نظیر کو محال کہہ دیا۔ اب تو علامہ صاحب کا علم ہی یہ گروہ کھول
سکتا ہے کہ جو چیز ممکن تھی وہ محال کیسے ہو گئی؟ اور جو چیز محال ہو وہ پھر
ممکن کیسے ہو جائے گی؟ ممکن ہے کہ علامہ صاحب کہہ دیں کہ یہ اللہ تعالیٰ
کی قدرت میں داخل ہے۔ لیکن یہ بھی تو دیکھنا پڑے گا کہ محال قدرت کے
دائرے میں آتا بھی ہے یا نہیں۔ تو اس کے لیے آپ کو واپس اپنے گھر لیے
چلتے ہیں۔

معتبر و مستند دیوبندی عالم مولوی سرفراز گلکھڑوی صاحب لکھتے ہیں :-

”یہ ٹھیک ہے کہ قدرت کا تعلق ممکن سے ہے نہ کہ واجب اور
محال سے۔“

اب تو علامہ جی کا یہ حیلہ اور سوال بھی دم توڑ گیا کہ ”کیا اللہ تعالیٰ
اس پر قادر نہیں؟“ یا ”کیا اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کر سکتا؟“۔ جب ”کر سکنے“
اور ”قدرت“ کا تعلق ممکن سے ہے محال سے نہیں اور علامہ جی خود کہتے
ہیں کہ ”حضور کی نظیر محال ہے“ تو اب انہوں نے جو لکھا ہے کہ ”آپ جیسی

کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہو گا۔ ” یہ قطعی طور پر غلط اور اپنے ہی عقیدے کا کھلا تضاد ثابت ہو گیا۔ ممکن بالذات کا مطلب ہی یہ ہے کہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی دوسری مخلوق ہو سکتی ہے۔ جب ہو سکتی ہے تو محال کیسے ہو گئی؟ دیوبندیوں کے عقیدے کا یہ تضاد یہیں تک محدود نہیں بلکہ اس خانہ ہمہ آفتاب است۔ ان کے تمام عقائد ایسے ہی تضادات کا مجموعہ ہیں۔

اب امام احمد رضا کی صداقت ان دو علاموں سے ثابت ہو گئی کہ خالد محمود صاحب کہتے ہیں ”حضور کی نظر محال ہے“ اور جناب سرفراز گلکھڑوی صاحب فرماتے ہیں: ”قدرت کا تعلق ممکن سے ہے نہ کہ واجب اور محال سے“ نتیجہ یہ نکلا کہ جو چیز محال ہو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت نہیں۔ اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ الحزین نے بھی یہی فرمایا کہ ”تحت قدرت ہی نہیں“ لہذا ان پر الزام تراشی کرنا اپنے نامہ اعمال میں صیانت کا اضافہ کرنا ہے۔

در اصل بات یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے عجیب مشکل میں مبتلا ہیں۔ نانوتوی صاحب تخذیر الناس میں کروڑوں خاتم فرض کر کے فضیلت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور مولوی اسماعیل صاحب کروڑوں نظریں مان کر قدرت خداوندی کے قائل ہیں۔ لہذا ان لوگوں نے یہ دروازہ ضرور کھلا رکھنا ہے تاکہ مذہب نانوتوی و دہلوی پر کسی قسم کی کوئی ضرب نہ پڑنے پائے۔ ایک اور دلیل محال یعنی تحت قدرت نہ ہونے کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے:-

مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی آیت لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۖ رُفَا، سورۃ انبیاء آیت ۲۲ کے تحت لکھتے ہیں:-

لے ترجمہ: اگر ہوتے ان دونوں میں اور معبود صواب اللہ کے تو دونوں خراب ہو جاتے :-

”ضروری ہے کہ خدا کی ذات ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ عاجز ہو نہ مغلوب، نہ کسی دوسرے سے دے نہ کوئی اُس کے کام میں روک ٹوک کر سکے۔ اب اگر فرض کیجئے آسمان و زمین میں دو خدا ہوں تو دونوں اسی شان کے ہوں گے۔ اُس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی تخلیق اور علویات و سفلیات (کمال و زوال) کی تدبیر دونوں کے کئی اتفاق سے ہوتی ہے یا گاہ بگاہ باہم اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو ایک سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لیے دونوں نے مل کر انتظام کیا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل قدرت والا نہیں اور اگر تنہا ایک ہمارے عالم کا کامل طور پر سرانجام کر سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا۔ حالانکہ خدا کا وجود اسی لیے ماننا پڑا ہے کہ اُس کے ماننے بدو (ماننے بغیر) چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور اگر اختلاف کی صورت فرض کریں تو لامحالہ مقابلہ میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھے گا، وہ خدا نہ رہا اور یا دونوں بالکل مساوی و متوازی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اول تو (معاذ اللہ) خداؤں کی اس رسہ کشی میں سرے سے کوئی چیز موجود ہی نہ ہو سکے گی اور موجود چیز پرور آزائی ہونے لگی تو اس کش مکش میں ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گی۔ یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوتے تو آسمان و زمین کا یہ نظام کبھی کا درہم برہم ہو جاتا ورنہ ایک خدا کا بیکار یا ناقص و عاجز ہونا لازم آتا ہے جو خلاف مفروض ہے (یعنی خلاف واجب ہے یا دوسرا خدا فرض کرنا بھی صحیح نہیں۔)“

اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے۔

① دوسرا خدا ہونا محال بالذات ہے۔

② دوسرے خدا کا تصور باعثِ فساد ہے۔

③ دوسرا خدا مان لینے سے مع الصمدین رد و صمدوں کا ایک ساتھ

ہونا لازم ہوں گی۔

④ محال عقلی ہے۔

⑤ حتیٰ کہ دوسرا خدا فرض کرنا بھی باعثِ جرم ہے۔

جس طرح دوسرا خدا فرض بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے کئی اعتقادی

مفاسد لازم آتے ہیں اسی طرح نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

مفروض تک ماننا بھی باعثِ فسادِ اعتقادی ہے۔

یہاں میں ایک اور بات کرنا چاہوں گا کہ علمائے دیوبند کہتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے

پر قادر ہے۔ اگر وہ بعد میں پیدا کر سکتا ہے تو علمائے دیوبند کا یہ

عقیدہ بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہرِ دورِ حیات

میں بھی آپ جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ظاہر ہے بقول

علمائے دیوبند جو خدا بعد میں پیدا کر سکتا ہے وہ پہلے پیدا کرنے سے

کس طرح عاجز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے ظاہرِ زمانہ میں بھی دوسرا محمد ہو سکتا تھا اور یہ قدرتِ

خداوندی سے خارج نہیں۔ لہذا اب ایک ہی زمانہ میں دو قائم النبیین

کا ہونا قدرتِ خداوندی کے حوالے سے دیوبندی عقیدہ ٹھہرا۔ لیجئے

مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب کی عبارت کی طرز پر حضور سرورِ کائنات

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کی نظیر یہ گفتگو کریں تو عبارت

کچھ یوں ہوگی :-

ضروری ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک بنائی گئی ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ کسی مخلوق سے عاجز اور نہ مخلوق سے مغلوب، نہ کوئی اور اول الخلق ہو اور نہ کوئی خاتم النبیین۔ اب اگر فرض کیجئے کہ آسمان و زمین میں دو خاتم النبیین ہوں تو دونوں اسی شان کے ہوں گے۔ دونوں کا مرتبہ ایک جیسا ہوگا اور دونوں ایک ہی صفات کے حامل ہوں گے۔ اُس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی ہدایت و تبلیغ کا کام دونوں کے اتفاق سے چلتا ہے یا گاہ بگاہ اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اکیلے ایک خاتم النبیین سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لیے دونوں نے مل کر انتظام کیا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل ختم نبوت کی عظمتوں کا مالک نہیں (معاذ اللہ) یوں دونوں کی حیثیت ناقص ہو گئی (معاذ اللہ) اور اگر تنہا ایک سارے عالم کا ایک ہی خاتم النبیین یہ کام سہرا انجام دے سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا۔ حالانکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین اسی لیے مانا جا رہا ہے کہ اُس کے مانے بغیر چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور اگر اختلاف کی صورت فرض کریں تو لامحالہ مقابلہ میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھے گا وہ خاتم النبیین نہ رہا اور یہ دونوں بالکل مساوی متوازی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اول تو (معاذ اللہ) ان دونوں کے اس اختلاف سے ہدایت و تبلیغ کا کام سرے سے ہی ٹھپ ہو جائے گا اور اگر کچھ ہوگا بھی تو وہ بھی نامکمل اور ادھورا رہ جائے گا۔ یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان و زمین میں دو خاتم النبیین ہوتے تو ہدایت و تبلیغ کا

نظام درہم برہم ہو جاتا ورنہ ایک خاتم النبیین کا بیکار یا ناقص ہونا لازم آتا ہے جو خلاف مفروض ہے۔
یہاں بھی بعینہ وہی امور ثابت ہوئے کہ :-

① دوسرا خاتم النبیین ہونا محال بالذات ہے (جبکہ ڈاکٹر صاحب تحت قدرت کی راہ سے ممکن مانتے ہیں)

② دوسرے خاتم النبیین کا تصور باعث فساد ہے۔

③ دوسرا خاتم النبیین مان لینے مع الصدقین لازم ہوں گی۔

④ محال عقلی ہے۔

⑤ حتیٰ کہ دوسرا خاتم النبیین فرض کرنا بھی باعث جرم ہے۔

در اصل جب ہم کہتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے“ یا ”پیدا کرنے پر قادر ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شے جس کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے وہ ممکن ہے محال نہیں۔ اگر نظیر کے بارے میں کوئی یہ کہے گا کہ ”اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے“ تو معنی یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام صفات مقدسہ اور دیگر کمالات و محاسن اور خصائص فضائل کسی دوسرے شخص میں ممکن ہیں۔ اس صورت میں عقیدہ ختم نبوت کا انکار اور عقیدہ کذب الہی لازم آیا کہ ایک تو کسی دوسرے انسان کو خاتم النبیین ہونے کے امکان کو مانا اور دوسرے آیتہ کریمہ و

خاتم النبیین کو سچ نہ جانا۔ اور اگر کوئی علامہ ”یہ کہہ ڈالے کہ ہم دیوبندی نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو محال جانتے ہیں تو پھر آپ قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے۔ اس لیے کہ دوسرے لفظوں میں خدا ایسا نہیں کر سکتا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ آپ محال کو تحت قدرت ثابت کریں کہ محال قدرتِ خداوندی سے خارج نہیں، اور اگر بے بس ہیں اور واقعی بے بس ہیں تو پھر یہ اسلامی عقیدہ تسلیم کر

لیں کہ نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق قدرتِ الہیہ سے ہرگز نہیں۔ البتہ یہ بار بار کہنا کوئی اچھی بات نہیں کہ ”خدا ایسا نہیں کر سکتا“ یہ ذوقِ مسلم یہ گراں گزرتا ہے۔ یوں کہنا مناسب ہے کہ نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز ممکن نہیں اور قدرتِ خداوندی سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ بالفاظِ دیگر نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال ہے اور محال تحتِ قدرت نہیں۔ کیونکہ دیوبندی مذہب کے علامہ خالد محمود صاحب محال کو بھی تحتِ قدرت ہی سمجھتے ہیں اس لیے وہ کسی دوسرے خدا کے ہونے کے بھی قائل ہو گئے کہ وہ بھی محال سے ہے اور اگر نہیں تو پھر قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے۔ اس چیلنج کے بارے میں آپ فرماتے ہیں: ”قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنا اگر کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے؟“

بھائی ڈاکٹر صاحب! کون سی راہ اختیار کریں گے۔ نظیر کو محال مانا تو قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے، یہ بھی کفر۔ اور نظیر کو محال نہ مانا بلکہ ممکن مانا تو آپ ختمِ نبوت کے منکر اور کذبِ الہیہ کے قائل ٹھہرے اور یہ بھی کفر ہے۔

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را

بلائے صحبتِ لیلے و شرقتِ لیلے

نیا پلیٹر :- علامہ صاحب اس مقام پر ایک نیا پلیٹر اہل

سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ محال بالذات تو صرف خدا تعالیٰ کی نظر کو جانتے

ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو ممکن بالذات کہتے ہیں

اور ظاہر ہے ممکن پر قدرت ہے محال پر نہیں لہذا قدرتِ خداوندی

کو چیلنج نہ ہوا۔ اس نئے پلیٹر کا جواب ملاحظہ فرمائیے :-

پہلے علمائے اسلام کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال بالذات ہے جس میں کسی ایسے کی ضرورت نہیں۔ پھر تحت القدرت یا امکانی صورت سے تاویل بیگار ہے اس لیے کہ تحت القدرۃ بھی ایک امکانی امر ہے اور بقول امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ ”محال کی طرف پہنچانے والا امر بھی محال ہے۔“
 مولوی اسماعیل دہلوی نے جو لکھا ہے کہ ”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکیم کُن سے چاہے تو کروڑوں بنی و ولی، جن و فرشتے، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔“
 (تقویۃ الایمان)

مگر امام المفسرین علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-
 ”کُنْ فیکوْن میں کُن سے مراد ممکنات پر قدرت ہے۔“
 اور پھر اہل علم سے مخفی نہیں کہ خداوند قدّوس کی قدرت کاملہ کی تین اقسام ہیں اور انہیں کوئی لغین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مخالفین کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن لکھتے ہیں :-

”امر صویم قابل الحاظ یہ ہے کہ آئمہ نقل (محدثین و مفسرین و فقہاء و علماء عقل (متکلمین) کے نزدیک جملہ صفات باری کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ اے بہر حال صفات باری یا قدرت خداوندی کی اقسام ثلاثہ کی مختصر تشریح یوں ہے :-

- ① خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ میں نے فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ کیا ہے۔
- ② اپنے ارادے سے ہمیں مطلع نہیں فرمایا۔
- ③ ہمیں خبر دی کہ میں فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

ان اقسامِ ثلثہ کی تشریحات سے قبل یہ اصول یاد رکھیں کہ قدرتِ خداوندی، ارادہ خداوندی کا دوسرا نام ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے اقسامِ ثلثہ کی توجیحات :-

قدرت کی پہلی قسم | جس چیز کی ہمیں خبر دی کہ فلاں ارادہ رکھتا ہوگا

مَنْ يَشَاءُ۔ جس کو چاہے ہدایت سے نواز دے اور جس سے چاہے گمراہی کے ہیب اندھیروں میں پھینک دے، وہ اس پر کامل قدرت رکھتا ہے اور یہ امر ممکن ہے اور اس کی قدرت میں قیل و قال کرنے والا بے شک قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والا ہے۔ (آیت کریمہ منقولہ میں کلمہ "يَشَاءُ" مضارع کا صیغہ ہے مگر جب ذاتِ باری کی طرف مضاف ہوگا تو ازلی ابدی ارادہ پر مشتمل ہوگا کیونکہ خداوندِ قدوس زمان و مکان سے پاک ہے) چیزوں کا ارادہ تو فرما چکا مگر ہمیں ان کا علم نہیں اور اس بارے میں ہے کہ ان شاء اللہ

قدرت کی دوسری قسم

علیٰ کل شیء قدير۔ کے بے شک وہ تمام (ممکنات) پر قادر ہے۔ لفظ "کل" اور "قدير" پر تو بحث ہو چکی۔ اب لفظ شے کی طرف توجہ فرمائیے۔ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی کا حوالہ گزر چکا ہے۔ پھر ملاحظہ فرمائیں :-

"شے کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں لفظ کے لحاظ سے شے ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور ممتنع خارج ہیں۔ اس لیے اُس کو اپنی ذات پر قادر مان کر یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو یا اپنی نیست کر سکتا ہے، غلط خیال ہے۔ کس لیے، کہ وہ اور اس کی صفات واجب ہیں۔ ممکن نہیں۔ اور ممکن نہیں تو شے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں۔ اسی طرح محالات عقیلہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا پیدا

کر سکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں اس لیے کہ ان میں مقدر ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اُس کی قدرت میں کوئی قصور نہیں ہے؛ بلکہ نیز یہ کہ لفظ ”شی“ بھی مقید ہے۔ تفسیر جلالین میں ہے :-

(ان الله على كل شيء شاع) شاءه (قدیر)

یعنی ”شی“ کے معنی چاہنا، ارادہ کرنا۔ مطلب یہ ہوگا کہ اُس نے ازل سے جس کا ارادہ کیا، جس کو چاہا اس پر قدرت ہے۔ تو اب خواصا علامہ صاحب بتائیں کہ اللہ رب العزت نے (معاذ اللہ) دو مصطفیٰ یا کروڑوں مصطفیٰ اور خاتم النبیین ازل سے چاہے تھے یا ایک؟ اسی طرح عارف باللہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

”ان الشیء هو الموجود یعنی بے شک شے وہ ہے جو

موجود ہو۔“

معنا یقین بتائیں کیا نظیر مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء ازل سے موجود

تھی؟ جو اسے ”شے“ کے تقاضے پر پرکھا جاسکے۔ اور پھر یہی محقق علامہ صاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

”الارادة لا تعلق إلا بالممكن فكذا القدرة فخرجت

ذات الله وصفاته فلا تعلق بهما للقدرة یعنی ارادہ کا تعلق صرف ممکن سے ہے پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات اور اس کی صفات قدرت سے خارج ہیں، پس ان کا قدرت کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔“

معلوم ہوا کہ ممکنات پر قدرت کاملہ ہے، اور محالات پر ”قدرت

لہ تفسیر حقانی پارہ ۲۹ سورۃ الملک ص ۱۲۱ الماوی علی جلالین جلد اول صفحہ ۱۲
مطبوعہ مصر قدیم نسخہ ۱۲۱ ایضاً جلد اول صفحہ ۱۲

ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قدرت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جس سے
معاذ اللہ عجز کا شائبہ تک بھی ہو۔

امام المحققین القاضی ناصر الدین ابی سعید عبداللہ ابن عمر بن محمد الشیرازی
البیضاوی علیہ الرحمۃ لفظ شی کی تحقیق میں ارشاد فرماتے ہیں:-

”وای شی وجودہ وما شاء اللہ ووجودہ فہو
موجود فی الجملة وعلیہ قولہ تعالیٰ اِنَّ اللہَ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اللہ خالق کل شی فہما
علی عمومہما بلا مشوۃ والمعتزلۃ لما قالوا الشی
ما یصح ان یوجد وهو یعم الواجب الممکن او ما یصح
ان یعلم ویخبر عنہ ویعلم الممتنع ایضاً لہ
فہما التخصیص فی الموضعین بدلیل العقل۔

یعنی شی یہ ہے، جس کا وجود اللہ نے چاہا ہو اور اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا
کرنا چاہے وہ تین زمانوں میں کسی زمانہ میں موجود پائی جاتی ہے اس
لیے اللہ رب العزت فرماتا ہے ان اللہ علی کل شی قدیر۔ اللہ خالق
ہے کل شے کا۔ اور اسی معنی پر ”شی“ کا لفظ اپنے عموم پر رہتا ہے
(بخلاف) معتزلہ کے، انہوں نے شی کا معنی کیا جس کا ہونا صحیح ہو،
اور یہ واجب کو بھی شامل ہے یا انہوں نے اس کا معنی کیا جس کا جانا
صحیح ہو اور یہ ممتنع کو بھی شامل ہے۔ پس دونوں آیتوں میں معتزلہ
کو شی میں ممکن کے ساتھ تخصیص کرنا پڑی، لہ

اسی تفسیر بیضاوی کے محشی علامہ ابی الفضل القرشی الصدیقی
الخطیب المشہور بالکاذر و فی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ بالا تحقیق

کی تائید فرمائی۔ ان مذکورہ ٹھوس دلائل وحوالہ جات سے مسلک اہل سنت بریلوی کی مکمل تائید ہوتی ہے۔ امام المتکلمین ابو الفضل محمد بن محمد بن محمد بحروف بریلان الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

”والمعدوم ليس بشئ معدوم کوئی چیز نہیں“ ۱

یعنی غیر موجود ”شے“ نہیں۔ جو شے ہے وہ موجود ہے، معدوم نہیں۔ علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

”المعدوم ليس بشئ ان ارید بالشئ الثابت المتحقق

على ما ذهب اليه المتحققون من ان الشيء لصادق

الوجود والنبوت والعدم يرادف النفي فهذا حكم ضروري

لم ينازع فيه الا معتزلة۔ یعنی معدوم کوئی چیز نہیں

اگر شے سے ثابت و متحقق کا ارادہ کیا جائے جیسا کہ محققین کا مذہب

ہے۔ شیعہ (یعنی نفی شے) وجود و نبوت و ملازم ہے اور عدم

نفی کے مترادف یہ حکم بدیہی ضروری ہے بلکہ حکم اولیٰ اس میں کسی

کونزاع نہیں سوائے معتزلہ کے“ ۲

مسلک مذکورہ بالا بقول علامہ تفتازانی محققین کا ہے۔ جماعت

محققین یعنی اشاعرہ، ماتریدیہ، حنابلہ اور حکما کا یہی مسلک منقولہ ہے

حتیٰ کہ معتزلہ میں ابو الحسین بصری، ابو الہندیل علاف اور کبھی کا

بھی یہی مسلک ہے۔ ان کے علاوہ بقیہ معتزلہ اس مسلک مبارکہ سے

اگ ہیں اور علمائے دیوبند نے بھی انہیں معتزلہ کا مسلک اپنایا ہے

جو جماعت محققین سے اگ ہیں۔

قاصی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ، جنہیں دیوبندیوں کے معتبر مولوی

سرفراز گلکھڑوی نے ”تنقیدِ متین“ اور ”تبریدِ النواظر“ میں بہت سی اہم باتیں مانا ہے، تحریر فرماتے ہیں :-

”یعنی شئی بمعنی مشی (ہے) مشی سے مراد وہ چیز جس کا وجود مطلوب ہو۔ اس استعمال کے موافق لفظ شئی ممکن ہی کو شامل ہوگا، ثابت ہوا کہ جو شے ہے وہ ممکن ہے۔ اور کلی شئی قدیر سے تمام ممکنات پر قدرت کا ہونا ہے۔

امام رابع اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لفظ شے کی تحقیق میں فرماتے ہیں:-
”المشيئة في الاصل ايجاد الشئ واصل صابته وان كان قد يستعمل في التعارف موضع الارادة فالمشيئة من الله تعالى هي الايجاد ومن الناس هي الاصل صابته قال والمشية من الله تقتضي وجود الشئ ولذلك ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن۔

ترجمہ: مشیت کے اصل معنی کسی چیز کی ایجاد یا کسی چیز کو پالنے کے ہیں۔ اگرچہ عرف میں مشیت ارادہ کی جگہ استعمال ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی مشیت کے معنی اشیاء کو موجود کرنے کے ہیں اور لوگوں کی مشیت کے معنی کسی چیز کو پالنے کے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو چاہنا چونکہ اس کے وجود کو مقتضی ہوتا ہے اسی بنا پر کہا جاتا ہے جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔“

نوٹ :- یہ حوالہ ”مفردات“ سے لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے

۱۔ تفسیر مظہری جلد اول صفحہ ۵۰۵ مفردات صفحہ ۳۷۷ طبع کراچی۔

نوٹ :- مولوی سرفراز گلکھڑوی نے ”تنقیدِ متین“ صفحہ ۶۰ پر

شرح العقائد کو مستند کتاب شمار کیا ہے اور صفحہ ۱۶۳ پر علامہ تھانوی کو اہم عقائد لکھا ہے۔

متعلق مفتی محمد شفیع دیوبندی مصنف معارف القرآن لکھتے ہیں :-
 ”یہ کتاب امام راعب اصفہانی رحمۃ اللہ کی وہ عجیب تصنیف ہے
 کہ اپنی نظر نہیں رکھتی، خاص کر قرآن کے لغات کو نہایت عجیب انداز سے
 بیان فرمایا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں فرمایا ہے کہ لغات
 قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی۔“
 اس میں جو امام راعب نے فرمایا ہے کہ ”جو نہ چاہے نہیں ہوتا“ تو اللہ
 تعالیٰ نے ازل سے صرف ایک ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 چاہا جس کا ثبوت آیت کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ
 مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ
 ہے، دوسرا چاہا ہی نہیں۔ جب دوسرا نہیں چاہا تو اب نظر کا امکان بھی
 باقی نہ رہا (چاہے یہ امکان قدرت خداوندی کی راہ سے کیوں نہ ہو)۔
 اس لیے کہ مشیت اور ارادہ، قدرت ہی کا دوسرا نام ہے اور جو چیز چاہی نہیں
 گئی، اُس کا تعلق بھی قدرت سے نہ رہا۔ لہذا نظر کو ممکن بالذات ماننے والا
 ختم نبوت کا منکر اور کذب الہیہ کا قائل ٹھہرا۔
إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کی تفسیر مستند
 مفسرین قرآن کے حوالوں سے آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ثابت ہوا کہ اس آیت
 کریمہ سے یہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 بھی اس کی تفسیر یہی فرمائی جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
 سے ہوتے ہوئے امت کے معتبر افراد اور مستند ہستیوں کی وساطت
 سے آج ہم تک پہنچی۔ اس کے علاوہ جو تفسیر ہوگی وہ اپنی رائے
 سے ہوگی۔

دورِ حاضر کے مقتصد معتبر دیوبندی مولوی محمد سرفراز خان گکھڑوی
 لکھتے ہیں: —

”ترجمہ و تفسیر وہی معتبر ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اور آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مستند مفسرین کرام نے اس کو
 بیان کیا ہے۔“

کاش کہ خود ساختہ علامہ خالد محمود صاحب دیوبندی اب اللہ
 علیٰ صلہ شئیٰ قدیر نقل کرنے کے بعد اپنے گرو (گکھڑوی)
 کے اصول پر قائم رہ کر چند عباراتِ مفسرین کرام ہی نقل فرما دیتے،
 مگر وہ جانتے تھے کہ اگر یہ غلطی کی تو اپنے مذہب دیوبند کا بیڑہ غرق
 ہو جائے گا۔

اب علامہ ڈاکٹر صاحب ہی بتائیں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کی نظیر (معاذ اللہ) تین زمانوں میں سے ماضی اور حال میں کہیں پائی
 گئی ہے۔ یا وہ آئندہ تقویۃ الایمان اور تحذیر الناس کی برکتوں سے مالا مال
 ہو کر کسی نئے قادیانی کے انتظار میں ہیں۔ کل ”تحذیر الناس“ کے
 بل بوتے پر اور اس کی کفریہ عبارات کو بنیاد بنا کر مرزا غلام احمد قادیانی
 نے دعویٰ نبوت کیسے مارا، آج اگر آپ کی کتاب ”مطالعہ بریلویت“
 پڑھ کر کوئی نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ کرے تو آپ
 کے پاس پھر کون سے ایسے مانع دلائل موجود ہیں جو اس کی راہ روک
 سکیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہی کہہ سکیں گے کہ ”حضور کی نظیر بحال
 ہے“ مگر وہ شاطر آدمی جو اباً اگر یہ کہہ دے کہ اے دیوبندیو! کیا اللہ
 تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ مجھے نظیر مصطفیٰ بنا دے؟ (معاذ اللہ) بتائیے

آپ اُسے کیا جواب دیں گے؟ پھر بھی یہی کہیں گے کہ خدا نظر بنانے پر قادر ہے مگر بنائے گا نہیں۔ وہ پوچھ بیٹھے خدا کے ارادوں کا تمہیں کیسے پتہ چل گیا؟ وہ خالق و قادر ہے، علیٰ کل شئیٰ قدیر ہے، کیا تم خدا سے بھی بڑھ گئے ہو جو اس کے ارادوں کو بھی جان لیتا ہے، کیا تم خدا سے بھی علم میں بڑھ گئے ہو؟ اور کہے کہ اے دیوبندیو! تم نے خود جو لکھا ہے کہ قادر خدا ہے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ جب کر سکتا ہے تو بس ٹھیک ہے، اُس نے ایسا کر دیا ہے، کیا اب تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بھی انکار کرنے لگ گئے ہو؟

اس کی راہ روکنے کے لیے یہ بھی راضی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو محال بالذات مانا جائے۔ اور علمائے اسلام کی عبارات سے بتایا جائے کہ بے شک اللہ تعالیٰ علیٰ کل شئیٰ قدیر ہے مگر نظر کا تعلق قدرتِ خداوندی سے ہرگز نہیں۔ جب تک علمائے اہل سنت کی تصریحات کے مطابق محال بالذات والا عقیدہ نہ اپنایا جائے گا کوئی دیوبندی کسی کا ذب مدعی نظر مصطفیٰ کی راہ نہیں روک سکتا بلکہ ان حالات میں یہ طبقہ اس کا مدد و معاون ثابت ہوگا۔

بہر حال یہ ڈاکٹر صاحب سے پوچھ رہا تھا کیا کسی زمانہ میں نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پائی گئی ہے یا آئندہ پائی جائے گی؟ اور کیا خدا تعالیٰ نے کہیں نظر مصطفیٰ علیہ التَّحِیۃُ وَالسَّلَامُ کی شہر دی ہے؟ اور شئیٰ تو موجود کو کہتے ہیں، کیا نظر موجود ہے؟ کیا اللہ رب العزت نے آپ کی نظر چاہی ہے؟ شرح العقائد کے حوالے سے گزرا کہ شئیٰ کو وجود اور ثبوت لازم ہے، کیا نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ثبوت علمائے دیوبند پیش کر سکتے ہیں؟

امام ہمدانی کے حوالے سے گزرا شئیٰ موجود کو کہتے ہیں کیا نظر موجود ہے یا ہوگی؟ مفرداتِ راعب کے حوالے سے گزرا مشیتِ خداوندی یہ ہے کہ

شئی موجود ہو یا اس کے معنی موجود کرنے کے ہیں کیا خدا تعالیٰ نے کسی وقت نظیر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موجود کیا ہے یا آئندہ کرے گا؟
 ”مفرداتِ راعب“ جس کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع دیوبندی بے حد رطب اللسان ہیں، اُس میں یہ ہے کہ مشیت یہ ہے کہ شے موجود ہو یا اس کے معنی موجود کرنے کے ہیں۔ تو ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا
 ”جو چیزیں اسی کی مشیت میں ہوئیں ان پر بھی اور جو چیزیں مشیت میں مقدر نہ ہوئیں ان پر بھی وہ قادر ہے۔“ لے

کا مطلب یہ ہوگا کہ نظیر کا تعلق قدرتِ الہیہ سے ہے، چاہے یا نہ چاہے، جب قدرت سے تعلق ہوا تو نظیر محال نہ رہی، محال نہ رہی تو ممکن ہوئی۔ اور ممکن کا تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں پایا جانا ضروری ہوا۔ بتائیے وہ زمانہ کون سا ہوگا؟

اس قدر ٹھوس حوالہ جات کے باوجود نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتبِ قدرت کہہ کر قدرت سے تعلق پیدا کرنا یعنی عقیدہ امکانِ نظیر رکھنا کھلی بداعتقادی نہیں تو اور کیا ہے۔ ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر کی تفسیر اپنی رائے سے نہیں تو اور کیا ہے۔ الفرض عباراتِ اہل سنت سے جو کچھ بیان ہوا اس کا حاصل یہ ہے کہ شئی، جس کو اللہ رب العزت کی قدرت میں داخل کریں گے وہ فی الحقیقت موجود ہوگی یا موجود کی جائے گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر چونکہ کسی زمانے میں بھی ممکن نہیں لہذا یہ قدرتِ خداوندی سے خارج ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ممکنات پر ہے اب جو یہ خود ساختہ علامہ صاحب امکانِ نظیر پیدا کر رہے ہیں یہ

کہہ کر کہ ”سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہو گا۔“ آیت کریمہ و خاتم النبیین کی معنوی تحریف کا واضح ثبوت ہے۔ یہ بیان تھا قدرت کی دوسری قسم کا۔ اب قدرت کی تیسری قسم کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

قدرت کی تیسری قسم | جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے خبر دی کہ میں فلاں چیز کو بنانے کا

ارادہ نہیں رکھتا۔ تو اب اس کے خلاف ہرگز نہ ہو گا۔ اور اسی چیز میں ہی دراصل امتناع النظیر ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط

نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ (ترجمہ مفتی محمد شفیع دیوبندی)

یعنی اللہ رب العزت کی قدرت، مشیت و ارادہ تو یہی تھا جو اُس نے ظاہر فرمادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا آپ ہی خاتم الانبیاء ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا :-

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ إِلَيْهِ
آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس کے لیے آسمانوں اور زمین کا ملک ہے (ترجمہ

مفتی محمد شفیع دیوبندی

نیز ارشادِ گرامی ہے :-

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا
وَنَذِيرًا۔ اے ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں
کی طرف بشار اور نذیر بنا کر۔

اس مذکورہ آیتِ کریمہ کی شرح میں مفتی محمد شفیع صاحب
دیوبندی لکھتے ہیں :-

”ان دونوں آیتوں اور ان کی امثال اور چند آیتوں میں بھی
صاف اعلان فرمادیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے
تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان انسانوں
سے صرف وہ انسان مراد ہیں جو آپ کے زمانہٴ مبارک میں تھے یا اُنہ
آئے والی نسلیں بھی اُن میں شامل ہیں۔ پہلی صورت میں تو یہ لازم
آتا ہے کہ صرف صحابہ ہی کے رسول ہیں، اور بس اور آپ کے
رسالت و نبوت صرف صحابہ میں ختم ہو گئی، اور یہ ایک ایسا
گستاخانہ کلمہ ہے کہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتا،“ لہٰذا
نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ہ ہم نے آپ
کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر تمام عالم والوں کے لیے،“ دترجمہ
مفتی محمد شفیع دیوبندی

”عالمین“ کے بارے میں یہی مفتی صاحب رقمطراز ہیں :-

لے سورۃ سبا پارہ ۲۲ آیت ۲۸ -

۲۷ ختم نبوت حصہ اول صفحہ ۷۷، ۷۸، ۷۹ ادارۃ المعارف کراچی :

”جس طرح کہ باتفاق دنیا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

میں عالمین سے تمام عالم بلا کسی تخصیص کے مراد ہیں اسی طرح اس جگہ بھی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔“

جناب علامہ صاحب اپنے مفتی صاحب کی عجاوہات پڑھ کر بتائے کہ جب ارادہ و مشیت خداوندی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ آپ جیسے کسی اور کی ضرورت نہیں تو پھر نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قدرت کی پیوند کاری تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ گویا آپ سو فیصد اس پر یقین نہیں رکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں، اور تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں بلکہ شانوں سے فی صد یقین رکھ کر ایک فی صد اس کا بھی امکان مانتے ہیں کہ کوئی دوسرا بھی خاتم النبیین ہو سکتا ہے، کوئی دوسرا بھی تمام انسانوں کے لیے رسول ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا بھی تمام عالمین کے لیے رحمت ہو سکتا ہے۔

خوب یاد رکھیے اور خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ ”اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ دوسرا خاتم النبیین ہو سکتا ہے، کوئی دوسرا بھی تمام انسانوں کے لیے رسول ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا بھی تمام عالمین کے لیے رحمت ہو سکتا ہے۔ آپ حضرات دیوبند ایک امکانِ نظیر کو تسلیم کر کے برضا و رغبت یہ سب مفاہد تسلیم کیے بیٹھے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ! ایسے بڑے عقیدے سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

اصول :- ① ایک ہے خدا کی قدرت۔

(۲) اور ایک ہے خدا تعالیٰ کا قانون ۔

قدرت یہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمادیا اور
مبعوث فرمادیا۔ قانون یہ ہے کہ آپ جیسا اور کوئی نہ ہو۔
رد لائل گزر چکے ہیں، اب اگر نظریہ قدرت مانی جائے تو خلاف قانون
ہوگا اور قانون خداوندی میں یعنی وعدہ خداوندی میں خلف لازم آئے
گا۔ اور اگر خلف لازم آئے تو کیا ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے :-

دیوبندیوں کے قطب الارشاد، قطب الاقطاب و قطب العالم مولوی
رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں :-

”بداء وعدے میں نہیں ہو سکتا کہ مختلف وعدہ اور کذب حق تعالیٰ
ثابت ہوتا ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ“
بداء اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ بداء ہے کیا۔ اس کے متعلق قاضی مظہر
حمین دیوبندی آف چکوال کے والد مکرم حضرت مولانا محمد کرم الدین
صاحب دبیر جنہوں نے ”الصّوّارم الہندیہ“ کتاب میں چند عبارات
دیوبندیہ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے (فرماتے ہیں :-

”وہی یہ بات کہ بداء کیا چیز ہے۔ سو اس کے متعلق کتب لغت
کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کتب لغت میں لکھا ہے بَدَاءُ الْمَرْءِ
اَحْبَ ظَهْرَ لَهٗ مَا لَمْ يُظْهِرْ (فلان شخص کو بداء ہوا
یعنی وہ چیز معلوم ہوئی جو پہلے معلوم نہ تھی)“ ۲

وعدہ خداوندی، قانون خداوندی ہے، جب اُس نے قرآن کریم
میں صاف صاف فرمادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی خاتم النبیین
ہیں اور آپ ہی تمام عالمین کے رسول اور رحمت ہیں۔ اس منصب کا

کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تو اب یہ کہنا ”سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی
اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہوگا“ یعنی دوسرا خاتم النبیین ہو سکتا
ہے یا بالفاظ دیگر امکانِ نظر کو تسلیم کر لینا درحقیقت تخلف وعدہ اللہ
اور کذب حق تعالیٰ کو ثابت کرنا ہے اور عقیدہ بدع کا قائل ہو کر
قرآنی آیتوں کو صاف جھٹلانا ہے۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر محال ہے
اور محال کا قدرتِ خداوندی سے کوئی تعلق نہیں البتہ ممکن
اہل سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ تمام مخلوق سے جس کو چاہتا
خاتم النبیین بنا دیتا۔ وہ اس بات پر قادر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ارشاد
فرمادیا کہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا
ہے کہ اس نے منصبِ نبوت پہ کس کو فائز کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ
نے اپنے ارادہ و مشیت و علم کے مطابق اس منصبِ ختمِ نبوت کا
تاج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمادیا۔ تو یہ قانون
مکمل ہو گیا۔ اب اس کے خلاف دراصل اپنے قانون کے خلاف ہے
اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ نظر کا وقوع مانا جائے یا کسی بھی امر سے
نظر کا امکان مانا جائے، دونوں باتیں ایک ہی زمرے میں آئیں گی۔
یعنی نظر کی مکمل نفی نہیں کی گئی بلکہ قدرتِ خداوندی کے تحت اُص
کا ہونا بھی مان لیا گیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین
بنا چکا اور خاتم النبیین بنانے کا ارادہ ازل سے فرما چکا کہ خاتم الانبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام سیدنا محمد مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
بن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہوں اب اگر مولوی اسماعیل دہلوی
اور اس کے ماننے والوں کے مطابق (معاذ اللہ) کروڑوں محمد (یعنی
خاتم النبیین) بنانے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت مافی جلتے تو ماننا پڑے گا کہ

(معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ ازل سے ہی دو مختلف ارادے رکھتا تھا کہ کروڑوں خاتم النبیین ایک دوسرے کا مقابلہ کر سکیں اور ایک دوسرے کی شریعت کو منسوخ کریں وغیرہ وغیرہ۔ دیوبندی کہتے ہیں وہ قادراً ہے، ایسا کر سکتا ہے، ”کر سکتا ہے“ کا مطلب ہی یہی ہے کہ یہ اس کے ارادے میں تھا، یا اُس نے چاہا۔ تو کیا نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے ارادے میں تھا یا نظیر کو اُس نے چاہا؟ اسی لیے ہم اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال بالذات ہے جبکہ علامہ ڈاکٹر صاحب اس کو ممکن بتاتے ہیں گویا امکانِ نظیر کے قائل ہیں۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند ایک ہندو کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-
 ”محال اگر بوسیلہ قدرت ظہور میں نہیں آتا تو قدرتِ خداوندی کا اور اُس کی قادریت کا قصور نہیں ہوتا، محال میں مفقودیت نہیں ہوتی۔“

آسان مطلب یہ ہے کہ جو چیز محال ہے وہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھی وجود میں نہیں آتی تو اس میں اللہ تعالیٰ کی قادریت کا کوئی قصور نہیں۔

نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ محال کا وجود و ظہور میں نہ آنا قدرتِ خداوندی کو کم نہیں کرتا۔ جب ڈاکٹر خالد محمود صاحب خود بھی اسے محال مانتے ہیں یعنی کہتے ہیں :-
 ”ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے۔“

تو پھر بقول نانوتوی صاحب یہ محال ٹھہرے میں نہ آئے تو اس میں
 قدرتِ خداوندی کا کیا قصور یا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
 لکھیں کہ ”تحت قدرت ہی نہیں“ تو بتائیے ڈاکٹر صاحب! قدرتِ
 خداوندی کو چیلنج کیسا؟ ڈاکٹر صاحب جیسے پچاس علاقے اور بھی بیٹھ جائیں
 تو قیامت تک انشاء اللہ العزیز اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ امام احمد
 رضا بریلوی پہ آپ کا الزام آپ لوگوں کے شدید تعصب اور جہالت
 و ضلالت کے باعث کھلا اقرار ثابت ہوا۔

بانی دارالعلوم دیوبند نانوتوی صاحب کی مزید سنیے :-
 ”سو پنڈت جی کے اس اعتراض سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو
 ہنوز اس فرق کی خبر نہیں۔ موتِ خداوندی معذور نہیں کیونکہ محال ہے
 مگر اس سے خدا کی قادیانہ میں کیا فرق اور نقصان آگیا اور جو اس کو
 قادرِ مطلق نہیں کہتے“۔

مذہبِ دیوبندیہ کے قاسم العلوم والیخیرات اور حجۃ الاسلام
 والمسلمین کے منقولہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب
 مذکورہ امور کو تحت القدرۃ تسلیم نہیں کرتے نیز اس کی توضیح یہ کہتے
 ہیں کہ ان پر قدرت کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ نظیر
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال ہے اور محال پر قدرت کا اطلاق
 و تعلق نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے جب اس پر قدرت کا اطلاق و تعلق
 ہی نہیں تو پھر ”قدرتِ خداوندی کو چیلنج“ کے آواز لے کھڑا کریں
 جہالت ہے۔

نوٹ :- جس طرح ڈاکٹر خالد محمود صاحب نظیر کو محال بھی

مانتے ہیں در ممکن بھی۔ اسی طرح یہ تضاد ان کے ہر مولوی کی عبارتوں میں ملے گا۔ خود نافوتوی صاحب نے یہاں محال لکھا اور تحذیر الناس میں بے شمار خاتم النبیین تسلیم کر ڈالے اور لکھا کہ: ”اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی سے کچھ مرقی نہ آئے گا“

ان تضادات سے ان کی کتب بھری پڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ

کھے۔

سلف صالحین پر الزام تراشی | ڈاکٹر صاحب چونکہ ابن عبد البر

حسین احمد طائفوی مصنف ”شہاب ثاقب“ سلف صالحین کی شان میں گستاخان کیا کرتا تھا اس لیے ڈاکٹر صاحب بھی سنت نجدی کے ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہیں رکھتے۔ لکھتے ہیں:-

”کوئی چیز جو مستنح بالذات نہیں، اس کی قدرت سے خارج نہیں۔ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ممکن بالذات۔ صویہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا مستنح بالذات نہیں ورنہ حضور کا دائرہ امکان میں آنا کسی طرح سمجھ میں نہ آسکے گا“۔

ڈاکٹر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مخلوق ہیں اور موجود ہیں تو آپ جیسی کوئی اور مخلوق کس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ایک بنا سکتا ہے تو دوسرا کیوں نہیں بنا سکتا۔

(۱) جواب کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی ابتدائی مخطوطہ گزشتہ

بغور پڑھ لیجئے۔ مجتہد اعرصن ہے کہ یہ تصور ہی غلط ہے کہ جب ایک شے ممکن ہے تو اس کی نظر کس لیے محال ہے اور وہ کیونکر ممکن نہ ہو گی۔ ممکن جب ناقابل تقسیم مقام پر قائم ہو تو اس جگہ دوسرا قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ وقوعاً نہ امکاناً۔ مثلاً ایک خاتم النبیین کا ہونا ممکن تھا۔ اب اس ممکن میں کیا کوئی دوسرا شریک ہو سکتا ہے؟ اگر علامہ صاحب کہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے، کرتا نہیں تو کر سکتا ہے سے مطلب یہ ہو گا کہ وہ اسے ہی وعدے کے خلاف کر سکتا ہے اور اس کا اِتِّ اللہ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد اور لَا تَبْدِیلَ لِّکَلِمَاتِ اللہ کہنا غلط ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کیونکہ دوسرے خاتم النبیین کا امکان پہلے سے موجود واقع خاتم النبیین کو جسٹلنے کے مترادف ہے اور ایسا عقیدہ کفر ب الہیہ کو مستلزم ہے۔ بات یہاں بھی قدرت اور قانون کی ہے۔ قدرت یہی تھی کہ آپ کو پیدا اور مبعوث فرما دیا۔ قانون یہ بنا دیا کہ آپ جیسا دوسرا کوئی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اب اس کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا، دوسرے لغتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے، ممکن کہنا قانون خداوندی کا انکار کرنا ہے۔ جب قانون بن گیا کہ آپ جیسی کوئی دوسری مخلوق نہ ہو تو پھر آپ جیسی دوسری مخلوق یعنی نظیر کے امکان کو تسلیم کرنا آیات کریمہ سے کھلم کھلا بغاوت ہے۔

★ یاد رکھیے! کہ اگر ممکن ہے تو پھر ممکن کا کسی نہ کسی زمانے میں پایا جانا ضروری ہے یا پھر کسی ایسی ممکن شے کی نشاندہی کیجئے جو ممکن بھی ہو اور کسی زمانہ میں پائی بھی نہ جلتے گی۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۚ

(ب) ڈاکٹر صاحب اپنے حلقہ میں نہ صرف علامہ بلکہ مؤرخ و متکلم اور مناظر بھی مانے جاتے ہیں۔ اس عبارت میں ڈاکٹر صاحب نے تسلیم فرمایا کہ محقق بالذات تحت القدرۃ نہیں ہوتا اور جملہ اہل سنت و جماعت یعنی تمام مفسرین کرام و غیرہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو محال بالذات مانتے ہیں جو کہ تحت قدر نہیں تو قدرت خداوندی کو چیلنج کیا؟

(ج) ڈاکٹر صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر محتج بالذات مانتے ہیں اور اسی پر انہوں نے بحث بھی کی ہے کہ محتج بالذات دائرہ امکان سے باہر ہے۔ لہذا حضور کو جب تک ممکن بالذات نہ مانا جائے اُن پر مخلوق کا اطلاق نہیں ہوگا۔

لا محالہ ان کے خود ساختہ اصول و قواعد بھی اسی جانب ہوں گے کہ جو چیز دائرہ امکان میں نہیں وہ دائرہ وجوب میں ہوگی۔ اب سلف صالحین پر الزام تراشی یہ ہوتی کہ تمام مفسرین کرام اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو محتج بالذات مانتے ہیں جیسا کہ سابقہ صورت میں ٹھوس دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے تو علامہ صاحب کے ان فرضی اصول و قواعد کے مطابق لازم آئے گا کہ یہ سلف صالحین (معاذ اللہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واجب الوجود مانتے ہیں۔ نفوذ باللہ من ضرور النفسنا۔

ختم نبوت کا انکار | ممکن ہے ڈاکٹر صاحب کہہ دیں کہ ہم حضور کی نظر کو جو محال کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وقوع محال ہے امکان محال نہیں۔ جاہا گذارش ہے کہ اس طرح بھی ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے ڈاکٹر صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔
”یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظر ہرگز نہ ہوگی،

ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے اور حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں۔ مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے، اس کی قدرت کو کھٹا چیلنج دینا ہے، نہ کرنے اور نہ کر سکے میں بڑا فرق ہے۔ ۱۰

میں آپ کو بہت خوبصورت نکتے پہ پہنچانا چاہتا ہوں، شاید اچھی طرح نہ سمجھا سکوں، خود سمجھنے کی کوشش فرمائیے گا۔ ڈاکٹر صاحب اگر نظیر کے وقوع کو محال جانتے ہیں امکان کو نہیں تو صد مبارک باد ہو کہ ڈاکٹر صاحب اس عبارت میں نظیر مصطفیٰ کے امکان کو بھی محال مان چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے :-
”حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں۔“

یعنی یہ امکان محال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی ہو۔ جب کسی دوسرے کا نبی ہونا اب محال ہے تو نظیر بھی تو نبی ہی ہوگا۔ نبی نہ ہوا تو نظیر کیا۔ لہذا نظیر کا امکان بھی باقی نہ رہا۔ نظیر میں نبوت کا پایا جانا یقینی امر ہے اور جب آپ کے بعد نبوت کا امکان بھی محال ہے تو بدیہی بات ہے کہ نظیر کا امکان بھی محال ہے۔ سو جناب علامہ صاحب نے یہاں نظیر مصطفیٰ کے وقوع ہی کو نہیں بلکہ امکان کو بھی محال مان لیا۔ جب دونوں طرح سے محال مان لیا اور مکمل محال مان لیا تو اب اس کا تعلق قدرت الہیہ سے بھی نہ رہا۔ اور ان کا امام احمد رضا پر یہ الزام افرا ہوا کہ انہوں نے قدرت خداوندی کو چیلنج کیا ہے۔ امام احمد رضا کا یہ کہنا کہ ”تحت قدرت ہی نہیں“ کا معنی اسی یہ ہے کہ اس کا قدرت الہیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی مطلب ”نہ کر سکے“ کا سمجھ لیجئے۔ گویا کہنا نہیں

چاہیے کہ وجدان پہ گراں گزرتا ہے یعنی یوں نہ کہا جائے کہ ”اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کر سکتا“ بلکہ اس طرح کہنا زیادہ مناسب ہے کہ اس کا تعلق قدرتِ خداوندی سے نہیں یا تحتِ قدرت نہیں یہ

اب ڈاکٹر صاحب ایک طرف کہتے ہیں :- ”حضور کی نظر محال ہے“
دوسری جانب کہتے ہیں :- ”مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے“

تو انہوں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت کا اطلاق محالات پر بھی ہوتا ہے (جبکہ جماعتِ محققین اس کے خلاف ہے) ڈاکٹر صاحب کے اس عقیدہ سے ختمِ نبوت کے انکار کے علاوہ یہ فساد بھی لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کا دوسرے خدا کو پیدا کرنا بھی اُھس کی قدرت کے تحت ہے، قدرت سے خارج نہیں۔ یعنی نظیرِ خدا بھی ممکن ہے کیونکہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کو محال مانتے ہیں اور محال مان کر تحتِ قدرت بھی مانتے ہیں تو نظیرِ خدا بھی محال و متمنع ہے اور ڈاکٹر صاحب کے قاعدے کے مطابق اس محال پر بھی کہا جائے گا :- ”مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے اُس کی قدرت کو کھٹا چلیں گے“ (۲۶۵) اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک محال کو تحتِ قدرت مانا جائے اور دوسرے محال کو قدرت سے خارج کر دیا جائے۔ تو اس طرح نظیرِ خدا پر بھی اللہ تعالیٰ کو قادر ماننا پڑے گا۔ (معاذ اللہ)

ختمِ نبوت کا انکاریوں ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ممکن ہے تو پھر یہ ارادہ خداوندی ہوا جس کا تفسیرِ مبناوی

لے ممکن ہے کوئی اجہل یہ کہہ دے کہ ایسا عقیدہ ہی کیوں رکھا (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

کے مطابق کسی نہ کسی زملے میں پایا جانا ضروری ہے اور ارادہ کا تعلق ممکن سے ہے جیسا کہ علامہ صاوی کی عبارت گزر چکی ہے اور مشیت خداوندی کے معنی امام راعب کے مطابق اشیاء کو موجود کرنے کے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ قدرت خداوندی، ارادہ خداوندی ہے اس کا تعلق ممکنات سے ہے۔ جب ڈاکٹر صاحب کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے تو ثابت ہوا کہ اس ذریعہ و وسیلہ سے آپ کی نظر ممکن ہے۔ جب نظر ممکن ہے تو یہ بات محتاج دلیل ہی نہ رہی کہ دوسرا خاتم النبیین ممکن ہے (ورنہ نظر نہیں) جب دوسرا خاتم النبیین مان لیا (تحت قدرت ماننا دوسرا خاتم النبیین ماننا ہی تو ہے) تو صریحاً ختم نبوت کا انکار لازم ہے اس لیے کہ پھر نظر خاتم ہو گا حضور نہیں۔

نوٹ :- جب وہ خاتم ہوا تو نظریہ رہا بلکہ درجہ میں بڑھ گیا۔ اس کی بحث انشاء اللہ آگے آئے گی۔

آیات کریمہ سے استدلال | ڈاکٹر صاحب نے اپنی علمیت کا سترہ بٹھانے کے لیے اپنی بات کی تاٹھری میں وہ آیات کریمہ سے بھی استدلال کی ہے۔ لکھتے ہیں :-
”وہ اگر چاہتا — تو حضور کو وحی کی دولت دے کر کیا پھر

ربقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جائے جو وجدان پر گہراں گزرتے تو جواب یہ ہے کہ ممکن نے کتب عقائد میں تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق کل شئی تو کہا جائے مگر خالق کلاب و الخنازیر نہ کہا جائے۔ حالانکہ وہ ان کا بھی خالق ہے اور سب کا عقیدہ بھی ہے۔

اسی بناء پر یہاں یہ فقرہ لکھا گیا :-

اسے آپ سے صلب کرنے پر قادر نہ تھا۔ گو اُس نے ایسا نہ چاہا کہ یہ اُس کی شان کے لائق نہ تھا لیکن سوال یہ ہے کہ یہ اس کی قدرت کے تحت تھا یا نہیں؟ قرآن کریم اس موضوع پر واضح روشنی ڈالتا ہے :-

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۖ إِلَّا رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ ۚ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝ ر پ ۵ ابنی اسرائیل آیت ۸۷

ترجمہ :- ”اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب واپس لے لیں۔ پھر اسے لینے کے لیے آپ کو ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ ملے مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے بے شک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔“

یعنی یہ کہ خدا نے ایسا نہ کیا یہ اس کی رحمت ہے نہ یہ نہ سمجھنا کہ یہ اُس کے تحت قدرت ہی نہیں یہ بات کہ وہ آپ کو وحی سے محروم کر دے۔ یہ بات اس کی مشیت میں نہ تھی۔ لیکن اس میں کوئی مسلمان شک نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے تحت قدرت بتلایا ہے۔“

الجواب :- پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت قدیم ہے۔ اُس کی قدرت، اُسی کا ارادہ، اُس کی مشیت اور اُس کا چاہنا سب قدیم ہیں۔ ایسا نہیں کہ کوئی صفت پہلے موجود نہیں تھی بعد میں پیدا ہو گئی۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں :- ”وہ اگر چاہتا“ اور جو آیت کریمہ کا

ترجمہ کیا اُس میں بھی یہی لکھا :-

”اور اگر ہم چاہیں“ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اگر اس طرح چاہتا۔ ایسا ہرگز نہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا اور اب وہ اس کو اپنے ارادہ میں شامل فرم لے گا بلکہ اُس نے ایسا چاہا ہی نہیں۔ اُس نے ایسا ارادہ ہی نہیں فرمایا۔ جب ارادہ اور چاہنا پایا جائے گا تو پھر ان چیزوں کا تعلق بھی قدرتِ الہیہ سے ہوگا۔ لیکن جب ارادہ اور چاہنا نہیں پایا جائے گا تو پھر وہ ممکنات سے خارج ہوں گی۔ وہ محالات کا قدرتِ الہیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں نہ چاہا۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب خود کہتے ہیں :- ”کہ یہ اُس کی شان کے لائق نہ تھا۔“

جناب علامہ صاحب! جو بات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ ہو۔ اُس میں لازمًا کوئی نقص ہوگا، کوئی عیب ہوگا۔ جیسا کہ تو وہ اُس کی شان کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اُس کی صفت ہے۔ ”کُلُّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ اُس کی صفت ہے۔ اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وحی صلب کرنا تحتِ قدرت ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا تعلق قدرتِ الہیہ سے پایا جاتا ہے۔ اور جس کا تعلق قدرت سے پایا جائے وہ اُس کی شان کے لائق ٹھہری۔ یا پھر ایسا بھی نہیں کہ ایک بات پہلے تو اُس کی شان کے لائق نہ تھی وہ اب لائق ہو جائے یہ بھی ممکن نہیں۔ جو پہلے شان کے لائق نہ تھی وہ اب بھی نہیں اور نہ آئندہ ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب کی اپنی ہی عبارت میں اب تو ایک عجیب تضاد ثابت ہو گیا۔ مثلاً جھوٹ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اب اگر اسے تحتِ

قدرت مانا جائے (اور یہ دیوبندیوں کا عقیدہ دُنکے کی چوٹ پہ ہے) تو تحتِ قدرت ماننے سے اس جھوٹ کا تعلق قدرت سے پایا جانا ضروری ہے۔ جب تعلق پیدا ہو گیا تو پھر یہ جھوٹ (معاذ اللہ) اُس کی صفت میں داخل ہو کر اُس کی شان کے لائق ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب یہاں خوب پھنسنے ہیں کہ ایک بات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھی بتاتے ہیں اور بھی کہتے ہیں کہ یہ اُس کی شان کے لائق بھی نہیں۔ بھلے آدمی جو بات اُس کی شان کے لائق نہیں اُس کا تعلق بھی پھر اُس کی قدرت سے رہا۔ جیسے موت ہے کہ یہ نہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے چاہی اور نہ اُس کی شان کے لائق۔ تو بقول مولوی محمد قاسم نافوتوی :-

”موت خداوندی مقدور نہیں کیونکہ محال ہے مگر اس سے خدا کی قادریت میں کیا فرق اور نقصان آگیا جو اس کو قادرِ مطلق نہیں کہتے۔“
تو وحی سلب کرنا اگر اس کی شان کے لائق نہیں تو پھر اس کا تعلق بھی قدرت سے نہ رہا۔ اور اس سے خدا کی قادریت میں بھی کچھ فرق اور نقصان نہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب اگر کہیں کہ موت کو ہم ممتنع بالذات مانتے ہیں تو بندہ بھی بار بار عرض کر چکا ہے کہ تمام علمائے اسلام یعنی سلف صالحین نیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ممتنع بالذات ہی مانتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ہر معیوب بات جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں، فی الواقع اُس کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پایا جانا ضروری ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) تو ڈاکٹر صاحب نے جس کو تحتِ قدرت بتایا وہ تو اس کی شان کے لائق ہی نہیں لہذا اصل گستاخ تو آپ ٹھہرے۔

اب ڈاکٹر صاحب کی خود ساختہ تفسیر سے باہر نکل آئیے اس لیے کہ ان کے اپنے بزرگ مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں :-
 ”آج جو شخص کسی آیت کی تفسیر معلوم کرنا چاہے اس کے لیے نہایت سہل اور صلاحاتی کا راستہ یہ ہے کہ وہ سلف صالحین، صحابہ و تابعین کی تفسیر کو اپنے قد و ہونا کران کی اختیار کردہ تفسیر کو قرآن کی مراد سمجھے اور جو کوئی معنی جمہور صحابہ و تابعین اور اصلاف اُمت کے خلاف سمجھے میں آئیں ان کو اپنی غلط فہمی اور قصور علم کا نتیجہ سمجھے“ ۱
 چنانچہ عیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-
 ”آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی، شام کی طرف سے یہ اُٹھے گی، اُس وقت قرآن کے ورقوں سے اور حُفاظ کے دلوں سے قرآن صلب ہو جائے گا۔ ایک حرف بھی باقی نہیں رہے گا پھر آپ نے اسی آیت ربیٰ وَلَیِّنُ شِئْنَا لَنُدْهِیَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَيْنَا... الخ کی تلاوت کی“ ۲

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کی آیت کو یہ نمبر ۸۶، ۸۷ کا مطلب محض یہی ہے کہ قریب قیامت یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ اپنی طر اُٹھالے گا۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلب وحی کا یہاں کوئی تصور نہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت و متنت چاہنے پر مبنی ہے اور اُس نے چاہا کیا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے۔ اِلَّا رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ ط یعنی میری رحمت ہے کہ میں نے وحی کو آپ سے صلب نہیں فرمایا۔ اور یہ رحمت مقام مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی واضح دلیل ہے کہ وحی

۱ ختم نبوة جلد اول ص ۲۳ مطبوعہ دیوبند صفحہ ۳۳ مطبوعہ کراچی۔
 ۲ تفسیر ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۶۲ عربی مطبوعہ مصر :

آپ سے سلب کرنے کی بجائے اس اُمت سے اُٹھالی جائے۔ مگر کم فہم
نے اس آیت کریمہ کو اپنے مقام سے ہٹا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم سے جفاکاری کا ثبوت دے ڈالا۔

ڈاکٹر صاحب اگر اپنے شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی کے صرف
ترجمہ پر ہی نظر کر لیتے تو اس آیت کریمہ سے سلب وحی کا استدلال ہرگز
نہ کرتے۔ مولوی نذیر احمد کا لفظ بہ لفظ ترجمہ یہ ہے :-

”اور (اے پیغمبر) اگر ہم چاہیں تو جو (قرآن) ہم نے تمہاری طرف
وحی کے ذریعے سے بھیجا ہے اس کو (دُنیا کے پردے سے) اُٹھالے جائیں“
دیکھ لیا! آپ کے شمس العلماء نے بھی سلب وحی کی نسبت دُنیا
کی طرف کی۔ مگر آپ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شان دکھلانے کے
لیے شانِ رسالت میں گستاخی کو اپنے لازم قرار دے ڈالا ہے۔

☆ **خیر** وہ کیا شانِ توحید میں نکھار پیدا کر سکیں گے جن کا عقیدہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور وہ تمام افعال قبیحہ پر قدرت
رکھتا ہے۔ اس سے متعلق ایک مضمون ”صیاد القاسمی دیوبندی کا پُر فریب
چیلنج قبول“ کے عنوان سے بندہ انہیں صفحات پر جون ۱۹۹۳ء میں شائع
کر چکا ہے۔ دیوبندی آج تک ہر بلب ہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے مطابق سہیل اور سلامتی کے
راستے کو اختیار کرتے ہوئے صاحبِ معالم التنزیل کی طرف رجوع کیا
جاتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل کی ان آیات سے متعلق کہ یہ کس طرح سلب
ہو گا، فرماتے ہیں :-

”قیل المراد محوہ من المصاحف واذھاب ما فی الصدور۔ وقال
عبد اللہ بن مسعود اقرأ القرآن قبل ان یرفع فانہ لا تقوم الساعۃ حتی
یرفع قیل هذه المصاحف ترفع فکیف بما فی صدور الناس۔“

ترجمہ : (صاحب معالم التنزیل الامام الھمام الحافظ محیی السنۃ ابن محمد الحسین بن مسعود البغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ) سلب کرنے (یا لے جانے سے) مراد اوراق سے لے جانے اور لوگوں کے سینوں سے (اور اس پر دلیل یہ ہے کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پڑھو قرآن، اس سے قبل کہ وہ رفع ہو جائے (یعنی اٹھ جائے) کیونکہ قیامت نہیں برپا ہوگی یہاں تک کہ رفع ہو جائے قرآن مصحف سے۔ جب مصحف سے رفع ہو جائے گا تو پھر سینوں میں کیسے رہے گا۔“ لے

ڈاکٹر صاحب مزید فرماتے ہیں :-

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالمگیر ہے، ہر خطہ و علاقہ اور ہر شہر و قریہ کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اب ہر ہر قریہ میں علیحدہ علیحدہ نبی آئے۔ اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا۔ اب آپ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ذرا یہ بھی سوچیے کہ اللہ رب العزت اپنی ان چاہی چیزوں پر قادر ہے یا نہیں؟ جو چیزیں اس کی مشیت میں نہیں ان پر اُسے قدرت ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب قرآن کریم میں یہ ملتا ہے :-

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ۝

(پ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۵۱)

ترجمہ :- ”اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیجتے۔“ لے

اس آیت کریمہ میں تین لفظ قابل غور ہیں :-

① لَوْ رَاكَ

② شَيْئًا (چاہنا)

③ مَذِيرًا (ڈرانے والا)

امام راعب اصفہانی فرماتے ہیں :-

”لَوْ قِيلَ هُوَ لَا مَتَاعَ الشَّيْ لَا مَتَاعَ غَيْرٍ وَيُضْمَنُ

مَعْنَى الشَّرْطِ - یعنی کہا گیا ہے کہ یہ امتناع الشی لا متناع غیرہ کے

لیے آتا ہے (یعنی ایک چیز کا دوسری کے امتناع کے سبب ناممکن ہونا)

اور معنی شرط کو مُتَضَمِّن (شامل) ہوتا ہے۔“

معلوم ہوا کہ لفظ لَوْ شرطیہ ہے اور معنی منضی کے پیدا کر رہا ہے

اور لفظ شَيْئًا واضح ہے جس سے احسن طور پر روشن ہو گیا کہ نہ تو خدا تعالیٰ

نے ایسا جانا اور نہ کیا۔ قدرت کا تعلق تو چاہنے کو مستلزم ہے (جیسا کہ

سابقہ اوراق میں دلائل نقل کئے گئے ہیں) جب اللہ رب العزت اپنے

اس چاہنے کی نفی خود فرما رہا ہے تو اس کا اُس کی قدرت کے ساتھ کیا

تعلق ہے۔ ہاں قدرت کے ساتھ تعلق تھا اگر وہ ازل سے چاہتا مگر

اُس نے نہ چاہا اور اپنے قانون سے ہمیں مطلع فرما دیا اور یہ قدرت کی وہ

قسم ہے جو سابقہ سطور میں تیسرے نمبر پر بیان ہوئی ہے یعنی ”ہمیں خبر دی کہ

میں فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔“ اور ان تین اقسام قدرت

کو مولوی محمود الحسن صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے جو تفسیر کبیر سے امام رازی علیہ الرحمۃ کا حوالہ نقل

کیا ہے اُس کا بھی مطلب یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ازل سے چاہتا تو

اس پر قادر تھا کہ وہ ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتا مگر اس نے

ایسا نہ چاہا اور ڈاکٹر صاحب کے خود نقل کردہ الفاظ بھی یہ ہیں :-
 ”لفظ اگر بتلا رہا ہے کہ وہ ذات پاک ایسا ہرگز نہ کرے گی۔“
 جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، اُس کا ارادہ اور
 اُس کا چاہنا، یہ سب ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کہتے
 ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ان چاہی چیزوں پر بھی قدرت حاصل ہے۔ یعنی اُس
 نے یہ نہ چاہا کہ دوسرا کوئی اور خاتم النبیین ہو مگر وہ یہ نہ چاہ کر بھی (معاذ
 اللہ) اپنا قانون بدل کر اُس کے خلاف کر سکتا ہے۔ اور کوئی دوسرا خاتم النبیین
 پیدا فرما کر ان اللہ لا یخلف المیعاد اور لا تبدل لکلمات اللہ
 کے خلاف کر سکتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں قدرت خداوندی کی
 راہ سے دوسرے خاتم النبیین کا عقیدہ ثابت ہو رہا ہے۔ اسی کو عقیدہ امکان
 فیض کہا جاتا ہے اور تمام علمائے دیوبند اس کے قائل ہیں۔ اور یہیں سے علما نے
 دیوبند یہ اعتدال لال کوٹے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ یعنی کذب تحت
 قدرت باری تعالیٰ ہے (فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ)
 اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے تو اس محال
 کی طرف پہنچانے والا کوئی امر کیونکر محال نہ ہو گا یہ تو مع الصدقین ہے کہ
 (الف) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا
 محال ہے۔

(ب) البتہ یہ بات تحت قدرت ہے کہ وہ ہر بستی میں ایک ایک
 نبی بھیج دے۔

یہ ۱، ب ایک ہی جملہ ہے اور اس ایک جملے میں سخت تضاد واقع
 ہو رہا ہے پہلے حصہ میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے۔

① آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال یعنی
 ناممکن ہے۔ (اور دوسرے حصے میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے۔)

② آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہے (تحت قدرت کا یہی معنی ہے)

جُملے کا دوسرا حصہ مان لینے سے پہلے حصہ کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے اور ختم نبوت کا انکار ضرور لازم آتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب محال پر بھی قدرت خداوندی کا اطلاق کرتے ہیں یعنی ”حضور کی نظر محال ہے“ لکھ کر بھی اسے تحت قدرت بتلاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے جو دو آیات کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ اب بھی حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجی گئی وحی صلب کر لے۔ یہ امکان صلب وحی کا عقیدہ ہوا۔ یا یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتا۔ یہ بقول علامہ صاحب امکانِ نظر کا عقیدہ ہوا کہ وہ اب بھی آج بھی اور آئندہ بھی کوئی نبی بھیجنے پر قادر ہے۔ یعنی بھیج سکتا ہے بھیجتا نہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا کہنا یہ بھی ہے کہ ان چاہی چیزوں کو بھی اور جو اس کی مشیت و ارادے میں نہیں ان پر بھی وہ قادر ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب قرآن کریم کی یہ آیت مقدسہ ملاحظہ فرمائیں اور پھر جواب مرحمت فرمائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

”وَلَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ“ (زمرہ ۶۲)

ترجمہ :- اگر خدا کسی کو اپنی فرزندگی میں لینا چاہتا تو اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہتا پسند کرتا، (مولوی نذیر احمد خان)

بتائے اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہونا ممکن ہے یا محال ؟
بتائے کیا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ مخلوق میں سے کسی کو پسند کر کے

اپنا بیٹا بنالے ؟

بتائیے جب اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا کہ وہ کسی کو اپنی فرزندگی میں لے تو کیا اب وہ مخلوق میں سے کسی کو اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے ؟ آپ کا جواب تو آپ کے قاعدے اور قانون کے مطابق یہ ہونا چاہیے کہ : —

اگر اُس نے نہیں بھی چاہا تب بھی وہ مخلوق میں سے کسی کو اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے۔ جب قادر ہے تو اس قدرت کا تعلق ممکن سے ہے یعنی آپ کا عقیدہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ یہاں امکانِ نظیرِ مصطفیٰ کی طرح امکانِ ابنِ اللہ کا عقیدہ نکل آیا۔ اُس کی مشیت میں بقول آپ کے اگر نہیں بھی اور اس نے نہیں بھی چاہا تب بھی اُس کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ یہاں آپ نے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ کا انکار کر دیا۔ نہ صرف انکار بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی (معاذ اللہ) کاذب ٹھہرایا۔

پہلی صورت :- اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا اُس کی مشیت میں ہے (مشیت میں ہے تو پھر بنانا لازم لہذا قائل دائرہ ایمان سے خارج) دوسری صورت :- اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا اُس کی مشیت میں نہیں مگر بنا سکتا ہے (لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ کا انکار ہو گیا لہذا قائل دائرہ ایمان سے خارج)

آپ نے سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۷ اور سورہ الفرقان آیت ۵۱ سے جو استدلال کیا ہے وہ اسی لیے کیلئے کہ ان کو بھی تحتِ قدرت مانا جائے۔ ذرا اپنے جملے ملاحظہ فرمائیے جو آپ نے خود ہی ترجمہ کیے ہیں :-

① اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب واپس لے لیں۔ (مطلب وحی تحتِ قدرت)

ii) اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیجتے (نئے نبی کا آنا تحت قدرت)
اب اس احقر کی طرف سے پیش کردہ اس آیت کریمہ کے بارے میں کیا خیال ہے :-

iii) اگر خدا کسی کو اپنی فریادی میں لینا چاہتا تو اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہتا پسند کرتا (بیٹا — تحت قدرت)
یہ آپ کا عقیدہ ہوا یا نہ؟ اگر آپ تحت قدرت نہیں مانتے گے تو اپنے قول کے مطابق قدرت خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے! اس کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں :-
”قدرت خداوندی کو چیلنج کرنا اگر کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے۔“

اور اگر تحت قدرت مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونا ممکن ہے ہوا جس کا ظہور و وجود کسی نہ کسی نے مانے میں ہونا ضرور ہے، یوں بھی دائرۃ ایمان سے خارج — لہذا سے

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ محبوبوں را

ہماتے صہتر لیلے و فرقت لیلے

طرفہ تماشاً | ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر الزام تراشی کرتے ہوئے عنوان دیا ہے۔

”اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج“
اور خود فتویٰ بھی دیا ہے کہ ”یہ کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے۔“
گویا ڈاکٹر صاحب اعلیٰ حضرت کی تکفیر کے قائل ہیں (معاذ اللہ)

جبکہ یہی خود ساختہ علامہ صاحب لکھتے ہیں :-
 ”ہم اس مفتری (امام احمد رضا بریلوی) کو کافر نہیں کہتے“
 ”تقدیس الوکیل“ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی
 وہ معرکہ الآرا کتاب ہے جس پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ
 اور دیگر علمائے حرمین شریفین اور علمائے ہند کی بھی تصدیقات ہیں
 اس میں مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-
 ”علامۃ العلماء قطب الاولیاء امام توریشی نے اپنی کتاب ”معدن
 فی المعتقدین“ قائل امکان مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 تکفیر کی ہے۔“

معلوم ہوا کہ دیوبندی جن کو اپنا اکابر تسلیم کرتے ہیں وہ
 نظیر مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کا رد امکان نظیر

مجاہد آزادی، امام حکمت و کلام علامہ محمد فضل حق خیر آبادی
 قدس سرہ الخزینہ نے اپنی معرکہ الآرا کتاب ”تحقیق الفتویٰ“ میں
 عقیدہ امکان نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھرپور رد فرمایا
 ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
 مدظلہ العالی نے فرمایا ہے۔ امکان نظیر کا مطلب بیان کرتے ہوئے

۱۔ مطالعہ بریلویت جلد اول صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ لاہور
 ۲۔ تقدیس الوکیل مطبوعہ قصور طبع ۱۳۱۳ھ

امام حکمت فرماتے ہیں :-

”قائل کی مراد وہ فرد ہے جو اس ذاتِ اقدس کے ساتھ ماہیت
یعنی حقیقت و اصل، اور ان تمام اوصافِ کاملہ میں شریک ہو جو اس
ذاتِ قدسی صفات، ضروری کائنات، مفخر ممکنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں موجود ہیں۔“

امتناعِ نظر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل اور نظیر ہونے
سے متعلق آپ فرماتے ہیں :-

”اس (امکانِ نظر کے) قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور
کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کروڑوں اشخاص
تکوین (یعنی پیدا ہونے) کا تعلق صحیح ہے۔

جو شخص ارور زبان سے کھوڑی سی واقفیت رکھتا ہے، اس عبارت
سے اس معنی کے متبادر (فوراً کسی معنی کی طرف افتعال ذہن) ہونے میں
شک نہیں کرے گا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ
صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص سے
بھی تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو
نقصِ تراتبی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات
ہے اور جسے محال بالذات لازم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہوتا
(منطقی انداز میں) اس قیاس (افترانی جملی) کی ترتیب یوں ہوگی :

① کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا
محال بالذات کو مستلزم ہے۔

② اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس سے تکوین کا تعلق

صحیح نہیں ہے یا (بصورتِ قیاس استثنائی اتصالی) کہا جائے۔
 اگر کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین
 کا تعلق صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا کذب بھی صحیح ہوتا لیکن تالی (اللہ تعالیٰ
 کا کذب) باطل ہے لہذا مقدم (کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
 برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا) بھی باطل ہوگا۔
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذب الہی
 کو مستلزم ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے برابر نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے بعد (نئے) نبی کے موجود ہونے سے نص قرآنی کا کذب
 لازم آتا ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم جمع انبیاء ہونا
 نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ
 مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ لَہٰذَا اِگر حضور صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا تکوین کے تحت داخل ہونا صحیح ہو تو
 اس نص صریح کا کذب صحیح ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ
 من ذلک۔“ لہ

علامہ محمد فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ منطقی انداز سے عقیدہ نظر
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-
 صغریٰ کا بیان دو طریقے سے ہے

طریق اول :- یہ قضیہ سالبہ کلیہ دائرہ صادق ہے۔ کسی
 وقت کوئی ممکن ذاتی کمالات میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے مساوی نہیں ہے (یہ اصل قضیہ ہے)

لہذا اس کا عکس ضرور صادق آئے گا۔

اوصاف و کمالات میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مساوی کسی وقت ممکن ذاتی نہیں ہے (یہ عکس ہے) اصل قضیہ کے صدق کا بیان یہ ہے کہ اگر ہمارا یہ قول :-

”کسی وقت کوئی ممکن ذات، کمالات میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے۔“

صادق نہ ہو تو اس کی نقیض ضرور صادق ہوگی کیونکہ ارتقاع نقیضین محال ہے اور اس کی نقیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہے اور وہ یہ ہے :-

”بعض ممکن ذاتی، سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالفعل بین زمانوں (ماضی مستقبل حال) میں سے ایک زمانے میں مساوی ہیں۔“

اور یہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہر مسلمان کے نزدیک باطل ہے (لہذا اصل صادق ہوا) اور جب اصل صادق ہوا تو اس کا عکس یقیناً صادق ہوگا۔ لہذا ثابت ہوا کہ کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مساوی، ممکن ذاتی نہیں ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ مساوی واجب بالذات ہو۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ یا ممتنع بالذات ہو۔ پہلی صورت بالبداہتہ باطل ہے۔ لہذا متعین ہو گیا کہ وہ مساوی ممتنع بالذات ہے اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

طریق ثانی :- یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود ممکن ہے، اجتماع نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے اور وہ تو باطل ہے (لہذا اس مساوی کا امکان بھی باطل ہے) ”رہ تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵“

نوٹ :- اجتماع نقیضین کا مطلب ہے کہ دو مخالف چیزوں کا ایک جگہ جمع ہونا۔ مثلاً دن اور رات کا جمع ہونا، اجتماع نقیضین ہے۔ نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحت قدرت کہنا اجتماع نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ وہ نظیر یعنی وہ شخص یا خاتم الانبیاء ہوگا یا خاتم الانبیاء نہیں ہوگا۔ دونوں صورتوں میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں ہوگا۔ پہلی صورت میں وہ رمعاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ جائے گا کیونکہ لامحالہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے زمرے میں داخل ہوں گے جن کا وہ خاتم ہوگا۔ اس طرح وہ درجہ میں بلند ہو گیا۔ دوسری صورت میں وہ خاتم الانبیاء نہیں ہے تو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں لہذا وہ مرتبہ میں کم ہو گیا اور نظیر نہ رہا۔ دونوں صورتوں میں مساوات فرض کرنے کے باوجود اس کا مساوی نہ ہونا لازم آیا۔ ثابت ہوا کہ جمیع کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ شخص تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہ ہو۔ لہذا واضح ہو گیا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا قول کرنا یا اس برابر کا قدرتِ خداوندی سے تعلق جوڑنا اجتماع نقیضین کے امکان کا قول کرنا ہے اور وہ تو محال بالذات ہے۔ پس نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال بالذات ہے۔ جب محال بالذات ہوا تو اس کا قدرتِ خداوندی سے بھی کوئی تعلق نہ رہا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق ممکنات سے ہے محالات سے نہیں۔ اسی طرح تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہے اور جس کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ محال بالذات ہے۔ (ملخصاً)

تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۶۶

امکانِ نظر کے ہر شعبے کا جواب علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ نے بھرپور طریقے سے دیا ہے لہذا مزید تفصیل جاننے کے شائقین ان کی کتاب ”تحقیق الفتویٰ“ اور ”امتناع الفیض“ سے رجوع فرمائیں۔
محکمہ حد تک تو ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب کو مسئلہ سمجھا دیا گیا ہے مگر جس کا کام ہی شانِ خداوندی اور شانِ رسالت کی گستاخی، بے باکی اور دریدہ دہنی ہو وہ بھلا کس طرح اسے قبولیت کا درجہ عطا کرے گا۔ لہذا انہیں مفت مشورہ یہ ہے کہ وہ قلم سے صفحہ قرطاس پر گستاخوں اور دریدہ دہنیوں کا کانٹے بکھرنے کی بجائے اسے ازار بند ڈالنے کا کام لیا کریں تاکہ قلم کی حرمت سلامت رہ جائے۔

(۱۳) جور اور فسق کاری کا نقطہ عروج

چونکہ ڈاکٹر صاحب نے جھوٹ اور فریب کو مرکز مان کر مطالعہ بریلویت، ترتیب دی ہے اس لیے وہ ہر طرف سے گھوم پھر کر واپس اپنے محور کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ جی تو چاہتا ہے کہ صطر سطر کا پول کھولا جائے مگر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ جو کچھ بطور نمونہ پیش کیا گیا حق و باطل میں امتیاز کے لیے کافی ہے اور نہ ماننے والوں کے لیے دفر کے دفتر بیکار ہیں۔ ہمارا کام منوانا نہیں محض حق کو ظاہر کر دینا ہے۔ ہم رُوسیاہ ہیں، گناہگار ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے پیار و مہول محمد عربی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی ہیں اور فقط انہیں کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ وہی ہمارا مرکز و محور ہیں اور انہیں

کی شفاعت کے اُمیدوار ہیں۔ لہذا آیت فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ مُّقِرٌّ
عَلَىٰ الْآثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِسُلْطَانِ رَبِّكَ
کو تسلی دے لیتے ہیں۔ ہماری سچائیوں کو کوئی مانے یا نہ مانے، اس
کا اپنا ایمان۔ ہم نے وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ پہ عمل
کرنے ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ۔

بہر حال جب دماغ میں خناس گھس جائے تو دل کی گلیاں تاریک
ہو جاتی ہیں، نیت میں فتور آ جاتا ہے اور قلم ایسی گستاخیوں پر اتر
آتا ہے کہ کسی مقدس ہستی کی حرمت بچنے نہیں پاتی۔ اُسی گستاخ قلم سے
جناب ڈاکٹر صاحب ”فیضِ صحبت سے بنی بننے کا تصور“ کا عنوان
دے کر فرماتے ہیں :-

”مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں :-
”قریب تھا کہ یہ ساری کی ساری اُمت بنی ہو جائے۔“
جمال ہمنشین درمیں اثر کرد

وگر نہ مرضِ ہمارا خاکم کہ ہستم

(فتاویٰ افریقیہ صفحہ ۱۳۲)

اعلیٰ حضرت نے یہ نہ سوچا کہ اگر ساری کی ساری اُمت بنی ہو جائے
تو ان نبیوں کے لیے پھر آخر اُمتیں کہاں سے آئیں گی، اگر بنی ہی بنی
دُنیا میں ہوں اور اُمت کوئی نہ ہو تو پھر اس عنصری دنیا اور فرشتوں
کی دُنیا میں کیا فرق رہے گا۔ افسوس کہ خان صاحب نے کچھ نہ سوچا
اور حضور کے فیضِ صحبت سے ملنے کا ایہام پیدا کر دیا۔ مرزا غلام احمد
نے بھی تو اپنی نبوت کی اساس اسی پر کھڑی کی تھی، سَلٰ

ڈاکٹر صاحب! آپ بھول رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت کی اساس ”تخذیر الناس“ پر کھڑی کی تھی جس کے مصنف مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرصہ دیوبند ہیں۔ آپ نے بغیر ثبوت کے بات کی ہے اور میں ٹھوس دلائل پیش کر سکتا ہوں جو مرزا ٹول کی کتب میں لکھا ہے کہ خاتم النبیین کا جو معنی نانوتوی صاحب نے کیا ہے، ہم اُسی کو تسلیم کرتے ہیں اور اس عقیدہ میں نانوتوی صاحب ہمارے امام ہیں۔ حوالے ضرورت ہوں تو پیش کئے جاسکتے ہیں۔

جس جوڑ توڑ اور فریب کاری کا ثبوت آپ نے امام احمد رضا کے اس حوالہ میں دیا ہے یہ شاید فریب کاری اور آپ کی دھوکہ بازیوں کا نقطہ عروج ہے اور دجل و تبلیس کی دنیا میں اس کی نظر مشکل سے ملے گی۔ جب دل و دماغ اور نوکِ قلم پر شیطنیت کا مکمل پہرہ ہو تو پھر ایسی ہی وارداتیں سرزد ہوتی ہیں۔ ان فریب کاریوں کی خلیج اہل ایمان کو مدقوں محسوس ہوتی رہے گی۔

دیکھئے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے ”فتاویٰ افریقہ“ میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پاک درج کی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

امام احمد وابن ماجہ والبوداؤد طیالسی والبودیعلی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اِلَّا بِدَعْوَةٍ قَدْ تَخَيَّرَهَا فِي الدُّنْيَا وَانِي قَدْ احْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لَامِتِي وَاَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ وَيَدِي لَوَاءُ الْحَمْدِ

ولا فخر آدم فمن دونه تحت لوائه ولا فخر
 رثم ساق حدیث الشفاعة الخ ان قال فاذا
 اراد الله ان يصدع بين خلقه ناري مناد اين
 احمد وامة فحن الا خرون الاولون حن اخر الامة
 واول من محاسب فتفرج لنا الامة عن طريقنا
 فتمض غرا مجالين من اثر الطهور فيقول الامة كادت
 هذه الامة ان تكون انبياء كلها الحديث يعني ہر نبی
 کے واسطے ایک دعا تھی کہ وہ دنیا میں کرچکا اور میں نے اپنی دعا
 روز قیامت کے لیے چھپا رکھی ہے وہ شفاعت ہے میری اُمت کے
 واسطے اور میں قیامت میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور کچھ فخر مقصود
 نہیں اور اول میں مرقدِ اطہر سے اٹھوں گا اور کچھ فخر مقصود نہیں اور
 میرے ہی ہاتھ میں لواءِ الحمد ہوگا اور کچھ افتخار نہیں۔ آدم اور ان
 کے بعد جتنے ہیں سب میرے زیرِ نشان ہوں گے اور کچھ تفاخر نہیں۔
 جب اللہ تعالیٰ خلق میں فیصلہ کرنا چاہے گا۔ ایک منادی پکارے
 گا کہاں ہیں احمد اور ان کی اُمت۔ تو ہمیں آخر ہیں اور ہمیں اول ہیں۔
 ہم سب اُمتوں سے زمانے میں پیچھے اور حساب میں پہلے۔ تمام اُمتیں
 ہمارے لیے راستہ دیں گی، ہم چلیں گے، اثر و صو سے درخشندہ رُخ
 و تابندہ اعضاء، سب اُمتیں کہیں گی قریب تھا کہ یہ اُمت توساری
 کی ساری انبیاء ہو جائے۔ سہ

جمال ہم نشین مرض اثر کرد
 وگر نہ مرض ہمارے خاتم کہ ہستم

نوٹ :- فتاویٰ افریقہ صفحہ ۳۲ کا فوٹو صٹٹ بھی مضمون کے آخر میں دیا جا رہا ہے ملاحظہ فرمالیجئے۔ پہلی بات یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے جو عبارت کا ایک ٹکڑا لیا ہے وہ دراصل پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کا نشانہ درحقیقت عظمتِ مصطفیٰ ہے اس لیے امام احمد رضا کی تو محض آڑ ہے۔ یعنی کہوں بیٹی کو اور سناؤں بہو کو۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب کے گستاخ قلم کا رُخ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک کی طرف ہے۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس محبوب مشغلہ کا دل کھول کر مظاہرہ کیا ہے۔

بہر کیف یہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں اور سند ساتھ موجود ہے۔
دوسری بات یہ کہ یہ بات روزِ قحشر کی ہے اس موجودہ دنیا کی نہیں جبکہ ڈاکٹر صاحب اپنی ملت دیوبند کو یہ احساس دلا رہے ہیں کہ اگر اتنے نبی ہو جائے تو پھر اس غمخیزی دنیا اور فرشتوں کی دنیا میں کچھ فرق نہ آئے گا اور یہ کہ اتنی اُمّتیں پھر کہاں سے آئیں گی۔ دیکھا! دماغ میں گھسے ہوئے خناس کا تماشہ، کیسے کھیل کھلاتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ ”فیضِ صحبت سے بنی بننے کے تصور“ کی بات اس حدیثِ پاک میں کہیں بھی نہیں۔ چونکہ ”فیضِ صحبت سے بنی بننے کے تصور“ کا عقیدہ کفر ہے اس لیے یہ بات جب جوڑ توڑ کی عنایت سے ڈاکٹر صاحب نے حدیث سے نکال لی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یہ عقیدہ حضور کا بتا رہے ہیں اور ایسا عقیدہ حضور کی طرف نسبت کرنا کھلا کفر ہے۔ استغفر اللہ تم استغفر اللہ۔

چوتھی بات یہ کہ ”قریب تھا کہ یہ اُمّت تو ساری کی ساری انبیاء ہو جائے“ یہ بات احمد رضا نہیں کہہ رہے بلکہ میدانِ حشر میں دیگر

اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اثر و صو سے درخشندہ
 و تابندہ اعضاء کو دیکھ کر کہیں گی۔ بات اگلی دُنیا کی تھی، ڈاکٹر صاحب نے
 اِس دُنیا کی بنادی، کہنے والی سابقہ اُمّتیں ہیں، ڈاکٹر صاحب نے امام احمد
 رضا کے ذمہ لگا دی۔ بتائیے دشمنی احمد رضا سے ہوئی یا اللہ اور اُس کے
 رسول سے ہوئی۔ بس خوفِ خدا سے بے پرواہ ہو کر قرآن و حدیث کو
 بگاڑتے چلے آ رہے ہیں، بے ادبی، بے حرمتی، گستاخی، تضحیک کی جا
 رہی ہے مگر کچھ شرم نہیں۔

عمر بے حیا باشعور ہرچہ خواہی صر

ڈاکٹر صاحب نے جو آخر میں فرمایا ہے کہ ”مرزا غلام احمد نے
 بھی تو اپنی نبوت کی احساس اسی پر کھڑی کی تھی“ چونکہ ڈاکٹر صاحب
 جس احساس پر مرزا کی نبوت کھڑی کر رہے ہیں وہ تو حدیثِ پاک میں
 موجود ہی نہیں یعنی ”فیضِ صحبت سے بنی بننے کا تصور“۔ اس لیے جھوٹے
 پر ہزار ہزار لعنت۔ اور معاذ اللہ معاذ اللہ تم معاذ اللہ۔ اگر ڈاکٹر صاحب
 سچے ہیں تو پھر یہ حدیثِ پاک کے الفاظ ہوئے جس پر مرزا غلام احمد نے
 نبوت کی بنیاد رکھی اس لحاظ سے پھر ڈاکٹر صاحب کے عقیدے کے مطابق
 مرزا پتلا ٹھہرا۔ اور یہ بھی کفر۔ اگر ڈاکٹر صاحب زور دیتے ہیں کہ میری
 بات سچی ہے تو مرزا غلط نہیں ہو سکتا کہ اُس نے حدیثِ پاک پر عمل کیا
 ہے، یہ بھی کفر ہے۔ اور اگر حدیث کو دیکھا جائے تو ڈاکٹر صاحب
 غلط کہ حدیث میں کہیں بھی یہ الفاظ نہیں اور نہ ایسا عقیدہ بیان کیا
 گیا گیا ہے، یہ ڈاکٹر صاحب کا براہِ راست ذاتِ سرور کا ثبات علی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم پر بہتان ہوا۔ اور یہ بھی کفر ہے۔

مجنون ہے گر قمارِ بلا دونوں طرح سے

وہ محبتِ لیلیٰ ہو کہ ہو فرقتِ لیلیٰ

بتائے کہ حوالہ لیتے وقت کیا ڈاکٹر صاحب کی پورے صفحے پر نظر نہیں تھی؟ کیا انہیں حدیث پاک کے الفاظ معہ سند دکھائی نہیں دے رہے تھے؟ مگر ڈاکٹر صاحب چونکہ خَتَمَ اللہُ عَلَی قُلُوبِہِمُ وَعَلَی سَمْعِہِمُ وَعَلَی أَبْصَارِہِمُ کا عملی نمونہ بن چکے تھے اس لیے سب کچھ سامنے ہوتے ہوئے بھی انہیں کچھ نظر نہیں آسکا۔ جس شخص کی ہمدردیاں ولید بن مغیرہ کے ساتھ ہوں وہ امام احمد رضا سے عداوت و دشمنی نہیں تو کیا دوستی رکھے گا؟

منشیات کا دھندہ کرنے والوں میں ایسے ظالم، بے ایمان اور شقی القلب بھی ہیں جو قرآن و حدیث کے صفحات کاٹ کر اندر سے خالی کر کے چرس، افیم اور ہیروئن وغیرہ بھر لیتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ پکڑے جا چکے ہیں اور ان کا ذکر اخبارات میں آچکا ہے۔ یعنی تقدس و پاکیزگی کی آڑ میں مکر وہ کاروبار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب بھی علامہ کہلاتے ہیں، قرآن و حدیث کے عالمِ فاضل بنتے ہیں مگر جو مکر وہ رویہ انہوں نے قرآن و حدیث کی آڑ میں اپنایا ہے یہ سب ان کی علمی و دینی شخصیت کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے کافی ہے۔ جب ٹھوس دلائل سے صفحے کے صفحے بھر دیئے ہیں اور ساتھ اصل کتب کے فوٹو سٹیٹ بھی دے دیئے ہیں تو اب میری عبارت پڑھ کر ناک بھوں چڑھانے والے بھی اپنے انجام پر ایک نظر ضرور کر لیں۔ ”مطالعہ بریلویت“ کو سینے سے لگا کر رکھنے والو! توبہ کر لو۔ ابھی وقت ہے۔

طر پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر ماضی گیا

۱۴) اکابرین دیوبند کے باغی

ڈاکٹر صاحب ”مطالعہ بریلویت“ جلد دوم کے آخری صفحات میں عوام الناس کو اہل سنت و جماعت سے کیوں متنفر کرتے ہیں کہ بریلوی مکہ کی باجماعت نمازوں اور مسجد الحرام کی نماز جمعہ سے محروم واپس لوٹتے ہیں اور لکھتے ہیں :-

”یہ برطانوی استبداد کا کڑوا پھل ہے جو قوم کو چکھنا پڑا اور دیکھتے دیکھتے بریلوی مذہب یکرومدینہ کی ان گستاخیوں سے ترتیب پا گیا۔“

جواباً عرض ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مقدس مقامات ہیں، ان کی بے حرمتی کرنے والا ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔ رہا معاملہ وہاں کے رہنے والوں کا، جو اس وقت سعودی خاندان کے افراد وغیرہ ہیں، تو ان سے کسی مسئلے میں اختلاف کرنے سے کسی بنیادی عقیدے پر زور نہیں پڑتی اور نہ اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب! حب دارالعلوم دیوبند کے معتبر عالم اور آپ کے فخرالمحدثین مولوی خلیل احمد انبلیٹھوی سہارنپوری نے ”المہند“ لکھ کر نجدیوں کو خارجی قرار دیا اور دیگر علمائے دیوبند یعنی آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی، شیخ الہند مولوی محمد الحسن، شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مصنف شہاب ثاقب، شیخ الحدیث

مولوی انور شاہ کشمیری (فیض الباری)، مفتی کفایت اللہ بہارنپوری،
عاشق الہی میرٹھی، قاری محمد طیب، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مفتی
ظفر احمد عثمانی، مولوی عبدالحق اکوڑہ خشک، مفتی جمیل احمد نقوی
(بقید حیات) لاہور، سید حامد میاں لاہور، مولوی عبدالستار
تونسوی، محمد سرفراز گکھڑوی اور قاضی عبداللطیف جہلمی وغیرہ بشیما
علمائے دیوبند نے ”المہند“ کی بھرپور تصدیق فرمادی، تو اب جو دیوبندی
وہاں جا کر اُن کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں تو یہ اپنے اکابرین کے باغی
ہوئے۔ کیونکہ خود دیوبند کے نامور علماء جو کہ دیوبندیت کے ستون ہیں
اور جن کے دم خم سے یہ عمارت قائم ہے اگر وہی کہتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب
سجدی کا گروہ خارجیوں کا گروہ تھا (خارجیوں کے متعلق مولوی رشید
احمد گنگوہی صاحب یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کو کافر کہتے ہیں) (فتاویٰ رشیدیہ)

محمد بن عبدالوہاب سجدی فاسق و فاجر، ظالم و خونخوار اور باغی و
مشرک تھا، محمد بن عبدالوہاب سجدی نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر
حملہ کیا، ہزاروں مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا، اُن کے قتل کو (قرآنی
آیات سے بغاوت کہتے ہوئے) مباح سمجھا، اُن کے اموال کو خوب لوٹا
اور حلال جانا اور علمائے دیوبند نے مزید لکھا کہ محمد بن عبدالوہاب سجدی
اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا تھا جو اُس کے عقیدے کا نہ ہو، اور
مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو کافر و مشرک قرار دیتا
تھا (کفر کا حکم ایک طرف ضرور لوٹتا ہے۔ حدیث)

اور لکھا کہ یہ وہابی کہتے ہیں کہ بعد از وفات سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے
کہ ہم اسے گتے کو دفع کر سکتے ہیں اور سرور کائنات سے اب یہ بھی

نہیں کر سکتے۔ نقل کفر کفر نباشد (شہاب ثاقب)۔

آپ لوگ اپنے اکابرین سے باغی ہو کر ایسے لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں تو صوبار پڑھیں۔ اختلافات کی یہ عبارات ”المہند“ اور ”شہاب ثاقب“ میں موجود ہیں یا نہیں۔ اور زندہ و مردہ معتبر مذکورہ علمائے دیوبند کی تقدیق بھی ”المہند“ پر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اب کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب کہ علمائے دیوبند کا یہ اختلاف برطانیہ میں رہنے والے کسی انگریز سے تھا یا عرب شریف کے رہنے والے ایک عربی سے، جب آپ کے علمائے دیوبند عرب شریف کے رہنے والوں سے اختلاف کر کے آپ کے نزدیک سچے سچے مسلمان کے مسلمان ہیں تو بریلویوں کا اختلاف انہیں کیونکر اسلام سے خارج کر دے گا۔ اور شہاب ثاقب میں مولوی حسین احمد نانوتوی المعروف مدنی صاحب نے ولایت کی طرف کفر یہ عقیدہ جو منسوب کیا ہے یعنی بعد از وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنی لاکھوں کو زیادہ نفع مند ہونے کا ولایت عقیدہ درج کرنے سے پہلے دوبارہ مواذ اللہ مواذ اللہ اور نقل کفر کفر نباشد تحریر کیا ہے۔ اگر یہ کفر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو نقل کفر کفر نباشد کیوں لکھتے۔ اور اگر کچھ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اپنا مقتدا و پیشوا قرار دیں تو وہ یہ بتائیں کہ جب محمد بن عبدالوہاب نجدی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا تو وہاں وہ کس کو تہہ تیغ کرتا رہا۔ اور یہ تو اس کے ماننے والے بھی اقرار کرتے ہیں کہ اس نے ہزاروں باشندگان مکہ و مدینہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اگر وہ کفار تھے تو اس علاقہ پر ان کا قبضہ ثابت ہوا اور اگر مسلمان تھے تو محمد بن عبدالوہاب نجدی انہیں قتل کر کے قرآنی آیت وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِدًا فَجَزَاءُ مَا جَهَنَّمَ خَالِدًا

فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝ لَه کی سزا کا سختی ٹھہرا۔ چہ جائیکہ اُسے مقتدا و پیشوا مانا جائے۔

ڈاکٹر صاحب! آپ دونوں طرح سے گئے، نہ مسجد کے رہے نہ مے خانے کے۔ یہ تو آپ کا انتہائی منافقانہ رویہ ہے کہ ایک طرف نجدیوں سے اتنا شدید اختلاف اور دوسری طرف بہ خاطر مال و ریال پکا گٹھ جوڑ۔

دیوبندی شیخ الاسلام مدنی صاحب نے شہاب ثاقب میں نجدیوں کے رد میں چھبیس صفحے سیاہ کر دیئے ہیں اور جی بھر کر انہیں برا بھلا کہا ہے، وہ بلاشبہ خبیثہ کچھ لکھ کر قلم کی نوک گھسا دی ہے، ”المہند“ میں اُسے خارجیوں کا گروہ کہا گیا مگر ادھر ان شیخ الاسلاموں وغیرہ کے متبعین آج اُسی نجدی اور اُس کے پیروکاروں کے گیت گاتے پھرتے ہیں۔ مولوی ضیاء الرحمن فاروقی سرپرست سپاہ صحابہ موجودہ سعودی عرب کے مذہبی لٹریچر اور نصاب تعلیم سے متعلق لکھتے ہیں :-

”شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب آج عرب کے ماتھے کا جھومر اور گمراہی کی تاریک راہوں میں تعلیم و تربیت کا ستارہ ہے، ان کی کتابیں سعودی عرب کے نصاب تعلیم کی زینت ہیں۔“ لے
سعودی عرب کے رہنے والے تمام لوگ نجدی ہرگز نہیں۔ ان میں

۱۔ (ترجمہ) جس کسی نے قتل کیا مسلمان کو جان بوجھ کر تو اس کی سزا جہنم ہے، پڑا رہے اس میں، اللہ کا اس پر غضب ہوا اُس کو لعنت کی اور اس کے واسطے بڑا عذاب تیار کیا (پ ۵ سورہ النساء آیت ۹۳) ۲۔ فیصل اک روشن ستارہ صفحہ ۱۰۴ ÷

حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ بھی ہیں۔ ہم بریلوی علمائے دیوبند کی المہند کے اُس حصے کی تصدیق کرتے ہیں جس میں نجدیوں کی خبر لی گئی ہے لہذا ہم نجدیوں کے خلاف ہیں، تمام اہل حجاز کے نہیں۔ سرپرست سپاہ صحابہ ضیاء الرحمن فاروقی صاحب کی سند دیوبندیوں کے لیے معتبر حیثیت رکھتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سعودی عرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار و خیالات کی ترقی ہو رہی ہے اور اُسی کی کتابیں سرکاری طور پر نصابِ تعلیم میں شامل ہیں تو ڈاکٹر صاحب بتائیے کہ جب آپ کے بزرگ تمام اصاغر و اکابر ”المہند“ میں علامہ عثمانی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے اس قیدِ شدید و کثیر الزام عائد کر رہے ہیں تو پھر ایسے بدعتیہ شخص کے متبعین کے پیچھے کون سی دلیل شرعی سے نمانا چاہتی ہے؟

نجد آج اس سعودی خاندان کی حکومت اگر ختم ہو جائے اور اس کی بجائے وہی پہلے والے اہل سنت و جماعت سربراہ ہو جائیں تو آپ اُن کے قدموں پر گر کر کہیں گے کہ جلالتہ الملک! حضور والا! ہم تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کو فاسق و فاجر، ظالم و مکرش اور باغی و خونخوار کہتے چلے آئے ہیں۔ یہ دیکھیے ہماری ”المہند“ نصف صدی سے زیادہ عرصہ کی گواہ ہے اور یہ دیکھیے ہمارے پاکستان کے کامل ولی سرکار گولڑہ شریف حضرت سید پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”صیفِ چشتیائی“ جو پہلی بار مرزا غلام احمد قادیانی کے جواب میں ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:-

”پس اگر ان پیش گوئیوں کو خارج میں مطابق کر کے دیکھا جائے تو مسلمہ کذاب اور اسود عینی اور محمد بن قسطنطین اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں جنہوں نے اپنے

کو نبی سمجھا۔ ۱

یعنی دیوبندیوں نے آنے والے خطرات کے پیش نظر پہلے سے ہی ”پیش بندی“ کر رکھی ہے کہ دونوں طرح سے اپنا کام چلتا رہے۔ یاد ہے کہ دیوبندی حضرات قبلہ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا بے حد احترام کرتے ہیں مگر یہ صرف ظاہری احترام ہے جو دھوکہ ہے، فریب ہے۔ اُن کے عقائد کو نہیں مانتے۔ بالکل اسی طرح جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے مرید مولوی صادق الیقین سے کہا تھا کہ میاں! تم ہمارے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ملنے تو جا رہے ہو مگر اُن کے افعال و اعمال دیکھ کر اُن کے نہ ہو جانا کہ زمین و آسمان کا فرق ہے (تذکرۃ الرشید) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور پیر مہر علی شاہ گیارہویں شریف کو ماننے والے، یہ مریدین اُسے حرام کہنے والے۔ وہ میلاد و قیام کے عاشق، یہ اُسے بدعت قرار دینے والے، وہ نجدیوں کے خلاف، یہ نجدیوں کی جوتیوں میں پانی پینے والے، وہ عطائی علم غیب، استمداد و استعانت اور زیارت قبور کے قائل، یہ ان عقائد کو شرک سے تعبیر کرنے والے، ہر مہدین اور مریدین کا کہیں اتفاق نہیں مگر پوچھئے تو آداب و القاب کے ڈھیر لگا دیں گے۔ کیسی چالاکیاں ہیں اور کیا چال بازیاں ہیں۔

تو بات ہو رہی تھی ڈاکٹر صاحب کی اُس عبارت کی جو انہوں نے

۱۔ سیف چشتیائی صفحہ ۹۷۔

ضروری نوٹ :- ۱۹۸۱ء کی خاتج کردہ ”سیف چشتیائی“ میں محمد بن عبد الوہاب

کا نام حنا رنج کر دیا گیا ہے۔ جس کی وضاحت اسی ایڈیشن کے آخر

”اصلاح نامہ“ میں کی گئی ہے :

مستی بولیوں کے خلاف لکھی ہے کہ یہ لوگ وہاں جا کر ان کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے۔ نمازیں اسی لیے نہیں پڑھتے کہ وہاں محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتابوں کی تعلیم ہے۔ اور اس شیخ نجدی کی کتابوں سے متعلق سید پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف کے سوانح نگار لکھتے ہیں :-

”محمد بن عبد الوہاب کا جو رسالہ علمائے مکہ کی طرف بطور دعوت و محبت بھیجا گیا تھا اُس میں تحریر تھا کہ :-

”جو شخص نبی کو اپنا ولی اور خلیفہ سمجھتا ہے وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں، جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا محمد کہتا ہے اگرچہ ان کے متعلق سب باتوں میں بندہ عاجز ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو بھی مشرک ہو جاتا ہے۔ اور تجھے ان باتوں میں ہمارا شیخ ابن تیمیہ پس ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد کی قبر اور مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف سفر کر کے جانا شرک اکبر ہے۔“

اسی رسالہ میں مزید تحریر ہے :-

”أَمَّا السَّابِقُونَ فَاَللَّهُتُ وَالسَّوَاعُ وَالْعُزَّى
وَأَمَّا اللاحِقُونَ مُحَمَّدٌ وَعَلِيٌّ وَعَبْدُ الْقَادِرِ
(معاذ اللہ) پہلے بت لات اور سواع اور عزی تھے اور کچھلے
بت محمد اور علی اور عبد القادر ہیں۔“

چند سطور بعد لکھا ہے :-

”پس عرب معاصرین نے کچھ غلط نہیں کہا تھا کہ ابن عبد الوہاب نے علم کی کسی صنف میں بھی تکمیل نہیں کی تھی اور طالب علمی کے ایام میں

محض مسئلہ کذاب اور اسود عسی (جھوٹے مدعی نبوت) کے سوانحات
ہی پڑھتا رہتا تھا۔" لے

بتائیے! گولڑہ شریف والوں کا آپ حکم کیوں نہیں مانتے۔
انہیں رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں اور تمام عقائد میں ان سے اختلاف
بھی کرتے ہیں کہ جو دہر نزاع بنے ہوئے ہیں۔ یہ دورنگی کس لیے اور کیونکر

ہے۔
ٹوڈاکٹر صاحب! اب بتائیے آپ نے بھی حضرت پیر مہر علی
شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بطریق ادب و احترام اپنی اس کتاب کے صفحہ
۲۴۴ پر بطور سفارش کیا ہے۔ ان کے خیالات آپ نے ملاحظہ فرمائیے اور
بخدی شیخ کا عقیدہ بھی آپ نے پڑھ لیا۔ کیا ایسے بد عقیدہ شخص کے
متبعین کے پیچھے شرعاً نماز جائز ہے؟ آپ تو پڑھ ہی لیں گے اور پڑھتے
بھی ہیں کیونکہ آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی کے مطابق شیخ بخدی
عمدہ عقائد کا مالک تھا۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

ایک خبیث عقیدہ تو آپ نے سوانح پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ میں پڑھ
لیا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور شیخ
عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس زمانے کے بت کہا (العیاذ باللہ تعالیٰ)
اور اس کے باقی عقائد پڑھنے ہوں تو "گنبد خضرا" از مولانا محمد معراج الاسلام
اور "تاریخ نجد و حجاز" از مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ملاحظہ
فرمائیے۔ رہی بات ان حجاز کرام کی جو دہاں جا کر بخدی آئمہ کے پیچھے
نماز پڑھتے ہیں اور اگر آپ سوال کریں کہ ان کی نماز پھر کیسے ہو جاتی
ہے تو اس کے لیے علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کے مضمون "بد عقیدہ"

امام کے پیچھے غار پڑھنے کا حکم، کی طرف رجوع کیا جائے جو کہ
”مقالات کاظمی“ حصہ سوم صفحہ ۳۱۸ پر موجود ہے۔ انشاء اللہ
العزیز تسلی ہو جائے گی۔

شورش کا شمیری کے تاثرات | وہ دیوبندی علماء و مناظر جو
سُنی بریلویوں کے خلاف

ہمہ وقت زہرا گلنے میں مصروف رہتے ہیں، اپنی تقریر میں وزن پیدا
کرنے کے لیے شورش کا شمیری دیوبندی کے اشعار ضرور پڑھتے ہیں
جو انہوں نے ہمارے خلاف لکھے ہیں۔ یہ اشعار سن کر دیوبندی بڑے
اُچھل کود کرتے ہیں۔ حالانکہ شاعر گھر کا ہو تو پھر اُچھل کود چہ معنی
دارد۔ بہر حال شورش کا شمیری نے شاہ فیصل کے دور حکومت
میں ۱۹۶۹ء میں سعودی عرب میں چودہ دن گزارے اور ان
تاثرات کو اپنی مشہور کتاب ”مُشب جائے کہ من بودم“ میں لکھ دیا۔
شورش کا شمیری مسلک دیوبند کے معروف نقیب ہونے کے ساتھ
ساتھ مشہور اہل قلم اور صحافیوں میں شمار ہوتے تھے۔ تاثر و مشاہدہ
اس طرح بیان کرتے ہیں :-

سعودی حکومت نے عہد رسالت کے آثار، صحابہ کرام کے
مظاہر اور اہل بیت کے شواہد اس طرح مٹا دیے ہیں کہ جو چیزیں
ڈھونڈ ڈھونڈ کر محفوظ کرنی چاہیے تھیں، وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر محو
کر دی گئی ہیں۔ کہیں کوئی قبر یا نشان نہیں، لوگ بتاتے اور ہم
مان لیتے ہیں۔ حکومت کے نزدیک ان آثار و نقوش اور مظاہر و مقابر
کا باقی رکھنا بدعت ہے۔ عقیدہ توحید کے منافی ہے، سنت رسول
کے خلاف ہے، لیکن عصر حاضر کی ہر جدت، جَدہ ہی میں نہیں پورے
جواز میں موجود ہے بلکہ بڑھ کر پھیل رہی ہے۔ کیا قرآن و سنت کا اطلاق

اس پر نہیں ہوتا؟ شاہ فیصل کی تصویریں ہوٹلوں میں لٹک رہی ہیں
انہیں حکومت نے خود جہاں کیا ہے، ایئر پورٹ پر اترتے ہی شاہ فیصل
کی تصویر پر نظر پڑتی ہے، قبوہ خانوں اور ریتورانوں میں ان تصویروں
کی بہتات ہے لیکن اس میں کوئی بدعت نہیں۔ بدعت اسلاف
کی یادیں بنانے اور باقی رکھنے میں ہے۔“ ۱

ڈاکٹر خالد محمود صاحب! آپ نے برطانوی استبداد کے کڑوے
پھل کا ذکر کیا تھا، ذرا شورش صاحب کی بھی سنئے :-

”آل سعود کی حکومت یورپ کی ہر چیز سے متمنع ہو رہی ہے۔
حتیٰ کہ طبیعت نوجوان رکھنے کا یہ سامان یہاں موجود ہے..... لیکن
ہم تاریخ کی اس دولت سے جو سرور کوئین کے حواخ و افکار پر روشنی
ڈالتی ہے اور عظیم المرتبت صحابہ کے حالات و کوائف سے آگاہ کرتی
ہے، ایک ایسا برتاؤ کر رہے ہیں کہ اس پراغماض و استبداد (حتم
پوشی اور ظلم و قہر) دونوں کا اطلاق ہوتا ہے۔“ ۲

مزید لکھتے ہیں :-

”حضرت خدیجہ کی قبر پر نگاہ کی، امّ المؤمنین کا مزار — میں
کامپ اٹھا۔ میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ مسلمانوں نے اپنی بیویوں کے
تاج نخل بنا ڈالے، لیکن جس عورت کو پیغمبر آخر الزمان کی پہلی شریک
حیات ہونے کا شرف حاصل ہوا، جو فاطمہ الزہراء کی ماں تھیں، وہ
ایک قبر ویران میں پڑی ہیں، میں اپنے تئیں ضبط نہ کر سکا، آنکھوں میں
بدلیاں آگئیں۔ میں نے کہا..... کیا خدیجہ الکبریٰ مکی زندگی نہیں
گزار رہیں۔ حضور کو بعثت سے پہلے گیارہ سال متایا گیا، امّ المؤمنین

کو اب ستایا جا رہا ہے..... جو لوگ اس کا نام قرآن و سنت رکھتے ہیں، وہ خود کس منہ سے تاج ہنسی پہنتے ہیں، اونچے اونچے محل بناتے ہیں، محمد عربی کی دولت سمیٹتے اور اس کا نام خزانہ شاہی رکھتے ہیں۔ جس ذات اقدس کے صدقہ میں عزتیں پائی ہیں، اس کے آثار اقدس کی یہ بے حرمتی! یہ قرآن و سنت نہیں، اہانت اور مرتح اہانت ہے۔“ لے

آثار و مقابر کی تباہی و بربادی اور خستہ حالی کا جو نقشہ اور جن الفاظ میں شورش کاشمیری نے پیش کیا ہے، ایک مسلمان کا کلیجہ اُسے پڑھ کر منہ کو آنے لگتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

”جنت البقیع ان گیارہ میں سے نو کی آخری آرمگاہ ہے لیکن حکمرانوں کی شرعی خستہ (عداوت و نفرت) کا شکار، رسول اللہ کے اہل بیت، رسول کی اولاد میں، رسول کے ساتھی، رسول کے جانثار، رسول کے جانشین، رسول کے فدائی حتیٰ کہ رسول کو گود میں کھلانے والی حلیمہ سعدیہ یہاں اس طرح لیٹی ہوئی ہیں، جس طرح گناہم آدمیوں کے ادھورے مسودوں پر عبا رتیں، قلم کی کتر بیونت سے دم توڑ دیتی ہیں..... آہ حمزہ کارونے والا کوئی نہیں! ہندہ نے تو حمزہ کا کلیجہ چبا یا تھا، لیکن انہوں نے حمزہ کی قبر جیا ڈالی ہے،“ لے

شورش کاشمیری نے آثار و مقابر کے ساتھ سعودی حکمرانوں کے وحشیانہ سلوک پر زبردست احتجاج کیا ہے۔ شورش واپس پاکستان آتا ہے، جنت البقیع میں مزارات کی دیرانی و خستگی اُس کے دل کا خون پنچوڑے ہوئے ہے، مگر سرکار رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے مزار کی بے حرمتی اُسے سہرا پا درد بنائے ہوئے ہے، اُس کے ذہن میں غم و اندوہ کے طوفان ہیں، روح افسردگی کی بھٹی میں جل رہی ہے۔ آخر اُس کا یہ درد اور یہ غم و اندوہ روشنائی کی صورت میں قلم سے ٹپکنے لگتا ہے اور صفحہ قرطاس پر بکھر کر فریاد کرنے لگتا ہے :-

فاطمہ الزہراء کے مزار پر | جنت البقیع میں مزارات کی حالت حد درجہ ناگفتہ بہ ہے، پہلو میں فلک

بوس عمارات کھڑی کی جا رہی ہیں اور بہت سی قد آور عمارتیں کھڑی ہو چکی ہیں۔ جس پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر کا مکان نہ بنایا، اس کے نام لیوا بنگلوں اور محلوں میں رہ رہے ہیں لیکن جنت البقیع ہی ایک ایسی جگہ ہے، جہاں قبروں کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "ہدایت" پر یارانِ نجد نے عبرت کے نوشتے بنا رکھے ہیں، گویا اسلاف کی قبروں پر "نصحتِ نبوی" نافذ ہے لیکن خود زندہ قبریں تنگ مہر کے محلوں میں رہ رہی ہیں۔

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارِ اقدس پر میرے اشکبار دل کی، جو حالت ہوئی، عرض کرنا مشکل ہے، ایک ویرانہ میں ماں پڑی سوتی ہیں، ذرا ہٹ کے امام حسن، امام زین العابدین، امام جعفر صادق اور امام باقر آرام کر رہے ہیں۔ ان کی جڑواں قبروں کے روبرو حضور کے چچا حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی قبر ہے۔ ذیل کے اشعار اسی حاضری کی یادگار ہیں۔ شورشِ کاشمیری۔

اس سناخہ سے گنبدِ خضریٰ ہے پر ملال	لحنتِ دلِ رسول کی تربستہ ہے خستہ حال
دل میں ٹھٹھک گیا کہ نظر میں سمٹ گیا	اس جنت البقیع کی تعظیم کا خیال
طیبہ میں بھی ہے آلِ پیمبر پہ ابتلا	اس ابتلا سے خاطرِ گونہیں ہے نہ حال

پورِ خلیل، سبطِ پیمبر، علی کے لال
ہوتا ہے دیکھتے ہی طبیعت کو اختلال
اب تک ہے ہی ہے گردشِ دورانِ چالِ حال
لیکن حرام شے ہے مقابر کی دیکھ بھال
تیرا غضب کہاں ہے خداوندِ الجلال
محلّوں کی آب و تاب ہے حکام پر حلال
اُس شخص کا نوشتہ تقدیر ہے زوال
پھرتے ہیں روز و شب تو پلٹتے ہیں ماہ و سال
کب تک رہیں گے جعفر و باقر گشتہ حال
ہر لحظہ ان کی ذات پہ قربان جان و مال

سوٹے ہوئے ہیں ماں کی لحد ہی اُس پاس
اُڑتی ہے دھول مرقدِ آلِ رسول پر
افتادگانِ خواب میں آلِ ابوتراب
فرشتہ سی رول ہے پیمبر کے دین میں
اسلام اپنے مولد و منشا میں اجنبی
تو ندیں بڑھتی ہیں غریبوں کے خون سے
جس کی نگاہ میں بنتِ نبی کی حیثیت ہو
پھٹتی ہے یو، تو صبح بھی ہوتی ہے بالفرد
کب تک ہے گی آلِ پیمبر لٹی پٹی
از لبکہ ہوں غلامِ غلامانِ الہیت

کیا یونہی خاک اُڑے گی مزاراتِ قدس پر
فیصل کی سلطنت سے ہے شورشِ مراسل

جن نجدیوں کے عقائد پر علمائے دیوبند بھی برس رہے ہیں اور عقیدہ
لکھنے سے قبل نقل کفر کفرِ غائب کے الفاظ لاتے ہیں اور مقدس مقامات
اور مزارات کی ویرانیوں اور بربادیوں سے متعلق سراپا فریاد بن کر کہتے ہیں
کہ اے خداوندِ کریم! تیرا غضب اور قہر کہاں ہے جو معبودی حکمرانوں پر
نہیں پڑ رہا اور اُس کے زوال کی دعا کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی نگاہ میں
بنتِ نبی کی حیثیت نہیں۔ اور آج جو امریکیوں کو انہوں نے اپنے سر کا
تاج بنا رکھا ہے، یہودی عیسائیوں سے المددِ المدد پکار رہے ہیں۔ بے دینوں
سے دوستی و یارانہ گانٹھ رکھا ہے۔ گھر میں بلا کر شراب و شباب کی اجازت
دے رکھی ہے۔ مسطور کا گوشت منگوایا جا رہا ہے، یہودی عورتیں ننگ دھڑنگ

دنداناتی پھرتی ہیں، ساری دولت یہودیوں کے قبضہ میں دے رکھی ہے،
 شخصی حکومت قائم ہے، عیش و عشرت کے جام لٹھلٹے جا رہے ہیں،
 ستر ستر عورتیں گھر میں بٹھا رکھی ہیں طلاقوں پہ طلاقیں دے دے کر نوجوان
 لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جا رہا ہے، لہو و لعب اور کھیل تماشوں میں
 زندگی بسر کی جا رہی ہے، آثار و مقابر پہلے سے زیادہ ویران کر دیئے
 گئے ہیں، جنت البقیع کو کھنڈر بنا دیا گیا ہے جبکہ اپنے محلات میلوں
 پھیلے چلے جا رہے ہیں، بقول شورش کاشمیری ۱۹۶۹ء میں اگر اسلام
 اپنے مولد و منشا یعنی مکہ اور مدینہ میں اجنبی تھا تو آج چوبیس سال بعد
 اُس کی حالت کیا ہوگی جن کے عقائد و اعمال کا یہ حال ہو کیا ایسے آئمہ
 کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟

دیوبندیت کے متوالوں سے گزارش ہے کہ وہ المہند اور شہاب
 ناقت اٹھا کر ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے آگے رکھیں اور اُن کے مندرجہ
 پڑھ کر پوچھیں کہ اس نجدی شیخ کے پیروکاروں کے پیچھے شرعاً
 نماز ہو سکتی ہے؟

اور ہاں اپنے علماء کو یہ ضرور بتانا کہ شہاب ناقت کے مصنف
 تک تو شیخ نجدی سے متعلق معلومات صحیح نہیں پہنچ سکیں اور جو کچھ
 کسی نے خبر دی، اُس کے خلاف لکھ ڈالا لیکن یہ اور درجنوں محترم
 و مستند دیوبندی مُصَدِّقینِ اَلْمُہِنَّد کس ”جھلکے“ میں مارے گئے۔
 نتیجہ :- اگر آپ کے بزرگوں کو سچا مانا جائے تو آپ جھوٹے
 ٹھہرے جو نجدیوں کے پاؤں دھو دھو کر پی رہے ہیں اور اگر نجدیوں
 کے عقائد کو برحق مانا جائے تو آپ کے بزرگ جھوٹے، جنہوں نے
 کفر یہ عقیدے اُن کی طرف منصوبہ کئے۔ آپ تو اپنے بزرگوں سے بھی
 مخلص نہیں۔ کچھ مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مالی

فائدے کی خاطر اپنے بزرگوں کے خلاف کھلی بغاوت کر کے نجدیوں کے چرنوں پہ سر ٹیک دیئے۔

پورا دین نہ مکہ میں نہ مدینہ میں

آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :-
 ”(عاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے) فرمایا کہ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آوے گا کہ نیک لوگ مکہ سے چلے جاویں گے، یہ وہی زمانہ ہے، اس زمانہ میں پورا دین نہ مکہ میں ہے نہ مدینہ میں۔ اس زمانہ میں دیندار وہ ہے کہ پہاڑ پر جا کر معروف ذکر الہی ہو،“

یہی بات بالفرض امام احمد رضا لکھتے تو آپ کی مطالعہ بریلویت میں ایک اور عنوان کا اضافہ ہوتا۔ ”پہاڑوں کو نیکے مدینے پر فضیلت“ اور تبصرہ فرماتے کہ احمد رضا کے دل میں اگر مکہ معظمہ کی قدر و منزلت ہوتی تو یہ نہ لکھتے کہ نیک لوگ مکہ سے چلے جاویں گے اور خدا جانے کن کن الزامات کی بوچھاڑ کی جاتی۔ اب فرمان حضرت حاجی صاحب کا تشہیر کر لے والے حکیم الامت تھانوی صاحب، ہے کوئی انصاف پسند دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کی گردن کو اوپر سے پکڑ کر اس عبارت کی وضاحت طلب کرے کہ دینداری کی لذت مکہ میں رہ کر ہے یا دور پہاڑوں پر ؟

دارالعلوم دیوبند کی کعبۃ اللہ سے افضلیت

مسجد دارالعلوم دیوبند کی نورانیت اور تقدس کا حرم کعبہ کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے ”مبشرات“ کا مصنف لکھتا ہے :-

”مکہ معظمہ کے مشہور مجاور (خادم) بزرگ جس کا نام محب الدین تھا، دارالعلوم (دیوبند) میں جب تشریف لائے تھے تو یہاں کی جماعت (نماز) میں شریک ہو کر اپنی کشفی احساس یہ ظاہر کرتے تھے کہ جس کیفیت کی یافت (فائدہ اور آمد) یہاں کی جماعت میں ہوتی ہے اب تو حرم کی جماعت میں بھی اس کیفیت کو نہیں پاتا“۔

جناب یہ ہے برطانوی استبداد کا کرٹوا پھل جو ساری سنیت کو کھینچا پڑ رہا ہے اور دیکھتے دیکھتے دیوبندی مذہب مکہ و مدینہ کی ایسی ہی گستاخوں سے ترتیب پا گیا ہے کوئی صاحب انصاف دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کا کان پکڑ کر پوچھے کہ ”اب تو حرم کی جماعت میں بھی اس کیفیت کو نہیں پاتا“، کا مطلب کیا ہے اور بیت اللہ سے زیادہ لذت و یافت دارالعلوم دیوبند میں کس طرح آگئی؟

آج ہمیں بڑے دھوم دھڑکے سے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ”امام حرم پاک میں علیحدہ جماعت“

کعبہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مگر بے چاروں کو اپنے گھر کی خبر نہیں۔ ہماری دنیا اس حقیقت سے باخبر ہے کہ سعودی نجدی خاندان سے قبل وہاں اہل سنت و جماعت کا دور دورہ تھا، جن کا عقیدہ آج کے بریلویوں کی طرح تھا اور جن کو محمد بن عبد الوہاب نے سعودی خاندان سے مل کر مشرک قرار دے کر صفحہ ہستی سے اڑانے کی کوششیں

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱۵۱ امداد المشتاق صفحہ ۸۵ مکتبہ اسلامیہ بلال گنج لاہور۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) ۱۵۱ مبشرات دارالعلوم صفحہ ۳۲ :-

کرتا رہا اگرچہ وہ اپنے اس ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا سوائے
اقتدار حاصل کرنے کے۔ اُسی دور میں امام الوہابؒ ہند مولوی اسماعیل
دہلوی اور اُن کے مُرشد سید احمد صاحب بریلوی و ہابیت کے رنگ
میں رنگے رنگائے بغرض حج مکہ پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو اپنی جماعت الگ
کمرانے لگے۔ اُن سے متعلق دیوبندیوں کے معتبر عالم مولوی سید ابوالحسن
ندوی لکھتے ہیں :-

”مشورہ سے طے پایا کہ جب تک لوگ حرم میں تردد پڑھیں، آپ یہاں
لوگوں کا ترکانِ سُنیں۔ مشورہ بند ہونے کے بعد مطاف میں اپنی جماعت
علیحدہ کی جائے۔“

اسی طرح معروف دیوبندی مؤرخ غلام رسول دہر بھی لکھتے ہیں کہ سید
صاحب نے اپنے مریدوں کو حکم دیا :-
”و جب دوسرے لوگ فارغ ہو جائیں تو اپنی جماعت کھڑی
ہو۔“

ڈاکٹر صاحب! وہ دوسرے لوگ کون تھے۔ مسلمان تھے یا کافر؟
(معاذ اللہ) مسلمان تھے تو آپ کے امام الوہابؒ نے اُن کے پیچھے نماز کیوں نہیں
پڑھی اور اگر معاذ اللہ مشرک تھے تو پھر اُن کا قبضہ ثابت ہوا۔

حرم کا مؤذن مردود | جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ سعودی حکومت
سے پہلے وہاں اہلِ سُنت کا دور دورہ تھا
اس لیے سید احمد صاحب کے ایک مرید مولوی عبدالحق نیوتنوی جو کہ کم علم مگر
تیز مزاج تھے، حرم پاک میں پڑھے جانے والے درود و سلام سے بہت پڑتے
تھے۔ مولانا عبدالفتاح گلشن آبادی لکھتے ہیں :-

”صبح کی اذان کے اول حرم محترم کے اطراف کے میناروں پر
موذن چڑھ کر درود اور سلام باوازا بلند پڑھتے ہیں، (مولوی عبدالحق)
اس کو برہیم (یعنی مردود) کہتے ہیں۔“

اہل حرم میں بدعتی | سید احمد نے پنجتار سے روانگی
کے وقت اپنی ازواج کے
بارے میں وصیت کی کہ اگر میں مارا گیا تو تم حرمین شریفین علی جانہ
بچھ فرماتے ہیں۔

”وہی سرزمین ہے جہاں دین خلل سے محفوظ رہے گا اگرچہ بدعات
سے وہ ملک بھی خالی نہیں۔“

ڈاکٹر صاحب سے خاص سوال | آپ نے اپنی کتاب
مطالعہ بریلویت جلد دوم
میں لکھا ہے۔

”وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن
کریں اور ان کے عقائد قرآن و حدیث کے خلاف تصور کریں۔“
آپ کا یہ کلمہ صرف سعودی خاندان کے حکومتی دور کے لیے مخصوص
ہے یا اس کا اطلاق ہر زمانے کے علمائے حرمین کے لیے ہے۔ اگر سعودی
خاندان کے حکومتی دور تک ہی مخصوص ہے تو آپ کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ
اس سے قبل یا بعد کے کسی زمانے میں قرآن و حدیث کے خلاف بھی عقائد
رکھنے والے علماء موجود تھے یا ہو سکتے ہیں، یوں آپ ہمارے موقف کے

۱۔ تحفہ محمدیہ صفحہ ۱۱۸ بحوالہ حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۶۲۔

۲۔ سید احمد شہید صفحہ ۷۳ از غلام رسول ہیر۔

۳۔ مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۳۹۵۔

ساتھ متفق نظر آتے ہیں اور آپ کا ہم پر مذکورہ بالا اعتراض قطعی بجا ہے اور اگر آپ کے اس کلمے کا اطلاق ہر زمانہ کے علمائے حریم کے لیے ہے تو پھر بھی آپ کی اس دلیل کی بساط اُلٹ گئی، اس لیے کہ آپ کے ”مرشد برحق“ اور مصلح و مقتدا محمد بن عبد الوہاب نجدی نے علمائے حریم طہتین پر نہ صرف طعن کیا بلکہ مشرک سمجھ کر سینکڑوں علماء کی گردنیں اڑا دیں اور ان کے ہزاروں معتقدین کے خون کی ندیاں بہا کر صحرائے عرب کو رنگین بنا دیا۔ اب آپ اپنی عبارت پھر سے ایک بار پڑھیں اور بتائیں کہ شیخ نجدی نے سعودی امراء سے مل کر علمائے حریم کو کس لیے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اگر علمائے حریم پر صرف طعن کرنے والے مسلمان نہیں تو علمائے حریم کو مشرک سمجھ کر قتل کرنے والے اور ان قاتلین کو اپنا مقتدا و پیشوا ماننے والے کس طرح توحید کے ٹھیکیدار بن سکتے ہیں۔

اور اب تو آپ خود بھی اعتراض کے قابل نہیں رہے کہ بریلوی ”امام کعبہ“ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیونکہ آپ نہ صرف اپنے اکابرین کے باغی ہیں بلکہ اپنی تحریروں کے بھی باغی ہیں۔ دیکھیے اوپر کی اپنی عبارت کہ

”وہ کون سے مسلمان ہیں جو حریم شریفین کے علماء پر طعن کریں؟ اگر محمد بن عبد الوہاب نجدی علمائے حریم کو تہہ تیغ نہ کرتا اور موجودہ سعودی خاندان اور سرکاری آئینہ بقول فاروقی صاحب شیخ نجدی کے پیرو نہ ہوتے تو ہم بریلوی ضرور نماز پڑھتے۔ چونکہ انہوں نے یہ کام کیا ہے اس لیے ہم آپ کی زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ ”وہ کون سے مسلمان ہیں جو سینکڑوں علمائے حریم کے عقائد کو مشرکانہ سمجھ کر ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لیں؟“

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ رُخ انور بیت المقدس کی طرف
 کر کے نماز پڑھیں تو صولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس قبلہ رہا۔ عین
 اس وقت اگر کوئی حضور کا طریقہ چھوڑ کر مکہ میں بیت اللہ کی طرف
 مُنہ کرتا تو اسلام سے خارج ہو جاتا۔ پھر جب بیت المقدس سے ہٹا کر
 دوبارہ بیت اللہ کی طرف مُنہ کرنے کا حکم دورانِ نماز آگیا تو تمام صحابہ
 کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پھر گئے۔ اب صورتحال
 یہ بن گئی کہ چند لمحے قبل جو بیت المقدس قبلہ اور ایمان کی علامت تھا،
 اب اگر کوئی اُدھر مُنہ کر کے نماز پڑھتا تو اسلام سے فوراً نکل جاتا۔
 معلوم ہوا کہ قبلہ سمتوں کا نام نہیں بلکہ اصل قبلہ تو خود حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی کامل و اکمل اپنی ذات ہے۔ حقیقی قبلہ تو میرے آقا
 محمد مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی محترم ذات ہے۔ مولانا محمد یار
 صاحب کا یہی مطلب تھا کہ ہدایت تو انسان سے ہی ملتی ہے، ورنہ
 کعبۃ اللہ تو اس وقت بھی موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام
 اسی لیے مبعوث فرمائے کہ وہ لوگوں کو گمراہی سے نکالیں اور انبیائے کرام
 علیہم السلام کے بعد اولیائے کرام یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ گویا
 کعبے کا احترام بھی کسی کامل انسان کی رہنمائی ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

گھر کی شہادت | میری فطرتِ ثانیہ ہے کہ مخالف کو مُشکلت
 و مہنوت کرنے کے لیے دلیل بقبضہ خدا

اُس کے گھر سے لاتا ہوں اور دلیل بھی ایسی کہ مخالف صمم و بکم کی عملی تصویق
 بن جائے۔ دیوبندیوں کے جامع المجددین اور حکیم الامت مولوی اشرف
 علی تھانوی صاحب بھی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے مرید
 ہیں۔ مگر پیر کا گھر رنگ اور ہے مرید کا رنگ اور۔ بہر حال تھانوی صاحب
 اپنے پیر حضرت حاجی صاحب سے متعلق بیان کرتے ہیں :-

” (حاجی صاحب نے) ارشاد فرمایا کہ شریف (شریف مکہ) یا اور کوئی حاکم میرا کیا کر سکتے ہیں، بہت سے بہت اتنا کر سکتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے مجھ کو جلا وطن کر دیں۔ سو یاد رکھو کہ میں جہاں بیٹھ جاؤں گا، میرا وہی مکہ اور وہی مدینہ ہے اور حقیقت مکہ کی فلاں مقام ہے، اس ظاہری مکہ اور مدینہ پر کچھ موقوف نہیں۔ یہاں تک تو حضرت صاحب کو جوش تھا، پھر سنبھل کر ارشاد فرمایا کہ البتہ جو لوگ جامع ہیں وہ حقیقت کے ساتھ صورت کی بھی رعایت رکھتے ہیں اور ظاہری مکہ و مدینہ کو بھی نہیں چھوڑتے، لے

ڈاکٹر صاحب! اگر آپ اوندھے منہ گر جانے سے بچ ہی نکلے ہیں تو پیشانی سے عرقِ نہامت پونچھ کر اپنے حکیم الامت تھاغوی صاحب کی عبارت بار بار پڑھیں، بار بار پڑھیں اور پڑھتا جا، شرماتا جا۔ یہی عبارت تھاغوی صاحب کی بجائے کسی کُستی عالم کے قلم سے نکلی ہوئی تو آپ طعن و تشنیع کے تیروں سے اُس کا جگر چھلنی کر دیتے اور خدا جلنے کیسے کیسے تبصرے چھانت کر لاتے۔ اب جبکہ یہ ”ساکھ“ گھر میں رو نما ہو چکا ہے تو دیکھئے ڈاکٹر صاحب کس طرح تحفظ فرماتے ہیں۔ ہاں یہ خیال رکھئے گا کہ جوش کے بعد ہوش آنے پر بھی، جبکہ حاجی صاحب سنبھل چکے تھے، اُس وقت بھی فرماتے ہیں کہ جامع لوگ حقیقت کے ساتھ صورت کی بھی رعایت رکھتے ہیں۔ ثابت ہوا کعبۃ اللہ کی حقیقت اور ہے، اور ظاہری صورت اور۔ مگر آپ مخاطب ہیں تو اب یہی آیت کریمہ تلاوت کی جاسکتی ہے اَفَاَنْتَ لَسْمِعُ الصُّعْدِ اَوْ تَهْدِي الضُّمَى وَمَنْ كَانَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

چھوٹے میاں سبحان اللہ | بڑے میاں نے دھوکے، دجل، فریب، تلبیس اور چوڑ توڑ کی جو

کاریگری اور جو کارنامے دکھائے وہ تو آپ ملاحظہ کر چکے، اب ایک ایسی کاریگری ذرا چھوٹے میاں کی بھی دیکھتے جائیے۔ ”مطالعہ بریلویت“ کے مرتب فاضل جامعہ رشیدیہ سہیوال، جناب حافظ محمد اسلم صاحب ہیں جنہوں نے ڈنکاسٹر (انگلینڈ) کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے۔ وہ کتاب کے شروع کے صفحات میں لکھتے ہیں :-

”اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو وہ اس کتاب کو متن بنا کر ساتھ ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ کتاب ہذا کے لفظ لفظ کو سامنے لئے بغیر اس کا جواب ناکافی اور ناقابل اعتناء سمجھا جائے گا، حافظ صاحب کا یہی اعلان و انتباہ اگر کوئی قادیانی، رافضی، عیسائی، پرویزی، غیر مقلد و غیرہ ان پر پلٹ دے تو کیا حافظ صاحب کے جوڑگوں کی لکھی گئی تمام کتب (مذکورہ مذاہب کے خلاف) ناکافی و بے کار سمجھی جائیں گی؟ اس کا مطلب ہے کہ مذکورہ مذاہب کے رد میں لکھی گئی تمام کتب پر لکیر پھیر کر رد کر دیا جائے اور قابل اعتناء نہ جانا جائے۔ پھر تو دنیا کی کوئی بھی کتاب جو کسی کتاب کے جواب میں کسی مسلمان عالم نے لکھی ہو، قابل اعتبار نہیں رہے گی۔ حافظ صاحب سے گزارش ہے کہ وہ اپنا اعلان و انتباہ واپس لے لیں ورنہ اس اصول اور ضابطے کے مطابق وہ اپنا بھٹہ خود بٹھالیں گے۔ دیندار مصنفین کا وسیعہ یہ رہا ہے کہ جواب دیتے وقت مخالف کی وہی عبارت لیتے ہیں جو ان کے مدعا کو پوری کرتی ہو۔ پوری کتاب کی کتاب کبھی نقل نہیں کی گئی۔ آپ لوگوں کی عبارات لیتے وقت میں نے کوئی دھوکہ کیا ہو تو آگاہ فرمائیے۔“

(حاشیہ صفحہ سابقہ) لے کر امارت امدادیہ صفحہ ۱۹، ۲۰ مکتبہ فرقان گولڈی لاہور

(حاشیہ صفحہ موجودہ) لے مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۱۶ :-

عربوں کے برطانوی حمایت | جناب عبداللطیف سیٹھی
اپنے مضمون "فلسطین کا

مسئلہ" میں رقمطراز ہیں :-

"چونکہ عربوں نے ترکوں سے بغاوت کر دی تھی، اس شکست سے دنیا میں اسلامی سلطنت کے حقے بخر لے ہو گئے۔ تاریخ نے ریکارڈ کیا ہے کہ عربوں کی بغاوت ہر لحاظ سے غیر اسلامی تھی اور اس بغاوت کے نتیجے میں آسمان کی اس نیلی چھت کے نیچے اسلامیوں کی خوب سوائی ہوئی اور اس ٹریجڈی کے سب سے بڑے فعال ایکڑ عرب تھے، اور اقبال اس پر خون کے آنسو رویا ہے

متاعِ قافلہ عجم حجازِ زیارے بردند

مگر زبانِ نکشائی کے یارِ باعربیت

یعنی ہمارے قافلہ کمال متاعِ حجازیوں نے لوٹ لیا لیکن ہم زبان نہیں کھول سکتے کہ ہم اپنے دین کے لیے جس کے نام لیتے ہیں وہ عرب تھا۔ اگر عرب بغاوت نہ کرتے تو ترک جس فارم میں انگریزوں کے خلاف میدانِ عمل میں آچکے تھے انہیں شکست نہ ہو سکتی تھی۔ اس کا ایک خطرناک نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ اور بھی مضبوط ہو گیا اور دس کروڑ مسلمان محکومی کی زنجیروں میں جکڑ گئے اور اس سے نوآبادی نظام ایسا مضبوط ہو گیا کہ انگریزوں کی سلطنت پر سورج نے غروب ہونا چھوڑ دیا۔ ہندوستان کی محکومی کے ساتھ مضر بھی محکوم افرنگ اور دوسرے چھوٹے بڑے اسلامی ممالک بھی انگریز کے زیرِ نگیں ہو گئے اس سے اہل اسلام کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ

قصہ ہے دردناک بھی اور دلخراش بھی

آئے کہاں سے دل کہ دیا جائے اس کو طویل

سارا ہی مشرق انگریزی استبداد (یعنی ظلم و قہر) کے زیر اثر ہو گیا۔
یاد رہے کہ پہلی جنگ عظیم میں ترکی برطانیہ کے خلاف تھا اور حجاز
وغیرہ یہ سب ترکوں کے قبضے میں تھے۔ سعودی خاندان جو مذہباً محمد بن
عبدالوہاب نجدی کا پیروں تھا کئی بار حجاز کو قبضہ لینے کی کوشش کر چکا تھا۔
چونکہ سعودی قبیلہ مذہباً ترکوں سے شدید اختلاف رکھتا تھا اس لیے
وہ ترکوں سے بغاوت کر کے برطانیہ کی حمایت میں لگ گیا کہ انگریز انہیں
بادشاہ بنانے کا لالچ دے چکا تھا۔ اسی تناظر میں جناب عبداللطیف سیٹھی
اپنے مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں :-

”برطانوی امپریلزم کی حمایت کر کے عربوں نے اسلام کی بے حرمتی
کر دی، جسے محسوس کیا گیا اور اس کے نتائج ملت اسلامیہ کے حق میں بالخصوص
خطرناک نکلے، اگرچہ عربوں کی چند راجدھانیاں قائم ہو گئیں..... بعد میں جو
کچھ عربوں کے ساتھ صلوک ہوا وہ سب کچھ ان کے ساتھ ہونا ہی تھا کیونکہ اسلام
کی تعلیمات کی پرواہ نہ کی گئی صرف عرب ازم پر زور دیا گیا اور عرب، غیر عرب
کی تیز فساد آدمیت ہے اس لیے اسلام میں ممنوع ہے۔ اس کے بعد ان چھوٹی
چھوٹی راجدھانیوں میں قیصر کسریٰ طرز کی بادشاہتیں اور سلطانات قائم
ہو گئیں لیکن اسلام غریب الدیار ہو گیا۔“

اس دردناک پس منظر کی دھمک فلسطین میں بھی محسوس کی گئی۔ مضمون کے
مصنف نے مرحوم مفتی اعظم فلسطین حضرت امین الحسینی کی کتاب سے ایک
اقتباس پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے :-

”عربوں نے کسی معاملہ پر بھی سیاسی تدبیر کا ثبوت نہ دیا۔ ان کی اکثریت
استعمار کی آلہ کار بن گئی تھی اور استعمار نے یہودی مؤقف کی دائمی درگت دے مچنے
مدد کی اور قدرت کی طرف سے اس طرح عربوں کو مزا ملی کہ فلسطین ان کے ہاتھوں

سے روزنامہ فولٹے وقت راولپنڈی ملی ایڈیشن مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۴۳ء سے ایضاً

سے نکل گیا اور یہودی جن پر خدا کی پھٹکار پڑی ہوئی تھی انہیں موقع مل گیا اور اسلام کے سب سے بڑے دینی مرکز پر قابض ہو گئے اور پھر طاقت پکڑتے چلے گئے اور پھر ایک سپر طاقت کی امداد لینے میں کامیاب ہو گئے اور اب وہ اس قدر کامیاب ہیں کہ عربوں کو یلیامیٹ کر دینے کے لیے وہ ہر لحاظ سے مسلح ہیں اور ان کے مقابلہ میں عرب تو ناخواندہ اور ہر لحاظ سے پسماندہ لوگ ہیں۔ تیل کی دولت تعیش میں صرف کرنے میں دنیا کی سب قوموں کے عیش و عشرت کے ریکارڈ مات کر رہے ہیں۔

یہ ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات کا اثر اور نتیجہ جو بقول ضیاء الرحمن فاروقی صاحب سعودی عرب کے ماتھے کا جھوٹا مرہن ہوا ہے۔

اختتام :- ڈاکٹر خالد محمود صاحب! آپ کو جوڑ توڑ کی اس بھیانک کاروائی پر طے والے کرکڑاتے لوگوں کی قسم! اگر آپ کو پچاڑی کا دعویٰ ہے تو مرمر میدان بنیے، مطالعہ بریلویت جلد دوم سے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے اسے غلط ثابت کر دکھائیے یا جو کچھ آپ کی معاہدہ میں آیا تھا حدیث سے ہر سہر سہا رہے ہیں، انہیں پھر آواز دے کے غلط لیجئے ہے کوئی آپ علاموں میں ایسا مائی کالا کہ جو کچھ میں نے اپنے اسی مضمون میں پیش کیا ہے اس کی تغلیط میں قلم اٹھا سکے یا کسی حوالہ میں جوڑ توڑ ثابت کر سکے، ہے کسی عین جرأت؟ انشاء اللہ العزیز یہ جرأت کسی میں نہیں ہے۔

نہ خنجر اٹھے کا نہ تلوار اُن سے یہ بازو مرے آڑے ہوئے ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

گستاخان رسول ﷺ

سے قطع تعلق

WWW.NATURALPHILOSOPHY.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAHAAZ"

از قلم : مناظر اسلام حضرت علامہ محمد عبدالرشید قادری رضوی سمندری

درس قرآن

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں سے قطع تعلق کی تاکید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: —
 لَا يَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا
 آبَاءَهُمْ ۖ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ ۖ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
 أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۖ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ
 وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ
 تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۖ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۖ
 أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے

۱۔ سورہ فجادلہ آخری آیت :

والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا
اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں
لے جائے گا جن کے نیچے شہریں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ
ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے
سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زندگی اس آیت کی جیسی جاگتی
تفسیر ہے جو کبھی بدل نہیں سکتی۔ ابو عبیدہ ابن جراح نے اُحد میں اپنے
باپ جراح کو، حضرت علی مرتضیٰ نے بدر میں عتبہ ابن ربیعہ کو قتل کیا،
حضرت عمر نے اپنے ماموں عاص ابن ہشام کو، مصعب ابن عمیر نے
اپنے بھائی عبداللہ ابن عمر کو بدر میں قتل کیا، ابو بکر صدیق نے
اپنے بیٹے عبدالرحمن کو پکارا کہ آیا پ بیٹے کے دو ہاتھ ہو جائیں۔
مگر حضور نے منع کیا بعد میں عبدالرحمن ایمان لے آئے (رضی اللہ
تعالیٰ عنہم) (نور العرفان)

گستاخوں کو چھوڑنے والے کو سات انعامات

پہلا انعام :- اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ۔
ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قلم قدرت کے ساتھ ایمان لکھ دیا۔
دوسرا انعام :- وَآتَاهُمْ بِرُوحٍ قُدُّسٍ۔ اللہ تعالیٰ نے
اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

۱۔ کفر الایمان :-

تیسرا انعام :- وَیُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنتوں میں
داخل کرے گا جن میں نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

چوتھا انعام :- رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ۔ اللہ تعالیٰ
ان سے راضی ہو گیا۔

پانچواں انعام :- وَرَضُوا عَنْهُ۔ وہ بھی اللہ
تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔

چھٹا انعام :- أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ۔ یہ اللہ تعالیٰ
کی جماعت ہے۔

ساتواں انعام :- أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ۔ خبردار! سنا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

گستاخوں سے دوستی کر نیوالے کو سات دُرّے

پہلا دُرّہ :- اس کے دل میں ایمان نہیں لکھا جائے گا۔

دوسرا دُرّہ :- اس کی رب تعالیٰ امداد نہیں فرمائے گا۔

تیسرا دُرّہ :- وہ جنتوں میں کبھی نہیں جاسکتا۔

چوتھا دُرّہ :- اس پر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب ہو گا۔

پانچواں دُرّہ :- وہ اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں ہوں گے۔

چھٹا دُرّہ :- وہ شیطان کا ٹولہ ہے۔

ساتواں دُرّہ :- وہ شیطان کا ٹولہ کبھی کامیاب نہیں

ہو سکتا۔ (أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً قَدِ
 دُونَكُمْ لَا يَأْلُوا نَفْسَكُمْ خَالًا وَدًّا وَمَا عَنَتُمُ ج
 قَدْ بَدَلَتِ الْبَعْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ صَلَاحٌ وَمَا تَحْتَفِي
 صُهُ وَرَهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ
 كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝

ترجمہ :- اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ
 تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے۔ ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں
 پہنچے۔ بیردستی (ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں
 چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں
 اگر تمہیں عقل ہو ۝

بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ
 يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
 أَسْبَغُوا عَلَيْهِمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ
 لِلَّهِ جَمِيعًا ۝

ترجمہ :- خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لیے دردناک
 عذاب ہے وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے
 ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ
 کے لیے ہے ۝

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ
 دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ
 مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ ۝

۱۷ پ ۳ ع ۳ ۱۷ کنز الایمان ۳ پ ۵ ع ۱۷
 ۱۸ کنز الایمان ۱۷ پ ۳ ع ۱۱ ۱۸

ترجمہ: مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں
کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہے۔

کافروں سے اتحاد کرنا اے حکیم قرآن کا فسر ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: —
وَمَنْ يَتَّخِذْهُم مِّنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ ط
ترجمہ: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ

انہیں میں سے ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ
مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ط
ترجمہ: اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے
جو تمہارے قریب ہیں اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ
وَاعْلِظْ عَلَيْهِمْ وَمَا وَلَهُمْ جَهَنَّمُ
وَبَلَدٍ الْمَصِيرُ ۝

ترجمہ: اے غیب بتانے والے (نبی)، کافروں پر اور
منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا

۱۔ کنز الایمان - ۲۔ رسائل رضویہ ج ۲ ص ۱۵۲۔

۳۔ پ ۶ ۱۲۴ - ۴۔ کنز الایمان - ۵۔ پ ۱۱ ۵۴۔

۶۔ کنز الایمان - ۷۔ پ ۲۱ ۲۰۴ - ۸۔

جہنم ہے اور کیا ہی بُرا انجام ہے
 وَإِقْمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْصُدْ
 بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝
 ترجمہ :- اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آنے
 پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو ۝

وَلَا تَذْكُرُوا الْحَيَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا
 فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۝
 ترجمہ :- اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ
 چھوئے گی ۝

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

"THE NATURAL PHILOSOPHY
 OF AHLESUNNAT WAL JAMMAT"

۱۔ کنز الایمان — ۲۔ پ ۷ ع ۱۴ —
 ۳۔ کنز الایمان — ۴۔ پ ۱۲ ع ۱۰ —
 ۵۔ کنز الایمان —

درس صدیقہ

از: جناب مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عبدالرشید قادری رضوی صاحب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: —

① اِذَا رَاَيْتُمْ صَاحِبَ بَدْعَةٍ فَاكْفَرُوا وَافِي وَجْهِهِ فَإِنَّ اللَّهَ يَبْغِضُ كُلَّ مُبْتَدِعٍ يَلِيهِ
ترجمہ: جب تم کسی بد مذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترش روئی سے پیش آؤ اس لیے کہ خدا تعالیٰ ہر بد مذہب کو دشمن رکھتا ہے۔

② لَا يَقْبَلُ اللَّهُ لَصَاحِبَ بَدْعَةٍ صَوْمًا وَلَا صَلَاةً وَلَا مَدَقَّةً وَلَا حَجًّا وَلَا عَمْرَةً وَلَا جَهَادًا وَلَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّجَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ يَلِيهِ
ترجمہ: خدا تعالیٰ کسی بد مذہب کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد اور نہ کوئی نفعی نہ فرض۔ بد مذہب دین اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ گوندھٹے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔

۱۰ ابن عساکر ۲۰ ابنت ماجہ ۲۱

③ اهل البدع كلاب اهل النار۔ عن

الجب امامة رضى الله تعالى عنه به

ترجمہ :- بد مذہب و وزخ والوں کے کتے ہیں۔

④ من وفر صاحب بدعة فقد اعان على

هدم الاسلام۔

ترجمہ :- جس نے کسی مذہب کی عزت کی تو اس نے اسلام کے ڈھلنے پر مدد کی۔

⑤ اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز

لذلك العرش۔ عن ابی ہریرۃ رضى الله تعالى عنه۔

ترجمہ :- جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب غضب فرماتا ہے اور عرش الہی ہل جاتا ہے۔

⑥ نهي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان

يصافح المشركون او يكتنوا او يبرح

بهم۔ عن جابر بن عبد الله رضى الله

تعالى عنه في ابو نعيم حلية الاوليا

ترجمہ :- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مشرکوں

سے مصافحہ کیا جائے یا انہیں کنیت سے ذکر کریں یا آتے

وقت مرحبا کہیں۔

⑦ اياكم واياهم لا يضلونكم ولا

يفتنونكم۔

۱۔ دار قطنی — ۲۔ مشکوٰۃ —

۳۔ بیہقی — ۴۔ مشکوٰۃ —

ترجمہ :- ان رو بہ بیہ دیوبندیہ سے دُور رہو اور انہیں اپنے
سے دُور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں
فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

⑧ ان مرضوا فلا تعودوہم وان ماوتوا
فلا تشہدوہم وان لقیتمہم فلا
تسلموا علیہم ولا تجالسوہم ولا تشاربوہم
ولا تتواکلوہم ولا تتاکلوہم ولا تصلوا
علیہم ولا تصلوا معہم۔ عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ترجمہ :- بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اگر
مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شہرک نہ ہو۔ ان سے ملاقات
ہو تو انہیں سلام نہ کرو۔ ان کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے
ساتھ پانی نہ پیو۔ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔ ان کے ساتھ
شادی بیاہ نہ کرو۔ ان کی جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ
نماز نہ پڑھو۔

فتویٰ :- لَوْ سَلَّمَ عَلَی الَّذِیْ تَجِیْلٌ یَّکْفُرُ
لَا تَجِیْلُ الْکَافِرُ کَفْرًا۔

ترجمہ :- اگر ذمی کو تعظیماً سلام کرے کافر ہو جائے گا
کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

ذمی نرم درجے کا کافر ہے تو اس کی تعظیم کرنے والا کافر
ہے تو جو ہزار درجے کے سخت کافر ہوں ان کی تعظیم کیونکر

۱۔ مسلم ۲۔ فتاویٰ ظہیریہ۔ اشباہ والنظائر تنویر لا بصار پر مختار ۳۔

کُفْر نہ ہوگی۔۔۔۔۔
 فتویٰ :- لو قال لمجوسی یا استاذ بجیلہ
 کُفْر (فتاویٰ امام ظہیر الدین - اشباہ در مختار)
 ترجمہ :- اگر مجوسی کو بطور تعظیم استاذ کہے کافر ہو جائے گا۔
 وما علینا الا البلاغ المبین۔

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کی
 اہم پیشکش

سرورِ کونین ﷺ کی بشریت اور انبیت

تالیف : محمد نعیم اللہ خان قادری

بی ایس سی - بی ایڈ
 ایم اے اردو - پنجابی - تاریخ

چھپ - کمر منظر عار - پیر - آگ -

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونکے

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کی لاجواب کتب



✽ شرک کی حقیقت

✽ غیر مقلدین کو دعوتِ انصاف (اول) (مطبوعہ)

✽ غیر مقلدین کو دعوتِ انصاف (دوم) (مطبوعہ)

✽ غیر مقلدین کو دعوتِ انصاف (سوم) (مطبوعہ)

✽ غیر مقلدین کو دعوتِ انصاف (چہارم) (مطبوعہ)

✽ مجموعہ تصانیف حضرت علامہ محمد اسماعیل نقشبندی علیہ الرحمۃ

✽ دیوبند کا نیا دین

✽ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و نورانیت

✽ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات

✽ مجموعہ رسائل مفتی محمد شفیع جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونگی